

اور۔۔۔ مشاہیر خان کی طرف سے کوئی رد عمل ظاہر نہ ہونے پر اس نے خود کو سنا اور انھیں صلابت دینا شروع کیا۔
”امیر یار سے معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نہایت سخت اور سخت اساتذہ سے کام کرتا ہوں اس شخص نے اپنے جوتے کی اینٹی میں زہر کا ایک کپسول چھپا رکھا تھا۔ اگر تم نے اسے اسٹی ٹیک سے باہر کر دیا ہوتا تو وہ ہوش میں آتے ہی وہ کپسول کھا کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتا۔ اسے بچا سنبھالا گیا ہے کہ جب تم پر خطرہ دیکھو کہ تمہارے ذہن پر کچھ بھی راز ظاہر ہونے والے ہو تو اپنی زندگی کا خاتمہ کر لو اور پھر کی زندگی پا کر جنت میں چلے جاؤ۔ جہاں طریقہ کار ہے کہ کسی مجرم کے اپنی گول میں آتے ہی لباس سمیت اسے ان کی برٹے سے محروم کر دیتے ہیں اور وہ صاف سے صاف کئے گئے لباس میں تیار کی گئی کاپیوں کا سامنا کرتا ہے۔ اس طرح اگر مجرم نے کوئی نقصان دہ شے یا چیزیں وغیرہ چھپا دی ہوتی تو وہ ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ امیر یار کے سامان کے چور ہے کے دوران میں چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ میں جوتے کی اینٹی میں کئی بے اور اینٹی کے گوم کر مانتے آ جانے والے مجھے میں ایک ایسا ایسا خاص سوراخ ہے جس میں بڑا بڑا کپسول رکھا گیا ہے۔ پانچ ماہ کے پاس سے انکی کوئی قابل ذکر شے نہیں ملی۔ ایک فرانسس ہے جو پہلے ہی سامنے آ گیا تھا۔“ میجر اسٹون پارٹ نے ڈراما کر اپنے سامنے رکھے گاؤں سے پانی کا ایک ٹھونٹ بھر اور پھر وہ بڑا بڑا شروع کر دیا۔

”جیسا کہ میں نے تمہیں بتایا کہ امیر یار سے جھگڑنے کے دوران میں بہت ہی احتیاط سے کام لیتا ہوں۔ ایسے لوگ خود کو کارخانہ دیکھنے کے باعث کچھ بھی اٹھنے کے لیے بڑے سخت جان ہوتے ہیں۔ تحقیق کے لیے ہم اسے اس مقام پر لے گئے جہاں آدی خود اپنے منہ سے موت کی تمنا کرتا ہے لیکن موت بھی اس کی حد کے لیے نہیں آتی۔ ہانا ٹریگ آ کر اسے اپنی زبان کھولنی پڑنی اور اس نے انکشاف کیا کہ وہ اور اس کے ساتھ میں کئی ایک راز تھا امیر یار کے لیے کام کر رہا ہے۔ یہ بیچر وہی شخص ہے جو ہمارے جانے والوں کے نظریات کا سخت مخالف ہے اور اپنی باتوں سے اس نے اپنے ساتھیوں کے دلوں میں ان لوگوں کے لیے سخت نفرت بھری ہے۔ چند فرجی لوگوں کے دلوں میں یہ نفرت اتنی کھینچا دی گئی ہے اور یہ فرجی لوگ اس کے اشارے سے ہر کسی بھی شخص کی جان لینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ امیر یار کی باتوں سے میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ امیر یار نے ان کے ذہنوں کو اس برنی طرح ہلک کر دیا ہے کہ وہ سوچنے کی بجائے جیت سے

بالکل محروم ہو چکے ہیں اور کسی معمول کی طرح جہاد کے لئے جانے کے لیے تیار رہتے ہیں جس کا ہم انہیں شہید دیتا ہے۔ انہوں نے کوئی شے نہیں کہنے کے لیے چور چور کرنے پر بھی انکشاف ہوا ہے۔ وہ اپنے اپنے کاموں میں اور بقیہ اس سے اس عادت میں اس نے جوتے کھانے کا کام کیا ہے کہ وہ باہر سے آگے سے وہ نام کی طرح انکشاف کی جی رہی کر رہا ہے۔

”ان تمام باتوں کی روشنی میں ہمارے لیے بیچر یا گھبراہٹ ہو سکتی ہے اور یہ ہے اور ہمیں کوشش کرنی ہے کہ اس بندے کی حقیقت تک پہنچ سکیں۔ اس سلسلے میں ہم نے اس سے اس لیے حد چاہنا ہوں کہ ہم سے باہر مانتوں میں بھی بیچر کے سامنے بھی شامل ہیں جو اس نے ہاتھ لگائے ہوئے زمین کے لیے اس لیے ان حالات میں تم میں سب سے کارآمد آدی ثابت ہو سکتے ہیں۔“ میجر اسٹون پارٹ نے بتا دیا تھا کہ اس میں کہ میں ہر خان کے ذہن میں ہوا ہوں۔۔۔ وہ اس میں اور اشد اہم کے ساتھ انہوں نے اس میں اور ہوتی تھی۔ وہ دونوں بھی تو ذہنی اور انہما کے بہرہ میں وہ ان کے اہمیت ہوتے تھے جو محروم ذہنوں میں زہر کھول کر انہیں دہشت گرد بنانے میں مصروف عمل تھے۔

”میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ آپ بتائیں کہ اس سلسلے میں آپ کے ذہن میں کیا بات ہے؟“ اس نے غصے سے کہا ہے نہایت لڑم کے ساتھ میجر اسٹون پارٹ سے کہا تو وہ اس کے ساتھ اٹھتا ہوا اس کو اس کے ساتھ لگا۔

”بہت خوب صورت ہے۔ اتنی خوب صورت کہ میں عادی نہ ہونے کے باوجود ہر روز نیند سے اٹھ کر مارٹنگ واک پر جانے کے لیے مجبور ہو جاتا ہوں اور جب وہاں آتا ہوں تو مانتا ہے آٹھوں میں خوش رنگ منظر ہر کے ساتھ لے آیا ہوں۔ آٹھوں میں ہے ان مناظر اور ہر سو سحری پردوں کی چمک چمکوں کے ساتھ چل کر گھبراہٹ میں خوش ہوتے ہیں۔ میں آپ کے سامنے ٹھکانوں میں جان نہیں کر سکتا۔“ مصطفیٰ خان کے گھر کی ڈائننگ ٹیبل پر چلنے پر اٹھنے اور وہاں آقب قہار لیزا وہاں کے بھروسہ کوئی چیز کے ساتھ ایک طرف منتقل ہو گیا تھا اور آج مصطفیٰ خان نے یہاں خاص انہیں کھانے پر مدعو کیا تھا۔

”شہزاد کے مشوروں پر عمل نہ کرنے والے انگریزوں میں اس طرح بگڑتا نظر آتے ہیں۔ ویسے چھا ہوا کہ آپ نے پہلے ہی پارک میں قیام کر کے دیکھ لیا ہے کہ تو آپ آری لینڈ کی جگہ قدرت کو کچھ تھے۔“ مصطفیٰ خان نے بھی خوش گوار لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا۔ ان کی تعداد میں ہونے کے باوجود صرف وہ دونوں ہی ٹھکانوں میں حصہ لے رہے تھے اور اہم شخص قاسم صاحب کا رواد تھا۔ ضرورت پڑنے پر اٹھنا تھا سزا دیتا تھا۔ اس کی ذمگی کے لئے بہت سے ماہر سال جنگ میں لڑنے والے آدی اور انہیں قدرت دینی لوگوں کے ساتھ گزارے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں انکی کی محنت میں اسے شریکیت ہی نہ کی تھی اور وہ ہر طرح کے ادب و آداب سے غلطی آزاد تھے۔۔۔ تو ان کے ہونے لوگوں میں رہتے ہوئے وہ بھی ذرا گلہ کیا تھا، اگرچہ اس نے بہت کوشش کی تھی کہ خود کو وہاں بھی ضرور رکھ سکے لیکن آدی کے لیے کسی معاملہ میں رہتے ہوئے اس سے کھل کر رہا لیکن نہیں تھا۔ وہ داخل کسی کسی کڑوہ مقام سے بچ گیا کہ اس کے اندر تری جاتا ہے سو اسلام بھی اس کا اصل کو کھڑا دینے کے باوجود مذہب و نام نہاں رہتے ہوئے بھی کھار خود کو اس دنیا کے لیے اپنی محنتوں کرنے لگا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس کے لیے اس کے لئے اپنی رہتی تھی جیسا کہ آدی وہ اس محنت میں غصہ قاسم صاحب کا تھا۔

”آپ صحیح کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ شہزاد صاحب کے مشوروں پر عمل نہ کرنے والے ضرور بگڑتے ہیں گے کیونکہ ان کے مشورے میں ہر پارچہ اور غلطی شامل ہوتی تھا۔ ان میں ہر قسم اور جہد کئے والوں میں ایسے شخص لوگ مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ مجھے تو جب ان کا خیال ۲۲ کی بجائی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت اور زندگی دے۔“

”آمین، مجھے یقین ہے کہ وہ بہت ہی ذہنی ہونے کا کچھ دینا تو اس جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔“ آقب کو آگے سے ٹھیک سا اشارہ کرتے ہوئے مصطفیٰ خان نے اس کا جملہ عمل بھی نہ ہونے دیا اور خود چلا شروع کر دیا۔

”شہزاد شروع سے بڑی حساس اور کم جو طبیعت کا مالک ہے۔ دور ان حکیم بہر لوگ انگریزی پانچویں میں لکھی تھیں کسی ایسے بچہ کے لیے لکھ جاتے تھے۔ ایک ہارم میں سے بچہ کو کے شہادت میں آکر پر ہماری کا بھار کرنے کی کوشش کرنے لگے تو شہزاد بہت سخت ناراض ہوا کہ گاڑی میں انوار لکھتے ہیں لیکن کھانے سوچو ہونے کے باوجود

”شہزاد کے مشوروں پر عمل نہ کرنے والے انگریزوں میں اس طرح بگڑتا نظر آتے ہیں۔ ویسے چھا ہوا کہ آپ نے پہلے ہی پارک میں قیام کر کے دیکھ لیا ہے کہ تو آپ آری لینڈ کی جگہ قدرت کو کچھ تھے۔“ مصطفیٰ خان نے بھی خوش گوار لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا۔ ان کی تعداد میں ہونے کے باوجود صرف وہ دونوں ہی ٹھکانوں میں حصہ لے رہے تھے اور اہم شخص قاسم صاحب کا رواد تھا۔ ضرورت پڑنے پر اٹھنا تھا سزا دیتا تھا۔ اس کی ذمگی کے لئے بہت سے ماہر سال جنگ میں لڑنے والے آدی اور انہیں قدرت دینی لوگوں کے ساتھ گزارے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی میں انکی کی محنت میں اسے شریکیت ہی نہ کی تھی اور وہ ہر طرح کے ادب و آداب سے غلطی آزاد تھے۔۔۔ تو ان کے ہونے لوگوں میں رہتے ہوئے وہ بھی ذرا گلہ کیا تھا، اگرچہ اس نے بہت کوشش کی تھی کہ خود کو وہاں بھی ضرور رکھ سکے لیکن آدی کے لیے کسی معاملہ میں رہتے ہوئے اس سے کھل کر رہا لیکن نہیں تھا۔ وہ داخل کسی کسی کڑوہ مقام سے بچ گیا کہ اس کے اندر تری جاتا ہے سو اسلام بھی اس کا اصل کو کھڑا دینے کے باوجود مذہب و نام نہاں رہتے ہوئے بھی کھار خود کو اس دنیا کے لیے اپنی محنتوں کرنے لگا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس کے لیے اس کے لئے اپنی رہتی تھی جیسا کہ آدی وہ اس محنت میں غصہ قاسم صاحب کا تھا۔

”آپ صحیح کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ شہزاد صاحب کے مشوروں پر عمل نہ کرنے والے ضرور بگڑتے ہیں گے کیونکہ ان کے مشورے میں ہر پارچہ اور غلطی شامل ہوتی تھا۔ ان میں ہر قسم اور جہد کئے والوں میں ایسے شخص لوگ مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ مجھے تو جب ان کا خیال ۲۲ کی بجائی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت اور زندگی دے۔“

”آمین، مجھے یقین ہے کہ وہ بہت ہی ذہنی ہونے کا کچھ دینا تو اس جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔“ آقب کو آگے سے ٹھیک سا اشارہ کرتے ہوئے مصطفیٰ خان نے اس کا جملہ عمل بھی نہ ہونے دیا اور خود چلا شروع کر دیا۔

”شہزاد شروع سے بڑی حساس اور کم جو طبیعت کا مالک ہے۔ دور ان حکیم بہر لوگ انگریزی پانچویں میں لکھی تھیں کسی ایسے بچہ کے لیے لکھ جاتے تھے۔ ایک ہارم میں سے بچہ کو کے شہادت میں آکر پر ہماری کا بھار کرنے کی کوشش کرنے لگے تو شہزاد بہت سخت ناراض ہوا کہ گاڑی میں انوار لکھتے ہیں لیکن کھانے سوچو ہونے کے باوجود

لوگ کہیں ان مصوم بچوں کو زندگی کا نذرگانے سے روک دینا چاہتے ہیں اور اگر بچے کے بعد بیٹوں تک بچوں کو شاہ کی ایک گھنٹہ کا بیعت بھرنے کے لیے بھی کافی نہ ہوں لیکن زہرہ کو بچا کر اپنے زہرہ کو بیعت سے لوگوں کو زندگی کی تازی اور خوشی کا احساس دلاتے رہیں۔ اس بات پر ان لوگوں نے شہر پارک بہت ذرا پی اڑایا تھا کہ اس مشکل کے دور کو بچے کے اندر تو کسی شاعر کی روح حلول کرتی ہے اور ہانکراس کے ماموں کو اطلاع دینی چاہیے کہ آپ کا بونہار بھانجا بزرگروہ بننے کے لائق نہیں رہا ہر آپ اسے بنا دیا جائے تھا۔ شہریار نے ان کے مذاق اڑانے کی بائبل پر دھکیلی اور اس بات پر اڑا ہا کہ ان پر بچوں کو کھار نہیں کیا جائے گا۔ لیکن تھا کہ نویت ماہ کتابی تک جا پہنچی تو نگہ روڑ کے مشکل اسے بچا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن بہائی صاحبوں نے دل کو معاملہ دل و دل کروا دیا۔ اب اتفاق دیکھ کر ہم آگے بڑھے تو ان شہر پارکوں میں سے ہر کسی کے اندر شہر پارک خواہش ہو گی اور اس نے زبان سے اپنی اس خواہش کا اظہار کرنے کے بجائے خاموشی سے اپنی ایجنٹ نکالی اور ایک دست پر چھپے ہر بچوں پر استعمال بھی کر دی۔ بد قسمتی سے وہ کسی بچے سے ٹوٹ پھڑک کر گیا لیکن ایک آنے کا گھوٹلا نکلنے پر آ گیا اور ہر صدمت پر چھوڑ کر کوئی اسے لڑکے کا کیا حال کیا۔ وہ جہاں جہاں جاتا تھا وہاں اس کے پیچھے چلے آتے تھے اور اس کے سر پر ٹوٹ گھسے برساتے تھے۔ بڑا بڑا حال ہو گیا تھا اس بے چارے کا۔ گلہ آ کر اس نے لپ سی اور حرا چھوڑ دیا اور واپس گھر چلا گیا۔ بعد میں گروپ کے ماہ سے لڑکے شہر پارک کو چھوڑتے رہے کہ اس بے چارے کو تھماری بد دعا لگی ہے۔ بس وہ ایسے ہی دن تھے۔ تو تھماری کی بے گھری میں ہم سوچ میلا کرتے بھرتے تھے اور اب اپنی اپنی ڈسٹ واریوں میں گھر سے لیے حرم سے تک ایک دوسرے سے فون پر رابطہ کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا۔

مصطفیٰ خان نے بے پراپ تو بڑھان چکا تھا۔

آفتاب حیران تھا کہ وہ شہر پارک کی حالت سے جان بچو کر تھماری کیوں برت رہا ہے اور کیوں نہیں چاہتا کہ اس مشکل میں اس حوالے سے کوئی کھنگھو ہو کر شہر پارک پاکستان کے ایک اسپتال میں نیم حرم و صحت میں ہی رہا ہے اور اسے ان سب کی مددوں کی ضرورت ہے۔ صحافی ہونے کی حیثیت سے وہ پاکستان سے اپنی دور ہونے کے باوجود بھی وہاں کے حالات سے واقف رہتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ شہر پارک کا کھانا بچے میں شہ پارک ہونے کے بعد کوئی کی حالت

میں بڑا ہوا ہے اور ڈاکوئی طور پر بچہ نہیں کیے کہ وہ بڑا ہوش میں آئے گا یا آگے کیے گا یا نہیں؟ بہر حال یہ تو شہر پارک کے مصطفیٰ خان کا وقت نہیں تھا۔ اس نے صاف نہیں کہا کہ مصطفیٰ خان نے خود گھنگھو کا رخ بدل دیا تھا اور ہر اسے خلیفہ سا اشارہ بھی تو کیا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اسے اس موضوع کو جاننے سے روک رہا ہے۔ اس اشارے کو دیکھ کر وہ چپ ہو گیا تو کاپیوں کو سچ ہا تھا کہ اس اشارے کو بھینٹنے کے پیچھے کوئی تو راز ہے جسے شہر پارک کا بھینٹ کر دوست مصطفیٰ خان جاننا ہو گا۔ مصطفیٰ خان بھی خوب ہی آہنی قدر ہدی پختی رکھیں تاہم ان سے قطع رکھنے والے ان شخص نے صرف وقتی بھاننے کی خاطر اپنے سے بہت ہی کم قیمت لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا تھا اور اس کے ساتھ چھ کر لیں اور انہوں نے کہا کہ وہ ایک قابل شخص کی حیثیت سے یہاں کی ایک نامور تعمیراتی کمپنی میں ملازمت کرنے کے علاوہ کسی چیز میں ایک حد واسطہ کا کام بھی نہیں کرے گا۔ آمدنی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا تھا کہ اس آمدنی میں سے اسٹور پر کام کرنے والے دیگر ملازمین کو اپنی حقیر تنخواہ دینی جاتی تھی کہ ان کے لیے کمر خرابی ہوتے تھے۔ ہاں اور اسلم بھی ان ملازمین میں شامل تھے جنہیں مصطفیٰ خان کے گھر میں قریب دو سو تین اور مزیدوں کی ہی حیثیت حاصل تھی اور یہ سب اس لیے تھا کہ وہ شہر پارک کے بھرتے ہوئے مہمان تھے اور شہر پارک جیسے پاکمال آدمی کا دوست بھی پاکمال تھا کہ وہ وقت کی خاطر ہر کسی کو خاطر میں ہی نہ آتا تھا۔

کھا بہت خوش گوار ماحول میں کھایا گیا۔ کھانے کے بعد ایک دو گالی کا بھی چلا ہر محفل پر خاموش کر دی گئی۔ مصطفیٰ خان نے اصرار کر کے آفتاب اور شہر پارک کے گھر تک چھوڑنے کی کوشش کی۔ آریٹھ میں ایک آروم دور گھر کرانے پر لے لینے کے بعد آفتاب کے مافی حالات اپنے نہیں رہے تھے کہ وہ گاڑی خریدے گا بھی اور پارک کے ان لیے وہ لوگ اس سہولت سے محروم تھے۔ مصطفیٰ خان کو تکلیف نہ دینے کا خیال دل میں ہونے کے باوجود اس نے اصرار کر کے باعث آفتاب کو اس کی قسمت کی کوشش قبول کرنی پڑی۔

”آپ حیران ہوئے ہوں گے کہ میں نے آپ کو ڈانٹک نہیں پر شہر پارک سے مصطفیٰ بات مکمل کیوں نہیں کرنے دی؟“ گاڑی آگے بڑھاتے ہی مصطفیٰ خان نے آفتاب سے آکر پچھرا دیا۔

”باہل تھی اتنی تو ہوئی لیکن خاموشی اس لیے رہا کہ

میں اس کے پیچھے کیا مصلحت ہو۔“ اس نے اعتراف کیا۔

”اسلم میں یہ خود شہر پارک کی خواہش تھی۔ مشکل وقتوں میں گھر سے رہنے کی وجہ سے شاہراہ سے اعزازہ تھا کہ کسی روز اس کا نکلتا میں سکتا ہے اس لیے اس نے جب میرے پاس پہنچا تو صرف میری اور اسلم کو لگایا تو مجھ سے یہ درخواست بھی کی کہ مجھے بچے ہونے کی صورت میں ان دونوں میاں بھی ہی کو اپنی خبر نہ ہونے دینا۔ اس خواہش کے پیچھے کیا وجہ تھی۔ یہ میں نے جاننے کی کوشش نہیں کی لیکن اس کی خواہش کا خیال میں نہ کر سکا اس لیے وہ دونوں میاں بھی نہیں جانتے کہ ان کے پیچھے پاکستان میں شہر پارک پر کیا گزر چکی ہے۔ آپ سے اس بھری بھی درخواست ہے کہ آئندہ آپ دونوں بھی اس خطے میں ٹھہر رہے گا۔“ اپنی تقریر کی وضاحت میں اس نے آفتاب کی اہمیت کو دور کر دی لیکن اس بات سے بے خبر رہا کہ ایک شخص نے اسلم کے ذہن میں بھی تک ہانی ہے جو ہے لیکن ان کی شکل میں خاموشی سے اس کا کردار بھرا تھا لیکن مصطفیٰ خان کا ایک دم موضوع بدل دیا اور آگے سے اشارہ کیا اس لیے اسے حسوس کر لیا تھا۔

آج میں حسوس ایک بڑی حیرت انگیز جگہ لے جاؤں گا۔“ شیخ زید رہا۔ یہ روزنی گاڑی کی ذرا بیک سیٹ پر براہ راست طرح اور حسوس نے جو خود کو لٹکھائی تھی اور شاہراہ کی حالت میں سٹی تھی اور اپنی سبیری زنتوں کو ایک اداسے بھٹکتے ہوئے اصرار ظاہر کیا تو اس کے پہلو میں براہ راست چوہری اور شہر پارک ہی اس پر بیٹھی تھی اور اسے اسے حیرت ہونے کا اور ڈر ہونے کا بھی مظاہرہ کرنے کے لیے اس نے اپنے اہمیت لکھنے کا استعمال شروع کر دیا۔

”کالی میں۔“ میں گاڑی چلا رہی ہوں۔ کوئی حادثہ ہو گیا تو ہم دونوں سب سے بچے ہو جائیں گے۔“ چوہری کی بات پر میرا منہ بھر اٹکے ان کے اسے بڑے بڑے ہنسنے لگے تاہل ایسے حسوس کی جیسے کوئی ہے یہ اور حراجی کی حالت میں لڑنے لڑنے بہت کوشش دینا دکھانے کے لیے کھنگھو کے ساتھ ساتھ اسے ذرا پر ہانکے ہو کہ اس کا بچہ اپنی خواتون کے لیے ہو گا لیکن یہ سب تو سب بھرا ہے۔ لاکھ سے چوہری کو اپنی بہت دینی تھی تو اس لیے کہ وہ اس کا دل کو بے حد و صاحب گزار رہا تھا۔

اپنے دلی کے تہ کو کہیں بتانے کے لیے اس نے یہ بات کہہ کر کہا تھا اور بہت خوش تھا کہ لیے قہر ساتویں رنگت اور شہر پارک کو اپنی بہ حسوس اس پر دل و جان سے نفا ہے۔ اسے

کیا معلوم تھا کہ سر سے ہی تک معنوی رنگوں میں رہی اس حیرت کا وہ تھا ہونا بھی معنوی ہے اور وہ اس طرح ہر اس شخص پر نفا ہوا جاتی ہے جو اس کی ایجاد کے مطابق نوازنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ بہر حال اس حیرت میں کوئی ایسا چاہو ضرور تھا کہ چوہری نے چھلکے تھیں ان سے اسے ہی اپنا رشتہ بنا رکھا تھا۔ اس میں لڑکی کے حسوس نے زیادہ ذہانت کا بھی دخل تھا اور صرف خلوت میں ہی گھس دھولت میں بھی چوہری کو خوش کرتی تھی۔ اس کے ساتھ دینی میں گھسنے میں اسے خوب لطف آ رہا تھا اور وہ حسب عادت لڑکی اور شہر پارک کی رہتی کے ساتھ کر کے تک محدود رہنے کو ہی ترجیح نہیں دے رہا تھا۔ اپنی ذہانت کے اس نکال کی وجہ سے لاکھ سے ایک طرف تو خود کو سے زیادہ ”استعمال“ ہونے سے بچو رکھا تھا تو دوسری طرف وہ بھی بھر کر چوہری کی جھینٹ خالی کر داری تھی۔ گل ۱۱۱ اسے اس طرح ”آج میں آپ کو ایک حیرت انگیز جگہ لے جاؤں گی“ کہہ کر سوس کے بازار میں لے گئی تھی اور یہ بازار اپنا تھا کہ اس میں ہر طرف سونا بھرا پڑا تھا۔ بے شمار جگہ لٹی دکانیں تھیں جن کے اندر ہر طرح کے زیورات بھرے پڑے تھے۔ بھاری بھرم زیورات، جنہیں تھماری دولت سے ملا مال شیخ خوشی اپنی بچاوت کی خبر کرتے تھے، دیکھنے والے کو حیرت کرنے میں کوئی کمزور چھوڑتے تھے۔

چوہری صاحب کی فریبگی کا پہرا پڑا تھا کہ وہ اتنا جانتے ہوئے لاکھ سے بھاری بھرم زیورات کا ایک سیٹ ساتھ سے لے گا وہ بھروسہ حاصل کر لیا۔ اس قسم کے دوسرے کئی بونس وہ گزشتہ تین دنوں میں حاصل کر چکی تھی کہ دینی میں گھسنے بھرنے کے لیے بھی عموماً شاہک بلا کا ہی رش کرنے کا رواج تھا اور اگر کسی شاہک مال میں گھستے ہوئے چوہری صاحب کی حضور نظر کو کوئی بھی سوٹ، پیرس، بیجاری یا شیون بھاجا تھا تو یہ تو ممکن نہیں تھا کہ وہ محض قیمت کی گرائی کی وجہ سے چوہری صاحب کے ساتھ ہونے کے باوجود اپنی کن پندرہ بیچ سے محروم ہو جاتی چاہے خوب شاہک ہو ہی تھی جن سے چوہری کے خزانے میں ہی ہونے کا سوال اس لیے پیدا ہوتا تھا کہ وہ اس خزانے کو اپنے کوزہ حوزوں کی خون بیبے کی محنت سے بھرنے کا بہتر خوب جانتا تھا۔ اب تو اس خزانے میں بیرونی کی آمدنی سے ہونے والا اضافہ بھی شامل ہو گیا تھا چہ چہ چوہری خزانے کے نام پر خوب دولت اڑا رہا تھا۔ اب بھی لاکھ سے اسے ایک حیرت انگیز جگہ لے لینے کا ذکر کیا تو وہ بلیکسی گچھا بہت کے لیے آراہی ہو گیا کہ

اسے اس حین پر لانے جانے والے درہوں پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

لانڈے گاڑی "انارٹ" نامی ہل کی وسیع پارک میں پارک کی اور پھر وہ دونوں جنگی ریشیوں میں گاڑی سے نکل کر یوں ساتھ چلے کہ اپنے شانے سے ٹکی لانڈے کے گرد چوہری نے ایک ہاتھ کا مقناص طرح سے بنا رکھا تھا اس کی اگلیاں لانڈے کی چیز اور ہاپ کے دو جان موجود ایک خاص بی بی خالی جگہ پر اس کی ناف پر تھری تھیں۔ لانڈے کو اس جہازت پر بھانڈا اور اجراض ہوسکتا تھا کہ وہ بھی سب پر داشت کرنے کی تو نہیں یعنی کسی چٹا پن میں ہی اسے نظر راستوں اور خود کار زبوں سے گزار کر ایک ایسی جگہ سے لے گئی جس سے چوہری کو کچھ سمجھ نہ ہو گیا۔ یہاں اس نے شیشے کی دیوار کے پار ایسا نگاہ دیکھا کہ گھر بھر کے لیے لکھیز ہو گیا کہ وہی میں ہے یا وہاں میرا پارک کھینچ گیا ہے اور مراد شاہ کے اپارٹمنٹ کی فرنیچر دیکھو اور پھر کھانا کھا کر رہا ہے۔

"یہ کئی دفع ہے۔" اس کی کیفیت دیکھ کر لانڈے نے غر سے بتایا۔

"کمال ہے بھئی، مجھے تو ایسا لگا کہ میں دفعی کے ہاتھ سے نیو پارک میں ہوں۔ انکی برف ہاری کا دفعی میں کہاں تصور کیا جاسکتا ہے؟" چوہری حاشا فرما رہا تھا۔ "مختصاً ساڑھے پانچ بجیں ہزار میٹر پر مشتمل ہے برقی ملاقاتی حاشا ٹرن کر گم لوڑاڑے صحرا میں اس کا تصور ہی ذہن میں نہیں آسکتا تھا لیکن عربوں نے یہ کمال کر دکھایا تھا۔ ہندی سے گرتی برف، کاسٹوں راستوں پر اسکیٹنگ یورپ پر گم ہاوس میں پھلتے لوگ، چڑوں پر برف کے ذرات لیے غور سے پائے کے درخت، برف پر پھلتے والی گاڑیاں اور ایک دوسرے پر برف اڑاتے سرخوشی سے کھیلنے والے بچے کو دیکھ کر بھلا کون یہ مکان کر سکتا تھا کہ یہ سب سگی ہے۔ لیکن یہ قہر حال فعل ہی جسے عربوں نے اپنی دولت کے بل بوتے پر کھل برقیان اصل حسب خواہش بنا کر دکھا دیا تھا۔

"جس کے پاس زمین دولت اور ہوش ہر شے کا تصور کر سکتا ہے وہ تو کوئی دفعی کی تعمیر تو کیا لانڈے کی صورت کی قیمت بھی خواب میں جاتی ہے۔" لانڈے نے جتنے ہوئے چوہری کی بات کا جواب دیا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔

"آئی جی جلیں، ذرا چل کر اس موسم کا لطف اٹھاتے ہیں۔"

اور اگرچہ چوہری کے لیے یہ سب کچھ ناخوش تھا کہ زندگی میں اپنے وطن کے شہلی علاقہ جات کے ملا بہت سے سردی ممالک کا بغرض تفریح سزا گیا تھا، پھر بھی وہ لانڈے کو خوش کرنے

کے لیے اس کے ساتھ کھینچ چلا گیا۔ لیکن اور گرم ہال کے حصول کے بعد وہ دونوں اس ملائے میں داخل ہوئے تو کدم ٹھنک کا احساس ہوا کہ ان میں کچھ پروردہ جہازت کی ایک یاد ہوتا تھا اور گرم ہاتھوں میں رہنے والوں کے ہاتھ وہ نہیں گھٹتے ہی اسے ہی میں رہتے ہیں، حاشا پانچ بجے کے لیے کافی تھا۔ اندر گھٹتے ہی لانڈے تو ہوا ہو گئی اور ہیوں سے اسکیٹنگ یورڈ ہاتھ سے برف پر پھلتے کالٹ اٹھانے کی اجازت چوہری کے لیے یہ تجویز کرنا ممکن نہیں تھا۔ اگر شوق ہی شوق میں کھیل جاتا تو نہ تسلیم کیے جانے والے بچے جاپانی بڈیاں جو اگرچہ بہت سنبھال کر گئی تھیں پھر بھی گھٹ توڑتی ہی، نوٹ بہت جانتے کے بعد صورت میں خاصی مدت تھیں اور اس عرصے کے لیے وہ زندگی سے لطف اندوز ہونے سے محروم ہو جاتا اس لیے بہتر سمجھا کہ اپنے کسی خطرناک تجربے سے دور رہی رہے۔ لیکن جب یہاں تک آ گیا تھا تو ہاتھ توڑنا ہی تھا اس لیے برف پر پھلتے والی گاڑی کا کارڈ کیا۔ اس گاڑی کو انسان دور ڈراتے تھے چٹا پن میں چوہری اس کی ان کو خاصی تنوع تھی لیکن پھر وہ جلد ہی اس کھیل سے بھی اکتا گیا اور اسکیٹنگ کا لطف اٹھانی لانڈے کا اشارہ سے سے باہر نکلے گا کہ۔ "دوڑ آ آگئی۔"

"مگر آگیا۔ بہت دنوں بعد یہاں آئی ہوں۔ اگر آپ تھکے تو میں اپنا کھانا لپٹا کر آپ کے بغیر باہر نکلنے والی نہیں تھی۔" ہال سے باہر نکلنے ہوئے اس نے بچوں کی ہی خوشی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"تمہا کروں گا کہ جب بھی میرا دفعی دورہ بارہ آئے گا تو تمہیں یہاں سے اپنے ساتھ یہ پارک لے چلوں گا اور وہاں برف ہاری کے بیڑوں میں چلنا اور حجب انچوائے کرنا۔" یہ سونے بغیر کے اب شاید خود اس کا نتیجہ پارک میں داخلگی مشکل ہو، اس نے لانڈے سے وعدہ کیا۔ "وینے بھی ضروری نہیں ہوتا کہ ایک کال گرنل سے کیے پر وعدہ نہ بھانجا جائے۔ اپنے وعدے صرف اسے خوش کرنے کے لیے ہوتے تھا تاکہ وہ آپ کو یاد سے یاد خوش کر سکے۔"

ہال کا اگلا پروردہ دفعی کی ہولی سے تھا۔ ہال کی فرمائش بھی لانڈے سے ہی کی گئی اور چوہری کو اس نے لطف نہیں تھا کہ خود اس نے بھی دفعی کو اس انداز سے نہیں دیکھا تھا۔ دفعی کو ٹیلی کا پڑھیں ونگر دیکھیں اس کے لیے ایک خوش گوار تجربہ ثابت ہوا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ اس سڑک میں گئے اسے لانڈے کی قربت میں تھی۔ بلند ہالہ قاتوں سے صرف دفعی کی فضا ہی میرا کرتا ہوا اور انھوں نے قاتوں کی بندی آ

میں اٹھانے کے بعد ہاتھوں میں زیادہ لپٹا ہوا ہے۔" برف دفعی ہوئی ہے۔ اسے برف اعراب بھی کہتے ہیں۔ پہلی کا پڑ سمندر کے کنارے کی طرف کھینچ کر پھینک دینے کا تو لانڈے نے ایک کھلے ہوئے پاؤں والی جینسی جہازت کی طرف چوہری کی توجہ مبذول کروائی۔

"یہ ہوش اوار سے دفعی کی بچکان ہے۔ یہاں دنیا کی سب سے بھاری ہے۔ ہارٹ اور نوٹ بک سب سے بھاری جہازت ہے جس کے بارے میں کوئی انسان سوچ سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک کمرے کا کمرہ لگانا زیادہ ہے کہ عام آگیا یہاں قیام کا تصور نہیں کر سکتا۔" لانڈے برف اعراب کی طرف میں رعب انسان تھی۔

"تو ٹھیک ہے، میں گل ہی اس ہوش میں ٹھنک ہو رہا ہوں، پھر جب تک میں یہاں ہوں تم میرے ساتھ دو جہازت۔" چوہری کی یہ بات اس کے برف اعراب کو چھوڑ کر کسی قدر حائل میں ختم ہونے کی وجہ سے ناخوشا سے خام آدی قرار دے رہی ہے اس لیے فوراً ہی اس کی دیکھ کر وہ خود وہاں کھلتا ہوا جاتا ہے۔ اس پر کون کر لانڈے سے درخواست ہوتی۔

"کوہ سوسنٹ ڈارنگ! تم نے تو میری دلی خواہش پوری کر دی۔" اس نے پامٹ کی پر دعا کیے پھر چوہری کے چہرے پر کئی بوسے لگا دیے۔ اس تقریبی پر وہاں سے قدرتی طور پر وہ کھانے کے لیے سرور ہوئی کھینچے بھی چوہری پر ان کی ہوسوں کا سحر جاری تھا۔ یہ عرصہ اس وقت تو جب اس کے خاص سماں کے عیب میں پڑے پڑے اور پھینکی۔ یہ سوچاں اسے اٹھانی طرف سے لپٹا گیا تھا اور اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس سے کسی جانے والی کال ٹرنس نہیں ہوتی تھی۔ اگر کوئی ٹرنس کرنے کی کوشش کرے تو کال ہی اس کی طرف ہو جاتی تھی۔ پہلے جاکر جب دنیا کا یہ مندر دینا ضروری اس کی طبیعت میں آیا تھا تو اسے بڑا احساس تھا پھر وہاں تک اسے یہ جوہر گینے کا تھا کہ یہ دوسری طرف سے اس کے پاس لپٹنے والے موڈوں انکلائی ہی صادر کرتے تھے اور کئی کا نظم بنانا آج بھی اسے بڑا دشوار لگتا تھا۔ اب بھی وہاں نے وہاں بیٹ کیا تو اس کا دل چاہا کہ کال کر لیں لیکن اسے اور لانڈے کی قربت سے لطف اندوز ہونے سے نہیں لگتا تو کئی جامد پینانے سے گل ہی اسے یاد آ گیا کہ اٹھا کر پارک میں نشور اور آفتاب کے اپارٹمنٹ پر کھانے کے لیے لانڈے کا تازہ کھلے کے بعد پہلے ہی اس سے اجراض خود کال کر لیں۔ کرنے کی صورت میں اس کی ناراضگی



چنگ والا ہمیشہ قانع رہتا ہے

عربوں نے نہ سنی ہے، اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی کال کر لیں گے۔

"اسی ہے کہ اب تک تمہارا تقریبی نوٹر عمل ہو گیا ہوگا اس لیے میری لڑکے پاکستان واپس چلے جاؤ تاکہ وہاں تمہیں تمہارے بھگے کی کوئی سہیلی بنا سکے۔" اٹھانے اپنے بچے میں اس سے پہلے کے بچے وہ دنوں پر اس کی تصویر بن کر رہا ہو اور جانتا ہو کہ وہ ایک بھولے کے لانڈے ہال میں کسی طرح دار حین کی معیت میں زندگی کا لطف اٹھا رہا ہے۔

"میں کتنی جاؤں گا۔ آپ بتا گیا کہ آپ مجھے وہاں کب دیکھنا چاہتے ہیں؟" اس نے ہنسنے کا چہرہ دکھا کر خود کو چوہریوں سے پچھتے ہوئے دیکھی آواز میں پچھا۔

"گھن... بھلی مستجاب فلاح سے۔" اٹھانے تم چوہری کر کے فوراً ہی سلسلہ قطع کر دیا تو اس نے سبھی سے اجنبلائے ہوئے سوچاں واپس جیب میں ڈال لی۔

"خیر یہ ڈارنگ! اس کا فون تھا؟ تم کچھ پریشان لگتے رہے ہو؟" اس کے چہرے کے اثرات سے اندازہ لگاتے ہوئے لانڈے اس سے پچھا۔

"پاکستان سے میرے بی بی اسے کی کال تھی۔ گل ایک اہم پیش پادری ٹینک کے لیے وہاں کھینچ رہی ہے اس لیے گل میرا وہاں بچکانا بہت ضروری ہے۔" اس نے اتارے ہوئے چہرے کے ساتھ بتایا کہ ابھی کچھ دیر قبل ہی تو اس نے

لاکھ سے کل مات برقع العرب میں شہادت ہونے کا وعدہ کیا تھا اور اب نورانی اسے جہاں سے روانگی کا حکم نامہ مل گیا تھا۔

”اوہ... تو سارا پروگرام ہی خراب ہو گیا۔ کیا تم اس بیٹنگ کو دو چار دن کے لیے ناکل نہیں کھتے یا بگڑی اور احوال کے بندے سے کہو کہ وہ یہ بیٹنگ کھائے۔“ دو بڑی ادا سے تھی۔

”سوہی ڈارنگ اپنی بہت بڑی ہے اور بیٹنگ بھی بہت اہم اس لیے میں ہی اپنے پروگرام میں تبدیلی کرتی ہوں۔ لیکن تم اس نہ ہو۔ میں بہت جلد دوبارہ جہاں کا پیکر لگاؤں گا اور آنے سے پہلے ہی برقع العرب میں داخل ہو کر ایک کروالوں گا۔ مگر ہم دونوں بہت سارے دن وہاں ساتھ رہیں گے۔“ یہ بھری اس کی ادا سے متاثر ضرور ہو ا تھا لیکن زیر اس لیے نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ جڑ بوسیت تھا اس کی جان کو آجاتا تھا چھوٹی لٹائل اس کے جسم کی شکل میں ہی جھلائی تھی۔

مشاہیر خان جری طرح لڑکھڑا ہوا چل رہا تھا۔ اس کے جسم پر بہت سے زخم تھے جن سے نکلنے خون نے اس کے لباس کو رنگ دیا تھا۔ جسم پر سو جاہ زخم اسے کسی لڑائی کا حادثے کے نتیجے میں نہیں لگے تھے بلکہ اس نے خود اپنے آپ کو لگائے تھے۔ صرف اور صرف اس لیے کہ بھر تک رسائی حاصل کر سکے۔ اس نے اور بیکر اسٹند پار نے بہت غور کیا تھا کہ اس شخص پر کس طرح ہاتھ ڈالا جا سکتا ہے لیکن کوئی بھی طریقہ مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ وہ اپنی مضبوط حیثیت کا ناکہ تھا کہ اگر فروغ اس کے خلاف براہ راست دیکھن لینا چاہتی تو ہر سلاطے میں ایک جنگ مگھڑا کر جاتا اور اس کے بڑا زور اور کار بیکر کرو فوج کے خلاف ہی اٹھ کھڑے ہوتے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ صرف اٹھ پار کے جان کی بنیاد پر اسے گرفتار کرنے کے بارے میں سوچا جا سکے۔ خفیہ طور پر افواہ کرنا بھی اس لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ جہاں رہتا تھا وہاں ہر وقت مسلح افراد ہیڑا دیتے تھے اور اس کا اثر سے بھڑے بغیر اس تک رسائی ممکن نہیں تھی۔ اپنی قیام گاہ سے وہ بہت کم باہر نکلتا تھا اور جب بھی نکلتا تھا اس کے ساتھ اس کے ذاتی محافظوں کی فوج موجود ہوتی تھی۔ ان مسلح محافظوں کے زائے میں جس کو اس تک پہنچنے کے لیے بھی فروغ ہی کی ضرورت پڑتی تھی اس کے بعد بھی نتائج پترین ہی لگتے تھے کہ سب سے بڑا مسئلہ اس کے حوالیوں کا تھا۔ بھر کو پیکر

ہوا تو وہ اپنی جان کی پرہیزگاری بھرے ہوئے سڑکوں پر اٹھ آئے اور انہیں سنبھالنا انتہا سہل کے لیے مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے تو جی خود کرنا شروع کیا کہ بغیر کسی ہنگامے کے اس تک کس طرح پہنچنا ہے۔

آخر کار مشاہیر خان کو ہی ترکیب سنجی۔ بیکر اسٹند پار اس ترکیب پر عمل کرنے میں لگھاہٹ کا شکار ہوا۔ اپنے کسی ذاتی کواں طرح سے ناک پہنچانا نہ وہ شہ پر اپنی نظر آئے وہ بڑی عجیب بات تھی۔ مگر اسے یہ بھی غرض نہیں کہ اپنے پروگرام کے مطابق اگر مشاہیر خان شہر کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہوگی کیا تو ایک ایک کر کے کھائے لیکن مشاہیر خان نے اسے راہی کر لیا۔ بیکر اسٹند پار کو بھی آخر کار اظہارِ اہتمام دہانے پڑے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

بڑی احتیاط کے ساتھ مشاہیر خان کو زخمی کرنے کا بندوبست کیا گیا۔ یہ زخم اس نوعیت کے تھے کہ بظاہر دیکھنے میں تو وہ خاصا زخمی نظر آئے لیکن اسے ایسا کوئی شہرہ ناک زخم نہیں لگا یا کیا تھا جس کی وجہ سے اس کی کوئی ذہنی نات بہت جانتے یا بہت زیادہ خون بہنے کی وجہ سے وہ نہ بہت کمزور نظر آئے۔ احتیاطاً اسے پہلے سے طاقتور اور پخت کے ساتھ ساتھ خون کے بہاؤ کو روکنے والی اور پخت بھی استعمال کروائی گئی تھی اور جہاں اس کا لیریرجی ان خون میں تھوڑا نظر آتا تھا اس میں اس کا لہنا خون بہت کم سو جاتا اور بیکر اسٹند پار اسے چارے ٹکرے کے خون کی کمی تھوڑا تن کھانے کے لیے ذرا کھاتا تھا۔

حسب پروگرام لڑکھڑا کر چتا مشاہیر خان جب بھڑوں سے بنی اس عمارت کے دروازے پر پہنچا جس کے ایک حصے میں شہر کی رہائش گاہ کی باقی حصہ اور عمارتوں وغیرہ کے لیے مخصوص تھا تو وہ جان لیا کہ گرفتار کیا گیا ہے۔ اسے لگے کہ وہ زائے پر سو جاہ محافظوں میں سے ایک لپک کر اس کے قریب آیا۔ مشاہیر خان نے ایسے دم سادہ پانچیسے وہ اپنے ہوش ہو۔ محافظ نے قریب آکر اس کا جائزہ لیا اور بھڑوں سے بچ کر اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی۔

”یہ تو بڑا ڈراما ہے۔ ایسا لگتا ہے کسی نے اس پر بڑا اہم کیا ہے۔“ بھاب میں ایک اور محافظ دو دو کر اس کے قریب پہنچا۔

”واقعی اس لیے چارے کی تو بہت بڑی حالت ہے۔ ایسا کرتے ہیں اسے اندر پہنچا دیتے ہیں۔ اندر لڑکھڑا کر ہی وہ اس کی مرہم پٹی کر دے گا۔ بند جس میں سونے تھا آخر خود ہی اتار دے گا کہ اس کی بد حرکت کس نے بنائی ہے۔“

مشاہیر خان نے بھی قریب آئے پر اس کی حالت دیکھی تو اسے لگا کہ فوراً ہی وہاں اسکی لٹائل لگائی گئی جو کس کی شکل کی گواہی دینا تھا۔ اس کے وقت کچھ تھی ہے۔ مشاہیر خان نے اپنی آنکھیں پوری طرح بند کر رکھی تھیں اور صرف انہوں سے آواز دہری صورت حال کا اندازہ لگا رہا تھا۔ کسی لمحے کے بعد اندر سے اسٹریچر منگوا گیا اور دو من آدھیوں نے اسٹریچر سے اس اسٹریچر پر منتقل کیا۔ بیکر اسٹریچر... حرکت کرنا اور دہری کی طرف ہانے لگا تو اس نے سونوں کا سانس کھینچا اور اپنے منہ سے بے چینی سے شہر تو کامیاب ہو گیا اور اندر تک رسائی حاصل کرنی تھی اور نہ کسی مرحلے سب کے مشکل تھا۔

وہ ایک دو بار ہانے سے جہاں آکر اس کا ناک کا جائزہ لینے لگا۔ عمارت کے اوپر سے وہاں سو جاہ محافظ زیادہ نظر آ رہے تھے اور وہ کسی شخص کو بلا ضرورت وہاں رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ ایسے میں وہ شہر کی رہائش گاہ تک رسائی کیسے حاصل کرے گا البتہ اس نے شہر کو دیکھا ضرور تھا۔ چلی چلی جانے اس شخص کی رحمت گوری تھی۔ تو کاش ایسا تھا لیکن محافظوں میں جو سانس بیکر اسٹند پار کی وہ مقابلہ کو زیادہ دیر اس سے نظر میں لانے کی ہمت نہیں ہونے دیتی تھی۔ اس کے بعد وہ شہر کے بیچے وہاں عمارت کی اور اس میں کوئی ایک شخص تھا کہ وہ ایک خوش حال شخص تھا۔ لیکن بھر بھی جانے کیوں وہ شخص اس کے دل کو بھانپ نہیں تھا اور نہ ہی دل میں احترام کے وہ جذبات ابھرے تھے جو کسی ایک نام اور بھڑوں کا شخص کو لگے کہ کچھ کچھ ہوتے ہیں۔ مشاہیر خان تو ایسا شخص تھا کہ کسی بھی قسم کے نفرتی کو نہ طے ہونے لگے ہر نام و نیک احترام کرتا تھا کیوں کہ اس کا نظریہ تھا کہ معمولی انسانیت کے ساتھ ان میں سے ہر شخص اپنی ہی خدمت کر رہا ہے اور اگر اس نے اپنی زندگی خدمت دینا کے لیے وقف کر رکھی ہے تو اس کی معمولی بات نہیں ہے۔

اس کے اسٹریچر کو اٹھانے میں ہی عمارت گاہ سے بہت دیر لگی تھی ایک نیا چھوٹی عمارت میں لے جایا گیا۔ گھنٹی بج رہی تھی کہ وہ وہاں سے اپنے مشاہیر خان نے وہاں کے سونوں کا محل سے اندازہ کر لیا کہ یہ وہی چھوٹا سا اسپتال ہے جس کے بارے میں اسے علم ہوا تھا کہ جہاں جیسے جیسے لڑکھڑا اور فرسٹک اسٹاف اپنی ہی پر حاضر رہتا ہے اور نہ صرف شہر کے معمولی اہلکار سے پر اس کی خدمت کے لیے بھیجتا جاتا ہے بلکہ اس کے حکمرانوں کو بھی جہاں علاج کی سہولت کی ضرورت ہے۔ اس کا اسٹریچر اندر پہنچا تو اپنی ہی پر سو جاہ

اسٹاف نے اسے انہوں ہاتھ لیا اور اسے اپنے ہونے سے بچنے کے لیے اس کے زخموں کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ اس مرہم پٹی کے دوران میں وہ سب سے ٹھکی اپنی کراچی خارج کر رہا تھا کہ ایک تو جی ادا دہریے والوں کو اس کی تکلیف کا سمجھتا ہوا جاتے اور سب سے بھی واضح ہوا جاتے کہ وہ بے ہوش نہیں ہے۔ بے ہوشی کا زور لگانے کے وہ اب سو جاہ محافظوں کو بے خوف بنا سکتا تھا لیکن ظاہر ہے کہ وہ بے ہوش کے درمیان میں نہیں آسکتا تھا۔ البتہ ان کے سامنے ہم خودی اور ثقاہت کی اداکاری تو ہی جا سکتی تھی۔

”اسے بچھڑو دے۔“ شہرہ کی اس مسلسل کراہوں سے تنگ آکر اس نے بے ہوشی دہریے کی اور اسے اس ہدایت پر عمل پیرا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے اس میں سوئی کھپوڑی۔ سوئی کی جھپن کے ساتھ اس نے اپنے جسم میں اتنی دو دو گھوس کر لی لیکن بھر کھڑی رہی اور ہر دو احساسات سے بھاری ہو گیا۔ اسے وہ کیا لیکن بھر کھڑی نظر آ رہا تھا جس نے اسے سکون کی نیند سلا دیا۔ دو بار وہ اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک گھونٹے لیکن صاف شہر سے کرنے میں سو جاہ تھا۔ کمرے میں منہ رتھ کا غالب اسپتال ظاہر کر رہا تھا کہ یہ اسپتال کا کمرہ ہے۔ اس کے ایک کیمباہمی کی کلانی میں کیڑا لاکھا تھا جس کی مدد سے قطرہ قطرہ گھڑا گھڑا اس کے جسم میں داخل ہو رہا تھا۔ قریب ہی کرسی والے ایک نو عمر خوش حال لڑکی کھینچ اس کی صورت تک رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ بڑی مسکراتی ہوئی اپنی چمک سے بھری ہوئی۔

”اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں مسز؟“ قریب آکر اس کی کلانی کو قہقہے ہونے اس نے شیریں لہجے میں در یافت کیا۔

”میں کہاں ہوں؟“ انیس کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے قہقہہ دہرائی سے سوال کیا۔

”آپ اسپتال میں ہیں، آپ کو شہرہ کی طبی حالت میں جہاں لایا گیا تھا۔ ہم نے آپ کی مرہم پٹی کر کے لیا اس تھیلہ کر دیا۔ آپ بتائیں کہ آپ ہوش میں آنے کے بعد کیا محسوس کر رہے ہیں؟“ انیس نے نرم لہجے میں اس کی لادراشت مجال کرتے ہوئے ایک بار بھر اس سوال دہرایا۔

”میں ٹھیک ہوں لیکن کچھ کچھ نہیں آ رہا کہ جہاں تک کیسے پہنچا؟“ اس نے لہجے ہونے لہجے میں جواب دیا۔

”آپ اپنے ذہن پر زور دینا۔ میں ڈاکٹر صاحب کو بتاتی ہوں۔“ اسے سنی دے کر انیس کمرے سے باہر چلی گئی۔

مظاہر خان نے وہی حالت سے قلم اٹھا کر ایک بار پھر اپنے ذہن میں وہ کہانی دہرائے گا جو جہاں والوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے اسے بتانی تھی۔ چند سطروں میں ہی نرس، ڈاکٹر کے ساتھ واپس آئی۔ ڈاکٹر نے سہات تاثرات کے ساتھ اس کا ساتھ کیا اور اپنے کام سے فارغ ہو کر اس سے مخاطب ہوا۔

”تمہارا نام کیا ہے سوز؟“

”مظاہر خان۔“ اس نے سچ بتایا۔

”دو ستر مظاہر خان! اب تمہاری حالت کافی بہتر ہے۔ دلم بہت زیادہ ہیں لیکن کوئی بھی دلم زیادہ خطرناک نہیں ہے۔ کیا تم ڈاکٹر کو روکے کہ تمہیں یہ دلم بھیجے؟“ اپنے سہات لہجے کے باوجود ڈاکٹر کی آنکھوں میں جھنجھٹ کیونکہ طبیعت ڈاکٹر دلوں کی ذمیت دیکھتے ہوئے اسے اعزاز ہو گیا تھا کہ یہ دلم کسی حادثے کے نتیجے میں نہیں آئے ہیں بلکہ کسی خیر و عار اختیار سے لگائے گئے ہیں۔

”مجھ پر زیادہ اہم ہوا ہے ڈاکٹر صاحب! میں یہ چاہ رہا ہوں کہ سہات میں شریک ہونے کے بعد اپنی بیوی کو لے کر ہسپتال جا رہا تھا۔ وہاں میری ڈاؤن پور کی ڈور کی ہے۔ گاؤں سے باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا کہ کوئی بھی نہیں بھرتا چلا کہ حالت کی وجہ سے گاڑیاں آگے نہیں جا رہیں۔ میں اور میری بیوی اور ہی پکھن گئے۔ بیوی نے کہا بھی کہ وہاں گاڑی چلو لیکن میں اس اتفاق میں رک گیا کہ گاڑیاں پکھن کی تو آگے چلے جا گئیں گے۔ وہاں گاڑی جانے اور پھر آنے میں وقت بھی لگ کر اور فریج بھی ہو گیا۔ یہی میری داستان تھی۔ ہم بیٹھنا ایک ہوئی میں رہنے لگے۔ ہوگی سے میں بھی کئی نماز پڑھنے اور بھی آجاتا تھا۔ کئی مہربان کئی نماز میں آیا تھا۔ نماز پڑھ کر نکلا تو ایسے ہی اچھڑھڑھ کر گھومتے اور گھومتے ہوئے ڈراما سٹیشن تک پہنچ گئی۔ وہاں فوراً ہی دو آدمیوں نے مجھے پکھیر لیا اور میرے ساتھ ماہر پیکٹ کرنے لگے۔ میں نے ان سے اپنا برہم پوچھا تو کہنے لگے خیر برہم یہ ہے کہ تو ان کا پیکٹ دیکھ رہا ہے۔ میں نے لاکھ بھجایا کہ بھائی میں ایک مسافر ہوں لیکن انہیں میری بات سمجھ نہیں آئی۔ وہ مجھ پر ٹھہر کر رہے اور کہنے لگے جن ستر واغزو کو میں سے اتار کر پکٹ کیا گیا وہ بھی غریب مسافر تھے۔ ان پر دم نہیں کیا گیا تو ہم پر دیکھو برہم کریں۔ ہم تو تم سے اور تمہارے جیسے دوسروں سے اپنے ساتھیوں کے دل کا بدلہ لیں گے۔ ہم نہیں تڑپا کرنا کہ ہماری گے۔ وہ بھی ڈیڑھی کرتے رہے اور پختے رہے۔ میں طریف ہوا۔

خوف سے بے ہوش ہو گیا اور شاہ وہ لوگ مجھے مہر دیکھا وہی گاڑی کر چلے گئے۔ مجھے بہت دیر بعد ہوش آیا تو نرس بھرت کر کے اس دیرمانے سے گل پڑا۔ وقت ایسا نہیں تھا کہ اچھا ہوتا اور مجھے راستے بچھ آتے۔ میں ایسے ہی جاں پزیر تکلیف اور کھڑکی کی وجہ سے طیفک طرف سے چلا ہوا ہوا اور تہی راستے بچھ آتے تھے لیکن میں بھرت کر کے چلا رہا۔ پختے پختے سوچ لگی آیا اور میں نے دیکھا کہ میں ابھر آنے والی سڑک پر ہوں تو بھرت جڑھ لگی کہ تھوڑی دیر اور پکھن گھول گا تو ٹھیک۔ کچھ پہنچی جاؤں گا۔ اس کے آگے تو آپ معلوم ہی ہوگا کہ میں عبادت گاہ کے سامنے پہنچ کر گریں تو وہاں سے گیت پر سوچ کر گزارا دیکھے۔ لے کر یہاں آئے ہر آپ لوگوں نے میرا دل کر کے میری مرہم پٹی کر دی۔ ”اسی نے تمہاری روانی سے وہ کہانی سنا لی جو پہلے سے سوچ رہی تھی۔“

”تم نے ان لوگوں کی طعنے دیکھی تھیں جنہوں نے تمہیں اس طرح ڈھکی چھپی کیا؟“ ڈاکٹر اس کی سٹائی داستان سے حذر نظر آ رہا تھا چنانچہ ڈاکٹر نے ہمیں اس سے بچھا۔

”میں نے ڈاکٹر صاحب! ان لوگوں نے پڑے پڑے نہ لیں لگا رہی تھیں اور وہاں ابھی بھرت تھا۔“ اس نے جواب دیا۔

”تم ان لوگوں کو پکھن چکے تو بہت اچھا رہا۔ تمہارے پکھروں کو تمہارے سامنے مزاد دی جاتی۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں نے پکھیرا بھی آئی ہے کہ وہ کون ٹوک۔ میں صاحب بھی انہیں ایسے ہی چھوڑا نہیں جانے گا۔ ہم اینٹ کا جواب پکھر سے دینے والے ٹوک لیں اور ہم سے ٹھہرانے والوں کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔“ ڈاکٹر کا لہجہ خاصا سنگین تھا اور اس کے الفاظ ظاہر کر رہے تھے کہ وہ یہاں صرف ایک ڈاکٹر کی حیثیت سے ہی کام نہیں کر رہا بلکہ شہر کا مہتر پکھن خاص ہے۔ کیا لیے اس جسم کے مزاحمت کا اظہار کر رہا ہے۔

”آپ جو کہہ رہی آپ کی مرضی ہے! ڈاکٹر صاحب! میں غریب آدمی ہوں اور کسی پکھیرے میں نہیں پڑتا چاہتا۔ آپ مجھ پر اپنی مہربانی کریں کہ میں بھی میری بیوی کو اطلاع کروا دین کہ میں یہاں ہوں۔ وہ ہے چاری بیوی پر پڑنا۔ کوئی کہ میں رات وہاں کیوں نہیں آیا اور اب بھی دن پڑے ہیں کہاں ہوں۔“ اس نے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہہ دیا کہ اس کا اظہار میری طرف سے دیکھی نہیں ہے، اپنی بیوی کے لیے تمہاری کا اظہار کیا۔

”تم نے دن پڑے سے کاٹنا لگنا! سوال کیے ہیں۔“

”میری بیوی نے تمہیں ایمان دیا ہے کہ دن چھوٹے سے پھر دوبارہ ڈھکنے کے لیے تیار ہے۔“ ڈاکٹر نے اس کی طرف سے اشارے کیے۔

”جو بہت کہو اور۔۔۔ میری بیوی ہے چاری تو رورو اور اپنی حالت خراب کر لی ہوگی۔“ وہ مضطرب نظر آنے لگا۔

”جو ہو گا سو ہو گیا۔ تم میں ہوئی گا نام اور پتا کرنا نہیں پڑا۔ میں یہاں سے کسی کو کچھ کہہ رہی ہوں تو سبھی بڑا بڑا نہیں سمجھتا ہے وہ ہوگی کہ تمہاری دیکھ چلاں بھی کرے گی اور تمہارا دل بھی لگا رہے گا۔ آج کی رات کم از کم تم کو سبھی کو اور اپنی پڑے گی پھر کئی کئی گھنٹے تک اپ کو سبھی کے ہونے کی جگہ لوگوں کا کہ نہیں پکھن کی ہی جائے۔“ ڈاکٹر اس سے کہہ کر باہر نکل گیا جبکہ نرس وہاں موجود رہی۔

”ڈاکٹر صاحب تو بہت مہربان آدمی لگتے ہیں۔“ نرس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے تبصرہ کیا۔

”ہائے لوگوں کے لیے وہ بہت مہربان ہیں اور وہ باہر والوں کو تو منہ کی نہیں لگاتے۔“ نرس نے جواب دیا۔

مظاہر خان نے اس بار سے میں کوئی استفسار نہیں کیا۔ وہ وہ کہہ گیا تھا۔ پڑے لوگوں سے اس کا کیا مطلب ہے۔

”شیر صاحب! میں نے پڑے صاحب کو آپ کے بارے میں سنا ہے کہ تو انہیں کسی بہت ڈھکے ہوگا۔ ہم میں سے کسی کے دل میں کاشی چیر جائے تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں۔ میں نے ان کی طرح اپنے دو اعزوں سے اتنی محبت کرتے ہی اور لوگوں دیکھا۔ جب ہی تو ہم میں ان پر اپنا سب پکھیرا کر کے لے لیے تیار رہتے ہیں۔“ وہ چھوٹی سی لڑکی بیوی شہادت سے تاریخی ہی اور مظاہر خان سوچ رہا تھا کہ شیر کیا یاد کر رہے جس نے سب کے دل اپنی لگی میں لے سکے ہیں۔

”میری ان سے زیادہ واقفیت نہیں ہے، اس آتے جاتے یہاں پکھیرا ہوں تو عبادت کے دور میں اور سے اظہار بھی کر لیتا ہوں۔“ اس نے ایسے ہی سچ بتایا جیسے اپنی اس کوئی چیز اظہار ہو۔

”ہم میں سے زیادہ تو کہیں اور سے دیکھ کر ہی خوش ہوا پڑتا ہے۔ ان کے سامنے چاہنے والے ہیں وہ آفریں کس سے نہیں لے لیکن تم اداس نہ ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری داستان ان تک پہنچی تو وہ تمہیں ملاقات کے لیے اپنے پاس ضرور بلا لیں گے۔“ نرس نے سٹھراتے ہوئے اسے امید دلائی۔

”پھر تو میں اپنے اس طرح ڈھکی ہونے کو اپنی خوش

فہمی سمجھوں گا۔“ اس نے یہ سنا لگی سے کہا تو نرس دیکھے سروں میں ہنس دی۔ وہ بیوی تو خیر لڑکی ہی جیوں پختے ہونے اچھی لگ رہی گی۔

”تم کب سے یہاں ملازمت کر رہی ہو؟ تمہاری تو بڑے صاحب سے ملاقات ہوئی ہوگی؟“ مظاہر خان نے اسے کھنچا شروع کر دیا۔

”نہیں، میں یہاں دو مہینے پہلے ہی تو آئی ہوں۔ میری اور بیوی سمجھی رہتی ہے جبکہ ان کو ضرورت پڑے تو ڈاکٹر صاحب خود ان کے پاس پہلے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ پکارے ہوئے سیکرٹریز ہوتی ہے۔“ اس نے بھولپن سے بتایا۔

”یہاں کتنے ڈاکٹر اور نرس ہیں۔ کیا یہ کافی بڑا اسپتال ہے؟“ اس نے اپنی کھنچ کا سلسلہ جاری رکھا۔

”یہ زیادہ بڑا اسپتال نہیں ہے، اس میں کچھ لوگ یہاں صرف بڑے صاحب، ان کے ڈاؤن ملازمت اور عبادت گاہ کے اسٹاف کا ملازم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی دہا ہر سے تمہارے جیسا کوئی مریض آجاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب یہاں پڑھیں پکھیرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دو چھوٹے ڈاکٹر ہیں جن میں سے ایک لڑکی ڈاکٹر ہیں جبکہ نرس بھی سمجھتا چلا رہا۔ ہم اور وہ کہ دن رات کی شفٹوں میں کام کرتے ہیں۔ کسی کسی کو کاشی کی ضرورت پڑے تو ایک نرس سے بھی کام چل جاتا ہے جبکہ عام طور پر اسپتال میں کوئی مریض داخل نہیں ہوتا۔“ وہ بھولپن سے اسے ساری معلومات فراہم کرتی چلی گئی۔

”کیا دونوں چھوٹے ڈاکٹر بھی شفٹوں میں کام کرتے ہیں؟“ اس کے ذہن میں جو منصوبہ تھا اس پر عمل کرنے کے لیے عمل معلومات ہونا ضروری تھی۔

”نہیں، دونوں ڈاکٹر دن کے اوقات میں چھ چھ شفٹوں کی شفٹ میں کام کرتے ہیں۔ رات میں صرف بڑے ڈاکٹر صاحب ہی ہوتے ہیں۔ البتہ دونوں چھوٹے ڈاکٹر زان بات کے بارے میں کہہ انہیں اور کئی مریضوں میں رات کو یہاں بلا لیا جانے کا تو وہ فوراً پہنچ جائیں گے۔“ نرس نے بتایا۔

مظاہر خان اس سے اس ذمیت کے بارے میں ۱۹۳۳ء تک کی یاد دہانی پکھیرتا رہا۔ وہ غفرتاً دیکھ مہم جوڑی کی جو سادگی سے اس کے ہر سال کا جواب دیتی رہی۔ پھر عین پکھن تھا گزرا ہوا کہ ڈاکٹر وہ بار بار ہاں آ گیا۔ اس کے چہرے سے تاثرات خاصے سمجھتے۔

مطہرہ خان جانتا تھا کہ اس کے پاس اس کے لیے کیا خبر ہوگی بھاری بھاری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرے پاس تمہارے لیے ایک برقی خبر ہے۔"

ڈاکٹر نے اس کی سوالیہ نظروں کے جواب میں کہا۔

"سیری جی تو ٹھیک ہے ۲۴" مطہرہ خان نے گھبرانے کی آواز کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے لوگوں کی اس سے طاقت نہیں ہوگی۔"

ریسیشن پر موجود بندے نے بتایا ہے کہ کل رات گئے وہ

افراد وہاں آئے تھے اور تمہاری بیٹی کو اپنے ساتھ لے

گئے۔ ان کے ساتھ جاتے ہوئے تمہاری بیٹی نے کسی قسم کا

پتلا نہیں کیا تھا اس لیے نہیں کہا جا سکتا کہ اسے زبردستی اس

کی مرضی کے خلاف لے جایا گیا ہے۔" ڈاکٹر نے اسے وہی

اطلاعات دی جڑ پھیلے سے جانتا تھا۔ میجر اسٹور پارک کے ساتھ

اس کا یہ پروگرام پہلے ہی طے پا چکا تھا کہ وہ لوگ کب جانا کو

اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اس طرح ایک تو وہ گل بیٹا کے

مطلوبہ مقام پر ہونے سے مطمئن بھی رہتا۔ دوسرے ہی ڈراما

بھی کر سکتا تھا کہ اس کی بیٹی کو اغوا کر لیا گیا ہے چنانچہ ڈاکٹر

کے خبر دیتے ہی پریشان ہونے کی آواز کا شروع کر دی۔

"وہ اپنی مرضی سے نہیں نکلی جا سکتی ڈاکٹر صاحب!

یہاں ہمارا ایسا کوئی ہاتھ ہے وہاں نہیں ہے جس کے ساتھ وہ آتی

رات کو جا سکے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ اسے ڈراما دکھا کر یا بھ

دھوکے سے نکال لے جایا گیا ہے۔" اس نے تقریباً دو گونے

کیا کریں گے۔ اس بات کا تو مجھے یقین ہے کہ رات پریش

اس کی حالت کسی طور محفوظ نہیں رہی ہوگی اور چاہیں تھے

دو گونے اس کے جسم کو کچھ بھڑکتے رہے ہوں گے۔ تو یقین

کہ جلد ہی تمہیں اس کی کئی کئی ڈالیں مل جائیں گی۔"

مطہرہ خان کی بات سن کر ڈاکٹر نے اپنے الفاظ میں ایک ان

دیکھے مگر کھٹکھٹا اس کے سامنے کھڑے ہو کر دیکھا کہ مشاعرہ

حقائق سے واقف ہونے سے باز رہ کر کھٹکھٹا تھا۔

"آگوری کی گئی کہ کچھ ہوا تو میں ان میں سے ایک ایک

کی اطلاع ہی کر ڈالوں گا۔" اس نے زرتی ہوئی آواز میں مزاح

کا اظہار کیا۔

"تم خود کو کھامست سمجھو تمہارے ساتھ جو ظلم ہوا ہے

اس کا حساب لینے کے لیے ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے۔

میں خود بڑے صاحب سے تمہارے خطبے میں بات کریں

گا۔ فی الحال تم یہاں ریست کرو۔ ہم کوشش کریں گے کہ

تمہاری بیٹی کو تلاش کیا جاسکے۔" ڈاکٹر نے کئی دنے کر باہر

نکل گیا تو اس نے اپنا بازو اپنی آنکھوں پر رکھا اور دھیرے

دھیرے سے نکلے۔ یہ آواز کا وہی اس لیے ضروری تھی کہ کمرے

میں مستقل موجود نہیں کے ذریعہ وہ سہولت کو بھی خبر ہو سکے کہ

وہ اپنی بیٹی کے غیاب پر کتنا افسردہ ہے۔ حسب توقع اس

ان کے قریب پہنچی آتی اور اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ

بھیڑ رہی تھی۔ انہیں دوسرے کام بھی ہوتے۔ اب بھی کمرانی کا

کام وہی انجام دے رہے تھے۔ چاند پھل میں اپنی جگہ چھینے

رہ رہی دھول کر رہا تھا۔ وہ ابھی جان بوجھ کر کئی بار کھس

نکل رہا تھا۔ اگرچہ وہ زینا پھل پائوس میں سلو کے خلاف

کارروائی کرتے ہوئے اس نے اور عادل خان دونوں نے

اپنے منہ کالی چھیل کر لیے تھے لیکن بھاری گویا اوپر سے اسے

استیلا برہتے کی ہدایت کی گئی تھی اور وہ انکار کر رہا تھا کہ

وازی سوچیں مزید بڑھ جائیں تو وہ خود کو نئے دوپ میں

احمال کر رہا ہو سکتے۔ اس دوران میں اس نے منہ باندھی

البتہ کر لی تھی اور اب ایکشن کے لیے تیار تھا۔ اس شخص کے

لیے کمرانی ہنٹ کے انچارج نے اس سے پھر پور تھا ان کا

دوسرا کیا تھا اور اس کے مطالعے پر گاڑوں سمیت دیگر اشیاء کا

انکشاف کر رہا تھا۔ ان امکانات کے ساتھ چاند پھل اور چند

دوسرے ہنگامہ ساز خبر سے نکل کھڑے ہوئے۔

۱۱۱۱ ایک گاڑیوں میں تھے جن میں سے ایک

گڈزی ٹینڈ گاڑی والی تھی۔ اس گاڑی میں چاند پھل بھی موجود

تھا اور ان کا سر اس پارک کی طرف تھا جہاں ان کی معلومات

کے مطابق ہر روز صبح الصباح ۱۱ بجیں اور جا کھنگ کے لیے

جاتا تھا۔ کمرانی کے باعث یہ بات سامنے آئی تھی کہ طویل

ٹریک پر جانگ کے بغیر ریاضی اور کاون شروع نہیں ہوتا

تھا اور یہی ایک معمول تھا جہاں کسی قفل کے جاری رہتا تھا

ورنہ اس کے علاوہ تو چہرہ ان اس کا ٹیبلہ دل ہر روز تلفظ ہی

رہتا تھا۔

چاند پھل نے جانگ کے اوقات سے ہی فائدہ

اٹھانے کا سوچا۔ اسے معلوم ہوا تھا کہ آج کل ریاض اور ک

شوگر بہت بڑھی ہوئی ہے اور ڈاکٹر کے مطابق یہ سب بڑا

ذہنی دباؤ اور بڑھتے ہوئے ذہن کا نتیجہ ہے۔ ذہنی دباؤ کم

کرنا تو اس کے بس میں نہیں تھا البتہ جانگ کا دورانیہ بڑھا

کر دینا کم کرنے کی اپنی ہی کوشش کر رہا تھا۔

چاند پھل کی ٹینڈ گاڑی والی گاڑی کے ساتھ نکلے والی

دوسری گاڑی نے خود زینا سہی حاصل کرنے کے بعد اپنی

رہنما میں اضافہ کر دیا تھا اور دیکھتے دیکھتے اپنے ساتھیوں کی

نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی لیکن ان میں سے کسی کو شک نہیں

اس لیے نہیں تھی کہ یہ پہلے سے بے شدہ تھا۔ وہ مقررہ رتار

سے سفر کرتے ہوئے جب اہلیان سے اپنے مطلوب پارک

تک پہنچے تو گاڑی سے اترتے ہی انہیں دھماکوں کی آواز میں

سنائی دی۔ ان دھماکوں کے ساتھ ہی انہوں کی پریشان چٹھیا

میں اظہار ملی والوں نے ریاض انور کا پتلا چھوڑا نہیں

تھا۔ اس کی مسلسل کمرانی ہورہی تھی اور اس کمرانی کے نتیجے میں

کے معلومات چاند پھل کے علم میں آ گئے تھے جو کہ ریاض

کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے ہی کمرانی میں رکھا ہوا تھا۔

بھی تھیں اور اندازہ ہوا تھا کہ پارک میں ابھی خاصی جگہ زرخیز باقی ہے۔

شہر میں آنے والے دن ہونے والے ہم دھماکوں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں کسی پیکر نہیں پر جانے میں ویسے ہی خوف سا پایا جاتا تھا اور وہ بناغلوں کی آواز میں سن کر بھی ہراساں ہو جاتے تھے۔ یہاں تو پھر ٹھیک ٹھاک زوردار دھماکے ہونے لگے اور ہر طرف دھواں دھواں محسوس ہوا تھا۔ گاڑی سے اترنے والے اٹھارہ دھمکی یا جگہ زرخیز کی پروا کیے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے اور ایک ٹھنڈے پتھر کے بھرے دو پارہ سووار ہونے تو ان میں سے ایک کے شانے پر ایک بھاری بھری لہری ہوئی تھی۔ اس نے گاڑی کے قریب پہنچ کر اس بھری کو ٹھکی سیٹوں کے پائیدان میں پلچ دیا۔ کچھل نشست پر براہمان چاہی پلچ نے اپنا ہی بھری پر رکھ کر آہستہ سے دہرایا تو اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ بھری میں ایک انسانی جسم موجود ہے۔ وہ اطمینان کے اظہار کے لیے جیب سے چھک لٹال کر اسے چہانے لگا جبکہ اس اثنا میں نیچے اترنے والے دو پارہ سووار بھی تھے اور گاڑی ایک جگہ سے آگے بڑھ کر تیزی سے سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

”کوئی پریشان تو نہیں ہوئی؟“ اس نے بھری پر سے اتر اٹھاتے اٹھارہ پارہ پتھر کے ساتھ بیٹھے شخص سے دریافت کیا۔

”نوسرا ہم بہت آسانی سے اسے نکال کر لے آئے۔“

دھماکوں اور دھمکی کی وجہ سے ہر شخص پریشان تھا۔ اس کے ساتھ آئے گاڑی گارڈز بھی گھبرا گئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ حالات کے پیش نظر ریاض انور کو اپنے گھر سے مٹانے کے وہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کرتے، ہم نے انہیں ٹاک آؤٹ کر دیا اور ریاض انور کو بھی گورڈو کام سے بے ہوش کرنے کے بعد بھری میں ڈال کر لے آئے۔“ اس نے رپورٹ دی۔

”اس کے گارڈز کو تو نقصان نہیں پہنچا؟“ اس نے سوال کیا۔

”وہ ٹھیک ہیں سہ۔ صرف بے ہوش کیا ہے۔ دو ڈھائی گھنٹے میں خود ہی ہوش میں آجائیں گے ورنہ کوئی لے آئے گا۔“ اس نے بے نیازی سے جواب دیا۔

”گڈ!“ اس پار چاہی پلچ نے اختصار سے کام لیا۔

گاڑی نے وہاں ہی کا سفر پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے طے کیا۔ اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ کر انہوں نے ریاض انور کو طبیعت کے لیے مخصوص کمرے میں منتقل کر دیا اور اس کے ہوش میں آنے تک فیصلہ کیا گیا کہ ہوش کر لیا جائے۔ دو لوگ

بھاگا کر رہے تھے کہ اس دوران میں ہی نیر جگتھو سے راج کی غیر شکر ہونا شروع ہو گئی۔ حسب معمول غلط جگتھو کے

نیر جگتھو کے بیان تیز لہجے میں اس واقعے کی رپورٹنگ کر رہے تھے اور سوال اٹھائے جا رہے تھے کہ ریاض انور جیسے نیک نام سیاست دان کو انوارا کرنے والے لوگ کون ہوتے ہیں اور اس انوارا کا کیا مقصد ہے۔ ذرا سی دیر میں انہوں نے ریاض انور کے گارڈز، قریبی ساتھیوں اور اہل خانہ کے چارٹات معلوم کرنے کا بھی بندوبست کر دیا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے طبقہ پر اس واقعے پر اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کر رہا تھا کہ ریاض انور کو فوری طور پر بازیافت کر دیا کہ اس کے انوارا کاروں کو گولی مڑادی جائے۔ ایک نیر جگتھو والے پھرتی دکھاتے ہوئے ریاض انور کی بیوی اور بیٹی تک بھی پہنچ گئے تھے۔ وہ دونوں فطری طور پر اس واقعے پر سرد و غمگین تھیں۔ خصوصاً ریاض انور کی جوں ساگر بیٹی کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ بتا رہی تھی کہ اس کا باپ سنی محبت کرنے والا آدمی ہے اور ایک باپ کی حیثیت سے اس سے سنی شہد محبت کرتا ہے۔ وہ سوتے ہوئے صدر روز میراظم سمیت قانون نافذ کرنے والے اداروں سے اپیل کر رہی تھی کہ اسے اس کا باپ واپس لوٹا جائے۔ یہ ایک بیٹی کے اپنے باپ کے لیے کھلی جذبات تھے اور وہ اس کے لیے دل میں صرف ہلوس ہی محسوس کر سکتے تھے کیونکہ ریاض انور جیسے کردار کے شخص کو جس کی وجہ سے بے شمار گھر اڑے تھے، حمایت دینا ان کے بس میں نہیں تھا۔

تجسس سے فارغ ہو کر چاہی پلچ اور اس کے دو گارڈوں نے اس خصوصی کمرے کا رخ کیا جہاں ریاض انور کو رکھا گیا تھا۔ وہ اس دوران ہوش میں آچکا تھا اور خوف زدہ سا اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا کیونکہ اس کمرے کا نام سنی ایما تھا کہ اندر داخل ہونے والے کو بھی فوراً اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ ایک موت خانہ ہے۔ دو گارڈوں پر نکتہ نگار کے گنا آگات، ہتھوں میں فٹس کنڈے جس سے وہاں لگی ہوئی تھیں، خود کار دھتھو یوں والی کریٹیاں جس میں سے ایک پرانا وقت ریاض انور براہمان تھا اور ایسی ہی بے شمار دوسری اٹلیا سے کراہتا رہا تھا جو گواہی دیتی تھیں کہ اس موت خانے میں لائے جانے والے کی روح تک بلایا جاتی ہوگی۔

چاہی پلچ اور اس کے ساتھیوں نے چروں پر ایسا فٹنیں لگائی ہوئی تھیں جنہوں نے ان کی آنکھوں کے جا چرے چرے کو حاسب لیا تھا۔ چاہی پلچ کمرے میں داخل

ہو کر جہاد یا شوریٰ کی طرف بڑھا اور اس کے مقابلے
کھڑے ہو کر اسے کینے تو زنگھروں سے گھر لے گا۔ اس کی
نگھروں میں ایسی شہلوں کی کوئی بھی تکبیر یا شوریٰ اور نہ ذرا
اور نہ ہی جہاد کر سکیں چنگا کر گئیں۔

"صرف ظہری جھکانے سے کام نہیں چلے گا۔ ریاض
انور! تم جیسے بہ غیرت کو تو زندہ زمین میں دین ہو جانا
چاہیے۔ تم سے جو کثرت ہیں وہ سات مسندوں کا پانی
بھانے کے بعد بھی چھپے پڑتے ہوئے دین کے۔" جاہلی
نے قرأت سے ہرے ہوئے گلے میں کہا تو تہ چاہتے ہوئے
بھی ریاض انور کی بیٹھائی پر بیٹھنے کے لئے سرور ہو گئے۔
جاہلی بھی کے روئے کا سبب بھی نہیں تھا کہ وہ اسے جسمانی
الہیت میں جھکا کرنے سے پہلے اسے زیادہ نفسیاتی دباؤ میں
لے لینا چاہتا تھا کہ وہ خود راہی ٹوٹ جائے اور حاکم جانے
میں اسے زیادہ دشواری پیش آئے۔

"تم کون لوگ ہو؟" آخر کار ریاض انور نے ہمت کر
کے اس سے پوچھ لی۔

"ہم بیہم کے داروے ہیں اور جمہیں تمہاری
دوائیوں کی مزادینے کے لیے جا رہے ہیں۔" اس نے
خوف ناک گلے میں جواب دیا۔

"دیکھو مجھے کتنا ہے جمہیں کوئی تلافی ہوئی ہے۔ میں
ایک شریف آدمی ہوں اور میرے اچھے کردار کی کوئی ہے
نہی لوگ دیتے ہیں۔" اس نے اپنے خشک لبوں کو زبان سے
تر کر کے ہوئے صفائی دینے کی کوشش کی۔

"لیکن تمہارا شماران ہے شمار لوگوں میں نہیں ہوتا جو
تمہارے پرستار ہیں۔ ہم ان گنتے چنے لوگوں میں سے ہیں
جمہیں تمہاری حقیقت معلوم سے اور ہم جانتے ہیں کہ تمہارے
ہنر اور شریف بن کر اس ملک کی جڑیں کھول کر رہے ہو۔"
جاہلی نے آخر میں کوٹھیلے سے باہر نکالی ہی لیا تاکہ ریاض
انور اگر اپنے انوکھے سٹیلے میں کسی تلخ لہجے کا اظہار ہو تو وہ لفظ
نہی اور ہو جائے۔

"یہ لفظ ہے۔ میں اپنے ملک سے محبت کرتا ہوں جب
ہی تو میں نے یہاں ہی قادی اوارے کا تم کے علوم کی
فلاح و بہبود کی ذمے داری اٹھا لی ہے۔" وہ حقیقت کو
جھٹلانے کی کوشش کرنے لگا۔

"اور اس فلاح و بہبود کے بھانے تم چاہتے ہو۔
اعدادی مسلمان کے ساتھ ہتھیار اور بارود بھی کر سکی مٹانے
میں آگ لگا دیتے ہو۔" جاہلی نے نظر کیا تو ریاض انور
کے چہرے پر چھائی پریشانی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا اور

پارے ہم پر پینے کی دھار رہی پینے لگیں۔

"..... یہ گھوٹ ہے کچھ پر الزام ہے۔" وہ نہ پانی
لجے میں تڑپ کر کہنے لگا۔

"اب تم اس بات سے بھی انکار کرو گے کہ جس
کرانی میں خون کی ہولی تھکی تھی، اس سے تھکا ایک دن پہلے
تم سے رات کے سلوٹائی دہشت کرنے لگا تھا۔ یہ دوست
گردا گرد کا قریب یا دت سے اور اس نے وہ پہلے سے پہلے
کے وہ پھلے کے سوچ پر ایک ایسے شخص کو گل کرنے کی کوشش کی
تھی جو ان کا سیاسی مخالف ہے اور قتل کی گنج بھات ہے کہ
ان پر پہلی نے صرف تمہاری سفارشوں پر سلوٹائی دہشت اور اہد کے
مخلاف اپنے منکرونی اسلاف میں شامل کیا تھا۔" وہ ریاض
انور پر اپنی مطوعات خابیر کر کے اٹار رہا تھا کہ ان پر کیا
باتھیں ادا کیا بلکہ بہت سوچ کر کہہ دیا گیا ہے۔

"تمہارا حقیقی آئی ایس آئی سے ہے؟" ریاض
انور نے دہشت زدہ سے گلے میں پچھا۔

"میں نے جمہیں بتایا ہے کہ ہم بیہم کے داروے ہیں
اور تم جیسے چاروں کو ان کے اعمال کے سبب جمہیں کی سیر
کراتے ہیں۔ تمہارے ساتھ بھی یہ سلسلہ شروع ہونے لگا
ہے۔" جاہلی نے اسے اطلاع دی۔

"دیکھو تم میرے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کر سکتے۔
میں نے جمہیں بتا دیا ہے کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔" وہ
سلوٹائی پر پہلی کے نیچے روئی اسلاف میں طاعت ضرور ادا کی
تھی لیکن صرف اور صرف انسانی ہمدردی کی بنیاد پر۔ وہ بھی
اس وجہ سے کہ سلوٹائی مجھ سے خود اس خواہش کا انکار کیا تھا
کہ چونکہ وہ اسلاف کا استعمال جانتا ہے، اس لیے اسے کسی
خاص شخصیت کا باہمی گوارا رکھنا دیا جاتا ہے۔ میرے ذہنیاتی

سے اچھے اوقاتانہ گفتگوات ہیں اس لیے میں نے ان سے اس
کی سفارش کر دی۔ بعد میں وہ کیا لگا لگا نہیں، اس میں میرا
کوئی قصور نہیں۔ میں نے تو بیگ تھی سے ایک سے ہمارا
لوکے کی مدد کی تھی۔" ریاض انور نے سنجیدہ لینے کی کوشش
کرتے ہوئے بھانے لیا۔

"میرے خیال میں جمہیں ابھی نیوی کر رہی ہیں پڑے
گی۔" اس کی وضاحتی دیکھ کر جاہلی نے کہا اور اس سے
جانتے کیا اشارہ کیا کہ ریاض انور پر قیامت ٹوت پڑی۔ وہ
بڑی طرح لرزتا ہوا اس کے چہرے پر ڈانے بکرنے کی طرح
چلنے لگا۔ دراصل وہ جس دھاتی کری پر بیٹھا تھا، اس میں
گرفت چھوڑ دیا گیا تھا۔ اس گرفت کی شدت آئی نہیں تھی کہ وہ
جان سے چلا جاتا لیکن تکلیف تو بہر حال اسے ہوئی گی۔

پہلے یہ کہہ کر اسے ہر تکبیر کا پٹا تھا۔ چند سیکنڈ کا
دہشت کرنے کے بعد جب اسے اس طراب سے
بے خبر حال سائبرٹی ملنے لگا۔

"یہ بھی صرف زبرد ہے، اگر تم نے اپنی زبان نہیں
بند کر لی ہتھکڑیاں سے زیادہ درد پہنکا۔"

"تم لوگ کچھ بیرونی جان کے جیسے پڑ گئے ہو؟ میں
کھینچ کر میرا اسے کوئی رابطہ نہیں ہے۔" وہ اپنے بیان
پر ریاض کی پاداش میں اس کا جسم ایک بار پھر جموں کی
میں اسے اس بار دوڑنے پہلے کے مقابلے میں زیادہ تھا۔
اور وہ سہت نہ سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ اسے بڑی بے ہوشی
سے کچھ پھر بھوش میں لایا گیا۔ اس بار اس کا دم اوج اوج
کے حساب لگ رہا تھا۔ دراصل وہ کوئی تربیت یافتہ سکھت
نہی تھا جس کو تو نہیں کہ اس قسم کے ٹھکر کو جو سٹیل سے
سکھ آرم اور آسٹیل سے ہمہ زر زندگی گزارنے
کے جسم میں استعمال ہی نہیں تھا کہ زیادہ درست کا مظاہرہ
کرنے پر یہ جیل ہی ٹوٹ گیا۔

"تم لوگ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟" پانچ فریب
انور کا خشک ہو جانے سے اطلاع اور ان کے جانے والی زبان اس
پر ہونے لگی کہ وہ بے یقینی کے ساتھ اس نے نونے ہوئے گلے
میں پچھا۔

"تمہارے لیے کب سے اور کیا کام کر رہے ہو؟"
جاہلی نے کڑے لہجے میں پچھا۔
"دس سال ہو گئے مجھے ان کے چنگل میں بیٹھے
ہیں۔ دس سال سے میں بگڑ رہا ہوں کہ ان کے ہر اشارے
کے پر ہم پر عمل کروں۔" اس نے عظمت سے میرے روبرو بکھے
کھنکھانے لگا۔

"کیا مطلب ہے؟ کیا تم اپنی مرضی سے ان کے ساتھ
کرتے ہو؟" جاہلی نے پچھا۔
"میں بگڑ دس سال پہلے انہوں نے میرے لیے یہ
دوا بنا کر لیا تھا۔ ایک روز انہوں نے مجھے ذرا کھانے کے
پہلے ایک چمک دیا اور پھر میری بیٹی کو اس کے انگریزی سے
کھانے لکھا۔ میں ان کے دہانے میں شایہ تہہ آج تکین تھی
میں نے کھانے کے لیے ان کا حکم مانتے پر مجبور ہو گیا۔ اب
میں بگڑ رہی ہیں، میں اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور ہوں۔
میں نے اپنی بیٹی ان کے کھانے سے پرہیز کی ہے۔ اب تو وہ جوان ہو
گئی ہے اور مجھے دھکا دیتا ہے کہ اگر میں نے ان کا کوئی حکم
مانتا ہے تو ان کی تو وہ میری بیٹی کو انوکھے کے پہلے تو اس کی
کھانے پر ہی کریں گے پھر اس کی بیٹی ہوئی ہے پاس اٹال کسی

مصرف چہرے پر چمک دیں گے۔ تم ہی بتاؤ ان حالات
میں، میں جیسے ان کا حکم نہیں مانتا۔" مطلقیت کی ادا کر دی
کر دو دو پھوٹ پھوٹ کر دونے لگا اور خود کو مجبور خاطر کرتے
ہوئے ان مراعات اور رعایا میں اس کا ذکر کوئی کر دیا جو اسے را
کی خدمات کے عوض دستیاب کیں۔ یہ ٹھیک تھا کہ اسے بلکہ
سکل کرنے کے لیے اس کی لائی بیٹی کو انوکھا کیا گیا تھا لیکن
اب اسے صرف ایک بار ہوا تھا جبکہ بعد میں وہ لائی میں ان کے
لیے کام کر رہا تھا۔ راکے سو ماؤں نے اسے دولت و شراب
اور شراب کی کت لگا دی تھی۔ فرادائی سے ملتی ان تھیں
تیزوں نے اس کے خیمہ کو کھل حور پر سدا دیا تھا اور اب وہ بے
صاف شہری سے ان کے لیے کام کر رہا تھا۔

"اگر یہ سچا بھی ہے تو تمہارے ساتھ کوئی بھروئی
میں۔ تم نے ایک اپنی بیٹی کو بھانے کے لیے اس ملک کی
بڑیوں میں ان کو اور بگڑ دیا۔ کیا تمہارے پاس کوئی حساب
ہے کہ تمہاری لاج سے تمہیں میرا اور مجھ کو اور کتنوں
کو آبرورہی کی الہیت سے گزرا ہے؟" جاہلی نے اس
سوال کے جواب میں اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ نہیں تھا
البتہ جاہلی کے پاس ایسے ہی سوال تھے جن کے جواب وہ
دے سکتا تھا۔ جاہلی نے پھر پہلے اس سے وہ سوالات پوچھنا
چلا گیا اور ریاض انور نے جہاں اس کو جواب دینے میں
حراست کی وہ پاس اس کی حساب تو اسے بھی کر ڈالی۔

"تم نے کیا سوچا ہے؟ کسے اپنے ساتھ بھارت لے
جانے کا ارادہ کرتے ہو؟" اس کے ہاتھ اٹھانے سے ڈھکیانے
اس سے پوچھا۔

"دیکھو کسے لے جاتا ہوں، ابھی کوئی حسی فیصلہ نہیں
کیا۔ بس ایک ماہ یا دس دن میں سے لیکن معلوم نہیں کہ ساتھ
لے جانا ممکن ہو گا بھی یا نہیں۔" اس نے ہمہ جا جواب دیا۔
"وہ کون؟ میں تو مجبور ہوا تھا کہ تم جاہلی کو اپنے ساتھ
لے جانا پسند کرو گے۔" وہ خاصا سنجیدہ لڑکا ہے اور تمہاری اس
کے ساتھ خاصی اذرا سنبھلے ہوئی ہے۔

"نہیں، جاہلی کو ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ کی مثال
اسے سیکھ کر کام کرنے دو۔" اس نے ڈھکیانے کا سوال گول
کر کے اس کی بات کے صرف ایک حصے کا جواب دیا۔
"میں بھی ذاتی طور پر اسے اس کی قید سے بٹانے
کے حق میں نہیں تھا لیکن اگر تم خواہش کرتے تو جمہیں ادا بھی
نہیں کیا جا سکتا۔ جاہلی نے اسے مختصر سے میں بڑی کارکردگی
دکھائی ہے۔ پہلے تو اس نے ہی کی کوئی میں نہایت خوب مسورتی

سے کام کیا، مگر وزیر اعلیٰ ہاؤس میں تمہارے ساتھ مل کر جا
 کارنامہ انجام دیا اور اب ریاضی اور کے مزاج پوچھ رہا
 ہے۔" ڈیپان کے لیے میں اپنے وقت کے لیے کہیں گی۔
 "میں تم سے ریاضی اور کے بارے میں پوچھنے ہی
 والا تھا۔ کیا رہا اس کا؟" اس نے فوراً دریافت کیا۔ جڑا
 ڈیپان نے اسے ریاضی اور کے خواہ سے لے کر اس پر شک و
 شبہ کی ساری کہانی سنائی۔

"جاوید علی نے تو ریاضی اور کی ناک میں رقی ڈال کر
 اسے کسی مردحالتے ہونے فرمایا اور جانور کی طرح 13 سال
 ہے۔ انکا بچہ سب اگل ڈالا ہے اس نے کب کب لاد کیا
 کیا کیا۔ بڑا مال کیا ہے اس خبیثہ نے بہار جرن کی خدمت
 کے عوض اور اسی رقم میں سے تھوڑا بہت لٹا کی کاسوں میں لگا
 کر عام کو آکر بیٹا رہا ہے۔ سلو کے سطلے میں بھی وہ راکہ کے
 اشارے پر ایک خوفناک منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ راداروں
 نے حکومت سے مدد لی ہو جانے کے باوجود سلو کے وجود کا پتہ
 لیے غلط دیکھتے ہوئے اسے سدا سے مٹانے کا فیصلہ کیا ہے اور
 اس فیصلے کو عملی جامہ دینا اور نہ پھینکا ہے۔ وہ آئی ٹی
 ہولی چیف ہے کئی روز تواری رہنے کے باوجود اسے معلوم ہو
 چکا ہے کہ سلو کو کس جیل میں رکھا گیا ہے اور اس نے پورا
 منصوبہ چار کر لیا ہے کہ کس طرح جیل میں سلو کو ہلاک کر دیا
 ہے۔"

ڈیپان اسے جاوید علی کی ریاضی اور سے حاصل کردہ
 معلومات سے آگاہ کرنے لگا جس میں سب سے قابل ذکر
 بات سلو کی ہلاکت کے منصوبے سے متعلق تھی۔ بھارتی
 حکومت سے معاملات طے ہو جانے کے بعد سلو کے مٹانے کو
 بہت رازداری سے چنل کیا جا رہا تھا اور اس کی تقریر کا
 فیصلہ وزارت کے بندہ کرے میں کیا جاتا تھا۔ سینا یا دلوں کو
 جس حد تک مناسب سمجھا جاتا، بعد میں ایک پریس کانفرنس
 کے ذریعے آگاہ کر دیا جاتا۔ البتہ فی الحال ہر ایک نے اپنے
 ہونے ہی رکھے تھے اور اس کیس کی کوئی خبر نہیں تھی صحافیوں کو
 یہ بھی پتہ نہیں آ رہی تھی کہ انہیں معلومات کے حصول کے لیے
 کس شخص کو آج بھی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ان حالات
 میں ریاضی اور کی ہائبرٹی والی بڑی مٹی تھی اور حیرت انگیز
 تھی۔

"منصوبہ کیا ہے؟" شہریار نے اس معاملے میں گہری
 دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔
 "جس جیل میں سلو رکھا گیا ہے وہاں ریاضی اور
 کے کچھ گروے پہلے ہی سے قید ہیں اور عرصے سے وہاں یہ

سازش چھوڑی جا رہی ہے کہ کس طرح جیل توڑ کر وہاں سے
 فرار ہوا ہے۔ ریاضی اور کے جیل اب اس منصوبے
 عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس منصوبے کے لیے وہ اپنے
 اور خطرناک کرکوں کو تیل میں داخل کر دیا ہے۔ کئی
 اچانک لوگوں کو خبر ملی ہے کہ سینٹرل جیل میں قیدیوں کے
 درمیان دغا فراہم اور معاملات اس حد تک آئے ہیں کہ
 کرکٹل انتظامیہ کے لیے حالات پر کچھ پانا ممکن نہیں رہا۔
 فرما ہے کہ اس سے قائم اور انکار ایک طرف تو وہ تو...
 شاید اس کے ساتھ ہی ایک آدھ قیدی کو حیرت ہلاک کر لی
 ہے، کچھ لوگ لڑنا لڑی بھی ہوں گے اور دوسری طرف
 خطرناک مجرموں کو جیل سے فرار ہونے کا موقع مل جائے
 گا۔"

"اس منصوبے پر پھر کے لوگوں کی شہادت کے بغیر
 عمل نہیں ہو سکتا۔" ڈیپان سے تصدیق من کر اس نے تہہ
 کیا۔
 "ہاں، یہ پھر کے لوگ ہی تو ہوں گے جرن کا
 کرنے والوں کو ہتھیاری، پانے، اظہ وغیرہ دینے والے
 فراہم کریں گے اور وقت پر اٹھایا گیا جانے کا کیلچون
 نے یہ پتہ جیل کی ورکشاپ سے چھائی ہے۔ آٹھیں
 ہتھیاریوں کا مسئلہ یوں مل ہوگا کہ قیدی چند سیڑیوں سے ان
 کی رائٹیں جھینگیں گے جو اسل میں انہیں چھیننے سے زیادہ
 خود جوش کی جا سکی گی۔" ڈیپان کے جوابات سن کر اسے
 اعزاز و ہور ہا تھا کہ ریاضی اور کو کتنا وقت انوار کر لیا گیا ہے
 اور وہی تو اپنا کام کھاتا چکا تھا۔

"ابھی کہہ کر جو کچھ ہونے چاہا ہے، اسے وہ
 اور بس سلو کو کسی طرح وہاں سے نکال لو۔" ڈیپان نے اپنی
 ساری تصدیقات منکر کر دیا اسے اتنا جرن نہ لیا اور جٹاں
 نے اپنے ایک سطلے سے اسے حیران کر دیا تھا۔
 "میں تمہاری بات سمجھ نہیں سکا ہوں۔ ہم کیسے ایسا کر
 سکتے ہیں کہ اتنی بڑی سازش کے بے نقاب ہو جائے کہ
 باوجود اس پر عمل ہو جائے دینا؟" وہ اپنی حیرت کو بیان پر
 سوال بنا کر لے آیا۔
 "تم نے کچھ دیر پہلے مجھ سے پوچھا تھا کہ اپنے
 ساتھ ہمارے ملے جانے کے لیے میرے ذہن میں کس کا نام
 ہے تو سنو... میں سلو کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔" اس
 نے دھا کا کیا۔
 "کیا؟" ڈیپان کا منہ کھل گیا۔
 "سلو کے کیس پر کام کرتے ہوئے میں نے مسلح

سازش پر نظر دیا ہے کہ کسی طرح بہار جرن کو ان کا چہرہ
 ایک ہتھیار میں طرح انہیں لوٹا ہوں کہ اس ہتھیار
 کے سطلے انہیں ہی عیبی کر لائیں۔ قسمت نے اس سطلے
 پر بڑی مہربانی کی ہے اور سلو پر دغا ہو گیا ہے کہ
 قسمت اس کا ہر دو تین ہے اور وہ لوگ اسے صرف اور
 صرف اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے بعد
 اس سے عیبی کی طرح نکال بیٹھتا چاہتے تھے۔ مجھے
 پتہ ہے کہ سلو جیسا پتہ پائی لڑکا بہار جرن کی اس حرکت پر
 کس طرح ہلاک ہوا ہوگا اور اگر ہم ان شخصوں کو فراری
 کر دے تو وہ ان پر تقریباً کون سے کے لیے تیار ہو جائے گا۔
 میں سمجھتا ہوں کہ مجھے جو ہم روٹیں ہے، اس میں سلو جیسا تیار
 ہو سکتا ہے مگر عملی ساتھ دینے کے لیے سب سے مناسب رہے
 ہیں اس نے اپنے موقف کی وضاحت کی۔

"مگر میں، بڑا عجیب سا لگا رہا ہے کہ تم سلو کو اپنے
 ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔ تمہیں جس چیز پر ہوا ہے، اس میں
 کئی جیل اور دس مٹی کی ضرورت ہوگی اور سلو کو کس کا کلی
 کرنا پڑے گا۔" ڈیپان نے اعتراض اٹھایا۔
 "وہ تم مجھ پر چھوڑو، کہ میں اسے کس طرح وینل کرنا
 چاہتا ہوں، اس سے کام لیتے ہوں۔ میں نے بہت سوچ کر
 اس کا نام لیا ہے، اس کا پتہ تو مجھے اس ہم پر اپنے ساتھ
 لے جانے کے لیے اس سے زیادہ مناسب کوئی نہیں لگا۔" وہ
 اپنی بات پر کھڑا تھا۔
 "لیکن مشکل ہے۔" کہ ریاضی اور کو انوار کر لینے کے
 لیے جیل والی سازش پر عمل کیے ہوگا اس سازش کا مشرمانہ
 تو وہی ہے جسے ظاہر ہے ہم کسی سے رابطہ کرنے کی اجازت
 نہیں دے سکتے اور نہ ہی آزاد کر سکتے ہیں۔" ڈیپان کی اپنی
 بات سن کر وہ بے چین بن گیا۔

"میں ریاضی اور کو آزاد کرنا ہوگا لیکن ذرا سلیطے
 کے ہم ریاضی اور کے خواہناں اور اسے اتنا ان کا روپ
 دے سکتے ہیں۔ ریاضی اور سے اسل کے مظلوم کو لو کہ
 وہ اپنی جیل جہاز جلد ہی بڑی رقم کا بندہ دست کر سکتی ہے۔ وہ
 کے گروے سے چھوڑ دیا جائے وہ اپنے منصوبوں پر عمل کرنے
 کے لیے آزاد ہوگا اور انکارا کام بن جائے گا۔" اس کا ذہن
 بے چینی سے کام کر رہا تھا۔
 "تو تمہارے خیال میں ریاضی اور انکا بھی ہے کہ
 وہ اپنی جیل کی کہانی کو اپنے بھارتی آکاؤں سے چھپانے
 کے لیے ڈیپان نے قدر سے بھرے لہجے میں کہا تو اس کے ہونٹوں
 پر گراہمت دوڑ گئی پھر کسی کی پشت سے لپک لگتے ہوئے

ایمیتان سے ہوا۔ "میں جانتا ہوں کہ وہ عیبی آدمی ضرور
 اپنے آکاؤں کو اطلاع دینے کی کوشش کرے گا لیکن اسے
 اس حرکت سے روکنے کے لیے ہم اپنا کوئی آدمی اس کے
 ساتھ بھی کر سکتے ہیں جو بہر وقت اس کے قریب رہ کر اس کی
 گھرائی کرتا رہے گا۔"

"میں آدنی تو خود مشکوک ہو جائے گا۔" ڈیپان نے
 اعتراض کیا۔
 "میں ہوگا مشکوک، اگر ہم ذرا سلیطے سے منصوبہ
 بندی کریں گے تو سب ممکن ہو جائے گا۔ ویسے بھی ہم کوئی
 ذمہ داری ہر کے لیے تو اس عیبی آدمی کا لینے والے نہیں ہیں۔
 اس سے اس منصوبے پر عمل کروانا اور پھر اس کا کام تمام کر
 کے اپنا آدمی واپس لانا۔ یہ تو پہلے سے طے ہے تاکہ ریاضی
 اور مجھے تیار کرنا زیادہ عرصے کے لیے اس دھرتی کا بوجھ
 بنا کر نہیں رکھنا ہے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔ ہم ایسا کر سکتے ہیں
 کیا چاہے ایک لاکھ ریاضی اور کے ساتھ بھی دین اور ریاضی اور
 اپنے منہ سے لوگوں کو یہ کہانی سنانے کا خواہاں ہوں تو ہم
 کی ہوسنی کے بعد اسے خود ہی ڈھریا اور بے ہوش حالت میں
 ایک انکسارے ان تھکے پڑا لایا رہا تھا جہاں سے وہ نکلا وہاں
 بھی جانے والے اس نوجوان کی مدد سے گھر تک پہنچنے میں
 کامیاب ہوا۔ وہ تعریف کرے گا کہ نوجوان نے بڑی
 ہردی سے اس کے زخموں کی مرہم بٹائی۔ عیبی بھر کر کھانا
 کھلایا اور خود گھر تک چھوڑنے آیا۔ نوجوان کے اسے
 احسانات کے بدلے میں اگر وہ اسے اپنے قریبی اسٹاف میں
 ملازمت دے دے گا یا کوئی اپنے ساتھ رکھے گا تو کسی کو
 اعتراض نہیں ہوگا بلکہ لوگ اس کی احسان کشی کو سراہیں
 گے۔ بس یوں تیار کام بن جائے گا۔" اب ڈیپان کا دماغ
 بھی چل پڑا تھا۔

"گڈ! اب تم ہی ٹریک پر سوچ رہے ہو جس پر میں
 سوچ رہا ہوں۔ میری نانو تو ایک کام اور کرنا ہے ریاضی اور کو
 اس کی جرن تکلیف کے حوالے سے بھی تھوڑا مراد دینا تاکہ اگر
 اس کے ذہن میں ہم سے دھوکے کا خیال آئے بھی تو وہ اس پر
 عمل کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔" ڈیپان کو شام دینے کے
 ساتھ اس نے ایک اہم مشورہ بھی دیا۔
 "بس اس بات پر غور ہونا۔ اب میں تمہارا منصوبہ سمجھ
 چکا ہوں تو یہ کام بہترین طریقے سے انجام دیا جائے گا۔ لیکن
 باوجود سلو کے سطلے میں جھینکے پہلے کرکٹ صاحب سے
 اجازت لینا ہوگی تب ہی ہم اس منصوبے پر عمل کر سکیں گے
 2012

ورہ تو سب سے آسان مل یہ ہے کہ ریاض اور نور کو کوئی مار کر اس کی لاش کی جگہ اٹھری یا لے میں بیٹھ دی جائے۔
 "اس کی تم گھر میں کر۔ میں کرگن صاحب سے ابھی بات کر لیا ہوں۔" اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ٹھوڑی دیر بعد جب وہ ریسیور ابھری کر بیل پر رکھ رہا تھا تو کرگن صاحب نے فرمایا کہ چکا تھا۔

"اوکے، یہ تو کام ہو گیا۔ میں جا رہی ہوں۔ ہاتھ کر کے اس خصوصاً کی جراثیم کو ڈاکس کر لوں گا پھر ہم اس پر عمل کر گزریں گے۔" کرگن صاحب کی اجازت مل جانے پر ڈیپان نے آگے بڑھا کر ام بیٹ کر شروع کر دیا۔ یہ کیس کیونکہ جا رہی تھی کے پاس تھا اس لیے اس سے ڈاکس کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا۔ ڈیپان نے ٹھوری طور پر اس سے راپڈ کیا اور ریاض اور کے معاملے سے جو بات کہ ان کے درمیان تھے ہوا تھا، اسے ان تفصیلات سے آگاہ کیا۔ ان تفصیلات میں یہ ذکر شامل نہیں تھا کہ سلو کوئیل سے نکال کر شہریار کے ساتھ بھارت بھیجا جا رہا ہے۔ جا رہی تھی کوئیل کا بتا دینا کافی تھا کہ مضمون کے مطابق سلو کوئیل ہونے سے عیا کر اسے اس طرح نکل سے فرار کرنا ہے کہ وہ وہی ایف۔ نیو کی توہین میں آجائے۔ یہ ہم سن کر جا رہی تھی نے جیٹا بیگان کیا اور گا کہ اپنے ایک ایف ایم کراہے سے نکل جائی ایف۔ نیو کو اپنا نہیں لگا اس لیے وہ سوچ کا لاکھ واکھا کر اسے وہ بارہ اپنی گھر میں لایا جا چکے تھے تاکہ اس سے مزید معلومات وغیرہ حاصل کی جا سکیں۔

"میں نے آپ کا سامرا بیان سمجھ لیا ہے سراسر اس پر اکتا راض کا سامانی سے عمل بھی ہو جائے گا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بعد ریاض اور کا کیا کیا جائے گا؟ کیا ہم اس جیسے موڈی کو ایسے ہی آزاد چھوڑ دیں گے؟" اس نے نہایت غور سے ڈیپان کی ساری بات سننے کے بعد سوال اٹھایا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم اسے صرف وقتی طور پر ڈاکس دے رہے ہیں۔ پھر میں اس کا پتا بھی صاف کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ڈیپان نہیں ٹھوڑی تیار کرنا ہوگا، جس کا ٹھنگ کا خیال رکھنا۔ نیکل والی مائشز پر عمل ہونے سے پہلے اسے پتہ نہیں ہونا چاہیے اور وہ پوری طرح تمہاری گھرائی میں بھی رہنا چاہیے۔" ڈیپان نے فوراً ہی اس کا ذہن صاف کیا۔

"اس طرف سے آپ ہے پھر وہ سراسر میں ریاض اور کے ساتھ اپنا آئی لگانے کے ساتھ ساتھ اس کے ہم سے ایک ایسی ڈی این بھی اٹھ کر دووں گا کہ جن اوقات

میں جاؤں سے بندے کا اس کے تڑپ رہا نہیں جس کا یہ وقت بھی ہم اس کی سرگرمیوں سے آگاہ رہیں گے۔"
 "گنڈا لگتے تمہاری صلاحیتوں پر ہوا اور ہوا میں اپنے لیے میں نے اپنا مشغور کر دیا۔" کرگن صاحب نے فرمایا اور وہ اپنے اپنے اپنے راستوں اور طریقہ کار کے مطابق کام کر اور جے وہ وہ جس کے ہم تھا، اس میں نہ تھا۔ "ڈیپان نے سنے۔ اس سے اس کی تعریف کرتے ہوئے سلسلہ متعلق کر دیا۔

"ایک اہم مرحلوں پر گھومے ہو گیا۔ اب وہ کام کر رہا ہے کہ اس کا ایک بندہ اس نکل میں پکھلا دیا جہاں سو سو سو ہے۔ اس کا کام یہ ہوگا کہ سامرا وقت سلو کے قریب وہ کراں کی گھرائی اور حرکت کرے۔ خصوصاً اس وقت جب ڈیپان کے مطابق اسے قتل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس وقت ادارے آئی کو نہ صرف سلو کو پہنچانے کے بارے میں اپنے ساتھ لے کر فرار بھی ہونا ہوگا تاکہ سلو ہمیں پہنچے شہریار نے ایک اور اہم کام کی طرف توجہ مبذول کروائی۔ ڈیپان نے اس پر اکتا کرگن کیا۔ اس سلسلے میں وہ بیسی بیسے بیسے ٹھوڑی طور پر پتہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس سلسلے میں اسے نیکل سے اپنی حکام سے رابطہ کرنا پڑا اور وہ رابطہ بھی ۱۰۰ پر کام راست کرنے کے عہدے کرگن توجہ کے ذریعے ہی کر سکتا تھا کیونکہ یہ کرگن توجہ ہی تھے جو آئی ایس آئی اور سی ایف۔ نیو کے درمیان تو ان کا ہم رکھے کے ساتھ ساتھ ہی ایف۔ نیو کے وجود کو پتہ نہ لگنے کی وجہ سے وہ رہے تھے اور اس وجہ میں ان جیسے چند اور بھی اپنی ٹھنی جہد سے وار شامل تھے۔ کرگن توجہ نیکل کی اکتا میں سے کسی قاش اکتا آئی سے رابطہ کرنے تو ایک طرف ان کا کام آسان ہو جاتا اور دوسری طرف فراری مائشز کرنے والے لاکھ لاکھ تجربوں کے فرار کو بھی کام بنانے یا پتہ سم سے سے کرنا کرنے سے سب سے زیادہ اس کی جاسکتی تھی۔ محاف بہت بڑا کہ تھوڑی مقدار میں موجود ہونے کے خطرہ کا سازش اور کارہائے میں کوئی کام نہیں تھا۔ اس لیے وہ وہوں سر جوڑ سے بہت دن تک ایک پرائیوٹ کو ڈاکس کرتے رہے۔ ساتھ ہی جا رہی تھی کے لیے بھی جا رہی تھی تیار ہوتی رہی کہ سب سے اہم۔ اس کی قاش اور ریاض اور ٹھوڑی اور اور اسے اسی کی پائی میں کئی بھول آجاتا تو وہ جن پر پکھلا ہوا تھا اس لیے پکھلا جا سکتا سب سے زیادہ جان دار اور نیکل ہونا ضروری تھا۔ بہر حال، بہت دیر کی دماغ پاشی کے بعد وہ وہوں ایک اور سے سے نصرت ہونے تو خاصے مطمئن تھے۔



ہم کھانے سے فارغ ہو چکے ہوں اس لیے پھر سے کہنے کے لئے تھوڑی دیر میں سوچا۔ تم چکا آرام کرو گے۔ اسے اتنا ہی اچھا ہوگا۔" وہ نکتہ میں کام لے کر نئی کھانا لے اس کے سامنے سے کھانے کی تھوڑی دیر سے کہا۔ وہ دن کی گفت میں کام لے کر نئی تھوڑی دیر میں پتھر کی خاصی کھانے کی حرکت دیکھنے سے ہی ایک خاص

کھانے کا ان صاحب کہاں لہے نہیں؟ "مشاہیرم خان نے اس بات پر کوئی رد عمل ظاہر کیے بغیر اس سے بچھا۔ "میں تو تم کو نہیں کیا ہے چہرے ہو؟ کوئی تکلیف لگتی ہے؟" وہ ہنس کر کہہ رہی تھی کہ اس کا یہاں مسئلہ مل کر اسے اس طرح تم نہیں ہوتی۔ میں تمہیں بہت اچھی دوا سے دوا دوا کر رہا ہوں۔" وہ دوا دوا کر رہی تھی۔

"مجھے ہر ساری تکلیف کا مسئلہ نہیں ہے۔ میں اپنی زندگی میں سے بچ رہی ہوں۔" ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ اسے اس کی سبھی سبھی دیکھ کر یہی کہنے لگی تھی۔ "اس نے کسی پریشان حال کی طرح مجھے سب سے اچھا مسئلہ بیان کیا۔

"اور آئی ی۔ مجھے تمہارے ساتھ ہونے والی ٹھنڈی کھانے کا ان صاحب اس سلسلے میں کوشش کر رہے تھے۔ ان کی ایک ایک جگہ معلوم نہیں ہوگا کہ تمہاری بیوی کون کون لوگ سے ملے گئے ہیں۔ بہر حال تم فرحت کر رہے۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ جلد تمہاری بیوی کو لاش لے کر لایا جائے گا اور اسے کرنے والوں کو جہت باک مڑا بھی دی جائے گی۔"

"آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں نہیں لیکن جب تک اس کی ٹھنڈی مل جاتی، مجھے سکون نہیں لے گا۔" اس نے کہا۔ "میں آپ کی کیفیت سمجھ رہی ہوں سو مشاہیرم خان اس کی بہت پریشان میں ہیں لیکن ان اہل سیر ہو رہے ہیں۔ اس لیے اس کے ساتھ کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ آپ بہت کریں گے۔ میں اس کی شکل حالات میں آپ تمہیں لگاؤں۔ ہم اس کے ساتھ ہیں۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر اس کی دل کو آگے لے کر لپٹ کر ساتھ نیکل پر رکھی ہوئی وہاں اس کی لاش کے سامنے رہیں۔

"آپ یہ دوا بھی کھائیں۔ انہیں کھانے سے آپ کے دل میں بھی ٹھیک ہوں گے اور ٹھنڈی بھی اچھی آجائے گی۔" مشاہیرم خان نے دیکھا کہ ان دواؤں میں ٹھنڈی وہ کوئی بھی شامل ہے جس کے بارے میں کچھل گفت کی نہیں ہے۔ اسے آگاہ کیا تھا۔ اس نے کھانا سے دوا بھی لے کر اپنے منہ میں رکھنے ہوئے چپکے سے وہ کوئی بچے گرا دی۔ دانی دواؤں کی تو بہر حال اسے ضرورت تھی اس لیے انہیں کھانا ضروری تھا۔

"ہیں اب آپ لیٹ جائیں۔ ٹھوڑی دیر میں آپ کو ٹھنڈ آجائے گی۔" اس کے ہاتھ سے خالی لگاس لے کر نیکل پر انہیں رکھنے کے بعد کھانا لے ان کا بھی ٹھیک کیا اور اسے آرام سے کھانے کے بعد اس کے اوپر پکھلا کھانا ڈالا۔ مشاہیرم خان نے بھی خاموشی سے انہیں سمجھ لیں۔ اس کے ہاتھ لگ گئی۔

مشاہیرم خان نے انہیں کھول کر دوا دیر گزری میں وقت دیکھا ابھی صرف ساڑھے آٹھ ہوئے تھے اور اسے جو کارروائی کرنی تھی، اس کے لیے آدھی رات کا وقت زیادہ مناسب تھا۔ اس نے نیکل لے کر اس وقت کا جاگ کر نکال کرنے کے عہدے ڈھائی تین بجنے کی ٹھنڈ لے کر زیادہ پتھر سے کیونکہ بہر طور وہ تو تھا اور اسے آرام کی ضرورت تھی تھی۔ اپنی مشہور دوا جو ان کی دوج سے اسے بھی معلوم تھا کہ وہ بلیر کی لارم کے بھی مقررہ وقت پر ضرور جاگ جائے گا۔ پھر ڈھائی تین سے سو گیا۔ ٹھیک ڈھائی بجنے کے بعد اس کی آنکھ مل گئی۔ ٹھوڑی کی سوتیلیاں کیا وہ بچے کا اعلان کر رہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ لٹا لٹا کر ہی من کن لٹا رہا۔ یہاں اسے دن کے اوقات میں بھی زیادہ آواز آئی اور وہیں جگہ محسوس نہیں ہوتی تھی اور اب تو بالکل ہی سنانے کا راج تھا۔

اس سنانے میں اس کے کانوں نے قدموں کی ہم چاپ واضح طور پر سن لی۔ آنے والا اس کے کمرے کی طرف ہی آ رہا تھا۔ اس نے جلد ہی سے انہیں پتہ کر لیں۔ اگلے ہی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔ اس نے آنکھوں میں معمولی سی جھری پیدا کرتے ہوئے آنے والے کو دیکھا۔ وہ نرس کشال تھی جس نے اس کے گری ٹھنڈ میں ہونے کا اعلان کیا اور پھر دروازہ دوا دارہ احتیاط سے بند کر کے وہاں پلٹ گئی۔ اس کے وہاں جانے کے بعد وہ وہاں سے سڑ سے سڑ سے اتر رہی تھی۔ کچھ دیر تک اس نے انداز میں پتھر پکھلا دیا کہ وہ سڑ سے دیکھنے والے کو بھی کمان کر رہے کرگن

تھے کوئی سوا ہوا ہے۔ اس کام سے قاریغ ہونے کے بعد وہ
 کرے میں موجود کوئی کوئی کی طرف بڑھا۔ دن بھر میں
 وہ جاکر لے کر چلے ہی پر لپٹ کر چکا تھا کہ کرے سے باہر
 نکلے کے لیے اس کوئی کا استعمال کرے گا کیونکہ وہ اسے
 سے نکلے میں ہی نظر ہوا کہ وہ در میں اسٹاف کے کسی شخص
 سے سامنا نہ ہو جائے۔ سناڑنگ وڈو نے اس کا کام اپنے
 بھی آسان کر دیا تھا۔ اسے اس ایک شیڈ ہی کھانے کا تھا اس
 کے بعد اس کی رہائش کوئی رکاوٹ نہیں گی اس نے نہایت
 احتیاط اور خاموشی سے یہ مرحلہ طے کیا اور باہر کودنے کے بعد
 کوئی کوئی وہاں بند کر دیا۔ باہر کا موسم احمد کے مطابق میں
 قدرے سرد تھا اور نہ بھر کے لیے اسے بھر بھری ہی آئی لیکن
 بھر وہ سنبھل گیا۔ سردی کا موسم نہ ہونے کی وجہ سے اسکی اتنی
 خطرناک نہیں تھی کہ گرم کپڑوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے
 پر پٹالی ہو۔

کوئی سے کہہ کر نکلے کے بعد بھی ابھی وہ اسپتال کی
 چار دیواری سے باہر نہیں نکلا تھا اور ابھی اسے سامنے کی دیوار
 پہنچائی تھی لیکن اس سے قبل وہ کسی ایسی ٹیٹے کا احتیاطی قہارے
 ہتھیار کے طور پر استعمال کرے۔ وہ جس طرح سے یہاں
 پہنچا تھا اس کے لیے یہ ضمن نہیں تھا کہ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار لے
 سکے۔ اگر وہ ایسی کوئی کوشش کرتا تو اس کا ہتھیار ڈرا ہی ڈانڈ
 وغیرہ کی نظر میں آجاتا اور وہ خطرناک سمجھا جاتا لیکن وہ چاہتا تھا
 کہ ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے لیے کچھ تو اس کے
 پاس ہو۔ اس سلسلے میں اس کے ذہن نے ڈانڈوں کے
 استعمال میں رہنے والے سربنگ آلات کے حصول کی راہ
 دکھائی تھی۔ اس کی جس کہ بے میں سر ہم پٹی کی کمی تھی وہاں
 اس نے اس قسم کی تلاش ہی رکھی تھی۔ بالکل خالی ہاتھ جانے
 کے بجائے اگر وہ ڈرا ہی کوشش سے کوئی آکر بطور ہتھیار
 حاصل کر لیتا تو کوئی حرج نہیں تھا۔ اس نے انداز سے سے
 اس کرے کی کوئی پریشانی آزما لی کی جس میں اس کے خیال
 کے مطابق اس کی سر ہم پٹی کی کمی تھی۔ احتیاط کی وجہ سے اس
 نے کوئی کو بہت معمولی سا کھسکا تھا۔ اس معمولی سی روز میں
 سے فوراً ہی روشنی اور آوازوں نے باہر کی طرف رخ کیا۔
 آوازیں سن کر اس نے فکری کیا کہ اس نے بے وجہ کوئی
 کھوئے کے بجائے احتیاط سے کام لیا تھا۔ پیدا ہونے والی
 بھری سے آگ لگا کہ اس نے اندر جھانکا۔ اندر ڈانڈوں میں
 کھال اور ایک صورت موجود تھی۔ صورت بچے پر نیم دراز تھی
 اور ڈانڈوں اور نرس اس کے سر پر کھڑے تھے۔ ان تینوں کے
 درمیان کشاکش ہوتے ہوئے وہ سے بحث ہو رہی تھی اور

شاہد ہی وہ جسے کسی کو کوئی کا پتہ کھانے جانے کا
 نہیں ہوا تھا۔
 "تیس نے کہہ دیا ہے کہ میں کسی مستعد لڑکی کی ڈانڈ
 موجودگی کے بغیر اپنا ہاتھ نہیں کر داتا کی۔ اس نے
 خوب صورت حدو حال والی صورت کو ہاتھ لگے میں کئے
 ستا۔
 "ہم یہاں کسی لڑکی کو آخر کو نہیں بلاتے۔ تو ابھی
 طرح جاتی ہو کہ بڑے صاحب بھی بھی اس بات نہ ابنا
 نہیں دے گی۔" ڈانڈ نے انکار کیا۔
 "لیکن میں بھی لڑکی ڈانڈ کے بغیر جاتا ہوں کہ میں
 لے سکتی۔ میں انکی زبردہ رہتا چاہتی ہوں۔ بڑے صاحب
 آکر دل بھر کر مجھ سے بھگن لینے کے بعد میری طرف سے بے
 پردا ہو گئے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اپنی جان
 کھوادوں۔ میرا شہ ہے" بچے "تیس" نے فریاد کیا۔
 "ڈانڈ نے
 وہاں آنے کے بعد میں وہاں اس کے ساتھ اپنے کمر میں
 فنی تھی رہ سکتی ہوں۔ میرے بچوں کو میری ضرورت ہے۔
 میں مرنے تو کوئی ان کو ہانے گا۔"

ہاتھ لگے میں بڑی صورت کا لہجہ آخر میں آکر اسے
 ہو گیا تھا جبکہ کوئی کے باہر کھڑا یہ سب مشاہدہ کرتا
 خود تھا۔ صورت کے جلوں نے اسے بہت دکھایا تھا۔
 تیس نے صورت کا شہر طویل کرے سے ملنے سے باہر نکلتا
 ہوا تھا اس طرح سے میں تیسرا کبر سے صورت کو اپنی رائے
 رکھتا تھا۔ اس عیاشی کا جو بیخبر لگ سکتا تھا۔ وہ دل پہنچا تھا اور اب
 تیس کے ہم ڈھیر ڈانڈ اور نرس اس کوشش میں تھے کہ
 صورت کے خانہ کے وہاں آنے سے پہلے یہ اس کی کھوکھ
 میں پلٹے تیس کے کہہ کی اتنی کوٹھڑا میں لیکن صورت خوف
 زدہ تھی کہ تو یہ لڑکی ڈانڈ کی عدم موجودگی سے نہیں
 اپنی جان ہی نہ کھو بیٹھے اسی لیے ان کے درمیان یہ بحث
 ہو رہی تھی۔

ان تینوں کے درمیان ابھی خاصی گرمی ہو رہی
 تھی۔ مشاہدہ خان اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ لہذا
 ان کو بحث میں الجھا دیکر وہاں سے ہٹ گیا۔
 اس کرے کی کوئی سے بہت کر اس نے ساتھ والے
 کرے کی کوئی پریشانی آزما لی کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ یہ وہ
 دیکھی ہی چکا تھا کہ اس کا اندازہ لگنا تھا وہ وہ کچھ نہیں
 جہاں اس کی سر ہم پٹی ہوئی تھی۔ دوسرے کرے کی کوئی
 کھوئے پر اسے اپنا کوہر متصوہ حاصل ہو گیا۔ وہ اس طرف
 جہاں اس کی سر ہم پٹی کی کمی تھی۔ وہ کوئی کھول کر بند کیا

کرے کے اندر کوئی اور اپنی مطلوب چیز میں
 باہر کوئی کے سامنے وہاں باہر آ گیا۔ اب اس کا
 کی چار دیواری کی طرف تھا۔ چار دیواری زیادہ
 کہ اس نے پوری طاقت سے سب لگائی تو ہاتھ
 لگنے پر چھوٹا اور فریاد ہی دوسری طرف چلا گیا
 اور تینوں میں ہی اور اسپتال کی چار دیواری کے ساتھ
 جسم کے پوندے لگانے کے تھے جن کی وجہ سے
 کی روشنی میں ستر خاصا خوب صورت لگتا تھا لیکن اس
 اندھیرے میں جس پر وہ بے جا کر گرا اس کے کئی
 جسم کے جسم میں ہی است ہو گئے۔ وہ پہلے ہی ڈنگی تھا۔
 سے جسے سے بے ساختہ ہی اس کے ہونٹوں سے ایک
 کی ایک لیکن بھر ہونٹ کھینچی کر اس نے اس تکلیف پر قہار
 کھلے سے جھانکا ہوا کھرا ہو گیا۔
 اب اس کا رخ اس سے کی طرف تھا جہاں تیسرا کبر کی
 کی گاہ تھی۔ لیکن گیت سے لے کر اس کی رہائش گاہ تک
 کوئی نہ تھی۔ یہ سڑک اسپتال کے سامنے سے
 کوئی نہ تھی لیکن مشاہدہ خان پتہ سڑک پر چلنے کے
 پہلے ہی زمین پر ہی چلتا رہا۔ تیس کے سڑک پر چلنے کی
 میں وہ فوراً ہی نظر میں آجاتا اس لیے وہ احتیاطاً جگہ
 پر ہی چلتا رہا جہاں جا بجا موجود ہونے اور دوست
 کی ضرورت اسے سمجھنے کے لیے آڈر فیم کر سکتے تھے۔
 کوئی نہ تھی کہ وہ کسی بھی قسم کی دھماکی میں چلے بغیر
 رہا ہائش گاہ کے ترے کچھ نہیں کیا۔ جگہ باہر جہاں آنے کے
 ہونے پر سانس کے کاروائے کے باعث اس عمارت
 کی ہونٹوں سے آفت تھا۔ تیسرا مشاہدہ خان نے اسے
 کی اسکرین پر پوری قیامت دکھائی تھی۔ اس تصور میں
 حرکت سامنے بھی اٹھ آئے تھے جو کھینچی طور پر وہاں پہنچا
 ہوا ہے تھے۔ رہائی عمارت میں کھلے ان وہ پہرے
 کی موجودگی پر شاہد اس لیے اکتفا کیا گیا تھا کہ یہ وہی
 کے گزرا تھا کہ زبردست اظہار موجود تھا اور
 کی ہونٹوں کی بڑی تعداد کے علاوہ دیواروں پر برقی تار
 لگائے تھے تھے اور کسی فریو واڈ تو کیا۔ چھوٹی موٹی سٹا
 لگائے لیے بھی یہ ضمن نہیں تھا کہ وہ آسانی سے اس وقای
 کی کھوکھ سے لے کر زیادہ تر وہ نہیں کیا گیا تھا۔
 کی حفاظت کے لیے زیادہ تر وہ نہیں کیا گیا تھا۔
 کی حفاظت جس ترکیب سے اندھیرے میں کامیاب ہوا تھا
 کی یہ اس کے ذہن میں نہ آئی تو وہ بھی یہاں

دال نہیں ہو سکتا تھا۔
 رہائش گاہ کے جسمی حصے میں پہنچ کر وہ کچھ دیر تک
 خاموشی سے اندھیر کی اہمیت لیتا رہا۔ اندر خاموشی تھی لیکن یہ تو
 طے تھا کہ اندھیر کم از کم وہ پہرے سے وار موجود تھے۔ اس نے
 اپنی جگہ کھڑے کھڑے چار دیواری کا جائزہ لیا۔ اس چار
 دیواری کی پختہ اسپتال کی دیواروں سے زیادہ تھی۔ اس
 نے پہلے کی طرف آنکھ کر اس پر چڑھتا چاہا تو انکیاں کھل
 نظر پر کچھ کر ہی وہ نہیں اور وہ اوپر چڑھنے میں کامیاب نہیں
 ہو سکا۔ اس نے اپنے دھڑکی قائم تر آواز نہیں کھینچ کرتے
 ہوئے ذرا پیچھے ہٹ کر روڑ لگاتے ہوئے ایک اور کوشش کی۔
 اس بار وہ کامیاب رہا اور انکیاں منظر پر پر ہم نہیں لیکن ساتھ
 ہی اسے شدید زہریت سے بھی گزرا چڑا۔ دیوار پر چڑھنے کے
 کھڑے لگائے گئے تھے جو اس کی انکیوں میں کھب گئے
 تھے۔ اس نے ہنسل اپنی جگہوں کو مٹل سے قاریغ ہونے
 سے روکا اور بے چارہ چار دیواری کو روکنے سے روکی ہاتھوں
 پر زور دیا اور اوپر چڑھ گیا۔ اس کوشش میں اسے جس تکلیف
 سے گزرا چڑا، وہ آقا قلمی جان کی لیکن چاندوں کے بیچے کا
 کام کی بیادوں میں جھانکا۔ وہ اس تکلیف سے گزر کر بے حد
 دم آواز کے ساتھ بچے کو دیکھا۔ اندر دیوار کے ساتھ ساتھ
 بہت سے پوندے اور چھوٹی کاسٹ کے اور وقت لگانے گئے
 تھے۔ ان کم کاسٹ اور نرسوں کو لگانے کا قصد ہی نہیں تھا کہ
 کوئی ان نرسوں کے سہارے عمارت کے اندر باہر آجائے
 سکے۔ اس نے ایسے ہی ایک درخت کی آڑ میں چھ کر اپنی
 نہیں کا وہاں چاندور دونوں زمینی ہاتھوں پر مٹی کا لپٹ کر کے
 ہاتھوں پر ہنسل قیام باعدہ میں۔ کالج کے کھڑے اندر
 بیست ہونے سے ہاتھوں میں بڑے گہرے ڈھم آئے تھے
 جن سے تیزی سے غمناک افراتفر ہوا تھا۔ غمناک کے اس
 افراتفر کو روکنے کے لیے وہ وہی اگلاں بھی ترکیب استعمال کر
 سکتا تھا۔ اس کام کے دوران میں وہ اپنے ارد گرد سے قافل
 نہیں ہوا تھا لیکن حرمت انگیز طور پر اس دوران وہاں کوئی
 پہرے سے اور نمودار نہیں ہوا تھا جبکہ اس وقت مستقل گھٹ کرنے
 والے پہرے سے اداروں میں سے کسی ایک کو تو اب تک وہاں
 سے گزرا چاہے تھا۔ اس نے چند لمحے پہرے سے ادار کے
 نمودار ہونے کا اظہار کیا پھر خود انکیں تلاش کرنے کا فیصلہ کر
 کے اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ باہر موجود ان وہ پہرے سے اداروں
 سے لے کر بغیر وہ اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا تو بہت سے اداروں
 دونوں اس کے لیے سٹھ کھرا کر دیتے۔
 نہایت ہی دقتوں سے چلتا ہوا وہ زمین طرف سے

”نہیں، اس کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ بڑے صاحب کی حفاظت پر مامور ہواؤں نے اپنی جان کی بازی لگا کر اپنی حفاظت کرنے کا حکم کر رکھا ہے۔“ اس نے مجھ سے لہجے میں کھارنگی کی تیزی سے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کی اب تک کی کیفیت کے باعث مشاہیرم خان کے لیے یہ عمل کئی غیر متوقع تھا۔ بہت تیزی سے پیچھے ہٹنے کے باوجود اس کے ہاتھ پر ایک ہلکا سا جگہ لگ ہی گیا۔ اس نے دیکھا کہ پیر سے دار کے ہاتھ میں ایک چمکنا ہوا بھجڑ ہے جس سے وہ ڈر رہا اور گرنے کے لیے پر تزلزل رہا۔ مشاہیرم خان اس لڑائی کو کھول نہیں دے سکتا تھا کیونکہ شوہر شہاہ کی صورت میں اندر موجود شیر اکبر ہوشیار ہو سکتا تھا۔

اس نے پیر سے دار کے دوسرا حملہ کرنے سے قبل بھڑی سے حرکت کی اور ہاتھ میں موجود راسل کو لاٹھی کی طرح استعمال کرتے ہوئے بھر پور وار کیا۔ اس کا نشانہ پیر سے دار کا سر تھا لیکن کیونکہ پیر سے دار خود بھی حرکت میں تھا اس لیے اس کا نشانہ نکل گیا اور راسل کا ہاتھ اس کے شانے پر لگا۔ شانے پر لگنے والی یہ ضرب اپنی زور داری کو دکھانے والی تھی کہ سنہال نہیں سا اور ہچککنے کے باعث اس کے ہاتھ سے بھڑی نکل گئی۔ بھڑی ہاتھ سے نکلنے والی ایک وحشت ناک چنگاری اور چمکنا لگا کر بھڑی تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اب مشاہیرم خان اسے صہلت دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

اس نے ایک بار بھر راسل کو کھمیا اور اس ہار کا نشانہ ہانگ درست تھا۔ پہلی ہی ضرب سے پیر سے دار کی کھوپڑی ترخ گئی اور وہ لہراتا ہوا نیچے آگرا۔ مشاہیرم خان نے احتیاطاً اسے ایک ضرب اور لگا دی لیکن حیثیتا کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ پہلی ضرب پر ہی اخیر آواز نکالنے جہاں کافی سے کوچ کر چکا تھا۔ مشاہیرم خان اس کی راسل کو پھیلے ہی اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔ اس اضافی وزن کو ایک طرف پھینک کر اس کا بھڑا اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ عجیب وضع کا بھڑ تھا جس کی شکل کچھ ہالٹا ٹانگی اور وہ بے طرح جھلجھلا رہا تھا۔ دیکھنے سے صاف پتا چل رہا تھا کہ بھڑی کی دھار بہت تیز ہے اور وہ انسانی گوشت تو کھا پڑے اور کھینچتے چڑوں کو بھی یہ آسانی کاٹ سکتا ہے۔ بھڑی کی ان خصوصیات کے پیش نظر مشاہیرم خان نے اسے اپنے ہاتھ میں ہی چلا لیا اور راسل شانے سے ہٹا لی۔ اب اس کا رخ مرکزی قمارت کے دروازے کی طرف تھا جہاں اس کے شیمن کے مطابق شیر اکبر بھی کی ٹیلہ سو رہا تھا اور اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس کے پیش کمرے کے باہر کون ہی قیامت آجھری ہوئی ہے۔

مرکزی دروازے سے پر آؤ بیٹک لاک کا ہر قسم کے جسم کے لاک کی خصوصیت ہوتی ہے کہ اسے اندر سے چابی لگانے سے صرف تو کھرا کر کھرا جاسکتا ہے لیکن اندر سے چھولنے کے لیے ہر صورت چابی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس جسم کی مصلحت سے نکلنے اور پھیلنے کے لیے اسے کچھ مہینے کی آلات چھرا لایا تھا لیکن اتنی ہی سے اسے کچھ چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ یہاں آؤ بیٹک ہتھیار کا مستعمل بھی ہو گیا تھا اور دروازے کا ناکھولنے کے لیے بھی ہاتھ میں موجود بھڑی بہت موزوں تھا۔ اس سے بھڑی کی ٹوک کو اپنے ہتھکے کے لیے آواز یا تو ذرا ہی کوشش سے ہی لاک کھل گیا۔ لاک کھلنے کے بعد اسے اندر داخل ہونے سے کون روک سکتا تھا۔ وہ آرام سے اندر چھتا ہوا اور اپنے قدموں پر پتا ہوا اور کھٹکا کھٹکا لہتا رہا۔ کچھ سے کچھ اندر آئے سرے میں اسے ایک ایسا بھڑی مرگھٹ سونپا ہوئی نظر آئی۔ بھڑی مرگھٹ سے ہی لاک مرگھٹ کی جو شیخی طور پر بھڑی اکبر کی راسل کھانے کا لے اور متعلق تھری ہی جیسے جھوس کے لیے رکھی تھی۔ مشاہیرم خان اسے پاؤں اندر داخل ہوا اور بھڑی کی شیخی پر بھی ضرب لگا کر اسے بے ہوش کر دیا۔ لاک مرگھٹ بے ہوش کرنے کے بعد اس نے باہر نکل کر احتیاطاً اس کے کمرے کے دروازے کی کٹھنی لگا دی۔ اس نے ہر وہ ایک ایک کمرے کو چیک کرتے چلا گیا۔ زرا آٹھ آدمی ڈانٹک ہال، نیوٹنگ روم، سب ہی اپنی روپے کی اٹھیا سے حرجین تھے اور یہ سارا انتظام صرف ایک شخص نے ہی کیا تھا۔ خالی کمروں میں جھانکنا ہوا وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچا تو اس کے وہجاں نے اسے بتایا، یہ کمرہ خالی نہیں ہے اور کمرہ خالی نہ ہونے کا مطلب تھا کہ وہاں شیر موجود ہے۔ اپنے اندازے کی تصدیق کے لیے اس نے دروازے پر کان لگا کر دوسری طرف سے کوئی آواز سننے کی کوشش کی لیکن وہاں کل سکوت تھا لیکن اس سکوت سے اس کا یہ شیمن حیران نہیں ہوا کہ کمرے میں کوئی موجود ہے۔ وہ قمارت کے سارے کمرے دیکھ چکا تھا۔ وہاں اسے ایک بڑے بڑے بھڑی تھا لیکن اس کی کھات بھاری تھی کہ وہ ہسٹوں کے لیے تھی ہے۔ شاید یہی بھڑی تھی کہ کوئی خاص مہمان آج ہو گا تو اسے اس بڑے روم میں ٹھہرانے کا اہتمام کیا گیا ہے جو گاؤں کے رہنے والے ان رہائش گاہ سے بہت گراؤں کے عمارت تھی لیکن اسے جانے مانے کا اندازہ ہی نہیں تھا اور وہ دروازے کے کھولنے کے بعد اسے کھوس فرما دیا اور وہاں ٹھہرایا جاتا تھا۔

کھلنے والے اسے ہونے کی وجہ سے بھی کمرے میں سنا ہوسکتا ہے۔ یہ دروازے کی تاب کو کھمیا۔ دروازہ اندر سے اس لیے کھولا نہیں جا سکتا۔ اب اس کے پاس بھڑی کو کھولنے کے لیے آواز دینا ضروری ہے۔ اسے لاک کے دروازے کی کٹھنی لگا دی۔ اس نے ہر وہ ایک ایک کمرے کو چیک کرتے چلا گیا۔ زرا آٹھ آدمی ڈانٹک ہال، نیوٹنگ روم، سب ہی اپنی روپے کی اٹھیا سے حرجین تھے اور یہ سارا انتظام صرف ایک شخص نے ہی کیا تھا۔ خالی کمروں میں جھانکنا ہوا وہ ایک کمرے کے دروازے پر پہنچا تو اس کے وہجاں نے اسے بتایا، یہ کمرہ خالی نہیں ہے اور کمرہ خالی نہ ہونے کا مطلب تھا کہ وہاں شیر موجود ہے۔ اپنے اندازے کی تصدیق کے لیے اس نے دروازے پر کان لگا کر دوسری طرف سے کوئی آواز سننے کی کوشش کی لیکن وہاں کل سکوت تھا لیکن اس سکوت سے اس کا یہ شیمن حیران نہیں ہوا کہ کمرے میں کوئی موجود ہے۔ وہ قمارت کے سارے کمرے دیکھ چکا تھا۔ وہاں اسے ایک بڑے بڑے بھڑی تھا لیکن اس کی کھات بھاری تھی کہ وہ ہسٹوں کے لیے تھی ہے۔ شاید یہی بھڑی تھی کہ کوئی خاص مہمان آج ہو گا تو اسے اس بڑے روم میں ٹھہرانے کا اہتمام کیا گیا ہے جو گاؤں کے رہنے والے ان رہائش گاہ سے بہت گراؤں کے عمارت تھی لیکن اسے جانے مانے کا اندازہ ہی نہیں تھا اور وہ دروازے کے کھولنے کے بعد اسے کھوس فرما دیا اور وہاں ٹھہرایا جاتا تھا۔

اس نے ایک بار بھر راسل کو کھمیا اور اس ہار کا نشانہ ہانگ درست تھا۔ پہلی ہی ضرب سے پیر سے دار کی کھوپڑی ترخ گئی اور وہ لہراتا ہوا نیچے آگرا۔ مشاہیرم خان نے احتیاطاً اسے ایک ضرب اور لگا دی لیکن حیثیتا کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ پہلی ضرب پر ہی اخیر آواز نکالنے جہاں کافی سے کوچ کر چکا تھا۔ مشاہیرم خان اس کی راسل کو پھیلے ہی اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔ اس اضافی وزن کو ایک طرف پھینک کر اس کا بھڑا اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ عجیب وضع کا بھڑ تھا جس کی شکل کچھ ہالٹا ٹانگی اور وہ بے طرح جھلجھلا رہا تھا۔ دیکھنے سے صاف پتا چل رہا تھا کہ بھڑی کی دھار بہت تیز ہے اور وہ انسانی گوشت تو کھا پڑے اور کھینچتے چڑوں کو بھی یہ آسانی کاٹ سکتا ہے۔ بھڑی کی ان خصوصیات کے پیش نظر مشاہیرم خان نے اسے اپنے ہاتھ میں ہی چلا لیا اور راسل شانے سے ہٹا لی۔ اب اس کا رخ مرکزی قمارت کے دروازے کی طرف تھا جہاں اس کے شیمن کے مطابق شیر اکبر بھی کی ٹیلہ سو رہا تھا اور اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ اس کے پیش کمرے کے باہر کون ہی قیامت آجھری ہوئی ہے۔

اس نے پیر سے دار کے دوسرا حملہ کرنے سے قبل بھڑی سے حرکت کی اور ہاتھ میں موجود راسل کو لاٹھی کی طرح استعمال کرتے ہوئے بھر پور وار کیا۔ اس کا نشانہ پیر سے دار کا سر تھا لیکن کیونکہ پیر سے دار خود بھی حرکت میں تھا اس لیے اس کا نشانہ نکل گیا اور راسل کا ہاتھ اس کے شانے پر لگا۔ شانے پر لگنے والی یہ ضرب اپنی زور داری کو دکھانے والی تھی کہ سنہال نہیں سا اور ہچککنے کے باعث اس کے ہاتھ سے بھڑی نکل گئی۔ بھڑی ہاتھ سے نکلنے والی ایک وحشت ناک چنگاری اور چمکنا لگا کر بھڑی تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اب مشاہیرم خان اسے صہلت دینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

یہ بھی کہ وہ یہاں اپنے اس پیش کمرے میں کھریے گا۔ انہوں کو متحدہ برادری کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ ان صورتوں کی زبا نہیں تھی، خوف، لاپرواہی کسی بھی دوسری وجہ سے بند رہتی ہوں گی لیکن زریعہ ان کے گئے میں تکلیف تھی۔ مشاہیرم خان خود اپنے کاٹوں سے اسے اس قدر عورت کی بحث من کر آتا تھا اور اب شیر اکبر کی زبان سے اس کی صورت کے اظہار جاری ہوتے ہوئے بھی من لے تھے۔

دنا بصر من

پارسی شہزادہ شہنشاہ

مگلوں نے کیلئے ہزار سے مقرر کردہ ایک سپورٹرز

ویلکم ٹریڈرز

سے بطور

WELCOME TRADERS

189-E, Block-2, P.E.C.H.S, Karachi

Pakistan

Tel: (92-21) 34545513, 34520214

Fax: (92-21) 3454885

Cell # 0333-4315950

Email: zaidi@welcome.com.pk

Website: www.welcome.com.pk

جاسوسی ڈائجسٹ 197 • 2 نومبر 2012

میں اس کا لہجہ نہایت دھما اور نرم ہوتا تھا مگر یہ قہار قہر سے
 میں وہ اپنی اصلیت کے ساتھ ظاہر ہوا تھا۔ اب حیرت انگیز
 دیکھا تھا اس لیے مظاہرہ خان نے بھی قہار کا فیصلہ کیا اور ایک
 دم ہی پورا پورا ہلاک و کھول دیا۔ وہ اندازہ کھولتے ہی وہ کھلی کے
 کونے کے کی طرح اندر داخل ہوا اور پھر فوراً ہی اپنی پشت پر
 دروازے کو پکڑ کر دیا۔ یہ صورت حال شہر کے وہم و گمان میں
 بھی لٹکن ہو سکتی تھی۔ وہ پوری طرح بڑبڑا کر کھڑا ہوا تو اس کے
 ہاتھ میں موجود ہتھیار نکلا اور وہ پورے کالین پر بے اندازہ گرا۔
 اس میں موجود ہتھیار نکلا، ہر گز کانٹا نہیں چبھ گیا۔
 "نگ... کیوں ہو تم؟" وہ لڑکھائی آواز میں کہا
 جانے والا ایسا سوال کھل کر اس سے کھل مظاہرہ خان اس
 کے سر پر پھینکا کہ گھڑی دھاروں کے گنگے پر دکھ چکا تھا۔
 "کوئی آواز نکالے بغیر صرف اور صرف میری
 ہدایات پر عمل کرو ورنہ میں تمہاری شرک کاٹ دوں گا۔"
 مظاہرہ خان نے خوفناک لہجے میں دھمکی دی۔
 "یہ گھڑی کھری گھڑی دھاروں کے گنگے پر دکھ چکا تھا۔
 ہوں۔" شہر کی گھڑی گھڑی ہوئی تھی اور وہ مظاہرہ
 خان کی موجودگی سے زیادہ اس کے ہاتھ میں پکڑے گھڑے
 خانک نظر آ رہا تھا۔
 "تمہارے یہ گھڑی تمہارے ایک چاہنے والے سے بچتا
 ہے۔ وہ اس گھڑی سے میری جان تو نہیں لے سکا لیکن میں
 تمہاری جان بہت آرام سے لے سکتا ہوں۔ اس لیے کوئی
 اپنی سیدھی حرکت کرنے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں۔"
 گھڑی کی شرک سے بنائے پھر اس نے حیرت دہکائی۔
 "میں نے کہا ہے کہ میں تمہاری ہر بات ماننے کے
 لیے تیار ہوں۔ تم یہ گھڑی اور ہاتھ اندازہ کرو کہ تمہارے کیا چاہتے
 ہو؟" اس بار مظاہرہ خان کو بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ گھڑی سے
 بے پناہ خوف زدہ ہے۔
 "تمہیں میرے ساتھ یہاں سے اس طرح چھوڑنا ہو گا
 کہ کسی کو بھی یہ اندازہ نہ ہو سکے کہ تمہیں تمہاری مرضی کے
 خلاف زبردستی یہاں سے لے جایا جا رہا ہے۔" اس نے گھڑی
 ہانکنے کے بجائے اس کا ہاتھ پکڑا اور بڑھا دیا اور اب اس
 اپنی ہی سرکائی تھی کہ گھڑی دھاروں کی چلنے میں ہاتھ جاتی۔
 "میں راضی ہوں۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا لیکن تم
 یہ گھڑی اور ہاتھ۔" وہ پکھی پکھی آواز میں بولا تو مظاہرہ خان
 نے اس کا بے پناہ خوف دیکھتے ہوئے گھڑی کا ہاتھ ڈرا کر رکھ دیا۔
 "میں ابھی اور اسی وقت چلیں گے۔ تم یہ ہاتھ کو باہر

جاننے کے لیے تمہاری گاڑی کون اڑا رہا ہے؟"
 "میرے پیر سے اندر میں ہر ایک اڑا رہا ہے۔
 ہے اور میں نہیں جانتے وقت میں اس سے کسی نہ کسی کو اپنے
 ساتھ ضرور رکھنا ہوں۔" اس نے بتایا۔
 "اس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی اس قابل
 نہیں ہے کہ گاڑی چلا سکے۔ ویسے بھی تمہیں اگلے تین دنوں سے
 ساتھ چھوڑنا پڑے گا۔ تمہیں اڑا رہا ہے۔" اس نے
 "ہاں۔" اس نے فوراً آٹھانٹ میں سر دیا۔
 "ٹھیک ہے تو پہلے اپنے ذہن کو یہ اطلاع دے دو کہ تمہیں
 ابھی اور اسی وقت سب ہاتھ چھوڑ کر تھوڑے دنوں کے لیے جانا ہے
 کٹ جانے کا حکم ملا ہے اس لیے تم یہاں سے جا رہے ہو۔"
 شہر کا جوڑا کاروں کے پاس موجود تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا
 کہ وہ پہلے ہی کم از کم دو بار اس طرح سے قاب ہو چکا ہے
 اس لیے اس نے اس وقت کی اسے اپنی ہمت ماننے کا حکم دیا۔
 "میں کچھ کیا کر سکتا ہوں؟ تم اب ذرا بیچے ہوتے
 جاؤ اور مجھے فون کرنے دو۔" شہر بہت آسانی سے تھا ان کا
 آواز ہو گیا تھا۔ مظاہرہ خان کو اس سے ایسے ہی ہوس پان کی
 امید نہیں تھی اور وہ کچھ رہا تھا کہ اس سے اپنی بات ماننے
 کے لیے ایسے خاصے بندوں سے کام لینا پڑے گا کہ انہیں یہاں تو
 بہت آسانی سے بات نہ کہنی تھی اور وہ اس آسانی کو نہیں اندازہ
 کچھ رہا تھا کہ گھڑی کی طرف پر بہت مضبوطی دکھانے کے
 باوجود وہ کچھ کمزور ہوتا جا رہا تھا اور اس کے خیال میں اس
 خون کے مستحکم سڑاؤ کی وجہ سے تھا۔
 "میں تمہیں ذرا لمبی چھوٹ نہیں دے سکتا۔ یہ گھڑی
 تمہاری شرک پر ہی رہتا رہے گا۔ تم فون کرو۔" اگر کچھ
 بھی گزیرا تو اس کوئی تو میں تمہارا گنگا کاٹ دوں گا۔" وہ شہر
 کے ساتھ ذرا لمبی رہا یہ بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔
 ایک اندیشہ یہ بھی تھا کہ اس کا یہ تھا وہ یہ نہیں کوئی چل
 ہی نہ ہو۔
 "ٹھیک ہے، جسکی تمہاری مرضی لیکن ذرا احتیاط کرنا۔
 یہ نہ ہو کہ گھڑی ہانکنے میں میرے گنگے میں نہیں جاسکتے۔"
 اسے دیکھتے نہ ہوتے دیکھ کر اس نے ہتھیار ڈال دیے لیکن
 ساتھ ہی ایک خوف زدہ کی آواز گونجی۔
 "میں بے احتیاطی صرف اسی صورت میں کروں گا
 جب تم احتیاط نہیں کرو گے۔" مظاہرہ خان نے گھڑی سے
 جواب دیا اور اسے ہاتھ کے اشارے سے فون کی طرف
 متوجہ کیا۔ شہر مڑتا کیا نہ کرتا کہ مصداق فون کا۔ یہ پورا تھا کہ

ہاتھ کو..... جاننے کی اطلاع دینے لگا۔ اس نے
 مظاہرہ خان کے اشارے پر ہاتھ کو زیادہ طول نہیں دیا تھا
 بلکہ کھلی کر کھینچ کر رکھی گئی۔
 "اب یہ بتاؤ کہ گاڑی کی چابیاں کہاں ہیں؟" وہ دونوں
 سے فارغ ہوا تو مظاہرہ خان نے اس سے استفسار کیا۔
 "چابیاں اس میز کی درواز میں ہیں۔" اس نے
 اشارے سے بتایا۔
 "مظاہرہ خان اسے گھڑی کی درمیں لے کر اپنے
 کٹ لے گیا۔ اس نے کچھ ہاتھوں سے درواز کھولی۔
 کے ساتھ ہی سیاہ رنگ کا وہ جی پائل بھی رکھا تھا۔
 دیکھ کر مظاہرہ خان کی گرفت گھڑی پر پکڑ اور پھر اسے
 شہر نے اس کے ہمیشہ میں پیدا ہونے والا تھوڑا سا غصہ
 اس کی اور پائل کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت کیے
 صرف چابیاں نکال لیں۔ وہ چابیاں نکال چکا تو مظاہرہ
 خان نے اسے پیچھے سے پکڑا کہ گھڑی کی دروازے کے
 کھلی پڑنے کا حکم دیا۔ وہ دونوں اپنے روم سے لے کر پورے
 اس طرح آئے کہ گھڑی کی گردن پر ہاتھ پکڑ کر رکھا ہوا تھا۔
 "تم ذرا تھک سیتے ہو۔" میں پیچھے بیٹھوں گا۔"
 مظاہرہ خان نے اسے حکم دیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اس کا گھڑی
 کی گردن سے دور رہتا تھا لیکن اس موقع پر بھی اس نے
 کھلی پکڑنے کا حکم دیا اور شہر کے ذرا تھک سیتے پر بیٹھنے
 کچھ خود بھی کھلی سیتے پر ہر انسان اور گیا۔ گھڑی میں ہی اس کا
 گھڑی ایک بار پھر شہر کی گردن پر تھا۔
 "مظاہرہ خان کی درمیں کھولی۔" شہر اس میں چابی لگا رہا
 تھا اس سے پیچھے سے یہ حکم ملا۔ اس نے ہاتھ سے ہونے انداز
 میں کچھ ہمت کھولی۔ اس میں اسے یہ ممانعت کا ایک چھوٹا
 سا پائل رکھا ہوا تھا۔ مظاہرہ خان نے چپک کر پائل اپنے
 پاس رکھی کر لیا۔
 "میں ایک بار پھر تمہیں یاد دلا رہا ہوں کہ کوئی گزیر
 نہیں کرنا ورنہ میں تمہارے سر و جانوں سے بھی زیادہ ہانگ
 لگاؤں۔ اپنی جان بچانے میں وہ کچھ نہیں کہیں گے
 ساتھ میں بیٹھوں گا۔ ہاں اگر تم مجھ سے تعاون کرتے رہے
 اور میری حد تک تمہاری زندگی کی ضمانت ہے۔" اس نے
 اشارے والے انداز میں شہر کو یاد دہانی کروائی تو وہ اس
 سے ہتھ کھینک لیوں پر زبان ہی بکھیر کر رہ گیا اور اس کی اجازت
 سے گاڑی اسٹارت کر دی۔ بے اندازہ آگن والی جیسی گاڑی
 کو پوری سے آگے بڑھی۔ مظاہرہ خان نے خود کو کھلی

گلاب اور کائنات

"ٹھیک ہے کہ تم ایک گلاب نہیں بن سکتے مگر اس
 کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم ایک کائنات بن جاؤ۔ یہاں ایک راز
 کی بات ہے اور وہ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ جو کچھ اس کا
 نہیں بتا وہ زیادہ تر گلاب ہی بن جاتا ہے۔"
 (اسحاق احمد زہرہ، 3۔ گلاب ہا ایمان، گلاب)

نفس کے پانچوں میں اس طرح چھاپا کہ کہ باہر سے ایک
 غمزدگی دیکھتے ہی وہ کہہ کر کھلی نہ دے۔ گاڑی کی ٹینک ہونے
 کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ذرا تھک سیتے پر خود شہر
 اکبر موجود تھا۔ البتہ اس موقع پر اسے اپنی ایک گھڑی کا
 احساس ضرور ہوا۔ وہ شہر کو اس لمحے میں اٹھا کر باہر لے آیا تھا
 جس میں وہ اپنے بچے روم میں بیٹھا شراب نوشی کر رہا تھا۔
 عبادت گاہ کے کالونڈر ہمیشہ اسے ہمیشہ کھلی دکھانے سے حیرت
 نوبی اور چٹنے میں دیکھنے کے عادی تھے، اسے اس وقت بھی
 میں دیکھ کر ضرور چڑھنے لگتی اب اس کے پاس اپنی گھڑی کو
 درست کرنے کا موقع نہیں تھا۔ گاڑی آگے بڑھتی جا رہی تھی
 اور وہ بہت مشکل سے باہر بارش کو اپنی لین میں لینے والی
 دھند کو سر ہٹک کر دور کر رہا تھا۔ آخر کار گاڑی عمارت کے
 میں گیت کو پار کر رہی تھی اور اس نے اپنے دل میں بڑی
 شدت سے اٹھ کا ٹھہرا لیا۔
 "لیفٹ پر لے لو اور پھر جہاں سڑک ختم ہو وہاں
 گاڑی روک لیتا۔" اس نے ایک اور حکم صادر کیا اور مشکل
 سے سر کو جھکا۔ بس اب ذرا ہی دیر کا راستہ بچا تھا۔ اس کے
 بعد لے شہر ہنسنے کے مطابق آری کی گاڑی اس کی پیٹھ
 ہو گئی۔ پھر اسٹاپ پر اسے یہ بات پہلے ہی ملے ہوئی تھی کہ
 رات گیارہ سے گھڑی تک آری کی دو گاڑیاں مسلسل متروک
 تھیں۔ یہ موجود ہیں کی اور اس کے بعد سارے معاملات وہ
 لوگ اپنے ہاتھوں میں لے لیں گے۔ اس نے بہت کوشش
 سے متروک چھ پر پہنچنے تک اپنے اس کو قائم رکھا۔ شہر کا ایک
 مقام یہ بھی تھا کہ ٹھیک میں چھوٹا ہو کر شہر کے کھانوں کی کوئی
 گاڑی تعاقب میں نہیں آتی تھی یا شاہد ان میں سے کسی کی
 جرأت ہی نہیں ہوتی تھی کہ وہ بڑا ہاتھ اس کی گاڑی کے
 پیچھے آئے۔ کچھ ہو گئی تھا، اس کے لیے یہ حقیقت سب سے

بڑی تھی کہ اس نے اپنا مشن کامیابی سے مکمل کر لیا ہے۔ اس کے سبب وہ انتہائی متحرک ہو گیا۔ پر گاڑی روکی تو اس نے گاڑی کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز میں شکر اور ایک بار پھر جھٹک کر دماغ کو گرفت میں لے لینے والی وحش سے جھٹکا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس بار سے اپنی کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی اور انھیں خود بخود ہی بند ہونی پڑی تھی۔

”اسٹریچ لاء اور اسے انجینئرس میں شفٹ کرو۔ بری آپ۔“ بند انھوں نے اس سے بڑھ کر آٹری چند آواز میں سنیں ان میں گاڑی کا دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ کسی کی جتنی ہوئی آواز میں کہا جانے والا یہ جملہ بھی شامل تھا۔ پھر اس کے بعد وہاں کیا کچھ ہوا اسے خبر نہ ہوگی۔

☆☆☆☆

”اے چپ چپ کیوں رہتے ہو بادشاہ! کچھ کچھ کچھ کیا کرو۔ ایسے زبان کی کر بیٹھے رہو تو جیل میں وقت گزارنا پڑا مشکل ہو جائے گا۔“ تھیل میں اس وقت ترمزنگ کا وقف تھا اور قیدی کئے میدان میں مختلف ٹھیل ٹھیل کر اپنا دل بہا رہے تھے۔ سلو کار فطرتاً گھروں میں ہوتا تھا اس لیے اسے سب سے الگ ٹھیلنگ میں رکھا گیا تھا اور ابتدائی ایام میں اسے اس کی کوشش سے بالکل بھی باہر نہیں نکالا جاتا تھا۔ انگریزی اور سنکین زدہ کال کوشش کے چند دنوں نے ہی اس کے دماغ کے بہت سے کچھ سے بہا رہے تھے اور وہ ایک فطرت میں اذہ ہے ہوئے دشمن کی حیثیت کے بجائے ملطف انداز میں سوچنے لگا تھا۔ سوچ کی اس تبدیلی کے بہت سے محرکات تھے جن میں سب سے پہلا محرک تو یہ سوال تھا کہ اسے وہ زبردستی کے بیٹے کے دیکھے میں اس کے مخالف سیاسی اپنے رکن کے لیے کیوں چنا گیا تھا اس بھری بڑی مجلس میں متحدہ سٹیج رنی انکاروں کی موجودگی میں وہ ایک شخص کو نکل کرنے کے بعد کسی بھی شکل میں کتنا تھا اور اگر یہ ممکن ہی تھا تو وہ کچھ ڈور ہر دو گار جنہیں اس واردات کے بعد اسے جانے دیا جاتا تھا اور وہاں کتنا تھا جسے موقع پر کھڑا کرنا ہوتے تھے اور وہ آدھی کون تھا جو اس کی ناکامی کے بعد اسے شہوت کروانا چاہتا تھا اس لیے خود دیکھا تھا کہ وزیر اعظم کے سکریٹری اپنا رہنے اس کی ناکامی کے بعد اسے کوئی مارنے کی کوشش کی تھی اور اگر میں وقت پر ایک دوسرا آدمی اسے چھاپ نہ لیتا تو اس کی جان ہوتا یعنی تھا۔ گرفتاری کے بعد اسے اس کی فوج میں اتارنے والوں نے اس حقیقت سے بھی آگاہ کیا تھا کہ بھارت میں اس کی پرورش خاص مقاصد کے

تحت کی گئی تھی اس لیے وہ خود اپنے دشمن اور ہم وطنوں کے خلاف جھٹکا مارنے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔ اسے یہ بھی پتا تھا کہ اس کی شخصیت کے نظروں میں آجانے سے پھر اسے اپنا کچھ نہیں کرنے کی ایک حیرت سے دو دکھار کرنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ اور وہ زبردستی کے خلاف سیاسی اپنے رکن کو نکل کر باہر آ کر پھر چھپ سٹیج رنی انجینئرس کے ذریعے اس کا نام پتہ کر دیا جاتا تھا۔ بھارت میں اس سٹاکا کا وہ اپنے نے اسے اس طرح پر بڑی فطرتاً اپنا دیا تھا۔ اسے کچھ نہیں آتا تھا کہ وہ اس وقت میں ہے کسے کچھ دیکھے اور کسے ملے۔

اس نے اچھی بنی والوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنی زبان نہیں کھولی تھی اور مسلسل خاموش رہا۔ ہاتھ میں تاسوٹی کے ہاتھوں سے قتل کی کال کوشش میں وہ کچھ بھی نہ کیا۔ کچھ جاننے والے جانتے تھے کہ اس نے کوئی اور کام چاہے نہ کیا ہو لیکن بھارت کا ایجنٹ تو وہ بہر حال ہے۔ لیکن زور دار ایک کوشش میں اس کے دل بہت ملطف نہیں ہو رہے تھے اور ابتدائی دو چار دن تو وہ انسانی شکل کیا۔ آواز کے لیے بھی ترس کر رہ گیا تھا۔ اس کوئی شخص چپتے سے کوشش کے روز سے کے بچے سے کھانا اٹھوا دینا تھا وہ انہوں کو جان کا رشتہ برقرار رکھنے کے لیے کسی نہ کسی طور کوشش بہت کرتا تھا۔ اسے اس اذیت سے جو وہ محسوس کر رہا تھا وہ بہت جانتا ہی اور اس کی اہانتا دے دے وہی کسی کو فخر سے دیکھنے میں لگتا تھا۔ ہر کے لیے اپنی کوشش سے باہر کئے میدان میں آگے آتا ہے۔ کچھ بھری گار جنہیں اسے تہمت مضمون ہوئی تھی لیکن اسے ایک کھیلے میں اس نے بھی کچھ کھیل میں حصہ لینے کی کوشش اور دوسرے قیدی سے بات چیت کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

چند ایک قیدیوں نے خود سے اس سے بات چیت کرنے کی کوشش کی بھی لیکن اس کی طرف سے کوئی ریپس نہ ہوا۔ کچھ بہت گئے۔ لیکن یہ ایک تھا جو بھی ہو تک کی طرف اس سے چمت کر دیا تھا اور ہر روز ترمزنگ کے اس وقت میں اس سے بات چیت اور کچھ بھارت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اپنی انجی ہوئی سوچوں میں غم رہنے والے سونے بھی اس کی باتوں پر توکل ظاہر نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی وہ انجی نہیں آتا تھا۔ ”تاہم تو وہ بہت کر دنی کے اندام میں چلا گیا ہے لیکن تیری ہوئی قتل دیکھ کر دل نہیں دانتا۔ کچھ بنا۔ کچھ بنا۔ کچھ بنا۔ قبا ان سالے پائیس والوں نے مجھے ایسے ہی بھری تھے لیے پکار لیا۔ یہ سالے بڑے... ہیں۔“ اس نے کچھ بڑا ہی گالی بڑی۔ ”اصل مجرموں کے قریب جاتے ہوئے ان کی پتھر میں کبھی ہوتی ہیں لیکن کوئی دیکھنے کے پتھر میں ہے

کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ کھٹکا سلسلے کے بڑے حوالے۔ ”کرنے کو تو میں بہت کچھ کر سکتا ہوں اور کرنا بھی چاہتا ہوں لیکن چاہیں تم اجازت کے لئے ہونگے یا نہیں؟“ اس کا ایسا سلو کہ بڑا ہی غریبوں ہوا لیکن یہ بات اپنے کسی انداز سے ظاہر نہ ہونے دی اور اسے اپنا ہی بولا۔ ”یہ فیصلہ تو تمہیں خود کرنا ہوگا۔ میں کچھ نہیں اپنے بارے میں کیا گارنٹی دے سکتا ہوں۔ میں تمہارے پاس دعا کی درخواست کے لئے کبھی نہیں آیا ہوں اس لیے تمہاری اپنی مرضی ہے کہ مجھ پر اجازت دے یا نہیں میری طرف سے بہر حال کوئی اعتراض نہیں ہے۔“

”متم کھیلے ہو لیکن اپنا دل پرانا ہے کہ تم پر اعتبار کروں۔“ اس نے جواب دیا۔ اس بار سلو خاموش رہا۔ ”یہ دیکھو میرے پاس کیا ہے۔“ اس نے سلو کا ہاتھ پکڑ کر بڑی رازداری سے اپنی جیب پر لگایا۔ سلو ہاتھ کھینچے ہی بڑی طرح پرتک کیا۔ اس کے توجہ یافتہ سلق انھوں نے فوراً ہی جواب لیا تھا کہ اس کے ہاتھوں نے جس سخت چیز کو چھوا ہے، وہ کوئی راز ہے اور وہ سوائے نظروں سے اپنے ہر دور کو دیکھنے لگا۔ ”تیس نے اور میرے کچھ ساتھیوں نے مل کر کھیلے سے بھاگنے کا منصوبہ بنا لیا ہے۔ ابھی کچھ دیر میں مکمل شروع ہو جائے گا۔ اگر تم چاہو تو سب کا کام لیا کرنا ہے۔ ساتھ بھاگنے سے۔“ اس کی کوشش ایسی تھی کہ سلو بچا کر دیا گیا۔ اسے کھلی امید نہیں تھی کہ صورت سے فطرتاً کھیلے والا یہ قیدی اسے اسکی کوشش کرے گا۔

”تمہارے پاس زیادہ سوچنے کی مہلت نہیں ہے۔ تمہیں ابھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمارے ساتھ یہاں سے بھاگنے کے یا ساری زندگی اس جیل میں سوتے ہوئے بڑا کر کے۔ وہ دیکھو... وہاں مکمل شروع ہو گیا ہے۔“ اس نے فٹ بال کھیلنے ہونے قیدیوں کی سمت اشارہ کیا۔ ان کے درمیان کھیلے کھیلے اہانک ہی لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں فائرنگ شروع ہو گئی۔ ہر طرف ہاتھ پائی گئی۔ قیدی دوسرے ٹکڑے بھاگتے گئے۔ ساتھیوں کی سہایاں اور کھینچی ہوئی آوازیں سنائی دینے لگیں اور ان سب آوازوں نے سب سے بھاری آواز اس اندر بھی اندام کی تھی جہت میں بھاگا یا

”مجھے تیری بھری جوانی پر حیرت آتا ہے۔ ابھی تیری عمر تو کچھ ہے۔ بہت ہوا تو میں انیس کا ہوگا۔ کچھ کھوں تو ابھی سے کھینچنے کوئے اور پیش کرنے کے دن تھے اور تو آ کر فوج لگا ہے اس جیل میں۔ وہ بھی دہشت گردی کے اندام میں۔“ اس نے بڑا دکھ ہوتا ہے مجھے۔ تمہے کہ دل چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کچھ کروں۔“ اس کا کچھ بھارتی سے بھرا ہوا تھا۔ ”تم کیا کر سکتے ہو میرے لیے؟“ اس نے سوچ لیا کہ اس شخص سے بات کر کے اس کی اہمیت جاننے کی

گیا تھا۔ سلوڈم خود سا کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ لمحوں میں جیسے سب یکجا ملت پلٹ کر رہ گیا تھا۔

”آؤ میرے ساتھ، یہ جہاں سے بھاگنے کا سب سے سہری موقع ہے۔“ اس کے ساتھ کھڑے قیدی نے اس کا ہاتھ تھام کر تیز سرگوشی کی اور اسے ایک طرف کھینچنے لگا۔ اگھٹ پدناں سلوڈم کی معمولی طرح اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس کے ذہن میں اس وقت سماجی قیدی کی آواز میں گونج رہی تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ اسے بھگا رہا تھا کہ اس پر جو الزامات تھے، ان کے باعث وہ جیتے جی قتل کی زندگی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا اور اگر اتفاق سے بھی چالیس سال بعد آزاد ہو بھی گیا تو اس حال میں نہیں ہو گا کہ زندگی سے کوئی لطف کشید کر سکے۔ اس کی ان باتوں میں حقیقت تھی اور خود وہ بھی قید کے ان چند دنوں میں اس کج پر سوچتا رہا تھا اور اگر اب قسمت سے اسے زندگی کی طرف جانے کا ایک موقع مل رہا تھا تو وہ اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھاتا۔ آؤ لٹھناؤں میں سانس لینے کے لالچ نے اس کے قدموں میں پھرتی پیدا کر دی اور وہ اپنے نجات دہندہ کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگا۔

ان کا رخ قتل کی اس دیوار کی طرف تھا جہاں ان سے پہلے ہی کئی قیدیوں نے پتلی کر کام دکھانا شروع کر دیا تھا۔ ان قیدیوں کے ہاتھوں میں پتلی، چھانڈے اور کھانسی وغیرہ موجود تھیں جن سے یہ وہاں پھرتے لگا کر وہ دیوار میں شکاف پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ قیدیوں کے پاس اتنی بروقت ان چیزوں کی موجودگی سے ظاہر تھا کہ منصوبہ بہت پہلے سے تیار تھا اور ابھی صرف موقع پیدا کیا گیا تھا۔ منصوبہ سازوں نے اتنی چالاکی سے کام لیا تھا کہ کئی سپاہیوں کی رائفیں چھین کر انہیں بے بس کر دیا تھا اور وہ دھواں دھار فائرنگ کرتے ہوئے دیوار توڑنے والوں کو گورہ کر رہے تھے۔ انہیں کوئی پروا نہیں تھی کہ اس فائرنگ سے پولیس والوں کے ساتھ ان کے سماجی قیدی بھی زد میں آسکتے ہیں۔ عجیب اور اتھری کا عالم تھا اور موقع کا فائدہ اٹھا کر وہ بھی فرار کی کوشش میں تھے جو اس سازش میں شامل نہیں تھے۔

”ہم ابھر سے کندھ ڈال کر باہر نہیں گے ورنہ اگر اس دیوار تک جانے کی کوشش کی تو مارے بھی جاسکتے ہیں۔ دیوار مضبوط ہے جانے نوٹ بھی سنکے یا نہیں۔ اوپر سے وہ لوگ دھواں دھار فائرنگ کر رہے ہیں۔ ہمیں کوئی گولی بھی لگ سکتی ہے۔“ بھاگتے بھاگتے سلوڈم کے سماجی قیدی نے اس سے کہا اور پہلو کی دیوار کی طرف رخ موڑ لیا۔ سلوڈم کہتا، وہ تو اس

کے دم و دم پر تھا اور آزادی کے لیے صرف اور صرف اس کا ہاتھ لے رہا تھا ورنہ اسے بالکل ظلم نہیں تھا کہ منصوبہ کیا ہے اور کیا نہیں۔ اسے تو بس اس شخص پر ہی انحصار کرنا تھا۔ وہ دونوں بھاگتے ہوئے کئی دوسرے قیدیوں سے ٹکراتے پھرنے کی دیوار کے قریب پہنچے تو اس شخص نے اپنی قمیض اٹھ کر اس سے بندھی ایک مضبوط رتی پھرتی سے کھول کر ہاتھ میں پکڑی۔ رتی کے سرے پر بڑا سا آکھڑا بندھا ہوا تھا۔ اس نے رتی کھنکھری قوت سے اس دیوار کی طرف اپنی تڑا آکھڑا دیوار میں پھنس گیا۔

”پلو پہلے تم لوہے پر چڑھو۔“ اس نے سلوڈم کو اشارہ کیا تو وہ پھرتی سے حرکت میں آ گیا۔ رتی کی مدد سے بند دیوار پر بڑھ کر دوسری طرف کودنا اس کے لیے بہت معمولی سی بات تھی اور اتنی آسانی سے آزادی حاصل ہونے کے خیال نے اس کے اندر تیزوش و ولولہ بھریا تھا۔ رتی کا سرا قھام کر وہ بند کی سی پھرتی سے اوپر چڑھنے لگا۔ اسی وقت اسے راتل پینے کی زوردار آواز سنائی دی اور گولی شوں کی آواز سے اس کے بہت قریب سے گزری۔ اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہ قیدی ایک دوسرے کے ساتھ کھنکھرتے اور ان میں سے ایک کے ہاتھ میں موجود رائفل سے دھواں نکل رہا تھا۔ دوسرے کی پوری کوشش تھی کہ اس سے راتل پھینک لے۔ اس شخص کے دور ان ہی وہ بند آواز سے بچنا۔

”مطمئن اور اپنا اثر جاؤ۔ ورنہ بے موت مارے جاؤ گے۔“ سلوڈم تڑپ میں جتا ہو گیا۔ چھرف کی دوری پر آزاد فضا تھی لیکن بچنے سے کوئی اسے بگاڑ رہا تھا کہ گروہ کیے تھے تو ہارا جانے گا۔ کھنکھرتی ہی اس نے موت کو اپنے سے چند انچ کے فاصلے سے گزرتے دیکھا تھا اس لیے خوف چاہتا۔ اس کا یہ دیکھنا شخص چند سیکنڈ کا ہی تھا لیکن اس کی تیز نظروں نے فوراً ہی دیکھ لیا کہ اسے بھاگنے کی ترقیب دینے والے قیدی نے اپنی جیب سے ریولور نکال لیا ہے اور اس ریولور کا رخ اس کی طرف ہے۔ اب بھاگنے کا موقع نہیں تھا۔ نہ ہی وہ کوئی کی رفتار سے زیادہ تیزی سے باقی ماندہ فاصلے طے کر سکتا تھا چنانچہ وہیں سے ریولور بردار پر چھلانگ لگا دی۔ وہ اسے چھلانگ لگا کر آگے بڑھا اور کچھ چکا تھا، اس نے فوراً ہی فائر ماریا۔ فائر کی بند آواز کے ساتھ ہی فضا میں ایک آسانی تھی جی پلٹ ہوئی اور روٹک بھٹکتی چلی گئی۔

یہ ٹیویج و سنسی حیدرستان حیات ہے
مزید واقعات آبد. Meena Channel پر مائیں

انکشاف نہ کیا جاتا تو آج غلبہ ہی ہو جاتا۔ لیکن اب مجھے امید ہے کہ اس جمل سے ایک بھی قیدی فرار ہونے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا اور ہم اپنی صفوں میں شامل کالی بھڑوں تک پہنچنے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔" ڈی آئی بی کی زبان سے ریاض انور کا نام سن کر خطرناک صورت قیدی اور سٹوڈنٹوں ہی چونک چڑھے۔ دونوں ہی کے لیے یہ نام شناسا تھا اور فرق صرف اتنا تھا کہ سلوکظم نہیں تھا کہ اس سب کے پیچھے ریاض انور موجود ہے جبکہ دوسرا جانتا تھا کہ وہ جو چاہے گا ہوا تھا۔ ریاض انور کی سرپرستی میں کر رہا تھا۔

"کیوں بھی شہباز! میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

حمید جمل سے فرار کروانے کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ ریاض انور نے ہی بنایا تھا اور اس نے ہی حمید کو سمجھایا تھا کہ اپنے منصوبے پر عمل درآمد کرتے ہوئے نہایت چالاک کیساتھ سلوکظم کو بھی فائدے کا دینا پڑے گا۔ ڈی آئی بی نے ہائل اچانک ہی سلوک کے ساتھ موجود قیدی کی طرف رخ کر کے ہونے اس سے کہا تو وہ جوا بجا فٹوش رہا۔ لیکن اس کی بھی نظروں اور چہرے کے اشارات سے پتا چلتا تھا کہ وہ یہ کہہ گیا تھا۔ وہ غلط نہیں تھا۔

سلوک انکشاف کو سن کر ہلکتا ہندیاں رو گیا۔ وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ ریاض انور کون ہے اور اس کی اور یاں کن باتوں میں ہیں۔ اگر ریاض انور نے اس کے گل کے احکامات جاری کیے تھے تو اس کا مطلب تھا کہ یہ ہم وہاں سے صادر ہوا ہے۔ جنہوں نے بیروں سے اسے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ وہ اس کے ہمدرد اور ہی خواہ ہیں۔

"تم کوئی جواب کیوں نہیں دیتے شہباز! جی ہلویہ یہ ریاض انور ہی کا کارنامہ ہے؟" ڈی آئی بی سلوک کی کیفیت سے بہت فریاد کی کوشش کرنے والے قیدی سے مخاطب تھا۔

"اب میں کیا بولوں برا آپ کو تو گتے سب بات کی ہٹی انکار میں ہے۔ ابھی ہم یہاں سے نکل جائے میں کامیاب ہو جاتا تو سیدھے ریاض صاحب کی خدمت میں پہنچتا۔ ان سے اسی طرح خدمت کا صلہ کوئی نہیں دیتا اور ابھی تو اگر کچھ میں یہ لوگ نہیں کہتے تو ہم انعام کے بھی حق دار ہو جاتے۔" ریاض صاحب نے بھوایا تھا کہ اس معاملے کو اپنے ساتھ بھاگنے کے لیے تیار کر رہا ہے اور یہی وہی ہو کر ساتھ نکل چکے تھے تو ہمیں وقت پر اسے کسی پائیس والے کی رائل سے آزاد دینا تھا کہ ہر طرف بھی خبر پھیلے کہ سیم حرف سلوک نہیں ہو جائے گی کوشش میں پائیس کی کوئی ناکانہ ذہن کر چکا ہو گیا۔ اس نے نہایت بے خوفی سے اعتراف کرتے ہوئے

ایک ایسا انکشاف کیا جس نے سلوک ہلا کر رکھ دیا اور اس کی نظروں میں اس کی مصلحتیں کھلی گئیں۔ لیکن تھا کہ وہ پیش کیے میں شہباز پر ہی مل کر دیتا لیکن فریاد اور انور کی نالی کبھی سے آگے۔

"کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش مت کرو۔" غصے لے جو کچھ کہا، اس کی سزا اسے سن جانتے کی۔ حمید ہمارے ساتھ چلا ہوا کہ چھری قسمت کا فیصلہ اور ہو گا۔" اس کے غلبہ میں کھڑا ہو کر یہ سب کہنے غصے تھا جس نے پھر یہ نکل اس کے دل اور کھڑا ہوا اور اسے کو کام بنایا تھا۔ سلوک دوسری بار اس کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ حاصل کرنے پر اندر سے غصہ رہ گیا لیکن فی الحال پتہ کرنے سے قاصر تھا۔ اس لیے وہ ہی بھڑکی۔

"اے کہرا ہمارا کام مکمل ہوا نہیں چلتے ہیں۔ اگر آپ اپنے احکامات خود بخود طور پر نہ لٹائیں گے۔" برادر نے ڈی آئی بی سے اہارت چاہی۔

"شیر۔" ڈی آئی بی اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ "کون صاحب کا ایک بھری طرف سے گھر ہے اور کرتے۔ یہ ان کی سرپرستی آئی بی صاحب کی فریاد میں بھی ہے۔ پرتانے والی ہے۔" وہ بہت ممنون دکھائی دے رہا تھا اور اسے ہر چاہے تھا کہ آئی بی صاحب ہتھے بھر کے لیے کھلی کے چیک اپ کرانے پر وہ ان ملک گئے ہونے تھے اور اس فریاد کو دہرائی میں جو کچھ بھی ہوتا، اس کی ذمہ داری اس شانوں پر ہی آ جاتی۔

ای آئی بی سے انور کی گفتات اس کے دہرائی سلوک اور شہباز کو لے کر باہر نکلے تو باہر بہت سے پائیس والے ان کے استقبال کے لیے تیار کھڑے تھے۔ ان میں ایک نے آگے بڑھ کر شہباز کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دیں اور پھر وہ تین چار افراد کے گھروں اور انہوں کی برساتا وہاں سے لے جایا جانے لگا۔ ان تینوں کے ساتھ صرف پائیس والے باقی رہ گئے۔

"اسے بھی ہتھکڑی لگانی ہے سر؟" ایک پائیس والا نے سلوک کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں! اسے ہم اپنا مہمان بنا کر لے جا رہے اور مہمانوں کو ہتھکڑی نہیں لگانی جاتی۔" رائل برادر جواب دیا۔

"ٹھیک ہے سر! ہمیں آپ کی مرضی۔ آپ کے

گازی تھا۔ ہے۔" اس نے مزید بات جواب دیا اور پھر ان تینوں کو اپنی رہائشی میں لے کر آگے سلوک کے سے پھر تھا کہ اس کے ہاتھ لگا کر ہوا ہے۔ البتہ اندر کمرے میں ہونے والی گفتگو سے اس نے یہ اندازہ قائم کر لیا تھا کہ اب اس کا واسطہ فریاد سے پڑنے والا ہے لیکن وہ ٹوک اس پر اسے مہمان کیوں ہو رہے تھے؟ یہاں تک ایک مہمان کی۔ وہ یہ سوال کی اس گازی کے پیشے بلیٹ پروف اور غلط تھے چنانچہ باہر سے کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا تھا کہ گازی میں تین ایسے افراد سوار ہیں جن کے جسموں پر قیدیوں والا لباس ہے۔ گازی انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہوئی تو تینوں میں بڑی جھگڑا میں خاطر خواہ کی ہو چکی تھی اور گتے کا قریب تمام حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ سلوک کیبت سے باہر گازی نکلنے پر جرات زدہ نظروں سے ان راستوں پر نظر دوڑائی جس پر لوگ آزادانہ چلتے پھرتے تھے لیکن وہ اس آزادی سے محروم تھا اور کچھ دیر تک وہ باہر مرنے سے پہلے کے بعد ایک بلیٹ پروف گازی میں، انہاں تو ان کے ساتھ نہ جانے کس انجان منزل کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔



"نی زندگی مبارک ہو۔" اسپتال کے نکلے اور اپنے ماحول میں آگے بڑھ کر مشاہیرم خان نے سمجھا استفادہ کرنا کو اپنے سامنے پایا۔ اس کے چہرے پر بڑی جان دار اور پُر ظہور مسکراہٹ تھی اور انہوں میں اپنا بیت کا احساس تھا۔

"ظہیر صاحب۔" مشاہیرم خان جواب میں نکل اتنا ہی کہہ گا۔

"اب تم کیا محسوس کر رہے ہو؟" سمجھا استفادہ کر رہا کہ اس کے سینے کے قریب ہی پتھر لگا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ بہت زیادہ فخر سے محسوس کر رہا تھا لیکن انہما مشاہیرم خان کی باتوں سے۔

"تم تو بلیٹ پروف مشاہیرم خان! تم نے جس طرح اپنی جان کی بازی لگا کر اس بیچرے کو ہم تک پہنچایا ہے، اس کے لیے ہم سب تمہارے احسان مند ہیں۔" سمجھ کے سبے میں مشیور تھی۔

"میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے اور اگر فرض کی ادائیگی میں بری جان بھی پہلی جاتی تو مجھے تم نہیں ہوتا۔" وہ سمجھنے سے بڑھ کر ہر جانا بیٹھ رہا ہے۔ اس نے مشیور سب کے میں پہنچاؤ میں جملہ ہوا۔

"جان دینا اور تمہارے ہاں اب کوئی بڑی بات

نہیں رہی ہے۔ لوگ معمولی رقم سے لے کر مذہب، سیاست، زبان، غیرت اور جانے کن کن بنیادوں پر اس مشکل مرحلے سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن ایسے خوش قسمت بہت کم ہوتے ہیں جنہیں اس بات کا اور اک ہو کہ وہ جان بھی جیتی تھی بازی نازقی نہیں نکال رہے ہیں۔" حمید مصوم نے کہ تم اس حال کو کس وجہ سے پہنچے تھے؟ ہمیں اس بجز سے زخم لگا تھا جس کی زد میں نہ کرکے بیچرے کو اس کے فائدے سے نکال کر ہم تک لائے تھے۔ وہ بجز زہر آؤ تھا اور اس کا زہر تمہارے سارے جسم میں پھیل گیا تھا۔ ڈاکٹر کو تمہاری جان بچانے کے لیے سرزد کو شش کرتی پڑی تھا اب جا کر تم نے آنکھیں کھولی ہیں۔"

"مجھے نہیں مصوم تھا کہ وہ بجز زہر آؤ ہے۔ اسے میں نے بیچرے کو کھڑے کھڑے سے بچھڑا تھا اور اس سے بھڑپ کے دوران ہی مجھے زہر لگا گیا تھا۔" اسے سمجھنے لگا کہ اس کے ہاتھ میں وہ بجز دیکھ کر بیچرے کو بچھڑا تھا وہ کیوں ہو گیا تھا کہ بے چران وچ اس کے برصہ کی شکل کرتا چلا گیا تھا۔ خود اپنی کیفیت میں اسے سمجھ آنے لگی تھی۔ وہ جسم میں مرہبت کرتے زہر کا ہی اثر تھا کہ وہ نہ حال سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس وقت تو اس نے اپنی کلوری کے بارے میں بھی تکیا کیا تھا کہ زیادہ خون بہ جانے کی وجہ سے اس کی کیفیت اور ہی ہے لیکن اب حقیقت علی تو دل میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا کہ اس نے اس پر احسان کیا اور تو اسے ارادہ کی کوئی مشیور تھی کہ وہ حالات سے بچے رہو گی منٹے میں کامیاب ہو گیا۔

"ہم بھی بجز کے بارے میں نہیں جانتے تھے لیکن خوش قسمتی سے ڈاکٹر نے ہمیں دیکھنے ہی کیفیت سے اندازہ لگا لیا کہ تم پر زہر کا اثر ہوا ہے۔ بعد میں بیچرے کو شش کی تو اس نے بجز کی حقیقت بتائی۔ اس قسم کے بجز اس کے چند مخصوص ماحولوں وغیرہ کے پاس ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے غلط افکار رکھے کہ بیچرے کو بچھڑا کر اس کی حفاظت کی خاطر وہ اپنی جان قربان کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ ان لوگوں کو وہ اپنے غاس کاموں کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ ان لوگوں کی اس نے اس طرح ہونے والی گھبراہٹ کو بھی گرا کر ان کے لیے اپنے مشن سے صحیح سلامت واپس لوٹا لیکن نہ ہو اور پتھر سے جانے کا خطرہ پیدا ہو جائے تو وہ باوجود خود کو سوزی کر دیتے تھے۔ اسی لیے تو میں نے تم سے کہا تھا کہ آج کل لوگوں کے لیے جان بچاؤ اور دینا دونوں ہی بڑی بات نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کر رہے ہیں اور میں اللہ کا شکر گزار

کرتا ہوں۔" اس نے مزید بات جواب دیا اور پھر ان تینوں کو اپنی رہائشی میں لے کر آگے سلوک کے سے پھر تھا کہ اس کے ہاتھ لگا کر ہوا ہے۔ البتہ اندر کمرے میں ہونے والی گفتگو سے اس نے یہ اندازہ قائم کر لیا تھا کہ اب اس کا واسطہ فریاد سے پڑنے والا ہے لیکن وہ ٹوک اس پر اسے مہمان کیوں ہو رہے تھے؟ یہاں تک ایک مہمان کی۔ وہ یہ سوال کی اس گازی کے پیشے بلیٹ پروف اور غلط تھے چنانچہ باہر سے کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا تھا کہ گازی میں تین ایسے افراد سوار ہیں جن کے جسموں پر قیدیوں والا لباس ہے۔ گازی انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہوئی تو تینوں میں بڑی جھگڑا میں خاطر خواہ کی ہو چکی تھی اور گتے کا قریب تمام حالات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ سلوک کیبت سے باہر گازی نکلنے پر جرات زدہ نظروں سے ان راستوں پر نظر دوڑائی جس پر لوگ آزادانہ چلتے پھرتے تھے لیکن وہ اس آزادی سے محروم تھا اور کچھ دیر تک وہ باہر مرنے سے پہلے کے بعد ایک بلیٹ پروف گازی میں، انہاں تو ان کے ساتھ نہ جانے کس انجان منزل کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔



ہوں کہ میرا شمار ان خوش قسمتوں میں ہوتا ہے۔" کچھ روزی اور
غون کی کمی سے زود پڑنے سے مبارک خان کے چہرے پر بھی
مسکراہٹ ابھر کر مدہم ہو گئی۔ البتہ مسکراہٹ کے ہونٹوں
پر ابھرنے والی مسکراہٹ بڑی جان دار اور ہلکے پوری۔

"تم خوش قسمت بھی ہو اور دلیریوں والے ہو کوئی آسان
بات نہیں تھی کہ شیرا کبیر کو اس کی کچھار سے یوں نکال لایا
جائے کہ کوئی ہنگامہ کھڑا نہ ہو۔" پھر نے ایک پارہ کھیل کر
اسے ابراہیم۔

"لیکن بعد میں تو ہنگامہ کھڑا ہوا ہو گا۔ اس کے
مخالفوں کے انجام اور میرے فرار نے بہت سے سوال
اٹھائے ہوں گے۔ کیا اس صورت حال پر اس کے عقیدت
مند مشتعل نہیں ہوں گے؟" وہ جسامتی طور پر ہنسنے لگا لیکن
دماغ نے تیزی سے کام شروع کر دیا تھا اس لیے اس کا دل تھا
کہ سوالات اٹھائے۔

"اس سلسلے میں ہماری بنیاد کبیر کے نائب سے ملے ہو
تھی ہے۔ وہ اپنے لوگوں کو یقین دلانے کا کچھ نہیں اپنی مرضی
سے کیا ہے۔ پھر کے بعد اسے وہاں اتنا اثر و رسوخ حاصل
ہے کہ اگر کچھ لوگوں کو کھٹکے ہو بھی تو وہ کچھ نہیں کر سکیں گے۔
اگر کسی نے اس کی مخالفت کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کا نام
لکھن جھڑو گے۔"

"لیکن وہ اس بات پر راضی کیسے ہو گا؟" مبارک خان
کو حیرت ہوئی۔

"اقتدار کے بانی میں۔" پھر مسکرایا۔ "مبارک خان
ہے کہ طاقت اور اختیار حاصل کرنے کے لیے لوگوں نے
اپنے غموں کے رشتوں کا بھی فائدہ نہیں کیا۔ ایسے میں اگر پھر
اکبر کے نائب نے ہمارے ساتھ ساز باز کرنی تو یہ کون سی
بڑی بات ہے۔"

"میں پھر بھی حیران ہوں کہ یہ ذیل ہوئی کیسے؟"
مبارک خان کی الجھن کو حیرت اپنی جگہ قائم تھی۔

"اس کے لیے مجھے نہیں تمام تفصیلات سے آگاہ کرنا
ہو گا۔ تم نے جو عرصہ اسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ
لڑتے ہوئے گزارا ہے، اس عرصے میں ہم نے پھر کے
سارے کس کس نکال کر اس سے نہ صرف بہت سی معلومات
حاصل کی ہیں بلکہ معاملات کو بھی تیزی سے نکالا ہے۔ پھر
نے اعتراض کیا ہے کہ وہ سلاٹ بھری ہے اور لیکن اسے اسے
ایک تربیت دی گئی ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے
میں جو بات کا حکم رکھنے کے ساتھ ساتھ ان سے شدہ و خفرت
کرتا ہے۔ وہ نو عمری میں ہی اپنے بزرگوں اور مذہبی پیشوا

کے سامنے اس بات کا عہد کر چکا تھا کہ عظیم اسرا نکل کی خاطر
اپنی زندگی وقف کر دے گا اور عہد کے سب سے بڑے
دشمن مسلمان کو جس وقت دیا ہو کرنے کے لیے ہر وہ کام کرے
جو اس کے لیے ممکن ہو۔ اپنی مخصوص تربیت اور ارادوں کے
ساتھ اس نے بہت نو عمری میں یہاں لایا گیا اور اپنی
چاہی اور ذہانت سے کام لے کر آہستہ آہستہ ایسا مقام
حاصل کر لیا کہ سب پھر لوگ اس کے عرض میں گر گئے۔ وہ
ان مردوں کو اس کو اسلام کے نام پر اپنی تعلیمات و عقائد
جن سے اسلام کا دور تک متعلق نہیں تھا لیکن اس نے انہیں

ہوشیاری سے اس کا کام دیا اور انہیں دیکھ کر ان کا دل
نہیں ہوسکا کہ کوئی ان کی برائی اور شک کرے کہ انہیں اسلام کی
حقیقی روح سے دور کرنا چلا جا رہا ہے۔ کس سے مخالفت کی
آواز اٹھی بھی تو اسے گراہ و خصب قرار دے کر اس کے
مخلاف نام نہاد جہاد کا اعلان کر دیا گیا۔ فریضہ شہر ایک
بڑے بڑے طبقے کو اپنے صاحب پر لانے میں کامیاب ہو کر ایک
طرف تو اسلام دشمنی بھڑاتا رہا اور دوسری طرف اس نے
پاکستان کی بڑی کوشش کرنے کے لیے راہوں سے بھی
ساز باز کرنی اور نہایت کامیابی سے ذیل لیکن کے ساتھ
ساتھ مذہبی ڈھنگا کارہل بھی ادا کرتا رہا۔ یہاں گزارنے
و اسے طویل عرصے میں اس نے پاکستان اور پاکستانیوں کا
بڑا نقصان کیا۔ پھاڑوں میں دہشت گردوں کی تربیت گے
لیے جو کچھ قائم کیا گیا تھا، اس کچھ کے قیام میں بھی پھر
نے خاموشی سے ہدی کی تھی۔ قہاری قسمت ابھی بھی کہ تم اس کچھ
کی تباہی کے برابر راست فاعے رہا ہونے کے باوجود وہی کی
تخریب میں نہیں آئے تھے ورنہ شاید پاکستان میں قدم رکھنے ہی
بھر لیے جاتے اور پھر یہ قابو پانا تو دور کی بات، خود اپنا جہاد
بھی نہ کر پاتے۔" پھر اس قدر ہی بات نے اسے اپنا پاکستان کا

پہلا دورہ یاد آ رہا۔ زندگی کا وہ حصہ اس کے دل پر ایسے
زخم لگا گیا تھا جو شایہ بھی نہ بھڑ پاتے۔ اس نے پتاہ کی جنگ
میں کھینچی وہ فوج کو اپنے گھر میں بنا دیا وہی لیکن قسمت کی
ماری ماہانہ وہاں بھی کھولنا نہ رہی اور اسے انہوں نے سے
بچانے کے لیے اس کے بھائی اکرم خان نے اپنی جان
قریبان کر دی۔ جہاں بیٹے کی موت نے ماں کو کم سے ایسا
نہ حال کیا کہ وہ ہوش حواس کھو کر گوں سے جلی تھی اور
آغا کا رہی جان کی بازی بھی ہار گئی۔ فتنے اور کم میں جھلا
مبارک خان نے اس وقت ایک عالم جنوں میں برف پڑا
پھاڑوں میں واقع اس ترقی کچھ تک رسائی حاصل کی تھی
اور اتنا قابو و خوش قسمتی کے باعث تھا اس کچھ کی تباہی کا

سبب بن گیا تھا۔ آغا سے تیار جا رہا تھا کہ اس کچھ کو قائم
کر لینے میں مدد دینے والوں میں ایک شیر بھی تھا اور اسے
خوش تھی کہ اپنی جان کی بازی لگا کر وہ برسوں سے لوگوں کے
ذہنوں میں زور پھرتے اس خاطر ساتھ کو بچانے میں
کامیاب ہو گیا ہے۔

"شیر پر پتہ نہ تھا کہ ہاتھ جو کھل طور پر ان میں شوق اور اس
نے اپنے قریب و جوار میں موجود کسی شخص کو بھالنا تک کیا اپنے
جانب کو بھی اپنی حقیقت کی ہوا نہیں گھنے دی گئی۔ یہاں جو
لوگ اس کے ساتھ تھے، وہ بھی اس میں حد تک اسے جانتے
تھے کہ شیر ایک ایسا فریضہ ہے جو مذہب کے نام پر
لوگوں کو بے خوف بنا رہا ہے اور اپنے چہرے نے زبردستی کا
چال چلنا کر لوگوں کو اپنا امیر بنا رکھا ہے۔ اس طرح ایک
طرف تو وہ لوگوں کو ہاتھوں سے دولت بنا کر خوب عیاشی کر رہا
تھا اور دوسری طرف اعلیٰ طبقے اور تعلیمی طبقوں میں اپنا
اثر و رسوخ بھی قائم کر رکھا تھا۔ اس کے کردار سے واقف
ہونے کے باوجود اس کے حضور میں دہترین کو اس پر اس لیے
کوئی اعتراض نہیں تھا کہ وہ انہیں بھی خوب عیاشی کروانا تھا
اور دل کھول کر دینا تھا۔ اس بات کا تو کسی کو گمان بھی نہیں تھا
کہ وہ اسرائیلی و بھارتی ایجنٹ ہے۔ چنگیز و انکا شہر تھا کہ
لوگوں کو کچھ چلنے کی طرح اپنی انہیں کے اشاروں پر
لیانے کے باوجود انہیں اپنے اصل جواز اور مقاصد کی ہوا
بھی نہیں گھنے دیے تھے۔ اس نے اپنی زندگی کے ساتھی بہت
سے سال اسرا نکل کی خدمت میں صرف کر کے اپنے آقاؤں
کو سب کا شوق خوش کر رکھا تھا، چنانچہ ان کی طرف سے بھی
اسے خوب نوازا جاتا تھا۔ اسرا نکل میں اس کے خاندان کو
بھی خصوصی رعایت و مراعات حاصل تھیں۔ اس کے اہلی
خاندان کی ہار بھی پھیلتی اور دستار چ کے ذریعے پاکستان
آ کر اس سے ملاقات کر بیٹھے تھے جبکہ وہ صرف وہ پار
اسرا نکل گیا تھا۔ ایک پار اپنی شادی کے لیے اور دوسری پار
اپنے باپ کی آخری سواہت میں شرکت کے لیے۔ ظاہر ہے
وہاں جانب سے ہونے والی یہ آمدورفت براہ راست
اسرا نکل اور پاکستان کے درمیان نہیں تھی بلکہ وہ لوگ پیش
کئی دوسرے ملک کے شہر کی حیثیت سے سفر کرتے
تھے۔ شیر کی بی بی نے اس کے اہل خانہ میں سے سب سے
نریا و پاکستان کا سفر کیا اور پیش کسی مذہبی جماعت کے
ساتھ جانے اور عرب مسلمان عورت کے روپ میں یہاں آئی۔
یہاں اس نے طویل وقتوں کے لیے قیام کیا جس
کے نتیجے میں ان کے ہاں بھی وہاں ہی بھی پیدا ہو گئی۔ ان

بچوں کو بھی شیرا کبیر کی طرح ہی اسرا نکل میں خصوصی تعلیم و
تربیت دینی جاری ہے۔ شیر کی بی بی بھی اسی کی طرح کٹر
بیوہی ہے اور اسے شوہر کی بہت کم رفاقت بصر آنے کے
باوجود اس بات پر فخر ہے کہ اس کا شوہر اپنے مذہب اور امن
کی خاطر اپنے شوہر پر بائیاں دے رہا ہے۔ ہم نے نہ صرف یہ
ساری معلومات پھر سے انکا میم جگہ اس کی ویڈیو بھی تیار
کی۔ اس ویڈیو نے ہمارا کام بہت آسان کر دیا اور ہم اس
کے نائب کو اپنا نمونہ اور رازدار بنانے میں کامیاب ہو
گئے۔ ہم نے ہوش تھے ورنہ بہت سے حالات سے میرے
پتانے البتہ بھی واقف ہو جاتے۔ پھر کے نائب پر بہت سی
توہان آرا نکل کی جاتی رہیں۔ کسی کا خیال تھا کہ جیسے وہ خاصی
میں پہلے بھی ایک پار نائب ہو کر وہاں آ گیا تھا، وہ یہاں اس پار
بھی ہو گا۔ بلکہ لوگ جو انداز کے حالات سے واقف تھے،
اسے شیر کا نوازا قرار دے رہے تھے اور ان آغا کا دلے وار
تھیں ہی شیرا جا رہا تھا کیونکہ ہم پر اسرا نکل پر اسپتال سے
نائب تھے۔ البتہ اس کے نائب نے ایک عمل مندی کی یہ
تھی کہ اس شیر کو اپنی دستوں تک نہیں جانے دیا اور ہیڑ سے
بگاڑے سے بچنے کے لیے خود ہی انکسار سے مذاکرات میں
مصروف تھا۔ شروع میں اس نے بہت شور مچا رکھا تھا کہ کسی
بھی طرح شیر کو بازیاب کر لایا جائے ورنہ وہ اپنے لوگوں
کے ساتھ مل کر پورے علاقے کی ایجنٹ سے ایجنٹ ہمارے
کا۔ لیکن آہستہ آہستہ ہم نے محسوس کر لیا کہ وہ شیر کا اتنا
وقار نہیں جتنا ظاہر کر رہا ہے بلکہ ایک طرح سے اس کی
غواشی ہے کہ شیرا نائب ہی رہے تو پھر سے کچھ اس طرح
کل اختیارات سے حاصل ہو جاتے۔ ہم نے اس کے دل
کے اس چہرہ کا فائدہ اٹھانے ہونے سے احتیاط لینے کا
فیصلہ کر لیا۔ اسے جب شیر کی حقیقت کا حکم ہوا تو سنانے میں
رہ گیا اور برطانتی کیا کہ اس کے ساتھ کرام کو دھوکا
دینے کے باوجود وہ قطعی واقف نہیں تھا کہ وہ ایک ایسے
بیوہی کا آند کار بنا ہوا ہے جو کچھ وقت اسرا نکل اور
بھارت کا ایجنٹ ہے۔ اس نے وہ وہ کر لیا کہ وہ اس معاملے کو
انہی غرضی سے سنبھالنے کا کسی کو کھٹکے بھی ہوا تو انہا نہیں
کر سکتے گا۔ ہم نے پھر انکا اور شوہر کے ساتھ اس سے
معلومات ملنے کے لیے۔ اب وہ شیر کی جگہ سنبھالے گا اور
معاذت گاہ کے تمام معاملات اس کے ہاتھ میں رہیں گے۔"
پھر اس قدر نے اسے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔ کچھ
دیر خاموش رہنے کے بعد وہ ایک پار پھر اپنی نشستوں کا اختیار
کرنے پر مجبور ہو گیا۔

"بیرونی بڑی مضبوطی سے تھام رہا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے یہاں اپنا اتنا بڑا سیٹ اپ قائم کیا اور اسے اس حال میں چھوڑ دیا۔ کبیر کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے۔ اس وقت تو یہاں اس کے بعد اس کی جگہ سنبھالنے کے لیے کسی اور کو ضرور ہونا چاہیے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس کا نائب ہی اس کا جانشین ہو اور بظاہر ہم سے معاہدہ کر کے اسرائیل سے دفاع داری بھجوا دے؟"

"تمہاری تشریح درست ہے لیکن غلطی کی جگہ اس پر ہے کہ ہوتی ہے۔ کبیر کا نائب بھی تیار کیا جا رہا تھا لیکن یہاں نہیں آ رہا تھا۔ کبیر کی خواہش تھی کہ اس کے بعد اس کی جگہ اس کا بیٹا لے لے۔ اگلے سال وہ اپنے بیٹے جگہ پوری ہو چکی تھی یہاں بلوانے والا تھا۔ وہ لوگ ایک ایسے مستحکم خاندان کی صورت میں یہاں آ کر آباد ہوتے ہیں کہ سربراہ اسرائیلی چاریٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ اس طرح کبیر کو اپنے خاندان سے قریب رہنے کا موقع بھی مل جاتا اور وہ اپنے بیٹے کو اپنی جگہ دینے کی راہ بھی ہموار کر لیتا۔ لیکن یہ ہماری خوش قسمتی رہی کہ یہ مرحلہ آنے سے قبل ہی اس کی حقیقت ہمارے سامنے آ گئی اور اب وہ اپنے انجام تک پہنچنے کے لیے ہماری گرفت میں ہے۔"

"اور اگر اسرائیل نے اس کے نائب کو مار ڈالا اور پادشاہ کے ذریعے اپنے دام میں پھنسا لیا تو؟" اس کے پاس ایک اور اندازہ تھا۔ کبیر اسٹریٹجس بن گیا۔

"تم تو مجھ سے زیادہ جانتا اور دو ماہ پیش آدمی ہو جاؤ۔ لیکن گرفتیں کرو، ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ اب چونکہ یہ معاملہ ہمارے سامنے آ گیا ہے اس لیے ہم کڑی نگاہ رکھیں گے۔ میں کچھ تو کہہ رہا ہوں کہ اب عہدت گواہ اور اس سے متعلق ہر اہم شخص چھوڑیں گئے۔ ہماری گرفتاری میں رہے گا۔" اس نے مشاییم خان کو کئی وی۔ "اب اگر تمہاری کٹھی ہو گئی ہو تو مجھے اجازت دو۔ کوئی اور بھی ہے جو میرے بعد تم سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

"بہت بہت شکر ہے۔ کبیر صاحب! میں نے واقعی آپ کا بہت وقت لے لیا۔" اس پار مشاییم خان بیٹھ گیا۔

"اس اوکے میں اتم ہے جو پوچھنا اور اٹکا کا قابل قدر ہے کہ اگر میرے پاس میں ہوتا تو میں تمہیں کسی بڑے قوی اعزاز سے نوازنے کی خاطر شکر کرتا۔ لیکن یہ بھی ہماری قسمت کا ٹھیک ہے کہ قوم و وطن کی خاطر بڑے بڑے کارنامے انجام دینے والوں کی ایک بڑی تعداد کو محض یہ نہیں ادا کیا سکتا۔" کبیر اسٹریٹجس نے بھی میسٹر اسٹریٹس کے ساتھ اس کے

شانے پر جھکی اور باہر نکل گئے۔ ان کے باہر جانے کے لمحہ بعد ہی روزانہ ایک بار پھر کھلا اور اس سے دور ہوا۔ سے گل جتا ہمارے جوہر کے کی طرح اندر داخل ہوئی۔ اس وقت تک کہ مشاییم خان کے ہونٹوں پر خود بخود ہی مسکراہٹ چھائی گئی جبکہ گل جتا اس کے قریب آئی تو اس کی آنکھوں میں آنسو تیز ہوتے۔

"اور آخر کبیر سے پاس وہ کیوں رہی ہو؟" اس نے محبت سے گل جتا کو پکارا تو وہ اس کے ہاتھ اور قریب چلی آئی لیکن ساتھ ہی آنسوؤں کی روانی میں بھی مزید اضافہ ہو گیا۔ مشاییم خان نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اس بات تو میں نہیں بتا کر گیا تھا کہ میں نے اس کو روک دیا تھا۔ کیا میرے بتا کر جانے کے باوجود تمہیں یہ ڈرتا تھا کہ میں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں؟" اس نے پوچھا تو گل جتا شہرت سے گل جتا سر ہانے لگی۔

"اگر تم اس طرح روٹی رہو تو میں بھی تمہیں اس کے ساتھ نہیں چھوڑ پاتا۔ تمہیں ہے۔" اس کے مسلسل سے پیچ آنسوؤں کو روکنے کے لیے اس نے ایک نشیانی چربا استعمال کیا جو کارگر ہا اور گل جتا نے بڑی جلدی سے اپنے چہرے کو ڈھکیں کر کے آنسوؤں کو حیرانہ انداز سے روک لیا۔ آنسو کے تھوڑے زپان سے پتھر کھینچنے کے لائق ہوئی۔

"آپ مجھے یہ بتاتا کہ نہیں گئے تھے کہ اس حال میں وہاں آئیں گے۔" زندگی ہوئی آواز میں اس کے لبوں پر شکر ہوا چلا۔ جسے من کر مشاییم خان کے ہونٹوں سے ایک گہرا سانس خارج ہوا اور اسے کبیر سے گل جتا کے گل جتا کیوں وہ رہی ہے۔ وہ اس کی حالت دیکھ کر خوف زدہ اور ہراساں ہو گئی تھی۔

"دیکھو گل جتا! یہ میری زندگی کا لمحہ ہے۔ میں تو وہ تو اس حال تک پہنچنا ناممکن نہیں ہوں اور خود بھی اس حال کو پہنچ جاتا ہوں۔ تم میں کچھ نہ ہو کہ میں جس جھیل میں ٹھہرا ہوں وہ اس میں انسان کو اپنی جان کی بازی لگانا پڑتی ہے اور جان کی بازی لگانا ہمارے لیے کوئی اونگھی بات تو نہیں ہے۔ ہمارے خاندان کے کئی مرد ہیں جو پامیر (آکا کا بہت) پر کرنے والوں کے دنوں کا ساتھ دینے کے لیے اپنی جان بھینگی پر رکھ کر، بیٹوں سے بھرتے ہیں۔ اس دنوں میں میرے باپ، بھائیوں سمیت ہمارے کئی بیٹے اپنی جان تو اپنے پیچھے ہیں۔ ان نے مجھے ان دنوں سے جاننے کے لیے ہی یہاں سے اور بھیج دیا تھا۔ لیکن میری راتوں میں جو خون ہے وہ یہ کیسے مجھے سکون سے بیٹھنے دیتا ہے۔ میں یہ جان

بیٹوں کے گریز کر کے لکھتا تو ایسے انسانوں سے بھرانے پر مجبور ہو گیا۔ میرے دل کی جگہ پتھر لے کر کھوٹے ہیں اور انسان ہونے کے باوجود انسانی کیفیت کی تکمیل کرتے ہیں۔ میں بہت چھتا آدمی ہوں اور میری کوئی طبیعت بھی نہیں اس کے باوجود میرا غور سے یہ محبت ہے کہ زندگی میں جب جب ان انسان دشمنوں سے سامنا ہو گا، میں چھوٹا دکھا کر بھانگنے کے بجائے ان کے مقابلہ کروں گا۔ میں نے یہ فیصلہ بہت سچی جگہ کر لیا ہے اور میں پوری طرح مستحکم ہوں کہ میں کچھ نہ لگاؤں کہ باہوں بگڑ جائیں۔ میں ان لوگوں سے پاس یہ پتھر ہو گا کہ میں نے اپنے وطن اور انسانیت کی بیہودگی کے لیے اپنی جان دی ہے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم مجھ جیسے سب سے بڑے ساتھ دینا چاہتی ہو یا نہیں۔ لیکن کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیا کہ میرے ساتھ رہنے کی صورت میں تمہیں ہار مارا کی صورت میں جان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور آج کے بعد میں یہ کٹھی بند نہیں کروں گا کہ کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔ عورت کے آنسو مرد کو کمزور کر دیتے ہیں اور میں کمزور نہیں بننا چاہتا۔" اس نے کھینکھنکا آواز تو بہت نرمی سے کیا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس کا لہجہ خود بخود ہی سخت ہوتا جا رہا تھا اور اس کے ہر لفظ کے ساتھ گل جتا اپنے اندر جرات اور کھینکھنکھنک کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ مشاییم خان خاموش ہوا تو اس کی آنکھوں کی رخ ڈالنے خشک ہو چکی تھی اور گنگے میں پھنسا آنسوؤں کا چھندا بھی کبھی نہیں ٹھہرا ہو گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ کوئی تو اس کا لہجہ بہت صاف اور واضح تھا۔

"میں تمہارے ساتھ رہوں گی خان اور یہ میرا وعدہ ہے کہ آج کے بعد تم بھی میری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھو گے۔ کبیر میری راتوں میں بھی وہی خون سے جھنجھاری راتوں میں ہے۔ وقت تم پر ہے بہت گروہ ہے کہ صرف بیٹوں کے بیٹوں کے حوصلے میں چھوٹ نہیں ہوتے بلکہ بیٹیاں بھی کسی سے کم نہیں ہوتیں۔" وہ اپنے غم اور حوصلے سے بول رہی تھی کہ مشاییم خان بھی چند لمحوں کے لیے اس کا دست تھام رہا اور اس کے دل میں نکلیا یا کہ دل میں عزت کے خلاف سازش کرنے والے یہ وہی خود کو اس میں غم لینا بند ہوتے عورت کو کچھ نہیں تو جان میں سے کہہ دیا۔ یہ میری بیٹیوں کے ہمارے وہ بیٹوں کے ساتھ بھی ہال چھوٹ گیا۔ کامیاب بہر حال نہیں ہو سکتے تھے کہ کبھی انہیں تھوڑے برسوں کی پیش وعرضت کی زندگی کے نتیجے میں راستہ کمزور اور پورے ہو چکے ہوتے ہیں کہ چار ہاتھ لگا کر آگے بڑھا۔ سب اگل ڈالنے ہیں اور یہاں ایک

عورت کا غم بھی ایسی مضبوط چٹان کے ہاتھ تھا کہ اس سے گرانے والے لے لے ہو جانے کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

"مجھے تم پر فخر ہے گل جتا! اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے تمہیں بہت محبت ساتھ ساتھ دیا۔ اپنے اس وعدے کو زندگی بھر یاد رکھنا۔ میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی میں بھی کسی دوسری عورت کو تمہاری جگہ نہیں دوں گا۔" اس نے گل جتا کے ہاتھ کو زور سے دبا کر کھینکھنکھنک کر خود بخود کہا، اٹھا کہ زلم زلم و جھوکے ہی یہ اصطلاحی کا استعمال نہیں ہو سکتا تھا اور گل جتا کے ہونٹوں پر بڑی چاند اور مسکراہٹ گئی اور چہرے پر وہ سادے رنگ بھیرے ہوئے تھے جو سورج نکلنے سے صبح میری چہنیوں پر بکھرتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

"تم کب تک میرے سر پر مسلط ہو گے؟" ریاض انور نے اپنے ساتھ بیٹے کو جو ان سے ہم نوا ہے ہونے لگے ہیں پوچھا۔ اس کے ساتھ چھتے دن وہ ان کی بیوی کی طرف لپٹی کا اشارہ تھا جو محض سب کے مطابق ریاض انور کے ساتھ اس کی کوئی میں اس طرف نازل ہوا تھا کہ ریاض انور کو سب پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے وہ ان لوگ پر ہے ہوش حالت میں پا کر اس کو جو ان نے اس کی مدد کی اور وہی مرنے کے لیے پڑا چھوڑنے کے بجائے ہوش میں آکر یہاں تک لایا۔ راستے میں نو جوان سے گفتگو کے دوران اسے معلوم ہوا کہ وہ پڑھا لکھا لیکن بے روزگار ہے تو اس کا احسان چکانے کے لیے فوراً اپنے مشیر کی حیثیت سے اسے ملازمت کی تلاش کر دی۔ جسے ظاہر ہے کہ نو جوان نے قبول کر لیا اور اب وہ مشیر پر وقت اس کے ساتھ دیکھا جا رہا تھا۔ ریاض کی مصلحت کے مطابق اس کا نام سنبھل تھا اور وہ دل میں اس سے اذیت چھانے کے باوجود سب پر یہ ظاہر کرنے پر مجبور تھا کہ اپنے لیے گئے احسان کے بدلے وہ تو جو ان سے دل و جان سے زیادہ مزید ہو گیا ہے۔ سنبھل مستحق اس کے قریب دیکھا جا رہا تھا۔ اس کی شہ بہ ضرورت کے تحت چند منٹوں کے لیے وہ اسے بھی چھوڑ دیا تھا تو ایسے وقت میں بھی وہ مہل آزار نہیں ہوتا تھا بلکہ ہنسنا تھا کہ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لیے اس کی حرکات و سکنات کی گرفتاری کی جا رہی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ وہ اپنے آقاؤں کو اپنے حالات کے بارے میں آگاہ کر پاتا۔ ویسے ہی اس کی طرف لپٹی والوں نے اس کے ہاتھ پر عمل طور پر ہاتھ دینے تھے۔ ایک طرف اسے اپنی کھوکھی بیٹی کی طرف سے خطرناک آہن

تھے تو دوسری طرف اپنے اس اعترافی بیان کے سامنے آنے کا درد تھا جس نے سی ایچ ایف بی کی تحویل میں رکھ دیا تھا۔ یہ سب خطرات نہ تھی ہوتے تو وہ بھاگ کر کہاں جا سکتا تھا۔ اس کے خیال کے مطابق غریب علی اور اسے کی نظروں میں آنے کے بعد اس کے پاس کوئی جانے فرار نہیں رہی گی۔۔۔

فی الحال وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کی مدد سے بھی یہاں سے نہیں نکل سکتا تھا۔ اس لیے مجبور تھا کہ اس سے جو کچھ کہا جا رہا ہے اس پر بے چارن و بچا کیل مائل کرنا جائے۔ اس نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اپنے آدمیوں کو ٹیلی سے فرار اور اسلحہ کے کٹ کے امکانات جاری کر دیے تھے لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ سب کرنے سے اس کے سر پر سو ارب لوگوں کو کیا حاصل ہوگا؟ انہی لوگوں کی پراپت پر اس نے اپنی ساری سرگرمیاں موقوف کر دی تھیں اور صرف ایک بار میڈیا کو اپنے انخواہ برائے تاوان کی کہانی سنانے کے بعد شدت یا اصرار نہ کیا تھا وہاں ہونے کا بہانہ کر کے زیادہ تر وقت اپنی خواب گاہ میں گزار رہا تھا۔

کھیل اس کا چھٹا بنا یہاں بھی اس کے آس پاس موجود رہتا تھا۔ مزاج پر ہی کے لیے آنے والے سماجیوں اور فن کاروں کے سلسلے میں بھی وہ ہی فیصلہ کرتا تھا کہ کس کو ریاض اور تک رسائی حاصل کرنے دی جائے اور کس کو نہیں۔ اس بھڑکندی نے ریاض اور کو چڑھایا دیا تھا۔ وہ اپنی بی بی اور بیٹی کو بھی اپنے قریب نہیں رہنے دے رہا تھا اور ان کی تحریریت معلوم کرنے کے لیے خواب گاہ میں آنے پر چند مہینوں میں ہی وہاں پہنچ دیتا تھا۔ اس کی بی بی بہ چاری کو عادت تھی کہ کئی راتیں شوہر کے بغیر گزارنے کی۔ وہ ایسا مصروف رہتا تھا کہ اسے مشکل سے ہی اپنی خواب گاہ کا رخ کرنے کی سہولت ملتی تھی لیکن اس بار جب تاشا ہوا تھا کہ وہ خود مستقل خواب گاہ میں مقیم تھا لیکن بی بی کو وہاں سے بے دخل کر دیا گیا تھا۔ اس کی وسیع و عریض لوگی میں کمروں کی کوئی کمی نہیں تھی۔ بی بی کی بھی دوسرے پریشانیوں کے سبب حراسے سے سوختی تھی لیکن اندر ہی اندر تھکاتی ہوئی تھی کہ اس طرح خواب گاہ سے باہر کیے جانے پر اس نے طاعن زین کے سامنے سبکی محسوس کی تھی۔ ریاض اور کو اس کے احساسات کی فی الحال کوئی گھر نہیں تھی بلکہ وہ تو اس پتھر میں تھا کہ کسی طرح سر پر مسلط صحیحیت سے جان بچرائی جائے۔ طبیعت بہت ابھی تو اس نے کھیل سے لان میں پھیل تھی کی فرمائش کر دی تھی اس نے طبیعتی رد نہیں کیا اور اب وہ دونوں بگوشہ میں مل کر رہے تھے جیسے دونوں کے درمیان بڑی

خوش گوار گفت و شنید ہو رہی ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ ریاض اور اس پر اپنی جھلپا ہٹ کا بل رہا تھا۔

”آپ تو بڑے کلوز اصحاب کے ٹکے ریاض صاحب امیر اہمال تھا کہ دادا اولوں نے آپ کا انتخاب کیا ہے تو کچھ دیکھ یہاں کر ہی گیا ہو گا لیکن آپ تو ذرا سی ٹھیکو پڑنے پر ہی ڈھیلے پڑنے لگے۔“ اس نے چڑا کر دئی سکر اسٹ کے ساتھ ریاض اور کو جواب دیا۔

”بار بار مجھے راکھ دست دیا کرو۔ تم ان کا ذکر کیے بغیر بھی بات کر سکتے ہو۔“ وہ بھڑکا۔

”عجب آدمی ہوؤ دوستوں کا ذکر نہیں کر چکتے تو یہاں ان لیے ناراض ہو کر تمہارے پیچھے رہنا عاقبت وہاں آنے پر ان میں سے کسی نے اب تک نہیں ایک فون تک نہیں کیا۔“ اس نے حریفانہ سے کہا۔

”اوہ میرے آپ کے سٹے نہیں ہیں جو غیر تحریریت پوچھنے کے لیے بھیجے فون کریں۔ انہیں کام ہوتا ہے تو راجد کرتے ہیں۔“ ریاض نے منہ پھیر کر جواب دیا۔

”تم مجھے یہ بتانے کی کوشش کر رہے ہو کہ تمہاری راہوں کی کسی ٹھکانے سے واقفیت نہیں ہے اور میں تمہارے ذریعے ان تک نہیں پہنچ سکتا۔“

”جو بات میں پہلے ہی تمہارے بھائی بندوں کو بوجھ چکا ہوں۔ اگر مجھے کچھ معلوم ہوتا تو وہ دیگر باتوں کی طرح یہ بات بھی مجھ سے اگرا لیتے۔“ اس نے منہ بنا کر جواب دیا جس پر کھیل کے ہونٹوں پر سکر اسٹ پھیل گئی۔ اسے بھی طرح ریاض اور کی وہ جاہلیت یاد تھی جب وہ سی ایچ ایف بی کے ہجانوں کے ہاتھوں لٹکی بیٹا سب کچھ فریفتا رہا تھا۔ نتیجہ تو خیر وہ اب بھی تھا کہ اپنے گھر میں ہوتے ہوئے اپنی مرضی کرنے سے قاصر تھا لیکن یہاں بھر بھی شاید اسے اسے کھلے اور کسی نہ کسی طرح نچوڑا کوئی راستہ نکال لے گا اس لیے اپنے کے مقابلے میں کم دیاؤ نہیں محسوس ہورہا تھا۔

”میں اپنی بی بی اور بیٹی کو یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کرنا چاہتا ہوں۔“ کچھ دیر خاموشی سے چمکنے رہنے کے بعد اس نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

”کہہ دینا۔ گل رنگ نہ جاؤ۔“ غلطی تو قیاسی کھیل نے کوئی اعتراف کرنے کے سامنے فوراً آمادگی ظاہر کر دی۔ ریاض کے لیے یہ حیرت کی بات تھی کہ وہ اتنی آسانی سے راضی ہو گیا، ساتھ ہی اسے غور بھی تھی۔ بی بی اور بیٹی کو یہاں سے محفوظ مقام پر منتقل کر دینے کے بعد اس کے لیے کہا یہاں سے بھاگ نکلتا لیکن آسان آسان ہی اس نے اپنے ذہن

میں غور سے سوچ کر لیا تھا۔ وہ یہاں سے نکل کر اپنی پہلی سیٹھ میں ایک کھل ہو جاتا۔ وہ بے پیکہی کے اسے کوئی کمی نہیں تھی۔ یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا تو دنیا کے کسی بھی حصے میں پیش و آدراس کی زندگی گزار سکتا تھا۔ یہ بات تو اسے یہ بھی ابھی طرح کچھ آئی تھی کہ پاکستان میں اب اس کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی ہے اور وہ یہاں رہ کر حریفانہ منت پڑ سکتا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ آٹھ ماہوں کے لیے خطرے سے بچتا اور کسی مقبوضہ کھانی کے ساتھ وہاں آجاتا تو لیکن خلاف موجود بیوروں کو رو کر کہ وہ پادہ سیاست کے میدان میں اپنے قدم جما سکتا تھا۔

”تمہارے خیال میں پاکستان کو چھوڑ کر نہیں اور رہنے کے لیے کون سا ملک سب سے بہتر ہے؟“ کھیل نے بھاگ بھاگ سوال کر کے اسے حواس ہلا کر دیا اور اسے یوں دکھایا کہ وہ اس کی حرکات و سکنات کے ساتھ ساتھ سوچوں پر بھی غور کرنے کو کہتا ہے۔

”تم مجھ سے یہ کہیں پوچھ رہے ہو؟“ اس نے بھڑکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”تمہارا پورا آنا جانا گوارا ہے۔ دنیا کے اسے ایک دیکھ چکے ہو اس لیے میں نے پوچھ لیا۔“ اس کی بھلاہٹ سے بے پروا کھیل نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ اس کا اندازہ تو ایسا تھا جیسے پانچ سو برس پہلے تک وہ سوال کر رہا تھا۔

”اس کی کوشش کر رہے ہو؟“ اس نے بھڑکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”اگر آدمی کے پاس دولت ہو تو پاکستان سمیت تمام پورا دنیا کا ملک کو چھوڑ کر دنیا میں کس بھی جگہ سے رہنا چاہ سکتا ہے۔“ وہ بات کہتے ہوئے اس کے لیے کسی ایک خاص حکم پھر گھاسے کھیل نے شدت سے محسوس کیا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہاں تو تم جیسے لوگ صرف دولت مندوں کے لیے رہتے ہیں۔“ اس نے بھی ریاض اور کو دکھایا کہ اسے دل میں موجود نفرت کو چھپانا ضروری نہیں تھا۔ بلکہ کھلی پلٹ کر دست و پاؤں میں قائم دیکھتے ہوئے کھلے۔ ”میرا خیال ہے اب تک کھیل شروع ہو چکا ہوگا۔ آؤ تمہارے لیے روم میں جا کر بی بی دیکھتے ہیں کہ کیا خبریں ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ریاض انور کے پاس انکار کی گھاٹیں کھینچ کر بی بی اور بیٹی کو اس سے لان پر لے گیا وہاں کے لیے کھینچنے کے لیے ان کے پاس انکار کی گھاٹیں کھینچ کر بی بی اور بیٹی کو اس سے لان پر لے گیا وہاں کے لیے

کھڑا باب

والوں سے ملنے جاؤں گا۔ میرے لیے ایک گاڑی تیار کر دی جائے۔“ اس نے دور کھڑے بی اسے کو دیکھ کر کہتا ہوا سے ریاض سے کہا۔ جب سے وہ یہاں آیا تھا بی بی اسے بے جاہرہ کچھ کارڈاٹ ساتھ لے کر آئے تھے۔ اسے پہلے کی طرح ریاض انور کے قریب رہنے کا سوچ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ اسے بس چند لمحوں کے لیے لانا تھا اور ضروری احکامات دے کر فارغ کر دیتا تھا۔ چنانچہ اس کی پوری کوشش ہوئی تھی کہ ریاض انور جہاں ہو اس پاس ہی منتظر رہے جیسا کہ اس وقت وہ لان کے آگاز میں کھڑا تھا اور اس کے پیچھے پر ایسے تاثرات تھے جیسے کبہ پر ہاں۔۔۔ ہم بھی تو بڑے چہرا ہوں ہیں۔ کھیل نے آدھ کھینچے ہوئے یہاں سے اپنی روانگی کا ارادہ ظاہر کیا تو جہاں ریاض انور کو بھلا کھلا اور اس نے اپنے وجود میں غریبی کی لہر دوڑنی ہوئی محسوس کی، وہاں بی بی اسے بھی صاحب کی زہلی یہ سن کر کھل اٹھا کہ کھیل اپنے گھر جا رہا ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں وہ اپنے ماگ بے احساس دکھ سکتا تھا کہ وہ ایک اچھی تو جوان کو بوجھ ہے۔ اس کا محسوس ہے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر چھانٹا نہیں کر رہا ہے۔ ایسا کھینچنے و خچوں میں ہوتا تھا کہ بادشاہ احسان کے بدلے میں محسوس کو سر پر بٹھا لیتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بادشاہ نے حکام سے کہے تھے کہ کوئی دن کی سحر لانی دینے نہیں سہاوت بھی کر لائی تھی لیکن آج کے دور میں اس قسم کی احسان کشاکی کوئی کھال نہیں تھی۔ یہاں دشمن تو دشمن دوست سے بھی کھلا رہنے کی ضرورت تھی۔

ریاض انور اور کھیل حکم جاری کرنے کے بعد اندر کی طرف بڑھ گئے اور بی بی اسے آدھ کھینچے بعد وہ جانے والے لہجے کے لیے نکلتا تلاش کرتا رہا۔ بی بی روم میں باقی کر کھیل نے خود بی بی کو کھول دیا۔ تو قیاس کے مطابق نیزہ بھٹو سے سینٹرل جیل میں ہونے والی ہنگامہ آرائی کی خبریں غریبی جاری تھیں اور صاف بتایا جا رہا تھا کہ چند قیدیوں کے بھڑکے سے شروع ہونے والا یہ ہنگامہ اصل میں جیل سے فرار کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ ابھی تک یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ آیا کوئی قیدی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب بھی ہوا ہے یا نہیں۔ جیل انتظامیہ نے بی بی کی اطلاع دینے کے بعد حالات پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صحافیوں نے ایجنٹ کھیل کے باہر صوبہ بھالے تھے اور وہ کھیلے سے جاری قازنگ کی خبریں دینے کے ساتھ ساتھ مرکزی گیٹ اور چار دیواری کے مختلف اطراف کے منظر بھی دکھارہے تھے۔ ان مناظر میں ایک مہر جیل کے مرکزی دروازے

شرکت کے لیے آیا ہے۔
 "اسلام تنظیم دوست! امید ہے تمہیں میرے انتقاد میں زیادہ درد ہو رہا ہوگا۔" نشست گاہ میں بیٹھے اسے چند منٹ ہی گزارے تھے کہ ایک شخص وارد ہو گیا اور داخل ہوا اور اس سے بڑے دوستانہ لہجے میں پوچھا "تو تو قریبی صوبے پر بیٹھ گیا۔ اس نے جواب دینے سے پہلے آنے والے کا ہاتھ لیا۔ وہ روزانہ قسمت کا خوش حال اور جوان آدمی تھا جس کے ہاتھ میں زخمی کا تار پٹا جاتا تھا۔
 "ایک لہدی کے لیے یہ بات ظنی غیر اہم ہوتی ہے کہ وہ پورہ ہوا ہے یا نہیں۔" پتھر سے جانکرے کے بعد اس نے دکھائی سے جواب دیا۔
 "تمہاری... کس نے کہا کہ تم یہاں قیدی ہو؟" نوادار نے حیرانی کا اظہار کیا۔
 "مخفی میں یہاں سے باہر نکل کر کہیں بھی جانے کے لیے آزاد ہو؟" اس نے جانچ پڑھائی تو پھر اپنے وقت اس کے پیروں پر جمائے ہوئے تھے۔
 "شیر! تمہیں یہاں ایک معاملے پر بات چیت کے لیے بلایا گیا ہے۔ اگر تم نہ چاہو تو کھٹکے کے بغیر بھی یہاں سے جاسکتے ہو۔ اسی کمرے سے کہ ناہر میں گیٹ تک کوئی تمہارا راستہ نہیں روکے گا۔" اس نے بھرپور اعتماد سے جواب دیا جس پر وہ اس کی نظر دیکھا اور گیا۔ اس نے جس انداز میں یہ بات کہی تھی، اس سے ظاہر تھا کہ جو کہہ کر گیا ہے، اس کے خلاف کچھ نہیں ہوگا اور وہ اچھی یہاں سے نکل کر باہر جانے کے لیے آزاد ہوگا۔ لیکن اس پر وہ احتجاج نہیں تھا کہ وہ یہاں سے نکل کر کہاں جائے گا؟ وہ بالکل خالی جیب تھا اور لاہور میں اس کا رونا کوئی مزید نہ دیکھتا اور موجودگی میں جس کے گھروہ پتہ لے سکے۔ ہاں، اپنی تربیت کے شہ پاتے پر اس کے لیے یہ ممکن تھا کہ وہ کسی کی جیب کاٹ کر یا یہ ذرا طاقت رقم حاصل کرنے اور آگے کے لیے بھی اپنی راتیں بنا کر چلا جائے لیکن فی الوقت اس کے لیے ایسا کرنا بھی دشوار تھا کہ وہ جن کے اشارے پر سب کچھ چھوڑ کر باہر نکلنے کے لیے پاکستان آیا تھا، انہوں نے اس سے اپنا رابطہ ہی توڑ دیا تھا۔ دوسرے اسے یہ احساس بھی ہو چلا تھا کہ اتنی ہمدردی سے خود کو یہاں ڈالنے والوں کا مقصد جاننے کے لیے نچھرا رہا تھا اس لیے وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔
 "مجھے کس معاملے پر بات کرنے کے لیے بلایا گیا ہے؟" خاموشی کے ایک طویل وقفے کے بعد اس نے

پوری صحت کے بعد اس کے بارے میں بہت سے سوال اٹھنے لگے تھے۔ گورنر اس کی موت کو ظنی نظر آنے کے بعد اسے پورا قرار دیا جائے گا۔ کچھ لوگ شاید ممکن تھا کہ اس کی صحت سے اس کی تلاش کا کام بھی شروع کر دیتے لیکن یہ ان سب باتوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کے لیے وہم تھا کہ وہ اس کام کو کامیابی سے انجام دے کر آ رہا ہے جو اسے سونپا گیا تھا اور جس کے نتیجے میں ریاض انور جیسے پادشہ سے پیش پیش کے لیے نبھاتا تھا کی گئی۔

اس نے نظریں گھما کر اپنے اور گرد کا جائزہ لیا۔ وہ ایک ساہواری نشست گاہ تھی جہاں وہ بالکل آزادی کے ساتھ جہان کی مطبوعات سے بیٹھا ہوا تھا اور اس کے لیے یہ تہہ ملی جیسی چیز تھی۔ کہانی کی جہل سے فرار کی ناکام کوشش کے بعد وہ جس لوگوں کی حراست میں چلا آتا تھا، انہوں نے اگرچہ اس سے کوئی بدسلوکی نہیں کی تھی اور کھانے پینے سمیت آزادانہ طور پر کھانے پینے اور خیال رکھتے رہے تھے لیکن اس کے علاوہ اس بات کا بھرپور احساس رہا تھا کہ وہ ان کی قید میں ہے۔ اسے کرائی سے لاہور لاتے ہوئے یہ ملک اس کے ہاتھوں میں بیٹھا تھا جس کا وہ نہیں لگتا تھا لیکن اسے اندازہ تھا کہ اس کے اور گرد و ماحول لوگ اس کی طرف سے پوری نظر رکھتا ہے اور وہ اس کی مرضی سے بہت حرکت کرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ حرکت میں آجائے گا۔ وہ بیٹھ ہی کوئی ارادہ رکھتا تھا جس میں اس کے نتیجے سے باہر آنے تک خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینے کا فیصلہ نہ کرے گا۔ اس کا اندازہ الین اس نے لگا لیا تھا کہ وہ جن لوگوں کے درمیان گھرا ہوا ہے، ان کا تعلق پاکستان کے کسی شہ کی طبقہ ادارے سے ہے جب ہی تو وہ اچھی آسانی سے اسے نکل حکام کی رضا مندی کے ساتھ وہاں سے نکل کر چلا سکتے تھے۔ اب وہ پتھر تھا کہ ان کی اس مہربانی کا مقصد کیا تھا اور یہ سزا ایک ایسے بند تک میں ملے ہوئے تھا جس کے اندر کھانے پینے، آرام کرنے سے لے کر ہر طرح کی سہولت سمجھتی اور انہیں راستے میں کسی بھی اور غیرہ میں نہیں رکھنا پڑا۔ لیکن یہاں تک کہ ترک کے بند نہیں میں ہاتھ دہم کی سہولت بھی ملے گی۔ اس سفر کے اختتام پر اسے پتہ چلا گیا تھا کہ وہ ایک لاہور میں ہے جہاں اسے چھ مہینے آرام کا موقع دینے کے بعد اس کا پتہ لگا دیا گیا تھا۔ جہاں وہ ایک نشست گاہ میں بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ لگا کر جیسے پہلے سے طے شدہ ایک منظر میں

شروع کر دیا ہے لیکن وہ ہاتھ تھا کہ اس کا آخری وقت آجکل ہے۔ جو صرف اس نے ریاض انور کے وعدے میں پہچانے کا اہتمام کیا تھا، اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ آدھ مہینے بعد اپنا سفر شروع کرے اور اس کے استقبال کرنے والے کی حرکتیں کرتے ہوئے گزرتا اور چھ مہینے میں اس کا سراغ بھی نہیں ملتا تھا۔ اپنی جانی خالی کرنے کے بعد اس نے ملازم کو اندر کام پر برتن لے جانے کا حکم دیا۔
 "آپ اچھی ٹھنکتی صحت میں سراغ میں آ رہے ہیں۔ زیادہ ڈرنک کریں گے تو یہ آپ کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔" ملازم بیڑ پر سے چائے کے برتن سمیت، ہاتھ تو اس نے جان بوجھ کر ریاض انور سے یہ جملہ کہا تھا کہ ملازم گوارا ہے کہ ریاض انور کی وجہ سے پریشانی کا شکار تھا۔
 "نعم اچھا بندہ کر کے نکلو۔ میری مرضی میں جتنی چاہے ہے۔" ملازم نے کہا کہ ریاض انور کو اس کی مخالفت کرنی تھی اس لیے اس نے بکرہ جواب دیا۔
 "تم تو آپ کی صحت کے خیال سے کہہ رہا ہو۔" اس نے ملازم کے سامنے جھپٹ چائے کی اداکاری کرتے ہوئے منتنا پی ڈال دی۔ چند لمحوں کی گھٹنکوں کے بعد ملازم اپنی تربیت کے مطابق پتہ پتہ پتہ پتہ سمیت کہ باہر نکل گیا اس کے باہر نکلنے سے وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھا گیا۔
 "ٹھیک ہے۔ ریاض صاحب! میں جاتا ہوں۔ آپ دل بھر کر بیٹھے رہیں۔ کیا پتہ لگائیے گا؟" اس نے وہی سلامتی ہوئی کمرہٹ ہونٹوں پر ساگر ریاض سے کہا کہ اس کے پیروں سے بچنے چکوتے زاہد میں ہی پروا کیے بغیر باہر نکل گیا۔ حسب حاجت گاڑی تیار کی گئی۔ وہ اندازہ کر رہا تھا کہ وہاں دوڑا پھرتا تھا اس نے آرا پتہ کر کے ایک اپنے ملازمے کا پتہ بتایا جہاں کھانا آدھی گھنٹہ تک بیٹھا رہتا ہے وہی ہوئی تھی۔ اپنے مظلوم چائے میں بیٹھ کر اس نے ایک پی سی گئی کے سامنے گاڑی رکھائی۔ یہ گئی اتنی تکھی کہ اس میں گاڑی کا پتہ نہیں تھا۔
 "میں یاد رکھوں گا کہ وہ۔ اندر مجھے پہل ہی جانا۔" تم ایسا کر رہا کہ اب وہاں چلے جاؤ۔ مجھے جب وہاں آنا ہوگا تو خود اٹھوں گا یا فون کر کے تمہیں کہہ دوں گا۔" اس نے آرا پتہ سے دوستانہ انداز میں کہا کہ گاڑی سے نکل کر کسی میں داخل ہو گیا۔ ذرا ہی دیر میں وہ پورے پتے کیوں سے گزرتا ایک ایسی جگہ پر پہنچی جہاں راستہ ڈرا کشادہ تھا اور گزرتا وغیرہ بیٹھے دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ایک کشادہ رنگ کران میں بیٹھ گیا اور اطمینان کا سانس لیا۔ اسے معلوم تھا کہ ریاض

سے برآمد ہونے والی تاریکی چشموں والی گاڑی کے تجزی سے وہاں سے نکل جانے کا بھی قہقہے دیکھ کر مٹا نہیں نے گھبرنے کی کوشش بھی کی لیکن نا کام ہے۔ اس گاڑی کو دیکھ کر کھلی نے اطمینان کا سانس لیا لیکن وہاں پتہ تھا کہ اس کے سامنے سڑک وہاں سے لے کر نکل آنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔
 "دوبک چائے تو مٹھا میں، ریاض صاحب۔" اس نے بے ہوشے ہوشے کے ساتھ ہی وہی اسکرین کو دیکھتے ریاض انور سے فرمائش کی۔
 "تمہارے لیے مٹھا دیتا ہوں۔ مجھے اس وقت چائے سے زیادہ ڈرنک کی طلب ہو رہی ہے۔"
 "ٹھیک ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ آپ چائے مٹھا میں تہہ تک میں آپ کے لیے ڈرنک تیار کر دیتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس ٹیبل کی طرف بڑھ گیا جہاں انور اور انصاف کی شرابیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس نے ریاض انور سے اس کی پسند و ناپسند کر کے ایک پزل کالی اور جام، سولہ سے اور برف سمیت جملہ لوازمات کے ساتھ بیڑ پر لا کر رکھ دی۔ ریاض انور اس دوران میں انعام پر چائے کا آرڈر دے رہا تھا اس لیے یہ نہیں دیکھ سکا کہ کھیلنے نے برف کے بیڑ پر سفید رنگ کا ایک صوف سا چڑک دیا ہے جو کہ برف کے ساتھ اس طرح عمل کیا تھا کہ ٹھہری نہ آتا تھا۔ وہ انعام پر آرڈر دے کر فارغ ہوا تو سیدھا شراب نوشی کے لوازمات سے بھی بیڑ کی طرف آ گیا اور کھیل کو اٹھارے سے جام تیار کرنے سے روک کر خود ہی ایک جام میں تھوڑی سی انڈیل کر بیٹھ بیٹھ گیا۔ کھل ہونٹ کھینچے اسے دیکھتے گا۔ عادی شرابی کو بیٹھ جتنے سے بھی زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا، اس کے سامنے اس کے کپڑوں کے گوشوں کی سرخی بڑھ گئی تھی۔ اسے اطمینان ہی ہونے لگی۔ اسے یہاں سے رووانہ ہونے سے قبل ریاض کا ہاتھ قائم کرنے کا حکم تھا اور اس نے کوشش کی تھی کہ خاموشی سے یہ کام ہو جائے۔ لیکن اب لگتا تھا کہ خود طاقت کا استعمال کرنا پڑے گا۔ اپنا آنسو کا لاکھ مل سوجنا ہوا وہ لگی اور اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسے ملازم کے چائے لانے کا انتظار تھا۔ اس کے چائے لانے کے بعد ہی وہ کچھ کر سکتا تھا۔ ملازم چائے لے آیا تو اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ ریاض انور نے پہلا جام بیٹھ جتنے کے بعد دوسرا جام سے انعام سے تیار کیا تھا۔ چائے پیتے ہوئے وہ ریاض کو شراب نوشی کرتے دیکھتا رہا۔ ایسا تھا تھا کہ شراب نے اس کے اعصاب کو سہارا دیا

ذرا یاد تازہ۔
 "تم سب سے جرات کرنا چاہتا ہوں اس سے پہلے یہ
 دیکھ دو یہ کچھ تو ناگہماگہ سے لے لیتا کرنا آسان ہو جاتا۔"
 اس نے دیکھتے ہی وہ سے ایک طرف رکھائی وہی آن کر
 دیا۔ ٹی وی اسکرین پر ریاض اور کاچرہ نظر آنے لگا۔
 چہرے کے جس منظر میں کمرے کے باہر ماحول تھا اسے دیکھ کر
 صاف ظاہر ہوا تھا کہ وہ کوئی انگریز لیجنٹ سبیل ہے اور ریاض
 انور کو ٹھیک ٹھاکہ طریقے سے سختی میں بنا گیا ہے۔ ابھی وہ
 مشاہدے سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ ریاض اور کاچرہ نے
 بیان شروع ہو گیا۔ یہ بیان حقیقتاً ان سوالوں کے جوابات پر
 مطلق تھا جو کوئی ناویدہ شخص اس سے کر رہا تھا اور وہ صرف
 اس کی آواز ہی سن رہا تھا۔ اس بیان میں ریاض اور نے
 اعتراف کیا کہ اس کے سامنے روایا ہیں اور وہ خطیہ رقم کے
 عوض داکٹر خواجہ پر پاکستان کے مفادات کے خلاف کام
 کرتا رہتا ہے۔ اس نے شہر میں ہونے والے حالیہ انتخابات
 میں اپنے گروار کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا
 کہ وہ بہت گروئی کی اس کا رد وہی میں بھارت سے تربیت
 حاصل کر کے آئے ہوں ایک نوجوان سولے منصوبہ سازی
 میں اس کی خاطر غمازہ دہی گئی۔ سوالات پوچھنے والے نے
 بتایا اور وقت کا حوالہ دے کر تصدیق چاہی اور ریاض اور
 نے اس کا بھی اعتراف کر لیا۔ دم بخود سے بیٹھے سولہ پر اس
 اعتراف سے اختلاف ہوا کہ وہ پاکستان آ کر فوراً بھارت سے
 ہی گھرائی میں رہا ہے۔ بہر حال، وہ غاسوٹی سے ٹی وی
 اسکرین کی طرف متوجہ رہا۔ دیکھنے سے اندازہ ہوا تھا کہ
 ریاض اور سے لطف اوقات میں حاصل کی گئی معلومات کو
 ایک ساتھ سمجھا کر لیا گیا ہے۔ اس دیکھنے میں ریاض اور نے
 اعتراف کیا کہ داکٹر خواجہ پر ہی اس نے سولہ کو وزیر اعلیٰ کے
 منجبر دئی اسلاف میں ملازمت دلائی گئی اور یہ پروگرام یہ تھا کہ
 سولہ کے ہاتھوں وزیر اعلیٰ کے مخالف سیاست دان کو قتل
 کروانے کے بعد اسے بھی موقع پر ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔
 البتہ سولہ کو یہاں سنا دیا گیا تھا کہ جب وہ اپنا کام مکمل کرنے کا
 تو اسے محفوظ راستے سے فرار کروا دیا جائے گا۔ راکہ یہ منصوبہ
 پانچ تھیں گئیں کھنچ سکا تو سولہ سے جان بچرانے کے لیے
 قتال میں منصوبہ اس طرح تیار کیا گیا کہ ریاض اور اپنے جن
 نظروں کو قتل سے فرار کروانے کی کوشش میں تھا، انہی کے
 ذمے سولہ کا بھی لگا دیا گیا لیکن یہ کام اس طرح ہونا تھا کہ
 سمجھا جاتا سولہ پر ہی کوشش میں کسی سپاہی کی کوئی کائنات نہ
 گیا ہے۔ سولہ نے سچے ہوئے اصحاب کے ساتھ یہ سب سنا

اور اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ وہ دیکھنے لگا
 والے نے آف کا فن دیکر اسکرین پر ایک کمرہ بنا اور اسے
 حجب کرنے کے لیے آہستہ سے ہٹا دیا۔
 "ریاض اور کی زبانی اس منصوبے کا علم ہونے پر ہم
 نے خلیل حکام کو اطلاع دینے کے لیے ایک تہذیبی منصوبہ تیار کیا
 اور اسے بچھاؤی قیدیوں کے دوسرے میں چھپا دیا۔ اس میں
 پہلا حصہ۔ ان آدمیوں کی وجہ سے ایک طرف ہم گھبراہٹی
 جان بچانے میں کامیاب ہوئے تو دوسری طرف خلیل
 انصاف نے بھی خطرناک تجزیوں کے فروری سازش کو کام
 بنا دیا۔" اور حجب ہوا تو خلیل نے اسے آگاہ کیا۔
 "بڑی سہرا پائی لیکن میری کچھ میں یہ بات نہیں آ رہی
 کہ تم کون ہو اور مجھ پر تمہاری سہرا پائی کا کیا مقصد ہے؟" وہ
 شاک کی کیفیت سے نکلا تو اس شخص کی آنکھوں میں آنکھیں
 ڈال کر اپنے مخصوص بے باک انداز میں سوال کیا۔
 "میں تمہاری یہ آنکھیں دور کر سکتا ہوں۔ میرا نام
 عادل خان ہے اور میں پاکستان کے ایک طبقہ ادارے کے
 لیے خدمات انجام دیتا ہوں۔ اپنے ادارے کی کوششوں کے
 ذریعے ہی میں تمہارے بارے میں علم ہوا تھا اور ہم نے
 پاکستان میں قدم رکھنے ہی تمہیں اپنی خطیہ گھرائی میں لے لیا
 تھا۔ سچے پاس تمہارے پاکستان میں گزارے ایک ایک
 دن کی تفصیل موجود ہے۔ میں جانتا ہوں کہ پاکستان آنے
 کے بعد تم کب ریاض اور سے ملے۔ کس طرح تم نے
 ڈاکٹر منگل اشور میں ہم بلاست کی کوشش کی۔ کیسے وزیر
 کی سیکرٹری فورس میں شامل ہوئے اور کس طرح خلیل سے
 فرار کی اسکیم کا حصہ بنائے گئے۔ اس کے علاوہ وہی مجھے
 تمہارے بارے میں چھوٹی بڑی بہت سی تفصیلات کا علم
 ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ تمہارے پاکستان آنے سے پہلے
 ہی تمہارا نہیں مجھے سنا دیا گیا تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اسے
 سو راتوں نے ایک مخصوص پاکستانی بیچے کی برین واشنگ کر
 کے اسے دہشت گرد میں تبدیل کر دیا ہے اور ہمارے شہرین کو
 ہمارے ہی خلاف استعمال کرنے کے لیے تیار ہے۔ ان سب
 کے اہلکار کی حیثیت سے مجھے تمہارے سلسلے میں عمل
 اختیار حاصل تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میں پاکستان کی زمین پر قدم
 رکھنے ہی شرط کر دیتا۔ ڈاکٹر منگل اشور میں ہم رہنے کے
 الزام میں گرفتار کروا دیا گیا اور ریاض اور کے پاس تقریب میں
 دہشت گردی کے الزام میں چھاپی کے چھوڑے۔ تک پہنچ
 دیا۔ کچھ نہیں تو ریاض اور کے منصوبے کے مطابق خلیل سے
 فرار کے موقع پر تمہارا عمل ہونا چاہئے تھا لیکن میں نے یہ

اور حجب ہوا تو خلیل نے اسے آگاہ کیا۔
 "میں نے اس کی ذمہ داری جگہ پوری پوری کوشش
 کی کہ تمہاری ذمہ داری کی حفاظت ہو سکے۔"
 "لیکن کیوں؟" اس نے اپنا تک ہا اظہار کرتے
 ہوئے خلیل سے پوچھنے نا دل خان سے پوچھا۔
 "میرے پاس اس کی بہت سی کاپیاں اور صاف وجہ
 تھی۔ ایک مسلمان اور پاکستانی ہونے کی حیثیت سے میں
 قہری طور پر تمہارے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا
 ہوں۔ میرے لیے میں ہمیشہ تمہاری زندگی کا چرچا کرنا
 دیکھتا تھا لیکن میں ان والدین کی آنکھوں میں بیٹے
 قہری کے دل میں سمجھانا چاہتا تھا جو برسوں سے اپنے بیٹے
 کی جدائی کا کم سچے وقت سے پہلے ہی رڑے ہو چکے
 تھے اور اب اس بیٹے کو اپنے سامنے دیکھ کر بھاری بھاری
 تھے دوسرے کے کمرے سے نزدیک اصل کمرہ میں کھڑے
 ہیں جنہوں نے ایک مخصوص بیچے کے کوڑے کا قہر جیسے ذہن
 پر عورت کی قہر میں لگی۔ تم تو نور و عظیم تھے کہ تم پر تمہارا
 اصل لیکن تمہارے ہاتھوں میں تمہارا ہوا ہے گئے تھے۔
 میری خواہش تھی بلکہ یہ کہ تمہارے دل و دماغ پر کبھی اثرات
 کی اس طرح کو کھاتا کہ تمہیں تمہارا اصل لوہا سکون تک آنے
 دے گا۔ اس میں تمہیں دہشت گرد سولہ کے چھاپے میں سبیل
 کے ہم سے یاد رکھا جائے۔" عادل خان جو اصل میں شہریار
 قہر نے اپنے قہر سزا سزا دینی بانی ہو گیا۔
 "اور اگر آپ مجھے وہ دہشتا تک جو چاہتے ہیں بھرا؟"
 سولہ نے کبری نظروں سے اس کا ہاتھ لیتے ہوئے پوچھا۔
 "بھرا بھرا ہی ہوگی۔" سولہ نے ہاتھ پر بعض اوقات
 نشان اپنے جسم کا ہی کوئی منسوخ کٹ ڈالنے پر ریاض اور جاتا
 ہے۔ وہاں اسے اس منصوبے بہت محبت بھی ہوتی ہے اور اس
 کی ضرورت بھی لیکن بانی جسم کو بچانے کے لیے اسے یہ کروا
 کر دیا گیا ہے۔ چاہے بانی ساری زندگی اس منصوبے
 کے لیے کھلیں جس بلکہ کے لگا رہے۔" اس نے سناٹ سے
 دیکھ کر منجھاپ دیا تو سولہ بکھوڑے کے لیے خاموش ہی ہو گیا
 لیکن یہ خاموشی زیادہ طویل نہیں گئی۔ اس نے ایک بار بکھوڑ
 کیا کہ سولہ اس اعتراف کیا۔
 "آپ نے اس دیکھنے میں جو کچھ دکھا دیا اور سولہ اور وہ
 میرے لیے زیادہ اہم تھا کہ میں ہے۔ مجھے وزیر اعلیٰ ہاؤس میں
 بلاست ہانے پر ہی فلک ہو گیا تھا کہ اگر ابھر ہمارا کوئی
 منصوبہ ہوتا تو اسے ساتھ یہ سب ہاتھوں ہوتا۔ بعد میں خلیل
 میں لگا بکھوڑا اس پر بھی میں نے یہاں ڈالنے جانے تک
 ہوا اور یہی کچھ میں آ کر دہراؤوں نے مجھے پوچھا دیا

کرداب
 ہے۔ میرے دل میں ان کے لیے بڑا غصہ بھی ہے لیکن اس کا
 یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ایک دم سے عیب و عن پاکستانی بن
 جاؤں گا اور بانی کی زندگی پاکستان کی خدمت کرتے ہوئے
 گزراؤں گا۔ سوری صاحب اچانک آپ کو بھرا گئے لیکن کچ
 ہے کہ میرے دل میں بڑے غم ہے ہیں۔ اگر یہ کبری پر
 بیٹھے ہوتے لوگ ہم فریب عام کے لیے کچھ کرنے والے
 ہوتے تو مجھے اپنی زندگی کے اتنے سارے سال وہاں
 بھارت میں نہیں گزارا پڑتے اور بھارت وہ لوگ مجھے دہشت
 گردی کی ٹریننگ دیتے کہ ابھر میرے ہاں باپ رورہ کر
 خوار ہوتے۔ میں آپ کو صاف بتا رہا ہوں صاحب کہ میں
 آپ کی خواہش کے مطابق بھی اچھا پاکستانی نہیں بن سکتا۔
 اب یہاں کے آپ کی مرضی ہے کہ میرے ساتھ کیا کرتے ہیں،
 کیا نہیں۔ گوئی مارنے کا ارادہ ہے تو ماریں انہی چیزوں سے
 اپنے مخصوص انداز میں شہریار سے بھی بڑھ کر صاف گوئی کا
 مظاہرہ کیا۔ اس کے اس انداز پر شہریار کے ہاتھوں پر
 سزا سزا دینی اور وہ خوش گوار ہے میں ۱۱۔
 "مجھے تمہاری یہ صاف گوئی پسند آتی نہیں۔ میں انسانی
 تفصیلات کو کھاتا ہوں اور مجھے اندازہ ہے کہ تمہارے جیسا
 شخص ایسی آسانی سے ایک دم تبدیل نہیں ہو سکتا۔ اگر اس
 وقت تم مجھ سے کچھ کہنے کے چاہتے ہو کہ تمہارے دل
 میں اچانک اپنے ذہن کی محبت جاگ گئی ہے اور تم ذہن کی
 خاطر تبدیل ہونے کو تیار ہو تو میں بھی تمہیں نہیں کرتا بلکہ میں
 سوچتا کہ تم اپنی جان بچانے کی خاطر مجھ سے محبت یوں
 رہے ہو۔ کچھ نے میرے دل میں تمہاری قدر و قیمت کو حیر
 بڑھا دیا ہے۔"
 "مگر یہ اب آگے ہی نہیں میرے لیے کیا حکم ہے؟"
 اس نے بے نیازی سے پوچھا۔
 "میں تمہارے ساتھ ایک ڈیل کرنا چاہتا ہوں۔" وہ
 پرہیز طلب آیا۔
 "کیسی ڈیل؟" سولہ نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔
 "مجھے بھارت میں ایک شخص پر پانا ہے اور میں چاہتا
 ہوں کہ اس شخص میں تم میرے مسلمان کی حیثیت سے
 میرے ساتھ چلو۔ مجھے اپنے ذہن کے لیے بھارت اور بھارت
 مند شخص کے ساتھ کی ضرورت ہے جو کہ ہو۔ لیکن یہ تمہیں
 ساتھ لے جانے کی واحد وجہ نہیں ہے۔ یہ سزاؤں کی میرے
 اپنے ساتھیوں میں کوئی کی نہیں ہے۔ میں تمہیں ان پر توجیہ
 صرف دو جرات کی بنا پر دے رہا ہوں۔ اول یہ کہ میں

بھارتیوں کا چہرہ لگا ہوا تھا اور انہی پر استعمال کر کے انہیں سنی
سکھانا چاہتا ہوں، دوسرے یہ کہ تم کئی برس بھارت میں
رہنے کی وجہ سے وہاں سے کافی حد تک واقف ہو اس لیے
زیادہ بھروسہ دیا جائے گا۔ وہاں گویا صاف گوئی کا
مقابلہ ہو رہا تھا جس میں وہ دونوں ایک دوسرے پر سخت
لے جانے کی کوشش میں تھے۔

”ٹھیک ہے۔ یہ تو ہو گیا آپ کا فائدہ بڑھے گا یہ کام
ہو گا کہ میں آپ کا ساتھ دوں اور اپنی جان مشکل میں
لاؤں؟“ تاہم یہ تاہم بھانے ہوئے سونے اس سے
پوچھا۔

”جان تو تم اپنی مشکل میں ڈال ہی چکے ہو۔ یہاں
سے باہر نکل کر دیکھو پھر میں بتا جاؤں گا کہ تم کتنے محفوظ
ہو۔ تم ایک ایسے شخص ہو جو ہر بار قانون کے مطابق نکلنے سے ضرور
بچے اور جس کی قانون نافذ کرنے والے اداروں کو سخت
سے کاٹا ہے۔ اگر تم جلی پولیس اور ایجنسیوں سے بچ سکتے تو
تمہارے نام لہوا آ سکتی ہیں نہیں گئے۔ وہ تو پہلے ہی
تمہارے خون کی بو محسوس کر رہے ہیں اور تمہارے منہ پر
آتے ہی تمہیں دوڑی دوڑی دیکھ لیا کرتے ہیں اور وہ نہیں
گا کہ تمہیں کیونکہ تم ان کے لیے ایسا خطرہ ہو جو جی بھی ان
کے لیے خطرات کوڑی کر سکتا ہے۔ اس لیے میں تمہیں بتاتا

ہوں کہ میرا ساتھ دینے میں تمہارا سب سے پہلا فائدہ تو یہ
ہے کہ تمہیں ایک پناہ گاہ میسر آ جائے گی جہاں تم قانون نافذ
کرنے والوں کے ساتھ ساتھ راکے کروں سے بھی محفوظ
رہو گے۔ یہاں رہ کر تمہیں اپنے وطن میں خاطر خواہ تبدیلی
دیا کرنے کا موقع ملے گا جس کے بعد تمہارے لیے آزادانہ
نکل و عمل آسان ہو جائے گی۔ تم تمہاری مافی عدالت بھی
کریں گے اور اگر تم میرے ساتھ میرے وطن میں ساتھ
دینے کے لیے چہرہ ہو گئے تو تمہیں تمہارے کام کا پورا فائدہ
معاوضہ دیا جائے گا۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے تمہارے
لیے موجود حالات میں یہ پیشکش بہت مناسب ہے کیونکہ تم
چین و آرام کے ساتھ اور جن لوگوں کی پشت پناہی میں یہاں
آئے تھے، وہ تو اب تمہارے لیے اپنی حیثیت کو بھینٹے ہیں۔
تم بانو یا نا تو لوگوں میں جانتا ہوں کہ تم پر یہ حقیقت عمل بھی
ہے کہ بھارتیوں نے تمہیں قتل اپنے مقاصد کے لیے استعمال
کرنے کی کوشش کی تھی۔ نہ تو وہ تمہارے اور وہ ہی اور نہ ہی
انہیں اس بات سے کوئی مطلب ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ظلم
ہوے۔ وہ جو بیکہ دیوانہ اور سوسر بھانے اسے سزا دیا کہ
انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔

”تمہارے لیے میرے پاس ایک اہم اطلاع ہے جس
سے تمہارے والدین کو ان کی نگہ سے نکال کر ایک محفوظ
مقام پر منتقل کر دیا گیا ہے تاکہ وہ کسی اندر سے انہم کی
بیعت نہ چڑھ سکیں اور نہ ہی۔ کوئی تم تک پہنچنے کے لیے
انہیں استعمال کر سکے۔ تم جب چاہو گے ان سے نہ ہر
ملاقات کا انتظام کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ تم جب تک
میرے ساتھ رہو گے، یہاں ان کی ہر طرح سے دیکھ بھال
اور نکالت ہوتی رہے گی۔“

”ٹھیک ہے میرے پاس آپ نے مجھ پر بچ بچ 12 انسان
کیا۔“ سلو جو اب تک کسی بات سے متاثر نظر نہیں آ رہا تھا،
اس کی زبان اپنے والدین کی بات میں کچھ نہ کہتا گیا اور اپنا
جہاز ہوا اسرا تھا کہ اس کا سفر یہاں کیا۔
”تمہیں ٹھیک کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ
دونوں پاکستانی شہری ہیں اور ان کا قصہ تمام اپنی ذمہ داری
کھٹے ہیں۔“

”کاش کہ کچھ سہولت سے گزارا ہونے والے غریب
بھیروں کو بھی آپ لوگ اپنی ذمہ داری کھٹے تو میں سے
ساتھ یہ سب نہیں ہوتا۔ اب میں چاہوں گی تو نازل ایک
نہیں گزار سکتا۔“ اس کے لیے میں سٹو اور دکھ دونوں ہی
تھے۔

”تم سمجھو گے نہیں لیکن یہ معاملہ بالکل مختلف ہے۔
کچھ سہولتوں سے گزارا ہونے والے مافی کیوں کے سطل
میں ہم بالکل بے بس ہیں۔ ان مافی کیوں کو ہمیشہ ان
اڈام کے تحت گزارا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے سہولتی اداروں
کی خلاف ورزی کی تھی۔ حالانکہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا اور
لوگ جان بوجھ کر بھی بے گناہ مافی کیوں کو کچھ سہولت سے
تھیر کر لے جاتے ہیں۔ سب سے مافی کیوں کی قسمت بدتر
ہوتی ہے کہ اور گروہاری کوئی کئی بیٹہ وغیرہ موجود ہوتے
انہیں مدد مل جاتی ہے ورنہ وہ بے چارے مافی کھس جاتے ہیں
اور ہمارے پاس ایسا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا کہ انہیں بے گناہ
حیثیت کر سکیں۔ تم اور تمہارے ساتھیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی
ہوا۔ تمہارے ساتھیوں میں ایک ہی بات یہ ہوئی کہ انہوں نے
تمہاری کم عمری کو بھینٹے ہوئے تمہیں اپنے مقاصد کے
لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن یہ تمہاری اور انہوں
خوش قسمتی تھی کہ تمہاری یہاں آہ سے مل ہی نہیں تمہارے
ہارے میں ظلم ہو گیا اور وہ لوگ تم پر بہت سادقت اور سزا
قرع کرنے کے باوجود تم سے جان کوئی ایک بھی کام نہیں لیا
سکے۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ شاید یہ اس لیے ہوا کہ
انہوں نے تم سے بچاؤ کا کام لیا چاہتا ہے اور اس کی سچی
مرتبہ سے تمہیں کوئی سزا نہیں ملے گی۔ وہاں ٹھیک ہے
میں چاہوں گا آپ کے ساتھ اپنا اور ان ماں کے۔۔۔ کو
پہنچانے کا سونپا دے دوں گا۔ آسان نہیں ہے۔ دو جوش
میں آگیا پھر خیال آنے پر پوچھ لگا۔“ آپ کسی شخص پر
دور رہ رہے ہیں۔ تاہم قتل کو ازما ہے یا کوئی کی دو چار
پڑاؤں میں باہر مت کرنا ہے؟“

”میں اب کچھ نہیں ہے۔ میں میرے ساتھی کوئی دوش
گروہوں میں چھوڑا ہے۔ اس کی املاک کو نقصان پہنچا گیا ہے
مگر انہوں کا خون بہانے کا سہ نہیں۔ فی الحال میں تمہیں
اپنے وطن کی مصیبت سے آگاہ نہیں کر سکتا۔ لیکن تم اتنا کھلو
کہ تمہاری جان نے تمہاری ایک بہت سی سچی شے پر قید کر لیا
ہے اور مجھے اس کے بارے میں اپنے وطن لانا ہے۔“ اس نے
سزا دیا ہے اس کے سوال کا جواب دیا جس پر وہ دوسرے
سے گرا رہا۔

”تمہ پر اعتماد نہیں ہے اس لیے اصل بات گول کر
دیا آپ نے؟“

”اور انسان اپنے دل سے وقت کے ساتھ
حاصل کرتا ہے۔ ابھی تو تمہاری حیثیت ایک ایسے شخص کی ہے
جہاں خطرات کی خاطر اجرت پر میرا ساتھ دے گا۔ اس
لیے میں تمہیں ہے کہ میں تم پر عمل پیرا ہوں گا کہ تمہیں۔ ویسے
تمہاری خطرات میں ضرورت سے معاملات کو حل نہیں کیا جاتا۔
پہلے وہ جس تکلیف یا درد دار نہیں کہیں نہ ہو۔“ اس نے
لہجہ صاف گوئی سے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جسکی آپ کی مرضی۔ آج سے میں آپ کا
خادم ہوں اور جو ظلم آپ دہیں گے، اس پر عمل کروں گا۔“

”کاش گروہ تمہارا بیٹا تو پڑھا تو نہیں ایک دوسرے
کے ساتھ کام کرنے میں کافی آسانی دے گی۔ فی الحال تم
آرام گزارو اور ان لوگوں کے ساتھ تعاون کرو جو تمہارا اہل
بھرتی کر رہے ہیں۔ میں تمہاری مدد کریں گے۔ وہ اپنی جگہ
سے گرا رہا گیا۔ سلو کی خود کار انداز میں اپنی جگہ سے گرا رہا
گیا۔ خطرات میں کوئی ایسی بات ضرور تھی کہ وہ اس سے
جڑ کر رہے تھے۔ یہ وہ تھا۔“

”میرے خیال میں تمہیں یہ بتانے کی کوئی ضرورت
نہیں ہے کہ اس علاقے سے باہر تمہارے لیے خطرہ ہے اس
لیہاں بات یہاں سے باہر لگنے کی کوشش مت کرنا۔“

اس نے باہر کی طرف قدم بڑھانے سے گلہ نہیں نہم لے
میں سلو سے یہ اتفاق ہے۔ مجھے کئی نئی سے یاد ہو سکتی ہے
پتہ نام بتائی گیا کہ علاوہ ایک قیدی ہے جسے یہاں سے باہر
جانے کی آزادی نہیں ہے۔ تاہم اس کے احساس سے اس
کے چہرے سے ہر ایک سایہ مٹا رہا گیا۔

”آپ تو مجھے میرے ماں باپ سے طوائفے والے
تھے؟“ اس نے اڑائی سے دور بیاٹ کر۔

”مجھے اپنی بات یاد ہے۔ تم گھرت کر وہ ملاقات کا
انتظام ہو جائے گا۔“ اس نے جواب دیا اور ہاتھ قداموں
سے ہٹا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ سلو جہاں کا تھاں کھڑا
رہا۔ اس میں صحت نہیں تھی کہ اسے پکار سکتا یا کوئی اور سوال کر
پاتا۔



”بڑے دکھ کی بات ہے اب انڈیا اورنگ! میں نے تم
سے اتنا بچاؤ سا کام کیا اور تم نے ابھی تک نہیں کیا۔ میری
بھوری تھی کہ مجھے دینی سے اچانک واپس پاکستان بھجوا دیا
اور میں وہاں رہنے رہنے خودی اپنا مسئلہ حل لیتا۔“ پھر وہی
کے لیے نہیں لگتی تھی۔

”تاریخ تہ ہوں پھر وہی صاحب! میری بھی
خواب تھی کہ آپ کے کام آتی لیکن بھوری نے میرے ہاتھ
پر ہاتھ دے۔“ انڈیا نے اپنی لوج اور آواز میں مضرت
نواہانہ لے کر اسے اپنی بھوری کاروں دیا۔

”تمہاری کیا بھوری ہو سکتی ہے؟ تم نے پارک میں
بھی ہو اور تمہاری کئی بچی ہے، میں یہ بات ابھی طرح جانتا
ہوں۔ گھبرا اور آفتاب تو کیا، اگر تم میں سے امریکا کے صدر
کے ہارے میں بھی معاملات حاصل کرنے کی خواہش کرتا تو
تم معلوم کر سکتی تھی لیکن شرط یہ ہے کہ تم ایسا کرنا چاہو۔“ وہ
بچ بچ خطا تھا۔ نیو پارک والے پارٹمنٹ میں گھبرا اور
آفتاب کی پارک کا منصوبہ ناکام ہونے پر وہ شدید
گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا اور اس کے امریکا میں داخلے کا
راستہ بھی ایک طرح سے بند ہو گیا تھا۔

نیو پارک پولیس کی دستوری کو دیکھتے ہوئے یہ بات
کی جاسوسی تھی کہ اس نے دستخط قریب میں نیو پارک کا
رج کیا تو دھرا دیا جائے گا۔ اگلے ہی فی الحال اس کے دوسرے
کارے کرنے پر پابندی لگا دی تھی اور مقامی معاملات
سنہالنے پر زور دیا تھا اس لیے وہ بالکل بندہ کر رہا تھا۔
البتہ انڈیا کے توسط سے اسے اتنا ضرور معلوم ہو گیا تھا کہ
آفتاب اور گھبرا اب نیو پارک کے اس پارٹمنٹ میں نہیں

رہتے جہاں انہیں قتل کروانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کے دل میں بھڑکی آتش انہیں اس اطلاع پر مزید بھڑک اٹھی تھی اور اس نے انہیں اسے درخواست کی تھی کہ وہ ان دونوں کا پتا چھاننے کے ساتھ کسی دوسرے ٹیکہ سے معاملات طے کروانے میں اس کی مدد کرے۔ انہیں اس وقت تو اس کی بات خاموشی سے سن لی تھی لیکن کئی دن زبرد چانے کے بعد بھی اس کا رد عمل سامنے نہیں آیا تھا چنانچہ چودھری نے خود اس سے رابطہ کر کے شکوہ شروع کر دیا۔

”آپ نے تو مجھے بہت اونٹنی چڑ بنا دیا چودھری صاحب اب میری اتنی بھی زیادہ ہمتی نہیں ہے اور اگر میں تھوڑی بہت کوئی عیثیت رخصتی بھی ہوں تو وہ اسے ان بڑوں کی وجہ سے سنہوں نے سختی سے مجھے آپ کے ذاتی معاملات سے الگ رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ میرے لیے حکم ہے کہ میں تنظیمی معاملات کے ساتھ آپ سے کسی اور معاملے میں ڈیلنگ نہ کروں اور نہ تنظیم میں میری اپنی پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ اب آپ ہی بتائیں کہ اتنے سخت احکامات کے بعد میں کیسے آپ کی خواہش پوری کر سکتی ہوں؟ اگر وہ انوں کی نظر میں مستحب ہونے کے بعد تو میرا کھنک کوئی ٹھکانہ ہی نہیں رہے گا۔“ چودھری کے حکم سے کے جواب میں اس نے اپنی صفائیوں پیش کرنا شروع کر دیں جسے سن کر چودھری غلے کھا کر رہ گیا۔

”تم بڑوں کا روتا کیوں رو رہی ہو؟ صاف کہو کہ انہیں نے تمہیں منع کیا ہے۔“

”آپ جانتے ہیں تو میری زبان سے کھلوانا کیا ضروری ہے؟“

”وہ شخص ضرورت سے زیادہ مجھے اپنے دہانے میں لینے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اسے سمجھا دو۔ میں اتنا بھی بے اختیار اور بھروسہ نہیں ہوں کہ اس سے روکائی چلا جاؤں۔ یہاں کے معاملات میرے ہاتھ میں ہیں۔ اگر میں چاہوں تو چوکھی کر سکتا ہوں۔“

”شکرت...؟“ اس کی ہنسی کے جواب میں انہیں نے سر دھری سے بچ چھا۔

”تم ابھی طرح جانتی ہو کہ میں اپنے علاقے میں کتنا با اختیار ہوں۔ اگر میں منہ میں آیا تو تم میں سے کسی کی جنگ میں موجود ایجنٹ کے ہتھیار تک رسائی نہیں رہے گی۔ میں خود ہر شے پر قبضہ کر لوں گا۔ اس کے بعد میرے لیے زیادہ مشکل نہیں ہے کہ میں اس ایجنٹ کو انڈیکس کسی دوسری پارٹی کو کھج دوں۔ تمہارے علاوہ بھی مارکیٹ میں دوسرے

لوگ ہیں جو اس وعدے کو چھوڑ رہے ہیں۔ جو مجھے تم سے رہا ہے، وہ وہ میں پھر نفاذ کے آزادی سے دوسروں کا پھیل کر لوں گا۔“ آپ نے تیس اس نے بہت زور دیا اور کئی قسمی جس پر اس کے خیال کے مطابق تنظیم کے کئی دوسرے لوگ رہ جاتے۔

”یہ آپ کی خام خیالی ہے چودھری صاحب! یہ لوگ اتنے بے وقوف نہیں ہیں کہ کسی شخص کو اپنے اوپر حاوی ہونے کا موقع دے دیں۔ کھتوں میں کام کرنے والے اور وہاں نگرانی کے فرائض انجام دینے والے۔ شک آپ کے لوگ ہیں لیکن وہاں تینا لوتی نگاری کا کردار ہی ہے۔ ہم اگر چاہیں تو انہیں ایک ٹینا دیا کر سکتے ہیں۔ تیار کر سکتے ہیں اور اس تہا کی جیسے میں آپ کے کسی کارخانوں کے ساتھ ساتھ اتنی بڑا ڈیجیل بھی کر سکتے ہیں۔ ہائے گا۔ اس صورت میں آپ اپنے نقصان کا حساب لگائے گا۔ آپ اپنی طرف سے ملنے والے اظہر معاملے کے علاوہ بھی بہت کچھ سمجھیں گے بلکہ ہمارے لیے مشکل نہیں ہے کہ ہم نکلے اور اپنا سینٹ آپ وہ بارہ قائم کر لیں دوسرے آپ بھی خواب میں بھی یہ سنت سوچنے کا کہ آپ سے ہاں یا نہ ہاں اتنی ایجنٹ کسی دوسری پارٹی سے سوا کر کے لیں۔ پہلے نمبر پر تو آپ اپنی مالک جات اور افغانستان کے نئے پارٹیوں کے باطن مارے جائیں گے جو اپنے مقابل آنے والے کسی صورت پر داشت نہیں کریں گے۔ نگاری بات اور سے ہم اس بزنس پر چھائے ہوئے ہیں اور ہم نے طلب و رد میں بھی کمی نہیں آنے دہی ہے۔ اس لیے ہم پر کوئی اعتراض نہیں کرتا لیکن آپ کو کوئی نہیں چھوڑے گا۔ دوسرے جو ایجنٹ آپ کے ہاں کاشت کی جا رہی ہے وہ اس سے بیزاری تیار کرنے کی ایجنٹ لوتی بھی ہمارے پاس ہے۔ نگاری تینا لوتی کے بغیر کوئی اور اس ایجنٹ سے اس کو اپنی بیزاری تیار نہیں کر سکتا جس کی مارکیٹ میں مانگ ہے۔ اس لیے اگر آپ ایک بار سوا کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو اگلی بار کوئی آپ سے سوا نہیں کرے گا۔ ان سب صفائیوں کو اپنے سامنے رکھ کر آپ ذرا حاصل کے ساتھ فیصلہ کیجئے گا کہ آپ ہم سے بھر لینے کی پوزیشن میں ہیں بھی یا نہیں۔“ چودھری کو مارا تلخ نقصان ہاتھ سے ہونے لگا کے کچھ میں تھا اجنبیت اور سر دھری تھی وہاں سے صاف تیار تھا کہ اس کی اصل نگاریوں اور قادیانوں کے ساتھ ہیں اور انہیں اس سے محبت اور لگاؤ سے بات کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی تنظیم کے مفادات پر اسے کسی بھی طرح

”تم کیسی باتیں کر رہی ہو اور کھنگ! میں تو بس مجھے میں ایک بات کہہ گیا تھا، نہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ نہ ہی میں تنظیم سے بغاوت کا سوچ سکتا ہوں لیکن تنظیم کے ذہن کا بھی تو فرض ہے کہ وہ اپنے لیے قدمات انجام دینے والوں کے مفادات کا خیال رکھیں۔ اگر ہم اپنے ذاتی مسائل کی طرف سے پُرسکون ہوں گے تو تنظیم کے لیے زیادہ بھلا طریقے سے کام کر سکیں گے۔“ ایلزا کا مودہ خراب ہوتا دیکھ کر اس نے بہت جلدی سے بیچتر اہل لیا تھا۔

”جلی بات تو یہ ہے کہ تنظیم اپنے لیے کام کرنے والے پر نفس کو اس کی خدمت کے بدلے میں نہایت متحمل معاوضہ دیتی ہے جس کے بعد اس پر کسی طرح کی ذمہ داری نہیں رہتی، دوسرے ہر جگہ تنظیم کے لیے بڑے زیادہ لوگ کام کرتے ہیں۔ اگر ہم ہر شخص کے ذاتی مسائل کے حل کے لیے بھاگ دوڑ کرنے میں اپنا وقت ضائع کرتے رہیں تو تنظیمی کام کب اور کیسے انجام پائیں گے؟ اس لیے بیچتر سے کہ آپ اس حقیقت کو سمجھیں کہ یہاں سے اور آپ کے درمیان ایک کاروباری تعلق ہے اور یہ تعلق اسی صورت قائم رہ سکتا ہے کہ آپ ہماری شرائط کے مطابق کام کرتے رہیں اور جہاں میں اپنی شرائط پیش کرنے کی ذمیت نہ کر لیں۔“ ایلزا اس سے جس لب و لہجے میں بات کر رہی تھی اسے لگے ہا تھا کہ وہ اس نرم و گلاز حسینہ کے سہانے اور لایا اللہ سے بات چیت کر رہا ہے۔ آج پہلا موقع تھا کہ ایلزا اسے بات کرتے ہوئے دوسرے صاحب حسن کے سہانے اور ہنست سے بے پیمانہ لہجہ بول رہا تھا۔

”کول واڈن بتی! میں نے مان لیا ہے تاکہ مجھ سے لفظی ہوگی اور میں مجھے میں مجھ کو زیادہ ہی غلام سلف بول گیا ہوں۔ تم اس بات کو اب سمجھیں غم کرو۔“ وہ اب باقاعدہ گھبرا گیا تھا۔

”ٹھیک ہے، آپ سے دوستی کے ناتے میں بات تم کر دوں گی لیکن اب آئندہ وہی آپ ایسا جھوٹ کہیے گا جس سے بغاوت کی بے آئے۔ آپ نے چاہے نہ کہ دیگر اداروں کے مینیجمنٹ کا ہوتے ہیں اور ہماری تنظیم جتنی طاقتور اور جد ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری داخلی میں ہی ہماری منتظر کار پانچواں ان بنگلے بنیے جانے۔ آپ نے کہا۔ یہاں کے لوگوں کا حرافت نہیں سمجھتے لیکن میں آپ کو سمجھا رہی ہوں کہ

آپ اپنی ذاتی میں کسی بہت بڑے نقصان سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ آپ کا جہاز تیار نہیں ہے پارک میں رہتا ہے۔ اسے کچھ ہو گیا تو آپ کیا کریں گے؟ اسے آپ کے ان پورٹ ہائیر کے وارنٹ کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ وارنٹ نہ ہا تو آپ کے بعد آپ کی جائیداد پر قبضہ کر لیا جاسکتا ہے۔“ وہ اسے بھی چھری سے اسی طرح ڈر رہی تھی۔ سرد اور دوستانہ انداز میں وہ سب کچھ بتا رہی تھی جو کوئی دشمن ہی کہہ سکتا ہے۔

”میں نے کہا ہے تاکہ اس بات کو جانے دو۔ اب تمہیں مجھ سے کئی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ اس نے بہت زور دے کر ایلزا کو یقین دلایا۔

”اوکے! میں ہوش۔ اب مجھے اجازت دو۔ یہ کبھی ایشیہ کا محل میں بات یا ملاقات ہوگی۔“ ایلزا کے لہجے کی نرمی اور لوج واپس لوٹ آئے اور اس نے بڑے خوش مزاج لہجے میں کہنے ہوئے راجد متعلق کر دیا۔

فون بند ہونے کے بعد بھی چودھری بہت دیر تک ساکت سا بیٹھا رہا۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے ٹھکانے کی خواہش میں اسے بیحد حد کی کمالی پڑی تھی اور یہ تسلیم کرنا پڑا تھا کہ ان لوگوں کے اختیار وادے کے سامنے اس کی ذہنی حیثیت نہیں ہے۔ پھر بھی جانے کیوں وہ اپنے فون کی تیر سے مجبور ہو کر انکی فوننگ کر جاتا تھا اور اس وقت تو ایلزا نے اسے بہت ہی زیادہ خطرناک دیکھی تھی۔ چودھری مراد عالم شاہ، اس کا اور اکھرا جی تھا جس سے بہت خفا رہنے کے باوجود وہ بڑی محبت کرنا تھا اور جانتا تھا کہ وہ لاڈوں میں رہا وہی ہے جو اس کے بعد اس کی جائیداد وارث قرار پانے سے۔ دوسرا بیٹا مراد شاہ تو اپنی ذہنی پسماندگی کی وجہ سے کسی لائق ہی نہیں تھا اور بیٹوں کو وارث بنانے کا ان کے ذہن میں کوئی نہیں تھا۔ اس کے حوالے سے دیکھی تھی تو اس کا دل تاتا

بے قرار ہوا کہ فوراً ہی اس کا فیصلہ بیٹا۔ دوسری طرف سے فون مراد ہی نے اٹھا یا وہ یہ جاننے کے بعد کہ دوسری طرف اس کا باپ موجود ہے، نہایت اذیت آپ سے سلام کرنے کے بعد اس کی نئے خوبصورت روپا پخت کرنے لگا۔

”میں ٹھیک ہوں پتر! میں میری فکر چھوڑی تھی اس لیے تجھے فون لگایا۔“

”وہ کیوں لہاتی! میں یہاں اچھا ہوں ہمارا آپ میری فکر کسی لیے ہو رہی تھی؟“ یہ پہلا موقع تھا کہ باپ نے اپنی بات کی تھی اس لیے وہ جھرت سے پوچھنے لگا۔ اس کے پوچھنے پر چودھری کو اپنی فوننگ کا احساس ہوا چنانچہ بات بنانے کے لیے بولا۔

”میں پتر! میں ہاں کے بعد اسے ایسا ہی ملا ہو گیا ہے۔“

”میں نے فوننگ میں اپنی بات کی اور مجھے کئی تیری باتیں یاد آتی تھی۔ اب اسے فون سے کسی نے مجھے کچھ نہیں کہا تو اسے ہی یہاں لے کر گیا۔“

”میں نے کہا ہے تاکہ اس بات کو جانے دو۔ اب تمہیں مجھ سے کئی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ اس نے بہت زور دے کر ایلزا کو یقین دلایا۔

”میں پتر! میں ہاں کی مرضی۔ ہمارے چہارے اس ہر کے ساتھ چارہ بھی کیا ہے۔“ وہ فوراً ہی کول دینے لگا اور اپنے اپنے کے لیے بولا۔ ”کوئی تیری زبان تھی اور وہی کا کیا خیال ہے؟“ فون میں چودھری نے اسے دہرایا چودھری کے مکتوب پر پڑنے سے زیادہ بات نہیں کرنا تھا۔ یہ جگہ گئی مراد شاہ کو اپنی ماں کی موت کی حقیقت کا علم نہ ہونے کے بعد ہی اندر سہانے رنگا تھا اور اس خوف کی ایک بڑی اور اچھا بھی تھا جس نے اسے صبح صبح پر دیکھی دے دیکھی تھی اس کی سرنگی کا ایک تجربہ مراد شاہ پر اٹلانے مازکی صورت میں بھی مل سکتا ہے۔

”وہ دونوں ٹھیک ہیں۔ شاید آپ کو سلام کہہ رہی ہے۔“

”میرا ٹھکانہ کیا اطلاع ہے؟“

”میں اطلاع نہیں ہے۔ اس سے میرا رابطہ عمل طور پر قائم ہو چکا ہے اور میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔“ مراد شاہ کے کچھ بھی نہیں ہو رہی تھی روائی۔

”گورنمنٹ ہیل رہا ہے مراد شاہ! تجھے سب معلوم ہے پتر! جانا یہ جو کر گئے ہیں، پتر! تم نے کہہ۔ میں خود اس کی کھانسی لگاؤں گا۔“ چودھری ہانپا۔

”تاکہ اس پر ایک اور کھانا تیار کر دیا۔“

”میں نے کھانہ سے نظر پٹانے کے لائق نہیں چھوڑا اپنی اور کھانہ کی کوشش بھی آپ کے ساتھ ملا ہوں اور ہر دوری کی آرزو اس سے دھکی کر رہا ہوں اس لیے تو اس نے مجھ سے یہ بات توڑ دیا اور اب اگر اتفاق سے میں مل بھی گئی تو مجھے سمجھنے سے کچھ سے مت بھیر کر چلی جائے گی۔ آپ نے تو کچھ بھائی کے رشتے کا اشتہار ہی توڑ دیا اپنی اچھائی تو کچھ بھائی کی حفاظت کیا کرتے ہیں اور میری بہن بھی ہوگی کہ کچھ بھائی کے لیے خطرہ ہوں۔“ وہ ایک وقت صبح اور اس

کھانے پہنچے یہ پتر ہیں۔ بھائی، بیٹوں کے

رکھوا لے ہوتے ہیں، پتر! میں نے انہوں کے جو گھر کی چار دیواری میں جھنگی ہیں۔ کھوڑی طرح چوری چوری گھر کی دیوار پار کرنے والوں کے لیے طبیعت سے بھائی کنہ سے پر ہندوئی ڈال کر گھومتے ہیں تاکہ موقع ملے ہی مزاح کا ہنسا لگائے والی کا ہنسا لگال سکیں۔ لیکن تو یہ کچھ نہیں کہے مراد شاہ! خود پتر ہے اس پر کاش اور خود بھی امر بتی نہ گیا ہے۔ تجھے کہاں یاد رہے ہیں مزاح و فحش کے اصول۔“ اس نے اپنے کون ڈر۔

”اچھا ہی ہے کہ مجھے ایسے غیر انسانی اصول یاد نہیں ہیں جو صرف اس لیے بنائے گئے ہیں کہ انسان سے اس کے بنیادی حقوق لیکن کر اپنی عمر کی کاٹش پر لایا جاسکے۔“ اس نے فحش جواب دیا۔

”تجھے سے گل کرنا تو اپنا مقنا خراب کرنا ہے۔ تو نہ میری گل کہا ہے، نہ مجھے کا پڑ میری مجبوری ہے کہ تو میرا کھانا وارث ہے۔ میرے کچھ گھنے گھنے منگنا ہی پتر ہے۔ یہ میری کچھ نہیں آتا تو میرے بعد جائیداد کا انتظام ہی سے چلانے کا تجھے تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ تیرے دادا کا جس کی تاریخ کو ہوتا ہے۔ یہ تمہارا جب تک زندہ ہوں مجھے تو سب دیکھنا ہے اور اپنے ہر کوشش کی وہ ایات کی حفاظت کرنی ہے۔ جانو اور فریگیوں میں ہی خوش رہو، میں پتر! وہاں ہو کر بھی سب کچھ ہی دیکھنا ہوں گا۔“ اس نے مراد شاہ کو ہاتھ سا کرفون بند کر دیا اور پندرہ آدھیں فوننگی کو پکارا۔

”حاضر سرکار۔“ فوننگی چرانگ کے جن کی طرح فوراً خدمت میں آجورہ ہوا۔

”میں کی تیاریوں کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟“ اس نے کھڑے ہونے سے پہلے سے ساتھ روپا پخت کیا۔

”تیاریاں ہماری ہیں سرکار۔“ آپ دیکھنے کا کچھلے سال سے زیادہ شاندار انتظامات ہوں گے اس بار۔ میں نے درگاہ کی شہادت اور حویلی کی تزئین کا کام شروع کر دیا ہے۔ دعوت دے سکتی ہیں ایک دو دن میں چھپ کر آجائیں گے۔ آپ دیکھیں گا، کھانے کے لیے شاعر دعوت دے تیار کر دے ہیں میں نے۔ باقی سب انتظام بھی بہت شاندار ہوگا۔ اللہ نے چاہا تو آپ کو کھانا کا موقع نہیں ملے گا۔“ فوننگی نے فوراً رپورٹ دینی شروع کر دی۔

”ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ دیکھ لیں گے تیرے انتظامات کو بھی۔ پتر! کہہ دو آگ لگنے کی کوئی خبر ہے؟“

”کوئی کوئی نہیں ہوئی اور۔“

”میں چودھری صاحب! اب ٹھیک ہے۔ ہر کام اور دوسروں کو میں نے آپ کے علم پر ڈاک لگے سے پتر!

اب وہاں صرف سرکاری چمکدار ہے اور اسے کسی
مکانے کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اسے کسی غیر آزدی بھی اپنی جگہ
موجود ہے اور وہاں سے خدمت کے مطابق اس نے دو بارہ
بچل کارڈ کرنے کی کوشش کی تھی۔ "اس معاملے سے بھی
شقی کے پاس اس کے لیے کوئی خبر نہ پورٹ موجود تھی۔ اظہر
لہذا اس کے ساتھیوں کو بچل میں لگنے کے بعد سے وہ
لوگ بہت محتاط ہو گئے تھے۔ پھر کے بارے میں انہیں
قلب تھا کہ وہ کسی خفیہ ادارے کا آدمی ہے اس لیے اسے کل
کرنے کے بعد بھی یہ خیال رکھا تھا کہ اس کے کل کی تحقیق
شروع ہو تو کوئی گرفت میں نہ آسکے۔ لیکن اس بارے
میلے میں بہرام ہی سامنے تھا۔ اس لیے انہیں پھر وہاں تک
تعمیر کرنے والے سے ہی گھبرنے کی کوشش کریں گے اس
لیے اس کی پوری ہمہ سیت سطر سے بنا دیا تھا اور ڈاک
نکلنے سے یوں واضح ہو گئے تھے جیسے وہاں ان کا کل وصل ہی
نہ رہا۔ وہاں ابھی تک ٹارگٹ ایئر نہیں آیا تھا اس
لیے فی الحال وہاں چند رکھ ضروری بھی نہیں رہا تھا۔ دوسرا
ظہر انہیں سمیری کی طرف سے تھا کہ وہ اظہر کا کزن ہونے کی
وجہ سے اس معاملے میں دلچسپی لے سکتا ہے لیکن اس کی
طرف سے بھی کوئی قابل ذکر روئل دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔
اس لیے انہیں ایسا بیان دیا جاتا تھا۔
"اس سے اسے ہی سے اس سے پہلے سمیری طاقت
کا انتظام تو کرواؤ۔ چاؤ کسی دن اسے حویلی کھانے پر تم تو
اس کی طرف سے سب اچھا کیا رپورٹ دے دو ہے۔ میں
بھی مل کر دیکھوں کہ کیا بندہ ہے۔"
"چنگا سرکار! میں آپ کا بیٹا چمکدار ہے اسے یوں کو بچتا ہوں
گا۔ دیکھیے گا، سر کے بل دوز اچھا آئے گا۔ پہلے ہی مجھ سے
کہہ رہا تھا کہ چودھری صاحب امریکا سے آجائیں تو ان
سے طاقت کروں گا۔ ہمارے وہ بچے تھے مجھے بھی اس نے
بہت خوش ہو کر لے گئے۔"
"پہلی گلی سے کہ وہ نکلنے کے خوش ہونے والا
آدی ہے۔ ایسے تو کوئی کوٹھی میں لینا آسان ہوتا ہے۔ وہ
نکلنے کے خوش ہونے کی ایک طرف بیٹا ہے گا، پھر ہم اپنے
کام کرتے رہیں گے۔" چودھری کو سمیر کے بارے میں جان
کرنا خاصا اہمیت کا ہوا اور نہ جب تک شہزادہ میراں تھا اس نے
ان کو کوئی کاٹھ پڑھ کر رکھا تھا۔ ٹھوڑی اور کٹھنوں کی اسگتک
توجہ دہرے ہونا ہو چکی تھی۔ دوسرے معاملات میں بھی اس کا
مصل دخل تھا۔ اس کی وجہ سے حالات اس کی پیچھے گئے تھے
کہ وہ ملک سے باہر بھاگ جاتے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اب

شہزادہ تو نہیں تھا لیکن اس نے خفیہ اداروں کی جگہ اور اس
سر پر لگا دی تھی اس کی وجہ سے اسے بہت محتاط رہنا پڑا
تھا۔ سمیر کی طرف سے سہارا مل جاتا تو اسے اپنے کارڈ
دھندوں میں آسانی ہو جاتی۔
"پہلا تو آپ تمہیں ہو گا سرکار۔ اس کے علاوہ
اور بات ہو تو تم فرما لیجئے۔" شقی نے کہا کہ جب انہیں
غوشہ دے گا، ہم بھی خوب کہنا تھا اس لیے برسوں سے
کی چودھری کے ساتھ انہیں بھدھی تھی۔ یہی کوئی کہہ ہی ہو
جاتی تو اس کی پھلی خدمات کی وجہ سے چودھری کو یہ
سے گریز کرنا تھا۔ اس وقت بھی اس نے اپنے موزا کی طرف
شقی پر زیادہ پورٹ دیا اور اس کی صلاحی کرنے کو خود
زبان خانے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے سلسلے میں
چودھرائی کو ضروری ہدایت دینا لازمی تھا۔ وہی چودھرائی
ایک تو اپنے نیچے سے بھی خاصی تربیت لے کر آئی تھی
دوسرے برسوں سے حویلی کا انتظام دھرا ہوا ہے۔ ہاتھ
میں تھا اس لیے خاص مواقع پر اسے سرکاری ہدایت کرنی
ہوتی تھا۔ ہائی وہ سب کچھ اچھی طرح سنبھال سکتی تھی لیکن
چھوٹی چودھرائی کی طرف سے وہ زیادہ مطمئن نہیں تھا کہ
اسے بڑے مواقع پر اس کی کارکردگی اچھا ہے۔
"سلام چودھری صاحب۔" وہ جیسے ہی پہنچی
چودھرائی کی خواب گاہ میں داخل ہوا، وہ بڑا بڑا کر بڑھ سے
چلے آئی اور لوب سے اسے سلام کیا۔ چودھری نے
اشارے سے اس کے سلام کا جواب دیا اور ایک مٹھی میں
پر اطمینان ہو گیا۔
"نعمت۔" اس نے اجازت دی تو چودھرائی بھی
مسکری پر تک کی لیکن انداز مولد تھا اور پچھ سے
بھنگ رہا تھا کہ چودھری نے آخر میں کارڈ لینے کا یہ
عام طور پر تو وہ اسے ملنا ڈون کی ذہنی ہی نظام سمجھا گیا
تھا اور طاقت کا شرف لینے کا مطلب ہوتا تھا کہ کوئی بہت
ضروری کام ہے۔ وہ ایک ایسی بیٹی کی ماں تھی جس نے حویلی
کی روایات سے بھلائی کر کے اپنے لیے زندگی کی خوشیاں
حاصل کرنے کی ہمت کی تھی اور وہ اپنی آزدی زندگی
کے اتنے برسوں میں کئی باتوں کا انجام دیکھ چکی تھی۔ حویلی
کی کہتا دھرتا وہی چودھرائی کا انجام بھی اس کے سامنے تھا
جس کی ساری خدمات اور حیثیت کو بھلا کر چودھری نے پوری
طور پر اس کی زندگی کا فیصلہ کرنا تھا۔ چنا چودھرائی نے بھی
کہہ جاتے کہ اسے کشور کے مطلق کوئی تیری خبر نہیں
جاتی۔

صاحب کا سب انتظام سنبھال لینا ہے ہاتھ تو ہے؟
"اس کے معاملات سے بہت زیادہ
پریشانی کو رکھتا ہے۔" اس کے معاملات سے بہت زیادہ
پریشانی کو رکھتا ہے۔
"میں نے پہلی دفعہ چودھری صاحب! ملازم
کے لیے اور دیکھا تھا۔ ہمارے کام جیسے وہی آیا
کی زندگی میں چلتے چلے اب بھی ایسے ہی چل رہے ہیں۔
میں نے پہلی دفعہ چودھری صاحب کا سون کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔" اس
نے کہا کہ کوئی کی رپورٹ نہیں کی۔
"مجھے یوں ہے کہ ساڑھے تین ہونے والا ہے اور اس
چودھری میں بھی وہی ایمان داری باقی ہے۔ اس کے لیے
کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے یا نہیں؟" اس کی رپورٹ
کا جواب دے پھر چودھری نے کئی سے ہر پائنت کیا۔
"میں نہیں چودھری صاحب! کئی نے پہلے ہی مجھے
کہا کہ وہاں رہنا ہو رہا ہے اور حرمیت حرمیت کے کام
کے لیے کر رہے ہیں۔ اس کے بعد میں نے ساری
مشقیوں کو سنبھال لینا پھر ان میں ہی کر دیتی ہیں۔ سب
بہت سے امور اور دیگر بھی شہر سے منگوا کر کوئی لیا۔ پڑے
کی مٹھیں چھوڑ دوسرے انجام کی مٹھی کے لیے بھی
ہدایت پائی سے آ رہی ہیں۔ آپ ڈرا پوز نہ کرو۔ اس
کے سبب چارہ ہے گا۔" اس نے مواد دیا۔
"مجھے اطمینان تو دل رہی ہے پر یہ کئی کھوپڑی میں
بھانسی لگا کر کئی کوئی حکایت ہوتی تو وہی کی طرح حیرتی
تھی حویلی سے کئی کرنے میں دیکھیں گا ڈاک گا۔" چودھری
نے اپنے ہر دو کچھ میں دیکھی وہی کہ وہ کاتب کر رہی اور یہ
مطالعہ ہی اس کو حیرت کھیلانے اپنے کئی نہیں سننے کے بعد
چودھری نے اپنی طرف سے بھی اسے خاصی ہدایات دی۔
"سب کچھ طرح سمجھتی ہے یا نہیں؟" آخر میں
چودھری نے اس سے سوال کیا۔
"پہلے سمجھتی ہوں سرکار۔" اس نے فوراً جواب دیا
لیکن اس کے دہانے کی آواز میں گریزی طرح اچھلی گئی۔
"اس نے چودھری بھی اس طرف متوجہ ہوا۔ ایک چھوٹا سا
پتھر چودھرائی کے ہتھ پر ایک جانب لپٹا رہا تھا۔
پتھر کے چھت کا ہم رنگ کھرت اوزر رکھا تھا اس لیے
گہرے میں چھوڑ دینے کے باوجود اس کی موجودگی کے
بارے میں کئی جاننا کا تھا۔ اگرچہ وہاں نہیں تو وہ اب بھی
چودھری کی مٹھی میں لپٹا رہتا تھا۔
"اس نے چھت کر چودھرائی
کا کچھ ہے۔" اس نے چھت کر چودھرائی

سے سوال کیا۔
"اپنے بہنویشوں کا پتہ ہے۔ میرا ایک بیٹی کچھ رہا ہے
تو کبھی کبھار اسے لے جاتا ہوں۔" اس نے جواب ضرور
دیا لیکن اتنی بہت نہیں کر سکی کہ چودھری کی اجازت کے بغیر
خود روٹے ہوئے چنے کو آگے بڑھ کر کھائے۔
"اس کو اور ہی رکھا کرو تو زیادہ بہتر ہے۔" چنے کے
بارے میں جان کر اس کے احساسات مجب سے ہو گئے اور
یاد آ کر کچھ دیر تک وہ ہر اوشاد کو اپنا اگوتا دہرتا اور سے
رہا تھا لیکن یہ حقیقت نہیں تھی۔ اس کا ایک وارث ہی بھی تھا
پھر پھر تو بہنویشوں کا پتہ کھاتا تھا لیکن وہ یہ حقیقت جانتا تھا
کہ بہنویشوں کا پتہ کونسی کارنامہ انجام دینے کے قابل ہی نہیں
تھا اور خود اس نے اپنے مٹھی ہدایت کی مٹھی کے لیے باپ
چنے کے رہنے کی وجہاں اڑائی تھی اور اپنے ذہنی مفرد
پتے کی مٹھی سے شرمناک مطلق قائم کر کے دنیا کی کھوپڑی
حیرت کی ہے۔ بہنویشوں کا مٹھی فریڈ کا صرف اتنا قصور تھا
کہ وہ اس کے حریف ڈاڑھے کی مٹھی اور قسمت کی طرف اپنی
سے اس تک پہنچی گئی تھی۔ اس نے ایک طرف تو ذہنی مفرد
بہنویشوں سے فریڈ کا لانا چھوڑ کر اپنے حریف کو بچا دیا،
دوسرے فریڈ کو ہمالیا کر کے اپنی کامیابی کا جشن مناتا رہا۔
یہ بھی اس کے اسی غم اور بربریت کی نشان دہی تھا جس سے صرف
وہی واقف تھا۔
"میں ابھی اسے لوہہ بھرا دیتی ہوں۔" اس کے
احساسات سے پہنچ چھوٹی چودھرائی نے ہلکا کر جواب دیا۔
"اس اچھی کیوں اتنی تیری طرح دور رہا ہے؟" ابھی
چودھرائی کے الفاظ اس کے من میں ہی تھے کہ دروازہ
زوردار آواز سے کھلا اور فریڈ اندر داخل ہوئی۔ اندر آنے
کے بعد وہ چودھری کو مکمل طور پر نظر انداز کرتی ہوئی بیٹے کی
طرف بڑھ گئی اور اسے ہاتھوں میں اٹھالیا۔ چھوٹی چودھرائی
اس کی جرات پر آنکھیں پھاڑے دیکھتی ہی رہ گئی۔ اسے
معلوم تھا کہ باہر ملنا ڈان سے فریڈ کو چودھری کی اندر
موجودگی کے بارے میں آگاہ کر دیا ہو گا اور اس صورت میں
سوال ہی پیدا نہیں تھا کہ کوئی پتا چاہتا اندر آ جاتا لیکن
فریڈ نہ صرف اندر آئی تھی بلکہ چودھری کی موجودگی کو
نظر انداز کر کے بیٹے کو گدیوں میں اٹھالیا تھا۔ جبکہ چودھرائی
خود اندر موجود ہوتے ہوئے یہ جرات نہیں کر سکتی تھی۔
"فریڈ! چودھری صاحب کو سلام کر۔" اس نے
فریڈ کو اس کی گدی کی احساس دلانا چاہا۔ بیٹے کو بھلائی
فریڈ نے نظر اٹھا کر چودھری کی طرف دیکھا۔ اس کی اس

ایک نظر میں نظر ہوا۔ غرت... کیا کیا نہیں تھا۔ بے حد صاحب بے خبر ہونے کے باوجود چوہدری نواس کی نظر نے اندر سے کھینکا کر رکھا۔ ضمیر کی حاضرت پر یا شاید دل بھر جانے پر اس نے فریہ دے اپنا گنہگار مطلق تو قسم کر لیا تھا لیکن جو کچھ ہو چکا تھا وہ اسکا معمولی نہیں تھا کہ بات قسم ہو جاتی۔ فریہ کی غرت بھری نگاہوں اس جیسے آدمی کو بھی اندر سے جھلسا دیتی تھیں۔ اس وقت بھی وہاں کھڑا نہیں رہ سکا اور فوراً ہی مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ پیچھے چھوٹی چوہدری فریہ کو اس کی حرکت پر سرزنش کرتی رہی اور وہ بے نیازگی سے یوں کھتی رہی جیسے اس کے کھانے کسی اور کو یہ سب کہا جا رہا ہے۔

وہ ایک گاہک کی فرمائش پر اسے مختلف رنگوں اور ڈیزائن کی کاپیاں نکال کر دکھائی تھی کہ اچانک ہی آنکھوں کے آگے دائرے سے تاجپنے لگے اور اسٹور میں سو جوہر شے گھومتی تھی۔ اس نے خوشگلی کی کلاؤن کا سہارا لے کر خود کو گرنے سے بچانے لیکن خود کو سنبھالتے سنبھالتے بھی اس کے لیے کھڑا رہنا ممکن نہیں رہا اور وہ پیچھے فرسٹا پر قلعہ چلی گئی۔ پیچھے چل کر اسے بہت زور کی ہلکا آئی اور ایسا لگا کہ آتھیں الٹ کر باہر آنے لگی ہوں۔

”آریج ہو کہ میری آنکھوں کے برابر اگلے کاؤنٹر پر موجود لڑکی کی نظر اس پر پڑی تو وہ تشویش سے پوچھنے لگی لیکن اس میں جو اس وقت کی بہت نہیں تھی۔ طبیعت اچانک ہی اتنی بڑی طرح بگڑی تھی کہ پیسے چھوٹ گئے تھے اور آنکھوں کے گوشے پھینکنے لگے تھے۔ سامگی لڑکی نے اس کی حالت دیکھی تو ایک کراس کے قریب آئی اور سہارا دے کر ایک کمری پر بٹھا دیا پھر وہ لڑکی گان میں پائی لے آئی۔ اس نے ایک ٹھونٹ پانی پی تو طبیعت سنبھل گئی۔ اس انٹرنیشنل لڑکی اس کا کام پر کیش کاؤنٹر پر بیٹھے اسلم کو اس کے بارے میں اطلاع دے چکی تھی اور خود حیران پریشان کھڑے گاہک کو گائیاں دکھانے لگی تھی۔ اتفاق سے یہ ایسا وقت تھا کہ اسٹور میں زیادہ رش نہیں تھا اس لیے اس لڑکی کو اپنی جگہ چھوڑنے میں زیادہ مصلحت نہیں آئی تھی۔

”کیا ہوا ماہ! طبیعت کیسے خراب ہو گئی؟“ افسانہ نے پوچھا اس اسلم اطلاع لے کر اس کاؤنٹر چھوڑ کر دوڑا آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر پریشانی سے پوچھنے لگا۔

”بس ایسے ہی ذرا سا پھر آ گیا تھا۔ اب ہائل ٹھیک ہوں۔“ اس نے متکرا کر اسے تسلی دی۔

”ذرا سا پھر آنے میں رکھتے ایسی زبردست کیا؟“ افسانہ نے پوچھا۔ میں تمہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تھا۔ تمہیں خود تو ذرا اپنا خیال نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس تک نہیں ہوا، ایسے میں کمزوری تو ہوتی ہی ہے۔“ اس نے دینے کے باوجود اسلم کی تشویش اپنی جگہ تھی۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ یہاں سے آف کرنے کے چھینیں گے۔“ وہ اپنے لیے اس کی محبت سے واقف نہ لے کر زیادہ بحث نہیں کی۔

”آف ہونے میں تو ابھی بہت دیر ہے۔ میں مصلحتی صاحب سے بات کر کے دو گھنٹے کی کھلی ہوں۔“ اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور فوراً ہی مصلحتی صاحب کو موہاگل پر رابطہ کر کے اجازت طلب کرنے لگا۔ اس بار تو وہ اجازت دے دی۔ اجازت کا مسئلہ ہونے سے اپنی جگہ کسی اور کو دے داری سو بیٹی اور ماہ بانو کو روانہ ہو گیا۔ اپنا کھینچ کر اس نے بیٹی ڈاکٹر کو خود کے بارے میں نہایت تشویش سے آگاہ کیا اور جب اسے معاملے کے لیے لیکرے میں لے گئی تو خود منظر سب سامنے لگا۔ کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے اسے باہر بلا دیا تو اس کے پاس پر سمرات ہی تھی جبکہ ماہ بانو کچھ بیٹھتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

”آپ کو مبارک ہو سمرات! آپ کی سوز کے ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے جس پر آپ پریشان ہوں۔“ آپ کے لیے خوش خبری ہے کہ آپ کے باپ سے سمرات آ رہا ہے۔“ وہ ایک اسیٹریکٹ ایٹھائی نکل ونگڈار والی عورت تھی جس نے بہت جوش سے اسے یہ خوش سنائی تھی۔ خبریں کرنا اسلم صحتی تھا۔

”تھنک یو سو مچ ڈاکٹر! آپ نے واقعی مجھے بڑی خوش خبری سنائی ہے۔ اب آپ میری سوز کو بھی سمجھا کر پتہ کی خاطر انہیں اپنی صحت کا بہت خیال رکھنا ہوگا۔ اب یہ صحتی طور پر آرام کریں گی۔“ اس نے ماہ بانو پر بھری نگاہ ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا۔

”صحت کا خیال رکھنے والی بات تو ہائل ٹھیک ہے میں انہیں صحتی ڈاکٹر شیڈول بنا کر دے دوں گی جس سے عمل کر داتا آپ کا کام ہے۔ اس کے علاوہ آپ پریشانی سے چپکے آپ کے لیے بھی یہاں آتے رہنے کا عمل آرام والی بات غلط ہے۔ یہ پیشکش کوئی مرضی تھا جو عورت کو صحتی بستر پر لانا چاہتا ہے۔ کسی طبیعی کی صحتی میں بیٹہ ریسٹ کا مشورہ دینے کے علاوہ ہم ماں بیٹے عورتوں سے یہی کہتے ہیں کہ صحت مند زندگی کے اصولوں

www.paksociety.com

عمل کرتے ہوئے ہانگن نازل ٹانگ گزرا رہی۔۔۔ کیونکہ ماں
 جتنی متحرک رہتی ہے، اس کے اور بچے کی صحت کے لیے اتنا
 ہی اچھا ہے۔ یہ گھر بچے کام کاج کے علاوہ اپنی چاہ
 آسانی سے چھوڑ دیکھتی ہیں۔ بس اپنی احتیاج کرنی ہوگی کہ
 زیادہ وزن وغیرہ نہ اٹھائیں اور پلٹے بھرتے وقت اسیان
 رہیں کہ کہیں سے گرنے پڑنے نہ پائیں۔" ڈاکٹر نے نرم
 لہجے میں اسے اسی طرح سمجھایا مگر ڈاکٹر نے پان کے ساتھ
 ساتھ لڑا اور اس پر مشکل دیا اس کی بھی تجربہ کر کے انہیں
 وہاں سے رخصت کر دیا۔

"میں بہت خوش ہوں ماؤ! بچہ چھو تو میں خوشی سے
 ساتویں آسمان پر اڑ رہا ہوں۔ میرے لیے یہ بہت بڑا خوشی
 کا مقام ہے کہ میری صحت کی نشانی تمہارے ساتھ جو وہیں سانس
 لے رہی ہے۔" ڈاکٹر نے کہا اس نے ماؤ کو اپنے ایک ہاتھ
 کے حصار میں لے کر خود سے قریب کرتے ہوئے اپنی خوشی کا
 اظہار کیا۔ جواب میں وہ بکھوٹیں ہوئی اور صرف خاموشی سے
 مسکراتی رہی۔ فی الحال وہ اسلم کی طرح خوش یا پرچوش
 ہونے کے بجائے عجیب سے احساسات کا شکار تھی اور قدرت
 کی کارگرگی اور کچھری نے جس نے عجیب طرح سے پہلے اسے
 اسلم کے ساتھ تاج کے بندھن میں پاندھا تھا اور اب لڑا
 کی دلچسپی میں اس میں پڑنے چاہی تھی۔ اس زنجیر کے بعد
 کہاں گھن تھا کہ وہ پلٹ کر بائیں کسی کی یاد کو آواز دے سکتی یا
 اس صحت کے بارے میں سوچ سکتی جس نے بارش کی بجلی
 پر تکی طرح اس کے دل کی سر زمین کو مہکا تھا۔

اس واقعے میں کل سات افراد شامل تھے جن میں سے
 دو شہریار اور سولو تھے۔ یہ انگریزوں کا قافلہ تھا جن کے لیے
 انڈیا اور پاکستان کی درمیانی سرحد عبور کرنا ایک معمول کی
 بات تھی۔ وہ دونوں اس قافلے کا حصہ اس لیے بنے تھے کہ
 بھارت میں رازدارانہ داخلے کا یہی سب سے مناسب اور کسی
 حد تک محفوظ طریقہ تھا۔ قافلے میں ان کی شمولیت کا ان کا خاص سبب
 نکٹین انگریز نے کر دیا تھا لیکن وہ بھی اس طرح کے درمیان
 میں ایک دوسری پابندی موجود تھی اور قافلے کو لینے کرنے والا
 انگریز قاسم بھی جان تھا کہ اسے جن دو لوگوں کو اپنے ساتھ
 بھارت لے جانا ہے وہ عبور واداکے بندھے ہیں۔ اس کام
 کے لیے بھی وہ ۱۹۱۰ نے اسے بھاری رقم دی تھی اور ساتھ ہی یہ
 سمجھ کر دی تھی کہ اس کا کام صرف ان دونوں کو سرحد پار کرنا
 ہے۔ وہ یہاں اس لیے وہاں جا رہے ہیں اسے اس بات
 سے کوئی غرض نہیں ہوتی چاہے۔ قاسم نے اب تک اس بات

کا خیال رکھا تھا۔ وہ اور اس کے ساتھی دور ان سفر
 کے کھانے پینے اور آرام کا پورا خیال رکھ رہے تھے۔
 دونوں کی بھی پوری کوشش تھی کہ کسی کوئی صورت حال
 آئے کہ قافلے میں شامل دیگر افراد سے کسی قسم کی
 دوپٹوں اور ہاتھی کوٹوں کے ساتھ ٹھٹھے ملنے سے گریز
 اور ضرورت کے علاوہ بات چیت نہیں کر رہے تھے۔
 نے اپنے پاس موجود سامان کے بکڑ بھی کسی اور کو
 اجازت نہیں دی تھی اور خود انہیں اٹھاتے تھے۔ ان
 سڑیجھ میں ملے ہوا قہار اور اس کے بعد وہ پھیل
 تھے۔ قاسم نے انہیں بتایا تھا کہ پھیل صرف چند
 مسافت ہے، اس کے بعد انہیں سواری کے لیے
 جائیں گے۔ آبادی میں پہنچنے کے بعد یہ شہر یاد اور
 سواہر پڑھا کہ ان لوگوں کا ساتھ چھوڑنا کتنا
 اذیت دہک رہی ہے۔ فی الحال تو ان کا سفر چھوڑنا اور ان کی
 نے سرحد پار نہیں کی تھی۔ پھیل چلنے ہوئے ان کے
 کے ٹانوں سے لگے ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ موجود
 نے بھی اپنے ٹانوں سے بڑے بڑے ٹھٹھے لٹا رکھے
 جن میں اسٹیک کا وہ عمومی سامان تھا جو بھارت اور
 کے درمیان اسٹیک ہوا تھا۔ لیکن عبور واداکے
 شہریار کو پتا چلا تھا کہ اس سامان کے ساتھ ساتھ
 ڈیاب بھی ہے اور مورچیاں بھی خفیہ طور پر لے کر جا رہا
 عام حالات میں وہ کبھی یہ بات برداشت نہیں کر سکتا تھا
 پاکستان کی حدود پر ڈیاب اٹھا کر یوں بھارت اسٹیک کر
 لیکن فی الحال وہ جس اہم مشن پر تھا، اس کی خاطر
 انگریزوں سے مفاہمت پر مجبور تھا۔

"قاسم خان۔۔۔" قافلہ بکھرا اور ترتیب سے
 تھا کہ شہریار، سولو اور ایک انگریز سے آگے
 ہائی چار افراد اور دو ٹونڈوں میں اس طرح نکلے
 قاسم سے پیچھے تھا اور اس وقت قاسم نے ہی شہریار
 کہ قاسم خان کے نام سے سزا کر رہا تھا۔ پھر انہیں
 پر وہ اور اس کے ساتھ چلتا سلو کر گیا۔ سلو کا
 پاشا تھا اور شہریار کی طرح اس کا ملیجہ کافی بڑا
 "کیا بات ہے قاسم؟" شہریار نے قاسم سے
 آنے پر اس کا بغور جاننا کہہ لیتے ہوئے پوچھا۔
 "سرحد پار سے میرے ساتھیوں نے خبر چھین لی
 کہ آج رات سرحد پار کرنا خطرناک ہو گا اس لیے آج
 ہی طرف ہی نہیں پڑا اداں لہنا چاہیے۔ آج رات
 انہیں آری کی معمول سے زیادہ تیزی اور نکل واصل

میں آری ہے۔" اس نے تشریح لہجے میں اطلاع دی تھی
 کہ شہریار کے سامنے پڑھ کر کچھ بھی بھرا گیا۔
 "پہچان نہ ہو خان" یہ انکی غیر معمولی بات نہیں
 ہے۔ کبھی شہریار ایسا ہوتا ہے اور ہم خود شہریار کا اپنا سفر
 دوبارہ شروع کر دیتے ہیں۔" اسے یہ پہچان پار کا قاسم اسے
 سنی دیتے گا۔

"لوگے، جن معاملات کو زیادہ بھڑکھ سکتے ہو۔ یہ
 ہلاک ہو گیا کہ شہریار ہو گا اذیت تو اب ہو ہی چکی ہے۔
 شہریار نے فوراً ہی مطمئن ہوتے ہوئے جواب دیا۔
 "ابھی نہیں سمجھا رہا اور پتا ہو گا۔ مگر تم گھوڑا چمک پڑ
 لینی چاہیے گے۔" قاسم نے اسے بتایا اور ان کا سفر ایک بار
 پھر جاری ہو گیا۔ اس بار قاسم اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا
 ایک سلو اور اس کا ساتھی پیچھے ہو گئے تھے۔
 "مگر یہ تمہیں اور ادا کے پاس سے آئے ہو۔ میں
 نے پہلے ہی اس کے آدمیوں میں تم دونوں کو نہیں دیکھا۔"
 ساتھ چلنے پھرنے قاسم نے اس کے ساتھ لنگھ پھیلواری۔
 "ہم اس کے آدمی نہیں ہیں۔ ہم اپنی کسی ضرورت
 کے تحت بھارت جا رہے ہیں جس کے لیے ہم نے اس سے
 سرحد پار کروانے کی درخواست کی تھی لیکن اس نے بتایا کہ
 اس کا قافلہ جانے میں ابھی ایک ہفتہ مزہ لگے گا۔ ہمیں
 چلنی چھی اس لیے اس نے ہم سے ساتھ ہمارا معاملہ کروا
 دیا۔" شہریار نے سنجیدگی سے اس کی بات کا جواب دیا
 اور اندر ہی اندر ہوشیار ہو گیا کہ یہ شخص اپنی ابتدائی خاموشی
 کے بعد اب جس کے قاصدوں بجز جو کر اس کے بارے میں
 جانتے ہی کوشش کرے گا۔

"ٹھیک ہے، میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس علاقے میں سے
 عبور کر رہے ہیں۔ یہ پتہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو لیکن اگر تم
 پانڈا پاشاں بھی دیکھا کرتے ہو تو ہمیں سبوتا کر سکتے ہو۔ مال
 لیکھا ہوا تو میں نہیں اس کی بہت ابھی قیمت دوں گا اور تم
 حکام میں سرحد پار کرنے کے خطرے سے بچ جاؤ گے۔"
 قاسم نے نہایت سکاری سے اپنی راست میں اسے خاصی
 پر کھنکھنایا۔
 "تمہارا سفر یہ لیکن ہم ایسا نہیں چاہتے۔ ہمیں جو پتہ
 لگتا ہے وہ اسے عبور پڑھ کر نہیں ہے۔ تم سے ہماری ہی اپنی
 قریبی ہوئی ہے کہ ہمیں سرحد پار کر دو اور اس لیے بھڑکے
 تم کو دوسرے سامنے میں دیکھی جینے کے سامنے خود کو
 ٹھیک کر دو اور ہمیں کا نہیں معاوضہ دیا گیا ہے۔" شہریار نے
 اسے لگھ لگھ شہریار کی جس پر اس نے فوراً ہی اپنا روٹ

ہل لیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سبوتا ہوا۔
 "تیرا کیوں ماننے ہو پارا میں نے تو ایسے ہی ایک آخر
 کی تھی۔ اگر تمہیں کھل نہیں تو کوئی بات نہیں۔"
 اس کے بعد ان کا ہاتھی سفر خاموشی سے کھلے پاس
 تک کہ ایک مقام پر پہنچ کر وہ لوگ رگ گئے۔ یہاں کل
 اسی طرح اور کسی ذی روح کی موجودگی کا گمان نہیں ہوتا
 تھا۔ قاسم کے ساتھیوں نے کائنات سامان میں موجود ٹھٹھے
 نصب کیے۔ ٹھٹھے چھوٹے تھے جن میں دو آدمی ہی جاسکتے
 تھے۔ شہریار اور سلو کو ایک ہی ٹھٹھے ملا، ہاتھی قاسم کے
 ساتھی کی ذی کی طرف منت ہو گئے۔ ٹھٹھوں کی تنصیب کے بعد
 انہوں نے ان میں بندھن اور اک سے اپنی ہلک جھلکی۔ اس
 بار یک دن ان میں آگ جھلا خطرناک ہوا اس لیے
 انہوں نے خطرے کھانے پر ہی اکتفا کیا اور کھانے کے بعد
 چائے، کافی کا تلفظ بھی نہیں ہو سکا تھا۔ ابھی قاسم اور اس
 کے ساتھیوں نے شراب نوشی شروع کر دی تھی۔ ان
 دونوں کو بھی انہوں نے اس شکل میں شامل کرنا چاہا لیکن
 دونوں ہی نے انکار کر دیا تھا جس کے بعد ان سے حریف
 امر اور نہیں کیا اور ادا کا ہاتھ بندھنے پینے کے لیے
 دے دیے گئے۔ قاسم اور اس کے ساتھی شراب نوشی کے
 دوران میں خوب قہقہے کوئی کر رہے تھے۔ شہریار نے سلو کو
 اشارہ کیا اور وہ دونوں اپنے ہاتھ میں ہلکے سے ادا کے
 لے کر اپنے ٹھٹھے میں بیٹھے گئے۔ آگے انہیں نہ جانے کتنی
 گھٹلیں اٹھانی تھیں اور کتنے دن رات جاگ کر گزارنے
 تھے اس لیے بھڑکا کر آرام کا جو موقع مل رہا ہے، اس سے
 قافلہ اٹھائیں۔ چل دی وہ دونوں سو گئے۔ سوتے ہوئے
 انہیں مشکل سے آدھ گھنٹی ہی گزارا ہو گا کہ شہریار کی آنکھ کھل
 گئی۔ ٹھٹھے میں متحرک کھیل رات کی روشنی نے نورما ہی اسے
 احساس دایا کہ وہاں کوئی موجود ہے۔ گھر بھر کے لیے وہ دم
 مارے پڑا اور جھٹکا۔ وہ شخص سلو کے چپک کی طرف بڑھ رہا
 تھا۔ اسے پہچانتے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ قاسم کا ساتھی
 گا ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ قاسم کے لٹافی نے اسے بھڑکایا ہے کہ
 وہ ان کی لاشی میں ان کے سامان کی حفاظت کر دے۔ اس
 نے اسے سخت کھانے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے
 حرکت کی اور اس شخص پر ہاتھ پڑا۔ وہ شاید ان کی طرف سے
 کھلے طور پر مطمئن تھا اس لیے پوری طرح گرفت میں آ گیا
 اور اس کے بعد شہریار نے اسے کھنکھنے کی مہلت ہی نہیں دی۔
 اپنی جبری طرح ہاتھ چلا گیا کہ اس کے منہ سے ٹھٹھے کھل
 گئیں۔ اس کی کھنکھیں سن کر دوسرے لوگ اواز سے آئے۔

انہوں نے گاگا کو اس کی گرفت سے چھڑوا لیا۔

”پھوڑو قاتق خان! کیا اس کی جان لو گے؟“ قاسم نے اسے چھوڑا۔

”میں اپنے سامان پر بڑی نظر ڈالنے والے کی جان نکال لوں گا۔ یہ رات کی تاریکی میں یہاں چوری کرنے آیا تھا۔“ شہریار نے جان بوجھ کر غصے سے کف اڑاتے ہوئے جواب دیا۔

”میں اسے اس کی لٹھی پر بڑی سزا دوں گا۔ فی الحال ہم سفر میں ہیں اس لیے تم جانے دو۔ میں وہاں ہی پر اس کا فیصلہ کروں گا۔“ قاسم نے اسے سمجھایا تو اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ قاسم اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلنے کے بعد شہریار نے بے خبر سوئے ہوئے سلوکی طرف دیکھا۔ اسے بنگا سے میں اس کا سونے رہتا ہجرت انگیز تھا۔ فراری دو معاملے کی تک تک پہنچی گیا۔ سونے سے پہلے انہیں جو دودھ کے ڈبے دیے گئے تھے، ان میں یقیناً نیند کی کوئی دوا انجکشن کی گئی تھی۔ اتفاق سے اس نے وہ دودھ نہیں پیا جبکہ سلو پینے کی وجہ سے غفلت میں چلا گیا۔ وہ پہلے ہی بچھ گیا تھا کہ وہ ہوا، اس میں قاسم کا ہاتھ تھا، یہ معاملہ سامنے آنے پر حیرت مندی ہو گئی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ باقی کے سفر میں قاسم اور اس کے ساتھیوں سے خود بھی ہوشیار رہے گا اور سلو کو بھی ہوشیار رہنے کی ہدایت کرے گا۔

باقی رات آرام سے گزار گئی۔ شہریار قاسم اور اس کے ساتھیوں نے سمجھ لیا تھا کہ اندر موجود بعض نیرنگی بھڑ سے وہ اتنی آسانی سے اسے جھوکا نہیں دے سکتے۔ صبح سلو بھی جاگ گیا لیکن کسٹمنے کی اور سستی کی شکایت کرنا رہا۔ قاسم اور اس کے ساتھی چور ہونے کا شہریار سے۔ البتہ شہریار نے سب کے سامنے سفر کی قصص اور بے آرا می کو لازم دیتے ہوئے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ دن کی روشنی میں آگ جھانے میں حرج نہیں تھا اس لیے قاسم کے دو ساتھیوں نے قہر کرنا نہ تھا تیار کیا۔ ناشتے کے بعد وہ لوگ اپنی اپنی مرضی کے تغل میں مصروف ہو گئے۔ صبح پار کرنے کے لیے رات کا اندھیرا ضروری تھا اس لیے انہیں سفر کا آغاز بھی نہیں کرنا تھا۔ نئے دوائی مہلت سے قائمہ تھا کہ شہریار نے سلو کو قاسم کی حرکت سے آگاہ کر دیا۔ وہ بیک وقت شرمندگی اور غصے کا کھار ہو گیا۔ معمولی انگڑوں کے ہاتھوں بے بس ہو جانا اس کے لیے باعث شرمندگی تھا اس لیے بس نہیں چل رہا تھا کہ قاسم کے ساتھ کیا چھو کر گزارے۔ شہریار نے اسے لٹھا دیا اور سمجھایا کہ مصلحت یہی ہے کہ فی الحال خاموشی اختیار کرنی

چاہئے اور اپنے غیر اہم لوگوں سے الگ کر رہی تو ان لوگوں کی جانے۔ سلو نے اس کی بات سمجھ لی۔

شہریار ان کا سفر دوبارہ شروع ہوا۔ ایک مسافت طے کرنے کے بعد قاسم نے انہیں بتایا کہ زون میں داخل ہو گئے ہیں اور اب انہیں بہت حد تک گناہ کی ہدایت کے بعد ان لوگوں کے اعصاب سے رہے لیکن خیر گزری اور وہ اس جگہ سے بھی گزر آگے ان لوگوں کا لٹھانا تھا جنہوں نے انہیں ہراساں کرنے تھے۔ وہاں انہوں نے بچھ کر شہریار کو خود کو گناہ اور پھر اونٹوں پر سوار ہو کر آگے کی طرف روانہ ہوا۔ شہریار کے لیے یہ سفر کا ایک نیا تجربہ تھا۔ اگر وہ اسے قاریق کی سخت تربیت میں نہ رہا ہوتا تو یہ سفر اس کی یاد کر رکھتا۔ سوال البتہ زمین بن سے تھا۔ اس نے وہاں کھولنے کی قوتیں دیکھی تھیں پھر رادوں کی تربیت گزارا تھا اس لیے اسے کوئی پریشانی نہیں ہو رہی تھی۔ اسے اندھیرے میں ان کا سفر چاہی رہا۔ یہاں تک بہت دور معمولی سے رویشیاں نظر آئے تھیں۔

”یہ صحرے سے قریب ترین آبادی ہے۔ یہاں پہنچنے میں بھی ہمیں کم از کم ایک گھنٹہ اور لگے گا۔“ قاسم نے اس کے قریب ہی اونٹ کو دوڑاتے ہوئے اسے متعلقہ محض کر دیا کہ وہ گیا۔ حزیہ پانچ منٹ گزر گئے۔ وہاں انہیں پہنچ گئی۔ دو تھوڑے منٹ ہی تھے اور اچانک انہیں جھاکر انہیں لٹکارا گئے تھے۔

”بھوکا۔“ شہریار کے درمیان قاسم کی ہاتھ پائی دی اور پھر وہاں عجیب آواز سننے لگی تھی۔ شہریار نے اونٹ بھی دیکھا اور وہاں بھانسنے لگا۔ تا تجربے کاری کی اسے اونٹ پر چھو کر بیٹھ رہنے میں خاصی دشواری تھی اور ہر لمحے یہ خوف محسوس ہوا ہاتھ کسی بھی چلے جائے گا۔ اس کا یہ اندھیرا اس صورت پر ہوا کہ ایک آواز گونجی اور ایک انگڑوں سا اس کے بازو میں محسوس اسے حزیہ بھی فارستانی دیا اور اس کا بچھ گیا تھا۔ بھانسنے کے بعد آواز میں جینا۔ انسانوں کی ہونے سے اسے جانور بھی جنگ کا اندھیرا بنا دیا تھا۔ زخمی ہونے سے اسے بچھنے کی یا اور اسے یوں محسوس ہوا کہ یہ اس کی آخری رات ہے۔

بہ نوبت و سستی حیرت آسان حیرت
میرید و افعات آسما و ماعلا حیرت و حیرت



اسما قادری

قسط 44

ہمارے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ٹورنا اور سماج کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کے رہ جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں ، بالا تو طبقہ کی خوشنودی ہی قانون کی اصل تعریف و تشریح نہیں ہے یہ تشریح کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے ... ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جال کا سناہ جمار طاقتور مچھلی حال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھنستا وہی ہے جو درمیانہ طبقہ سے ہو۔ حدیث نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشرہ کا تجزیہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے، یہ تو بس بوجاتی ہے۔ دل طبقوں کی پروا اگر نہ ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گریز ناپزنا ہے۔ زندگی کی بساط اور وقت کے دھارے سے قسمت کی بانٹیں اور عقدر کی چالیں ہیں... کبھی بازی چلتی نہیں جاتی ہے۔ مینا وقت لوٹتو نہیں سکتا مگر مقدر ستاؤدے جاتا ہے ... اس وقت تک پلور کے نیچے سے بوت سا ہانسی گرز چکا ہوتا ہے۔ جرم افسوسناک ہے جانگیر آری اور پیار کے حقد کے گریہ گھومتا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

تعمیر کے عمل کے ساتھ ساتھ عدالتوں کی ایک بڑی جہت میں بھی ایک اور سلسلہ کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ اس کے بارے میں ملک کے سب سے زیادہ کامیاب اور نامور لوگوں کو پوچھا جاتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں ان لوگوں کے جوابات کا خلاصہ اس قسط میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس قسط میں عدالتوں کی ایک اور جہت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بارے میں بھی ان لوگوں کے جوابات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس قسط میں عدالتوں کی ایک اور جہت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بارے میں بھی ان لوگوں کے جوابات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔



ہے۔ اس لیے تم اپنی سمجھت کے حساب سے جو چاہے کر کے جا سکتے ہو۔

"تھک ہو۔" اس نے اپنے انگوٹھ اناڑ میں شہر پہاڑا کرنا لیا لیکن مجھے میں انکار کی کام وہ نشان تک نہیں تھا۔ ہانی کا راستہ انہوں نے خاموشی سے طے کیا۔ گاؤں کی حدود شروع ہو گئیں تو وہ دونوں زیادہ محتاط ہو گئے۔ دیکھو یہ کئی زوردار کائنات ہوئی تھی۔ بہت صحن تھا کہ قاصد زیادہ ہونے کے باوجود رات کے سامنے میں آواز گاؤں میں بھی کئی تھی ہو۔ انکی صورت میں گاؤں والوں کے جاگتے ہوئے سنے کا امکان تھا۔ چنانچہ ان کی کوشش تھی کہ وہ فوراً ہی اندر داخل نہ ہو جائیں بلکہ پہلے در سے حالات کا جائزہ لیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے باہر سے ہی گاؤں کے گرد بھاگ لگا۔ یہ بہت زیادہ آداری والا گاؤں تھا اور ان کے انداز سے کے مطابق یہاں مشکل سے چپاس سے ساٹھ گھر موجود تھے۔ ان گھروں میں سے زیادہ تر نیم پختہ اور کچے تھے جیسے کہ گھونا گاؤں دیکھا تو میں ہوتے ہی۔ ابھی وہ اندر داخل نہیں ہوئے تھے لیکن انہیں اندازہ تھا کہ یہاں ایک آدمی گھر ایسا بھی ہو گا جو دیگر گھروں کے مقابلے میں مشبوط اور پختہ ہو گا اور وہاں گاؤں کا سردار اور اہل خانہ ٹیم ہوں گے۔ انہیں سردار سے تو خبر کیا جائے اور پتا چلا کہ اس اپنے لیے ایک پتا گاؤں کی شمالی تھی جہاں وہ مقصود تھا۔

شہر یار کا خیال تھا کہ اگر وہ کسی مسلمان کے گھر تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے تو وہ انہیں زیادہ آسانی سے پتا دے دے گا لیکن باہر سے اندازہ لگا تھا کہ اس گھر میں مسلمان نہیں ہیں۔۔۔ کچھ یا پھر۔۔۔ اپنے دور دور سے لیے گئے جائزے کے دوران الہتہ وہ پتہ پتہ زور دھونے لگے تھے کہ قانڈک کے پیچھے میں گاؤں کا کوئی شخص بچھا نہیں ہوا ہے یا اگر ہوا بھی ہے تو اس نے گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ہے۔ شاید یہ سب سے قریبی گاؤں ہونے کی وجہ سے وہ اس طرح کی قانڈک وغیرہ سنے کے عادی تھے۔

اطمینان کر لینے کے بعد وہ دونوں آداری کے اندر داخل ہو گئے۔ اب مسئلہ اس انتخاب کا تھا کہ کس گھر میں داخل ہوا جائے۔ عام گھروں کی چھت اور اونچی دیوار پھلا تک کر اندر داخل ہو جاتا تو کوئی بڑی بات نہیں تھی اور شہر یار جا بجا رہے۔ ہاتھ کان میں سے کس کا انتخاب کیا جائے۔

"یہاں اس دین میں کچھ مکالموں میں سے کسی میں پتا لینے کی کوشش کرنی چاہیے۔" اس کے خیال کے بالکل برعکس سونے سرگوشی میں اپنی رائے دی۔

"یہ تو سرداروں وغیرہ کے مکان ہوں گے۔ ان کے پاس سے کسی کے مکان میں گستا اور ٹیوں کو لانا بہتر ہے۔ تم نے اس کا اندازہ کیا۔ ان گھروں میں اکثر اہتہ کے علاوہ ملازمین اور خدمت سوجدی کا بھی پورا پورا امکان ہے۔" اس نے سوتی اور کھوپڑی کے جواب میں دروغی خراش کا اظہار کیا۔

"یہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن اگر ایک بار ہمیں گھر میں کچھ پٹیاں اپنے کھولنے میں کر سکتے ہیں تو کامیاب ہو سکتے تو آگے کی ساری مشکل آسان ہو جائے گی۔ ان دو گھروں میں بڑی پہنچ ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسی تلاش کرے تو یہاں آداری سردار کے گھر کی تلاش لینے کی جگہ نہیں کرے گا۔" سونے نہایت ایک اہم نکتہ بیان کیا جس کے بعد اس نے ان کی توجہ قبول کرنی تھی۔ ویسے بھی اسے اپنی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا اور جانتا تھا کہ سردار کے گھر میں اگر کسی کا پتا ہو تو وہ وہاں ہی ہوئے تو ان کے لیے انہیں سنبھالنا پڑتا۔ پتا چلا کہ ایک نیکبوسوں سے خبر آ رہا ہے کہ کام دل میں سے کہہ دیا گیا تھا۔ اس کے سامنے ہلاسی چھوٹے سے گاؤں کے سردار کے ملازمین اور اہل خانہ کیا حیثیت رکھتے تھے۔

شہر یار کھلے دل سے اس کی تجویز قبول کرتے ہوئے اس پختہ مکان کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ وہ گھر میں سب سے بڑا اندازہ تھا۔ مکان پر خاموشی جمالی ہوئی تھی اور اندازہ بھی تھا کہ نیکبوس رات کے اس پہر گھرنے نہیں آ رہے ہوئے ہیں۔ بالکل سونے کی اور ایک بیچتے میں امانت کی لحاظ سے اونچی دیوار پار پار کے اندر ہو گیا۔ شہر یار نے بھی اس کی توجہ کی لیکن ابھی وہ دیوار پر پہنچا تو سردار کی طرف گورا میں تھا کہ اسے کچھ سے گھر لگنے کی توجہ سنی اور پھر توجہ دیا جس اس کا بوجھ نظر آنے لگا۔ وہ سانس کا ہنسا تھا اور جس دیریری سے سامنے آیا تھا اس سے خبر ہوا کہ مت میں کو بچر چھاڑ کر رکھ دینے میں کمال رہتا ہو گا۔ انہوں نے وقت اس کے پاس ساٹھ گھنٹے کا وقت موجود تھا اور وہ ایک قانڈک کے کچھ کو پیچھے کے لیے خاموش کر دیا لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ اسے کچھ سونے تمام رکھا تھا اور وہ پتہ لگائے گا۔ لیکن نہیں۔۔۔ ایسا نہیں تھا۔ اس کے پاس پتہ نہیں تھا۔ پتہ تھا ایک خطرناک تجربہ بھی تھا۔ اس نے فوراً اس کی طرف توجہ دینی پر سے اتار اور کسے کی طرف اچھا لیا لیکن اس سے بھی کو بچر اپنے جوف تک پہنچا۔ انہیں اس کی طرف توجہ دینا پڑا۔ وہ آواز زمین پر گر گیا۔ کچھ کے گرتے ہی اس نے جا بھاگ لگا دی۔ سونے اور اس دوران مردہ کسے تک پہنچا یا تھا۔

"یہ تو سرداروں وغیرہ کے مکان ہوں گے۔ ان کے پاس سے کسی کے مکان میں گستا اور ٹیوں کو لانا بہتر ہے۔ تم نے اس کا اندازہ کیا۔ ان گھروں میں اکثر اہتہ کے علاوہ ملازمین اور خدمت سوجدی کا بھی پورا پورا امکان ہے۔" اس نے سوتی اور کھوپڑی کے جواب میں دروغی خراش کا اظہار کیا۔

"یہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن اگر ایک بار ہمیں گھر میں کچھ پٹیاں اپنے کھولنے میں کر سکتے ہیں تو کامیاب ہو سکتے تو آگے کی ساری مشکل آسان ہو جائے گی۔ ان دو گھروں میں بڑی پہنچ ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسی تلاش کرے تو یہاں آداری سردار کے گھر کی تلاش لینے کی جگہ نہیں کرے گا۔" سونے نہایت ایک اہم نکتہ بیان کیا جس کے بعد اس نے ان کی توجہ قبول کرنی تھی۔ ویسے بھی اسے اپنی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا اور جانتا تھا کہ سردار کے گھر میں اگر کسی کا پتا ہو تو وہ وہاں ہی ہوئے تو ان کے لیے انہیں سنبھالنا پڑتا۔ پتا چلا کہ ایک نیکبوسوں سے خبر آ رہا ہے کہ کام دل میں سے کہہ دیا گیا تھا۔ اس کے سامنے ہلاسی چھوٹے سے گاؤں کے سردار کے ملازمین اور اہل خانہ کیا حیثیت رکھتے تھے۔

شہر یار کھلے دل سے اس کی تجویز قبول کرتے ہوئے اس پختہ مکان کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ وہ گھر میں سب سے بڑا اندازہ تھا۔ مکان پر خاموشی جمالی ہوئی تھی اور اندازہ بھی تھا کہ نیکبوس رات کے اس پہر گھرنے نہیں آ رہے ہوئے ہیں۔ بالکل سونے کی اور ایک بیچتے میں امانت کی لحاظ سے اونچی دیوار پار پار کے اندر ہو گیا۔ شہر یار نے بھی اس کی توجہ کی لیکن ابھی وہ دیوار پر پہنچا تو سردار کی طرف گورا میں تھا کہ اسے کچھ سے گھر لگنے کی توجہ سنی اور پھر توجہ دیا جس اس کا بوجھ نظر آنے لگا۔ وہ سانس کا ہنسا تھا اور جس دیریری سے سامنے آیا تھا اس سے خبر ہوا کہ مت میں کو بچر چھاڑ کر رکھ دینے میں کمال رہتا ہو گا۔ انہوں نے وقت اس کے پاس ساٹھ گھنٹے کا وقت موجود تھا اور وہ ایک قانڈک کے کچھ کو پیچھے کے لیے خاموش کر دیا لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ اسے کچھ سونے تمام رکھا تھا اور وہ پتہ لگائے گا۔ لیکن نہیں۔۔۔ ایسا نہیں تھا۔ اس کے پاس پتہ نہیں تھا۔ پتہ تھا ایک خطرناک تجربہ بھی تھا۔ اس نے فوراً اس کی طرف توجہ دینی پر سے اتار اور کسے کی طرف اچھا لیا لیکن اس سے بھی کو بچر اپنے جوف تک پہنچا۔ انہیں اس کی طرف توجہ دینا پڑا۔ وہ آواز زمین پر گر گیا۔ کچھ کے گرتے ہی اس نے جا بھاگ لگا دی۔ سونے اور اس دوران مردہ کسے تک پہنچا یا تھا۔

"یہ تو سرداروں وغیرہ کے مکان ہوں گے۔ ان کے پاس سے کسی کے مکان میں گستا اور ٹیوں کو لانا بہتر ہے۔ تم نے اس کا اندازہ کیا۔ ان گھروں میں اکثر اہتہ کے علاوہ ملازمین اور خدمت سوجدی کا بھی پورا پورا امکان ہے۔" اس نے سوتی اور کھوپڑی کے جواب میں دروغی خراش کا اظہار کیا۔

"یہ سب اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن اگر ایک بار ہمیں گھر میں کچھ پٹیاں اپنے کھولنے میں کر سکتے ہیں تو کامیاب ہو سکتے تو آگے کی ساری مشکل آسان ہو جائے گی۔ ان دو گھروں میں بڑی پہنچ ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسی تلاش کرے تو یہاں آداری سردار کے گھر کی تلاش لینے کی جگہ نہیں کرے گا۔" سونے نہایت ایک اہم نکتہ بیان کیا جس کے بعد اس نے ان کی توجہ قبول کرنی تھی۔ ویسے بھی اسے اپنی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا اور جانتا تھا کہ سردار کے گھر میں اگر کسی کا پتا ہو تو وہ وہاں ہی ہوئے تو ان کے لیے انہیں سنبھالنا پڑتا۔ پتا چلا کہ ایک نیکبوسوں سے خبر آ رہا ہے کہ کام دل میں سے کہہ دیا گیا تھا۔ اس کے سامنے ہلاسی چھوٹے سے گاؤں کے سردار کے ملازمین اور اہل خانہ کیا حیثیت رکھتے تھے۔

شہر یار کھلے دل سے اس کی تجویز قبول کرتے ہوئے اس پختہ مکان کی طرف پیش قدمی کرنے لگا۔ وہ گھر میں سب سے بڑا اندازہ تھا۔ مکان پر خاموشی جمالی ہوئی تھی اور اندازہ بھی تھا کہ نیکبوس رات کے اس پہر گھرنے نہیں آ رہے ہوئے ہیں۔ بالکل سونے کی اور ایک بیچتے میں امانت کی لحاظ سے اونچی دیوار پار پار کے اندر ہو گیا۔ شہر یار نے بھی اس کی توجہ کی لیکن ابھی وہ دیوار پر پہنچا تو سردار کی طرف گورا میں تھا کہ اسے کچھ سے گھر لگنے کی توجہ سنی اور پھر توجہ دیا جس اس کا بوجھ نظر آنے لگا۔ وہ سانس کا ہنسا تھا اور جس دیریری سے سامنے آیا تھا اس سے خبر ہوا کہ مت میں کو بچر چھاڑ کر رکھ دینے میں کمال رہتا ہو گا۔ انہوں نے وقت اس کے پاس ساٹھ گھنٹے کا وقت موجود تھا اور وہ ایک قانڈک کے کچھ کو پیچھے کے لیے خاموش کر دیا لیکن اس کا خیال تھا کہ وہ اسے کچھ سونے تمام رکھا تھا اور وہ پتہ لگائے گا۔ لیکن نہیں۔۔۔ ایسا نہیں تھا۔ اس کے پاس پتہ نہیں تھا۔ پتہ تھا ایک خطرناک تجربہ بھی تھا۔ اس نے فوراً اس کی طرف توجہ دینی پر سے اتار اور کسے کی طرف اچھا لیا لیکن اس سے بھی کو بچر اپنے جوف تک پہنچا۔ انہیں اس کی طرف توجہ دینا پڑا۔ وہ آواز زمین پر گر گیا۔ کچھ کے گرتے ہی اس نے جا بھاگ لگا دی۔ سونے اور اس دوران مردہ کسے تک پہنچا یا تھا۔

کھوجا باب

ہوئے صورت کو جھکی دی۔

"یہ تو کوئی گل نہ ہوتی ہی اس میں تھا اور سواکت کر رہی ہوں اور تم میں ہونے والی وہی دیکھ دے ہو۔" اس نے بڑے مسکراتہ انداز میں ٹھوک دیا اور پھر مزہ بولی۔ "اگر میں شہر یار کی کہتا تھا تو اس دنے کرنی جب تم نے میرے کچھ کو مارا تھا۔ کتنا سوہنا چہرہ تھا پر پھر وہ اسامان بچے صاف کیا۔" وہ جب طرح پر کردار کی صورت میں لپکا مکان کے سامنے آئی تھی اور کچھ کھنٹس آتا تھا کہ اس سے کس طرح لپکا جائے۔ اگر وہ ان کے مقابلے پر کھڑی نہیں تھا تو اس کی ہتھیاری ہوتی تو اسے آرام سے نہ بڑھ کر لپکا جاتا لیکن وہ تو ایسے ہاتھیں بھاری تھی جیسے ان کے استقبال کے لیے ہی وہاں کھڑی ہو۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کے پاس کوئی ہتھیار بھی موجود نہیں ہے اور وہ دونوں ہاتھ سامنے کیے بالکل ہی کھڑی ہے۔ اندازہ خراب ہونے کے باوجود لپکا دیکھا تھا جیسے وہ خود بھی نہ چاہتی ہو کہ کوئی اس کی آواز سن سکے۔

"اب کیا کھڑے کھڑے میرا ادھی تھے وہو گے؟" یہاں تک آئے ہوتے میرے ساتھ کچھ بھی چاہو پڑا اور احسان سے۔ "کچھ نہیں بہت لوگ ہیں۔ کوئی آواز سن کر جاگ بھی سکدا ہے۔" وہ اس انداز سے مزاحیہ جیسے پھرنا لگتا ہو کہ وہ دونوں شہر یار کے پیچھے آگئے۔

وہ ابھی کئی لیکن کچھ اس طرح کے سونے صورت کے میں پیچھے پڑنے میں نے کرن کی نالی اس کی گردن سے لگا دی اور دھکی دی۔ "اگر تم نے ہمارے ساتھ کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے تم اپنی جان سے جاؤ گی۔" اسے اندر پڑھا کہ صورت کے ذریعے انہیں لپک کر نے کی کوشش نہ کی جا رہی ہو اور جب وہ کچھ سمجھیں تو سب افراد ان کے استقبال کے لیے موجود ہوں۔

"گھر نہ رہو جانیوں ہی میں تھا اسے ساتھ کوئی چال نہیں پس رہی ہوں۔ میں تو نہیں تھا ہی وہ دیکھ رہی ہوں۔ تم میں بالکل چپ چاپ میرے پیچھے چلے آؤ۔" اب صورت کی آواز پہلے کے مقابلے میں مزہ بولی ہوئی تھی اور وہ آتی احتیاط سے قدم اٹھا رہی تھی کہ کوئی لپکا تھا کہ وہ شدت سے اس بات کی قسمی ہو کہ الہی خانہ میں سے کوئی آہٹ سن کر جاگنے نہ پائے۔

چپ چپیاں اترنے کے بعد وہ انہیں لیے داغ میں ہاتھی طرف مڑی۔ یہاں ایک قطار میں تین دروازے نظر آ رہے تھے۔ تینوں ہی دروازے بند تھے۔ صورت پہلے دروازے پر دی اور اسے ہاتھ سے ہلکا سا دھکا دے کر کھولا۔ صورت کے

چھ کرے میں داخل ہوتے ہے وہ دونوں ڈراما سٹیج کے
 لیکن اس کو ہے کی صورت ہے وہ ان میں دیکھیں جائیں
 لیکن اس بات سے بھی کہ صورت ان سے پہلے کرے میں داخل
 ہوئی اور اگر وہ کران کے لیے چہ ہے وہ ان ہوتا تو وہ خود ہی
 ان کے ساتھ چکس جاتی تھیں اس کے انداز میں ڈراما کی خوب
 عموماً نہیں ہوتی تھا۔ اگر وہ کسی کے لیے ہر نہیں چھاننے کی
 کوشش کر رہی تھی تو اس کو ہر طرف تو ہوتا چاہیے تھا کہ اس
 کی جانب متوجہ نہیں جاسے کی لیکن اس کے انداز میں ایسا
 نہ ہو سکتا تھا۔

صورت کے پیچھے کرے میں داخل ہوتے ہی ان کی
 نظر بھگ پر ہوتے ہے ہر طرف ہر ذی۔ سلو تو پہلے ہی صورت کو
 اور کیے ہوتے تھا، ہر بار بھگت کر مر کے قریب ہوتا اور
 پڑلی پر بندھا نظر بھگت کر ہر بار نکال لیا۔

اس کی چھانڈ کر وہ بہت کبھی بند ہوا ہے اور
 اگر اس کے سر پر اصول بھی بھاڑے تو کس جاکے گا۔ "صورت
 نے نہایت اچھان سے انہیں مطلع کیا۔ اب تک وہ
 اندھیرے میں اس کا ہر ذی دیکھتے رہے تھے لیکن کرے
 میں ہوتی انہیں کی روشنی میں اسے واضح طور پر دیکھنے کا موقع ملا
 تو وہ بخود کہے۔ وہ مشکل سے جس سال کی انتہائی خوب
 صورت لڑکی تھی جس کے کپڑے نہیں اور دیکھ رہی تھی جسے ہونٹ
 سادگی میں بھی دیکھنے والوں کو حیرت کرتے ہوں گے لیکن اس
 وقت تو وہ سول سٹار کے منصب ادا رہی تھی۔ سر پر ہر سال کا کام
 دار کر کے، ہم دیکھ رہی تھی چتا ہوا چمک دار وہ پناہ تاکہ وہ ان
 گئے اور ہاتھ پر ہا ہوا اور انہوں میں پڑنے کا عمل کے
 پڑے پڑے اور سے اور ہونٹوں پر کئی سرفی کے ساتھ
 ہاتھوں میں چھتکتی چڑیاں... سب مل کر اعلان کر رہی تھیں
 کہ وہ قی تو ملی دیکھ ہے لیکن عجیب بات تھی کہ اس کی طرح اور
 صورت کا شہر بھگت پر بھانڈا ہوتی کی بند ہوا تھا۔

"یہ کون ہے؟" سول نے جہ اپنے پیچھے اور اڑے کو
 پہلی ہی بند کر چکا تھا، اپنے انداز سے ہی تھوڑی کے لیے
 صورت سے بچ گیا۔

"یہ میرا بھائی ہے، بہت سگھے ہے۔ میں امرت کو ہوں۔
 تارا انھی چاروں پہلے ہی دیا ہوا ہے۔" اس نے جواب دیا
 تو اس کی آہستہ اندرونی قہقہے کے تحت دیک رہی تھیں اور
 لہجے میں شہرہ تھی۔

"میرا اخیال ہے کہ تم میں کھل کر اپنے بارے میں
 سب کچھ بتا دو اور یہ بھی کہ تم میں اپنے ساتھ یہاں کیوں
 لائی ہو؟" چاروں نے ہانپنے کے بعد کہ یہاں ہی الحال ان

کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے، وہ دونوں ہی ڈراما سٹیج کے
 تھے اور ایک موزے پر کھتے ہوئے ٹھہرا نے اس کے
 سوال کیا تھا۔
 "ایسا نام تو میں نے تمہیں بتا ہی دیا ہے۔" وہ بڑی
 دہکتی ہوں۔ "وہ بھگت پر اپنے بھائی کی پانٹی کٹے کی
 کھوئے کھوئے لہجے میں جانتے گی۔

"میرے ساتھ آتا کامیرے بھگت میں ہی اچھا ہے
 گیا تھا اور میں تمہیں اسی گھر میں لائی ہوتی ہوں۔ یہ میرے
 تازہ بھگت کھمکے کا سر ہے۔ میرے ساتھ آؤ اور وہاں
 میں وہی سے تمہیں اور چھوٹی سے چاروں کو لے گیا تھا۔
 تالی کی اولاد میں ہر گھر میں سے تالی بڑی تھی جسے پہلی
 ان سے زیادہ چھوٹی تالی کے بچوں سے تھی تھی۔ خاص طور
 دل جیت کھمکے اور آٹا کر میرے لیے کھلی تھی۔ مجھے
 تھکتے اور روتے کب جتا کچھ پانی کھان لگا۔ تازہ بھگت
 تالی کا سلوک میرے ساتھ چکا تھا اور وہی تالی تھی چمک
 تھی اور آئے یہاں سب بچوں کو آتی اور تالی تھی تھی۔
 نے تو کئی داری اپنی چھوٹی چھوٹی شرارتوں پر ان کے پاس
 بری طرح بڑھتی نکالی۔ تازہ کبیرے پتہ نہ تھا کہ وہ کس
 اور وہی تالی کو زیادہ دیکھ اس لیے نہیں کہہ سکتے تھے کہ اس
 پر کاواڑا منسوب تھا، ہر اس کے بعد اور میرا اور وہی تالی
 لانے کرنے کے لیے نکلتے جاتے تھے۔ وہی تالی نہیں کی
 دیکھ ہی اس کے پیچھے بھی تھے۔ ان میں سے کوئی بچہ
 تالی سے ساتھ نکلتا نہیں تھا لیکن رعب سب جانتے تھے
 خاص طور پر یہ ہر بھگت کو بہت ہی بڑا اور نصیب تھا۔ ہاتھ
 ہی کئی میری چھوٹی بچہ کو کھینچ لیا تو بھی باہر نہ جاتا۔
 تکلیف سے روٹی تو یہ پتہ لگتا۔ دل جیت سے ہر اور
 دیکھا جاتا تھا۔ ہر میری خاطر اس نے لانے کھو ہوا تھا۔
 وہ چاروں ہر طرف کھمکے میں سر بھگت سے بہت کچھ کہتا تھا
 ہر داری بری طرح ہار کھا تھا اور ہار جاتا۔

"میں نے یہ حال دیکھا تو دل جیت دیکھنے کے
 سر بھگت کی زیادتیوں کو چپ چاپ سہہ شہرہ کر دیا
 اپنے کمان میں ہے وہ چڑیاں کو بڑھتے سے تازہ کو لے گیا
 میں ایک جذبہ سر بھگت سے سخت نفرت کا تھا تو وہاں
 سے گہری بھگت کا۔ دل جیت بھی میری ہی طرح تھی
 پر ہم کرتا تھا ہر ہم سوچتے تھے کہ جب بچوں کے
 انداز سے دیا وہی باری آئے تھی تو ہم ایک ہوا جائے کے
 انداز سے پر ہم کی راز اور کھلی اور خوش ہوتی تھی کہ میں
 ہوا ہوں کہ ہمیں اسی گھر میں رہوں گی۔ وہ پہلے ہی تھے

وہ بھی کرتی رہتی تھی۔ کھمکے دل جیت کا پر ہم ہر آٹا
 ہر دونوں ہی سے بڑا سرور آتا تھا ہر میں دن کئی
 کہ کب وہ آنے کا جب ہمارے چنے کچ ہوں
 کئی قسمت کی مار کو وہ دن کئی نہیں آیا اور مجھے بائیں
 کچھ پر پھرتے کوئی کہ وہی تالی کے سر بھگت کے لیے میرا
 ہر ایک لیا ہے ہر اب میرا دیا ہاں سے ہوگا۔

"میں بڑی روٹی تڑلی۔ دل جیت ہر آٹا بھی
 کھانے کے لیے سب لیا ہوا ہے۔ آٹا نے چھوٹی تالی
 اور دل جیت کے گل کے انہیں ہر آٹا کے کھمکے اور دل
 ایک دوسرے سے پر ہم کرتے تھے اور میں دل جیت
 کے پاس ہی کی استری بنے کو چار نہیں ہوں۔ یہ میں کہہ رہی
 ایک دن ایک کپڑے میں بھگت اپنے کمرے میں جا کر اپنی چڑی
 ہر سے کھمکے میں ڈال کر بولی۔ وہ دیکھا ہر اول جیت میرا
 ہی ہر ہر اور اپنی تین بیٹیوں کا ایک سارا ہے۔ اگر یہ گل
 کی کوٹوم ہوتی کہ تو ہر اول جیت ایک دوپے سے پر ہم
 کہتے تھے ہر جیت میرے پتہ کی جان کے پیچھے چہ ہانے
 کہ جاتی ہے کہ وہ حراج کا کھٹا بیٹا اور دوسرے ہے۔ اس
 سے زیادہ رشت نہیں ہوگا کہ تو اس کا رشتہ کھمکے اور دل جیت کا
 ہے۔ وہ تھے اور دل جیت دونوں کو زعمہ زمین میں گاڑ
 ہے گا۔ اب تو خود سچ کر قبضہ کرنے کے چہ چاپ
 سر بھگت سے دیا کہ اس ملک ان کو مال دینی ہے یا لیرا اپنی
 اور اپنی جیت کی جان کھواتی ہے؟

"مجھے اپنی جان کی پر انہیں تھی لیکن دل جیت کو کا کا
 بھی چھوے یہ گوارا نہیں تھا اس لیے جیسے بھگت میں دل جیت کو
 جاننے کے لیے سر بھگت کی یاد تھیں کو کھواتی سے برداشت
 کر لیتی تھی، وہ پیسے ہی اس ہر گل چپ ہوتی۔ دل جیت نے
 جیت کو کوشش کی کہ مجھ سے گل کھٹے آٹا کی زبانی اس نے
 کھنے کی پیغام بھیجے لیکن میں نے سنی جواب دیا کہ میں جہاں
 کے قبضے پر خوش ہوں۔ یوں میں نے اپنے پر بھی کو بچانے
 کے لیے اپنے پر ہم کو بھگت پر حاد یا اور سر بھگت کی دھم پائی
 ہر کھمکے کر لیا۔ دیا کے اپنے میرے من میں لکھا تھا کہ میں
 کئی نہ کسی طرح کمان پر چڑھ کر کے یہ رشتہ کھمکوں کی لیکن
 سر بھگت نے کئی ہی رات یہ جان کر دیا کہ وہ اس وقت میں
 چھکنا ہے۔ قالی کی ہانکے۔ اس نے قہقہے لگاتے ہوئے مجھے
 لگا کر وہ کئی طرح ہانکتا ہے کھمکے اور دل جیت ایک دو ہے
 سے پر ہم کرتے ہیں ایسا لیے اس نے مجھ سے دیا کیا ہے۔
 اس کا کچھ تھا کہ پتہ ہے وہ دیا ہوا کہ اس کی ماں کو تکلیف
 لگتی اس لیے اس نے مجھ سے دیا کہ کے چھوٹی تالی ہر اس

کی اولاد کو تکلیف دہی ہے اس نے بھی کہا کہ میں چمک بھگت
 سے ہی چھوٹی تالی کے کھمکے سے قریب کی اور ہر وقت ان میں
 کھلی چھتکتی کوئی رہتی تھی اس لیے وہ ان لوگوں کی طرح مجھ
 سے بھی سخت نفرت کرتا تھا اور ہی نفرت کے کارن اس نے مجھ
 سے دیا کیا ہے۔ کھمکے اور میں اس نے اپنی نفرت ثابت ہی
 کر دئی اور میرے سارے پڑے کو کھمکے اور وہاں۔ اسے
 دیکھو "اس نے ایک جگہ سے اپنی دونوں آہستہ آہستہ کھمکے
 انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہر سے ہر سے کہہ سکا وہ ان
 پر جاننا زخم کے نشان تھیں۔ یہ نشان ایسے تھے جیسے کسی نے
 اسے اور انہوں سے گاوا اور انہوں سے لہو پیا۔

"ایسے بہت سارے نشان میرے ہر سے پڑے
 وہ سچ وہی اور میں ان نشانوں کو تو کھمکے میں خوب صورت
 کپڑوں کے لیے جیسا کہ بھر رہی ہوں کہ کھمکے دل جیت کو اس
 کی خبر نہ ہو جائے۔ اس سے طوم پڑ گیا کہ سر بھگت نے بیٹوں
 اس بڑی طرح مارا، اسے تو یہ کئی کئی گئی ہر دیکھنے لگے اس سے
 اچھ ہانے گا ہر میں ایسا نہیں چاہتی۔ اسے سر بھگت ہے
 نا اسے سوچ دی تلاش میں ہے۔ دل جیت اگر ڈراما بھی لکھا
 تو اسے اس دی جان لے لے گا۔" اس نے ایک نفرت بھری
 نظر بھگت پر ہے پتہ سڑے اپنے بھتی پر ڈالی اور کھٹے گی۔ ان
 دونوں ہی نے امرت کو کے لیے اپنے دل میں ہر وہی
 کھمکوں کی۔ وہ انھی پیاری اور نرم گوازی اور شہرہ کھٹا اس
 سلوک کی سخت نہیں تھی جہاں سے کھمکے نے اس کے ساتھ اور
 رکھا تھا۔ وہ بھگت نہایت جاہل اور خوش آؤی تھا جس نے ایک
 مصوم لڑکی کو ایک ایسی بات کے لیے نفرت کا نشان بنا کر رکھا تھا
 جس میں اس کا سر سے سے کوئی قصور ہی نہیں تھا۔

بھگت کھمکے اور شادیاں میں امرت کا کوئی ہاتھ نہیں
 تھا۔ یہ تو گاؤں اور یہاں توں کا ایک عمومی رواج تھا کہ صاحب
 ایشیت وصاحب اختیار لوگ ایک سے زیادہ شادیاں کر لیتے
 تھے۔ امرت کوئی زبانی انہیں معلوم ہوا تھا کہ سر بھگت کے
 تمہیال والے بڑے ڈھانڈے لوگ تھے اور لیکن کی حمایت
 میں بیٹوں کے ساتھ کھمکے ہونے میں اور نہیں لگاتے تھے
 لیکن انہوں نے بھی یقیناً اس رواج کو دیکھتے ہوئے بیٹوں کی
 دوسری شادی کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کی تھی اور نہ بھگت
 کھمکے جو کھمکے معاملات میں ہوتی سے دیتا تھا، اور اسے کو کچھ
 کر پاتا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس کی دوسری شادی کھمکے خاص
 حالات میں ہوئی ہو اس لیے بھی اس کے سسرالوں کو بولنے
 کا موقع نہ ہو۔ ہر حال وہ بچ رہی تھی، انہیں جاننے میں
 کوئی دیکھی نہیں تھی اور صرف یہ جاننا چاہتے تھے کہ امرت

کہنے انہیں اپنے کمرے میں کیوں پتا دہی ہے اور وہ یہ ساری کہانی سنا کر ان سے کیا کام کروا کر پتا چاہتی ہے؟

”کے سر جیبت ہے نا، اے کتا کینہ ہے... کتاں اس گل والا اندازہ کر سکتے ہو کہ اس نے جان پر پھر کجاہ سے پہلے اکی کر اپنے لیے لیا کس دسے برابر والا کارول جیبت دا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دل جیبت اس تصور ہال راتوں تپ تپ کرپ کے کڑا کرے کہ اس کی جگہ پر میرا دل کے رہے وہاں کسی اور دی ہالہاں میں سو رہی ہے۔ اس نے سچو یہ بھی دسا ہے کہ وہ چاروں ہاں توں مجھ پرست لے آئے گاتے تیرا اس والا کلام پورا ہوا جائے گا۔“ اس نے ان پر حرج حقائق مہاں کیے۔

”تمہاں تھارے حالات جان کر بہت افسوس ہوا ہئی لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم یہ سب ہمیں کیوں بتا رہی ہو اور ہم سے کیا چاہتی ہو؟“ اس رات کی سچ بھی کہانی تھی اور پتہ پتہ جان ہونے کے بعد ان کی امرت کو دے کرے میں سوجھو کی بھی نہیں رہ سکتی تھی اس لیے یہ سن کر میں تھا کہ وہ اپنے تعلق کے بارے میں سچے پھر ساری رات اس کی داستان تم سننے ہوئے گزار دیں۔ اسی لیے شہر یار نے اس کی گفتگو میں دل دیتے ہوئے بہرا امرت سوال کیا۔

”میں چاہتی ہوں کہ تم اسے گل کرو۔“ اس نے اپنے ہتھی پر ایک نرٹ بھری نظر اٹالے ہوئے اپنی عرض بیان کی۔ اس بل اس کے خوب صورت تپش والے مصوم چہرے پر بڑی سلاکی چھا گئی تھی۔ اس کی خواہش جان کر شہر یار تو بالکل ہونچکا تھی وہ کیا ایہ سلو نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔

”اس کام کے چلے ہمیں تم سے کیا کام ہوگا؟“

”تیرے پیلے ہی مجھ سے قید ہو رہا ہے۔ جب تاراں نو چار دیواری چھائی گی اور کتا بھولا کتا تو تیرا اپنی انکھوں سے سب دیکھ ہی پر شور نہ کیا ورنہ اس اپنے تم اتنے آرام ہال نہ بیٹھے ہوتے۔ جس کوں تم نے گولی ماری ہے وہ سو بیٹھو پالو کتا تھا۔ بیٹھو اس وقت وہاں تم تھا پر بیٹھو بھوری ہے۔ اس شخص کو آدی وقت چھوچھا پھر ان لٹے بیٹھو کو موقع دیا ہے تجھے میں ضابطہ کن کر سکتی ہوں۔ کسی دوسرے جہاں سووا حضور ہے کسی ایٹوں ٹھکانے لگا دو میں کسی گاؤں وقت باہر لال ہوں گی۔“ اس نے بی بیٹھیلے سے باہر لال دی۔

”تم بتاؤ کہ پائی گوری نیند کو سے رہا ہے کہ ہم اس کے سر پر بیٹھے بائیں کر رہے ہیں پھر بھی اس کی آنکھ نہیں کھل رہی ہے؟“ وہ لڑکی جواب تک انہیں مظلوم لگ رہی

تھی۔ اپنے طور پر کوئل کر دانے کی سازش کرتے ان کے چالاک لگتے تھی اس لیے وہ ہرزو لہے سے اس پر شر کرنے میں حق بجانب تھے۔

”انہوں شراب دی عادت ہے۔ میں راتوں سے اسے شراب پنی کر کھ رہے ہوں کہ پتا تھا۔ آج میں نے اس کو شراب ہال اٹیٹھا کر پتا دی ہے اس لیے یہ غزروں کی طرف پڑا سو رہا ہے۔ بیٹھو اس ہال اٹیٹھا ہے کہ میں اس کو جان بھی لے سکتی ہوں پر قید ہوگا۔ اس دسے گل دے اور ہمیں پکھن کر میری زندگی بھی شراب ہو جاتی ہے پھر تم ہی اس کو گل کر دو تو میرا پکھن نہیں کلاے گا۔“ وہ حراہر نے بے ہوشی اور دل جیبت سے وہاں ہوجانے گا وہاں ساری حیاتی ایسے ہی اصر پڑی رہوں گی۔ بیٹھو توں ہی گل حضور ہے اور اس دسے سنگ رہتا وہ اٹھتی ہے۔“ وہ سر جیبت سے وہاں بڑی شدت سے نرٹ کرتی تھی اس لیے اسے یہ بھی حضور تھا کہ چاہے وہ ہوش میں اپنے محبوب کو پتا چکے لیکن وہ اس آدی سے جان بھرت جائے۔ اس کی پشش پشش کیے یاد جو ہر بار کتبہ پ کا کتا تھا۔ سر جیبت کتا ہی خاطر اور نیند صفت سکی لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا اور نہ ہی ان کے مقابل آتا تھا اس لیے ایک غیر حلف آدی کوئل کر دتا اس کے پس کی بات نہیں تھی۔ لیکن دشمنوں کو انجام تک پہنچانا اور ساری بات سکی لیکن اس کے پاس کسی کو پتا تھا کہ سازش کر کے گل کر دینے کا کوئی قصور نہیں تھا۔ وہ بھی ایسے شخصوں کو جو ان کے سامنے ہوشی وحاس سے بہانہ بالکل بے حسرت دیا چا تھا۔

”تم تمہارا یہ کام کر دینا گے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہیں گاؤں سے باہر بیٹھے کالوکی؟ کیا اس نام کے لیے وہ بیٹھے امارے ساتھ جائے گا؟“ شہر یار کے برعکس سلو سلو اسے ترجیح دینے والا تھا لیکن اس کی تربیت ہی اسی تھی کہ وہ اپنی تھی۔ اس نے فوراً ہی امرت کو دیکھ کر کھینچ کر لینی اور اپنے اعزاز سے کی بنا پر اس سے ایک اہم سوال کیا۔

”اوتھو نا، امرت کو نے فوراً اٹھی میں سر ہاڑا۔“ دل جیبت وہ اس معانے وقت کوئی حلق نہیں سے جسے خود وہ نہیں اصر سے کلاوں کی۔ تم دونوں اس کو ہال کرنا ہے جسے تے لے جاؤ اور کتے کی طرح اس دسے سرو ہئی تھی گولی بارو۔ میں تیار ہو کر آئی ہوں۔“ اس نے اپنا پارہا پارہا مٹا دیا۔

”تم نے ہمیں پاگل سمجھا ہوا ہے کہ ہم اس طرح تمہاری بات مان نہیں گئے؟ تم جیبت عورت کا کیا بھروسا ہے؟“

اسے اپنے طور پر کوئل کر دانے کی سازش کر سکتے ہے وہ سے ساتھ کیا عادت کرے گی۔ پتا چلا کہ اصر ہم نے کتے کے ساتھ سے جیبت کا کام تمام کیا اور اصر نے شور مچا کر کتے کو کتا ڈالا۔ اس طرح تم خود تو جیبت جاؤ گی لیکن میں چاہتی ہوں۔“

”غیر رسمی خود رو کر لیا جاتے ہو۔ ویسے میرا جیبت دھوکا ہے کہ کوئی اور رو نہیں ہے۔ تم چاہے مجھے برا سمجھو پر جاناگ سے حق میں کوئی ہے اسے میں ہی چاندی ہوں اور نہ میں کوئی بری عورت نہیں ہوں۔“ سلو کی صحت ہاتھ کا جواب دینے سے اس کی آنکھوں میں آنسو جھلکانے لگے لیکن وہ جیبت نہیں ہوا اور اسی لہجے میں بولا۔

”تمہارے بچی کو کھت ہے بلے ہا کر کتا نے کتا نے کا کام میں اٹھایا کروں گا اور میرا سا جیبت تمہارے ساتھ ہی کرے میں سے کتا کا کہ اگر تم کوئی کتا کر دے گی تو کوشش کرو کہ تم اسے صحت کئے۔“

”بیٹھو حضور ہے۔“ وہ فوراً راضی ہو گئی۔ اس کی جیبت ہی سنے ہی سلو نے اپنے چڑھے سر جیبت کو کھت سے ڈالا کر اپنے کان سے پڑا اور کرے سے باہر نکل گیا۔ سر جیبت کے تھوڑے وقت کو دیکھ کر یہ بات سننے سے ہی جیبت کی کہ وہ کتا سوانی رہا ہوا کہ کتا سواں کے کتا ہے میں ذرا کتا کھڑا آتا لیکن اس نے بیٹھے آرام سے سر جیبت کو اٹھا رکھا تھا اسے دیکھتے ہوئے بالکل نہیں لگ رہا تھا کہ وہ اپنے آپ سے کھنڈ یا اور ذہنی بند سے کھاتا ہے ہوتے ہے۔

”تمہی ذہنی ہو۔ لانا میں سر جیبت کر دیتی ہوں۔“ سلو کے باہر کھتے کے بعد وہ شہر یار کی طرف سوجھ ہوئی اور اس کے کوئی ہالہ کو دیکھتے ہوئے پشش کی۔ شہر یار کا ذہن زیادہ گراؤ تھا لیکن یہ بھی خاصا سوانا بہہ گیا تھا اس لیے بہتر تھا کہ اگر ہم جیبت کا موقع ملے ہے تو اس موقع سے فائدہ اٹھا لے۔ اس نے امرت کو دیکھ کر کھینچ کر لینی۔ اس کی طرف سے وہ شہر یار کی خاطر ہوتے ہی وہ فوراً حرکت میں آ گئی اور اس کی آستین ہٹا کر جب میں رکھے سارے پانی میں کپڑا کھنڈ کر پھینکا اس کے قدم اور ہر دو کھٹے سے خون صاف کیا۔

”ابھی میں پانی گرم کرنے رسولی میں ہی جا سکتی ہوں اس لیے اسی پانی سے تم چھانے ہوگا۔“ اپنا کام جاری رکھتے ہوئے اس نے شہر یار سے کہا۔

”گولی بات نہیں، ادا تھا بھی کافی ہے۔“ اس نے رساں کھنڈا کھنڈا۔

”پتلی کھل یہ ہے کہ گولی ادا نہیں تھی ہے۔ میں

کوشش کو خود سنا تھا ان پہاڑ کر کھل گئی ہے اور وہ اسی شکل ہو جاتی۔“ اب وہ اس کے ذہن کو ڈھیل سے صاف کرنے کے بعد اس پر کوئی عرصہ لگا رہی گی۔ شہر یار کو جیبت ہوئی کہ اس نے ذہن دیکھ کر کیسے اعزاز لگا لیا تھا کہ وہ ذہن کوئی کھتے کا نتیجہ ہے اور نہ خود کھنڈ عورتوں کو اس قسم کی شہدہ نہیں ہوتی۔

”تم کیسے کر سکتی ہو کہ یہ گولی کا ذمہ ہے؟“ اس نے اپنی جیبت کو سوال کا روپ دے ڈالا جس پر امرت کو بہت دہشی آواز میں تھی۔ اس کی تھی میں ایک دم صحت اور ہالک ہوں لگتا تھا کہ کتے اور کتیاں ہی تھی رہی ہوں۔

”اس کھڑے جیبت دھن نا،“ جیبت امارن کے لیے کھلوں کی طرح تھی اور کھیل میں پشش تو گھدی تھی۔

جیبت ایسی جہاں نود کچھ دیکھ کر ہی جھانک ہوئی ہوں اس لیے جیبت کی طرح چھاتی ہوں کہ یہ گولی کا ذمہ ہے بلکہ میں تو یہ بھی چاندی ہوں کہ تم سر ہاڑ سے آئے ہو اور سر ہاڑ پار کرتے ویسے ہی اسے ذمہ لگا ہے۔“ وہ آتی پتی جھین تھی کہ شہر یار اسے جھلا کر سٹا اور خاموش بیٹھا رہا۔ امرت کو نے بھی اسے نہیں جھلا کر اور خاموشی سے پتیا ہانڈے کا کام مکمل کرنے لگی۔

”اب تمہی سادہ دوسری طرف پھیر لو۔ بیٹھو کپڑے دی چلے لے لے۔“ جیبت ہانڈے کے کام سے فارغ ہو کر اس نے شہر یار سے کہا تو اسے اس کی بات پر عمل کرنا پڑا لیکن صاف دوسری طرف پھیر لینے کے باوجود وہ عقب سے چاری طرح ہوشیار تھا کہ مہارادہ اس پر پیچھے سے وارد نہ کر دے لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا اور صرف کپڑوں کی سرسراہٹیں سنائی دیتی رہیں۔

”میں نے کپڑے بدل لیے لے۔“ ایک آدھ منٹ میں ہی اس نے اطلاع دی تو شہر یار نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اپنا ہتھی سر جیبت جڑا اور اس کی جگہ مردانہ کپڑے کے مین جیبت تھی جو جیبتاں کے جیبت سر جیبت کے تھے۔ انہی تھوڑے کتا کی ہونے کے باوجود یہ کپڑے اس کے جسم پر ڈھیلے ہو رہے تھے۔ کپڑوں کے ساتھ ساتھ اس نے اپنے سارے زور دیکھے وغیرہ بھی اتار دیے تھے اور اب بگڑ بگڑ کر ہوتوں پر موجود دوسری کونہ لے کر کوشش کر رہی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس نے اپنے لیے ہالوں کی چوٹی کوش دے کر جیبت سے کی کھل میں جیبت کرنا شروع کر دیا۔ اسی لیے سلو بھی وہاں آ گیا۔ اس کی آمد سے بے نیاز امرت کو نے بے ہوشی سے ہڑا ہانڈے کا کام مکمل کیا اور پھر چھری سے اپنے سر پر چھری ہانڈے سے تھی۔ کھیلے کی اکی تھوڑی سے وہ کچھ کچھ دھتے لگے تھی۔ رات کے اندر جیبت سے اس کا کوئی شخص

اسے دیکھتا تو جی گھناتا کہ کوئی تو عمر لاکا ہے۔ سونے اس کا یہ طبع دیکھ کر سستی بھانے کے انداز میں ہونٹ کھلے لیکن زبان سے نکلتا ہوا۔

"تم دونوں بھی اگر اس شہری لباس کی سبک چھوٹی اعمدہ لٹو چنگ ہوگا۔" اس نے ایک اچھا مشورہ دیا اور ان کی طرف سے رضامندی پلے ہی انہیں بھی دعوتی کرتے پر منتقل ایک ایک جوڑا فراہم کر دیا۔ سطور اور مشورہ یاد دونوں نے ہی اپنے بچے سے اتارے لیکن وہ اپنے سے ہی دعوتی کرتے لیکن اب درد و آگ کے لیے تیار تھے اور اپنے پاس موجود دیگر شالوں پر کھانے تھے۔ اس موقع پر شہزاد نے بھی اپنی کنجی اور لالہ کی کنجی کا کہ فروروت پڑے تو فوری طور پر اسے استعمال کیا جاتے۔

"تم چاہو تو وہ پڑھتے پڑھا کر اپنے بیٹی کی لاش دیکھ سکتی ہو۔" لکھے سے گل سونے امرت کو رکھ پیش کی۔ اس کی لڑائی نہیں ہے۔ میں نے جو بھرا کھینچا تھا کھیل نکلی۔ اسے صبری قسمت۔" اس نے جواب دیا اور انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ بہت کھیل کر نکل رہی تھی اور اس کے پلے سے مصیبتی بھی آہٹ پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ یہ اچھا وقت کا تھا شاہی۔ ذرا بھی بد احتیاطی کی صورت میں گھر کا کوئی فرد جاگ سکتا تھا۔ نتیجے میں ان دونوں کے ساتھ وہ بھی بکھنس جاتی۔

دروازے کی لکڑی ہے آواز کھول کر وہ تینوں باہر امانے میں گل آئے۔ امرت نے اپنے پیچھے دروازے کو آہستہ سے کھلیا اور آگے بڑھی۔ چنانچہ کے قریب کھنچ چار کھوزے کھڑے تھے اور امرت کا رخ انہی کی طرف تھا۔ جب وہ دونوں دہریہ چھانک کر اندر آئے تھے اور گھر کے اندر جانے کا راستہ واضح رہے تھے تو انہوں نے بھی ان کھوزوں کو دیکھا تھا لیکن زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔ اس وقت ان کے ذہن میں یہاں سے فرار کے بھاننے پھاننے کا خیال ہی رہا ہوا تھا اس لیے کھوزے سے نا قابل توجہ ٹھہرے تھے۔

ایک حقیقت یہ بھی تھی کہ کھوزے جیسے پانچواہر وہ قدار کا طور یہ اپنی مرضی سے سواری کرنا اچھا آسان نہیں ہوتا۔ ازلیں کھوزے تو ماہر سے باہر سواری کو بھی مرضی نہ ہونے کی صورت میں گھبرا کر اندر لٹی پشت سے رخ لاتے ہیں لیکن اب صورت حال مختلف تھی۔ ان کے تصدقات کے برعکس اس قدر ہی تھا انھوں نے گاؤں میں داخل ہو کر انہیں تلاش کرنے کی دست نہیں کی تھی۔ اب معلوم نہیں کہ وہ ان کے فرار ہو کر اس طرف آئے سے باہر نہیں ہو سکتے تھے یا پھر جتوں کو پھانچا

تھا، انہیں ہی کار کردگی دکھانے کے لیے کافی سمجھتا ہوا اسے تو اتارے لیکن قانونی طور پر امرت کے آریار آنے ہانسکا سلسلہ جاری تھا تو اس کو بھی حکم کا منتقل ہوا کہ فرار ہونے والوں کی طرف سے ہٹکر دینا کام چاہی رہے ہوئے تھے۔ کھوزوں کے قریب پہنچ کر امرت کو سنے ان میں سے ایک منگلی کھوزے کے جسم پر ہاتھ رکھ کر اسے سہارا دیا ہوں ہتھیار اچھے سے لپیٹ لیاتے۔

"زکھو اچھے! ان دونوں پر وہوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے جانے کے لئے کسی کوئی شراعت نہیں گزرنے والی تھی۔ یہ تم سے سے فرماں ہو جانے گا۔" وہ کھوزے کے جسم پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہی آواز میں اس سے سرگوشی بھی کر رہی تھی۔ اس کی سرگوشیوں کو سن کر کھوزے نے جواب دیا جیسے اس کی سواری بات سمجھ گیا ہو۔

"اب تم ہی اس دے لو پر سواری کر سکتے ہو۔ یہ دل جیتا دیکھو گا۔" اور پھر وہی گسکتا ہے۔" اس نے مجیب سے فخر کے ساتھ بتایا۔ نتیجے میں وہ کھوزے کا ہاتھ وہاں ہونے کے لیے باعث غرضی تھا۔ ان دونوں نے اس کی ہتھکلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً کھوزے پر سوار ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ان علاقوں میں بیوٹل بھنگے کے بھاننے ایک سواری کا پھیرا جانا نسبتاً فی حرقہ تھی۔ پہلے امرت کو سوار ہوئی۔ اس کے بعد وہ دونوں بھی کھوزے کی پشت پر بیٹھے گئے۔ وہ بڑی اونچی گول گول کھوزا تھا جس نے آسانی سے ان تینوں کا وزن سہا لیا اور امرت کے اشارے پر ہر سبک رفتاری سے آگے بڑھا۔ کھوزے پر سوار ہونے سے اس امرت نے ان اشارے پانچ کھول دیا تھا تانچہ وہی رکاوٹ کے لیے آگے بڑھتے چلے گئے۔ کھوزے کی بائیں بائیں احوال امرت کے ہاتھوں میں تھیں اور وہ بڑی مہارت اور تیزی سے اسے آگے بڑھا رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ کھوزا اس سے اونچی باتوں میں سے بڑھ چکا تھا۔ اس کی پشت پر سواری کرتی رہی ہے۔

کھوزے پر شہزادہ زمین اس کے پیچھے بیٹھا تھا تانچہ اس کے گداز جسمی کرتی اسے اچھی طرح سمجھوں ہو رہی تھی۔ امرت کو بڑی مہارت و مہارت تھی۔ اسے سر جھبت کی تھیں ہاتھوں ہوا اگر وہ زور زبردستی سے اس کو ہٹانے کی کوشش کا مہیا ہو گیا تو اسے اپنی طرقت کا نشان بنانے کی ضرورت تھی۔ سو فیملی ماں اور بھائی سے انتظام لینے کے لئے اتنا بھی کافی تھا کہ امرت کو ان کی کھوزوں کے سامنے اس کی جاتی بن کر رہتی لیکن وہ مشکل کا اندھا عام لازم اپنی انہی

کے ساتھ تو انسان کا بچہ بن کر جاتا۔ اس نے بڑی سہولت سے اس کی آگ میں چلے ہوئے اس کے ہاتھوں کو بڑھا کر شروع کر دیا۔ پاؤں سے دبائے جانے پر تو اس کا جسم گرمی سے اگھرا کر جھک گیا۔ یہ کلمہ اس نے سوچ دیکھتے ہی اپنی جان بچھڑا لینے کا فیصلہ کر لیا اور یہ سر جھبت کی ہر قسم کی کوششیں سے بچھا ہوا رہی اسے ہر قسم کی کیا تھا اور وہ دل کے ساتھ ساتھ کلمہ ختم کا نشان بھی نہیں ہٹاتا تھا۔

اس میں سے کسی سیدھے چلے باقی فرسوز آٹے پر آٹے پر گرا کر اس دے اسے۔۔۔" اپنی سہولت میں کام سے اس کی لپٹا اور امرت کھوزے کو گاؤں سے باہر جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ اس جگہ کھوزا روک کر وہ ان کی طرف اشارے کیا۔

"اب شہزادہ سے واپس جانا ہوگا۔ تھارے تک پہنچنے اور کوئی تہیول واپس گھر جانے میں مشکل ہوئی۔ بہت سخت کوشش کرنا ہے۔ ایک لڑکھٹے میں سب لوگ جاگنا پڑے گا۔" اپنی بھوری ہاتھ سے ہونے وہ کھوزے سے بچے اتر گئی۔ اس بار انہوں نے اس سے کوئی نہیں کیا۔ اس کا کہنا تھا کہ گھر جانے کے ساتھ آگے

ہونے کی صورت میں وہ مشکل میں پڑ سکتی تھی۔ اسے کسی کے اشارے سے پہلے گھر پہنچنا ضروری تھا۔ سب سب جاگ جانے تو اسے ان کے سامنے ایک انکی پریشان بچی کا کردار اچھا لگا تھا جس کا ظہور آؤی رات کو نہ جانتے کہاں چلا گیا تھا۔ جب گھر کی بہت پر سر جھبت کی لاش پر رات ہوئی تو وہ آؤی آسانی سے وہ جو کہ سب سے پہلے واپس تھی کہ سر جھبت کے قریب شراب کوئی کی لٹ پڑی کرتے ہوئے بہت پر گیا تھا اور گھانٹنے سے اس کی کوئی کا نشانہ نہیں گیا۔ گھر کے کھنے سے اسی اور منگلی کھوزے کا غیاب یہ نتیجہ دنانے کے لیے اپنی ہمت کر کوئی کی غنوم ہنر دیا اور بہت سے راستے گھر میں

دیکھ لگاتے تھے اور سر جھبت کو گلکانے کا اپنی راہ پر ہر ایک حالت میں دے ہوئے وہی فائدہ اور گرتی رہی کی طرف سے انہیں یہ بھی سمجھ آتی تھی کہ سواری کا روادنی کرنے کے لئے لوگ گوان ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں امرت کو ہر قسم کی شک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بعد میں امرت کو سنے کے لوگ سر جھبت کے قتل سے انتظام لینے کے لئے نکلتے تھے اور کیا نہیں یہ بالکل الگ معاملہ تھا۔ لیکن ہاتھوں سے ہی کہ امرت نے نہایت کامیابی سے اپنے ظالم کو پکڑا اور بچھا بچھا لیا ہے اور بہت کھنچا تھا کہ وہ اپنے گھوب

کھراب سے کھانے میں بھی کامیابی حاصل کر سکتی۔ "اب تم ہی جاؤ، وہاں بکر دو بچہ کرے گا۔" کھوزے سے اتر کر اس نے پہلے سے دو چار نکلی آہیز گھیاں وہیں بکھراں دونوں سے نکلی ہوئی خود انہیں پلٹ گئی۔ اس کے قدم تیز اور مضبوط تھے۔ وہ دونوں بچکد پر وہیں کھڑے اس نظر اور سر کو دیکھتے رہے جو اندھیرے اور چٹائی سے ہے تیار بڑھی ہے غرضی سے وہ ابھی کے سفر پر کا حزن تھی اس کی منگلیوں کو دیکھتے ہوئے اس بات پر یقین کیا جاسکتا تھا کہ قسمت نے اگر اسے اپنے محب دل جیت کا ساتھ عطا نہیں کیا تو اپنے ڈوے کے مطابق وہ بھائی زندگی کا سفر طے کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔ بہر حال، ان کے لیے تو وہ راستے میں نلے والی ایک انکی داستان کی طرح تھی جسے وہ زیادہ سے بھائی یادداشت میں خصوصاً بھی نہ کہہ پاتے چنانچہ اس کے لیے حذر پر غم نہیں بیکار تھا۔ شہزاد نے اس کے نظروں سے اوجھل ہونے سے گل ہی کھوزے کو اپنے گالنگی اور اس کی ہاتھوں سے اٹھنے والی اصل میں کھنچا کہ وہاں سے واپس آئی اور اس کے کہنے سے وہ دونوں ہوا ہو گئے۔ کامیابی تک پہنچنے کے لیے ابھی انہیں بہت کوششیں ملے کرنی ہیں۔

☆☆☆

"میں سوجھتا ہوں یہاں بہت غراب سے کھنچا"

"میں جانتی ہوں مرا ہمیں ہر طرف سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔ حالات نے انکی کروت لی ہے کہ ایک طرف ریاض اور سبھا ہا ہر ہاتھ سے لگی گیا ہے تو دوسری طرف سلو کے ہارے میں کوئی تھی خیر نہیں ہے۔ لیکن نے موافقت اختیار کیا ہے کہ وہ کھیل سے فرار ہونے کی کوشش میں بارا گیا ہے اور اس کی لاش اور اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔ لیکن تھرت اگھا بہت پڑ ہے کہ اس کے ماں باپ اپنے گھر سے غائب ہیں اور ہم کسی طور پر تصدیق نہیں کر سکتے کہ آیا واقعی سلو کی لاش ان کے حوالے کی گئی تھی یا نہیں۔ البتہ ان کے غائب ہونے سے یہی اعزاز لگایا جاسکتا ہے کہ یہ نہیں والے نکل کر رہے ہیں۔ سطور انہیں بلکہ اب بھی انکی کی تحویل میں ہے اور شاید یہ نہیں اس پر ہوا ڈالنے کے لیے اس کے ذہن کو استعمال کر رہی ہے۔ دوسری طرف ریاض انور کی موت بھی مشکوک ہے۔ اس کے جس گاؤں نے اسے آخری بار زندہ دیکھا تھا، اس کا بیان ہے کہ ریاض صاحب اسے بہت پریشان نظر آ رہے تھے اور اس پر پچھانی میں کھلات سے شراب پٹی رہے تھے۔ ان کے ساتھ سب سے قریب گاؤں سے انہیں شراب کوئی سے پرہیز کرنے کی

صحت بھی کئی تھی لیکن انہوں نے اسے بری طرح ہلک کر رکھا تھا۔ ملازم کے اس جان کو سامنے رکھا جائے تو بظاہر بھی لگتا ہے کہ ذہنی دباؤ اور کڑھ شراب نوشی کے باعث اچانک اس کی حرکت کھب بند ہو گئی تھی۔ پست پارک کی مراد سے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے۔ ریاض کے حصے میں کھلے تعداد میں شراب کی موجودگی کا بھی پتا چلا ہے لیکن باہر بھی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مجھے اس بات پر یقین نہیں آتا۔ میرا پتا بھی سنی اعجاز ہے اور ریاض کی بیوی اور بیٹی نے بھی سنی بیان دیا ہے کہ وہ بہت مضبوط اعصاب کا آدمی تھا اور اس بات پر یقین کرنا مشکل ہے کہ کسی پریشانی کی وجہ سے وہ اس حد تک ذہنی دباؤ کا شکار ہو گیا ہوگا کہ اس کی حرکت کھب ہی بند ہو گئی۔ میں اس معاملے کو اپنی نظر سے دیکھتی ہوں تو مجھے ریاض اور کی موت پر ہی مشکوک اور پراسرار لگتی ہے۔ خاص طور پر اس وجہ سے کہ ریاض اور جب اپنے اغوا کے بعد واپس آیا تھا تو ایک نوجوان شخص کی حیثیت سے اس کے ساتھ چپک کر آیا تھا اور آفروقت تک وہ اس کے ساتھ ایسے چپکارا ہوا تھا کہ ریاض نے ایک لمبا بھی اس کے بغیر نہیں گزارا تھا۔ حیرت انگیز طور پر وہ نوجوان ریاض کی موت سے غمزدہ ہی رہا جس نے اپنے گھر والوں سے ملاقات کے بھانے وہاں سے چلا گیا تھا اور پھر تھوڑے دنوں میں لوٹ کر آیا اور نہی اس کا کوئی آقا پتلا۔ جو ذرا دیر اور اسے چھوڑنے گیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ کئی گھنٹوں تک اس کی دوا کی کے انتظار میں اس تک لگی کے کونے پر کھڑا رہا جس میں گاڑی کو لے جانا ممکن نہیں تھا۔ جب بہت دیر ہو گئی اور نوجوان واپس نہیں آیا تو ذرا دیر بے پروا ہو کر سوچا کہ اس سے مل کر معلوم کر لے گا ہے اور کئی دیر لگ گئی۔ نوجوان کس گھر میں گیا ہے یہ تو وہ کہہ نہیں سکا تھا چنانچہ اس کے نام اور پتے کی بنیاد پر لگی میں آتے جاتے لوگوں سے پوچھا رہا لیکن کسی نے بھی اس کے پتے نہ ہوئے اور ہم اپنے کے فضل سے واقفیت کا اظہار نہیں کیا۔ غمزدہی اور بے کوشش کے بعد ذرا دیر واپس ہو کر واپس لوٹ گیا اور واپس کوئی پتہ بھی نہ تھا کہ اسے پتا چلا کہ اس کا مکان اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔

”حالات وہ اتھات جس طرح ہمارے سامنے آئے ہیں وہ اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نوجوان کی طرف اور سے کا ایجنٹ تھا اور ریاض کے اغوا کے پیچھے بھی کسی شخص اور سے کا ہاتھ تھا جس نے اپنے ایجنٹ کو ریاض کے ساتھ بھی کر کے اس کی رہائش گاہ چھوڑا۔ اس نوجوان نے اپنے قیام کے دوران کیا معلومات حاصل کیں یہ یہاں تک مشکل ہے البتہ میں

یقین سے اسے ضرور کہہ سکتی ہوں کہ ریاض کی موت کا وقت اور وہی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایسے ٹیکیز اور ایجنٹوں کا وجود ہے جنہیں کسی شروہ یا ذخا ایسا ملا دیا جائے تو انہیں استعمال کرنے والے کو مطمئن نہیں ہوتا اور وہ اسے کسی میں بھی جاتی جاتا ہے۔ ایسے ٹیکیز میں نیکل سائٹس اور کسی ایسا دے جاتے ہیں اور پست پارک کرنے والے کو مطمئن کیا ہوا اندازہ نہیں لگایا تاکہ موت قطعی نہیں ہے، جیسا کہ ریاض اور اس کے کہیں میں ہوا ہے اور اس کی موت کی وجہ پارٹ نہیں جانتی تھی ہے۔ اس پر موت کی وجہ سے وہ یقین سے اسے مشکوک نوجوان کی صف میں بھی زیادہ سرگرمی نہیں دیکھی ہے۔ یہ ریاض اور اس کی موت کو قطعی قرار دے کر اس کی قاتل بند کر دینی تھی ہے۔ ”سنتھیا تو جیسے ہمہری بیوی تھی۔ ایک منٹ کے جواب میں ہلا شروہ ہوئی تو یقینی پائی گئی۔

”اس اوکے ڈیڑھا ریاض اور کی موت کا سوا گناہ غیاب ہمارے مسائل نہیں تھا۔ ان مجبوروں کو دوا دلوانے بڑا بڑا پتہ پتہ کھوایا تھا اس لیے ان کے ہتھ پالنے پر فوٹو میں بھی انہی کو چھوٹا ہونا چاہیے۔ تم اطمینان رکھو۔ وہ ان کی تکرار دوسرے افراد کو لے آئے گی اور انہما کام چھوڑے گا۔ تم بیٹھ کر اس طرح میں چوری دیکھو سے اپنے منٹے کا نام رکھ کر وہ۔ یہی حالات کی خرابی کی بات تو میں مجبور دوسرے معاملات کی وجہ سے پریشان ہوں۔ بہت تن میں اور اس کا نام کرو جیٹ اپ نظر کیا تاہم ہو کر وہ گیا ہے اور بہت کم مدت میں ہم نے وہاں دوسرا بڑا نقصان اٹھایا ہے۔ وہاں کے بیٹھوں میں سونے اور ہارے خیر ترقی کیسب کی تھی تو ایک ناقابل حافی نقصان بھی ہی لیکن اب ایک اور بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ گھنٹ میں ہمارا ایک بندہ شیبا کی سے یہوں سے اپنے مشن پر کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنے مشن میں خاصی کامیابی حاصل کر لی اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنی صف میں کر چکا تھا۔ اس کے بھول سامنے تو اس کے پاس اپنی جان بھرتے تھے کہ اس کے ہم پر بلا تال انہ سے کونوں میں بھی چھٹا لگا سکتے تھے۔ لیکن چونکہ اس نے شیبا کی طرف سے ہوا ہے اور حالات بتاتے ہیں کہ اب اس کا واپس کا کوئی امکان نہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ لوگوں کی کسی خطے انجینی کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ وہ سنتھیا انجینی سے ساری صورت حال سے آگاہ کرنے لگا۔

”بہنی بیوی یہ تو واقعی بہت بڑا نقصان ہے جس نے ان میں غمزدہی طبعی ہمارے ہاتھ کرنے والوں کی بھی ہے۔ انہما ابیت اب صرف ایک شخص کیوں چھوڑا ہوا تھا۔

”اس شخص کے ہونے سے سب کچھ ختم ہو کر وہ یہ سنتھیا کے لیے میں اس کے ساتھ ساتھ رہتی تھی۔

”میں اس کو ذرا کا احساس تھا لیکن ہم اس شخص کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ ساری باتوں نے تن کھا حاصل کی ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور دل کے لیے تھے پر اس مقام پر پہنچا ہے کہ اب سب کچھ اس کی صف میں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ جب وہ سنا ایک بیٹھ سکتا ہے تو اسے پتا بھی سکتا ہے اور اس کی وہ چلا رہا تھا۔ اس کا اصل کئی کئی اس کے ہونے کوئی اور نہیں بلکہ اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ ہم اس کی ہر خواہش ماننے پر مجبور تھے کیونکہ جو اس کا خاندان بہت اثر و رسوخ والا ہے اور اس کے معاملات کی تنظیم اس کے لیے ہے بنا کر باقیوں اور اس کے خلاف وہ خود بھی اپنا بڑا خطرہ بنا تھا اور اس سے اس کے خلاف کا مطلب اس پر چارہ اور وہی صورت حال جاتی تھی اب ہم بہت بڑی مشکل میں تھا کہ اس طرح اس کا چھوٹا بھائی کی تمام تر تمننا میں اس کے ہاؤس میں اس کے خلاف کا اصرار ہے کہ ہمیں اس کے اس طرح قاتل بننے کی دوسرے اداری قبول کرتے ہوئے اس مسئلے میں ہیکون ہو کر رہا ہے۔ ”اس نے سنتھیا کو اپنا مسئلہ بتایا۔

”میرے خیال میں تو اس مسئلے میں اس کے نائب کی ایک معلوم کیا جا سکتا ہے۔ وہی تو ہے جو اس کے بعد اس کے خلاف کام کیا گیا ہے اور میں نے لوگوں کو باہر کر دیا ہے کہ وہ خیر ایک اپنی مرضی سے ترک دینا کر کے نہیں روپوش ہو کر اس بات میں مشغول ہے۔ جہاں تک میں سمجھتی ہوں اس کی طرف سے سپورٹ ملے گا اس نائب کی بہت تن میں اس کی کو وہ شہر کی جگہ لے سکتا۔ اسے سمجھنے نہیں سے اسے اس کے خلاف ضروری دل رہا ہے۔ شاید یہ خیر اور اس کی طرف سے اس نے کسی طرح شیبا کی تکرار کو سامنے کر کے اس کے خلاف کام میں کر رکھا ہے۔ ”سنتھیا بہت تجزیہ کار ایجنٹ تھی۔ اس کے منکر کے مفادات کی خاطر اس نے اپنی چوری ذہنی حکمت کر رکھی تھی۔ اس کی وہی ہوئی فریب میں ترک رہیں، اس کی غمزدہی سے متاثری اور اس کی شوہریت کے علاوہ اپنی انوکھی فکر اور عرف ریا سے غمزدہی پر فرست تھی۔ گذرانے والا نکر وہاں کے روپ میں شہر پار چھوٹے گھس کو ایک عرصے تک خوب سیکھ کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک سزا دہی کے نتیجے میں اس کی اپنی ہی تک ہتھ سے اس کا سیلاب ہو گیا لیکن پھر شہر پار کی اس شخص سے اس کا راز قاش ہو گیا اور وہ کرل توجیہ کو پیش

”کوداد میں اس کے پھر میں خود ماری تھی۔ سنتھیا کو اپنی انوکھی بیوی کے ہونے کا بہت دکھ تھا اور وہ عرصے کے بڑوں کی طرف سے مل کر اسے واپس چلے جانے کی پرکشش پیشکش کے باوجود صرف بیوی کی موت کا انتقام لینے کے لیے یہاں رہی ہوئی تھی۔ اس شخص بھی ہوئی ایجنٹ نے اگر حالات جان کر چھ دست اعجاز سے لگے تھے تو یہ راست زیادہ قوی کی بات نہیں تھی۔

”تم ٹھیک کہ رہی ہو۔ ہم بھی انہی خطوط پر سوچ رہے ہیں لیکن فی الحال اپنے کسی بندے کو اس کے پیچھے نہیں لگا سکتے۔ ہمیں شک ہے کہ ہمیں ہے کہ اس بندے کی خبر کھرائی کی جاری ہوگی اس لیے ہم اپنے کسی آدمی کو دواؤں پر کھن لگا سکتے۔ ”ایرانے اس سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی مجبوری بتائی۔

”اس کے لیے میری خدمات حاصل ہیں۔... مجزبہ سے تیار ہائے اسے گڑے مارنے کا انتظام میرے پاس ہوتا ہے۔ موت... خوب صورت موت دینا کا ایسا خطرناک ہتھیار ہے جسے جہاں چاہو پھانسیا جا سکتا ہے۔ میرے پاس چند بڑی ایجنٹ تھیں یہ ذہنی تکراریاں ہیں۔ ان کو کچھ میں سے کسی ایک کو میں اس نائب کے بچے کے پیچھے لگا دوں گی پھر دیکھا کال کر کیسے ساری معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ” اس نے نہایت یقین سے دعویٰ کیا۔

”تھیک ہو سچ سنتھیا! اگر ایسا ہو گیا تو مجھ کو بہت بڑا کام ہوگا۔ ”تذہات میں لڑو لے لوں پر ہی اسے چم لیا۔ وہ اس حرکت پر زور سے ہنسی پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔ ”یہاں حالات میں خرابی ہو رہی ہے، اس کے پیچھے کسی ایسی خطہ انجینی کا ہاتھ لگتا ہے جس کے وجود سے ہم واقف نہیں ہیں۔ البتہ مجھے شک ہے کہ کرل توجیہ کا اس انجینی سے گہرا تعلق ہے۔ بیٹے تو میں انتقام لینے کے چکر میں اس شخص کو محسوس کر دینا چاہتی تھی لیکن اب مجھے لگتا ہے کہ اسے زندہ بچا کر اس سے اہم معلومات کا حصول ضروری ہے۔ تم کسی طرح یہ پتا لگانے کی کوشش کرو کہ وہ کہاں ہے پھر میں اس کا بھی کوئی علاج سوچتی ہوں۔ ”

”اوکے، میں دیکھتا ہوں کہ اس مسئلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ تم جب تک اپنی پانچک پر توجہ دو۔ ”ایرانے اسے جواب دے کر لوں بند کر دیا تو اس نے بھی رعبیدہ واپس رکھ دیا لیکن پھر ایسے انداز میں اس کے ہوتے ہیٹے ہوئے تھے اور وہ غمگین ہتھ سے اپنی بیوی کے قاتلوں کو ان کے انجام تک پہنچاتا کچھ رہی تھی۔

☆☆☆

”عزس کی تہاریاں بھی گل رہی ہیں اور رکھا؟“

اپنے پند پر ہنست پر گاؤں گئے کا سہارا کر لیٹے چوہری نے

مٹنے کی نیت سے ہاتھ ہونے لگی ہے پوچھا۔

”سب کام نسی لکھن طریقے سے ہو رہے ہیں سرکار!“

حرار میں جڑ چھڑنے سے سونے مرمت کے کام تھے وہ ہو

چکے ہیں۔ مٹائی ستمرائی بھی خوب ہو رہی ہے اور سہاوت کا

سارا سامان بھی آگیا ہے۔ اس بار میں نے شہر سے خصوصی

لاہیں بھی منگوائی ہیں۔ ان لاکھوں کو مرکزی ہال میں لگایا

جائے گا۔ آپ دیکھیے گا کہ ان لاکھوں کو لگانے سے ہال کا

ماحول کتنا پڑاؤ اور نورانی سا لگنے لگے گا۔ باقی خطرہ اورنگ

خوشیہ بات عرض سے ایک دن پہلے ہی سارے حرار پر چڑھ کر

جائیں گی تاکہ عرض والے دن ان کا اثر باقی رہے۔ میں نے

اس بار ایک خصوصی انتظام بھی کیا ہے کہ جس پانی سے یہ

صاحب کی قبر سہارک کو غسل دیا جائے گا اس میں بھی کچھ

خوشیہ لگیا ملاوی جائے گی تاکہ جب بعد میں سعادت مندوں

میں اس پانی کو تبرک کے طور پر دانا جائے تو ان پر دھاک

پڑے سکے۔ پھر پر چڑھائی جانے والی چادر کے سلیٹے میں تو پہلے

ہی اللہ آباد کے چوہری سے مطاب ملے ہو گیا تھا۔

چھوڑنے کی چادر اس کی طرف سے آئے کی۔ ”مٹنے نے

نوراً سے سنبھلی رہمت دی جس میں چوہری کے لیے سب

سے اطمینان بخش اطلاع چھوڑنے کی چادر کے حوالے سے

ہی تھی۔ تب ہر سال چھوڑنے والی چادر بہت خاص

ہے۔ اس کے لیے میرے کتبہ کا نہایت مہتی پڑا استعمال کیا

جاتا تھا اور اس پڑے سے سونے کے تاروں سے مختلف آیات

اور دعائیں لکھے جاتے تھے۔ جب سے عرض کا سلسلہ شروع ہوا

تھا یہ روایت چلی آ رہی تھی کہ چھوڑنے کی چادر مختلف

گاون دیہاتوں سے بطور تھوڑائی جاتی تھی۔ بعض جگہ سے

اسے دائمی عطیہ لایا جاتا تھا اور بعض کو چوہری کے

اثر رسوخ سے بچھوڑا ہونا پڑتی تھی۔ بلکہ یہ چادر کسی بھی

گاون کے چوہری یا سرداری طرف سے لکھے میں آتی تھی

لیکن ایک جگہ یہ بھی تھا کہ عموماً کوئی بھی چوہری یا سردار اسے

اپنے ذاتی خرچ پر تیار نہیں کروا تھا بلکہ اس کے لیے اپنی

رعایا پر بوجہ ادا کران سے ذریعہ کے چھوڑنے کرتا تھا۔

چوہری انکار اس حقیقت سے آگاہ تھا لیکن اس کے لیے اس

بات کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اسے اس چھوڑنے کی چادر

سے غرض تھی چاہے کوئی سردار اسے اپنے ذاتی خرچ پر بنواتا

یا اس کے لیے اپنے حرار میں لادیں اور کفن کا خون چوستا۔ ہر سال

موصول ہونے والی اس چادر کی وجہ سے ایک طرف اس کی

شان بڑھ جاتی تو دوسری طرف بھاری مالی مصیبت بھی

عرض پر نصیبت مندوں کی طرف سے خزانے کے طور پر

جانے والی رقم اور سونے چاندی کے زیورات کا بوجھ

اٹک تھا۔ عرض پر ہونے والے بھاری اخراجات کمال کر گئے

ان چھوڑنے سے اسے ٹھیک ٹھاکہ ہانی لگاد ہوتا تھا۔ اس

موضوع پر مختلف ملائوں سے بلائے گئے اعلیٰ عہدہ سے

اور یہ شخصیت مہمانوں کی موجودگی ایک اور گنہگار ہوتی

لوگ جہاں چوہری کی شان دیکھ کر اس سے متاثر ہوتے

تھے وہ جہاں چوہری کو اعلیٰ سطحوں میں اپنا اثر رسوخ بڑھانے

میں مدد ملتی تھی۔ یعنی عرض ہر طرح سے اس کے سہا ایک نام

موجود ہوتا تھا اس لیے وہ اپنی تمام تر اہلیوں اور مشرفین

کے ہا جڑوں میں ہر خصوصی توجہ دیتا تھا اور سب سے زیادہ

خاصت مٹنی کی آتی تھی تھوڑے سا وقت اس کی طرف سے اس کی

کرتی پڑتی تھی جس کی اس نے اس کی فہم میں لگتی تھی۔

”ٹھیک ہے۔ جو جو سب بچھوڑا۔ وہ میں نے لکھے

سب سوار علیہ کا لگنا بنا دیا ہے۔ یہ لکھ کر دہ گئی تو جان لے

کہ میں کمال بھی تیری ہی سمجھوں گا۔“ مٹنی کے انکسار کو

سن کر خاصا اطمینان محسوس کرنے کے ہا جڑوں میں دوڑھکا

نہیں بھرا تھا۔

”کوئی کتنا ہی ہوگی تو میں مزایا نے میں اس کی

کہاں گا لیکن آپ اطمینان دیکھیں کہ میں نہیں دلی کر نہیں

چھوڑوں گا۔“ مٹنی نے فوراً ہاتھ جوڑ کر ماجزی اور انکار کی

انکار کیا۔ اس کا چوہری سے برسوں کا ساتھ تھا۔ یہ اس

اس کے حزان کو خوب لگتا تھا اور جانتا تھا کہ اسے اس کا

ہر اس طرف بھیندل کرنا ہے۔

”تو ٹھیک ہے اب تو میں لکھ کر دیا۔“

جیہ تیار کر دے۔ مٹنے سے فارغ ہو کر آج میں اس کی

طرف جانے کا ارادہ ہے۔ بہت دن ہوئے اور ہاتھ ہاتھ کر

کام کا جائزہ نہیں لیا۔“ اس نے ایک نیا قسم جانی لیا اور

دو بار دوش لگائے لگے۔ دنیا کی نئی قیمت شراہیں اور

پانسپ وغیرہ استعمال کرنے کے ہا جڑوں اس کے بھنے کی

اہمیت بھی کم نہیں ہوئی تھی اور وہ جب بھی عوامی شہر

تھا مین لہار میں ملنے کے چند شہر دیکھتا تھا۔

”جو عمر گزارا میں اب بھی جیہ اور نہ سے جا رہا ہوں

ہوں پراکتا پورا دلوں کو آج آپ کے علم سے میں نے لکھے

اسے ہی مہر آفتی کو رات کے کھانے کی رحمت سے لکھی

ہے۔“ تاج واری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مٹنی نے میرے

تھا چہ نہ جنگل میں داخل ہونے کے بعد اسے چوہری سے

سوال کرنے کی ضرورت پڑی اور نہ ہی وہ خود بصر اور ہر بیٹا

اور سہا جانگل کے اس حصے کی طرف جیہ بڑھا جاتا چلا گیا

جس طرف اطمینان کے کھیت تھے۔

یہ کھیت جنگل کے اپنے حصے میں بنائے گئے تھے جہاں

جنگل بہت گھٹا اور تاریک ہو جاتا تھا اور عام لوگ اس طرف کا

ربح کرنے سے گریز کرتے تھے۔ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ کھیت

درختوں اور پودوں کے بیج سے گزرنے کے بعد انہیں بھی

انسانی دنیا دیکھنے کو ملے گی۔ اطمینان کے یہ کھیت اتنی بھاری

سے تیار کئے گئے تھے کہ کھیتی کار کو ہر لمحے پر بھی نظر میں نہیں

آتے تھے۔ یہاں کام کرنے والے لوگ بھی مخصوص تھے

اور ان میں سے کسی کو بھی ایک تک چھٹی نہیں دلی گئی تھی۔ خود

اپنی مرضی سے کسی کے نہیں جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا

تھا کہ کوئی گھرنی کا انتظام تھا اور چھپ کر وہاں سے نکلنے کی

خواہش رکھنے والا دوسری دنیا تو پاس کا تھا اپنے گھر نہیں۔

”اپنی جیہ وہاں روک لو ورنہ اسے تہا کر دیا جائے

گا۔“ مخصوص راستے پر بڑی احتیاط سے لکھی جیہ اپنی منزل

کی طرف بڑھ رہی تھی کہ کسی نے بلند آواز میں انہیں حیرت

کی۔ اس آواز کو سن کر وہ سب چونک گئے اور ڈار باندھنے

2013 کا پر یادگار

زمرہ سب سے بڑا لکھنؤ

لٹریچر

پیش قدمی

امیر غلام

نشانہ

پاجتوں کی چھاؤں سے نکل کر نظرتوں کی کڑی دھوپ میں چلنے

دو دلوں کا قصہ۔ طاہر جاوید مصلح کا دلفریب شاہکار

انوار صدیقی کے قلم سے کشمکول کے سستی نغمہ نگار اور ناصر ملک کے دلوں میں اچھل بچا سے سلط

مصفا کے نغمہ نگار، مرزا امجد بیگ کے نغمہ نگار، مصلح شعر وسن اور آپ کے خط

نہی ارادہ کی طور پر پر یکہ پر پاؤں دکھایا۔ جیپ کے کدے کی چوڑی کے دونوں سائے تک خوار اچھل کر جیپ سے اتارے اور اپنی رانگڑ کو سنبھال کر پیسارہ کر دیا تاکہ وہ اپنے گتے جیسے بولنے والے کے نظر میں آتے ہی اسے گولی سے اڑا دیں گے۔ لیکن وہاں کوئی ہتھیار تو دکھائی دیا۔ وہ بس ابھرا بھر نظر کھما کر ہی رہ گئے۔

”تم لوگ اور تمہاری جیپ ہمارے بٹکانے پر ہے۔ اگر تم نے عمر کی سبیل نہیں کی تو تاج کی لے ڈی ڈی ہمارے اپنے اوپر ہوگی۔“ وہی نامعلوم سب سے سٹائی دیتی آواز ایک بار بھر گئی۔ چوڑی اور اس کے تک خوار جہان تھے کہ یہ کیا ہوا ہے۔ جنگل کے اس حصے میں وہ ہمیشہ آزادانہ آتے جاتے رہے تھے۔ یہاں وہ نٹوں میں پیچھے ہونے پھرے دار ضرور موجود ہوتے تھے لیکن وہ سب چوڑی کے اپنے آدی تھے اور اس کی جیپ اور آدمیوں کو ٹوٹنی پکارتے تھے۔ پھر یہ کون پھا ہو گیا تھا جہان کی مادہ میں رکاوٹ ڈال رہا تھا؟ جہان اور ٹیسے میں جھلا چہ چوڑی کو پکا ایک یاد آیا کہ بٹکانے اس سے جنگل کے اس حصے میں خصوصی سبکی رتی کے انکشافات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا تھا کہ وہاں کوئی چھپے چھپکے استعمال کی گئی ہے اور جیتنے یا اس سسٹمی گمانی کرنے والا بندہ تھا جو ہر گز پرنے پر ان لوگوں کو دیکھ کر انکشافات جاری کر رہا تھا۔ اس شخص کے لیے چوڑی اس کی جیپ اور آدی سب انجینی رہے ہوں گے کسی لیے اس نے انھیں روکنے کی جرات کی تھی۔

”اس کو بتاؤ کہ تم چوڑی کا عالم شاہ کے کاروبار سے ہو اور چوڑی صاحب خود جیپ میں موجود ہیں۔“ خیال ذہن میں آتے ہی چوڑی نے ذرا دباؤ سے کہا تو وہ لوگ کہ جیپ سے اتار اور پھلتا آواز میں چوڑی کے الفاظ پرائے۔

”اس کے ہاڑو میں تمہیں آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ جو تھے رہا بتائے گئے ہیں اس کے مطابق چوڑی صاحب کو بھی یہاں آنے سے پہلے لو پر سے اجازت ملنی ہوگی۔ اگر اوپر والے جنگل مجھے چوڑی صاحب کے آنے کی اطلاع دیں گے تو میں انہیں آنے کی اجازت دوں گا اور تمہیں مایوس لوٹا دینے گا۔“ اس نے سپاٹ لچھے میں ڈرا بھری بات کا جواب دیا تو چوڑی کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ ہلکا آواز میں اپنے آدمیوں سے ہوا۔

”تم تینوں جیپ میں آ کر بیٹھو آگے چلو۔ میں دیکھتا ہوں کہ کون مائی کا عمل میرا رات روکتا ہے۔“ اس کا حکم ملنے ہی ڈرا بھری سبیت اس کے دونوں کاروبار سے بچت کر جیپ

میں سوار ہو گئے۔ جیپ کا انجن ایک فراہم سے سٹارٹ ہوا لیکن اس سے لگی کہ جیپ آگے بڑھتی نہیں کہیں کی کہیں کی طرف اجازت سے کوچ آگئی۔ چہرہ گولیاں جیپ کی باڑی پر بھی آکر ٹھکیں۔ چوڑی کے کاروبار سے خوار اپنی رانگڑیں سہمی کر تھیں لیکن وہ فائر کرتے تو کسی پر ہتھیار نہ بولے والا نظر آتا تھا اور نہ ہی فائر کرنے والا۔ جہاں تک اسے ہوائی فائرنگ ہی کرتے۔

”مظنون میں اپنی گولیاں ضائع نہ کرو۔ تم دونوں میں فائر کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے جبکہ تم میں سے ہر ایک میرے بٹکانے پر ہے۔ میں یہاں ہوں تو اپنی لگی کی صفائی ہی نہیں سے جیپ میں موجود ہر شخص کی تھوڑی سی اڑا سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ چوڑی صاحب ہمارے بٹکانے میں نہیں بلکہ ہمارے ساتھی ہیں اور میں بھگت ہوں کہ ایک۔ جیپ کی حیثیت سے وہ تنظیم کے اصول و قواعد کی پابندی کریں گے۔ ان کی طرح میں بھی تنظیم کا ایک کارکن ہوں اور جو اسے وار پاؤں مجھے سونپی گئی ہے، ان پر عمل کرنے کا پابند۔ ابھی آپ لوگ اجازت کے بغیر آتے تھے اس لیے میں آپ کو خوش آمدید نہیں کہہ سکتا۔ اگلی بار اجازت سے کرتے آؤ کیلئے گا آپ کا یہاں کیسے استقبال ہوتا ہے۔ میں خود آپ سے اپنے آگے کے روپتے کے لیے سوائی مافوں گا۔ امید ہے کہ میری بھوری آپ کی جگہ میں آگئی ہوگی اور اب آپ لوگ ابھی کی حواست کے یہاں سے واپس چلے جائیں گے۔“

فائرنگ کی آواز بند ہوئی تو فضا میں ایک ہلکا سا جھان ڈیرہ دھنسی آواز گونج آگئی۔ ابتدا میں اس کا لہجہ جان نہ تھا لیکن پھر بتدريج اس کے انداز میں بڑی آتی جلی کی۔ چوڑی جھٹ سے کھول رہا تھا اور اس کی پائوں تک کچھ نہ کہہ سکتی صورت اسے اپنی حد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دے گا اور اگر اس نے ذرا بڑی شدت کی تیجی میں جاتی ہے۔ رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اندر ہی اندر توجہ دیا تو فضا میں ہونے والے ڈرا بھری کو جیپ والوں کو اپنے کا حکم دیا۔ یہاں آنے سے قبل اس کا سوا فائر کا وہاں میں بیک وقت فائر بھی نہیں کرے گا کہ لیکن موجود صورت دیکھنے نے اس کے سوا کچھ فرق کر دیا تھا اس لیے وہ لوگ ابھی کے جنگل سے نکل گئے۔

وہاں ہی کے سطر میں وہ بولے ہوئے حالات پر غور کیا رہا۔ یہ لوگ تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ شہادت اپنی کرنے کے بعد اسے بے قصا ثانی فاکہ حاصل ہوگا اور ہاتھ لگنے کی ہمت بھی حقیقت میں کی شروع سے ہی وہ لوگ اس کے ہاتھ

سے کام لے رہے تھے۔ وہ جو خواہاں چاہتے تھے کسی اور خواہتے تھے اور اس جیسے کھٹولی تو اس کے بے ہوشی کے احساس دلاتے رہتے تھے۔ اسے ابھی طرح اس کا اس کے ساتھ جو سٹوک کر لیا ہے وہ اس کھٹوکا تھا۔ یہ جہاں سے لڑا اسے فون پر کی گئی۔ بٹکانے اسے لگا دیا تھا کہ یہ اس کی لنگھی ہے کہ جنگل میں موجود کے غلطی بھگتوں پر اس کے آدمیوں کے کام کرنے کی

اسے وہاں کل القیارات حاصل تھا اور وہ جب تک کہ گولیاں کی سپلائی روک سکتا ہے۔ آج اسے اس کی سپلائی کا عملی تجربہ بھی کر دیا گیا تھا۔ وہ ابھی طرح تک لنگھی پر مارے انکشافات اس حصے میں کیے گئے ہیں اور وہ جیپ آواز سے دور بچ رہا کہ اور پھر وہی میں ہوگی کرتا تھا۔ اسے یہ بھی اعزازہ تھا کہ سب بیکر الٹا کی اپنا کر لیا ہوگا کیلئے کسی میں اس کی اٹلا سے براہ راست بھی نہ ہوگا۔ اسے ابھی نہیں تھا۔ الفا حکم کا اختیار ہمدے وار اس میں نے یہ ثابت کر لیا ہوگا کہ چوڑی نے اجازت پر اترا تو اس کے لیے سب سے بڑی مشکل یہی کھڑی کرے گا کہ ان کے گھر مرنے سے تیار کر دیا لیکن کے بھگتوں تک ان کی لنگھی ہونے دے۔ پتا چلے اس نے ایسے انکشافات کر دیے کہ جنگل میں کام اور جیپ سے ڈرا بھری ہے تک چوڑی کے کھڑے کرتے رہیں لیکن کنٹرول اس کے اپنے ہاتھ سے کے آدمیوں اور وہ جیپ کو ٹان لوبی سے نہیں تنظیم کر رہا تھا چاہتا تھا جہاں اس کے لیے بیکر مشکل نہیں رہا ہوگا کہ اس کے لیے آگات اور لیکن فائرنگ جیپ اور جہان کے اور کر کے لگاتے میں ضرب کر دے۔ اس کام کے لیے زیادہ ڈرا بھری قوت کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ بس دو آدمی کافی تھے جو وقت کی تنظیم کر کے باری باری ڈوبتی دے سکتے تھے۔ ان آدمیوں کو کچھ خاص نکتہ بھی نہیں کرنی پڑتی ہو

کہ میں مانیٹر پر نظر کرنے کے جنگل کے مختلف پوز دیکھتے رہتے ہیں گے جیسا کہ آج انہیں دیکھ لیا گیا تھا اور پھر اس کے لگاتے کی حد میں داخل ہونے سے قبل ہی روک جانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ان پر جس گن سے گولیاں برسائی گئی تھیں وہ جیتنے کی صاحبیت پر پھیدہ بھی تھے مانیٹر کے اسٹریٹ پر دیکھنا نہیں ایک آدمی ان کا بار باری مرضی کے مطابق چلانے پر قادر ہوگا۔ عملی مفاہیر اس نے چوڑی اور اس کے کاروباروں کو کر کے دکھا دیا تھا۔ چوڑی بھی کے ساتھ جہاں اس کے ساتھ حویلی پہنچا اور پتیلے ہی تھی اتنے کا کھلب کر لیا۔

کرو حجاب
”جیسے معلوم ہے فٹنی کے جنگل میں ہمارے پیرے دار کاروباروں کے علاوہ کوئی اور بھی سیکورٹی سسٹم کام کر رہا ہے۔“ اس کا لہجہ غضب ناک تھا اور انھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

”معلوم ہے سرکار! آپ کے حکم سے میں نے ہی تو سسٹم لگانے والوں کی پوری پوری مدد کی تھی۔“ فٹنی اس کے لیے کی وجہ نہیں کچھ پارہا تھا تاہم بے حد احتیاط اور احرام سے اس کی بات کا جواب دیا۔

”کیا تم کو اس کا جواب ہے؟ میں نے کب تمہیں کوئی حکم دیا تھا؟“ چوڑی دہانڈا۔

”میرے پاس شہوت ہے سرکار! جو لوگ کام کے لیے آئے تھے انہیں نے مجھے آپ کا کھٹا خط دیا تھا۔“ فٹنی نے ہاتھ جڑتے ہوئے ناچاری سے جواب دیا۔

”میں نے تجھے ایسا کوئی خط نہیں لکھا۔ چاہیے وہ خط لار کر دکھا۔“ اب چوڑی خود بھی الجھی گیا تھا اس لیے پہلے سے ڈرا بھری حالت میں ہوا کر چھوڑا۔ فٹنی کی شکل سم کے لیے ٹوڑا ڈرا اور چہرہ میں ہی پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ وہ خط اسے لاکھایا۔ چوڑی نے فٹنی کو لہر اندر موجود شدہ کا فٹن لگا اور پھر کے لیے خود بھی تن دہی رہ گیا۔ کا فٹن پر جو تحریر موجود تھی وہ سب لہر اس کی جیٹرا رنگت میں ہی اور آخر میں اس کے دستخط بھی موجود تھے۔ پتھر رنگت اور دھلا کی آئی کال لگنے کی گئی تھی کہ کچھ دیر کے لیے اسے لگی جیٹھا گزرا کہ پتھر خود ہی نے فٹنی کو بھٹا لکھا ہے۔ حیرت اور بے چینی کے عالم میں وہ اس خط کو پڑھنے لگا۔ اس خط میں واگنی فٹنی کو یہ انکشافات دیا ہے گئے تھے کہ وہ آنے والی جیپ سے بھر پور تعاون کرے اور انہیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دے۔ آخر میں اسے یہ بھی حسیہ کی گئی تھی کہ اس سارے معاملے کو فون پر دیکھیں نہ کرے کیلئے فون کال نہیں ہونے کا اندر ہوتا ہے۔ اس ناکہ کو پڑھنے کے بعد اسے اعزازہ ہوا گیا کہ فٹنی بے جا رو دھائی ہے جس سے تھا اور اس نے جیٹھا کیا تھا وہ اس کا حکم کچھ کر لیا تھا۔

”ٹھیک ہے، میرا معاملہ تو مجھے کچھ آگیا ہے یہ تاکہ فٹنی انکشاف کیسے ہے چوڑی؟ سسٹم لگانے کے لیے اٹھنے خاصے بندے اور آگات یہاں تک اسے گئے ہوں گے تو کیا کسی نے ان سے کچھ نہیں پوچھا؟“

”پوچھتے کیسے سرکار! سارا مال اور بندے اس منتظر میں آتے تھے جہاں میں نے لارہ اور کیا تھا۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ابھی آئے والے ڈرا بھری اور منتظر کی اس طرح پتیلے

نہیں ہوتی تھی یہاں سے جاتے وقت کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اسے میری طرف کے جانے کا اشارہ ہونے کے بعد ہی دونوں تک قطع کا کوئی پرمانہ جاری نہیں تھا۔ شہزادہ کی سچی دلچسپی اس کا علاوہ اور نہیں ہونے چاہئے۔ وہ کبھی قاتل کو سب کو چھوڑ لی ہوتی تھی اس لیے بھی کام بہت آرام سے ہو گیا۔ "شٹی نے اسے جواب دیا اور پھر کچھ ہنسنے لگا۔ "کیا کوئی گڑبڑ ہوئی ہے سرکار؟ آپ کے انداز سے تو مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے آپ اس سارے معاملے سے لاعلم ہیں۔"

"تم ٹھیک کیے شٹی؟" منشی کے سامنے اس نے اعتراف کیا۔ "یہ سارا کام بہت اوپر سے کھیلا گیا ہے۔ میں نے جن لوگوں کے ساتھ یہ نیا برس شروع کیا ہے، وہ بلا کے خطرناک اور چالاک ہیں۔ انہوں نے کب میری تحریر کا نمونہ حاصل کیا اور جیسے میرے دماغ میں تک پہنچے، میں اس بار سے میں کچھ نہیں جانتا۔ تم ان کی ہوشیاری کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ انہوں نے وقت سے بہت پہلے ہی اپنا سارا کام کر رکھا تھا اور جیسے ہی انہیں لگا کہ یہ کام کرنا شروع کرنے کے لیے مناسب وقت آ گیا ہے وہ اپنا کام دیکھا گئے۔ شہزادہ کے اپنی کرسی پر موجود ہونے کی صورت میں وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی شریک راز بنا کر انہیں کیا کرنا چاہئے کے حکم کی طبیعت سے میں ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دوں۔ بہت بڑا دھوکا دیا ہے ان مصلحتوں نے مجھے... لیکن تم دیکھنا، ایک دن میں انہیں اس کا جواب سے کر رہوں گا۔" وہ نیچے کا اظہار کر رہا تھا لیکن چہرے پر ایسی بے بسی تھی کہ پہلے ہی منشی نے نہیں دیکھی تھی۔ اس کی کیفیت دیکھتے ہوئے وہ یہ پوچھنے کی جسارت بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آخر جیسا کہ منشی نے کہا تھا۔

"آپ زیادہ مطمئن نہیں سرکار! آپ کا ساتھ دینے کے لیے ہم موجود ہیں۔" وقت بڑھنے پر آپ دارا سا اشارہ کر کے دیکھو گا، آپ کے پاس 100 روپے کے ہر قسم کی تھیلے کریں گے۔" جہ کہ پہلے آیا اس کی من گھڑی 100 روپے ان آدمیوں سے بھی لے سکتا تھا جو چوہدری کے ساتھ جھگڑ گئے تھے۔ فی الحال اسے گمان اور سنبھالا زیادہ ضروری تھا۔

"مجھے میری ہڈی پر چھری 100 روپے میں 100 لگا کر پکھو دے آرام کروں گا۔" چوہدری نے جہ سے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے بجائے دیکھی آواز میں منشی کو غم دینا جس کی اس نے فوراً قبول کی اور 100 روپے کے ساتھ پانی کا پھیرا ہوا گلاس اس کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے دوبارہ پانی کر دینے والے انداز

میں بولا۔ "یہ بہت اچھا ہو گا کہ ابھی آپ آرام کر لیں۔ سارا کام کے کھانے پر میں نے آپ کی طرف سے سنے اسے ہی کچھ آدھی گھنٹہ عرصہ رکھا ہے۔ آپ آرام کر کے شام تک اس کے آنے سے پہلے زیادہ دم نہ ہونے کے۔" چوہدری نے اس کی بات سنی اور خاموشی سے کوئی مدد نہیں دیکھ کر پانی کی بوتل سے ٹھیک لی۔ منشی کا حضور صاحب تھا۔ سنے اسے ہی سے ملاقات اس کی اس لیے اس کا کافی طور پر ملت ہو ضروری تھا۔

دو گھنٹہ گزرے جو سوایا تو پھر شام کی ہی خبر لایا۔ منشی اپنے رکھا اس دور میں اس کے ساتھ جھگڑ جانے والے ملازمین سے معلومات حاصل کر چکا تھا چنانچہ پوری احتیاط کی گئی کہ اس کی نیند میں ڈرا بھی نہیں پیدا نہ ہو۔ اس کے بازو سے ہونے والے حجاج کے قہقہے نظر وہ چہرہ ان ایک ٹانگ پر کھڑا، اور حجاج کے انتظامات کے ساتھ ساتھ رات ہونے والی میز آدھی کی دولت کے اہتمام پر بھی بڑا توجہ دیکھ رہی کہ کبھی کوئی کی پہلے ہی سے برہم چوہدری کو کھڑے ہر طرف ممت نہ کر دے۔ یہاں تک کہ اس نے اتنی احتیاط کی کہ جب میز چوہدری پہنچا تو اس پر بہت زیادہ اظہار کیا جاتا ہے ہونے چکے سے اس کے کان میں بھی یہ بات یاد رکھی کہ آج چوہدری صاحب کا حجاج کسی وجہ سے معمول پر نہیں ہے اس لیے ان سے شکوہ کرنے وقت در احتیاط برتی جائے۔

میرا اس مشورے کو من کرنا میری اندر تھمنا یا ضرور لیکن تاثرات سے ظاہر نہ ہونے دیا کہ اسے یہ مشورہ ناگوار نہ لگا رہے۔ اصل میں تو اس کے لیے چوہدری سے ملاقات ہی ایک ناخوشگوار عمل تھا لیکن وہ چونکہ شروع سے اس شخص کی عملی پر عمل ہی تھا کہ بے شک مجھے گا پانی راہ پر لیکن چوہدری اور اس جیسے دوسرے لوگوں سے بھی یہ نہ لے گا۔ جنگ میں اپنے کزن اظہر اور اس کے ساتھیوں کی مملکت موت کے بعد اس کے لیے اگرچہ اس بات پر عمل کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا لیکن پھر بھی اس نے بہترین نتائج کے حصول کے لیے میرا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ اسے اس شخص میں نیند نہ کر دینے والوں کا بھی یہی مشورہ تھا کہ کوئی واضح بات ماننے آنے سے پہلے ہڈی بات میں آکر کوئی قدم اٹھانے سے گریز کرے۔ اظہر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہڈی ہونے والے کاروبار پر امانت کے ملازم طاقتور نے اپنے آخری لمحات میں یہ چند الفاظ بولے تھے۔ ان میں چوہدری اور لیکن کے الفاظ بہت واضح تھے جس سے وہ اور اس کے ساتھ دوسروں نے یہ نتیجہ ضرور اٹھا کر لیا تھا کہ اظہر، اس کی ہم کی ہڈی بات میں چوہدری کی کسی سازش کا عمل نہیں ہے۔

اور شاہد عیادت کے گروہ دھڑے میں طوط چوہری نے جھگ میں ایجن کی کوئی ڈگریہ گاؤں پیرہہ ہار دگی سے کہ وہ پہلے بھی جھگ کو اپنی گھرانہ سرگرمیوں کے لیے استعمال کرتا رہا تھا۔ لیکن بہر حال وہ کوئی حتمی نتیجہ نہیں نکال سکے تھے۔ کرنل توحید کے ہم سفر تھامس سے اس کی اس سلسلے میں بات چیت ہوئی تھی، اس نے اسے بتایا تھا کہ آج کل وہ لوگ دیگر معاملات میں بہت زیادہ اٹکھے ہوئے ہیں اس لیے فوری طور پر اس معاملے پر توجہ دینے سے کام لیں لیکن پتہ نہ لگا جائے کہ وہ اس معاملے کو نظر میں کر سکتے ہیں کیونکہ میجر ایفٹر سے ریلوے وادی اپنی جگہ لیکن ایفٹر اور اس کے ساتھی ایفٹس اس سے گھسی پڑے کہ مزید تھے اور وہ اپنے ساتھیوں کا کئی کسی صورت معاف نہیں کر سکتے تھے۔ یہ سب کچھ بتا کر وہ جاتے لیکن ایفٹس اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو کوئی گوارا نہ کرنا ضرور چاہتا تھا۔

اس سے یہ سب کہنے والے کے لیے میں اتنی سہانگی تھی کہ وہ اس کے بیان کو کھلی طور پر سہا کی جان کر آ رہا تھا اسے سنا تھا اور اسے پورا یقین تھا کہ اس سے جو کچھ کہتا ہے، اس پر عمل بھی کیا جائے گا۔ دوسرے وہ مشاہیر خان کے گھر حاضر ہونے کی وجہ سے بھی بے دست و پا تھا۔ پلور سے ہی تو اسے اپنی ڈے وار یاں بھانے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں تھا کہ دفتر کی معاملات میں سہرا لمان صبا لکھن اور گرجہ کا رہنا اسے راجستانی اور مسانہت دونوں فرائض بخوبی انجام دے رہا تھا لیکن وہ جو اپنی ملازمت کے ساتھ ایک ساکنہ مہینہ دیکھ رہا تھا، اس کے لیے مشاہیر خان کی موجودگی بہت ضروری تھی۔ اسے علم تھا کہ شہر یار کے ساتھ ساتھ رہنے کی وجہ سے مشاہیر خان بہت سے حالات وہ افغان سے نہ صرف یہ کہ بخوبی واقف ہے بلکہ مشکل حالات میں ساتھ دینے کے لیے ایک بہترین ساتھی بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے اسے اس کا شہت سے انکار تھا لیکن وہ بھی آ کر نہیں دے رہا تھا۔ اس کے بارے میں البتہ اسے اتنی اطلاع ضرور فراہم کر دی تھی تھی کہ ایک اہم معاملے میں اٹکھے کی وجہ سے مشاہیر خان معزوب ہے اور عمل صحت یابی تک نہ معلوم دست کے لیے اپنی سے غیر حاضر رہے گا۔ اتنے سارے اٹکھے ہوئے معاملات کے ساتھ اس نے چوہری کی دعوت بہت بے دلی سے اور صرف مصیقت قبول کی تھی اور یہاں آتے ہی اسے بتایا جا رہا تھا کہ قبیلہ چوہری صاحب کا حراج ذرا پریم ہے اس لیے گفتگو میں احتیاط برتی جائے۔ اس مشورے پر اسے ہر قسم بہت آیا لیکن پھر ضرور آ کر گیا۔

بہر چوہری نے فٹنی کے اعزاز کے برخلاف پور کو کافی سنبھال لیا تھا۔ پھر پھر تندر لے کر اٹکھے کے بعد اس نے سارے معاملے پر بہت غلط سے دماغ سے غور کیا۔ لیکن یہ تو اس کا عمل تھا کہ اپنے اکاون کر کے کہانی اس سے کہانی لے لے اس سے مشورہ کرے لیکن پھر خود ہی ارادہ تہ لے کر اپنی حالات نے اس پر واضح کر دیا تھا کہ اپنے اس سے بہت سے سختی دوسے کرے لیکن حقیقت میں وہ دیکھ کر ہوا اور فٹنی اور عظیم کے معاملات کے برخلاف اسے کوئی تہ نہیں دے سکتی تھی اس لیے پھر ہی اس میں تھی کہ اس سے چوہری کو کتنا موثر سے لیا گیا جائے اور پھر پھر ہی سے حالات پر نظر رکھی جائے۔ یہ سب کچھ اس کے اختیار اختیار اور مسائل رکھنے اور نجات فراہم کی اس عظیم نے اسے فوری طور پر بڑے کر لیا تھا لیکن کوئی گھبراہٹ بھی آستانہ تھا جب اس کا وہاں نہیں جا سکتا تھا اور انسانی باکواؤدہ موقع ملنے ہی صورت کے گناہ اتار دیتے اور اور دیکھتا تھا، البتہ اس موقع کی تلاش میں اسے ذرا مہم کرنا پڑتا۔ پھر اور انکار کا یہ دور، اس میں حساب سے اس کے لیے مشکل نہیں تھا کہ اپنی فوجی دستہ سے اب بھی حاصل تھے۔ کوئی خاص سختی کے بغیر اس کے کاروبار کا انچس میں کئی رہا ہے کہ اضافی ہوا جا رہا تھا۔ اپنے دل و دماغ کو اس نکتے پر متوجہ کر لینے کے بعد اس کے لیے کچھ مشکل نہیں رہا کہ وہ اسے کسی غیر آتھی سے فوجی طور اور موڈ میں طاقت کرے نہ چنا پھر حسب معمول پڑے کہ فٹنی کی تادیب کے ساتھ اس نے پھر کا بہت غوش و دل سے استقبال کیا۔ پھر بھی جو اب اس سے تعلق نہیں سے طاقتور ہوتا تھا دلتے ہوئے ہوا۔

”یہ سب کچھ تھا، چوہری صاحب اپنی نے بتایا کہ آج آپ کی طبیعت کچھ سا تازگی، اگر یہ تھا تو آپ آج کا دن نہیں کر سکتے تھے۔ ہم کسی اور دن اٹکھے ہو جاتے، آپے بھی اب میں نے سوچ پر تو مجھے یہاں آتی تھی۔“ اس نے نہیں اسے ہی صاحب اپنا بھائی تھوڑا سا کہ ہم خود دعوت دے کر اسے پیش کر دیتے۔ یہ سب بھی میری طبیعت زیادہ خراب نہیں تھی، اس ذرا فانی بیانی ہوتا تھا۔ وہاں کہ آرام کیا تو صحت ہو گیا۔ فٹنی نے اس سے ایجن اس بات کا ذکر کیا۔ اللہ کے رحم سے میں بالکل ٹھیک ہوں اور نکلے دل سے آپ کو اس سوچی میں خوش آ رہا تھا ہوں۔ یہی میں نے سوچنے پر آئے لیکن تو وہ تو جہاں آپ آئے ہیں، یہاں دعوت اور اس دعوت میں فٹنی نے دعوت پر بہت مہمان آئیں گے لیکن آج کی دعوت تو خاص خاص آپ کے لیے ہے۔“ مصفا نے کچھ غیر کا ہاتھ بوجھنے

اپنے وہ ذرا بچاوت سے اسے قہقہے ہونے لگی تھی کہ ”میں کا مطلب یہ ہوا کہ میں میں شرکت کے لیے اپنے سارے کام لوگ ہوں گے۔“ پھر کچھ غور و خیال سے چاہا اس سے کیا فرمائی کرے چنانچہ ایک ایک بات کہہ دی کہ ”میں نے یہ سب کیا۔“

”نہ سب سے صاحب انکی کوئی گل نہیں ہے۔ میں نے نہیں دعوت دے کر بلا دیا جاتا ہے، وہ سب میرے لیے دوست اور سرگرمی ہوتے ہیں لیکن آپ کی گل ایک ہے۔ آپ اس طرح کے کرتا ہوتا ہے اور ہم اس کے خدمت میں اس لیے ہمارا آپ کا واسطہ پڑتا رہے گا۔ یہ سب کچھ کر کے آپ صاحب کچھ کھائی میں آپ سے ایک طاقتور بنی جائے تاکہ ہم ایک دوسرے کو چلتی طرح کچھ سیکھیں۔“ اس نے پھر اور مسرور لیاوت میں گل کھاتے کرنے کا موقع حاصل کیا۔

”یہ تو بھی بھی کہتا ہوں چوہری صاحب اب میں اپنے اور اور ان کی ایک بات کہہ دی تھی۔“ اس کی وضاحت میں نہ کر سکتا اس لیے اسے کئی وی اور چوہری کو کھولنے کی خاطر یہ خواہتا تھا ان میں ہلا۔

”آپ نے ہمارے اور اپنے تعلق کے حوالے سے کچھ ٹھیک کہا ہے۔ یہ تو حقیقت ہے کہ ہمارا ایک دوسرے کے واسطہ پڑتا رہے گا۔ میں انکا یاد رکھے گا کہ خدمت گزار آپ بھی ہم ہیں۔ خدمت نے ہمیں آپ دونوں کی خدمت کے لیے ہی تو تھیں کیا ہے۔ اس لیے بھلا اگر آپ کو کوئی کوئی مسئلہ ہو مجھے ضرور بتائیے گا۔ مجھے آپ کی خدمت کر کے کوئی خوشی ہوگی۔“ چوہری کو ہنس پر چڑھانے کے لیے اس نے پھر مزاجی اور رفاقتی کا مظاہرہ کرنا چاہا اور اس کے غصے کے باعث چوہری کی ہنس بکھٹی جا رہی تھی۔

”میں آپ کو نہیں اور تاہوں کو اگر آپ نے ہمارے ہاتھ لگوا کر تو جواب میں آپ کو بھی ہماری طرف سے مزاجی خوشی ہوگی۔“ وہ انکا یہ جوش تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ تمام کر سکتے ہوتے تھے۔

”ٹھیک ہے چوہری صاحب! آپ کے اس غصے کو بھی آزما کر دیکھیں گے لیکن فی الحال تو ایک چھوٹا سا ٹھکانہ ہے۔ آپ اس سلسلے میں کم فرما دیں تو آپ کی بڑی سہولت ہوگی۔“ میں آپ کو اس سلسلے میں تکلیف تو نہیں دینا چاہتا لیکن مجھاری ہے کہ مجھے بھی اوپر والوں کو پارت دینی چاہی ہے۔“

”آپ مسئلہ بتا ہی کر گیا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ کبھی جہات میں صل کر دوں گا۔“ اس کے روکنے کا چوہری پر خاطر خواہ اثر ہوا اور وہ اس سے ہر طرح کے قصا ان کے لیے تیار نظر آنے لگا۔

”مسئلہ گاؤں کے اسکول اور مرکز صحت میں لہنی اور ہاں خاک اڑ رہی ہے اور مرکز صحت میں لہنی اور اکثر ان کے لیے وجہ سے خواتین کی صحت کے مسائل بڑی تعداد میں سامنے آ رہے ہیں۔ پچھلے دنوں ہی وہ خواتین کو ایفٹا نڈ لہنی اور اکثر ہونے کے باعث ڈیپری کے دوران صحت کا خطرہ ہوئی ہیں مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی طرف سے کچھ رکاوٹیں ہیں۔ اس لیے اسٹاف نہیں آ رہا ہے۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ مین یا کا دور ہے۔ اب بھی اسے اسے مٹا دیا ایک کاسٹ نے ان دونوں ایفٹوڈ کے کر مجھ پر خاصی لعین طعن کیا ہے کہ پلور سے ہی میرا فرض بنا ہے کہ میں ان دونوں مسائل کو فوری طور پر حل کروں۔“ وہ بڑی غیب صورتی سے چوہری کو کھیرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی بات سن کر چوہری ظاہری طور پر اشتیاق میں آ گیا اور ہوا۔

”یہ خواہتا مجھے ہر نام کرنے کی سزا ہے۔ میں بجلا کیوں نہ چاہوں گا کہ میرے پتہ میں صمیم اور صحت کے مسائل حل ہوں؟ لیکن کوئی اٹکھ سے کام نہ لے اور وہ۔ آپ سے پہلے والے اسے ہی نے کھیں سے لٹوڑ حاصل کر کے اسکول اور مرکز صحت کے لیے فراہم تو ہے بلکہ بخوابی تھیں لیکن انہوں نے اسٹاف کا اسٹاف نہیں رکھا۔ اسکول میں پڑھانے کے لیے دو جانے کن او بائس لوڈ سے لپاڑوں کو لے آیا تھا۔ نئے میں آقا تھا کہ وہ لڑکے پڑھانے سے زیادہ گاؤں کی بچیوں میں دلچسپی لیتے تھے۔ اپنی بہو بیٹیوں پر بڑی نظر کوں رہا داشت کرتے تھے ہمارا آج مجھے سچ سے نہیں معلوم ہے نئے میں آقا تھا کہ ان بچہ سے بچاوت نچے وہ نے کئی لڑکی کے ساتھ زیادتی کی تھی اور اس کے گھر والوں نے اٹکھا چلنے سے اس گھر میں آگ لگا دی نہیں میں وہ لوگ رہتے تھے۔ دونوں ہی جرائم پتہ کر رہے تھے وہ نہیں تھا اس لیے میں نہیں کر سکتا کہ کتا کچے اور کتا جھوٹ۔ البتہ پچھلے اسے ہی نے اس میں میں خواہتا اور میری گردن پھانے کی کوشش کی تھی۔ اپنی کوشش میں تو پتہ دو کا سبب نہیں ہو سکا تھا اور بعد میں اس نے مجھ سے مصالحت کر لی تھی۔ میں بھی چپ ہو گیا کہ جانے دو۔ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ بعد میں اسے ہی صاحب کی اپنی ماں صاحب اسکول میں پڑھاتی رہی اور ان کی حکم مرکز

صحت میں لینی ڈاکٹر رہی۔ بعد میں جانے کیا ہوا اگر اسے کے ساتھ ساتھ وہ دونوں بھی یہاں سے قاتل ہو گئے۔ ان کے قاتل ہونے کے بعد مجھے پتا چلا کہ وہ بیسیاں ماں بیٹی میرے پڑے کی عورتوں اور بچوں کو قاتل کر رہی تھیں۔ ماں استانی بن کر مسلمان بچوں کو نہ جانے کون کون سی ظلمات دے رہی تھی اور بیٹی ڈاکٹر بننے کے روپ میں عورتوں کو نائے سیدھے طور سے دے کر انہیں بچے پیدا کرنے سے روک رہی تھی۔

”میں اس گاؤں کا جاگیردار بھی ہوں اور روحانی پیشوا بھی۔ یہاں تک ہوتا ہے تو لوگ میرے پاس ہی فریاد لے کر آتے ہیں۔ گاؤں کے مردوں نے یہ معاملات میرے سامنے رکھے تو میں نے ان کے جذبات کا احساس کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کر دیا کہ اب اسکول اور کمرہ صحت میں پھر چھان چک کے ایسا ہی کیا جائے گا۔ اگر ایسا ہوا تو عاری طرف سے شدید مزاحمت ہوگی۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اس میں فائدہ کیا ہے؟ کیا ہم اپنے بچوں کو ختم کے نتیجے میں لاد مذہب ہوتے اور اپنی عورتوں کو مسلمانوں کی نسل مٹاتی ہیں؟ میرا جواب دینے دیجئے۔ وہیں اس گاؤں کا کوئی بھی گھروہ اس قیمت پر ختم اور صحت نہیں چاہتا ہے اور میں صرف اپنی توجہ دینی کرتا رہا ہوں۔“ دوپہرے پانچ بجتے ہی گھر پر اٹھ گیا تھے ہوئے اپنے حق میں کہا بیٹی پتا چلا گیا جس سے میرا مزاج تو خیر کیا ہوا لیکن صحت کے قصہ نری سے ہوا۔

”آپ کا موقف بالکل ٹھیک ہے چودھری صاحب اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے دکھانے کے لیے ٹینک اسٹاف اور لٹری ڈاکٹر کا تعین کر دیتے ہوں پوری احتیاط برتنوں کا بیک آپ چاہتے تو خود ہی ان لوگوں سے مل کر اپنی نگیل کر سکتے ہیں۔ میں میری اپنی گزارش ہے کہ یہ دونوں کام ہو جانے چاہئیں لیکن نہ ہونے کی صورت میں میرے کیریئر پر بہت بڑا اثر پڑے گا۔“ اس نے جان بوجھ کر اپنے لیے جس خوشامد کا عنصر بھی پیدا کر لیا جس نے چودھری کو خوش کر دیا۔

”ٹھیک ہے اسے ہی صاحب! ہم نے آپ کی یہ فرمائش پوری کی۔ اب ہم آپ کا کیریئر تو خراب نہیں کر سکتے، پھر یاد رکھیے گا کہ عاری طرح آپ کا بھی ضرورت کے وقت ہمارے کام آنے کا وعدہ ہے۔“ غوری طور پر چھوڑی اپنے ہونے اس نے اپنی رضامندی دے دی۔

”اپنی تمام چودھری صاحب! مجھے آپ کی خدمت کر کے دینی فرمائی ہوگی۔“ میر نے خوش دلی سے جواب دیا

پھر ان کے درمیان دوسرے عمومی معاملات پر گفتگو ہونے لگی۔ اس دور ان میں کھانا پکھنے کی اطلاع دے دی گئی۔ یہ شہر لوگ ان کے سبکی ڈانگہ نکل پر چڑھ کر یہ دوستانہ مزاح پر رنگ بھانے لگی اور یوں محسوس ہونے لگا جیسے یہ ان کی پہلی ملاقات نہیں بلکہ دوسرے سے ایک دوسرے کو جانتے تھے۔

”پرانے اسے ہی کے ساتھ اس کا ایک بہت ہیچ ڈراما ہو رہا تھا۔۔۔ کیا تم اس کا؟“ گفتگو کے دوران چودھری نے اپنی مرضی کا ایک موضوع چھیڑا اور یہ بات کو دوسرا چھوڑ دیا جیسے کوشش کے باوجود وہ یاد نہ آیا۔

”مشاہیر خان۔“ میر نے اس کی یادداشت کی بحالی کے لیے شروع کیا۔

”ہاں ہاں، بالکل سچی مشاہیر خان۔ کیا وہ اب بھی موجود ہے؟“ چودھری نے مزید اداکاری کر رہا تھا۔

”جی ہاں، ظاہر ہے۔ پرانے اسے سبکی کے نہ ہونے سے وہ اپنی گرفت صاحب چھوڑ کر تو گھس جا سکتا تھا۔ کام کر رہا ہے وہ جو مجھے میں۔ البتہ آج کل چھٹیوں پر اپنے گاؤں گیا ہوا ہے۔ اس کی والدہ کی زینت ہو گئی تھی اس سلسلے میں۔ آپ فرمائیں آپ کو اس کی یاد کیسے آتی؟“

پتا چلا کہ گانے میں ٹمن بے نیازی سے چودھری کے سوال کا جواب دیتے ہوئے میر نے انھیں سے اس کے بیانات کا جائزہ لے لیا تھا۔

”میں بڑی ہی پرہیزگار آدمی تھا۔ شہر یا رول نے اسے ضرورت سے زیادہ دوسرا چارھا تھا اس لیے وہ خود اسے ہی کے ڈراما کے بھانے اسے ہی کہنے کا خیال نہ تھا۔ آدھ ہار اس نے میرے ملازمین سے بھی اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ بہر حال امیر اس سے بڑھ کر نہ تھا۔ میر نے اسے سب کو مشورہ دینا چاہتا تھا کہ ایسے چیزیں آویں جو زیادہ سہولت پر حاصل ہوں۔ میں نے اسے کہا کہ آپ نے بھی اسے سب دینا ڈراما پر ہرگز رکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہو گا۔ بہتر تو ہے کہ آپ اپنے لیے کوئی دوسرا ڈراما پر منتخب کر کے اسے مجھے میں نہیں اور کبھی اور نہ مل گاؤں کو وہ آپ کے لیے سانس پیدا کر سکتا ہے۔ آپ تو سمجھتی تھیں کہ کھانا چھوڑنے آویں تو ایک بار اختیار کا نشہ ہو جائے تو پھر وہاں حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ شہر یا رول کے دور میں وہ خاصا با اختیار ہو گیا تھا۔ اب بھی اس کا یہ رویہ برقرار ہو سکتا ہے۔“

وہ بڑے مناسب انداز میں میر کو مشورہ دینا کی طرف سے ہلکانے کا طریقہ انجام دے رہا تھا۔ میر نے بھی اس سے انکشاف مناسب نہ کیا اور ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے وہ

بالکل درست فرما رہے ہیں۔ میں نے بھی اسے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ کسی معاملے میں میری شکل خود ہی ملتی اقدامات اٹھاتا ہے لیکن میر نے کہا۔ اب آپ نے توجہ دلائی ہے تو اس کی توجہ دیا رہا ہوں گا اور جہاں تک اسے اس کی حدود کرتے دیکھا۔ گھوڑی ضرور کروں گا۔“ میر نے یہ حیرتوں کو دیکھا کہ وہ مشاہیر خان کو سب سے پہلے اس نے جس قسم کے جذبات کا یہ وہ سبکی میں پیش تھے۔ چودھری نے فی الحال اس سے کوئی جواب نہیں کہا اور میر سے دوستانہ گفتگو کرنے کے لیے مزید گرم جوشی سے اس کی خاطر

☆☆☆

پہلی بہت اداں تھا۔ پچھلے دنوں اس نے بہت ہی سبکی کی۔ اس کے کرہ نے پر ایک شخص کی کارنامے سے کھلی کارنامہ اس نے یہ انجام دیا تھا کہ خواجہ سراؤں کی اصلاحاتی راجہ دوی کے نظریات پر توجہ دینی کی کوئی کارنامہ چیلنے مارے کی انہیں کو کھانا کھا سالی سے لگا کر تھا۔ اس کے کارنامے کی وجہ سے اداں نے ان لوگوں کے ساتھ ساتھ اس ملک نے سبھی محروم ہو گئے تھے۔ وہ بڑی مقدار میں اس طرح دیکھ کر تے لیکن چاہے مل اپنی زندگی کے سب سے انوکھے اور سب سے اہم وقت میں ہوا تھا۔ اس کے مشن کو انجام دینی میں حدود دینے والی نواب توجہ دینی کی بیٹی تھی اور وہ صحت کے رشتہ میں بندھ گئے تھے اور انھیں اس میں جذبہ نے انہیں بڑی شدت سے گرفت کر لیا تھا لیکن شوخی قسمت کہ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھانے کی صحت نہیں ملی اور اس سے کئی ہی عورتوں کو کھانا کرتے رہے تھیں ان کے ہاتھ شازمین لگ گئے تھے اس سے چودھری کے بارے میں حقائق کے لیے اختیار اسلوگ کیا کہ وہ ڈانگہ لگی ہوئی نگیل کی شکل میں شازمین کی موت چاہیے تھی کے لیے بہت بڑا مشورہ دیا اس صحت کے زیر اثر وہ انھیں مارا کے ایک شخص کی گھوڑی کو اس کے مواقع بھی میرا گئے۔ پہلے میر نے اسے اداں نے انھیں انکنت عادل خان کے ساتھ کام کرنے کا موقع دیا اور انہوں نے بھارت کے وقت گزارا صرف سلو سے بڑی خوبی سے وہ

پہلے کے سلو کا قصہ ختم ہونے کے بعد عادل خان تو دابیں چلا گیا لیکن وہ ریاض انوری کی راہ پر لگ گیا۔ لنگ نام کہا جانے والا یہ سیاسی ماہر اور دھنڈا۔ اداں تک خواجہ سراؤں کی جانے اپنے تہ پر اور صحت ملی سے اسے بھی انجام تک پہنچا دیا لیکن کوشش کے باوجود وہ ریاض اور سے مار کے حریف انہوں نے انہوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کر سکا تھا اور اس طرح آگے کوئی راہ نظر نہ آنے کی وجہ سے آج کل سب دست دیا چلتا تھا۔

یہ بیماری اور سبکی ہی تھی جس نے ایک وقت اسے جھٹلا دیا اور اداں میں جھٹکا کر دیا تھا۔ جب تک وہ حرکت میں تھا، اسے لگتا تھا شازمین کے فکروں کو انجام تک پہنچا رہا ہے۔ اب کرنے کو کچھ نہیں رہا تھا تو اس کی جہاںی کام اور اداں تک موت کا خیال زیادہ داتا لگا تھا۔ اگرچہ اسے اس کے گھنے کی طرف سے بہت سہرا ہا گیا تھا اور کراچی سے لاہور واپس جا کر بھدوں کی پھانسیں لگی دے دی تھی لیکن کدو اپنی والدہ کے ساتھ کچھ وقت گزار لے۔ ماں سے وہ مشکل بھرت ہوئے کی وجہ سے بے چارہ بہت قریب رہا تھا اور اگر عام حالات میں اسے پھانسیوں ملی ہوتیں تو وہ انہیں ماں کے ساتھ بہت اچھے کرتا لیکن اب تو دل و دماغ کی یہ حالت تھی کہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کی ماں کو اس کے ساتھ ہونے والے حادثے کے بارے میں معلوم تھا۔ اس نے خود انہیں سب کچھ بتا دیا تھا اور بچوں کی طرح ان کے سینے سے لگ کر رہا بھی تھا۔ وہ خود دینی میں تہ ہوتی تھی اس لیے اس دکھ سے واقف نہیں جبران کا پتہ نہیں رہا تھا۔ انہوں نے اس سے اس کے کسی رو پنے کا ٹھکانہ نہیں کیا تھا اور اپنے طور پر اس کا دل بہانے اور دھیان پانے کی کوشش کرتی رہتی تھی لیکن وہ کیا کرتا کہ اس کے دل و دماغ کسی کوشش سے بچنے ہی نہیں تھے۔ اسے شازمین کی موت کے بعد اگر کئی سکون محسوس ہوا تھا تو صرف ان لوگوں میں جب وہ ملک دشمنوں کے خلاف برسر پیکار رہا تھا۔ اب بھی اسے احساس ہو گیا کہ اگر وہ آرام کے نام پر رہنے والی چھٹیوں میں اس طرح گھر چھوڑا تو سوچ سوچ کر پاگل ہو جائے گا۔ چنانچہ اگلے ہی لمحے اس نے سامان نیک کیا اور ماں کو خدا حافظ کہہ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ جلد وہ لاہور میں قاضی ایف بی کے وینہ کارڈ میں ایشیان کے سامنے تھا۔

”ادنی جلدی کیوں آگے جبران احم نے بہت کام کیا تھا اور ان چھٹیوں پر تمہارا حق تھا۔“ ایشیان نے اسے غور دیکھتے ہوئے کہا۔

گرانی ہو رہی ہے کہ کئی وہ منظر سے ناساب تو نہیں لگتا۔
 باقی الہاں وہ آزادی ہے۔"

ذیشان نے اسے تفصیل سے صورت حال سے آگاہ کیا۔ اصل میں اب تک سبھی سمجھا گیا تھا کہ اسے چھوٹی خاصی اہلیت تھی ہے بلکہ اسے پھولنے سے کھانے میں درمیانی آدمی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اسے بہت زیادہ توجہ نہیں دی جا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے تو اس آپ مجھے اجازت سے اور کئی الہاں ہم باہر اندھیرے میں تھی اس لیے نہیں نہ نہیں کھانے کام شروع کرنے کے لیے راتے چند برقی چرائیں گے۔" ذیشان نے دیکھا ہوں کہ اسے کس حد تک بچہ ذرا سستا ہے۔" چنانچہ علی کا لہجہ تھی۔ ذیشان بچہ ذرا سے دیکھتا رہا اور وہ اجازت سے دہلی۔

"او کے بگ میں تم جو چاہو لیکن یہاں روکنا کہ کئی میں ہوش نہ بھولنے چاہیے۔" چاندی علی کے اندر وہ الہاں تھا اور اسے پہلے کے لیے کوئی راستہ دکھانی چاہیے تھی اس لیے اسے اجازت دینے میں ہی بہتری تھی۔ البتہ وہ اپنے سفر کے طور پر اسے سمجھ کر نہیں بھولا تھا۔

"ادبیت جو وری سر اس میں خیال رکھوں گا۔" چاندی نے اسے یقین دلایا البتہ اس کی آنکھیں اس شکاری کی طرف پلٹ رہی تھیں جسے وہ کارپسٹ مل گیا ہو۔

☆ ☆ ☆

اس وقت کو کے ایسے گھوڑے نے ان کے لیے سفر آسان بنا دیا تھا۔ گھوڑا سمیت منہ اور پھر تھکا ہوا ہے آسانی سے پھیر کر کے پتلا سفر جاری رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس سفر کے لیے اس وقت کو کے وہ ہے۔ ان کے انہوں نے صرف ان حد تک مل گیا تھا کہ اس کے گاؤں سے باہر پہلے والے راستے پر پہلے تھے لیکن اس کے بعد انہوں نے اپنی مرضی سے سفر کے راستے کا انتخاب کیا تھا۔ راستے کی تنگی تھی اور اور گرد کے نقشے کے بارے میں بہت سی باتیں ان کے اپنے ذہنوں میں بھی موجود تھیں کیونکہ یہاں آنے سے انہوں نے اس سٹیٹ میں اچھا خاصا مہم دور گزارا تھا۔ انہوں نے تیار کی کے ساتھ آنے تھے کہ اپنی ملک میں ان کے باعث پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔ وہ چونکہ ایک نامور تاجر آئے تھے اور امید تھی کہ اس مشین کی تکمیل کے دوران ان کا کمال پائیے گی اس لیے کسی قانونی راستے سے عدالت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اس صورت میں وہ جہاں بھی جاتے تو قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نظر میں آتے اور حلف

"مجھے جانا آرام کرنا تھا۔ میں نے کہا ہر اس میں نہیں سمجھا کہ مجھے آرام کی ضرورت ہے اس لیے میں وہاں آ گیا۔"

اس نے سہاٹ لے کر ذیشان کی بات کا جواب دیا۔

"لگتے... یہ مجھ سے ابھی بات ہے کہ تم کام سے دل چرانے والوں میں سے نہیں ہو۔ ٹھیک ہے چاروٹی بھائی کرلو۔ پھر جہاں کام لگھ۔ تمہیں اس طرف لگا دیں گے۔" ذیشان کو بھی اس کے ساتھ پیش آنے والے حالات سے واقفیت تھی اس لیے زیادہ بحث میں نہ پڑے البتہ اسے جرات منگ کی اجازت سے دی۔

"کام میں خود سوچ کر آؤ ہوں ہر اس آواز کے لیے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔" اس نے بھی نظروں سے اہتمام چاہا تھا۔

"کیا کام...؟" ذیشان نے پوچھا اور اسے مستحضر انداز میں دیکھنے لگا۔

"پچھلے دنوں ایک بچہ دوکان دار راتے چند ہماری نظروں میں آچکا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے اسپتال سے شہر یا راجدلی کے دفتر پر حملہ اور خون و غیرہ کے سونے حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ ہم نے اس شخص کی گھرائی بھی کر دینی تھی لیکن یہ معلوم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے کہ اس سے وہ سونے کس نے حاصل کیے۔ اس وقت فیصلہ کیا گیا تھا کہ راتے چند کی گھرائی جاری رکھی جائے گی۔ میں آپ سے جانتا چاہتا ہوں کہ اس گھرائی کے کیا نتائج تھے اور آپ اجازت دینے میں ان بندے پر حرج و کام کر کے راتے کو مزید ایجنٹوں کا چاٹکا سکتا ہوں۔" اس نے ذیشان کے سامنے وہ بات دہرائی جو گھر سے ہی سوچ کر یہاں آیا تھا۔

"راتے چند کی گھرائی اب بھی جاری ہے لیکن یہ کام ہمارا کوئی تمہارا سامھی نہیں کرنا بلکہ سبھی کوئی ایجنٹوں کے غلبہ کاروں کو یہ باہر لائی ہوئی جاتی ہے۔ اصل میں ابتدائی گھرائی سے کوئی خاص نتائج حاصل نہیں ہوئے تھے اس لیے بہتر یہی سمجھا گیا کہ کئی خاص بندے کو اس کام میں بھجوانے کے بجائے عمومی نظر رکھی جائے جس کے لیے سبھی کوئی کارڈز سے کام چلایا جا رہا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے پاس بہت زیادہ فٹری تھی ہے اس لیے ہمیں کسی بھی قانونی نوعیت کے معاملات میں اس طرح بھی کام چلانا پڑتا ہے۔ ہمارے سبھی کوئی کارڈز بظاہر راتے چند کے اسٹور کے سامنے والے ریسٹورنٹ پر فرائض انجام دے رہے ہیں لیکن انہیں ہدایت ہے کہ گھرائی چند کی دکان پر کوئی غیر معمولی بات نظر آئے تو اطلاع دیں۔ تم یہ سمجھ لو کہ کوئی الہاں راتے چند کی اس حد تک

نسخہ سیریاور

جسمانی اعصابی اور خاص کمزوری شوگر، بلڈ پریشر کی وجہ سے پریشان مریض زندگی میں ایک بار اسے ضرور استعمال کریں اور تمام عمر فٹ رہیں

ایسی خواہشیں کیلئے بھی مفید ہے جو شوگر کی وجہ سے

2500 15

نوٹ نسخہ سیریاور

سوسے چھ ماہ کی راتے چند کے مریضوں میں ہر ماہ ایک بار استعمال کرنا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ دیگر طبی مشورے بھی لیں۔

2000

0345-6397367
0300-4280816

ہائیت کی بھی بہت حاصل ہو جاتی لیکن شہزاد سلوک کے زور پر کہ گھبرا سا گیا یہاں سے اس قسم کا ہماری مہرم ڈال کرنے کی کوشش عادت نہیں تھی اور اس کا خیال تھا کہ اس کے لیے یہ سب کام آتلی تو مشکل ہو گا لیکن اگر کسی طرح کام بھی لیا تو شاہ شہنشاہ نہ کر پائے۔

”ہم جس گٹ اپ اور جیسے ملاتے میں تھا اس کے مطابق بھی ڈالنا لگا ہوا تھا۔ دوسرے بھی شہزادے ہو کر نکلی رہی ہے۔ چھ ماہ دوڑ میں رات کا کمانا بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ اب سوچنا ہے تو پھر بھی بھر کر نکلیں۔“ اس کے چہرے سے اس کی اعتمادی کیفیتا کو بھانپتے ہوئے سلوک نے سرگوشی میں کہا۔ ”چند شہزادوں کی ناک ہونا پڑا اور جب ان کی بیوی پر گہرا م ڈالنا چاہتا تو اس کی خوشبو ہی اتنی آہستہ آہستہ تھی کہ دل میں اس قسم کے بیماری ہائے کے لیے ہاتھ پکڑی محسوس کرنے والا شہزادہ اپنا ہاتھ نہیں روک سکا اور ایک بار ہاتھ بڑھا تو اس نے اس وقت تک سلوک کا ساتھ دیا جب تک جملہ لوازمات ختم نہ ہو گئے۔ یہ شہزادے ہو کر کے ساتھ ساتھ ڈالنے کی لذت کا بھی کمال تھا کہ وہ برسوں سے کار بند اسلوں پر سے بچے پر مجبور ہو گیا تھا۔ دوسرے بھی اب وہ پہلے والا شہزادہ عادل کب رہا تھا۔ اس شہزادہ عادل کو تو اس نے خود اپنی مرضی سے ہزاروں گھبراہٹ میں چھپا دیا تھا اور آنے والے وقت میں جانے کون کون سے طور نکلتے ہاتھوں سے لپٹا تحائف کر دالے والا تھا۔“

”عزیز آگیا؟“ ڈال کر کے؟“ سلوک نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

”ہاں زار زور دست ڈالنا تھا۔“ اس نے اعتراف کیا۔

زادہ رہیں ہی سلوک کے اشارے پر ان کی بیوی سے خالی برتن بنا کر دوڑ بھاگیے بڑے بڑے جالے رکھ دیے گئے۔ ڈالنے کے تجربے کے بعد شہزادے کے پاس اب اعتراض کی گنجائش ہی نہیں تھی اس لیے اس نے خاموشی سے ہاتھ بڑھا کر بیٹا کو تمام لیا۔ اسی وقت ترمیمی جیسے ایک جہان انہیں ملے گا کہ ان کی بیوی کے ترقیب آیا اور ہاتھ جڑ کر نیشن کرنے کے بعد ساتھ چھیننے کی اجازت چاہی جھاکنے والی رہی۔

”میرا نام چکدیش ہے۔ ادھر ہی کار بننے والا ہوں۔ جیسے کے سارے لوگ مجھے ہو رہی ہیں اور میں تو چاند ہوں، پر آپ لوگوں کی گفتگیاں میرے لیے نئی دنیا۔ کھر سے آئے ہو آپ؟“ اس کا لہجہ اگرچہ مہذب تھا لیکن آنکھوں میں ایک خاص قسم کی کھوشی تھی اور اس کھوشی کا اثر کی وجہ سے ہی وہ انہی خاص شکل و صورت کا رنگ ہونے کے باوجود زیادہ شہزادہ

بندہ لگتا رہا تھا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”کھر جاؤ گے فریاد آ رہی ہے۔“ انہوں نے کہا۔

”نہ تو تازا۔“ میرا ایک بار اپنی زبان کے لیے مارتا لپٹے ہوئے جانے والا ہے۔ میں نہیں اس کے ساتھ کر دوں گا۔“

چکدیش نے بھی جہان کی آنکھیں اس بات سن کر کھینچ لیں اور اس نے بڑی فریاد آ رہی ہے۔

”دو ہتھوں پر بھروسہ کرنا نہیں ہے۔ ہم دونی جا کر فریاد آ رہی کریں گے۔“ اس نے کہا۔

”نہ تو تازا۔“ میرا ایک بار اپنی زبان کے لیے مارتا لپٹے ہوئے جانے والا ہے۔ میں نہیں اس کے ساتھ کر دوں گا۔“

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”تم نے کھیک بچھا ہے میرا۔ اسی اور ہے۔“ اس نے کہا۔

”دو ہتھوں پر بھروسہ کرنا نہیں ہے۔ ہم دونی جا کر فریاد آ رہی کریں گے۔“ اس نے کہا۔

”نہ تو تازا۔“ میرا ایک بار اپنی زبان کے لیے مارتا لپٹے ہوئے جانے والا ہے۔ میں نہیں اس کے ساتھ کر دوں گا۔“

چکدیش نے بھی جہان کی آنکھیں اس بات سن کر کھینچ لیں اور اس نے بڑی فریاد آ رہی ہے۔

”دو ہتھوں پر بھروسہ کرنا نہیں ہے۔ ہم دونی جا کر فریاد آ رہی کریں گے۔“ اس نے کہا۔

”نہ تو تازا۔“ میرا ایک بار اپنی زبان کے لیے مارتا لپٹے ہوئے جانے والا ہے۔ میں نہیں اس کے ساتھ کر دوں گا۔“

چکدیش نے بھی جہان کی آنکھیں اس بات سن کر کھینچ لیں اور اس نے بڑی فریاد آ رہی ہے۔

”دو ہتھوں پر بھروسہ کرنا نہیں ہے۔ ہم دونی جا کر فریاد آ رہی کریں گے۔“ اس نے کہا۔

”نہ تو تازا۔“ میرا ایک بار اپنی زبان کے لیے مارتا لپٹے ہوئے جانے والا ہے۔ میں نہیں اس کے ساتھ کر دوں گا۔“

چکدیش نے بھی جہان کی آنکھیں اس بات سن کر کھینچ لیں اور اس نے بڑی فریاد آ رہی ہے۔

”دو ہتھوں پر بھروسہ کرنا نہیں ہے۔ ہم دونی جا کر فریاد آ رہی کریں گے۔“ اس نے کہا۔

”نہ تو تازا۔“ میرا ایک بار اپنی زبان کے لیے مارتا لپٹے ہوئے جانے والا ہے۔ میں نہیں اس کے ساتھ کر دوں گا۔“

چکدیش نے بھی جہان کی آنکھیں اس بات سن کر کھینچ لیں اور اس نے بڑی فریاد آ رہی ہے۔

Italiano®

Permanent Hair Colour Cream

Free Developer Inside



Nourishment for Hair With Silk Protein, Vitamin E & Hair Conditioner

تھے کیونکہ وہ اپنی برسوں پرانی بیویوں سے اب بچے تھے۔
 منیر کی شادی کو پندرہ سال سے زائد عرصہ گزر چکا تھا
 اور اس عرصے میں اس کی بھی خوب صورت کلائے والی بیوی
 چھ ہمدرد بچوں کی پیدائش کے بعد بھول کر اپنی بچی بھول گئی تھی کہ
 اس مٹاپے میں اس کے نکل و کاروبار جانے کے ساتھ ساتھ
 جلدی رنگت اور تازگی کو بھی زوال آیا تھا۔ اس زوال شدہ
 حسن والی صورت کو اپنے چھ ہمدرد بچوں کی پرورش پر لگا کر تیسرے
 خود دل بھر کر عیاشی کرنا پھرنا تھا اور اس عیاشی کے لیے اسے
 ایسی آڑ سی لگنی کہ بھی پلاس بھی نہیں آیا تھا۔ وہ ایسا عمار تھا
 کہ کھلم کھا کر ہاتھ پائی جانے کے بعد خود بخود بھرا بھری رہا تھا
 گاہ پر نکل ہو گیا تھا لیکن بیوی بچوں کو پہلے والے گھر میں ہی
 چھوڑ دیا تھا۔ بہانہ یہ تھا کہ حکیم کے سربراہ کی فست واری
 بہت بڑی ہے اور بیکسوں سے یہ فست واری بھاننے کے لیے
 ضروری ہے کہ وہ گھر کے زندگی کے گھیلوں سے دور رہے۔
 مثال کے طور پر بیٹی کرنے کے لیے بیٹا اکبر کا طرز زندگی
 موجود تھا جس نے اپنے مشن کی خاطر کسی شادی نہیں کی تھی۔
 منیر چونکہ پہلے سے شادی شدہ تھا اس لیے یہ تو ہو نہیں سکتا تھا
 کہ وہ بیوی بچوں کو مکمل طور پر چھوڑ دیتا۔ اس لیے اس نے یہ
 بندوبست کر دیا تھا کہ مستقل تو یہ تیسرا اکبر والی رہائش گاہ پر
 رکھے گا لیکن وقتاً فوقتاً ہر ضرورت بیوی بچوں سے بٹھے گی
 جاتا رہے گا۔ بیوی جو عرصے سے اس کی بے رونق اور بے
 اہتالی سب رہی تھی، اس بات کو اپنی زندگی کرتی۔ ویسے بھی
 اب اس کی زندگی جس گج پر آئی تھی اس میں اس کے لیے
 بھی کافی تھا کہ اسے اپنے اور بچوں کے لیے خرچ پانی ملتا
 رہے اور ظاہر ہے منیر کے نائب سے سربراہ ہونے کے بعد
 آدنی میں اضافہ ہوتا ہی ہونا تھا چنانچہ وہ منیر گھر کے اپنی
 جگہ پر بیٹھتی اور منیر صاحب کو کچ کر کے پشرا بھری رہا کھ گاہ
 پر لگتی تھیں جہاں اسے ایک وقت بہت سے مسائل سے نجات پز
 رہا تھا اور وہ خوش قسمت رہا تھا کہ ہر تکلیف کے بعد راحت
 ملنے کی امید ہوتی ہے۔ اور اب سامنے جو بڑی موجود تھی،
 اسے دیکھ کر اسے لگ رہا تھا کہ راحت ملتی ہی ہے۔
 بڑی کو ایک ایسا شخص اپنے ساتھ لے کر آیا تھا جو
 برسوں سے تحریک کے ساتھ وابستہ تھا۔ اور اس نے اپنی
 اہانت اور صلاحیتوں کے باعث اتنی جگہ بنا رکھی تھی کہ وہ جب
 چاہتا ہے پشرا اکبر سے ملاقات کی اجازت مل جاتی تھی۔
 چنانچہ منیر کو بھی یہ اجازت دینی پڑی اور جب وہ اس کے
 سامنے آیا تو وہ اس سے آمد کا مقصد پوچھنا بھولی کر اس کے
 ساتھ موجود منیر صاحب میں لگ رہا کہ وہ منیر کی قسمت

تھی کہ تنہا کے نام پر اس کی آنکھوں میں آنسو بہا رہا ہے
 دھار اور طوفانی پر قریب قریب لگانے کے تین تونوں کے
 علاوہ کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ حقیقت میں اس کا اس کا
 تھا کہ اسے کسی مصنوعی تنہا کی ضرورت تھی بھی نہیں۔ وہ
 ساتھ لے کر آنے والے شخص نے منیر کی بے ضروری دوستی
 نظروں سے اٹھا کر دیکھا تھا کہ ہونے لگا تھا کہ آواز لگا
 "بھئی جاننا ہے ہر کار ہر شہر کی رہنے والی ہے اور
 ہی میرے گھر چلی ہے۔ اس کا بھائی طالب بھی کسے مانے
 میرا دوست ہوا کرتا تھا۔ ہر ساتھ گرجا بٹھان کر رہے تھے
 انہی اتنی تھری وہ جتنی مونی تھی کہ ہم نے ایک ۱۰۰ سے
 دھار کر رکھا تھا کہ زندگی میں بھی وہوں میں سے کسی کو
 ضرورت پڑی تو دوسرا ہر حال میں دوستی کے رستے و اجازت
 ہونے اس کا ساتھ دے گا۔ اتفاق یہ ہوا کہ میرا
 وادی موت کی خبر سن کر تعلیم مکمل کیے بغیر ہی انہی
 گھوم رہا تھا کہ اس نے مجھ سے کوئی اہل نہیں تھا۔ میں بھی
 تعلیم مکمل کر کے واپس یہاں آیا تھا کہ وہاں زندگی میں
 لیکن کل جب کہ جہاں ایک گنا کے ساتھ میرے گھر
 مجھے یاد آیا کہ میرا ایک دوست ہوا کرتا تھا جو مانے کی
 میں مجھ سے بچھو گیا تھا۔ مگر جہاں نے مجھے جو
 میرے دوست نے میرے نام لکھا تھا لیکن اس وقت کے لیے
 جب وہ زندہ نہ رہے۔ اس خط میں اس نے مجھ سے درخواست
 کی تھی کہ میں وہاں جا کر رہا جانے والی اس کی سزا نہیں
 ہوں۔ خدا میں موجود ہر اور مگر جہاں کی زبان سے
 والے حالات کے مطابق جو تحصیل میرے سامنے آئی تھی
 کہ میرا دوست شہر واپس چلے کے بعد اس نے اپنی
 ایک شخص کو بتایا تھا کہ وہاں کے ساتھ رہ کر وہ
 گزار رہا تھا اس میں یہ لازمی تھا کہ اس کی رہائی
 بھی ملے گی ہو جائے گا۔ اسے زندگی کی پوچھ گچھ
 اپنے دل کو آزاد اور یمن چاہتا تھا اور خواہش مند تھا
 کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکے۔ اس خواہش نے اس
 تعلیم کے علاوہ وہاں وہاں اور بھائی سب کو چھوڑ دیا
 نہیں تھا کہ وہاں سے دور و کر ان کی محبت کو بھی
 ہوں۔ چاہے مجھوں ملاقات نہ ہو سکے لیکن وہ خوش
 رہ کر بھی ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ گھر میں جان
 موجودگی کے باعث اسے کسی بھی کہیں کا نہیں
 لیے اس کے سوا کوئی اور موجود ہے لیکن اس کا یہ
 ایک دن تم ہو گی اور اس کے بھائی کو ایک چوہہ
 کے جرم میں پھانسی سے جاک کر دیا گیا۔ اس وقت

شہوت سے احساس ہوا کہ وہ اور بہن کو کسی مرد کے سپرد کی ضرورت ہے لیکن وہ جو انھوں نے بہنوں کے حلقہ کے لیے ہمدرد کرنا تھا وہ ایک ایسی ہی اور بہن کی خاطر سب کچھ چھوڑ چھڈ کر کیسے گھر چھوڑ سکتا تھا۔ وہ اپنے ہی ملائیں اس کا اپنے گھر میں ان لوگوں کے ساتھ رہنا ممکن نہیں تھا کیونکہ وہ اس کے خون کے پیاسے تھے اور جنہوں نے اس سے وہی میں اس کے بھائی کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ پھر اسے گھر میں سکون سے کب رہنے دیتے۔ وہ دل پر پتھر رکھ کر فریاد کی اسے اور یوں میں مصروف ہو گیا لیکن شاید اسے احساس تھا کہ جلد وہی بہت سوں کی طرح جام شادیت نوش کرے گا۔ اس لیے اس نے بہن کے حلقہ کے لیے اتنا کیا کہ میرے نام ایک ٹکڑا کر ٹھونڈ کر دیا اور میرا ہاتھ نہیں کہنے کہ اسے بھائی کی طرح اسے کچھ کب حالات اس کے لیے بہت سنگین ہو چکے ہیں تو وہ اس کے لئے اس خلاصیت میرے پاس بھیجے جانے۔ اسے سنگین تھا کہ میں طالب علمی کے زمانے میں اس سے کیا کیا عہد آپ بھی نہیں بھولا ہوں گا۔

”لیکن سنی گل جان اس نے اس کی بات کو اپنے بلا سے باندھ لیا اور جب بھائی کی شہادت کی اطلاع ملنے کے ساتھ ہی اس کی ماں نے صدمے سے دم توڑ دیا تو اس نے بھائی کی اب وہ وقت آچکا ہے جب اسے اپنی ہلاکت کے لیے شہر چھوڑنا ہوگا۔ یہ بھائی کی فریاد کے ایک ساتھی کے ساتھ شکل سطر کے میرے گھر چلے گئے اور مجھے اس کا اٹھا دیا۔ مجھے اپنا دوست بھی یاد تھا اور اس سے کیا کیا وعدہ بھی اسی لیے میں اسے یہاں دینے سے انکار کر ہی نہیں سکتا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے میری بیوی راضی نہیں ہوئی اور اس نے ایک رات میں ہی ہنگام بھاگا کر دیا کہ اسے گھر سے نکالو۔“

”لیکن کیاں؟“ گل جان کو دوزخہ نظروں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ ہندی تو جہ سے پورا قصہ سنے میرے لئے سوال کیا۔

”وجہ بالکل واضح ہے سرکار! آپ گل جان کو گوار تو دیکھیں یہ سنی گل میں لڑکی ہے۔“ اس نے وجہ نکلا وہی تکیہ تیری جو یہ کام پہلے ہی کر چکا تھا اور اسے اعتراف تھا کہ لڑکی کا سن اتنا کمزور ہے کہ بڑے بڑے ماہیوں اور زہروں کو بھی اسیحان میں جلا کر دے۔ اس سن بہ بھائی کی وجہ بھی اب اس کے سامنے آتی تھی کہ وہ اس حلقے سے قطع رہتی تھی جسے ہنسبہ بھائی کہتا تھا اور جنت میں تو حوریں ہی بنتی تھیں اور گل جان تو شاید ان حوروں میں بھی سب سے ایک ہی چمک دکھ رہتی تھی۔ اس کے جسم پر سویرا شہد میری

پاس بھی اس پر خوب بک رہا تھا۔ یہ اور بات کہ تیرے لئے لپاس پر تو چمک دی تھی اور اس کے پیچھے چپے تھانے کوئی نظروں سے مخفی نہ کی کوشش کرتا رہا تھا۔

”اس کے سن سے لڑ کر میری بیوی نے شہر چھوڑ دیا اور میں بڑے بڑے پڑے تھے کہ اپنے گھر میں نہیں رہوں گی جس کی وجہ سے مجھے اپنے شوہر کے گھٹنے کا درد ہو۔ اب آپ ہی سوچیں کہ میں کیا کر سکتا تھا۔ شادی نہ ہوئی ہوتی تو وہیں کا ہاتھ تمام کر سہارا دے دیتا لیکن اب تو میری بیوی کی بیٹی ہے کہ وہ میرے بچان کی ماں اور دکھ صدی کی ساتھی ہے۔ لیکن میرے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ میں اسے ماں سے یہاں بھی لگایا اپنے دوست کی بہن کو ہے اسرا چھوڑ دوں اس لیے اس مشکل کے حل کے لیے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ میری مدد کریں۔“ اس نے اپنے آپ کو مایوس کیا تھا۔

”اسے شہر سے یہاں لانے والا شخص کہاں ہے؟“

”اسے تو سنی ہی اسے چھوڑ کر دورا سے سی واپس لوٹ گیا تھا۔ آپ ایسے لوگوں کو جاننا ہی ہوں گے کہ اپنے

دو دو کو پھیندو رکھنے کے لیے سنی اور واری سے کام لینے لیا۔ اس نے مجھ سے اپنا تعارف کروایا میرے گھر جانے پر گناہی گوارا نہیں کیا اور اسے قہوروں واپس لوٹ گیا۔ اس لیے میں کھل بھول ہوں کہ اس لڑکی کی ذمے داری کو گوارا ادا کرنا اور حالات کی وجہ سے اٹھا بھی نہیں پاتا۔ اس کا اعزاز بڑا ہے جس تھا۔ اس کے ساتھ سویرا گل جان نے دور رہی تھی اور اسے کھائی نہیں کی تھی اور بہت آوازوں سے میری آنکھوں کے ساتھ میں سر جھکا کر کھینچتی رہتی تھی اپنی نگاہ کا فیصلہ شے کی ہنسر ہو۔ اس کی آنکھوں میں گہرے لیے اس سنگین پانی سے تیرے دل کی دنیا کو بڑھاتا ہوا لڑکر اور وہ شہوت سے خواہش کرنے لگا کہ یہ بیوی کی طرح اس میں جائے تو وہ اس کے سارے وجود کو ہنسبہ سے لے لیں وہ جس مقام پر تھا وہاں زبان سے اسکی خواہش کا اظہار ممکن نہیں تھا چنانچہ میرے کام لینے ہوئے نہایت مہذبانہ لہجے میں ہندی کی طرف متوجہ ہوئے ہوئے پوچھا۔

”تم بتاؤ کہ تمہاری کیا خواہش ہے؟“ اس نے ہانپتے ہوئے کہا اس کے لیے ہاتھ کا ہنڈو دست کر دیا جائے اور ایسے ہی کوئی مناسب لگا لے اس سے اس کی شادی کر دی جائے۔

”یہ تو ذرا لمبا ہے دیکھو جو جانے کا سرکار۔“ شادی کے لیے مناسب لگا لے تھکے یہ تھا کسی تکیہ کیسے نہ لے۔ لیکن اس نے اور اس پر سے بے حد خوب صورت تھی۔

”میں نے فوراً عرض کیا۔“ اس نے فوراً عرض کیا۔

”میں نے فوراً عرض کیا۔“ اس نے فوراً عرض کیا۔

”میں نے فوراً عرض کیا۔“ اس نے فوراً عرض کیا۔

”میں نے فوراً عرض کیا۔“ اس نے فوراً عرض کیا۔

میں بند کر کے دروازے کے پاس لگا کر اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ چلی کی موت کی اطلاع سن کر وہ سر سے شہر سے اڑ کر آنے والا اس کا شوہر ثابت تو ثابت کے ساتھ اس کے گھر گیا سکتا تھا۔ وہ بے گھر بھی اس کے آنے تک بیٹھا کبر کے غائب ہوا اس کے ہاتھوں کی پر اسرار ہاتھ کا تھکا ہوا ہاتھ ہر جگہ تھا کہ اگر وہ کسی قسم کے قلب کی بیماری پر وہاں رہنے کی کوشش کرتا بھی تو اس کی آواز نہ رنانے میں غلطی کی آواز سے زیادہ اہمیت نہ دیتی۔ اس نے وہی ملازمہ کا قصہ جو کئی تھا۔ شہر کی ساری دلچسپی اس بات میں تھی کہ وہ گل جان کو اپنے دربار میں گاہ پر ملازمہ رکھنے کی صورت میں حرم سے دل کے سارے ارمان پورے کر سکتا ہے۔

”بہت بہت شکر ہے سرکار! آپ نے میری درخواست قبول کر کے میرے سر سے بہت بڑا بوجھ ہٹا دیا۔“ شہر اپنی سوچوں میں اڑ رہا تھا کہ وہی نے ماہی سے شکر یہ ادا کرتے ہوئے اسے حال کے سحر میں داپہا کھینچا۔

”میں آپ تم جاؤ۔“ اٹھا اور عرض تھا کہ تم سے وہاں آیا۔ جس میں اتنا احسان مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“ گل جان میں صبر اور بات بگڑ چھوٹے ہاتھ آجانے سے میرا کا لہجہ خود بخود ہی شگفتہ ہو گیا تھا۔

”جیسا آپ کا حکم۔“ وہ شخص فوراً اٹھا اور میرا ہاتھ راست گل جان کو تائب کرتے ہوئے ہلا۔ ”یہ تمہارے سرکار گل جان۔ ہم میں سے ہر ایک ان کا حکم پر عمل میں پورا کرتا ہے۔ تم خوش نصیب ہو کہ تمہیں ان کے تکیہ نہ ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ خیال رکھنا کہ انکس تم سے کوئی شکایت نہ ہونے پائے اور یہ نہیں چاہی کہ تم ہر قدم پر اپنی ہی بہت بھلاؤ۔“

گل جان نے اس کی ہدایت سن کر مصروفانہ انداز میں زور زور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بغیر زبان ہلانے صرف سر کی پتیلی سے رضامندی کا اظہار دینے وہاں ہی اس نے شہر کا پہلے ہی موت پت واپ اور بھی سوہ لیا۔ اس نے ہنسنے والی کے وہاں سے رخصت ہونے کا اظہار کیا اور جیسے ہی تھالی ملی۔ گل جان کی طرف توجہ نہ لگا ہوں سے دیکھتے ہوئے بڑے انداز سے ہلا۔

اس کا قرولی اٹھیں وہاں گاہی ہاتھ اتنا دھل تھا کہ اس کے سامنے ٹھیک ٹھیکے کا پیش قیمت گلاس معمولی لگ رہا تھا۔ میر نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیے ہوئے جان بوجھ کر اپنی اٹھیں کو اس کے ہاتھ سے کس اور سرد سے دھو دیا اور ہاتھ سے ہوا ہی نہ رہی۔ ہاتھ اپنی جگہ رکھا اور اس کا ہاتھ اتنا دھل تھا کہ اس کے لیے پکارنا پڑا اور ہاتھ بھانسنے سے اس کے جسم کے مختلف حصوں کو بھی چھوڑنا پڑا۔ لگ جانا نے ایک بار بھی عرض نہیں کیا اور وہی صاحبہ کی طرح صبر الٹی اور پریشان نظر آئی۔ اس کے روپتے سے یوں لگ رہا تھا کہ اس نے خود کو کئی کئی اس..... صحبت کو گروہ سے باغض کیا ہے اور واقعی میری برطرفی کی خدمت چاہنے کو چاہ رہا ہے۔

میر جہاں سے یہاں رکھتے وقت سوچ رہا تھا کہ اسے اپنے بیڑوم تک لانے کے لیے کچھ میر کرنا پڑے گا اور شاید زور نہ دیتی سے بھی کام لہنا پڑے گا، رات آنے تک اس کے روپتے سے چھین کر چٹا کر دیا آج ہی اسے اپنی خواب گاہ کی زینت بنا سکتا ہے۔ اس کا یہ چھین گلا بھی نہیں نکلا اور جب اس نے گل جاناں کو اپنے لیے جام چاہ کر کرنے کے بعد اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بڑے اطمینان سے بیٹھ گئی۔ یہ کمالی بہت بڑی تھی۔ میر کی ہاتھیں گل گئی۔

”تم بہت عیاری لڑکی ہو۔ میں نہیں چھین دلاتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اس گھر میں بہت عیش و آرام سے رہو گی۔ گل جاناں سے جا ملنے کے لیے اس نے ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑ لہجے میں دودھ کرنے لگا۔ اس کے لہجے اور حرکات و سکنات سے جھلکتا سرور پتھر ہاتھ ہاتھ سے پھلے ہی بہک چکا ہے اور یہ تھا بھی کج۔ وہ شراب سے پہلے شہاب کے نشتے میں جھکا ہوا گیا تھا۔

”میں خوش ہوں کہ میرے بھائی کے دوست کی بیوی مجھے اپنے گھر رکھنے پر راضی نہیں ہوئی۔ اس کے انکار کی وجہ سے ہی میں آپ تک پہنچی ہوں۔ آپ کا گھر مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ یہاں کھلتی کی ہر چیز موجود ہے۔ فرنگی میں اتنے حوسے کی کھانے کی چیزیں بھی ہیں۔ وہاں کھیمیر میں تو میری بڑی مشکل میں رہتے تھے۔ جب تک بیازنہ تھے پھر بھی حالات ٹھیک تھے۔ ان کے مرنے کے بعد تو ہم پر بڑی لگ ہوئی۔ مشکل سے دوگی ہو سکی کھانے کو کئی کئی اور بھی کئی توفیقی کرنا پڑتا تھا۔ میں لگ آئی تھی ان زندگی سے۔ اللہ نے میری قسمت کھول دی کہ انی ٹھیکوں کے بعد یہاں پہنچا دیا۔ آپ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے کہ آپ مجھے اپنے پاس رکھنے کے

لیے راضی ہو گئے۔ میں آپ کا بہت احسان مند ہوں۔ میر نے آپ کی اتنی خدمت کروائی کہ آپ خوش ہو کر میرے پاس پہلے سے سرد میں آئے میر کو اس کے الفاظ نے میری خوشی بڑھایا اور وہ اس کے ہاتھ کو جڑ سے دھتے ہوئے بولا۔

”بھول جاؤ اپنی پچھلی ساری ٹھیکوں اور کھیمیر کو میرے گھر میں تم راضی ہیں کہ رو ہو گی۔ یاد رکھنا کہ میں نے یہاں کھیمیر صرف اپنی ذاتی خدمت کے لیے رکھا ہے۔ بھلاؤ، برتن، کھانا پکانا یہ سارے کام وہ عورت کرتے جو پہلے سے یہاں ہی کام کر رہی ہے۔ تم بس میرے گھر سے میں رہ کر اسے قریب میں رکھنا اور مجھے وقت پر کھانا پانی پکانے کا کافی وغیرہ دینی رہنا۔ تم زیادہ سے زیادہ میرے ساتھ رہو، میرے لیے بس یہ خدمت ہی کافی ہے۔ تم بھی کھیمیر کی طرح کھیمیر کے تحت کاموں میں جھومتی رہنا۔ اسے ساتھ خدمت ادا کرنی ہو گی اور مجھ سے باہر نہ دل دینے۔ اگر وہی یہ علم بھی نہیں کر سکتا۔“

”وہی نا، آپ تو بہت ہی قندہ ان لگتے۔ اس کی باتیں سن کر گل جاناں نے خوشی سے میرے لہجے میں کہا کہ اب میری جڑ میں آ کر اس سے نہ صرف لہٹ کئی چند چٹا پڑتا ہے اسے چم بھی لیا۔ اس کی اس جہاد پر میرے پچھلے ہاتھ پکنا اور کھیمیر اس خیال سے عیش میں آ گیا کہ لڑکی خود کہے ہوئے اس کی طرح اس کی بھولی میں کرنے کے لیے چاہ رہی ہے۔ اس نے میری سوچ سے فائدہ اٹھا لیا اس کے خیال میں میرے راضی ہونے کی تھی لیکن حقیقت میں اسے بالکل ہاتھ کر جوش میں لگا کر انسان اپنا ہوش کھو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ کئی بھی ہو رہا۔

”بڑا چالو بندہ تھا۔ میرا تو بڑا اول چہرہ ہاتھ کہ اس سے زیادہ وہ ہاتھ کر لوں پر آپ نے اسٹوٹی ہی ایسی بنا دی تھی کہ شرمیلے دلہنا کاروں نے کرتے ہوئے جھنجھٹا ہونے میں اس سال کو بنا میں جاتا کہ وہ میرے تو ہم کو بڑا بڑا بگڑنٹش، سلو اور شو بڑا کو سرا نے میں چھوڑ کر خدمت ہو تو تمہاری میر آتے ہی سلو کی زبان چل پڑی۔

”میں بھی مجھ ہاتھ کہ وہ دودھ آتی ہے اور ان کی سادہ لوقی سے فائدہ اٹھا کر انہیں لگنے کا کام دیا۔ وہاں لکھن میں نے مناسب بھی سمجھا کہ اسے احساس نہ ہونے اور کہ ہم اسے سمجھ گئے ہیں۔ ہم یہاں اتنی ہی ہوں ہمارے لیے یہی مناسب ہے کہ غیر مختلف لوگوں سے لگے بغیر اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں صرف اس لیے دے لگ کر بیٹھ میرے کے ساتھ ساتھ بندھتے

کے زیادہ دم ہو جائیں۔ باقی ہمارا کسی سے لہنا دیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ چند گھنٹہ میں سے وہ کھوڑا اٹھنا سکتا ہے۔ اس عورت کو نے وہ اتنا دودھ سے لیے دو۔ ہم نے اسے خریدا تھا۔ ویسے بھی آگے سفر کے لیے ہمیں کھیمیر چھوڑنا ہوا کہ تو کیا برا ہے کہ چند گھنٹہ میں اسے لے لیں۔ یاد رہے کہ شہرے ہوئے لہجے میں اس کی بات کا

”یاد رہا۔ وہ ایسے ہی چند گھنٹہ کو کھوڑا لگ کر کیوں لے کر میرے گھر میں تو اس کھوڑے کی دم کھری کر لوں گا۔ تم اس کے دل سے کتنے اچھے دوست بن چکے ہو۔ وہ میری عورت ہے۔ اس کا دل اس کی جگہ کے ہاتھوں لگ جاتا ہے۔ یہ مجھے حلوہ ہے۔ اس کی صحبت کو خاطر میں لائے بغیر سونے چمک کر میرا دل چمک رہا تھا۔

”ٹھیک ہے جو تمہاری چاہ ہے کہ وہ میرے بھی نہیں سوسے میری گھر خوب آتی ہے۔ عورت کو سے تمہاری تم نے اچھا سا لگا لگا۔ تم اور کم میں آگیا ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔“ ٹھیک لہجے میں بولے شہر یار کا اشارہ میری صحبت کے گل کی طرف تھا۔

”بہت گھر کی خواہش پر اسے گل کر کے یہاں تک کے سفر کی خدمت حاصل کرنے سولی کا کار تھا۔

”سلو اس کی بات سن کر زور سے ہنسا۔

”میرے ہاتھ کا نتیجہ سو رہا ہے کہ عورت کو کے سامنے آیا ہے۔ میرے چارے بھی لگائیں اور کوٹنے سے مدد ہی ہو گی۔“

”کمالی مطلب ہے۔“ گلہیں اتار کر اپنے ہاتھ کے زخم کا چاکرہ لپٹے ہوئے شہر یار نے چمک کر بولا۔

”مطلب یہ کہ میں نے اس کے ہاتھ سے کھیمیر کو گل نہیں لیا تھا اور صرف قیمت پر لگا کر بیٹھے آ گیا تھا۔“ اس نے اپنے سے سمجھاتے ہوئے کارڈ سے جواب دیا۔

”یہ تو وہ خلاف ہی ہے۔“ شہر یار اور میری صحبت کے گل پہنکی سے اسٹی نہیں قرین سلو کی زبانی گل کر چمک گیا۔

”ایسے معاملات میں ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ اس شخص نے جو داستان سنا لی تھی اس میں نتاج تھا اور کتنا جھوٹ۔“ ہونے کو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سچ ہوا کہ میری صحبت عظیم ہو اور عورت کو بڑا چمک سے کام لے کر اپنے گل کی خاطر اسے گل کر دیا جائے گی ہو۔ ہم بیچارہ میں اپنے سر گل کا انہیں لیے اور کسی شکل میں بخش جاتے۔ تم خود سوچ کر میری صحبت قتل ہو جاتا اور کسی وجہ سے عورت کو بگڑی جاتی تو اس نے تو سارا کچ اگل دیا تھا۔ پھر اس کے سر اس والے اس کے ساتھ تو جو سلو کرتے سارے لیکن انہوں نے

میں بھی نہیں چھوڑا تھا۔ عورت کو سے ہمارے لیے پھر چکر اور ہماری تلاش میں گل کھڑے ہوئے اور ہم خود کو مشکل میں پھنس سکے تھے۔ تم خود سوچو تو میں نے جہ جہ کیا نہیں ٹھیک لگے گا۔ میری صحبت کی سچ آکر گل ہو گی تو وہ خود کو بہت پر ہا کر کھوڑا میری ہوا گا اور اگر نشتے کا ذرا بھی اتنا تو بھی سوچا ہو گا کہ شہرک میں اور پر چمک کر سب کو کیا پتا نہیں چلا۔ بہت سے بہت وہ بیوی پر چمکے چلائے گا کہ اس نے اس کا خیال نہیں کیا اور رات بھر بہت پر ہی گزار دینے دیا۔ اس چال باز عورت کے پاس لہٹنے کے لیے کیا ہو گا؟ وہ دل میں ہمیں کیا لیاں ضرور دے گی لیکن ہمارے خلاف کچھ کر نہیں سکے گی۔ یوں راوی ہمارے لیے لیکن ہی لیکن لگے گا۔“ وہ اپنی کارروائی سے پوری طرح مطمئن تھا۔

”مجھے وہ لڑکی کئی گئی تھی۔“ شہر یار نے اپنی رائے کا اظہار کیا اور بیٹھنے کے لیے کچھ عورت کرنے لگا۔ وہ دونوں ہی بہت لگے ہوئے تھے اس لیے چند گھنٹوں کی بند لپٹنے کی اشد ضرورت تھی۔ سونے سے گل شہر یار نے اپنا ہاتھ تھم لیا اور کھیمیر عورت نہ ہونے کی وجہ سے وہ میری صحبت کے راضی ہوئی اور کرتے میں اب بھی عیش کر رہا تھا۔

”یہ مرد کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اسے دنیا کی ہر خوب صورت لڑکی لگاتی ہے اور اس طرح وہ خود کو مصیبت میں پھنسا لیتا ہے۔“ سلو نے اس کی رائے پر فلسفیانہ لہجے میں تبصرہ کیا تو اس کی آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔

شہر یار نے اس کی بات کو نظر انداز کر دیا اور بیٹھنے کے جسم پر چادر پھیلا کر اوڑھتے ہوئے تنہائی کے نشورہ دیا۔

”بہتر ہے کہ تم اپنے شہیلی چڑھنے جیسے دماغ کو ضرورت سے زیادہ چلانے کے بجائے اب خاموشی سے سو جاؤ۔ میں روٹی جاناے والی بس پر آتی ہی وقت پر سو رہا ہوں اور گا اور اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم ٹھیک ڈام پر جاگ جائیں۔ میں نے سرائے کے ڈانگ کو اتایا ہے کہ اسے ہمیں کب اٹانا ہے۔ کھیمیر بھی میرے ساتھ ہی اٹھنا ہو گا۔ اس وقت نکلیتے مت کہہ کر کہ تمہاری خیر پوری نہیں ہوئی۔“

”لو کے پاس نہیں کروں گا نکلیتے لیکن ابھی میں سو نہیں سکتا۔ ابھی مجھے کھوڑے کا سوا دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں اس کام کے لیے سرائے کے ڈانگ سے مدد لینا چاہیے۔“ سلو فیصلہ کرنے میں کہتا ہوا کھڑا ہوا کہ تو اس نے شانے اپنا کتے ہوئے کر دت جال لی۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ بڑھ کر ہے اس پر گل بھی کرے گا اور شاید یہی کام کرنا پائی تھا جب ہی سلو نے اس کی طرح دعویٰ کرتے سے جھلکا۔

میں خود کو مصروف رکھنے کے لیے چلا آتا ہوں اور نہ کوئی لوٹتی ہے اس بڑے دینے والے کام بندہ کرنے کی۔" بڑھا دیا اس نے آکر اپنی جگہ پر بیٹھا تو خود ہی اسے بتانے لگا۔ اس کے دوسرے کے مطابق اس کے بیٹے نے وہاں کھینچنے میں واقعی ہانک دیر نہیں لگائی اور فوراً ہی نکلتے گیا۔

"کی گئی ہے پتائی امطارا بول رہا تھا میں بیٹو پار ہے سی۔" اس نے سلوکو ایک نظر دیکھا اور باپ سے ہاتھ پکڑے۔ "آہو پترا! میں بیٹو اس بندے مال ڈالنے واسطے چاہتا رہا تھا۔ اسے اپنا گھوڑا بیچنا چاہتا ہے تو میں نے کہا تو وہ نے تجھے اپنے نام کے لیے گھوڑے کی کوڑھی بنا۔" بڑھانے بیٹے کو بتاتا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"گھوڑا میں نے دیکھا ہے وہی ہے جو اجہر دو روز سے کے پاس بندھا ہے۔" اس نے تصدیق چاہی اور اثبات میں جواب لے کر پھر ہی طرح سلوکو کی طرف متوجہ ہو گیا۔ توڑنی ہی گفت و شنید کے اور جلد ہی دونوں میں صلہ پڑ گیا۔

"کسی توڑنی دیر اجہر بیٹھو، میں ابھی رو رہے رہا ہوں۔" مناسب قیمت پر سوچا ہو جانے پر اس نے سلوکو سے کہا۔ اصل میں امرت گور کا حکایت کر رہا وہ گھوڑا اتنی اتنا زیر دست تھا کہ جو پاتا غرضی ہی ہے۔

"ٹھیک ہے بھرا، یہ خیال رکھنا کہ سووے کی گئی باہر نہ نکلے۔" اجہر تجھے کا ایک بندہ ہے جگہ میں اس کی نگھی گھری گھوڑے پر۔ یہ اپنے کو وہ جگہ ٹھیک بندہ نہیں لگا اس لیے اس سے سوچا نہیں گیا۔ "میرا سے کے مالک کا بیٹا وہاں سے جانے لگا تو سونے اسے جاہلیت کی۔"

"جگہ میں... وہ تو وہاں اجہر عاش بندہ ہے۔ چنگائی ہوا کہ کسی اس کی باتوں میں نہیں آئے ورنہ نقصان اٹھاتے۔" وہ فوراً ہی بولا تو سونے اندازے کی تصدیق پر مسکرایا۔ "توڑنی دیر بعد ہی اس کی جیب میں ایک معقول رقم چھٹی جاتی تھی۔" اس نے کہ جب صحبت تہا ہوا وہ کرے میں آیا تو شہ پار سو چکا تھا۔ وہ بھی کپڑے چل کر سونے کے لیے لیت گیا۔ کامیابی کی خوشی اور ممکن نہ مل کر ایسا کام دکھایا کہ جس سے ہنر پر لگنا تو کسی نوٹ کر نیند آئی کہ کچھ ہوش لگے۔ اس سے ایک کہ اسے ان دو افراد کی آمد کی بھی خبر نہ ہو گئی اور ان کی روشنی میں بھی شہ پار یک پڑ سے کرے میں کسی سامنے کی طرح داخل ہوتے تھے۔

حاصل نہیں کیا تھا۔ سلوکو آتا ہوا ہار نکلتا اور اس کر کے کا بیخ کیا جہاں ان کی میرا سے کے مالک سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہ کوئی بہت بڑی میرا سے نہیں تھی۔ چھوٹے چھوٹے بس دو تین ہی کرے رہتے تھے اور عمارت کی حالت دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ یہاں بہت کم لوگ ہی ٹھہرتے ہوں گے۔ اس چھوٹے سے قصبے میں زیادہ آتا بھی کون ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہوگا کہ دو دو بیٹا توں سے کسی قسم کی خرید و فروخت کے لیے آنے والوں کو گرامات ہو جاتی ہوگی تو وہ راست کے وقت سڑک کرنے کے بجائے راست بھر کے لیے میرا سے میں قیام کر کے سچا روانہ ہو جاتے ہوں گے۔

"کون...؟" وہ دفتر لیا کرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میرا سے کے مالک نے بڑبڑاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ دراصل وہ دونوں ہی بیڑ پر بھائے کر رہی پر بیٹھا اور گھبراہٹ اور کھٹک پیدا ہونے پر ہنک گیا۔

"میں ہوں اور اجہر۔ تمہارے میرا سے کا پرہنہ۔" سلوکو نے اس کے سامنے سوجو کر رہی پر نکتے ہوئے جواب دیا۔ وہ جس کر رہی پر بیٹھا تھا اس کی حالت کافی خستگی اور لگتا تھا کہ اگر زیادہ بیڑ پر آتوڑن میں ہونے میں دیر نہیں لگنے کی اس لیے وہ بہت احتیاط سے اس پر بیٹھا بندہ لگاتھا۔

"ادا چھاپتا رہا کچھ کام تھا کیا؟" بڑھانے سے بیڑ پر سے نکل کر اپنی تنگ ادھا کر آنکھوں پر لگائی تو اسے احساس ہوا کہ بڑھانے کی بیٹائی بہت کمزور ہے اور وہ تنگ کے علمے شاہی ہی بگھڑ دیکھ گیا۔

"کام تو تھا چاچا، میں چاہتا ہوں کہ اپنا گھوڑا کسی کو بیچ دیں۔ اگر تمہاری جان بچانے کسی بندے کو گھوڑا خریدتا ہوں تو بتاؤ۔" وہ فوراً مطلب کی بات پر آ گیا۔ چھوٹی عمر کے بڑے تجربے نے اسے بتایا تھا کہ بڑھا جانے اور آدمی ہے جس سے دوسرے کا خطرہ نہیں۔

"اے تو کوئی مسئلہ ہی نہیں پترا میرے وہ سے پترا کو ایک گھوڑے کی کوڑ ہے۔ میں اسے چلا کر گھوڑا اٹھا دیتا ہوں اگر اسے بگھڑ آیا تو وہ خریدنے لے گا۔" اس کا دماغ میں کہ بڑھا جوش میں آ گیا اور فوراً ہار نکلتا کہ کسی کو آواز دینے لگا۔ آواز سن کر آنے والے کو اس نے جاہلیت کی کہ وہ دروازے سے اس کے بڑے بیٹے کو بلاواتے اور خود وہیں دفتر میں آ کر بیٹھ گیا۔

"میں ابھی آ جا رہا ہے منہ۔" میرا جادو اس کو فوراً دوا آئے گا۔ وہی چلی اور ادوی ہے بھوان نے مجھے۔ ایک آواز پر میری گل سنتے ہیں سارے۔ بھوان نے بھی ان پر وہی کر پائی ہے۔ کام بندہ انکے جیتا ہے۔ یہ میرا سے تو اس

یہ بیوی و سوسنی حیرت آستان جاری ہے
مزید واقعات آن لائن ملاحظہ فرمائیں

جانے گا۔ وہ پورا مہر کی پانوں میری آنکھ مل گئی اور میرا ہاتھ
کے رگے ہاتھوں بچا لیا۔ یہ ہر ماٹھ اس میں کے ڈرانے
واسے بچر بھی لے کر آیا تھا پر انہیں نونوں طوم نہیں تھا کہ اس
بچن ہال اکھاڑے سے دوچ روڑ میں کر کے تے وہاں لگا کے
جراں ہوئے ہیں۔ انکی بھینٹ لگائی ہے اس ماں دے جرتے
میں ہی سماجی وی کہ سارا جینن یاد نہیں کے۔ "شہریار نے
لہایت کا ظفر اٹھا دیا میں اپنا کارنامہ بیان کیا۔

"اب یہ تو وہی بڑی گلی ہے۔ اس سرائے کے مالک
نوں پلا کر مگر کہو کہ اسے ابھی کی ہو رہا ہے۔ دن کی ویلے
ابھی جا رہا ہے تو رات میں آتے تھے۔ آقا شریف آدمی واسے
مکن اسی میں ہے۔" نوادار نے خود رو یا تو سلوڑا اسی باہر
لنگھ گیا۔ باہر برآمدے میں بھی کوئی قاسمی روٹھی نہیں تھی۔
اصل میں عمارت بنائی ہی چھوٹی تھی اور اس میں قاسمی کی دون
کے وقت بھی اندھیرے اور گھٹن کا احساس ہوتا تھا۔ وہ
سرائے کے مالک کے دفتر نما کمرے کے سامنے بیٹھا تو
اکتلاف ہوا کہ دروازہ باہر سے بند ہے۔ اس نے کھڑکی
کھول کر اندر جھانکا۔ بڑھا کر پی پر ح سے سو رہا تھا۔
سلو نے اسے چھوڑ کر بیٹھا اور ساری صورت حال سے آگاہ
کیا۔ اس نے تھکھٹا سن کر سیدھا حان کے کمرے کا رخ
کرنے کے ہاتھ باہر کا رخ کیا اور ایک بیٹے کے ہاتھوں
پیغام بھیجا کہ اپنے بیٹے اور قیسے کے دو تین سوزنیں کو بلاؤ۔
تھوڑی ہی دیر میں وہاں ایک چھوٹا سا گھوم بیٹھ ہو گیا۔
چکھوٹیش اور اس کا سامنی اس دوران ہوش میں آگئے تھے
لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ وہاں قیسے کے سوزن میں ہی ہو
گئے ہیں تو انہوں نے بے ہوش بن کر پڑے رہنے میں ہی
مابلیت جانی۔ سرائے کے مالک اس کے بیٹے اور دو صاحبزاد
نے پہلے شہریار اور سلو سے معافی مانگی کہ انہیں یہاں اس قسم
کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا پھر چکھوٹیش اور اس کے
سامنی کے مشغول کا فیصلہ کرنے لگے۔

"اسی دن دونوں نونوں ڈاڑھی چھوٹ دے پتھے ہیں
ہو رہا ان کی بدصاحبیوں کو کٹا کرتے رہے ہیں کہ بھائی وہ
بندے نونوں انکی لنگھی لگ جاتی ہے۔ دونوں کی ویلے
شغول جیا بھی گئے پر اچ تو انہاں تو اسان وی تک ہی کھوا
وی ہے۔ ابھی مسافروں نونوں نونے وی کوشش کرن واری
حکوت انکی نہیں ہے کہ کٹا کر دی جائے۔ اب نہیں کوان کے
بارے میں دستاوی ہوگا۔ وہ چار سیچے حواڑے میں رو کر بھینٹ
کھا بھی گئے تو وہاں ٹھیک ہو جائے گا۔" آخر کار سرائے کے
بارے مالک نے سب کی گفتگو رائے سے یہ فیصلہ سنا لیا۔

فیصلہ سن کر اب تک بے ہوش بنا چڑا چکھوٹیش اور اس
اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور ہاتھ جڑ کر معافی مانگنے لگے۔
بار انہیں معاف کر دیا جائے۔ آگے وہ بھول کر بھی
نہیں کریں گے لیکن ان لوگوں کا فیصلہ تھا۔ شام
ملائے سے آئے ہوئے لوگوں کے سامنے اپنے
جراتوں کی حرکت نے انہیں بے پناہ شرمندہ کر دیا
لہوہ کی خورندہ پڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ چکھوٹیش
اس کے سامنی کا قصہ سن تو ان دونوں سے ایک
مضرت کر کے انہیں نہ صرف آرام کے لیے بٹھا
بلکہ سرائے کے مالک نے اپنی طرف سے اور بھی
کی دعوت بھی دے ڈالی۔ مناسب آرام اور
کے بعد وہ اس قیسے سے روانہ ہوئے تو ہمہ اس طرح
سرائے شہر کے ہوئے قیسے سے مسافر کی سوزنی
تھے جراتوں کی اپنے مقام پر چھوڑ دیا تھا جس سے
کے لیے یہ پروا نہ تھی۔ ساری مل جاتی۔

شہریار نے بھی جانی میں آئی ہے۔" یہ اطلاع
بھر اسٹند یار اپنی روم کی طرف دوڑا۔ یہاں
وقت کی پروا کیے بغیر چوری سستی سے اپنا کام
اس نے ایک خالی کرسی سجھال کر مابقت کا پتلا ٹروڈ
کاٹوں پر چڑھا لیا۔ ساتوں کے کوزے بھرتے بھرتے
عمارت گاہ کے سو جو کوزے حرتا کی خواب گاہ میں لگ
ڈاڑھی تھوڑی بھیل کون سے گل کھلا رہی ہے۔ اس
مطلب برآدی کے لیے شہاب اور شہاب کے کو پور
ہوئے تھے اور وہ حشر کا پور حشر کا کلام اس کے
چار ہاتھ۔
"یہ تو بڑی بکھری تانب چھلی ہے یا۔ تو کہہ
چھلی جہاں میں پھنسی ہے پر پتھے تو کہ ہے کہ یہ خود
سے نہیں ہو کر کھار کے لیے لگی ہے۔" اس نے حشر
والی آوازوں پر توجہ مرکوز رکھتے ہوئے حشر وی سے
مابقت سے کہا۔

"کوئی مسئلہ نہیں ہے سربتی ابھی کبھی بھاری
کھار ہو جاتا ہے۔ آپ میں دارا سا اشارہ کریں بھری
چھلی آپ کی بھلی ہوگی۔" مابقت نے تڑپتے جہاب
"تو میں کچھ ہو گیا اشارہ۔" اس نے جہاب
پھر سے کے اشارت بکسر چل پتھے تھے اور وہاں
کھانڈر سے پین کی جگہ عمل نہیں کی نظر آ رہی تھی۔ مابقت
اہم۔ انہیں ابتدا سے ہی یہ بھین رہا تھا کہ شہریار کے

کے بعد پان سین اب قائم ہو جانے کے باوجود اس کے پیچھے
سو جوڑوں حشر کا کھوج لگانے کے لیے ضرور میدان میں
آ رہی تھی۔ اور ساری طور پر اس مشدد کے حصول کے لیے اس
فصل کے کر تیار رکھ کر ہر کسی سب سے اہم تھا جس نے شہر
ایسی کی جگہ تھی۔ چنانچہ وہ لوگ مسلسل اس آدمی کو اپنی
نظروں میں رکھے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں اس کی رہائش
گاہ کو بھی "بیت" کہا گیا تھا جس کی وجہ سے چھوٹوں میں ہی
ان پر اکتلاف ہو گیا تھا کہ وہ ایک عمارت میں آئی ہے۔ گل
پاناں کی اس کے گھر میں آمد سے بھی وہ باخبر تھے اور یہ بھی
اندازہ لگا لیا تھا کہ عمارت کی حیثیت سے گھر میں داخل ہونے
والی اس لڑکی کو وہ اپنی داشت بتانے میں دیر نہیں لگائے گا۔
ابن فوری طور پر یہ لگ نہیں لگا جاسکا تھا کہ چھوٹی لڑکی سے
آئے والی یہ لڑکی اپنے ساتھ کچھ خاص مقاصد لے کر آئی
ہے۔ یہ تو اکتلاف عمارت کے اس پیر پتا چل رہی تھی جب
وہ اپنے گھر کو شہاب اور شہاب کے لئے میں لایا کر اس
سے یہ پتے کی کوشش کر رہی تھی کہ شہریار کے ساتھ کیا
واقعہ پیش آیا اور اس کے پیچھے کئی لوگوں کا اندازے کا ہاتھ
ہے۔ وہ کافر کا تو بھی اپنی اوقات سے بڑھ کر مل جانے پر
سب بچا کا جا رہا تھا۔

"ایک پہلی عمارت گاہ جانے کی اور دوسری اس
آدی کے گھر میں آئے کو لے کر آیا تھا۔ عمارت گاہ کے
سامنے تھیلے والی پانوں کے لیے میں پہلے ہی اندر سے ٹان
بکھڑ کر وہ دن گاہ تم لوگ پر سے اسیمان سے جاؤ مجھے
دراخت میں میں گامہانی چاہیے۔" اس نے بہت تیزی سے
اظہارات جاری کرنا شروع کر دیے تھے۔ ان پر عمل اس
پتے میں زیادہ دتھی سے ہو رہا تھا۔ گل جہاں کو لانے والے
فصل کے حشر پر تھیلے والی پانوں پہلے اپنے ہار کٹ پتھیلے۔
وہاں دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔ انہوں نے وقت کی پروا
کیے بغیر بڑی کے دروازے پر دھک دی تو دروازے سے اس سلسلے
میں اکتلاف کیا۔

"تو کہہ تو شاید لاہور گئے ہوئے ہیں۔ میری گھر
والی نے ذکر کیا تھا کہ پڑھن اپنے بیٹے والوں سے لئے
جاری ہے۔ سنے میں یہی آیا ہے کہ اس کا کیا لاہور میں
ہے۔" اور ہی پانوں کو اپنے دروازے پر دیکھ کر وہ کھس
فطرت میں جتا ہو گیا تھا اور ایک ہی سانس میں خود کو حاصل
مصلحت حشر کر دی تھی۔ پانوں کے کندہ نے ڈیٹان کو
اطلاقیاتی اور اس نے کھلے کے دو سوزنیں کی موجودگی میں
تالا توڑ کر خانہ حشر کا قائم دے ڈالا تاکہ اگر کوئی مشکوک

شہریار نے
شے لئے تو اسے اپنی تھوڑی میں لے لیا جائے۔ عمارت لے
پر پانوں نمبر ایک اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے وہاں
میں دوسری پانوں بھی اپنے ہار کٹ پر پہنچی گئی تھی۔ اسٹند یار
نے پہلے ہی یہ بندوبست کر لیا تھا کہ عمارت گاہ کی بھگوتی یہ
مضمین افراد میں اپنے آدمی بھی شامل ہوں اس لیے اس
وقت انہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور وہ سب سے رہائش
گاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر مابقت کو اپنے ہاتھ میں لانا
ان کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔ گل جہاں اور سو جوڑو اور انہا
صاحب بھی طور پر قابل اعتراض حالت میں لے۔ راجھا
صاحب کے تو حواس اپنی ہی طرح حاصل تھے کہ عمارت کا
سوال ہی پیر انہیں ہوتا تھا البتہ گل جہاں نے خود سے بہت
ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی لیکن اسے بھی جہاں نے قابو کر
لیا۔ انہیں راجھا صاحب سے بچھ لانا دیا نہیں تھا اور انہیں
ساتھ لے جانے میں نہیں اس کا بھی اندیشہ تھا اس لیے
اسے اس کے حال پر چھوڑ کر وہ لوگ صرف گل جہاں کو اپنے
ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔ رواجی سے گل اس کھلے کو بترکی
بڑی ہی چادر میں لپیٹ لیا گیا تھا۔ وہ لوگ اسے لے کر تھوڑی
سے ہی گوارنر واپس پہنچے۔ وہاں اسٹند یار ان کا شہر تھا۔
اس کے گھر پر چادر میں بالکل ساکت بڑی گل جہاں کا چہرہ
کھلا گیا تو وہ سب چپک اٹھے۔ اس کے منہ سے بھاگ
لنگھ رہا تھا۔ اسٹند یار نے قریب جا کر اس کا جاکو لیا۔ اس
کے گلے میں سو جوڑو لپا ڈوری میں پڑا اور تھوڑی داتوں سے
رہا ہوا تھا۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر پچھتے بہت گیا۔
"تم لوگوں نے یہاں لانے سے پہلے اس کی کھائی
لے کر اس کی سب چیزوں کو اپنے قبضے میں کیوں نہیں لیا
تھا؟" اس نے سرد لہجے میں اپنے انھوڑا سے پوچھا۔

"سو ہی سیرای جس حالت میں تھی وہم نے میں یہی
منا سب کچھ اسے چادر میں لپیٹ کر یہاں لے آ گیا۔
دینے میں وہاں زیادہ رکنا مناسب نہیں تھا۔" پہلی کو لپے
کرنے والے شخص نے فریاد سے لہجے میں وہنا مت فرمایا
کی تو اسٹند یار نے برا مابقت اور سو جوڑو ہار کٹ
جہاں کی لاش کا سامنا کرنے لگا۔ اس کا خوب صورت بچہ
بالکل نیا پڑ گیا تھا اور انکھوں کی پتلیاں ساکت تھیں۔ بھلی
طور پر اس کے گلے کے تھوڑے میں جوڑو سو جوڑو ہار کٹ
سرجی الاثر تھا جس نے چند منٹوں کے اندر اسے صحت کے
گھاٹ اتار دیا تھا اور اب وہ ان کے لیے بالکل بیکار تھی۔
ایک دال سے بھلا دیا اور کچھے معلوم کر سکتے تھے۔
"اسے چپک کر۔" اسٹند یار نے اس کے ہاتھوں

میں لگا سوجن سے پانچس ساکپ ٹال کر ماتحت کو بکرا تو
 وہ فوراً کلب سے لے کر باہر نکل گیا۔
 "شہرہری کارروائی عمل کر رہا اور نالی کو فٹانے کا
 دو۔" اسٹنڈ باجیم دوں کر خود بھی کمرے سے باہر نکل گیا۔
 اب وہ اپنے دفتر میں تھا۔ بیکور ہندو سری پارٹی کا لیڈر بھی
 وہاں پہنچ گیا اور رپورٹ پیش کرنے لگا۔
 "گل جانان کو تیر تک پہنچانے والے شخص کا نام قاسم
 تھا۔ وہ یہاں کا مقامی نون تھا۔ بلکہ شیرا کبیری یہاں آہ کے
 گل بھگت باغی نالی بہر یہاں آیا تھا اس کا شمار ان لوگوں
 میں ہوتا تھا جن سے شیرا کبیر کے ترمیمی کام تھے یا جنہیں وہ
 دوسروں کی نسبت زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ ہم نے اس کے گھر کی
 نظر ڈالی ہے۔ فرخ پور کپڑے اور مگر کے استعمال کا سارا
 سامان اپنی جگہ موجود ہے لیکن بہت اچھی طرح سنبھالی گئے
 کے باوجود ہمیں وہاں کسی قسم کے کاغذات، نام یا تاریخات
 وغیرہ دیکھیں جو اس شخص کی ہیں۔ پورے گھر میں اس کوئی اہم
 فوٹو فریم موجود نہیں ہے جس سے ہم قاسم اور اس کے بیوی
 بچوں کی تصویریں حاصل کر سکیں۔ کوئی مٹھلوک چھوٹی تصویر
 ہے لیکن ماہر استعمال کی چیزوں کو پھوڑ کر گھر سے ہر اہم شے کا
 ناپ ہوا اپنی جگہ خود مٹھلوک ہے اور تقریباً وہ ہے کہ قاسم
 پر ہی پانچک کے ساتھ یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔"
 "تمہارا اعزاز ٹھیک ہے۔ مجھے لگی سبھی گل رہا ہے
 کہ وہ بیوی کو ٹیکے لے جانے کے بہانے یہاں سے نکل گیا
 ہے اور پیچھے ایسی کوئی لٹائی نہیں چھوڑی ہے کہ گل جانان کے
 کلب سے جانے کی صورت میں اسے تلاش کیا جا سکے۔ اس
 سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جہی لوگوں نے گل جانان کو قاسم
 کے ذریعے شیر تک پہنچایا تھا، انہیں اس بات کا اعزاز تھا کہ
 شہر کی گزرتی ہوئی ہوئی اور گل جانان کے اپنی کارروائی
 کے دوران پکڑے جانے کا امکان ہے۔" اپنے ماتحت کے
 اعزازوں کی تصدیق کرتے ہوئے اس نے اپنا تجویز بھی پیش
 کیا۔ اسی لمحے دستک دے کر ایک جوان اندر چلا آیا۔ وہی
 شخص تھا جسے بیکور گل اس نے گل جانان کا کلب چیک
 کرنے کے لیے لیا تھا۔
 "کلب چیک کر لیا گیا ہے سراسر اس میں ایک بہت
 طاقتور مگر دلون تھا آکر چھا ہوا تھا جس کی مدد سے بہت دور
 چل کر بھی اس آلے کی دستک میں آنے والی آوازوں کو واضح
 طور پر سنا ممکن ہے۔" اس نے آتے کے ساتھ ہی رپورٹ
 پیش کی۔
 "بھرا یہی اعزاز تھا۔ ہمارا دلون بہت ہلاک ہے

اور چہ آواز کے استعمال کے ساتھ ساتھ انسانی
 سے بھٹتا بھی خوب جاتا ہے۔ گل جانان کی حیثیت
 معمولی طور سے سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ اس خوب صورت
 کو ترائی کا بکرانا کر نہایت کامیابی سے یہ معلوم کر
 کامیاب ہو گئے ہیں کہ ان کے ایجنٹ شیرا کبیر کے
 یہاں کیا صورت حال پیش آئی اور وہ کیسے خطر سے بچا
 گیا۔ ہم سے قطعی یہ ہوئی کہ اس قسم کا گذشتہ موجود
 باوجود کبیر کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی
 ہے، وقت سے پہلے یہ ہاتھ نہ ملے گا کامیاب نہیں ہو سکتا
 جانوں کو کسی خاص مقصد کے تحت تیار کیا گیا ہے
 ہمیں معلوم ہوا تو بہت ہی بوجھتی اور شیرا کبیر کے
 میں گل جانان کے سامنے سب کچھ لگ بھگ جو کچھ
 کہیں اور چکا تھا ہے۔ گل جانان جو کتا ہے اس کو تری
 نام نہایت اپنے ذہن کے سامنے پہلے ہی یہ حد کر کے
 ہوئی کہ اگر تری کی ذہنی توجہ آئی تو اپنے بارے میں کچھ
 کا خطرہ نہیں ہے، شیرا کبیر نے پری خوشی کر کے
 ان کے لیے اس سے پاس استعمال کا حکم بھی تھا۔ "کلب
 حقیقی رپورٹ سن کر اسٹنڈ پارٹے ایک بار مگر حالات
 بھر پور ہو گیا۔
 "آپ بالکل سچ کہہ رہے ہیں سراسر اعجاز مٹھلوک
 ذریعے پہلے ہندے کو بکرنے سے لے کر آپ تک
 سامنے جو صورت حال آئی ہے، اس میں یہ بات ہمیں
 ہے کہ یہ لوگ جن افراد کو اپنی ماتحتی میں لے کر کام
 لیا، ان کے ذہنوں کو اس تری کی طرح تیار کیا گیا ہے
 پڑنے پر اپنی جانے لینے میں کوئی گنجائش نہیں
 کرتے۔" اس کے ماتحت نے اس کی تائید کی۔
 "مطلب برآری کے لیے ہر جہت ایسے احتیاطی
 ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کے لیے اپنی جان بچانا آسان
 نہیں ہوتا لیکن جب اس کے دل و دماغ میں خوشی کی
 بھر دے جائیں تو وہ یہ اتفاق جرات بھی کر بیٹھا ہے
 سو پے پتھر کہ خدا کی لگتی آوازوں سے کہ جہاد خدا کی
 لائن دار کیسے ظہر سکتا ہے۔" اسٹنڈ پارٹے تہرہ کیا بکر
 سینچنے ہوئے لگا۔ "اپنی دے، ہر جگہ ہونا تھا ہو چکا۔
 دیکھئے کہ کلب ہم کا کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس
 قاسم ہی ہے۔ دیکھو کہ اسے تلاش کرنے کا کوئی راستہ
 پانچوں۔ اس پاس اولوں سے معلومات حاصل کر کے
 اٹکے خواتین۔ جہاں وہ ملازمت کرتا تھا، وہاں سے اس
 بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ گل

وہاں سے اس کے کوئی ڈائریکٹس وغیرہ مل جائیں۔ یہ بھی
 دیکھو کہ اس کے اپنے گھر کے تھے اور اسکول وغیرہ جاتے
 تھے یا نہیں۔ اگر وہ اسکول جاتے تھے تو وہاں سے بھی ہمیں
 ان کے فوٹو گزشتہ وغیرہ کی تلاش میں کوئی ٹیپ مل سکتا ہے۔ تم
 کو یہ کام کرو۔ میں دیکھتا ہوں کہ مظاہرہ خان کی سٹاپی کے
 لیے کیا کیا ہو سکتا ہے۔ موجودہ حالات میں اس کے لیے
 غلط سب سے زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ اس سارے میں
 میں وہ اپنے اس نام کے ساتھ خطر پر آیا تھا اس لیے مجھے
 قہر ہے کہ ان کے لیے پہلے کی طرح اپنی روشنی لائٹ کی
 غور چنانچہ مشعل ہو گا اور اس کے لیے کوئی دوسرا ہندو است
 کر پڑے گا۔
 "وہ سہ۔" اس کا اشارہ پا کر دونوں ماتحت کمرے
 سے باہر نکل گئے۔ اس شخص میں اس نے بہت ہی قاسم اور
 ہزار کے اندر کو ساتھ دھا تھا کہ اگر اس کے اور کو کوئی
 شیہہ زینہ یا جہاد اور اور کوئی زینہ کے دست حالات
 اور بھی خفیہ ہو جاتے۔ حقیقت میں وہ خود بھی اس معاملے
 میں بہت زیادہ سوچتے نہیں ہونا چاہتا تھا۔ سراسر اس حد تک
 کام کر رہا تھا کہ کوشش کو مطمئن کیا جا سکے۔ اب بھی وہ ان
 سارے معاملے پر ہر ایک جتنی سے فوٹو کرے ہوئے مٹھلوک
 کیوں کہ، قہر آواز ہو جانے کو کوشش کرے گا کلب تک کے
 جانے کی بات۔ قہر کر دے۔
 ۱۰۰
 نیا نیچر پر سیارہ رنگ کے کینے کی فی شرٹ میں
 لباس پہن رہی تھی۔ جیسے کا کھنڈر اور اسانوں جہاں تک رہا تھا۔
 ایشان کی طرف سے اجازت لینے ہی اس نے اسے اپنے
 کام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اس وقت تک پر حادثہ ہی
 مکان کی طرف جا رہا تھا۔ وہاں جانے کے لیے اس نے شام
 کے وقت کا کتاب کیا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ پہلے فریڈری
 کے ہاں اسے چھوٹی دکان کا ایک چکر لگائے گا پھر سامنے
 بیٹھوٹ میں بیٹھ کر دکان بند ہونے تک اس پر نظر رکھے گا۔
 دکان سے وہ اس کے پیچھے اس کے گھر تک جانے کا ارادہ رکھتا
 تھا۔ اس کے بعد اگر کسی کو پتہ چلا تو وہ اس کے گھر میں جس
 گات اس کے گھر والوں کو اپنے قاتل میں کرتا اور اس
 سٹاپ کی حقیقت انکوائری۔ بہر حال، ابھی اس سٹاپ میں اس
 کا خیال نہیں تھا، وہ تری کی حالت تو وہاں سے چھوڑ کر اس
 کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنا چاہتا تھا۔
 اپنے ان پروگرام کے مطابق اس نے بڑی
 بیوقوفی سے اسے چھوٹی دکان کے سین سامنے اپنی ہانگ

کرواہاں
 روکی اور ان کی میں کی ممکن تھا، اسے اور داخل ہو گیا۔ اسے
 چھوٹی دکان جو کراچی خاصی بڑی تھی وہاں روزمرہ استعمال
 کے آلات فروخت کیے جاتے تھے۔ دکان میں لمبائی کے رخ
 پر کافی بڑا انگریزی کے حرف "L" کی شکل کا ڈاکٹر بنا ہوا
 تھا جہاں شیشے کے شیشے میں بے شمار اقسام کی دوائیاں،
 پینسٹریں، اسٹیکس اور پینوں کی پینڈی کی اہم نظم اپنی بھری پڑی
 تھی۔ باہر کے ریکس میں پینیں اور پانچ جیسے اہم نظر آ رہے
 تھے جبکہ ڈاکٹر کے پیچھے دیواروں میں لمبائی کے شیشے میں
 دوا کے کپڑے لہنے کے شیشے، صابن اور صرف کی قلمیوں
 سے لے کر گھری استعمال کی بے شمار اشیاء کا ایک ڈھیر ترتیب
 سے چھاپا ہوا تھا۔
 وہ بیٹھے کے اعزاز میں دکان میں داخل ہوا اور
 باضورت شیشے میں سبھی بہت ہی اچھا طریقہ شروع کر دیا۔
 بعض اشیاء کی صرف قیمت اور کوئی کے بارے میں اسٹنڈ پارٹ
 کرنے پر اٹکا گیا اور بعض کے بارے میں بھروسہ کیا کہ قیمت
 کے متعلقے میں ان کی کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ اس طرح
 اسے وہاں کافی وقت گزارنے کا موقع مل گیا اور وہ بڑی
 ہوشیاری سے وہاں کا جائزہ لیتا رہا۔ دکان پر وہ نین کلر میں
 تھے اور حقیقت میں وہی گا کون کو ذلیل کر رہے تھے۔
 اسے چند کا ڈاکٹر پر بیٹھا صرف مل کے مطابق رقم
 وصول کر رہا تھا۔ مفید کرتے چاہا ہے میں ممکن شیہہ کا وہ
 دو ماہی کی عمر کا مرد بیٹھے میں خاصا شریف اور خوش اخلاق
 محسوس ہو رہا تھا۔ جاہر علی اپنی فریڈری میں مل کر کے مل کی
 اسٹیک لے لیے اس کے سامنے کا ڈاکٹر پر جا کر کھڑا ہوا تو اس
 نے نواہی اخلاقی سے سکر ماتے ہوئے اس سے رقم وصول کی
 اور اپنی دوا میں رکھ کر چلا نکلتے ہوئے نرم آواز میں
 لگا۔ "آپ اس علاقے میں سے تھے ہیں۔ میں کھلی بار
 آپ کا اپنی دکان پر پتہ نہ ہوں۔"
 "میں یہاں کا رہنے والا نہیں ہوں۔ یہاں سے گزار
 رہا تھا تو آپ کی دکان دیکھ کر خیال آیا۔ والدہ نے گھر لے
 استعمال کی بیٹھوٹ میں اسے کا گھر آیا تھا جس اس لیے یہاں
 چلا آیا۔ وہیں یہاں آکر مجھے اچھا لگا۔ آپ کی دکان پر
 نے بہت قریب سے دیکھی ہوئی ہے اور فریڈری کے علاقے میں
 سہولت سے فریڈری کر سکتا ہے۔ اب مجھے ہی اچھے۔
 میرے پاس سامان کی لسٹ نہیں کی لیکن چیزوں پر نظر پڑتی
 تھی اور آواز آ گیا کہ کیا فریڈری تھا۔" فریڈری اس نے بھی
 خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قہر کر رہا۔
 "بھرا تو آپ میری دکان کو بار دیکھے گا اور آکھو مجھ

لوگ نے خوف زدہ منشاہت کے ساتھ حقیقت کا انکشاف کیا۔
"ہو کون سی فلم ہے؟" کسی وی بی پروا کوئی نام پوچھ رہا تھا وہاں
تھیں ہے؟" پھر وہی بھرے سکرین دیکھ کر اسے اعجاز
ہونے لگا تھا کہ یہ کوئی اور ہی ٹیکر ہے اور شاید اسے چہرہ
کے عمومی ایجنڈے کی بصری کرتے ہوئے نوجوان نسل کی
تاری میں بھی کوئی کردار ادا کر رہا ہے۔

"..... یہ وہم ہے کی..... وہم..... نہیں نکلے...."
لوگ نے ایک ایک کر کے آغاز شروع کیا تو اس کے ذہن میں
ایک جھماکا مایا ہوا۔ یہ تو وہ لاکھ تیل اجڑا ہوا لکھنوی دیکھتا تھا
اور اسے یہ بھی کے بچے کی طرف بھی راض کیا جا رہا تھا۔
ان دنوں بچوں کے زندگی میں شامل ہونے کے بعد اس کی
تاری میں کیا شک کیا جا سکتا تھا۔

"تم دوست کے گھر میں کچھ کر رہے ہو؟" پوچھ دیکھتے اور
سکرین میں بچے تو اس کے پاس باپ سمیت ہر گھر میں تھے۔
"اس کے ای ای کی شادی میں شرکت کے لیے گھر
سے باہر گئے ہوئے ہیں اور اس میں دیر سے واپس آ گیا
گے۔ اسی لیے ہم نے یہ پروگرام بنایا تھا۔" لوگ نے بتایا تو
وہ ایک لفظ ہی سانس لے کر رہ گیا اسے خود بھی اعجاز ہو گیا
تھا کہ بچہ ایسی ہی صورت حال ہوئی۔ فی زمانہ حالات ایسے
ہو گئے تھے کہ بچے سوچتے ہی بے والدین کو چھوڑ دینے
تھی۔ تیزی سے بدلتے ہوئے ان حالات میں ماں باپ کی
ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ پہلے صرف لڑکیوں کو

ان کی حفاظت کے پیش نظر گھر میں تنہا چھوڑا جاتا تھا لیکن
اب صورت حال تقریباً یکساں تھی۔ ترقیات اور خدشات
دونوں میں ہی اتنا زیادہ اضافہ ہو چکا تھا کہ دونوں ہی کی
حفاظت ضروری ہو گئی تھی۔ موجودہ زمانے کے والدین کے
لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اگر وہ اپنی اولاد اور اس کے
مستقبل کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں تو نہایت احتیاط سے انہیں
اپنی مستقل نگرانی میں رکھیں۔ احتیاط اس لیے ضروری ہے کہ
آج کل بچے شخص آزادی کے فرسے کی وجہ سے اسے حساس
ہو چکے ہیں کہ اپنی زندگی میں والدین کی مداخلت بھی قبول
نہیں کرتے۔ ایسے میں ظاہر ہے والدین کے پاس بیکال رہ

جاتا ہے کہ فرسوں طور پر ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں اور
ایسے مواقع صبر نہیں آتے وہی کہ وہ کسی فلمی کارٹی کے جھانسنے
میں بھٹنے کے لیے آسان کار نظر آئیں۔
"جانتا ہوں دوست کے گھر چلتے ہیں۔" اس نے
یاد میں ایک فیصلہ کیا اور حلاق کے شانے پر ہاتھ مارنے
ہوئے اسے کھڑا ہونے کا اشارہ کیا۔

"کیا آپ اسے بھی گزار کر نہیں گئے؟"
خوف زدہ سے بچے میں پوچھا۔
"پہلے ہونے میں ہوگا۔ پہلے میں اس سے
لوں۔" چادر پٹی نے تنبیہ کی سے جواب دے کر اس
ایک بار گھر گرفت میں لایا۔ پھر اسے اس کے گھر
میں آگے بڑھتا ہوا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے
سے باہر نکلے تو حلاق اسے ایک ترقی جی میں لے گیا
گلی کے ایک مکان کے سامنے کھلی کر حلاق نے کہا
چلائی۔ نور اسی قدموں کی آواز سنائی دی اور گیت کی
مٹنے لگی۔

"تو بھی بڑا سست ہے یہ وار حلاق۔" انکی
آنے میں۔ معلوم نہیں ہے کیا کامی ہو گئے تھے۔
واپس بھی....." بندہ آواز میں بڑبڑاتے ہوئے اس
دروازہ کھولا اور حلاق کے ساتھ ایک ایسی کوڑ کھڑکھا
اور باقی کے حلقہ میں ہی رہ گئے۔
"یہ کون ہے؟" اس نے حلاق کے ساتھ
پیر سے پتھر ڈالنے کو دیکھتے پوچھا۔

"ابھی بتاؤ وہی ننگا پیلیم اندر تو چلو۔ اس
لوگ کو روکا دے کہ چلے گا اور خود حلاق کا ہاتھ لگا کر
سے اندر گھس گیا۔ اندر پہنچے ہی اس نے بڑا گہرائی سے
دو بارہ بند کر دیا اور اپنا پلٹ نکال لیا۔ اس کی جگہ
سامنے وہ لوگ بٹھوٹیں کر سکتے تھے۔ وہ ان کا ڈر اور
تھا کہ بڑے بڑے گھروں کے لیے بھی اس کے سامنے
آسان نہیں تھا۔ یہ دونوں لڑکے بھلا کیا اوقات رکھتے
ان میں اگر یہ گھر ہم قہمی تو پلٹ دیکھ کر نکل گیا۔

"تمیں کوئی مت مارا۔" جہلے جا چاہتے ہوئے
جاؤ۔ سارے پیرے اور زبردستی کے پیرے ہم کی اللہاری
ہیں۔ میرے پاس اللہاری کی چٹائی نہیں ہے۔ تم خود لاکھ
کر لال لہنا۔" ایک پلٹ لے ختم ہوا پتے سر پر سوار ہو گیا
وہ بھی سمجھا تھا کہ وہ کوئی ڈاکو ہے اس لیے اپنی جان بچانے
کے خیال سے بولنے پر آیا تو یوں چلا گیا۔

"اعجاز کمرے میں چلو۔" اس کی باتوں پر
دھرنے کے شانے چادر پٹی نے سر دیکھے میں غم و اندوہ
ہی پلٹ سے اشارہ بھی کیا تو دونوں لڑکے کرتے چلے
کی طرف بڑھ گئے۔ اعجاز کچھ کر اس نے ان دونوں کو
طرف بھینٹے کا غم و اندوہ پر چہرہ اسے کیے جن سے
طرف تو حلاق کی فراہم کردہ مصلحت کی تصدیق ہو کر
دوسری طرف بڑھ کر یہ معلومات بھی حاصل ہو گئیں۔ لوگ

کے جان کے مطابق وہ گھر جا چھوڑا سے راتے چھری دکان
سے اس طرح کی تھیں لے کر گھر ہے تھے۔ انہیں ان کے
ایک اپنے دوست نے جرم میں ان سے چہرہ مال بڑا تھا اور
ساتھ کر گت پھینکے کی وجہ سے ان کی اس سے دوستی بھی اس وہ
پانچا تھا۔ وہی انہیں راتے چھری دکان پر لے کر گیا تھا اور
اس کی معاش پر راتے چھری انہیں یہ تھیں فراہم کرنے کا
قصد تھا۔ ان کی طرح شہباز نے بھی اس بات کا اعتراف کیا تھا
کہ وہ بھی گھر سکرین لٹھی کر لیتے ہیں لیکن نئے کے استعمال
سے اس نے بھی انکار کیا تھا۔ چاد پنے ان سے ان کے اس
رہت لڑکے کا نام پتا معلوم کر کے اپنے پاس نوٹ کر لیا۔
اب وہ آئی کی کارروائی کرنے کے لیے تیار تھا اور اس مسئلے

میں اپنے ذہن میں ایک لاکھ لگایا تھا۔ لیکن اس سے
نہیں ان لڑکوں کو بچھوڑ کے لیے قہر حرم کرنا ضروری تھا
چادر پٹی نہ چاہتے ہوئے بھی گھبرا انہیں ایک رہی سے
باندھ ان کے منہ میں پتھر پھنس دیا سے یہ تو معلوم ہی ہو
چکا تھا کہ شہباز کے والدین کی وراثت کے گھر آدھ متوج ہے
اس لیے وہیں چھوڑ کر زمینان سے لڑائی کا دعویٰ کرنے لگا۔
سب سے پہلے اس نے بیٹے کو گڑ سے باندھ کر کے اپنے
منہ ہے اور اس کی ضروریات کے مطابق سہولیات کی
دستیابی کے بارے میں بتایا۔ وہاں سے ضروری ہتے یہ وہ

مزید مصروف ہو گیا۔ اسے جو بچہ کرنا تھا اس کے لیے فی
الصال ہاتھ بندھ چلائے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ایک جگہ بیٹے
بیٹے اپنے بیویوں کو عزت کی غمی چٹائی بھی کر رہا۔ تقریباً
آدھ کھینے بعد جب اسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب
کارروائی شروع ہو اسی چاہتی ہوئی تو یہاں سے نکلنے کا فیصلہ
کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ روایتی سے گل اس نے اسی گھر سے کا
دروازہ کھول دیا جہاں ان دونوں لڑکوں کو قید کیا تھا۔ دونوں

لڑکے نے اپنی سے فرسوں پر پڑے تھے۔ اس کی شکل دیکھتے
ہی ان کی آنکھوں میں خوف اتر آیا کہ جانے اب یہ کس
کار سے ساتھ کیا کر رہا ہے۔
"تمیں یہاں سے جا رہا ہوں۔ تم دونوں کی بھلائی اسی
میں ہوئی کہ جو بچھوٹی آیا اس کے بارے میں کسی کے
ماتے زبان مت کھولنا۔ میں یہ یقین تراش یہاں چھوڑ کر
جا رہا ہوں۔ اس میں ایک تنہا تھا تو بھی بڑا اہم ہے۔ اب
یہ آدمیوں کے اوپر ہے کہ یہ کسے اور کسے دیر میں اس تک پہنچ کر
ایک دوسرے کی رہنمائی کاٹ کر اس قید سے نجات حاصل
کرتے ہو۔ اگر یہ کام سے تو اپنے والدین کی آدھ تک انکار
کر لہنا۔ اور خود تمیں کھول لیں گے۔ میں اب جا رہا ہوں۔ ۲۲

ہا ہے۔" اس نے یقین تراش لڑکوں سے کافی کاٹنے پر
موجود ایک میز پر رکھ دیا اور بیٹی چھوڑا وہاں سے باہر نکل
گیا۔ وہ چاہتا تو ہانے سے پہلے انہیں کھول بھی سکتا تھا لیکن
مسئلہ وہی تھا کہ کھل کارروائی ہونے سے گل ان کا آرزو ہونا
منا سب نہیں تھا۔ دوسرے اہم تھا کہ اس چھوٹی کی سزا کے
ذریعے انہیں سزا مل جاتا اور وہ فضول خرچی میں چھوڑ کر ہر گز
راہ پر آجاتے۔ وہاں سے گل کہ وہ سے حال اس پارک کی
طرف گیا جس کی دوسری جانب اس نے اپنی ہانگ کھڑی کر
رہی تھی۔ پارک کے ایک دروازے سے دوسرے

دروازے کے درمیان تخی چھتہ روٹ پر سے گزرتے ہوئے
اس نے دور ہی سے دیکھا کہ وہ دروازہ اس کی ہانگ کے
تقریب کھڑے ہیں اور بڑی عرق ریزی سے اس کا جائزہ
لے رہے ہیں۔ اس نے قریب کھلی کر قریب سے چالی لگائی تو
وہ چمک گئے۔
"یہ ہانگ تھہری ہے جہان؟" دونوں میں سے زیادہ
عزیز و محترمت نے اسے سمجھوتے ہوئے دریافت کیا۔
"کی بھری ہے۔" آپ کو کوئی اعتراف ہے کیا؟" اس
نے جہاں پر چکر کر ایسا لہجہ اختیار کیا کہ وہ لوگ اس سے زیادہ
بھٹ کر گئے کی کوشش نہ کر رہا اور ہانگ پر سوار ہو گیا۔
"اعتراف تو چھوٹا لفظ ہے میاں۔ ہم تو جھپٹے ہیں

تجھی منت سے اس کھڑکی میں جٹا ہیں کہ ہانے کون...
نجات موڑنا سبیل ہے ہم ہاتھ کر یہاں کھڑی کر گیا ہے۔ ہم تو
پہلی اسٹیشن فون کے اطلاع دینا چاہتے تھے اسے سٹھوک
موڑنا سبیل کے بارے میں لیکن وہ ہاتھ لوگ بھی شاید آج
پر کام ہی میں جان کر سو گئے ہیں۔ اس لیے کوئی فون ہی نہیں
الٹا تھا۔" نے یہاں ہانے کس بات پر زیادہ کھاتے۔
قائے واہوں کے فون۔ اٹھانے پر یا اپنے تئیں ایک سٹھوک
چھوڑنا تیل کے ہاتھ سے گل جانے پر۔

"آپ نے ٹیکسی سمجھا بتا جا۔ اس قہم میں ہم ہی
رکھا ہے۔" اس نے راتے چھری دکان سے فریڈی کی اٹھانے
کے صحیفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہانگ لوگ لگائی تو وہ
دونوں حضرات یوں چپکے بنے جیسے وہ موٹر سائیکل ان پر
چڑھاتے ہوئے ہم دست کر رہے۔
"یہ ہم آج راتے چھوڑے سر پر چلے گا۔" گلی سے گزر
کر واپس راتے چھری دکان کی طرف جاتے ہوئے وہ
زیر لب بڑبڑایا تو اس کے کان پر کسی کی گازی کا ساؤنڈ سن
رہے تھے۔ اس نے ہانگ اس رہنماترمان کے سامنے لے
جا کر روک دی جہاں راتے چھری دکان کے گل سامنے موجود

رواگی سے گل سے گل سے چند اہم فون نمبرز اور گواڈرڈز میں شہین
کروائے گئے تھے جہاں سے انہیں اپنے وطن کی بحالگی کے
سلسلے میں باکھد مل سکتی تھی۔ اس وقت وہ ایسے ہی ایک نمبر پر
رابطہ کر رہا تھا۔ سطر پر چونکہ سو فیصد احتیاج نہیں کیا جاسکتا تھا اس
لیے اس قسم کے رازوں میں شریک نہیں کیا گیا تھا۔ بی
سی او سے اپنا مطلوب نمبر ڈا کر وہ کال ریسیڈ کر لیا۔ بی
انکار کرنے لگا۔ وہ گفتگو کے بعد کال ریسیڈ کر لیا۔ اس
شہر نے اپنی سلطنت میں قدم رکھا وہ ہے۔ اس

نے طے شدہ گواڈرڈز ادا کیا۔
"جنگل کے جانوروں کی اطاعت قبول کرتے ہیں۔"
دوسری طرف سے جہاں کی گواڈرڈز ادا کیے گئے۔
"ہم پالی پت میں ہیں اور تھوڑی دیر بعد وہی جانے
والی بس میں سوار ہونے والے ہیں۔" گواڈرڈز میں کراسے
امبیٹان ہو گیا کہ کج آدمی سے رابطہ ہوا ہے چنانچہ اپنے

ہاتھ اس رقم میں جمع اضافہ ہو گیا تھا اس لیے انہوں نے
آرام سے خریداری عمل کی اور ہر ایک کو مالی حوام میں جا کر
لباس تبدیل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی شیڈ بھی بنا ڈالی۔
جنگل میں اور جڑوں کی تبدیلی کے ساتھ ان کے سٹور سے
برنے ملوانے ان کی ویسٹ فلیش کو بائیں تبدیل کر کے رکھ
دیا۔ کچھ دیر میں جس شخص نے انہیں بازو کے قریب ڈراپ
کر دیا، اگر اس وقت وہ انہیں دیکھ لیتا تو آسانی سے شناخت
نہیں کر سکتا تھا۔ ان کے لیے شناخت کی یہ تبدیلی ضروری بھی
تھی تاکہ اپنے پیچھے اپنا کتا ۲۲ پتا چھوڑ کر نہ جا سکے۔ بی
لیال تو وہ خود کو انہیں مسافر سے کے ساتھ ہم آہنگ کرنے
کی کوشش میں لگے ہوئے تھے۔ یہاں سے لباس کی
خریداری کا بھی سبکی مقصد تھا اور نہ جو کچھ وہ پاکستان سے
دین کر گئے تھے، اس کے علاوہ بھی ایک ایک اضافی جزو ان
کے بیک ٹر میں موجود تھا۔ پہلے ہوئے لباس تو راستے میں ہی
تھا نہ فریب ہونے سے چنانچہ پھر اسے سے وہ اٹھانے سے
پہلے انہوں نے انہیں ہٹ کر دیا تھا اور اس وقت کہہ کر انہیں
گرد، بھولی کرتے میں ہی جہاں تک آئے تھے۔ اب وہ
ان ایرانی کپڑوں سے لگی جان چھوڑنے لگے اور گئے تھے۔
شہر کے شہنشاہ کے ہونے جہاں دیکھ کر وہ بے ہوش
پاکستان سے ساتھ لائے ہوئے زائہ لباس کا استقبال بھی
انہوں نے اس لیے مناسب نہ سمجھا تھا کہ پھر سے سب سے اور
پول جیل کے علاوہ وہاں بھی چھلکی کر رہتا ہے کہ بندہ کئے کا ملحق
کنا چہ۔ سے۔ چہ۔ اور پال جیل میں تو وہ اپنی
ترتیب اور نسبت کے ضمنی بولتے پر خاصا شہر ملی لائے تھے۔
لباس بھی بھارتی تیار کر دیا گیا تھا تو تہ کی ہی لگتے تھے۔

ان کام سے فارغ ہو کر انہوں نے بس اسٹاپ کارخانہ
کیا اور وہی تک پہنچا اور راست جانے والی بس کے کٹ فریڈ
کی۔ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ ایسے وقت میں وہاں پہنچا
تھے جب بس کی روانگی میں بس چھوڑ دی گئی تھی۔ وہاں پہنچا
گئے تھے اور اس کے باوجود انہیں اس میں شہین ملی گئی تھی۔
"تم یہاں سے کھانے پینے کے لیے کچھ خریدو۔ وہاں میں
ابھی آتا ہوں۔" وہی تک جانے کا انتظام ہوا تو اسے
دوسرے اہم کام کا خیال آیا اور وہ سطر کو ہدایت کر کے اس
طرف بڑھ گیا جہاں اس نے ایک پہلک کال آؤٹ دیکھا تھا۔
وہ جہن پاکستان سے گزر کر ہمارے پہنچے تھے، وہاں موبائل
کے سٹور میں آتے تھے اس لیے اپنے پاس موبائل رکھنا پڑا۔
قد اس قسم کے سادے انفکادات انہیں سمجھیں وہ کر کرنے
تھے اور وہی سلسلے میں بی سی او تک جا رہا تھا۔ پاکستان سے

دفع پہنچنا چاہئے سے لیا تاکہ اپنے راج کار دوسے
تجاری کر کے وہاں لوٹ جا سکے۔ ہاں، اس وقت وہاں
فارغ ہونے کے بعد فریڈ میجر آج ہوا تو تیرے کو لے کر
آگیا گئے۔ "شہین یاد نے جائزہ لی اور ممنونیت کا اظہار کر
ہوئے اس کی شکایت کا شہر پر اور کیا لیکن قبول کرنے سے
بڑی خوب صورتی سے انکار کر دیا۔

"تھاری مرضی ہی اگر بولو تو نی کے لیے نہیں
تکٹ نکوا دیتا ہوں۔" اس نے ان کے ہاتھ کو تھپتھپاتے
ہوئے تڑپا دیا اور انہیں کیا اور ایک بار دیکھنے کی۔
"نہ نہ... ایسے چھو کا سام آگیا میں خود بھی تو
تھی۔ بس اپنے ضروریات جانو اور روم کرو۔ پھر نہ ملان
مقوم پھر کر دیکھتے ہیں۔" وہ اب اس شخص سے جان چھڑانے
کے جبر میں تھے اس لیے اس دوسری شخص کو بھی کھڑا
مہلت کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس نے چاروٹا چھوٹا
دوڑوں سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد
اپنی گاڑی سے اتر دیا۔ اتارنے سے قبل البتہ وہ انہیں
بتا نہیں بھولا تھا کہ وہی کے لیے نہیں کہاں سے گاڑی
تکٹ کے حصول کے لیے انہیں لے کر نہ ہو گا۔ اس کی فریڈ
کردہ ان معلومات کو انہیں نہیں کرتے ہوئے وہ آگے
اور بازار کی روٹوں میں خود کو گم کر لیا۔ وہی ایک
حال اس شہر کے بازار میں گھومتے ہوئے شہین کو
دار تعمیر اللہ میں بار بار آیا۔ پھر اس میں بار بار اس کے حصول
معلومات فراہم کرتی تھی ان کی روشنی میں جہاں تک
اور بہار سہ سالہ تسلیم کرنے میں کسی کو کوئی جھگڑا
تھا۔ اس پالی پت کے میدان میں ہی اس نے اپرا کھ لیا
سے نہیں چھین لائی تھی۔ اس میدان جنگ کا تو کچھ پتا نہیں
تھا لیکن آج وہ اس کے بازار میں گھوم رہے تھے۔ بازار میں
گھوم پھر کر انہوں نے ایک دکان سے اپنے ٹاپ کے کپڑے
خرید سے پھر ٹاپ کے جوڑے بھی لے لیے۔
خریداری کرتے ہوئے ان کا انداز ان شخصیت
دیباچوں میں تھا جو جھکی ہار اپنے لیے شہری وضع قطع کے
کپڑے اور جو تھے خرید رہے ہوں۔ ان کی اس ساتھ لفظ
سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دکان داروں نے اپنے تئیں انہیں
خوب لگا۔ اپنے کردار کو تقویت دینے کے لیے وہ آرام سے
لٹ گئے۔ رقم کے معاملے میں ویسے بھی انہیں کوئی پریشانی
نہیں تھی۔ پاکستان سے روانہ ہوتے وقت ہی انہیں برائے کی
ضروریات پوری کرنے کے لیے مقول انہیں کراچی فراہم کر
انی کی تھی۔ امرت کور کے گھوڑے کو فروخت کرنے کے

تھا۔ یہاں سے وہ پولیس والوں کی ساری کارروائی امبیٹان
سے دیکھ سکتا تھا۔ اس کارروائی کو دیکھتے ہوئے اس کی نظر میں
اپنے آتی ہی آگے۔ اس ادارے میں جہاں پولیس کا کردار
متمم ہوتا تھا اس سے اس کے آدمیوں کا کام شروع ہو جاتا۔
اسے سکون محسوس ہوا کہ وہ کج وقت پر اپنے کردار کی ادا سکتی
کے لیے شہر میں موجود ہیں۔ رائے چند کی دکان میں داخل
ہونے کے آٹھ دن منٹ بعد ہی پولیس والے برآمد ہونے تو
ان کے چہرے رخ کی ٹوٹی۔ سے چمک رہے تھے۔ ان کے
ساتھ بولکھا ہوا رائے چند موجود تھا اور اس کے ہاتھوں میں
چھوٹا پالی پت ہوتی تھی۔ دوسری طرف ایک پولیس والے
کے ہاتھ میں موجود چھلے میں واقع طور پر بی بی ڈیز نظر آئی
تھی۔ اور گرو کے دکان دار ریستوران کا کھارہ گا۔ گاک اور
راہ گیر اس کارروائی کو حیرت اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ اور
اپنی اپنی جگہ اگھٹ پدماں تھے کہ ایک بول اسٹور پر بی
ڈیز کا کیا کام تھا؟ ان میں سے چند بیٹیاں واقف بیگت بھی
ہوں گے جن میں سے ایک کردہ ان افراد کو گاہک نہیں رائے
چند کے کالے دھندے سے غرت ہو کی اور وہ اس کے
پکڑے جانے پر غمی محسوس کر رہے ہوں گے جہاں دوسرے
کردہ کے افراد کو پریشانی لاحق ہوئی کہ رائے چند کی کرداری
کے بعد وہ اپنے مطلب کی سی ڈیز کہاں سے حاصل کریں
گے۔ چاہے ہی کوئی ایٹال دونوں ہی طرح کے لوگوں سے کچھ
لینا دین نہیں تھا۔ رائے چند کی کرداری کے بعد پولیس کی
گاڑی کے وہاں سے روانہ ہوتے ہی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو
گیا۔ بی ایٹال تو رائے چند کو تھانے لے جایا جا رہا تھا لیکن
اسے نہیں اور اس کے استقبال کے لیے پہنچتا تھا تاکہ اس سے
وہ ہاتھ کیے جا سکیں۔

☆ ☆ ☆

"کو بھانپائی انہیں ہر پانہ دفع متعلق گئے ہیں۔ ایسے
بر پانہ اور شہر پالی پت ہے۔ اتھے اسان دا گھر ہے۔ بس
میرے کول بلو۔ کیا دھار روٹی شوقی کھاؤ لیرا گئے ملے جانا۔
میں خود نہیں دلی جانے والی بس دفع بھا کر جاؤں گا۔" وہ
سراتے میں اپنے علاوہ شہر سے ہونے دوسرے مسافر کی
سوز کی میں سوار ہو کر اس کے ساتھ اس کے شہر تک پہنچے تھے
اور اب وہ اپنی درہائی جہان نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے
بڑے غلوں سے انہیں اپنے ساتھ اپنے گھر پہنچنے کی دعوت
دے رہا تھا۔
"بہت بہت وضع ہو بھائی، اس دن وی لوڈ نہیں ہے۔
اسک تو ہان کے پہلے ہی میں چپے ہیں کہ اسیں جلد سے جلد روٹی

SOLE DISTRIBUTOR
of U. A. E

WELCOME BOOK SHOP

ASOOSI SUSPENSE PAKIZAH SARGUZASH!

P.O.Box 27869 Karama Dubai Tel: 04-3961018
Fax: 04-3961015 Mobile: 050-6245817
E-mail: welbooks@emirates.net.ae

Best Export From Pakistan

WELCOME BOOK PORT
Publisher, Exporter, Distributor

All kinds of Magazines, General Books
and Educational Books

No Urdu Bazar, Karachi Pakistan
Tel: (92-21) 3263151, 3263956 Fax: (92-21) 3263888
Email: welbooks@hotmail.com
Website: www.welbooks.com

کو بار بار پکھا کر چھاپی کے جسم کے مطابق پھر کسی جسم کے
سوال جواب کے بڑے کلاسیکل انداز میں اس کی پختلی لگا
دی۔ یہ وہ انداز تھا جو پریس والے بھی اختیار کرتے ہیں۔
ماتے چند کو بھی خوب ہی بھر کر مار پڑی۔ لیکن ایسے طریقے
سے کہ اس کے جسم پر کوئی زخم یا زہر نہ کوئی ہڈی ٹوٹی پھوٹی۔
پھر وہ بالکل بھی متاثر نہیں ہوا البتہ کچھیں مارتے مارتے اور یہ
پا پچھے پا پچھے راتے چند کا مطلق خشک ہو گیا کہ اسے کسی جرم کی
پاداش میں اس سلوک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ لیکن اس پر
تھوہ و کرنے والے کھیلنا محم میں گھومتے بہرے بہتے ہونے
تھے چنانچہ اسے اپنی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تھوہ
کرنے والوں نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق خود ہی
اپنے ہاتھ دوک دینے اور اسے اس کا وہی سفید اہلہ لباس
دیا۔ چہ وہ پانچا جسے بغرض تھوہ اور دیا گیا تھا۔ لباس
پینانے کے بعد ان لوگوں نے اسے جس وغیرہ پانچا اور پھر
اس کر پی نہ پانچا۔ یہاں چھیننے کے بعد اس نے ہنسی بھی کر
کر کے میں داخل ہونے دیکھا تو ہر طرح پرک نک کیا۔ چند
کھلے گل دیکھا گیا جا رہی کا چہرہ گھلا اس کی یادداشت سے
کیسے نکل سکتا تھا۔ البتہ وہ سوچتے پر ضرور بخیر ہو گیا کہ اس
کی دکان پر عام کپڑے بن کر آنے والی یہ شخص حقیقت میں کوئی
عام آدمی نہیں تھا اور اس پر جو بھی سمیرت ٹوٹی ہے اس میں
اس شخص کا چہرہ اور ہاتھ ہے۔

”تم میرا نام پورے ہو گے راتے چند کہ جہیں یہاں
تا کہ کسی جسم کے سوال جواب کے پھر اتنی بڑی طرح کیوں مارا
پینا گیا تو میں تمہاری یہ حیرت اور کردیتا ہوں۔ تم پڑنے والی
اس مار کو اپنے گھنڈے کے ہندوں کی سزا کی مکلی قسط کھو اور
مصل مند ہوتو یہ بھی کھو کہ جب مکلی قسط ہی ایسی ہے تو تعاون
نہ کرنے کی صورت میں ہم تمہارا کپڑا ستر کریں گے۔“ نظروں
کی نظروں میں پکھوہ ایک دوسرے کو ٹٹنے کے بعد چہرہ چہرہ
نے ٹھنگو کا آغاز کیا۔

”میری بھی نہیں آ رہا کہ تم کون ہو اور تمہارا تعلق
کس گھنے سے ہے؟ میں مانتا ہوں کہ مجھ پر لگائے گئے
الزامات درست ہیں لیکن میں کوئی واحد شخص تو نہیں ہوں جو
اس شرم میں یہ ہندا کر رہا ہے۔ تم نے ان سب میں سے کسی کو
یکو نہیں کہا اور مجھے پکار کے لے آئے جگہ میں بیٹھ بہت
پابندی سے پریس کو اس کا ہتیا دیا رہا ہوں۔ اب بھی میں
تھانے میں ایک خاصی بڑی رقم جمع کروانے کے بعد وہاں
سے لگا ہوں اور کھتا ہوں کہ اتنی خدمت کے بعد کسی کو یہ حق
نہیں چھوٹا کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈالے۔“

ماتے چند نے ذرا ناراضی سے اپنے اعمال کو
اٹھا رکھا جس میں کہ چاہیے ملنے میں طمیان کھینچ لیں۔ یہ شخص اس
کے وطن کے مستقبل کو چاہو بہا دگر ہا تھا اور کھت تھا کہ اس
جرم کے حادے کے لیے چند ہے پھر وہوں کو کر کے ٹوٹوں
سے تو از رو کا کافی تھا۔ اور خود اس کا یہ حال تھا کہ جتنی دور
میں ساری کارروائی عمل ہوئی اور سی ایف ٹی والوں نے
راتے چند کو یہاں لاکر اس کی خاطر مہارت کی وہ مسلسل
مصرف رہا۔

حاذق اور شہناز نامی لڑکوں سے راتے ان کے ہر
ان کے دوستوں کے جو ٹیلی فون نمبر۔ پتے۔ ان پر فوج کر
کے ان لڑکوں کے والدین کو آگاہ کیا کہ ان کے بچے کیا جگہ
کرتے پھر رہے ہیں۔ ان والدین سے اس نے یہ بھی
درخواست کی کہ اپنے بچوں سے یہ چھوڑ کر کہ ان سے حذر
اپنے لڑکوں کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کریں جو
ان کے بچوں ہی کی طرف ان صحیح عادات میں رہتا ہو چکے ہیں
تا کہ بد وقت توجہ دے کر انہیں ان باتوں سے بچاتے اور ان
جائے۔ ساتھ ہی اس نے انہیں یہ بھی خبر دیکھی کہ اگر وہ
سٹیج میں انہیں کسی جسم کی مددگار ہو تو وہ پانچا ہوگا اس سے
رہنہ کو سستے قیمتے۔ ابی تھوہ کے لیے اس نے ان تمام
والدین کو ایک ہی نوٹس قبضہ دے دیا تھا جہاں وہ اپنی
گزارشات اسے بھیج سکتے تھے۔ اس نے ان لوگوں سے یہ
بھی درخواست کی تھی کہ اگر راتے چند کے علاوہ بھی کوئی شخص
ان کے علاوہ میں اس قسم کا ہندا کر رہا ہے تو وہ اسے آگاہ
کر سکتے ہیں۔ اطلاع دینے والے کے لیے بھی اپنی شناخت
تاکہ ہر کار ضروری نہیں ہوگا۔ البتہ اس کی دی گئی اطلاع پر گرفت
داخلی کارروائی کی جائے گی۔ لوگوں نے اس کا شکر یہ ادا کیا تھا
اور اپنے تعاون کی پوری پوری یقین دہانی بھی کر دالی تھی۔
اپنے طور پر اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ داخلی ان شکایات
فردوں کا پچھا نہیں چھوڑے گا اور سی ایف ٹی کا دائرہ کار
بھدو ہونے کے باوجود اپنے بڑوں کو اس بات کے لیے
راضی کرنے کے گا کہ اپنے بھدو وسائل اور نظری کے باوجود
اس مسئلے کے حل کے لیے پوری پوری کوشش کریں۔ کب تک اس کا
کام ہی وطن کی حفاظت تھا اور وطن کی حفاظت کے لیے سب
سے ضروری یہی تھا کہ اس کے مستقبل یعنی توجہ ان نسل کو بچایا
جائے۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو راتے چند کہ اس شرم میں
تمہارے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ یہ ہندا کر رہے ہیں
لیکن صرف تم ہماری گرفت میں آئے ہو۔ اس کی وہ بڑی

تھے۔ انہیں جرح اس بات پر تھی کہ ہال میں بیٹھے ہوئے
اسنے لوگوں میں سے کسی نے اس معاملے میں دخل نہیں دیا تھا
اور خاموشی قائم رہی تھی۔ بیٹھے بیٹھے سے بگڑ گئی تو خاموشی سے
وہاں سے کھٹکن شروع کر دیا تھا۔

”کے گرد میں سرکارا ہوا ان ہے۔ جی ٹی ٹو کی پر تھی
ہے۔ آپ کو ہوا تھی نہیں ہے۔“ یہاں سے ٹھیک اس ہنگامے
کی خبر پہنچی تو دور دور آ یا اور کچھ کمانے والے آدمی کے سامنے
گھرا ہوا کہ اس سے جائزات اور درخواست کرنے لگا۔

”کچھ سے بھلا دور سالی ہے اور گے میں رہی ڈال کر
اسے ٹھیک لے جائے گا کہ صارتی اور کچھ نکل جائے کہ ہوا
درا سے بھلا لینے والے کا کیا خبر ہے؟“۔ فہر کی
درخواست کا بھی ٹھیکر انداز نہ تھا وہ بڑی طرح غریب اور اس
کی طرف سے بے رحم جاتی رہے تھی تو کئی گز دور کھپ کرتے
ہوئے دونوں افرام نے اس کے لباس پر ہاتھ ڈال دیا۔ ایک
نے اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالا اور آئی زور سے بڑھلا ہوا کہ

وہ چست گیا اور اندر سے اس کا گردن بھاگنے لگا۔ وہ جہاز
کھا کر کچھ چٹا یا دم کی درخواست نہیں کر رہی تھی اس حرکت
پر بڑی طرح رونے پڑے تھی۔ سلاو اور ہار کے لیے اب
کھن نہیں تھا کہ انہوں نے انہوں نے انہوں کے سامنے ہوتا نہیں
اور خاموش بیٹھے ہیں۔ وہ گویا کسی اندرونی ریل کے تحت اپنی

جگہ سے ایک وقت کھڑے ہوئے اور پلے بھر میں اس مقام
پر پہنچ گئے جہاں اس لڑکی کو نظر کا لگانا نہ بنا یا ہوا تھا۔
”شرم نہیں آتی ایک گزور جرح سے ایسا سلاو
کرتے ہوئے؟“ سلاو نے ان میں سے ایک کا گردن بیان پکڑ کر
کھینچے ہوئے اس کے منہ پر زور دار گھوسا مارا جبکہ دوسرا
شہر یاری کی لذت میں آ گیا۔

”یوں مائی کے لال ہیں جہاں دور دانا کے آدمیوں پر
ہاتھ ڈالنے کی ہمت کر رہے ہیں؟“ ہال میں سوچو اور فراموشی
سے کسی نے خوف زدہ لہجے میں کہا اور ہر دو ہاں افرام کی سی
بھاگ گئی۔ لوگ بھاگ بھاگ کر ہول سے باہر نکلے گئے۔ اور
ان چاروں کے درمیان زبردست محرم کہاری تھا۔ ہاں دور دانا
کے آدمی مضبوط ہاتھ لگے اور ابھی تو کامت کے ناک
تھے۔ لانے پھرتے میں بھی ماہر تھے تھے لیکن ان میں وہ
تیزی اور بھرتی نہیں تھی جہاں ہار اور سلاو میں تھی۔ وہ مختصر سے
بدل بدل کر ان دونوں پر حملے کرتے تھے اور ہر دونوں نہ
صرف کامپانی سے ان کا سلاو روک دیتے تھے بلکہ ہلت کر
لیا اور کرتے تھے کہ وہ بھلا آتے تھے۔

اس لڑکی کو دیکھنے والے اب بہت کم افراد ہاں وہ
ہاں دور دانا کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ ہاتھ ڈال
کی لڑکی میں ان دونوں لڑکیوں کو ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے
میں سے ایک نے اپنے نچلے میں ازسا ہوا داخل کھینچ کر
لیا اور بھگانا زور لہجے میں لگا۔

”نہیں بہت ہو گئی۔ اب تم دونوں سیدھے ہو کر
طرف کھڑے ہو جاؤ۔ نہ میں تمہارے ہتھوں کو چھو رہا ہوں
گا۔“ اس کی اس دھمکی نے لو بھر کے لیے سارے محرم
ساکت کر دیا۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

تھے۔ ایک ہاں دور دانا کا جہاز اپنی جگہ سے ہاتھ
اور افرام نے اس سے کھینچ کر ہاتھ میں اس طرح ہاتھ لگا کر
تھا جسے وہ کسی طرح کا محرم ہو۔ دوسری ہستی اس طرح
بھگڑے کا سہمہ بننے والی دیکھ کر کسی جہاز دونوں سے
بھرتے جانے پر کھینچی ہوئی زور کا قائلے پر سوچو سلاو
جلی ٹی ٹو اور اس سے ٹھیک لگا کر اس انداز میں کھینچی ہوئی
کہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ کے ساتھ
تھپے سمیت کر پھرتے سے لگا کر گئے تھے۔ اس طرح شہر یار
نے سز پھرتی کی کوشش کی تھی۔ وہ خوف اور جرح کی
نہایت میں اپنے لیے ہاتھ سے ہاتھ اور انہوں کو
کی جن کے جسم میں خون کی جگہ ٹھانے ہاں ہاں اور ہاں
یوں اچھل کر گز رہے تھے کہ انھی کے نہیں چھو ہاں
طرح نکلے نہیں تھے کہ وہ ہاں ہاتھ میں بندھ کر جاتے
دیکھا جاتے تو فرام نے کج سمتوں میں ہاں دور دانا کے
تو کئی کج چار کھاتا تھا۔

اس محرم کا فہرہ ہاں کا فہرہ ہاں کا فہرہ ہاں کے
پر جہاز کی سلاو ہاں کی تھی۔ وہ گردن کو ہاں ہاں
آگے پیچھے اور اوپر نیچے مسلسل حرکت دیتے ہوئے
تھکان کا کھینچ لگانے کی کوشش کر رہا تھا جو کچھ بھی
کر کر رہی اور فرام نے ہاں کے ہاتھ ہاں کے
ہول کو ہاں ہاں ہاں۔ ان میں ناظرین کے سلاو ہاں
ہول کی رشتہ نشینی جہاں جہاں گزرا کہ ہاں ہاں ہاں
اور وہاں سے بھی کئی جہاں تک کر دیکھ گئی تھی۔ ان چاروں
کے سلاو وہاں سوچو ہاں تک اور ہول کا سارا حملہ اپنے
کے لیے وہاں سے نکل گیا تھا۔ چند منٹ کے دور انداز
مشقت اس لڑکی میں واضح طور پر سلاو اور شہر یار کا پلے پھرتے
نظر آ رہا تھا۔

ہاں دور دانا کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ ہاتھ ڈال
کی لڑکی میں ان دونوں لڑکیوں کو ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے
میں سے ایک نے اپنے نچلے میں ازسا ہوا داخل کھینچ کر
لیا اور بھگانا زور لہجے میں لگا۔

”نہیں بہت ہو گئی۔ اب تم دونوں سیدھے ہو کر
طرف کھڑے ہو جاؤ۔ نہ میں تمہارے ہتھوں کو چھو رہا ہوں
گا۔“ اس کی اس دھمکی نے لو بھر کے لیے سارے محرم
ساکت کر دیا۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

ہاں دور دانا کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ ہاتھ ڈال
کی لڑکی میں ان دونوں لڑکیوں کو ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے
میں سے ایک نے اپنے نچلے میں ازسا ہوا داخل کھینچ کر
لیا اور بھگانا زور لہجے میں لگا۔

”نہیں بہت ہو گئی۔ اب تم دونوں سیدھے ہو کر
طرف کھڑے ہو جاؤ۔ نہ میں تمہارے ہتھوں کو چھو رہا ہوں
گا۔“ اس کی اس دھمکی نے لو بھر کے لیے سارے محرم
ساکت کر دیا۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

ہاں دور دانا کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ ہاتھ ڈال
کی لڑکی میں ان دونوں لڑکیوں کو ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے
میں سے ایک نے اپنے نچلے میں ازسا ہوا داخل کھینچ کر
لیا اور بھگانا زور لہجے میں لگا۔

”نہیں بہت ہو گئی۔ اب تم دونوں سیدھے ہو کر
طرف کھڑے ہو جاؤ۔ نہ میں تمہارے ہتھوں کو چھو رہا ہوں
گا۔“ اس کی اس دھمکی نے لو بھر کے لیے سارے محرم
ساکت کر دیا۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

شہر یار اور سلاو افرام کی چاکری میں پڑ جانے سے
کے لیے اپنے ہول سے نکلے وقت اسلوا ساتھ لے کر نہیں
تھے۔ اپنے طور پر تو وہ نہیں صرف گھومتے اور وہی کے پاس
تھے۔

کر دیا بلکہ یہ بھی کیا کہ وہ میرے ہونے والے داماد
تھیں خود میرے گھر۔" ان دونوں کے قریب کھڑے ہوتے
ہوئے اس نے سہانگی سے بتایا۔

"چلو، یہ تو تمہارے لیے اچھا ہو گیا۔ اب ایسا ہے کہ
ہم دونوں چلتے ہیں۔ تم اس لیے چاری دیکھیں گی اور بیگ
دیکھ کر دوا کر اسے اس کے گھر پہنچانے کا بندوبست کرو۔"
شیر کو جواب دینے کی ذمہ داری بھی شیر پارے ہی سنبھالی۔
اصل میں وہ سولو کے لاپاہی پن اور بے باکی سے ڈرنا تھا کہ
رہتا تھا اس لیے عموماً نازک صحافت پر گھٹ و خنجر کی ذمہ
داری اور ذمہ سنبھال لیتا تھا۔

"صحفی سراج میرے لوگوں میں سے کوئی بہت نہیں
کرتے کہ وہ دانا کو خوش کرنے والی صورت کی بددگر ہے۔
ہاں آپ کی بات اگے ہے۔ آپ میں بہت گہمی تو ہی آپ
نے دادا کے آدمیوں پر ہاتھ ڈالا اور سب سے بڑھ کر آپ
دادا نے خود آپ کے لیے صحافی کا اعلان کیا ہے۔ اس لیے
میرے بڑے ایک اسے اس کے گھر تک پہنچانے کے لیے آپ
سے ملا کوئی نہیں ہوگا۔" شیر کا جواب سن کر ان دونوں نے
ایک دوسرے کو ہنسی سے دیکھا۔ یہاں ان کے ساتھ اپنی
آہنی گتے چڑی اور اس کا حوالہ ہو گیا تھا لیکن وہ انکار بھی نہیں کر
سکتے تھے کہ اس سادے جھگڑے کا سبب بننے والی دیکھیں
ان کے سامنے تھی۔ اپنی نیم گرمی کو چھپانے کی کوشش کرتی
وہ خوب صورت لڑکی تھی ہونے کے ساتھ ساتھ اس وقت
سخت ہر اماں بھی تھی اور ضروری تھا کہ اس مشکل گھڑی میں
کوئی اسے سہارا دے۔ ان دونوں سے ہی انکار نہیں ہو سکا۔
دیکھے بھی جب وہ اس کی خاطر خطوں سے بھر جانے کی
خطرات حرکت کر چکے تھے تو پھر اسے اس کے گھر تک پہنچا
دینا تو نسبتاً کم خطرناک کام تھا۔

"او کے ہم یہ کام کر دیتے ہیں۔" شیر پارے نے شیر پر
اپنی رضامندی کا ظہور کر دیا اور سولو کا اشارہ کیا تو وہ ایک میز
پاش کھینچ کر اتارے جو نئے ستون کے ساتھ بڑھال بھی
دیکھیں کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ بیکور ہے۔ اس کی مرہم پٹی کر دینے کے کام
آئیں گے۔" شیر نے اپنا پرس نکال کر اس میں سے کچھ
لوٹ نکالنے پر شیر پارے کی طرف بڑھا۔

"تو کھینچو، اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے
انکار کر دیا اور سولو کی طرف بڑھ گیا جو میز پاش سے لڑکی کی
سڑھ پٹی کرنے کے بعد اسے سہارا دے کر کھڑا کر چکا تھا۔
شیر پارے نے اسے دوسری طرف سے سہارا دیا اور پھر وہ دونوں

اسے لے کر پورے روزانہ کے لیے طرف بڑھ گئے۔ وہ
باہر نکل کر انہوں نے ایک آؤر کھارے اور لڑکی سے اسے
کا پھانٹنے کو کہا۔ لڑکی کے پھانٹنے کے بعد آؤر اسے
کمرے کا حوالہ دے گیا اور وہ اس طرح لڑکی کے کمرے
کی طرف روانہ ہوئے کہ لڑکی کے درمیان میں بھی تھی اور وہ دونوں
اس کے دماغ میں جا گئے۔

دستے ہر ان میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا اور
شیر پارے نے ایک بار راستے میں کسی ٹیکے یا ہسپتال میں
جانے کے بارے میں ضرور استفسار کیا لیکن لڑکی نے
انکار کر دیا۔ اس نے بھی اصرار نہیں کیا۔ تاہم وہ
خطوں کے ہاتھوں بننے والی ہو گئی کے نتیجے میں لڑکی
ہونٹ چھٹ گیا تھا۔ ہاتھ پر کانٹی بڑا سا گورڈا لگا ہوا تھا
اور اس کے علاوہ بھی کئی نسل اور ڈر میں نظر آرہی تھیں۔
یہ سحر اور اس کا لباس بھی پھٹا ہوا تھا۔ وہ لوگ اسے
کسی ہسپتال جاتے تو انہیں جواب دینا چڑا کر لڑکی کے
ساتھ کو واقعہ بتیلا ہے۔ پولیس نہیں ہونے کی وجہ سے
ہسپتال کی انتظامیہ پولیس کی آمد سے قبل اسے فریڈسٹ
کے لیے بھی تیار نہیں ہوئی اور پولیس سے سامان کرنا ان کے
انہی سچ میں مناسب نہ ہوتا۔ وہ بھی اس صورت میں تھے کہ
دادا آپ کے بندے سے گھر لے چکے تھے اور ان
پاس شائقیت دستاویزات تک نہیں تھے۔

مطلوبہ سچ پر پہنچ کر لڑکی نے دیکھا کہ وہاں اور وہ
بچے اتر آئے۔ دیکھے والے کو کہہ کر اسے کمرے تک
لڑکی دوا دے کر دیکھ دے چکی تھی۔ وہ کچھ بیٹھے گا کہ
ظہر تھا جہاں چہرے چہرے پہنچنے پر وہی چہرے چہرے
تھے۔ لڑکی نے روزانہ سے پرکھی دیکھیں اور یہی تب تک
روزانہ کھلا۔ روزانہ کھولنے والا شخص کھینچ رہا تھا۔ اس
نے پھانٹنے والی گہری پرکھی ہی بیان دیکھ کر بھی بھڑکی
سے چلی ہوئی تھی۔ سر کے بال اور داڑھی بے حد اونچی
تھی اور اسے دیکھ کر یہ گہرا تھا کہ اسے نہانے ہوئے کئی بیٹے
یا پھر شاہرے گورگئے تھے۔ وہ روزانہ سے پرکھتا اور
بارہ کا ایک بھکا سا موسیٰ ہوا۔

"تو کئی بہ وقت آگئی میری نیند خراب کرنے
اس نے لڑکی کے اچھے طریقے کی طرف توجہ دی اور تھی اس
کے پیچھے کھڑے وہ انہیوں کی طرف۔ بس اسے دیکھ کر
بڑا ہوا اور کھڑا ہوا انہیں پلٹ گیا۔

"آپ دونوں اندر آجائیں۔" لڑکی نے اس کی
طرف دیکھا اور وہ پھر اندر سے کہا۔

"میرے خیال میں پہلے میں آپ کے لیے کسی
میں نکل انہوں سے کچھ منہ بین اور پھر کچھ وغیرہ کا سامان
لیاؤں۔" شیر پارے اندر جاتے ہوئے ڈراما سا چھیلا۔

"میرے پاس فرسٹ ایڈ کس موجود ہے اس لیے اس
حالت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے سکرانے کی کوشش
کی لیکن تکلیف کے باعث ہونٹوں سے سکڑی ہوئی تھی۔

"پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ کے گھر والے زخموں
کی مدد ہی اور ڈریسنگ میں آپ کی مدد کر دیں گے۔ ساتھ
میں آپ کو لیجن کمرے لے گئے گا اور وہ سے آرام آجائے گا۔
میرے اندازے کے مطابق تو آپ کو کوئی بھی بہت زیادہ
تیزی چٹ نہیں گی ہے۔ گھر پر ہی چہرہ ان پانڈی کی
دوا کی جینے کے ساتھ آرام کرنی رہیں گی تو طبیعت سبب ہو
جاتی ہے۔ البتہ اگر آپ عموماً کمرے کو لے کر آؤر لڑکی کھانے
تو ہسپتال چلی جائے گا۔" شیر پارے دھڑکے سے اسے دیکھنے پلٹنے
کے لیے نہیں تھا۔

"میرے کوئی گھر والے نہیں لگتے۔ صرف ایک
گھر والا ہے جو اتنے ہوش میں نہیں ہوگا۔" میری مرہم پٹی
کر دینے میں مدد کرے یا مجھ سے مدد کرنی کرے۔"
بہت اچھے سے ہی بولی تھی لیکن اس کے لیے میں انہوں کی
نی اور کئی بھی مرہم پٹی۔ البتہ وہ دونوں اس انتظام پر
چنگ سے گئے تھے کہ کئی گھر اور کئی ہی گھر آئے وہاں وہ
لڑکی کو لڑی شدھی اور بھی لگی اس لیے جب تک تکلیف نہیں کی تھی
تھا ایک گھر دیکھنے پر ہی انہیں میں ہی مرہم پٹی تھی۔ سولو تو
اس انتظام کا زیادہ ہی اڑا ہوا اور اس نے زیر لب "لوگ
میں اتنا بڑا ہوگا" کہنے سے لگی ہی تھی لیکن یہاں اتنی تھی۔
البتہ شیر پارے اس اختلاف سے اتنا زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا
چنانچہ بڑا ہاری سے بولا۔

"او کے ہم اور کھل کر آپ کی ویلپ کر دیتے ہیں۔"

"جیکب ہو سوچو۔" اس نے گھر پر ادا کیا اور خود اندر
داخل ہو کر انہیں بھی اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں
پر ہنسنا چہرہ سا گھر تھا جس کے دور دراز سے فریڈسٹ لگ
رہی تھی۔ لڑکی انہیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوئی۔
"آپ لوگ یہاں بیٹھیں، میں کپڑے چنگے کروں پھر
فرسٹ ایڈ کس لے کر آتی ہوں۔" انہیں وہاں غما کر وہ خود
کمرے سے باہر نکل گئی۔ پلٹے ہوئے اس کے ہی لڑکھڑا
رہے تھے لیکن اس نے نکتہ کر کے خود کو اس حد تک سنبھال
لیا تھا کہ کسی کے سہارے کے بغیر چل سکے۔ اس کے باہر نکلنے
کے بعد انہوں نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں سستا سا

کھڑا فرنیچر رکھا تھا اور فرش پر ایک بے حد استعمال شدہ دوری
بھی ہوئی تھی۔ البتہ مٹائی خوب تھی۔ دروازے پر ایک لکڑی کا
ریک بھی لگا ہوا تھا جس میں بہت سی کتابیں بھی تھیں۔ ان
کتابوں میں سے زیادہ تر انگریزی زبان میں تھیں
اور مٹائے کا طریقہ شہر دور دور سے ان کے نام بڑھ کر ہی یہ
بتا سکتا تھا کہ وہ خاصی مٹائی کتابیں ہیں۔ گھر کا مہربان زیادہ
باحوال اور لڑکی کے شو پر گورڈو کچھ کر کے کتابیں یہاں انہی کی تھی
تھیں لیکن انہی تو دور کی بھی تھی اس ماحول میں۔

"سوری، آپ لوگوں کو انتظار کرنا پڑا۔ میں اپنے
زخموں کو دیکھنے کے لیے پانی گرم کر رہی تھی تو سوچا چاہئے تھے
جانوں۔" بیکور پر وہ دور دورہ کرے میں داخل ہوئی تو
صرف لمبا دل چکی تھی بلکہ چہرہ دھو کر زخموں پر مرہم وغیرہ
لگی لگا لیا تھا۔

"آپ نے جانے کا کھلف کیوں کیا؟ ہم تو آپ کی
درد کے خیال سے اندر آگئے تھے اور آپ اس تکلیف میں پڑ
گئے۔" اسے جانے کی ٹرے سے میرے پر دیکھ کر شیر پارے
نے سہانگی سے بولا۔

"تکلیف کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے میرے
لیے خود کو اسے بڑے خطرے میں ڈالا تو کیا میں آپ کے لیے
چاہئے بھی نہیں ہوتا تھا۔" اس نے میرے سے کہنے ہوئے
چاہنے کی جانیاں ان دونوں کی طرف بڑھا گئیں۔ جانیاں
بھیس اور صاف تھری تھیں اور ان میں موجود چاہئے بھی خوش
رنگ اور خوشبودار تھی۔ چنگے پڑاؤنگی بہت اچھا لگا۔

"تھکا شک... میں نے کہا تھا کہ اصل کمال آپ
کے ہاتھوں کا ہے۔ اب دیکھیں، یہ چاہئے ہوئی تو اور کے کسی
شیف نے تیار نہیں کیا پھر بھی کتنے مہرے کی لگ رہی ہے۔"
پیدا گھونٹ بھرتے ہی سولو نے خوشی سے شہرہ لگا جس پر وہ
ہولے سے ہنسی پھر ہلکا سا گراہ کر چپ ہو گئی۔ لو بھری
تادوشی کے بعد اس نے ایک بار پھر خوشی کھنگوڑا کا تذکرہ کیا۔

"کیا میں اپنے محسنوں کے نام جان سکتی ہوں؟"
"کیوں نہیں، میں رچھرا ہوں اور یہ میرے دوست
جگدیش ہیں۔ ہم دہلی گھونٹے کے لیے آئے ہوتے ہیں۔"
سولو نے فوراً اس کے سوال کا جواب دیا۔ وہ سارا گھوڑا تھا
اور یہ اعزاز لگا کر ہی تو کھولتا تھا کہ کہاں اس کے بولنے پر
شیر پارے کا اعتراف نہیں ہوگا۔

"میرا نام مانگتے ہیں لیکن یہاں زیادہ تر لوگ مجھے آٹا
کہتے ہیں۔" اس نے بھی اپنا تعارف کر دیا پھر چڑھ بولی۔
"مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگ گھونٹے کے لیے نکلے ہیں اور

میری بھاری میں خود اپنے لیے اتنی بڑی مصیبت مول لے لی تھی۔۔۔

”جانے دیں۔۔۔ وہ معاملہ تو اب ختم ہو گیا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ قہار دادا نے ہم سے کیا کیا تھا۔“ سونے کان پر سے مگی اڑانے والے اعزاز میں اسے جواب دیا۔

”اس لفظ ہی میں مست رہے گا۔ میں نے اپنی ذریعہ کے بھانے آپ دونوں کو اندر ہی اس بلے پلایا تھا کہ آپ کو خطر سے آگاہ کر سکوں۔ وہ خطرناک اور عیار آوی ہے۔ اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے آدمیوں کو آپ دونوں کے ہاتھوں بڑی بات اٹھانی پڑی ہے، یہ اس کے لیے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اب تک یہ بات نہ جانے کہاں سے کہاں تک بنگلہ ٹی ہوئی اور مجھے نہیں لگا کہ اس نے آپ لوگوں کی بیاہری سے حذر نہ ہوجانے کا جو ڈراما کیا ہے، اس میں کوئی حقیقت ہی ہے۔ وہ سرفراز ہاں سے اپنی بیٹی بھی مزاح بنا کر رکھا ہے اور ہرگز نہ جانے اپنی ناک اور ہڈی رکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس ڈراما سے بھر وہ پوری کوشش کرے گا کہ آپ لوگ جیساں سے بچا کر نہ بھیے جا سکیں۔ وہ نہایت سفاک سے آپ کو ہیرت کا نشان بنا کر ہر سے دلی کہ یہ ظالموں کا بیٹا ہے۔ اس کی کوشش کرے گا کہ دادا کے آدمیوں سے بھرانے والوں کا ہمیشہ کی طور پر ہاتھ نہیں ہو سکتا۔“ وہ جرمہ انہیں بتا رہی تھی۔ وہ ان کے لیے تشویش ناک تھا۔ اگر وہ اس طرح کے سسک میں پھنس جاتے تو اپنے اصل مشن پر کام کرنا مشکل ہو جاتا۔

”جب تمہیں معلوم تھا کہ وہ اتنے خطرناک لوگ ہیں تو کیا ضرورت تھی دادا کو اور ہاتھ اٹھانے کی؟“ سونے بگہ جتا کہ اس سے یہ سوال کیا تو بگہ بگہ ہنسنے لگا کہ اس سے نکل جانے میں مانتے کے چھڑا کا ہی بہت زیادہ ہاتھ تھا۔

”میں کا ڈیال نہیں ہوں جس میں جیسا خطرہ اسوائی میرا وہ میرا ہاتھ بکارتے اور کوئی بھی ہے اور وہ فرمائش کرے تو میں نظر انداز کروں۔ اس گم سے آدمی کی بات مانتے سے یہ بہت بھرتھا کہ میں اس کے آدمیوں کے ہاتھوں اپنی جان سے چلی جاتی۔ تم آدمیوں لوگ اس بات کے تو گواہ رہے کہ میں نے اپنی عزت جاننے کی کوشش میں اپنی جان دے دی۔“ اس نے فیصہ سے سونکی بات کا جواب دیا۔

”کوہ عزت۔۔۔ تمہارے خیال میں وہ شخص اب جسمیں کھڑوے گا؟ تمہارے کہنے کے مطابق وہ ہم دونوں کی جان کا دشمن بن چکا ہوگا تو کیا سادگی اصل بڑا کچھ ہر دے

”ہاں“ سونے اس کے فیصہ سے حذر ہونے لگی۔

جواب دیا۔ ”میرا بار بار لیتا تھا وہی ہے اس منگھو کو نہیں رہا۔ میں کراہتا ہوں کہ اس کی کوشش کر رہا تھا کہ اس میں سے بچنے کی کیا صورت مل سکتی ہے۔“

”میں اس کے لیے تر تو اہل ثابت نہیں ہوں گی۔ دیکھو۔۔۔ یہ اب ہمیں میرے ساتھ رہے گا۔ اگر میرا دادا کے آدمی مجھ سے کمرے تو توجہ سلامت بچ کر رہیں گے اور ہاتھ میں ان سے مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی اپنے دل میں ایسا کرے کہ ہم کو خطرہ کروں گی۔ میں نے اپنے کہاں میں سے ایک چھڑا سامنے بڑھایا ہے اور اسے لہراتے ہوئے اپنے حذر کا اہتمام کیا ہے۔ کرتے ہوئے اس کے کچھ میں چٹا ہونے کی کوشش اور صاف نگہ رہا تھا کہ وہ جو کچھ رہی ہے اس پر عمل کرے گی جڑا سے دیکھی ہے۔ ویسے بھی اس کی حماقت حد تک بڑھ رہی ہے۔ ہوش میں دیکھی ہی جکتے تھے۔ ہر جگہ سے جیسے کہ اس کے مقابلہ دلی کا ہی کراہی لہتا ہے۔ اس نے اس پر ہاتھ اٹھانے کی حماقت کی تھی تو اس کا مقابلہ کر وہ واقعی خطرہ ڈیر لڑتی ہے اور اسے نیچے پٹکے سے رکھنے والی کی یہ سہا کی بڑی تر ہے۔“

”میں نے اس کی پوری کی پوری تہمت اٹھائی ہے۔ اس کی پھل چاہیے۔“

”نہتہ و ہر خاص کا اعزاز دیکھ کر یقین کرے کہ میں نے اسے چاہا تھا کہ وہ اس پر سامعہ سے مجھے میں ہر حق ہوئی اور اسے سچے کھینے آدمی کی یہی ہوگی جسے انہوں نے کچھ دے دیا۔“

”آپ تو مجھے کوئی اور بھی تھی جو میرے آپ کا ہاتھ پائل آپ کے پاس کہاں سے آیا؟“ سوا سوا اس کے لیے اس کے ہاتھ میں موجود ہر پائل کو دیکھ کر دادا دنگ لگا لگا کاتی تھی۔ یہ چاہتا تھا کہ اسے اس سے پوچھ لے۔

”یہ مجھے میرے اہل بڑھانے والا تھا۔ وہ لہ ہنر تھے اور ان کا خیال تھا کہ چونکہ میں سچی ذہنیات کے لیے بگہ ہونا چاہیے۔“ اس نے بے تیزی سے جواب دیا لیکن وہ لوگ تہمت میں پھنس گئے۔ وہ نہیں بتا رہی تھی کہ اس کا ساتھ شوہر ایک مل لہرتا تھا اور اب وہ ایک خطرناک والے آدمی کے ساتھ اس تک وہ ہر ایک مکان میں بھی گھس گئی۔ چینی شوہر پر اسے بڑے اکتاہٹ کے پیچھے کوئی تہمت بڑی دھڑی رہی ہوگی اور ان کے دلوں میں خواہ مخواہ ہونے چاہئے گا کہ اس سے ہاتھ اٹھا۔

”ہاں میں تہمت کی کیا بات ہے؟ میرا ہاتھ پائل ہنر تھا اور اس نے اپنے لیے مل لہرتا تھا کہ اسے اکتاہٹ کیا تھا۔“ اس نے اسے تہمتی سے جواب دیا جو شاید اپنے حالات پر ہنر ہونے کے لیے اکتاہٹ کر رہی تھی۔ اس کے ان اکتاہٹ سے الہیت کا ضرور ہوا تھا کہ وہ جس اور ایجنٹ میں تھے کہ اس کی شخصیت اس ماحول سے کچھ نہیں کھاتی۔ وہ ہنر تھی لیکن ایک ہی ایجنٹ ہوا ہوگی تھی کہ آخر وہ عرض سے تہمت پر ایسے اور تہمت پر ایسے ایسے سوال ہیں کہ ہنر ہنر پر چلی آتی تھی کہ وہ پچھلے گئے سے سکرانی اور ہر تہمت والی سے تہمت تھی۔

”میری زندگی کی کیا بات ہے؟ میرا ہاتھ پائل ہنر تھا اور اس نے اپنے لیے مل لہرتا تھا کہ اسے اکتاہٹ کیا تھا۔“ اس نے اسے تہمتی سے جواب دیا جو شاید اپنے حالات پر ہنر ہونے کے لیے اکتاہٹ کر رہی تھی۔ اس کے ان اکتاہٹ سے الہیت کا ضرور ہوا تھا کہ وہ جس اور ایجنٹ میں تھے کہ اس کی شخصیت اس ماحول سے کچھ نہیں کھاتی۔ وہ ہنر تھی لیکن ایک ہی ایجنٹ ہوا ہوگی تھی کہ آخر وہ عرض سے تہمت پر ایسے اور تہمت پر ایسے ایسے سوال ہیں کہ ہنر ہنر پر چلی آتی تھی کہ وہ پچھلے گئے سے سکرانی اور ہر تہمت والی سے تہمت تھی۔

”میں نے بہت کوشش کی، خود کوئی کی دھمکی تک دے کر دیکھی لیکن وہ راضی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے زبات قہم کے کسی بادشاہ کی طرح مجھے میرے کمرے میں نظر بند کرنے کے بعد میرا رشتہ اپنے ایک دوست کے بیٹے سے لے کر دیا۔ میں نے انہیں دھمکی دی کہ میں میں کھانج کے وقت اٹھ کر دوں گی۔ جواب میں انہوں نے مجھے وہی فرسودہ دھمکی دی کہ اگر میں نے لہیا کیا تو وہ اسی وقت میری ہاں کھولتی دے دیں گے۔ میں جانتی تھی کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے لیکن انہیں میری ماں سے بہت محبت تھی اور وہ ایک دن

بھی ان کے ہاتھ نہیں روکھے تھے لہذا میں اپنے ارادے میں اہل تھی۔ میرے باپ ہونے کی وجہ سے وہ کوئی میری رنگ بگ کو بچھانے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ ان کی دھمکی کا مجھ پر اثر نہیں ہوگا اس لیے انہوں نے مجھے یہ پتہ چرانے کرنے کے لیے ایک ایسی حرکت کی جس کی مجھے ان سے بالکل بھی امید نہیں تھی۔ انہوں نے شادی سے صرف چار دن پہلے وہ بے یقین کو اٹھا کر لایا۔ ہاں والے دن جب میری کھوئی لیکن کارڈ نہیں لے کر میرے کمرے میں آئی کہ وہ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو میں جہان رونگ کی میرے کمرے کا کوئی فرد دے سے میری بات کیسے کر سکتا ہے۔ اسی حرت میں جھکا جب میں نے یقین سے کارڈ نہیں لے کر لہیا کیا تو وہ میری آواز سن کر رو پڑا اور ہلکا سا کھسکا ہوا چوڑا کمرے سے نکلی کرنا ہوں کہ اپنے لہا کی بات ہاں لہرتا سوتی ہے یہ شادی کر لو۔ ظاہر ہے میں جہان رونگ کی دے سے یہ سب کچھ نہ کہہ رہا ہے؟ میں نے اس سے وہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس کی لیکن کو اٹھا کر لایا گیا ہے اور حالات پھلنی کی شرط شہادی شادی کے لیے ہاں دینی تھی ہے۔ اس جواب سے صاف ظاہر تھا کہ اس کام کے پیچھے چاہتا ہوا تھا۔ ہاں اسے ہاں اختیار آدمی تھے کہ دے سے صحتا تو آواز سمجھتی جو انکی اپنا پتہ پتہ نہایت ہی محدود کر رہا تھا۔ ان سے فیصلہ متاثر نہیں کر سکتا تھا۔ سمجھتی میرا ہی میں سے بھی کوئی ان کے خلاف اس کا ساتھ نہیں دیتا چنانچہ صرف وہ بے کی محبت میں، میں نے چاہا کہ مانتے ہارمانی ملی اور ساتھ کی یہی تھی کہ اس کے کمرے چلی گئی۔ لیکن اس جہد کے ساتھ کہ جس گھر سے میری ڈولی آئی ہے اب وہاں میرا چہرہ بھی ٹھنک جائے گا۔

”شادی کے بعد میں ایک باہر چلی چلی۔ لیکن اور بہانے مجھے لینے جانے کے لیے آگے تو میں نے اٹھارہ کر دیا۔ ساتھ میری اسی حرکت پر بہت تران ہونے لیکن مجھے اپنے بیٹے میں اہل دیکھ کر انہوں نے اسرا نہیں کیا۔ شادی کے بعد میں نے خود کو ایک ایسی ہی اور بیوی بت کیا اور اپنے ساتھ کی گئی چاہی کہ دادا ساہج کی کھلی سے لینے کی کوشش نہیں کی۔ شادی کو پورا ساہج میں نہیں ہوا تھا کہ اپنے نے میں ایک بیٹی تھی دے دی۔ دیکھتے میں، میں خوش ہاں تھی اور ایک اپنے لیے زندگی گزار رہی تھی لیکن میرا بھائی میری اس زندگی سے خوش نہیں تھا۔ میں مجھے کیڑوں، اٹھکے کھانوں اور میرے جہازات وغیرہ سے خوش ہونے والی بیٹی تھی تھی۔ مجھے زندگی میں قہر ملی اور ایسے دیکھنا چاہتا تھا اور لیکن تھا

کچھ کا معلوم واقعی وہ سچ کا حامی ہی ہوا اور اسے بھی اپنے قاتلانہ اور مفساد سے میں وہ مہم نہیں مانتا جو ایک نابل سچ کا حامی ہے۔

بڑی روایتی ہے اپنے کھانا سے متعلق ہوئی وہ خاصی بلند حوصلہ جوت گف رہی گی جو دیکھنے میں تو بظاہر پاک کی مٹی اور اپنی اصل مہر سے کی سالی پہلی مٹی مگر آئی مٹی لیکن مشیہلی میں مردوں کو بھی مات دیتی تھی۔ انکی صورت اگر انہام کی پڑا کیے تھیں اور وہ ان ہاتھ اپنی مٹی کی کوئی ٹیپ ہات نہیں تھی۔

"ماہد کے انزم سے پھلکارا ملا تو کمال کے والد میں ان میں ملا آئے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے بھائی کے مگر کی جگہ سے لے کر وہاں کے انہام سے ہاتھ کر ڈالنے سے لے کر وہاں اپنی زیادہ اہمیت نہیں تھی بلکہ مگر شروع سے ہی اس کی کوئی کبھی حق نہیں نکال کر اپنے والد کے فیصلے سے دھکا لگا۔ وہ تازہ دم بھی بنا تھا اور جیت لگ کر ہی زندگی گزار دینا چاہتا تھا اور ظاہر ہے سزا لینا چاہ کے اور پھر وہ معیار زندگی قائم رکھ کر مٹی کی جو کسالی اور پانہ سے ہر گھر میں ہوتا ہے۔ اسے اپنے اس سے لے کر پڑوں، جڑوں، کانوں اور بڑوں تک ہر چیز پر اور ارض تھا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ بات کچھ نہ سکے لیکن وہ کھٹے کے لیے تیار نہیں ہوا اور اس تم کو بھانسنے کے لیے ایک بار مہر شہت سے لے کر طرف حیرت ہو گیا۔ شاید جسین انماز ہو کر یہ علاج اتنا سستا نہیں ہوتا۔ میں پہلے ہی اس کی خاطر اپنے زہر ہات کا ایک بڑا حصہ چھٹی مٹی جو بچا تھا وہ میں نے مٹی کے مستعمل کو کھولا کرنے کے لیے سچ لیا۔ اس کا ہر ڈک اسکول میں اپنے مین کر دیا تاکہ وہ مگر کے ماحول سے دور رہے اور کمال کی مہرت کا کٹا نہ بننے سے بچ سکے۔ سچ جانے والی مٹی سے میں نے سر سے کمال کا علاج شروع کر دیا چاہتی تھی لیکن اس نے مجھ سے زیادہ تیزی و دکائی اور اپنی مٹی چوری کرنے کے لیے وہ دم چوری کر ڈالی۔ اس پر تم یہ ہوا کہ میں جہاں چاہ کر رہی تھی، وہاں کے کرنا دھرتا سے میری آن بن ہوئی اور مجھے چاہ سے نکال دیا گیا۔ چاہ کھولنے پر میں نے حوصلہ نہیں ہارا اور سوچا کہ کس اور اپنے کی کر دوں کی لیکن جس اب اس کام کے لیے مگر سے لگنا چاہتا تھا اختلاف ہوا کہ میرے ڈاکوٹیکس قایم لیا۔ کمال سے چھ چھانگن اس نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن جب مین نے اپنی بہت مہاری کالی مٹی قایم رکھیں تو کھٹے کی اس نے اپنا کٹھ پورا کرنے کے لیے وہ چاہ حاصل کرنے کی خاطر وہ کالی مٹی ڈالی تھی اور ان

کے ساتھ ہی میرے ڈاکوٹیکس بھی مٹی کی طرح چلے گئے میرے لیے ضروری ہو گیا کہ ان کی ڈاکوٹیکس کھول کر اس کی بھی یہ REQUIREMENT ہوئی تھی۔

کرنے میں میرے سامنے بگورہ کا نہیں تھی۔ میں نے کہا کہ اس چکر میں لیا عرضہ تک سکتا ہے اور مگر چاہے ساتھ ساتھ مٹی کے کتنی اخراجات پورے کرنے کے لیے بھی مجھے دم کی ضرورت ہوگی اس لیے سب سے کم کرانے کا وہ مکان چھوڑا جو یہاں کے مٹا لے میں ملتا ہے مٹا لے میں تھا اور اس حساب سے اس کا کرایہ بھی مکان چھوڑنے کے ساتھ ہی میں نے وہاں سے تمام مٹی چینی مٹی کی سچ ڈالیں۔ اس طرح مجھے مٹی کی اور نیچے والی دم میں نے مگر میں وہ کتنی مٹی کے کھانے ایڈوائس نہیں کے طور پر پٹی کے استعمال کر دیا تھا۔ اب اس کی طرف سے مجھے یہ بھی پتہ چلا کہ اگر چھ مہینے تک مجھے معقول ملازمت نہیں ملتی ہے تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔ یہ مگر میں نے بہت کم کرانے کی ضروری سامان سمیت حاصل کیا ہے اور ظاہر ہے کمال پہلے ہی نا توں تھا، یہاں آئے ہیں اور بھی زیادہ ہوا ہے۔ میں اس کی تازہ مٹی کرنا نہیں سکتی لیکن اس کی مٹی بھی بھجور ہوں۔ ایک مٹی کے ساتھ ساتھ تو وہ مٹی کی چاہ حاصل کرنے کا مقصد ہے تاکہ مگر چاہ رہے۔ ڈاکوٹیکس کی زیادیت مل جاتی ہے جب کہ ابھی چاہ مل جاتی تو میں ایک بار مگر کمال کا علاج کر دیا تھا لیکن اب دیکھو کہ وقت حریز زندگی کا کون سا دھکا ہے۔ اپنے زندگی کے حالات اور وہ واقعات ہیں نے بھی تجھ لانا ہے کہ میں ہر ارادہ با عرصوں میں خواب دیکھوں، حقیقت اس کے برخلاف ہی مٹی ہے اس کی آنکھوں میں حکوم ہی کی آواز ہے۔

پھر سے ہماری زندگی ختم کر ڈالی۔ اس نے نوا کرتے سے اپنی کی پورے آنکھوں کے کناروں تک چلی آئے والی مٹی کو صاف کیا اور بولی۔

یہ بھی انہارے مفساد سے کا ایک البیہ ہے کہ عام لوگ بھی اپنی خاص لوگوں کو کھٹے نہیں دیتے اور آپ بھی ایک خاص ہستی ہیں۔ شہر یار نے بے مانتی سے اسے جواب دیا۔

"تو توڑیں۔" اس نے مانتے تک ہاتھ لے کر خوش بولی سے کہا۔

"آپ کمال نامی اس حقوق سے پھلکارا کیوں حاصل نہیں کرتے ہیں؟" میں نے اس کی زندگی سے گل کیا تو آپ کے لیے توڑنی آسانی پیدا ہو جائے گی۔" سونے اسے صحت مطورہ دیا جسے کن کرانے نے شہت سے مٹی میں سر کو دیا میں نے اسے اپنی اور بولی۔

آپ میں آسانیوں کی ہی خواہش مند ہوتی تو ہے یہ نہ کہ اسے کے ساتھ مہرت کر کے اس کے مگر میں لینے کے خواہش مند ہوتی اس لیے آپ کے ساتھ تھیں گے اور ساتھ ساتھ مگر میں چھوڑتی تھیں زندگی میں جدوجہد کی قاش ہوں اور شاید میری زندگی میں یہ زیادہ مٹی تھی ہے۔ پھر کمال کا تو میرے وہ اب کوئی ہے ہی نہیں جو میرے کھٹے نہ لے کے اور اسے گنگے لے لے۔ مجھے ہی اسے سینا اور سنا لینا ہے کہ وہ مجھے نہیں کہہ کر اگر زندگی نے وفا کی تو میں یہ کام کر ڈروں گی۔ اور یہ ان ضرورت چھوڑ کر خود کو مٹا کر کا کارآمد فرد بن جاتے کہ وہ اس وقت انہوں نے مجھے پہلے چاہنا تو مجھے اپنی مٹی نہیں ہوگا۔

تو میں خود پہنچانے کا بندہ بہت کر دوں گی۔ ہمارے درمیان لاکھا لاکھا کھٹے تھے مگر وہ بھی صورت پر داشت نہیں کریں گے کہ ان کی مٹی کی عزت کوئی نظر اسر جاما مہال سکے۔ ان کے پاس دولت کی طاقت ہے اور کئی صاحب اختیار لوگ ان کے دوست ہیں۔ سب لیا کر ہر اور ان کو کھیل ڈال دیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو میں نہیں اپنا ارادہ بتا سکتی ہوں۔ وہ چاہ میرے ہاتھوں مارے جا سکتے گے یا میں اپنی جان سے چلی جاؤں گی اور یہ کوئی ایسی تشویش ناک بات نہیں ہے۔ آخر کار تو ہر شخص کی زندگی کا مکی انہام ہوتا ہے۔ ہاں مجھے ہر وقت یہ باتوں سے کہ میں جس مقصد کے لیے ماہد کا مگر چھوڑ کر مٹی چینی اور پورا نہیں ہوگا۔

اب شہر یار کے پاس کہنے کے لیے کھٹے ہیں، ہاتھ نہ ہی وہ اس کے لیے اس سے زیادہ مگر مٹی کا اختیار کر سکتا تھا کیونکہ وہ تو خود پُر نظر راہوں کے مسافر تھے اور کسی طور اس لڑکی کو پتا نہیں دے سکے تھے۔ دیکھتے ہی وہ میں نظر مٹی کا کھٹے مٹی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اگر وہ اسے اپنے ساتھ چلنے کی ہمت نہیں کرتا مٹی تو وہ ہرگز قبول نہیں کرتی کیونکہ وہ کمال کو سب سے زیادہ دیکھ چھوڑ کر نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

"میں دعا کروں گا کہ وہ تمہیں ان مسائل سے نکالے اور مجھ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکے۔" اس نے پورے غلطی سے ساتھ ساتھ کو دعا دی۔ اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں ایسے ماہ بانو کی یاد آئی تھی۔ حالانکہ وہ ٹانگہ کی طرح ہے باک اور آزاد مزاج نہیں تھی، ہاں البتہ عزت کے معاملے میں سب سے حد حساس تھی اور اسے چلنے کے لیے وہ ہر کی شوگر میں کھاتی ہوئی باقرا مگر چھٹی مٹی تھی۔ ماہ بانو کا خیال دکان میں آ کر تو دل میں ایک کھٹے سی جاگی۔ وہ کتنا بگورہ تھا کہ اپنے ہاتھوں سے کی اور کا پانا لگا تھا لیکن خوشی مٹی کی کہ وہ زمین کے تازہ قراروں میں کھٹے سے سچ کرانم کے ساتھ ایک کھٹو زندگی گزار رہی تھی۔ وہ اسلم کے بارے میں پڑھتیں تھا کہ وہ اس سے بے حد محبت کرتا ہے اور اپنی محبت کے مہرم سے اس کے دل پر لگا ہر ذمہ داری کر سکتا ہے۔

"ایک بات کہوں، مجھ کو تو کھٹے کو سچے مانتی تھی آواز سے کہ وہ جو دیکھ رہا نہیں کالی۔

اپنی اہلیت چھاپ رہی ہے۔ وہ تو آدھوں آدھوں ہی اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے۔ مائیک کی صاف ستھری اردو سن کر اس کے ساتھ ٹھٹھکرتے ہوئے انہیں یاد ہی نہیں رہا تھا کہ وہ بہوؤں کا گروہ بنا کر رہے ہیں اور انہیں اس کے ساتھ ہی لب و لہجے میں بات کرنی چاہیے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا؟ اب تو یہ مکان سے نکل چکا تھا۔

”آپ نکلنا دیکھا ہی تھا۔ ہم دونوں نے اپنے حقوق سے انہوں تکلی سے اور جب تک آپ انہیں اردو ان سے بات چیت کرنے کا موقع نہ تو اس کا فائدہ اٹھا کر خود بھی بولنے کا حق پورا کر لیتے ہیں۔“ چیلر شہزاد نے خود کو سنبھالا اور سناٹے کو مٹانے کی کوشش کرنے لگا۔

”نئی اپنی بات پر اصرار نہیں کروں گی۔ اگر آپ خود کو بچاؤ میں اور دیکھ کر ہولناکی پر مصر نہیں ہوتے تو کوئی حق نہیں بچتا کہ آپ کے بارے میں کونج نکالنے کی کوشش کریں۔“ مائیک نے جو جواب دیا اس سے واضح تھا کہ وہ اس کی دنی ہوئی وضاحت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ شہزاد نے بھی زیادہ بحث مناسب نہیں سمجھی۔ ان کے حق میں اتنا ہی کافی تھا کہ وہ ان کے بارے میں مزید کونج نکالنے کا ارادہ نہیں کر سکتی ہے۔

”جیسا چاہیے سوچا جھادی کرتے رہو گے یا کچھ کرو گے بھی؟ میں نے تم دونوں سے کہا ہے کہ فوری طور پر وہی سے روانہ ہو جاؤ اور تم انہیں تک میرے گھر بھی خطرناک جگہ پر بیٹھے ہوئے ہو۔“

”اوردہاں... وہ تو ہمیں جیسا سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔“ شہزاد نے اس کی تائید کی لیکن اپنی ہیکہ وہ خود اچھن میں تھا کہ وہی سے فوری طور پر کسی طرح نکلے؟ ان کے مددگار نے انہیں شام کے بعد کھانسی دتا جو ذات صیا کرنے کا وہ کہتا تھا جن کے بغیر زیادہ سزا خانے کے لیے پورے ہی خطرناک ہو سکتا تھا لیکن اب صورتحال ایسی ہو گئی تھی کہ جیسا شہزاد بھی مشکل نظر آ رہا تھا۔

”میرے خیال میں تم دونوں کسی ہوئی وغیرہ میں ظہور سے ہونے ہو اور وہاں جتنی طور پر تمہارا سامان بھی موجود ہوگا۔ اگر وہاں نام سے انعام لیا جاتا ہے تو لیکن ہے کہ اس کے آدمیوں نے اب تک تلف ہونوں میں تم دونوں کی تلاش شروع کر دیا ہے۔ اس لیے ابھر ہے کہ اگر تمہارے سامان میں کوئی مٹی سے نہیں ہے تو اسے دیکھ چکا ہے وہ اور وہی جاننے کا خطرہ نہ مول لو۔“ مائیک نے انہیں ایک اور مشورے سے نوازا لیکن اس کا یہ مشورہ اس لیے قابل

قبول نہیں تھا کہ ان کے پیچھے اسلئے اور کرنی کے ضروری ہیں۔ وہ بھی موجود نہیں۔

”تم اپنا سامان ہاؤس میں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ میں تمہاری بہت اہم چیزیں موجود ہیں۔“

مائیک کے مشورے کا اس نے حتیٰ لہجے میں جواب دیا اور بولا۔ ”خود یا اس کے آدمیوں کو ہمارے نام معلوم ہے۔ ذرا ہی ان کے پاس ہماری کوئی تصویر ہے، اس لیے صرف ذرا ہی ملے تا کہ ایک ایک ہاؤس میں جا کر ہمیں تلاش کرنا ان کے لیے اتنا آسان نہیں ثابت ہوگا۔ اس سلسلے پر دوس میں کافی وقت لگ سکتا ہے اس لیے ہمارے پاس چاہئے ہے کہ ہم وہاں جا کر اپنا سامان لے آئیں۔“

”پائل ٹھیک، چلو ہم ابھی چلتے ہیں۔“ مائیک نے اس کی تائید کی اور نکلنا شروع کیا۔

”آپ صحت روک۔ میرے خیال میں، میں اس خطے میں تمہاری کچھ مدد کر سکتی ہوں۔“ مائیک نے انہیں روکا۔

”وہ کیسے؟“

”میری ایک مزاج کبلی ہے گھنٹا۔ میری خاطر بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اگر تم چاہو میں اس کے ذریعے تمہارا سامان محفوظ کروں؟ اس دوران تم اپنی کے گھر پر بھی روک سکتے ہو۔ دوپہر کے کوشش بھی روک لوں لیکن اس کا امکان کم ہے کہ وہ لوگ تمہیں تلاش کرتے ہوئے یہاں بھی نہیں آسکیں گے۔ اور تم بارے جاؤ گے۔“ اس نے اپنی تجویز پیش کی۔

”شہزاد بھئی۔ آپ نے ہمیں جو پیشکش کی اس کے لیے ہم آپ کے شہزادہ ہیں لیکن اس بات کو کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ ہماری خاطر اپنی کبلی کو خطرے میں ڈالیں۔ ہم مرد ہیں، کسی نہ کسی طرح خود کو بچا سکتے ہیں۔ اس لیے تو آپ کوئی ذمہ داری نہیں اور تو ہی کو دوسرے کو ذمہ داری نہیں۔ اب ہم جیسا سے جا رہے ہیں۔ آپ اپنا بہت بہت خیال رکھیے گا۔“ شہزاد نے جواب دیا۔

”اس کی تجویز میں ضرور لیکن فوراً ہی رو کر دی اور ہاؤس کے لیے تیار ہو گیا۔

”بھئی آپ کی مرضی۔ میں اللہ سے آپ دونوں کی سلامتی کے لیے دعا کروں گی۔“ وہ ان کے پیچھے دوڑنے سے ٹک آئی اور ہائلر ایسے لہجے میں کہا جیسے کسی مہاجر پر ہنسنا والے سپاہی کی لیکن جتنی ہو سکی۔

”ایک بار پھر غریب۔ میں سب سے زیادہ ضرور ہے ہے گی دعاؤں کی ہی۔“ اس نے لہجے میں لہجے سے مائیک کو

دیکھا اور دونوں آگے پیچھے باہر نکل گئے۔ سگی سے نکلنے کے بعد اس نے کسی سادگی کو تلاش کرنے کے بجائے پیدل ہی اپنے کو ترجیح دی تھی۔

”بیٹھے بیٹھے ہم نے یہ سالی اچھی سمیٹ گئے ہیں۔ اب ہاتھیں دو خوب دھواؤں میں کھانا کھانے کو دینے کو۔“ فریاد برداری سے اس کے ساتھ ساتھ چلتے چلنے اپنے گھر سے سورت حال پر تیار ہوا جس کے جواب میں اس نے کچھ نہ ضروری نہیں سمجھا۔ اس میں وہ کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھا جہاں کچھ نہ ہو سکتا تھا۔

پہلے چلے گئے اور پھر ایک پبلک پارک کی سورت میں اس کی چل گئی۔ وہاں ایک کھلی پڑھ کر اس نے اپنا سامان نکالا۔ شہزاد کا بھی ماسک بارود والا اور آگلی کوڑے کے باجروں تو سو باگس اس کی جیب سے نکل کر گھر کا قاعدہ بنی اسے کوئی نقصان پہنچا تھا چنانچہ اس وقت وہ اسے استعمال کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

”میر نے اپنی سلطنت میں قدم رکھ دینے لگا۔“ وہی نہیں کیا اور انہیں خصوصاً شہزاد کے ہاتھ پانڈ ہونے پر اس نے بے شرمہ کھڑا کر دیا۔

”بھئی کے جانور اس کی اطاعت قبول کر سکتے ہیں۔“

”وہی طرف سے جہاں کھڑا ہوا گیا۔“

”میر عقل میں ہیں۔ کچھ ذریعہ پہلے تو اور وہی کے لانگ ہاؤس میں ہماری بارود والا ہائی فڈ سے کے آدمیوں سے بات چیت ہوئی تھی اور اب امید ہے کہ اس کے بندے ہمیں یہ سچا دھولتے پھروں سے ہوں گے کیا تم ہمارے بھائی سے ہمارا سامان نکالنے کے لیے کچھ کر سکتے ہو؟“ کچی آدمی سے رابطہ ہو جانے کا یقین ہونے پر اس نے فوری طور پر اپنا سامان بیان کیا۔

”وہ 11 گ تو وہ تم دونوں تھے۔ اس واقعے کی یادگاری تو دریک کبلی تھی ہے۔ بہر حال تم کہاں ہو، مجھے اپنی نوٹیشن بتاؤ پھر میں تمہاری مدد کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“ وہ تیز رفتور لہجے میں بولا اور پھر فوراً ہی اس سے بچنے لگا۔ جواب میں اس نے مائیک کی زبان سے سناٹے کے کاٹام بتانے کے ساتھ ساتھ اس پارک کے اطراف کی نکلیاں بھی بتا دیں جہاں وہ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔

”ٹھیک ہے، تم وہی ظہور۔ میں خود نہیں لینے آتا ہوں۔“ وہ فوراً ہی بولا اور رابطہ قطع کر دیا۔ اب ان دونوں کے پاس انکار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا چنانچہ وہی گھومتے رہے۔ تقریباً کچھیں صحت بہر نہیں اپنے مددگار کی

جہاں جہاں چل کر آئی۔

”میں اپنے ساتھ گاڑی لا ہوں۔ اس میں ایک ڈراما ہیرا بھی موجود ہے۔ تم دونوں راستے ہر کوئی بات نہ کرنا اور ہائلر خاموش بیٹھے رہنا۔“ کسی قسم کے تلف میں پڑے بغیر اس نے ٹھیک سے اس کی ہدایت کی اور پلٹ کر نکل پڑا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے تھے۔ وہ ان کے لیے جگہ گاڑی لایا تھا وہ ایک کسی تھی۔ کسی میں ان کے بیٹھے ہی سزا شروع ہو گیا۔ میں صحت بہر وہ ایک ٹھگ لگی کے کوڑے پر کسی سے اتر رہے تھے۔ کسی روزانہ ہی تو ان کا پیدل سزا شروع ہوا اور وہ کھس انہیں تلف گھسوں سے گزرا تا کہ اس گھر کے روزانہ سے بچنے لگا جہاں وہ بیٹھے گیا آچکے تھے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ آج اس نے روزانہ سے پردہ دیکھ دینے کے بجائے جیب سے چابی نکال کر روزانہ سے پڑا کھانا کھلا اور پھر انہیں لینے اٹھ کر وہاں ہو گیا۔

”آپ نے بڑا غضب کیا کہ باور دلا جیسے بندے سے اٹھ بیٹھے۔ اس کھلی کا کوئی نتیجہ نکل سکتا ہے۔“ اوردہ کھلی ہی وہ کھلی سے بولنا شروع ہو گیا۔

”میں کیا معلوم تھا کہ وہ کہا جاتا ہے۔ ہم نے تو میں ایک لڑکی کے ساتھ زیادتی ہوئی دیکھ کر اس کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔“ مائیک نے جواب دیا کہ کارفرما سولے اہم ہاؤس لیا۔

”وہ بڑا خطرناک آدمی ہے۔ اس کے بارے میں آپ لوگ اس بات سے ہی اعزاء لگتے ہیں کہ وہاں اتنا کچھ ہونے کے باوجود پولیس کا کوئی آدمی پہنچا تک نہیں ہوگا کیونکہ یہ باور کا حکم ہے کہ جہاں وہ اور اس کے بندے کسی لغزش میں اٹھے ہوں وہاں پولیس کا نام دیکھنا ہی خطر نہ آئے۔“ اس نے ان کی مصلحتوں میں اضافہ کیا۔

”اور، آئی ہی۔ یعنی وہاں بڑا خطرہ ہے کہ پولیس بھی اس سے ملتی ہے؟“

”ہائلر۔“ وہ تیز سے گھولنے لگا کہ وہ۔

”تو پھر اب تم ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟“ شہزاد نے استفسار کیا۔

”میں نے راہوں کو فون کر دیا تھا۔ وہ کچھ بندہ اسے کر کے آتا ہوگا۔ اس کے آئے تک تم دونوں اپنے مٹیوں میں خود ہی سی جہاں کر لو تا کہ کوئی فوری طور پر نہیں نکلتا نہ کر سکتے۔“ اس نے نہ صرف مشورہ دیا بلکہ مٹیوں کی جہاں میں ان کی مدد بھی کرنے لگا۔ اس کام سے قادر ہونے تک راہوں کی وہ نہیں آگیا۔ اس کے ہاتھ میں ان دونوں کے پتھر

لکھے ہوئے تھے۔

"اوہ ہائی گاڈ! بڑی مشکل سے انہوں نے تو ہماری کو بچا بچا کر یہ نیکو لے کر آیا ہوں۔ وہ بھی اس بات کا انکلام کرنے کے بعد کہ اس کی جان کی مشکل میں نہیں کھنسی تھے۔" اس نے زور سے بولا ہے ہرے نیکو نیچے زمین پر گرے تو سونے آگے بڑھ کر ایک ہلکے کھرا اور اندر سے اس کا ہاتھ لپٹنے لگا۔

"ابھی طرین بیگ کر لو، ہر چیز موجود ہے یا نہیں؟ میں نے تو بڑی جلدی میں سارا کام لٹا دیا ہے۔ تمہارے کمرے سے یہ ہلکے ٹالنے کے ساتھ ان رنگ کے ۱۱ بیگ پکڑوں اور دیگر سٹینڈر میٹاں سمیت وہاں چھوڑ کر آیا ہوں۔ اب اگر ہمارا ۱۱۱ لاکھ آئی تھا، آج چھتہ ۱۱۱ لاکھ ہوا تو وہ اس سے پہلے کس کے کمرے کے کھوے ہوئے تو اس کے ہوش میں ہی تھا لیکن سچ سے لکھے کے بعد اسے نہیں آئے۔ ٹوت میں وہ تمہارے زریعہ ہسٹال کر اور سامان دکھانے سے گئے ہیں۔ یہ اللہ نے غیر مصلحت کے طور پر ۱۱۱ کی مرضی ہوئی کہ یہ کھاتا ہے۔ لاکھ البتہ اس شرط پر زبان نہیں کھولے گا کہ وہ نے دانے کھی نقصان کو بھرنے کی ذمہ داری ہم اٹھائیں گے۔" اس نے انہیں تصدیقات سے آگاہ کیا اور بالکل سچ سے لگا کر پانی کے بڑے بڑے گھونٹ پینے لگا۔

"بھرا مشورہ ہے کہ تم یہاں سے بس کے ذریعے ہستی نظام الدین چلے جاؤ۔ وہاں مسلمانوں کے علاوہ بہت سے ہندو بھی آتے تھا۔ تم اپنے سوجھ بوجھ اپنے آپ کے ساتھ وہاں کے ماحول میں آسانی سے عمل لای جاؤ گے۔" راہول خاموشی سے ہاتھ پھیلے والے لکھنے نے یہ ان شروع کر دیا۔

"تم وہی سے باہر لٹکا چاہتے تھا۔" شہزاد نے مطالبہ کیا۔

"سوری، ابھی تم لوگوں کی شناختی دستہ زیادہ تیار نہیں ہو سکی تھا اور مجھے خدشہ ہے کہ کل تک کا وقت تک جاسے گا۔ اس لیے بھرتی ہوگا کہ جہاں میں تمہارا ہوں وہاں چلے جاؤ۔ وہاں تم محفوظ رہو گے اور میں خود وہاں آکر تمہیں کاغذات دیکھا دوں گا۔" اس نے دروغی منہ بتایا تو ان کو اس کی بات ماننی ہی پڑی۔ ذرا یہ بعد وہ اپنے بیگ ٹالوں سے لٹکائے ہستی نظام الدین کے لیے جانے والی بس پر سوار ہو رہے تھے۔ انہیں وہاں جاسے کا مشورہ دینے والے ان کے خیر خواہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ بس سے اترنے کے بعد رکھا کر کے درگاہ تک چلے جانا اور وہاں موجود سرداروں میں سے کسی میں قیام کر لینا۔ انہوں نے اس مشورے پر عمل کیا اور ایک سراسرے میں کمرہ ایک کمرہ کے

بعد دیگر ڈائریز میں کی طرح خود بھی درگاہ کی طرف گئے۔ وہاں پہلے ٹورنگ تھے جو ہندو مسلم اور سکھوں کے لیے اپنی حاجتیں لے کر وہاں آتے ہوئے تھے۔ کی بحث اپنی جگہ لیکن یہ سرحرمت تاکہ تھا کہ سکھوں میں جہاں اصل میں ہندوؤں ہی کا رواج تھا وہاں بڑے گروہ میں کی ایسی حرمت تھی کہ وہ دنیا سے گور چاہتے ہوئے طویل عرصے بعد بھی ہر ایک کے دل پر رواج کرتے تھے۔ سحرانی ایسی تھی جسے کوئی لیکن نہیں سکتا تھا۔

وہ دونوں بھی یکجہرہ تھے۔ انہوں نے انہوں کے ساتھ مل کر مختلف حصوں میں ٹھہرتے وقت گھومیں پورا ہندوؤں کے لیے خزانہ دے کر ہاتھ لگتے تھے۔ انہوں نے اس ویگ کے لیے خزانہ، لوگوں کو چتے ہوئے لے کر وہاں آتے تھے۔ انہیں حاجت دینی تھی۔ عیال سے علاوہ دوسرے دیا تھا کہ ہر روز سکھوں کو گوں کا کھانا فراہم کرنے والی ویگ میں تھوڑا سا حصہ لیا جاتا ہے۔ سراسرے وہاں آ کر انہوں نے کھانا کھا کر ان کے لیے بیٹ گئے۔ آج صبح سے ہی وہ سنبھلا کر گریں میں آ رہا ہے۔ جا کر مرنے کی حالت میں تھا۔ ہولی کی وہاں ہی سو گئے۔ سچ، کھل کر ہر زبان کی آگے مل۔

"شاہ سراسرے کا نام کھ ہوا اور نہ لکھے کے میں پانچ روپے ہوا گا۔" شہزاد نے اپنی جگہ انداز لگا دیا۔

"بھئی ہو وہاں کو ہاں ۱۱۔ میں ابھی تک وہاں چاہتا ہوں۔" سونے کر وہت چل کر وہاں آئے۔ وہاں میں۔ شہزاد شہزاد کو ہی ہتھیار بھرتا پڑا۔ ویسے ہی معمولی کے خلاف بہت دیر تک سو گیا تھا۔ اس کے ہاتھ اتر کر دروازے سے چور جانے تک ایک بار گھومنے پہلے سے زیادہ بندھی۔

"کون ہے یہاںی ڈرامہ کر رہا ہوں۔" اس نے دلہا سے کہا اور دروازے کی طرف لپکا۔ "کون ہے؟" اور وہ نہ کھولنے سے پہلے ہی اسے استقامت اور پافت کیا۔ "تم نہیں، وہ اندازہ کھلو۔" باہر سے جو جواب آیا اسے سن کر شہزاد تو شہزاد ہتھیار بھرتا چل کر وہاں پہنچا۔ سونگی اچھل پڑا۔

یہ ٹورہیج وسوسی حیواد انسان جاری ہے مزید واقعات آئندہ حصہ فرمائیں

سارے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے، جب اس کی مانگوں پر اثر سماج
 کی رو اپنی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کی مدد سے ہی بدل کر رہ جاتا ہے اور مختلف
 مقامات میں تقسیم اس نظام قانون کی پوری کنٹرول میں، بالآخر ملحقہ کی
 حود شہرہ میں قانون کی اصول اور وضع و نشرو پھیل کر رہتا ہے اور نشرو پھیلنے میں
 نہیں، رو اپنی میں نشرو پھیل رہا ہے۔ ایسی رو اپنی جس میں قانون مسدود ہے
 ایک جیسا نہیں بلکہ ہر طرف اور جاں کا سبب ہمارا طاقتور سچیلی جاں کو توڑ
 کر اور گورنر مجاہدی مچ کر نکل جاتا ہے۔ وہ ہر سارا وہی ہے جو ہر جگہ ہر طرف
 ہو۔ حدیث نہ تو رو اپنی کو ماننی ہے وہ ہر طرف میں تقسیم ہوا ہے، گا نہ وہ تو
 کہ محبوب کا افسانہ بکرتی ہے، یہ ہے جس یوحانی ہے، بل ہر طرف کی پروا کا ہے
 اور یہی طاقت اس کا راستہ روکتی ہے، انہی ہم آواز ہر طرف میں، حضور کو
 نابینا نہیں۔ زندگی کی مساعف اور وقت کہ تھارے، مسدود ہے ہر طرف اور ہر طرف
 جاں میں۔۔۔ کھری بازی ہر طرف جاتی ہے، مسدود ہے ہر طرف میں مسدود ہے ہر طرف
 مسانہ ہر جگہ۔۔۔ اس وقت تک ہر طرف کہ نیچر سے ہر مسانہ ہر طرف جاتا ہوتا
 ہے، ہر طرف ہر طرف ہر طرف اور ہر طرف کہ حضور نے ہر طرف ہر طرف ہر طرف
 کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ



گڑھے الساط کا خلاصہ



نے بھی جراتی تجھ کو کیا اور وہاں اپنے کرنے کی طرف بڑھ گیا۔ سونگھی اور ان میں باہر لنگر چکا تھا اور اس سارے مہنگے کوور سے دیکھ رہا تھا۔

”تھام۔“ شہر یار کو سامنے پا کر اس نے صورت حال پر ایک نئی تجویز کیا اور اس کے پیچھے کرنے میں داخل ہو گیا۔ ”تیس تو وہاں ہونے کے لیے لیٹ رہا ہوں۔ تمہارا دل چاہے تو ہاتھ پائی کرو۔“ کمرے میں چلنے ہی اس نے اعلان کیا اور فریاد سے بڑھ کر ہلکا ہوا۔ ”دوست سے بھی تم وقت میں اس کے گزرنے کو کہنے میں کوئی جگہ ہے اور وہیں اطمینان سے سو گیا کیجئے۔ پھر وہیں دیکھی جانے والی خون میں نہائی انسانی لاش اس کے لیے کوئی نئی ہی زندگی ہو۔ مگر لاش صورت حال ذرا سی تلف ہوئی تو یہیں کائنات بنے والے ان دونوں افراد کی ہیکہ خود کو دیکھی ہو سکتے تھے۔

شہر یار نے اسے اس کے حال پر بھلا دیا۔ کمرے کی صوف پر جگہ میں ہی اپنی معمولی اور زشت کرنے لگا۔ کسی الیفٹ یا کوچر آن کرنے سے پہلے بھی کچھ اٹھ کر ورتش کرتا اس کا معمول رہا تھا۔ تربیت کے بعد اس معمول میں کچھ مزید تغیر مہنگوں کے ساتھ اور بھی زیادہ باقاعدگی آگئی۔ اپنے صوف پر مہنگے کے دو دران بھی وہ اس کام کے لیے صوف لال ہی چلتا تھا۔ ورتش سے فارغ ہونے کے بعد اس نے پیرا بنٹنگ ہونے کا انتظار کیا اور پھر تو لاش کو نہانے چلا گیا۔ مہنگے سے اس دوران منتظر لاش اٹھانی یا کبھی بھی اور پولیس اپنی کارروائی مکمل کر کے وہاں چلی گئی۔ اس نے آن سے پہلے غسل خانوں میں سے ایک غسل خانے کا رخ کیا اور پھر غسل لے کر اپنے کمرے میں وہاں آیا تو وہاں سونگھی کے ساتھ مہنگوں کی موجودگی اور ان کے درمیان ہاتھ کے لوازمات سجے تھے۔

”آج بڑی بھئی ہاتھ کر لو۔ گرم اور چھوڑا ہے۔“ اسے دیکھ کر سونگھی نے دعوت دی تو وہ بلا تھک ان کے ساتھ غسل ہو گیا۔ وقت بھی خاصا ہو گیا تھا اور ورتش کے بعد غسل لے کر کچھ بھی خاصی بھاری تھی اس لیے ہاتھ اٹھائی جس سے کانک۔ ”تم دونوں کے کاغذات تیار ہو گئے تھے۔ ان کاغذات کے علاوہ بھی چھ بڑے بڑے کاغذات تیار کروا کر ان شہروں کے لیے دی گئیں تھیں مگر کچھ کو بے جا نہیں گئے جن کے بارے میں امکان ہے کہ تمہیں اپنے مہنگے کے سطلے میں جانا پڑے گا۔“ انگریز فرمان کے بارے میں انہیں کھلم کھلا بتایا تھا کہ وہ کس شہر میں ہیں بلکہ کچھ شہروں کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہاں ان میں سے کسی جگہ وہ موجود ہو سکتے ہیں۔ اسی

حوالے سے ماہول نے انہیں اطلاع دی تھی۔ اس کے ساتھ اس نے حفاظتی کارڈز وغیرہ نکال کر ان کے لیے۔ حفاظتی کارڈز پر چھاپا تصویریں ان کے حلیوں کے مطابق ہی تھیں۔ شہر یار نے شہر کے انہیں وصول کر لیا۔ ان کی مدد میں جوڑی کے ہاتھوں پر بی شکل میں بچنے والے تھے۔

”تو اور وہاں اگلے معاملے کا کیا ہوا؟“ اس نے اسے ایک اہم سوال کیا۔ ”اس کے آدھے تھیں لاش کرتے پھر ہے پھر ہے پھر میں وہ لاشوں پرانی کے ہوش تک بھی پہنچے تھے۔“ نے مجھ سے دو دفعہ کہا اس کرتے ہوئے وہی کہا جس میں انہیں سمجھا گیا تھا۔ ہوش کے خالی کرنے سے وہ مہنگوں کے پتھر لے کر پھٹے گئے جو سامنے تھا وہ اس بیٹھو کی طرف دیکھتے تھے۔ مہنگے معلوم ہے کہ وہ وہاں سے لے کر اب بھی وہاں سے چل رہا ہے۔ پھر سے وہاں سے لے کر اب بھی وہاں سے چل رہا ہے۔ مہنگے مطابق تمہارے لیے سب سے پہلے سمجھنی چاہئے۔ پھر سارے اسٹیشن سے نکلی کے لیے راجہ حانی فریاد مہنگوں میں تمہارے لیے اس کی فرسٹ کلاس کے ٹکٹ لینے کی ہوں۔ یہ ٹکٹ لو اور فرسٹ کلاس کے حوضے کو چھوٹے گئے۔“ ”دو ہول نے ٹکٹ نکال کر ان کے سامنے رکھے۔ شہر یار ایک بار پھر اس کا شہر یار ادا کر چکا۔

”مہنگے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اپنی اپنی کر رہا ہوں۔“ ماہول نے شہر یار سے کہا اور فوراً ہی اٹھ کر وہاں چلا گیا۔ ”تھیک ہے ہاتھ اور۔“ جیسا اس کا شہر یار ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ شہر یار نے اسے مارا دیا اور اپنے ہاتھوں کی خالی مٹی پھرائی کے ہاتھ میں آج میرا ہے اسے زبردست ہاتھ گروہا ہوتے تھے اس کی طرح اسے صوف کے مہنگے کا تھا۔ ”ماہول کے جانے کے بعد سونگھی نے مہنگوں سے تجھ کو خبر دیا۔ اسے اس بات کی بھت کھلی تھی کہ وہاں وہی رہا تھا کہ وہاں نے اور اس کے سامنے نے کام کیا۔ کے علاوہ کوئی بات نہیں تھی اور یہاں تک کہ انہیں سمجھا گیا کہ وہاں کے چاہے تک کا تلف نہیں کیا تھا۔

”جانے دو یار۔“ شہر یار نے اس کی بات سن کر کہا۔ ”مہنگے نے یہ ہاتھ مارا اور کہا۔“ وہ ہے چاہے وہاں نہیں تھے مشکل حالات میں یہاں کام کر رہے تھے۔ تم صوف بھی نہیں لینے کہ ایسے لوگوں کی زندگی میں مشکل اور تلف

ہوئی ہے۔ اپنی اصل شخصیت اور ان کا نام سمیت ہر شے کو ہول کر صرف حوضے کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا۔ آج انہیں نہیں ہوتے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ ہر مہنگی حوضے کی تمام سر پر تھی وہ ہول میں یہاں بیٹھ کر ہوتا نہیں تھا۔ ایسے ہاتھ کی حلیت مکمل چاہئے۔“

”وہ ہے چاہے وہی اور ہم تو جیسے بچک پر لے لے۔“ اس کی بات سن کر سونگھی نے کہا۔ ”اسی تک تو کچھ بچک ہی سارے ہیں۔“ اس نے اس کی بات سن کر جواب دیا اور پھر وہاں کے لیے تیار کرنے لگا۔ سونگھی نے اس کا ساتھ دیا۔ وہ اسٹیشن پہنچ کر فریاد کی روٹی میں تقریباً آدھ گھنٹا ہی تھا اور اس بات کا اعلان ایک مہنگوں کے سلسلے سے کیا جا رہا تھا۔ پھر وہ سٹیشن پہلے گاڑی کا کام لے کر حوضے کے ساتھ رہاگی کا وقت بتایا جانے لگا۔ فریاد کے لیے کام پر گئے تک وہ چاہتے تھی کہ ساتھ ساتھ اخبار بھی پڑھ کر رہے۔ یہاں پر فریاد اخبار تھا جس کے سطلے میں ایک تو ان کا وقت اچھا گزارا اور دوسرے مہنگوں کے سامنے ایک آدھ مہنگی رہی۔ پہلے وہ سطلے میں ہونے کے باوجود انہوں نے اس احتیاط کو مناسب سمجھا تھا کہ گھر دانا کے گرنے وہاں منڈا رہے ہوں تو انہیں خود سے ان کا جائزہ لینے کا موقع نہ مل سکے۔ اخبار بھی کی ضرورت تھی کہ کسی کے گھر میں پڑنے کا امکان ہوں نہیں تھا کہ فرسٹ کلاس کے ایک مہنگوں میں بیٹھے حضرات میں سے انگریزوں کی سطلے میں ضرورت تھی۔

گاڑی کے بیٹھ قدم پر گنگ جانے کا اعلان سن کر انہوں نے اپنے اپنے اخبار رول کر کے سطلے میں دبا دیے اور فریاد کی طرف بڑھ گئے۔ فرسٹ کلاس میں ان کے لیے مخصوص ہوئے شہر یار تھا۔ ایک نرم کونج پر اچھے ہوتے ہوئے سونگھی نے اسے دیکھا اور اخبار کی طرف لڑکھائی اور اپنی سونگھی کو انہوں کی مدد سے دبا دے ہوئے پھر اسی سے بولا۔ ”آج میں نے اپنی انگریزی پڑھ لی ہے کہ لکھا ہے پڑھیں ہو جانے کی۔ سالی یہ انگریزی ان لوگوں نے ہم کو انڈے کے زور پر سکھائی تھی اور تب بالکل فرقی نہیں تھا فریاد کی زبان سمجھنے کا۔“

”چلو ان لوگوں نے تمہارے ساتھ کچھ تو اچھا کیا۔“ اس کی بات سن کر شہر یار نے تجھ کو کیا۔ وہ خود بھی اس وقت ایک کاؤچ پر ہی رہا تھا لیکن سونگھی کے برعکس اخبار پڑھ کر نہیں گئے کے سامنے ایک بار پھر کھول لیا تھا۔ اخبار پڑھتے ہوئے اس کی نظر اس چھوٹی ہی خبر پر پڑی جس میں سونگھی اور

ہول میں چلی آئے اور وہ اخبار ان کو لیا تھا۔ خبر میں اور وہ اخبار کا نام نہیں تھا اور شہر یار اس طرح اس کی سادہ چاہنے کی کوشش کی تھی۔ شہر یار نے سونگھی کو خبر پڑھ کر کہانی۔ ”یام کیسے لکھتا سالا اخبار اور ا۔۔۔ اور سالا اپنی اس کہانی (بے عزتی) کے لیے اس کی امانت نہ لگا دیتا کیا۔“ ”خبر سن کر اس نے تجھ کو کہا جس سے شہر یار نے بھی اتفاق کیا اور آخر کار خود بھی اخبار پڑھ کر ایک طرف۔ کچھ کے بعد سونگھی کی طرح پشت گاہ سے نکل گیا کہ پڑھ گیا۔ اور وہاں کیا تھا اور کہا نہیں، ان کے لیے تو اصل مہنگوں اس بات کی تھی کہ وہ اس سے بچا کر نہایت آسانی سے دہلی سے لگتے ہیں اس کا ساپ ہو گئے تھا اور سونگھی کی طرف حوضے سے دریاں دوں تھے۔

☆☆☆

”میں نے سارے چکر کو پڑھا ہے۔“ اس نے اپنے سارے فریاد قانونی دستوں کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی قبول کیا ہے کہ وہ راک کے لیے کام کرتا رہا ہے لیکن وہ ہوتا ہے کس کا ان لوگوں سے کوئی رابطہ نہیں ہے اور انہیں جب اس سے کوئی کام لیا گیا ہے تو وہ خود اس سے رابطہ کر لیتے ہیں۔“ ”مہنگے چکر کو چاہیے ہی نے اپنے جن ہاتھوں کے حوالے کیا تھا، ان میں سے ایک نے رپورٹ دی۔ اس رپورٹ کو نہ کر وہ سچ نہیں پڑا۔

”مہنگے چکر کو کتنی مراحل سے گزرنے والے معمولی لوگ ہیں تھے۔ انہیں اپنے کام میں خاصی مہارت حاصل تھی اس لیے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ مہنگے چکر کیا تھے انہیں پانی دینے میں اس کا ساپ دیا اور ان کی تھی سے گزرنے کے بعد بھی جھوٹ بیل رہا ہوگا۔ اس کی گمرانی کے دوران بھی ایک طرح سے اس کے اس بیان کی تصدیق ہوئی تھی۔ اسے گھر سے مکان اور مکان سے گھر جانے کے سوا کبھی آتے جاتے کبھی دیکھا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اسپتال سے شہر یار کے خون اور دماغ کے نمونے لے کر گیا تھا، یہ بھی کسی سے مخفیات کے لیے نہیں تھی کیا تھا اور نائب مگن میں کیا تھا کہ وہاں کوئی ایکٹ کا پک کے روپ میں آ کر آتے تھے۔ وہ نمونے لے گیا تھا کہ گمرانی کرنے والے کو بھی کھٹ نہیں کر رہا تھا۔

”اس نے ان لوگوں کے بارے میں کچھ بتایا جن سے وہ سیر ورن اور مہنگے حاصل کرتا ہے۔“ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے سوال کیا۔ ”تیس سراسر اس کا کہنا ہے کہ یہ افکار سے ایک صورت چھپائی کرتی ہے۔ وہ صورت ایک ایسی شکل میں ہے کہ روپ میں اس کے گھر آتی ہے جو پھر غواہین کے استھان کی افکار

سینٹر میں جاری تھی۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ وہ اب کس کام سے لڑ رہی یا طاقت کتنی ہے۔ میں نے تو پڑھا ہوں کہ اس نے ایک ایسا ہمراز لگایا۔

اسے بچے ۱۲۰۱۲۔ چاہرہ ملی نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی جس پر پہلے ہی کی طرح مرحمت سے عمل کیا گیا۔

”محبت کا طبع تھا۔“ مانے چکر وہ بارہ ماہ تک پھانسی لگا کر ہوا اس کے متعلق کچھ بات تھی یہ پوچھنے لگا اس باتوں نے نظیر کی مرحمت کے صورت کا طبع تفصیل سے بتادیا۔

”اس کے ذہن کی مرحمت ہڈی کر۔“ طبعی معلوم کرنے کے بعد اس نے مزہ وہاں دکھایا کہ کچھ اور ہدایت کرتے ہوئے وہاں سے جانے لگا۔

”مجھے کوئی بارہ ماہ تک۔“ پیچھے سے مانے چہ نے اس سے درخواست کی۔ چنانچہ وہ اللہ سے نکل آیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا تھا کہ جہاں سے نہ تو ہالی لیکن میں اس لیے دوبارہ سے لے گیا کہ ہا تھا۔

”ابھی انتظار کرو۔“ شاید میرے دل میں تمہارے لیے ضرور کچھ ہو جائے تو میں نہیں ایسی آسان موت کا خوف سے سکوں۔“ اس نے مزہ سے نظیر چوہدری سے جواب دیا اور بارہ ماہ تک چکا گیا۔ اس وقت اسے چہ کے مستقبل کا فیصلہ کرنے سے زیادہ اہم کام درپیش تھے اور وہ صرف انہی اپنی توجہ کر رہا تھا۔



وہی چاہا چکا نظر تھا۔ مزہ کے امانے میں کچھ لوگ بھرے ہوئے تھے اور بڑی حد تک سے اپنی باری آنے پر پڑ مانے چہ جا رہے تھے۔ پیچھے کی طرح آج بھی چوہدری چٹکی پوٹاک میں سب سے شاعر اور لہ لہائی کر رہے ہیں براہمن تھا اور اس کے ارد گرد لگی دیکھ کر سبوں پر اس کے خاص مہمان بننے ہوئے تھے۔ نام لگ کر کے ملا وہ چوہدری کے مہمان خانے میں خاص مہمانوں کے لیے خصوصی دعوت کا بھی اہتمام تھا۔ مزہوں کے ہاتھ جڑ سے اور قدموں سے لپٹ کر اپنی عقیدت کے اظہار کا وہ سلسلے بھی جاری تھا چوہدری کے کھلے میں چہ اٹھانے کا سبب بنا تھا لیکن اس سب کے باوجود آج اسے وہ عقیدتیں حاصل نہیں ہو رہی تھی جو پہلے اس میں ہوتی تھی۔ وہ اپنے دل میں محسوس کرتا تھا۔ اس نے لگائی اور بے لڑائی کے پیچھے کی مثال کا کرنا تھے۔ سب سے اہم سبب تو یہ تھا کہ اب دل سے اپنے مطلق ایمان حاکم ہونے کا احساس ملنے لگا تھا۔ وہ لاکھ خرد کو بھلا کر آج بھی بے تاب اور

گرد و غبار کے دیوتاوں پر اس کی مگرانی ہے لیکن اعمال کی جگہ کے لگا ہوا تھا کہ وہ خود ہی کے زیر اثر آ رہا ہے۔ اور اپنے فیصلوں کے لیے پکھان رہی تو ان کا متعلق شکایت کے دھندے سے اسے بے وقار شادولت سے نوازا تھا لیکن ساتھ ہی دوسروں کے زہر بھی ہونے کے آہر احساس سے بھی آگیا کر رہا تھا۔

دورانہ آت آہر احساس اپنی جہان جی کے جہاگ جانے کا تھا۔ اگر چاہے تھک محرم کو اس معاملے بارے میں اسٹک سے کوئی خبر نہیں تھی اور لطف چاہے تھکور کے خواب پر ہر دن اے اے جاتے رہے تھے لیکن اسے معلوم تھا کہ لوگوں کے دلوں میں شک و شبہات تو ہر روز ہوں گے اور کسی کو یقین نہیں آتا کہ چوہدری نے سات پر وہاں میں رہنے والی بیٹی کو سرکے کے آزاد معاشرہ میں رہنے والے اس کے بھائی کے پاس بھی لگا ہے۔

اس کے دل کو بوجھ کے لگانے والا تیسرا احساس اس کے دل کو بوجھ کا تھا۔ وہ خاندانی روایات سے بالکل غافل تھا لیکن اس کے اس نے تھکور کے سلسلے میں بھی وہ تھا۔ راہ اختیار کی تھی۔ چوہدری کا خیال تھا کہ اگر وہ ساتھ ہی گھنٹی لگے گا کہ کوشراں کے ہاتھ سے مل جائی۔

مرد شاہ کے باقی پین کا پے عالم تھا کہ چوہدری نے کی تمام تر کتابوں کو نظر انداز کر کے ان خود اسے ٹون کیا اس کے سوچ پر پاکستان آنے کی ہدایت کی تو اس نے سہارا لگا کر دیا۔ چوہدری لاکھ سے لگا تھا کہ وہ مستقبل کا دشمن نہیں ہے اور اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ خاص مہمانوں میں موجود ہو کہ تربیت حاصل کرے لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا سزا سنائی جائے گی۔ اس نے تو یہاں تک بھی کہہ لیا کہ اگر وہ اپنی راجی حد تک بھی رکھے اسے کوئی نیک بزرگ ہوتے تو اس کے جس کے سوچ پر آنے کا سوچ بھی سنا تھا لیکن یہ جانے صورت میں کہ وہاں آخری مرتبہ کے بارہ ماہوں میں چھ ماہ اور میں وہ سلسلے کی نظر نہیں کھاتے۔ یہ وہ سب کو بھی تو نہیں دیکھنے کے اس پر اصرار میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اس کی صاف گوئی پر چوہدری بڑا اطمینان کر رہی کی سنا تھا۔

وہاں جہان اور خود بخود تھا اور اس کی دولت کی پوری پوری بھر پور تھی ابھی خاصی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ اسے کرنے کی دہائی بھی نہیں دے سکتا تھا کہ سوچ کا کام تھا۔ کب سے ادا تے لگے بیٹھے اس کے دن سب بڑے بڑے بچہ جاتے اور وہ بیٹے سے پہلے نکلتی جا رہی ہو گا۔

اس کی تہہ لینے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی کہانی کے بارہ ماہوں میں رہنے پر بھگور تھا۔

بھانجرا عام ہوتے ہوئے لطف معاملات میں اپنی بے بسی کے احساس نے اسے بے تکلی میں جگا کر رکھا تھا۔ بے تکلی سے اس عالم میں ہی اس نے حجاز پر چاہرہ چھانے کے ساتھ ساتھ دیگر راج و رسومات کی ادائیگی کی اور اپنے نامی مہمانوں کے ساتھ چوہدری بھی گیا۔ ان مہمانوں میں تھا اس کی بیٹی اور وہ بھی شامل تھا جس کی وہاں خوب آواز بھرت کی جاری تھی اور وہ بھی بھانجرا اپنی اس بڑی بھائی سے لطف لے رہا تھا۔ کھانے کے بعد کوشی نے کوشش کی کہ مزہ کو شب بھری کے لیے روک سکے لیکن وہ بھی مصرا لیت کا بہانہ بنا کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وہ روزانہ طاقتوں سے آتے ہوئے مہمان المیت آج رات چوہدری میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے اور یہ روایت ان کے لیے شراب و اشباب کے ساتھ شب بھری کا انتظام بھی تھا۔ اس مقصد کے لیے لطف طاقتوں سے جن جن کو چوہدری اور چوہدری کو بھی کیا گیا تھا۔ ان لوگوں میں سے ایک چوہدری کا بھائی تھا۔ اسے بھی رات گئے اس کی خواب گاہ میں پہنچا دی گئی۔ شراب میک اب ہر رات لڑاں اور بچہ رات سے لڑی چھندی وہ صورت بالکل لطف بھی بھر گیا۔ کیوں مین عرس واپس رات اسے اپنی خواب گاہ میں آ کر اسے باہر لے آیا گئی۔ سیاہ چادر کے پائے میں تیسرا پے تھرا لیکن اس احساس نے باہر جانے کے مصمم سے چہرے اور اس میں چھوڑ کر اس کے منہ سے کھارٹ والے پیر سے میں کوئی قدر مشترک نہ ہونے کے باوجود اسے دیا تو بڑی آواز کی آواز احساس بھٹتے بھی جاگ اٹھا۔ یہ بڑی حد تک تھی کہ باہر اپنی زندگی میں آہ کے اس پہلے روز وہ بھی بارگشت کے احساس سے چہ چارہ ہوا تھا اور اس کے ہر سے چہ اسے کئی مقامات پر گھسٹ کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یعنی باہر وہ وہ ٹھیک ہستی تھی جو تھرا لیکن مین کر اس کی زندگی پر بھانجرا تھی۔ اس کا خیال دل میں آیا تو تھرا وہ ہنہ چہ انتظام سے مطلب ہوتا چلا گیا۔ شراب نے پہلے ہی حواس کو مفلک کر رکھا تھا۔

اس صورت کو دیکھ کر باہر اپنا لہ لہائی وہی پر باہر اپنا لہ لہائی ہونے لگا اور دل میں اسے تو زہر پھونک کر دیکھنے کی غواہی اس تیزی سے ابھری کہ خود پر کاہر ہوا۔ اول اول تو اس صورت نے اس کی چادریت کو ہر ادا تے کیا کہ اپنی زندگی میں وہ ایسے ہی گئی گا کہ اس سے نصرت بھی تھی جو آواز بھرت کے باگ ہوتے تھے لیکن چوہدری تو جیسے

شکر و ادب

اس کا ادب و شکر دیکھا کرنے پر لگا ہوا تھا۔ وہ لاکھ بھائی کی کوشش کر رہی تھی اور چاہا کہ اپنی مہارت سے چوہدری کے جنون کو قابو میں کر لے لیکن کامیاب نہیں ہو سکی اور آخر کار خوف زدہ ہو کر چھینے چھوڑنے لگی۔ اس کی فحش یاد دہانی کی آواز میں کمر سے سے باہر نکلی تھی لیکن اس کی ہمت تھی کہ چوہدری کی خواب گاہ میں داخل ہوتا۔ فحش یاد دہانی یہ آوازیں آتی تھیں کہ چوہدری کی اوپری منزل تک بھی جا سکتی تھی۔ چہ کو سنانے کی کوشش میں لڑ رہا وہ ان آوازوں کو نہ رہی اور اپنی ہی کے احساس سے حقیقت جاننے کے لیے بیٹھے اتر آئی۔ بیٹھے آ کر اسے فوراً ہی پتا چل گیا کہ یہ آوازیں چوہدری کی خواب گاہ سے آرہی تھیں۔

وہ چوہدری کے ملازمین اور چوہدری چوہدری کی طرح اس سے راز دہنے اور بے دانی نہیں کی کہ کان لپیٹ کر کھاموش کھڑی رہتی۔ وہ کسی شہر کی طرح تھیں جہاں چوہدری کی خواب گاہ کے دور دراز سے پہنچتی اور اسے ایک جھگے سے کھول دیا۔ نئے اور انتظام سے ہر دست چوہدری اس ہر ادا تے پر ہوش میں آیا لیکن اس وقت تک خاصا دیر ہو چکی تھی اور دلوں سے لہ لہان صورت ہمز پر بڑی آواز بھرتے مٹا س لے دی گئی۔

”اسے دیکھو اور فوراً کسی ڈاکٹر کو بلاؤ۔“ اس نے فریاد والے اہماز میں اپنے پیچھے کھڑے کوشی کو حکم دیا۔ اگر چہ وہ چوہدری کے کینوں میں شاید سب سے کم حیثیت اور اختیار کی مالک تھی لیکن اسے تو بہر حال چوہدری کی بھلاہور دیکھی اس وقت اپنے کورنر سے ہاتھ کر رہی تھی کہ اس کے حکم کی تعمیل کے لیے روانہ کی گئی اور صورت کو ایک چادر میں لپیٹ کر دوسرے کمرے میں رکھ لیا گیا۔ چوہدری اس دوران بالکل خاصا کھڑا رہا۔

”آج تو تو اپنے چہوں پر کھڑا ہے چوہدری لیکن اس دن سے زار جب قدرت تجھ سے تیری سیاہ کاریوں کا انتظام لینے پر عمل جائے گی۔“ فریاد نے اسے دکانی نظروں سے کھورتے ہوئے نظرت سے کہا اور ایک جھگے سے کمرے سے باہر نکل کر اوپری منزل کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں اس کا کردار فحش ہو چکا تھا اور اب یہ اس صورت کی قسمت پر صبر تھا کہ وہ زندہ نکلتی ہے یا نہیں۔

مرد کو نصرت سے لاکھ اور ڈاکٹر کے ساتھ چوہدری پیچھے تو زخمی طوائف آخری سانسیں لے رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اپنی ہی کوشش کی لیکن اس کی فوٹنی سانسوں کی لوری کو وہ ہادوت

جڑ سکتے۔
 "میرے ہم وطن ہیں۔" انہوں نے اپنے دیکھے کھوسے مٹی کو اظہارِ دلی اور وفا کی لیے کھوسے ہاتھ۔ ڈاکٹری کیفیت سے انہیں یہ کہنے میں فطری مشکل نہیں ہوتی تھی کہ اس عورت کے ساتھ کیا سزا ہو گیا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حرمی میں ہم جنے والی انہی داستان میں حرمی کی چار دہائی کے اندر ہی آئی کہ وہ جانی تھی اور انہیں فطری حق حاصل نہیں ہے کہ وہ حرمی والوں کو اس میں گوارا نہیں دے لے جانے کا مشورہ دے سکیں۔ ان کے دماغ جانتے ہی جاتی کے معاملات فطری نے سنبھال لیے۔ فوراً ہی حرمی کی ملازمتوں کی مدد سے عورت کو سنبھالنے کے اس کی امانتوں میں لپیٹ دیا گیا اور کچھ ہونے سے پہلے ہی اس کا سنبھالنا کوئی بنا لیا گیا نہیں کے کھوسے سے وہ عورت سنبھال لینی تھی۔ لہذا ایک سماجی کی موت کی خبر سن کر وہ بری طرح ہنسنے لگی۔

"جہ جہ تھو وہ ہو گیا پائی بی۔ ہمیں معلوم ہے تمہارا بڑا نقصان ہوا ہے اور ہم اس نقصان کو بر قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ قیمت بڑا۔ ہم تمہیں کسی اعتراض کے ادا کر دیں گے۔" فطری نے ہاتھ اٹھا کر اسے پھرنے سے روکا اور وہ ٹوک بچے میں منتقل کی۔ "یہ تیار تجربہ کار تھی اور اپنے مواقع سے بھر پور فائدہ اٹھانا جانتی تھی چنانچہ انھوں میں آسومر کر پڑے اور وہ بے سبک نہیں ہوئی۔

"انسان کا بھی کسی کوئی مول ہوا ہے مٹی ہی اور یہ تو میرے کھوسے کا سب سے اہم مول ہے اور تمہیں جو آپ کو لوگوں نے بڑا یاد کر دیا۔"

"کہا ہے کہ اس بھرے کی قیمت تیار۔ تم جہ جہ تھو اور کیا جانے گا۔" فطری کو بھی ہر حال میں یہ معاملہ ٹھنکا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ موجودہ حالات میں چودھری ایسے کسی اسکینڈل کو سہارنے کا قائل نہیں ہو سکتا۔

"صرف میری گل تو نہیں ہے، فطری ہی۔ اس کا ایک بھائی بھی ہے جو میرے کھوسے ہی میں طبع جماتا ہے۔ وہ بھلا کیسے اپنی بہن کی قیمت لینے پر راضی ہوگا؟" نیکانے فوراً معلوم نقل بتلا۔

"کیسے راضی نہیں ہوگا۔ جہ آدی اپنی بہن کو بھروا دے آدی کی بی بی جانے کی قیمت وصول کر سکتا ہے۔ وہ اس کے مردہ جسم کی قیمت کیسے وصول کرے گا۔ میں ابھی طرح جانتا ہوں ایسے غولی رشتوں کو۔ تمہارے ہاں ہر چیز بگاڑ ہوئی ہے پھر بھی اگر اس کا بھائی کوئی اعتراض کرے تو اسے ابھی ملنے سمجھا دینا کہ اس کے پاس کوئی دوسری

پوا نہیں نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ موقع کا فائدہ اٹھا کر وصول کر لے ورنہ بعد میں وہ نے پچھنے کے سوا اور کیا بگاڑ سکتے گا۔" فطری نے اسے محل کی راہ دکھائی تو نیکانے میں پڑ گئی۔ پھر کچھ دیر بعد اٹھا کر ایک بہت بڑی مطالبہ کر ڈالا۔ اس کا مطالبہ سن کر فطری ہنسنے لگی۔

"اسیے کہا کچھ دے ہو فطری بی بی میں نے زیادہ رقم بتائی۔ اپنا نقصان پورا کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے اس سے اس کے بھائی کو بھی جو حصہ دیتا ہے بگاڑ دے گا اور وہ کیسے بندہ کرے گا۔" وہ بھی جانتی تھی کہ قیمت بڑی ہے۔ فطری کی خاموشی پر اپنے حق میں دلیل دینے لگی۔ "میں اور وہ دونوں ہی ابھی ملنے جانتے ہیں کہ کتنا بڑا ناکام ہے وہ میری اوقات سے بہت زیادہ بگاڑ کر چھوڑ گئے۔ زبان دے دیتی ہے اس لیے شیطان رکھ کر چھوڑ کر ضرور پورا ہوگا۔ اب یہاں سے اٹھ اور اس کے کھوسے سے روانہ ہو جا۔" فطری نے سخت لہجے میں اسے جواب دیا اور فطری نے اپنی باجھوں کو پھیل جانے سے بچھل روک کر اسے ابھی طرح معلوم تھا کہ جو مول وصول ہونے والی ہے اسے اتنی زیادہ ہے جو وہ طوائف عادی ہر کام کرنے کے لیے اسے کیا کر نہیں دے سکتی تھی۔ وہاں اس کے بھائی کا کھوسے پر ہے۔ ام نلام بن کر کام کرنے والا وہ مول حرمی کو کا بھلا اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ یہ وہ عاصیہ جہ جہ تھو وقت کی روٹی کے لیے بھی اس کا تاج تھا۔

بکھرے اور بعد وہ اس کے ساتھ حرمی سے غلامی روانہ ہو گئی۔ زور تار پاس میں کج سوز کر پڑھری کھولنے لپٹی کی خواہش میں نے لے کر آنے والی خواہش کو کھولنے کے جب وہ اس حرمی سے دہائیں کو لے کر آئی تو اپنی زندگی بڑی ہار کر مٹھ کر نہیں رہی وہاں جاری ہو گئی۔ اور اس میں آنے والے کسی شخص کو بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ وہ اپنے ساتھ کیا لے کر لوٹے گا۔ وہ تو جس دنیا میں عوامی میں یہاں رہنے کی اصولوں کی تال پیر کی طرح طرح دیکھتا اور اپنا بچتا ہے اور جب یہ بھی کہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں جیسے کائناتوں کے حاکم حاصل نہیں ہوا۔

☆ ☆ ☆
 مینٹی۔ لیو سے اسٹیشن پر اتر کر وہ دونوں فوراً ایک ایک کھسی ان کے سامنے آئی۔
 "شیرینی ہوئی۔" سلو نے اسے بتایا۔ مینٹی

جہ جہ تھو اور یہاں کے ہاوس میں وہ خاصی معلومات رکھتا تھا۔ ان اسی نے مشورہ دیا تھا کہ اگر کھسی بچ کر فطری میں قیام کیا جائے تو مناسب رہے گا۔ اس لیے سلو نے فطری کی کسی واسطے سے اس کو ہلکا کا نام لیا اور حرمی کے ہاوس پر وہ دونوں کھسی میں سو رہ گئے۔ سلو نے بھی جیسے کے بعد اپنی طرف کا دروازہ بند بھی نہیں کیا تھا۔

اس کی خبر پڑا۔ اس نے اسے اس طرح اطلاع دی کہ میں کھسی میں کھسی اور کھسی سے اپنی طرف کا دروازہ بند کر لیا۔
 "اور یہ کون ہوتا ہے؟" اس کی اس جڑا ہے سلو نے فریاد کر دیا۔
 "میں نامہ کہتے تھا۔ تم لوگ شیروانی چاہے ہو تو میں نے سہارا سے ساتھ ہی چلی ہوں۔" اسی جان اگھ کھسی نے کہا۔
 "اس کا اطمینان کاوش دینا اور اپنے اور نہ کہ سہارا سے ہی کھسیان سے برسوں کی آگ لینی ہو۔" سلو نے کہا۔
 "میں اپنے ساتھ نہیں لے جاتا چاہتے۔" کھسی پر کھسی کی فطری نے کہا اور بندہ کھلاش کر دیا۔ "سلو کھسی آگ۔"

اس دوران میں کھسی ڈرائیور اور شیروانی دونوں کھسیان سے تھے۔ ڈرائیور شاہاں نے کہا کہ یہاں کا معاملہ نہیں تھا اور شیروانی نے کہا کہ وہ فطری سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ اپنی فتنہ سے جہ جہ تھو کی ایک کھسی اور اس نے جہ جہ تھو پر اپنی احوال شرت بیان کر دی تھی۔ اس کے کھسیان تک آتے ہیں اور ان کی کھسی میں بندہ ہے اور کھسیوں پر بھی ان کی اپ اسٹیک کے علاوہ اس نے کسی جسم کا کھلو نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا اپنے چلاب نقوش کی وجہ سے وہ اس حالت میں ابھی تک رہی تھی لیکن پھر بھی اس کے ہاوس میں جہ جہ تھو سے کہا جاتا تھا کہ وہ حرمی کو بچانے کے لیے حرم سے نکلے۔ وہی کوئی پیشہ ور عورت نہیں تھی۔ اپنے بے ڈاکٹر ہونے کے باوجود وہ کھلی اور حرمی کے ہی تھی۔

"تم تو بڑے دل مغز آدی ہو جہ جہ تھو جسے تمہاری حرمی۔" اس نے اپنے جسم کو ہل چیتش دی جیسے کھسی سے اترنے کی خواہش پھر پھیلنے میں اس نے اپنے کھسیان میں آواز دیا کہ ایک شخص اپنے کھسیان میں آگیا۔

"چلابہ شرافت سے کھل پڑو۔" اس نے داخلہ سلو کے کھلو سے کہا اور وہ کھلو اور بھی کھسی میں کھل آنے کا کھلو میں کھلو اور کھلو کی پڑا کہ کھلی اندر نامی اس کھلو کے کھلو سے گا۔ اس کی اس کیفیت کو بچانے والے شہر پار کھلو کا کھلو کہ اسے کوئی ایسی دیکھی حرکت کرنے سے

کھلو کا اشارہ کیا اور کھسی ڈرائیور کو گاڑی آگے بڑھانے کا حکم دیا۔ وہ پچھلے ہی انہی اشارت کر چکا تھا چنانچہ فوراً ہی گاڑی بھاگی۔

"مجھے صرف تم سے گفت چاہیے تھی۔ اگر تم ویسے ہی مان جاتے تو مجھے یہ نہیں لگانا پڑتا۔" کھسی کھسی کی سواکوں پر اترنے لگی تو اس نے کچھ عذرت خواہانہ انداز میں وضاحتی بھلا دیا۔

"میرنی کچھ میں نہیں آیا کہ جہ جہ تھو گفت لینے کی کیا ضرورت تھی؟ کراتے کا پراہلو ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ تو میں مان نہیں سکتا کہ کچھ کھلی رکھنے والی کا پاس قالی ہوگا۔" سلو نے بھی اس دوران اپنے آپ کو کسی حد تک بے سگون کر لیا چنانچہ اپنے جسم کو زبان دی۔

گنا ہے اس کے ہاوس میں خاصی چالاک رہی دیکھتے ہو۔ کھلوپ کے بندے ہوتے۔" اس کے سوال میں سے اپنے مطلب کا کھلو چن کر اس نے ان اسلو پر سوال دیا۔ اس سوال سے اسے اندازہ ہوا کہ کھلو کھلو بگاڑے اور اس سے زیادہ بات چیت کرنا مشکل میں بھی داخل سکتا ہے اس لیے بنا جواب دینے پر وہ دوسری طرف سوز کر اتر کر اسے گزرتے کر بیک کا جائزہ لینے لگا۔ اس کی اس ادا پر وہ خود قیام انداز میں مشورتی ضرور لیکن ہر کوئی سوال نہیں کیا۔ یہاں تک کہ شیروانی ہوئی تک کھلی کر ان کا سوز پھر گیا۔ کھسی کے پاس نے اترنے سے پہلے اپنا پاس کھلو کر اس میں سے چند نوٹ نکال کر کھسی ڈرائیور کی طرف اچھالے اور پھر اپنے برابر میں پڑھے ہوئے سلو سے کاٹھ بھر کر پڑی۔

"تم نے کھلی کہا تھا کہ کھلی کھلی ہیں کوئی پراہلو نہیں ہے پھر بھی کھسی ڈرائیور گفت۔" وہ جیسے آگ کی طرح اس کی کھسی میں سو رہی تھی وہ اپنے ہی اپنی بات کہہ کر آگ لگائی کھسی سے اترتی اور کھسی ہی دیکھتے کھریوں سے اہم ہو گئی۔

"کھری کھری کوئی بھلاؤ؟" کھسی ڈرائیور نے پڑوانے کے انداز میں بولا۔ ان دونوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا اس لیے شانے اچکا کر خود ہی کھسی سے اتر گئے۔

اس وقت وہ دونوں ہی فکاست سے نکلے کھسی سوٹ پہنے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں سٹری ہیک کے تھامے ابھی کوئی کے برف کھس قائم رکھے تھے۔ جیسے میں یہ جہ جہ تھو انہوں نے سڑک سے دوران کی تھی۔ اب کوئی انہیں دیکھتا تو یہی اندازہ لگا کہ وہ سڑک کا درباری طرف اٹھتا۔ ہول کی انکھاس میں کھسی خوش آمدنی سے ان کا استقبال کیا اور ان کی مرضی کے مطابق انہیں دو سگلی بیڈوانے کے فرام کر دیا۔ کھریوں

ہوتا تھا کہ انہیں اپنے اوپر بھروسہ تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے سامنے کسی کی اتنی جہل نہیں ہو سکتی کہ کوئی اتنی سیدھی حرکت کر سکے۔

وہ دونوں کمرے سے باہر نکلے تو سحر پارک اپنے بیٹے کی دروغی کا اعتراف ہوا۔ کمرے سے نکلنے ہی انہیں کہہ دیا کہ میں پوسٹ کرواؤں ایک سال دیکھ کر آؤں گا۔ وہ دونوں نے وقت سے بچنے جانے کے بعد ہل میں دیکھا۔ وہاں وہیں کا عمل اور کچھ گاہک بھی موجود تھے اور خاصے سراسر نظر آتے تھے۔ وہ باہر نکلے تو ایک تاریک شیشوں والی گاڑی اور دو تین سوزر سائیکلس ان کی نظر میں۔ انہیں گاڑی میں سوار کروا کر وہ اطراف ان کے دائیں بائیں دیکھ گئے جبکہ تیسرا ڈرائیور کے ساتھ والی نشست پر پر امدان ہو گیا۔ گاڑی میں ڈرائیور پہلے سے موجود تھا اور گاڑی اسٹارٹ ہوئی تھی۔ ان کے پیچھے ہی ڈرائیور نے اسے تیزی سے آگے بڑھا دیا۔ پیچھے سوزر

بازار، اسے برکت اور نکلوان کی تیزی سے خطرناک طور پر تھی۔ انہوں نے اپنی سہارے سے ان دونوں کو گواہ کیا تھا کہ وہ انہیں سے کوئی بھی زماہی حرکت کرنا تو نظر میں آئے

بلائے وہاں انہیں تھارے سوالوں کے جواب بھائی جی کے سامنے پیش کر دیں گے۔ ہمیں صرف اتنا حکم ہے کہ تمہیں یہاں سے اب تک چھپنا دیا جائے۔ اس پر تم پر ہے کہ سیدھے فریج سے پینے ہو یا ہم تھارے پاس کوڑا کر اپنے کڑھوں پر پھاڑ کر لے جاؤ گے۔ اسی شخص نے اسے جواب دیا کہ جواب صحیح منگ کر رہا تھا۔ شہر ہارنے ایک نظر سولہ کی طرف دیکھا۔ وہاں امدان میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ اسے سلا اور اپنی سہارے پر کوئی شہر نہیں تھا اور پھانسا تھا کہ بے شک اس وقت دوپہری طرحاں خرابے سے ہونے ہیں اور ان کا اسٹیج بھی برباد

کس میں بند ہے، اس کے باوجود یہ ممکن نہیں کہ وہ دونوں مل کر ان تینوں کو بڑ کر نہیں لیکن اسی صورت حال میں طور پر ان پر اتنا نہیں تھی۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ کمرے میں موجود ان میں سے افراد کے علاوہ ان کے کتنے ساتھی کتنے تھے اور وہ کتنے کے لیے موجود تھیں۔ گھر دو سری بات یہ تھی کہ وہ اس وقت تک اپنے ہوٹل کے کمرے میں موجود تھے۔ ان کے کمروں میں پہنچنے والے سب افراد اپنی حالت اور رسائی والے تو ہو چکے تھے۔ ان کے ہوں دہانتے ہوئے ہوٹل میں کھسپا نے اور وہاں ان کو بڑا ہنسوا دیا کہ ان کے جانے پر ہوٹل کی انتظامیہ خاموش رہتی تھیں یہ کسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ وہ ان تینوں کو بڑ کر نہیں کرتی اور وہ پریس کی کٹھنوں میں کسی صورت نہیں آہا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس نے سلوک

ظاہر کرنے اور بھوت کرنے کا اشارہ کیا۔ اس کا اشارہ پا کر وہ دیکھیں ہو گیا اور یوں شانے اپنا کاسے جیسے اسے اس بات سے کافی فریق نہ پڑتا ہو کہ یہاں سے نکال کر کس جگہ لے جایا جائے گا۔

”فیک ہے، ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کے بعد تمہیں اس بات کا احساس ہوگا کہ تم فلاڈیڈیوں کو لے گئے ہو۔“ اس نے اپنے سامنے کوزے سے سٹیخ افر او کو اپنے بنا جو اسٹ کے ساتھ پینے کا فنڈ ہے دیا تو انہیں آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ کوزے سینے والوں نے ان کے ہاتھ او پر نہیں اٹھوائے تھے اور نہ ہی ہاتھ دھیرے دھیرے کو کوشش کی تھی جس سے ظاہر

تھے۔ ہوٹل سے نکلنے کے بعد انہیں کہیں سے ایک گھر موڑنا تک پڑی تھی۔ ان چوری شدہ سوار یوں میں سے ہاتھ کے انوکھی ہم پر پھٹے اور اسے نے کہ ان فلاڈیڈی جاتے جو پہلے ہی اس مسجد کے لیے حاصل کیا گیا تھا اور پھر ان کی منصوبہ بندی عمل میں آئی اور وہ اس ہم پر ہونے والے تھے کہ وہ ہو گیا جس کی انہیں توقع تو ہی نہیں تھی۔ کمرے کے دروازے پر ہونے والی دنگ ماحولہ مردوں کے اتفاقاً سن کر دروازہ کھولنے کے جانے والا سلوک بھی انہیں کھسپا کر سکتا تھا کہ وہاں سے چلے جانے چہرے مسخ افراد سے سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے چورے امینان سے بغیر کسی احتیاطی تدبیر کے صرف اس دروازہ کھول دیا تھا کہ چند لمبے لمبے افراد ان کے انوکھی کام سوزوں سے راہ نظر کر کے برتن لے جانے کو کہا تھا۔ لیکن تین مسخ افراد اسے دھکیلتے ہوئے کمرے کے اندر گھسے آئے تھے۔

”کون ہو تم لوگ؟“ دونوں نے انہیں پھینکے مسخ کی پشت سے ایک ایک سے بیجا شہر پارک میں اس افراد پر ہونے کھڑا ہو گیا۔

”یہ تمہیں تھارے ساتھ چلنے پر معلوم ہوگا۔“ انہوں نے ایک نئے سخت لہجے میں جواب دیا۔

”لیکن کیوں... ہم تمہارے ساتھ کیوں چاہتے ہیں؟ آخر ہمارا مقصد کیا ہے؟“ بحث میں الجھا کر شہ پارک کی طرف تو ان کا جائزہ لے رہا تھا اور دو سری طرف ہتھیار لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف سے ان پر طنز کر کے اپنا جواب دیا جا سکتا ہے۔ اپنے سٹیچوں پر ہل چل سے وہ کوئی سرکاری ڈاکیمنٹس گتے تھے بلکہ محسوس ہوتا تھا کہ کسی ٹیکٹ سے متعلق ہیں۔ ٹیکٹ کا نام آنے پر نظری طور پر اس کا نمبر ۱۱۱۰۱۱۱ کی طرف چلا گیا وہی میں حاکمہ کی تھی اور پریس کو کھانے کے لیے وہ دونوں کے گھڑوں سے مجھو بیٹھے تھے وہاں نے انہیں یہی بتایا تھا کہ وہ انہیں کے ہاتھوں اپنے گروگروں کی وہ گتے اس لیے سخت بے عزتی کا باعث بنی ہوئی اور وہ اپنی ساکھ کرنے کے لیے ان سے اقام لینے کی کوشش ضرور کرے گا وہ غیر ضروری سٹوں میں نہیں الجھنا چاہتے تھے اس لیے ۱۱۱۱ کی اتنی کارروائی سے بچنے کے لیے کوئی طور پر فرار ہو کر کوئی نئی گتے تھے لیکن حیرت انگیز طور پر انہیں یہاں پہنچ کر چند گتے بھی نہیں گزرے تھے کہ گتے کو

کے حصول کے لیے انہیں کوئی بشارت اس لیے بھی پیش نہیں آئی کہ اب ان کے پاس اصل شناختی کاغذات موجود تھے جن کی موجودگی میں ہوٹل کی انتظامیہ کو انہیں کمرے پر اہم کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ کمرے میں جانے پر انہوں نے سب سے پہلے فریج دیکھا کہ کھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے مشین کی تشکیل کے لیے نکل آئے۔ انہیں کہاں سے باقاعدہ کام کا آغاز کرنا ہے، اس مسئلے میں کچھ معلومات وہی میں ہی حاصل ہوئی تھیں۔

ڈاکٹر فرمان نیش کی جوش کا آثار انہوں نے اس انہیں سے کرنے کا فیصلہ کیا جس نے ان پر الزام نکلنے کے بعد انہیں گرفتار کیا تھا اور بعد میں کس کا رخ سوز کر انہیں پاکستانی پاسپورٹ فراہم کر دیا تھا۔ انہیں نے وہی اطلاعات کے مطابق وہ انہیں اب نہ صرف ترقی پا چکا تھا بلکہ ایک چھوٹے علاقے سے پہنچے شہر ڈاکٹر کیا جا چکا تھا۔ یہ دونوں ہاتھ اپنی تھک سنی تھیں۔ فرمان نیش کے کس پر کام کرنے کے بعد اگر انہیں پریم ہاتھ کی سٹیجیں بھی دونوں سے بھر گئی تھیں تو کوئی ایسی اونچی بات نہیں ہوئی لیکن یہاں تو انعام بلکہ سوا ہی ملا تھا۔ ایک طرف ترقی ہوئی تھی تو دوسری طرف وہ یعنی جیسے شہر کیا تھا جہاں تین دنوں روٹی اور سات چرگنی مالی کام تھا۔

مسل سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے کھانا کمرے میں ہی منگوا کر کھالیا۔ کھانے کے بعد چائے کا اور بھی چلا۔ ابھی ان کے پاس خاصا وقت تھا اس لیے پر کام اطمینان سے کرتے تھے۔ حاصل شدہ معلومات کے مطابق پریم ہاتھ معلومات کی بارہ بیٹے کے بعد اپنے کمرے سے نکل کر روزانہ ایک ہفت کلب جایا کرنا تھا اور یہ ایسا وقت ہوتا تھا جب اس کے ساتھ ایک سپاہی کے سوا کوئی اور نہیں ہوتا تھا۔ انہیں یہ معلومات کتنی میں پہلے سے سیمرا اپنے ایک آدمی سے حاصل ہوئی تھیں۔ وہی کی طرح یہاں وہ شخص ان کی مدد کے لیے موجود تھا۔ اس کی دستاویزی تھی کہ وہ ضرورت پڑنے پر انہیں مطلوبہ اطلاع فراہم کرے گا۔ اپنے طور پر وہ کافی عرصے سے پریم ہاتھ کی نگرانی بھی کر رہا تھا لیکن اسے براہ راست مجاہد نے کا مجاہد نہیں تھا۔ اسے بھی میں وہ کہ ایک عرصے تک اپنی محسوس خدمات انجام دینی میں اس لیے اس کے نکلروں میں آنے کا خطرہ نہیں مول لیا جا سکتا تھا۔ ان کی پشت پر وہ کہہ ان کی جتنی مدد کر سکتا تھا کرنا لیکن اصل اطمینان انہیں ہی ملتا تھا۔

کھانے کے بعد ان میں وہ اپنا آخر عمل بے کر بچے

SOLE DISTRIBUTOR of U. A. E

WELCOME BOOK SHOP

JASOOSI SUSPENSE PANEZA SARGUZASHT

P.O. Box 27959 Karama, Dubai Tel: 04-3961016 Fax: 04-3961015 Mobile: 050-6245917 E-mail: welbooks@emirates.net.ae

Best Export From Pakistan

WELCOME BOOK PORT
 Publisher, Exporter, Distributor

All kinds of Magazines, General Books and Educational Books

Main Urdu Bazar, Karachi Pakistan
 Tel: (92-21) 32833151, 32639581 Fax: (92-21) 32635085
 Email: welbooks@hotmail.com
 Website: www.welbooks.com

سا بھلیں بھی فراتی ہوئی آگے بڑھیں۔

پورے معاملے میں سواروں نے اس میں جدید اسلحے سے بھی تین افراد ہاتھ پاگل کر رکھے تھے۔ چار فائرنگ اور تین گولیاں مارے گئے تھے۔ وہ کسی طور گاڑی میں موجود ان افراد پر قابو پا بھی نہ تھے تو ان موزوں ٹیکس سواروں کا کیا کرتے ہو گاڑی کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ اگر وہ گاڑی میں کوئی اتنی سیدی حرکت نہ کریں کرتے تو ان کی ٹانگوں کے ہاتھ لگائے اور لگے تھے۔ وہ یہ جانے بغیر کہ کس جرم کی پاداش میں پکڑے گئے تھے اپنی جان سے بچے جاتے۔ ایسی صورت حال سے یہی بھڑکے ہوئے بگڑے افکار کو جنے کر شہر پر فتنہ کوئی بھڑکے ہوئے حالت کر دے۔ ابھی تو وہ ہاتھ پاگل نہیں تھے اور ان کے پاس موجود ہتھیار ان پر لپٹ کر سڑکوں میں بندھے تھے جو اگلی سیٹ پر بیٹھے شخص کے قدموں میں چلے گئے۔ انہیں ان کے کمرے سے نکال کر لائے ہوئے انہوں نے ان کے پر لپٹ کر لیں بھی ساتھ لے لیے تھے۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ ہوش میں الگ الگ کمرے لیے لیے کے باوجود وہ دونوں نہ صرف کھانے کی عرض سے ایک کمرے میں جمع تھے بلکہ انہوں نے اپنے پر لپٹ کر لیں بھی ساتھ رکھے تھے۔ پر لپٹ کر لیں انہوں نے کمرے سے نکلنے والے تھے اس لیے فوری طور پر یہ نہ ہو کہ وہ تھیں تھا کہ انہیں کھول لیے جانے کی صورت میں ان کی ذرا ت ہوا اور چھوٹے کمرے کی ٹیبلن کی اٹال وہ خود بھی استفادہ حاصل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

موزوں ٹیکس سواروں کی جہولیں گاڑی انہیں اپنے قدم سے کس سمت دوڑی بھی جا رہی تھی۔ کچھ فاصلے اور چلے آتا تو اگلی سیٹ پر ان کے پیچھے شخص کے کسی کو نال طلب کرتے ہوئے بچھا۔

”ہاں، کیجئے گا کیا پڑھتے ہیں؟ کوئی نظر تو لگائے آئے؟“

”کھلیکے ہے۔ مجھے کسی کوئی اعلیٰ نہیں چاہتا۔ تم لوگ نکلو اور سے۔ اپنی آنکھ بھائی بی بی کے پاس لے کر چلیئے گی۔“

ان نے یہ بیٹھ کر سے کہے ہیں، انہیں اس کا اندازہ پتہ دور میں اس حالت ہو گیا جب گاڑی کے پیچھے چلتے ہوئے سوار سائیکل سواروں کو ایک ایک کر کے قاتل ہوتے ہوئے دیکھا۔

”تم لوگ آگے نہیں گئے اور کس بھائی بی بی کے پاس لے جا رہے ہو؟ ہم سیدھے سارے گاڑی کو لے کر چلے۔“

انہوں نے بھڑکے سے چلنے سے کوئی لینا نہ دیا تھا۔

”موزوں ٹیکس سواروں کے قاتل ہوتے ہی کچھ آگے نہ گئے تو شہر پار لے موٹی کی گاڑی میں چھوٹا آگے لگا گیا۔ اتنی دیر میں وہ یہ تو سمجھ گیا تھا کہ انہیں یوں ہوش کے کمرے سے اٹھا لیتے ہیں

انہوں نے گاڑی کے کسی بندھے کا ہاتھ سے لیکن ظاہر ہے کہ جھگڑے میں بچنے کے کھیل نہیں ہو سکتے تھے اس لیے کوشش تھی کہ کسی طرح ان لوگوں سے بچیں جان کو نہیں اتوں میں لگے کی صورت میں اپنا کوئی موزوں قاتل ہوا ہے اور سواروں کی گاڑی میں آگے کا موقع مل گیا۔

سائیکل سواروں کے قاتل ہونے کے بعد ایک ایسا واقعہ کہی گئی کہ اگر وہ کسی طرح گاڑی میں موجود لوگوں میں سے کسی کو قاتل کر لیں تو یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔

”یہاں تھا کہ بھائی بی بی کے سامنے آگے کر سب بھانے گا پھر کیا ہی سے کان کھارہا ہے۔“ اگلی سیٹ پر شخص نے انہیں سے اس کی بات کا جواب دیا۔

”بھئیو، اگر تم پیسے وغیرہ کے کار میں نہیں آؤ گے تو میرے پاس رہے ہو تو کوئی کچھ ہم کو کوئی نصیحت دے کر ہمیں بھاگ دینا۔ اس سے پہلے چاہتے تھے۔ تم نے ہمارے گھر والوں کو ہلاک کر دیا ہے۔“

تو وہ ان کا بھی تو یہاں چاروں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہندو ہندو ہندو ہندو ہیں۔ اس شخص کے لہجے کی پڑا کیے بغیر شہر پار لے کر اس سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا نہیں پر وہ پندرہ بیٹھ کر اسے پتہ کر دیتے سے پڑا۔

”سارے اچھے پڑا ہے؟ پتہ پتہ ہو۔ پھر کیا ہی بچنے کا ہے جا رہا ہے؟“

”بڑے بھائی سے گالی دے کر بات سمجھ کر میں تمہاری ان گتوں کی پڑا کیے بغیر تمہارا گلو دھواؤں کی سلاخا ان بہت تیز رفتار۔ اس نے جانب لیا کہ شہر پار لے رہا ہے اس لیے اس کا ساتھ دینے پر کمر بستہ ہو گیا اور بات کی کہ اس شخص کے اشتغال میں مزید اضافہ ہو جائے گا تو اب تک لے ہو گا تھا کہ وہ لوگ انہیں بھی بھائی بی بی زندہ لے جانے کے پابند ہیں اس لیے کھلیکے ہوئے صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ انہیں زخمی یا بے ہوش کر کے کوشش کی جاتی لیکن جان سے بچیں مارا جا گا۔“

ان کے پاس اپنی جان کی سلامتی کی ضمانت تھی تو قوموں کو لے لینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔

”گھاڑا ہے گا۔۔۔ پتہ لگاؤ۔۔۔ گھاڑا ہے گا؟ میں تم سے توڑ کر پڑوں کے اسٹے ٹیکس کروں گا کہ تم سے اس سے گئے بھی نہیں جائیں گے۔“ حسب توقع وہ سخت بھڑک گیا اور پیچھے مڑ کر سواروں کے پیچھے کی کوشش کی۔ ان دونوں سائیکل سواروں کے قاتل ہوتے ہی کچھ آگے نہ گئے تو شہر پار لے موٹی کی گاڑی میں چھوٹا آگے لگا گیا۔ اتنی دیر میں وہ یہ تو سمجھ گیا تھا کہ انہیں یوں ہوش کے کمرے سے اٹھا لیتے ہیں

مذہب ہو گئی تھی۔ ایک میں جب ان کی بھائی کاڑی کے صحن
 سامنے کچھ قافلے پر دھماکا ہوا تو کوئی بھی خود کو سنبھال نہیں سکا
 اور سڑک پر روہاٹھی سے دوڑتی گاڑی بڑی طرح لہرا گئی۔
 دھماکے کی خوبصورت کھٹی اور کس نے اور نہیں پر دھماکا کیا تھا،
 سلو اور شہ پار کے پاس ان سڑکوں میں اچھے کی فرصت نہیں
 تھی۔ انگریز بائک سوچ طاقتور وہاں سے لاکھ اٹھانے میں
 کوئی نہیں کر سکتے تھے۔ آگے والا تو پہلے ہی اس وجہ سے
 مشکل میں پھنس گیا تھا کہ سلو پر سڑک حملہ کرنے کی کوشش میں
 اس کا زور بیکہ عجیب سا ہو گیا تھا۔ دھماکے کی وجہ سے گاڑی
 کا تانہ بکڑا تو اسے زوردار جھٹکا لگا اور اس کا سر دروازے
 سے چاٹھ گیا۔ اندر نکل کر لڑائی گاڑی کو سنبھالنے کی فکر میں
 بلکل تھا اس لیے انہیں بس ان دو سے ہی دستاویز ہو جانے کے
 داعیہ بائیکو بیٹھے تھے۔ اگرچہ گاڑی کو جھٹکے سے وہ
 دونوں خود بھی کئی قدر متاثر ہوئے تھے لیکن زور ہاتھ میں پھنس
 کر بیٹھے ہوئے ان کی وجہ سے ان کا تانہ زیادہ بکڑا تھا
 چنانچہ وہ خود کو سنبھال کر اپنی اپنی طرف موجود بندوں سے
 بھڑکنے۔ اس موقع پر انہیں ایک بار پھر بھی روٹی اور گاڑی
 جس پر زور اندر کھینکنا پڑا چنانچہ ایک زوردار دھماکے
 کے ساتھ وہ بارہ اڑ گئی۔ اس کے ساتھ ہی غوراً ہی ایک اور
 دھماکا سبالی دیا اور گاڑی رگ گئی۔ ان کے کان موٹراؤں کی
 دونوں دھماکوں کی خوبصورت کھٹاٹ کر سکتے تھے۔ یہ گاڑی
 کے ہاتھوں کے پھینے کے نتیجے میں گرنے والے دھماکے تھے
 جن کے بارے میں اعجازہ کو کیا جا سکتا تھا کہ کتنی سے چلائی
 جانے والی گولیوں کی زد میں آکر بیٹھے ہیں۔

گاڑی پر کئی ہی ڈراما خیر اور اس کے ساتھ آگے جیت پر
 موجود شخص نے باہر کی طرف چھلانگ لگائی۔ چھلانگ لگاتے
 ہوئے ان کی کوشش تھی کہ خود کو دروازے کی اوٹ میں رکھیں
 لیکن ان کی قسمت شراب تھی کہ ان کی توجہ کے خلاف پیچھے
 سے دو برست چلے اور ان دونوں کو گھاتی کر کے رکھ دیا۔ اسل
 میں اب تک ہونے والی کارروائی کے نتیجے میں انہوں نے یہ
 اعجازہ لگایا تھا کہ حملہ آور سامنے کے رخ پر موجود ہیں لیکن وہ
 پیچھے بھی موجود تھے اور ان کو لگتا تھا کہ وہ جڑی آسانی
 سے گھر داخل بنا دیا تھا۔ اور پیچھے والے افراد پر سلو اور
 شہ پار آفت بین کر رہے ہوئے تھے۔

سلو نے اپنے مقابل کے پیچھے سے پانچ توڑنے کے برسا
 کر اس کی ناک کی پڑی توڑنے کے ساتھ ساتھ ہوت بھی
 چاڑھا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی ایک آنکھ بھی محروم ہو کر
 آری تھی۔ شراب میں اس نے بھی ہاتھ پھانے کی کوشش

کی تھی اور پہلے کھونے کے بعد ہی سلو کے شانے
 سے ایک زوردار ضرب لگائی تھی لیکن اس کے بعد
 سوچ نہیں ملا۔ سلو نے صرف اسے کس سے محروم
 بلکہ اپنی کھائی بھی لگادی تھی کہ اسے باہر کیوں
 ہوتا وہ خود اسے چھوڑ کر گاڑی سے نکل جاتا تھا۔
 تو تھاپے پر اترے رہنے کے اس کے پاس کوئی
 تھا چنانچہ کسی نہ کسی طرح اسے ہاتھ چھاننے کی
 تھا۔ اس تھاپے میں شہ پار اس اختیار سے خوش نظر
 ہوا تھا کہ اس کے صحن میں آنے والے آدمی کی گھر
 وجہ سے پہلے ہی اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور وہ
 نظر اس سے مقابلہ کر رہا تھا۔ البتہ وہ شخص دوسرے
 تھاپے میں زوردار ہمت جان تھا۔ شہ پار نے سوچ
 اس کے آگے کے ہاتھ لگا کر اس کا سر دروازے سے
 ضرب کی شدت کی وجہ سے اس کا سر پیچھے سے نکل گیا
 تھاپے پر زوردار اپنی انگلیوں سے اس طرح شہ پار
 جڑ لیا کہ اسے ہاتھ لگتا ہو محسوس ہونے لگا۔ ستارے
 اس دماغ خود کو کھانے کے لیے اس نے ایک بار پھر
 ہاتھوں سے اس کے ہاتھ لگا کر اس کا سر دروازے سے
 کی کوشش کی لیکن پہلے کی طرح کامیاب نہ ہو سکا۔
 کہ اپنی انگلیوں کا دباؤ زیادہ سا ہی جا رہا تھا جس کی وجہ
 شہ پار کے لیے سانس لینا مشہور ہو گیا۔ اس سے کئی
 کے ہاتھوں سے جابجواب دے جاتے، اسے ایک تڑپ ہو کر
 اس نے مقابل کے سر پر اس مقام پر دونوں ہاتھوں
 ضربیں لگائی شروع کر دیں جہاں سے اس کا سر جھٹ
 بہت کیا تھا۔ دنگی جگہ پر لگائی جانے والی ان ضربوں
 پہاڑ اٹھا اور شہ پار کے گلے پر اس کی گرفت قدر سے
 لگی۔ اگر اس وقت وہ لوگ گاڑی کی گھر دھماکے کے
 نکلنے جگہ پر ہوتے تو ہاتھوں کے ساتھ ساتھ وہیں
 لینے کا بھی موقع مل جاتا لیکن فی الحال تو یہ ایک ہی
 ٹونے سے تھا صرف۔

”تم چاروں گاڑی سے باہر نکل آؤ اور یاد رکھا
 کسی نے بھی اپنی سیدی حرکت کی تو سیدھا جاؤ پر پتھاروں
 گا۔“ اس سے نکل کے اعجازہ چاروں شخص کی ٹیپوں میں
 میں داخل ہوئی وہاں گیا میں سے دروازے کھولنے
 وہ کئی بردار مان کے سروں پر آکھڑے ہوئے۔ اس
 سلو کے مقابل کی عجیب مٹھو مٹھو حالت ہو گئی۔ میں اس
 جب دروازہ کھولا گیا، سلو نے اسے ایک اور زوردار
 کر دیا۔ مٹھا کھا کر وہ پیچھے کی طرف اٹا کر دروازہ کھولنے

تھے میں اس کا اعجازہ گاڑی سے باہر نکل گیا تھیں
 بھاری پھٹی رہیں۔ سلو نے چھپے اترنے کا راستہ پانے کے
 لیے تھاپے سے نکل کر شہ پار کے ہونے لگے دھکیلا اور پھر
 گھر بھی اتر گیا۔ اس دوران میں شہ پار اور اس کا متاثر بھی
 باہر کی طرف سے اتر چکے تھے۔

سلو اور شہ پار کو معلوم نہیں تھا کہ اچانک حملہ کر کے
 مخالفت کرنے والے لوگ کون تھے اور وہ ان کے ساتھ کس
 طرح چلی آتے۔ لیکن فی الحال تو ان کی ہدایت پر نکل کے
 پھر چلے گئے۔ شہ پار نے انہوں نے گوری نکل کیا تھا۔ وہ نکلے
 تھے اور جب انہیں اور لوگ کا جائزہ لینے کی فرصت ملی تو معلوم
 ہو گیا کہ اس وقت وہ کئی باروشی سڑک کے کھانے کے پاس
 پارٹی کی زبانی سڑک پر ہیں۔ اس سڑک پر نہ خیر ہے
 اور نہ ہی وہ لوگوں کے سوا مشکل سے ہی کوئی گزرتا ہو گا اس
 لیے کہ سٹیشن پر ہی تھی۔ بہت کھنکھن تھا کہ ان کی گاڑی
 نے آگے بڑھنے کی کوئی گاڑی موجود ہو تو بگڑے شروع ہونے
 کی صورت نہیں اس کا زوردار وہاں سے اسے ہٹا دیا ہو
 گا۔ لیکن پاکستان کو یا انڈیا دونوں جگہ پر یہ تو عام تھا کہ
 لوگ کئی سڑک سے نکل اچھے یا اس کے گواہ بننے کے خلاف
 میں سوچنے سے تائب ہو جاتا ہے۔ سزا زیادہ بڑھ سکتے تھے اور
 ان کی وجہ شہ پار تھی۔ عام آدمی کے ساتھ پولیس کا زور
 سڑک۔۔۔ دونوں ہی سڑک میں ٹھہروں سے زیادہ بے قصور
 ہوتے تھے اور پھانے کا ٹھکانہ تھا اس لیے عام آدمی نہیں
 کے ساتھ میں صورت نہ ہونے ہی کسب سے بڑھ سکتا تھا۔

”تم دونوں اس گاڑی میں جا کر بیٹھ جاؤ۔“ وہ نیچے
 اترے تو انہیں ٹھہرنے والوں میں سے ایک نے سلو اور
 شہ پار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہیں زوراً قافلے پر گولی
 ایک پڑی گاڑی میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تعمیل کروانے
 کے لیے ایک شخص ان کے سر پر سوار ہو گیا پھر انہیں
 قدم اٹھانے پڑے۔ وہ چند قدم ہی چلے تھے کہ گاڑی کی
 دروازہ آواز کے ساتھ آسانی چھین سٹائی اور میں۔ انہیں یہ سمجھنے
 کے لیے پیچھے سڑک روکنے کی ضرورت نہیں تھی کہ قافلے چانے
 والے بائی ڈراما کو بھی حکم کر دیا گیا ہے۔

”بھاری پھٹی ہوئی گورامیوں سے لگتا ہے۔“ ان پر
 کھنکھن تانے پیچھے آتے شخص نے غرائی آواز میں حکم دیا تو
 انہوں نے اپنے قدموں کی رفتار تیز کر لی۔ معلوم نہیں ہے کہ
 غلطی تو ان تھے یا وہ تو واقعی نہیں سمجھ پاتے تھے کہ کھائی
 تھی کھانے والے شخص کے قدموں نے انہیں ہول سے کیوں
 اٹھا لیا ہے کہ یہی پارٹی میدان میں کوہ پڑی اور اب شاہ وہ

کھراب
 ایک قبیلے سے نکل کر دوسری قبیلہ میں جا رہے تھے۔
 ”بھاری اپ، اعجازہ! تمہیں یہاں سے لگتا ہے۔“
 اگرچہ وہ دونوں بھائی بھائی پر گاڑی کی طرف بڑھتے پر مجبور تھے
 لیکن انہیں نہیں نہیں نہیں نہیں یہ خیال بھی موجود تھا کہ سوچنے
 ہی یہاں سے نکلنے کی کوشش کی جائے۔ اس خیال پر عمل ہی
 ہونے کی نوبت آنے سے پہلے ہی گاڑی میں سے ایک نوبت
 چہرے سے ہاتھ نکال کر انہیں پکارا تو وہ نہ صرف حیران ہوئے
 بلکہ کھنکھن کرنے کا ارادہ ہمتی کرتے ہوئے تیزی سے
 گاڑی کی طرف بڑھے اور اعجازہ چلے گئے۔

”جاؤ اس سے پہلے کہ بھائی کی کے آدمی یہاں پہنچیں
 میں یہاں سے لگتا ہوگا۔“ ان کے پیچھے ہی گاڑی کا دروازہ
 بند ہوا اور انہوں نے تھپتھپ میں کہا کہ ان کے شرافت سے
 گاڑی میں بیٹھنے کا سبب یہی تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو پہلے سے
 انہیں سے نکلنے کے بعد تیزی سے ان کی طبیعت میں سوار ہو گئی
 تھی۔ اس نے اپنا نام اعجازہ بتایا تھا اور وہ اب لگائی گاڑیوں
 میں لوگوں کی جن میں انہوں نے اسے چھو نکلے نکلے
 ملاقات میں دیکھا تھا۔ اعجازہ ہی اس لڑکی کے لفظ انہی اس
 کے ساتھ ہی تھے کہ پہلے سے اشارت گاڑی میں چل پڑی۔
 انہوں نے گولی کے بیٹھے سے دیکھا۔ وہاں موجود دیگر اسلحہ
 بردار خیر بھی تیزی سے بھاگ کر ایک دوسری گاڑی میں چل
 رہے تھے۔ وہ دوسری گاڑی بھی چند سیکنڈز میں ان کی گاڑی
 کے پیچھے چھڑانے لگی تھی۔

”وہاں اس گاڑی میں اعجازہ سے بریف کس بھی
 تھے۔“ شہ پار کو اعجازہ کا اعجازہ دیکھ کر وہ تھکا تھا اس لیے اس
 کے سامنے اپنے بریف کسوں کے لیے وہاں ہی۔

”گھر نہ کرو۔“ پھر سے ساری بہت ہو گیا اور وہ کام
 کی کوئی بھی چیز چھوڑ کر نہیں آئیں گے۔ تمہارے بریف کس
 تمہیں وہاں مل جائیں گے۔“ اعجازہ نے اسے تسلی دی تو وہ
 خاموش ہو گیا۔ زیادہ بات کرنے کی گنجائش اس لیے نہیں تھی
 کہ وہ دیکھ رہا تھا کہ اعجازہ سمیت گاڑی میں موجود ہر فرد کے
 چہرے سے ہراسہ ہونے لگا تھا۔ ان کی حالت سے ایسا لگتا تھا
 کہ ماہر فرار اختیار کرنے کے باوجود انہیں یہ غلط ہو کر کسی
 طرف سے حملہ ہو جائے گا۔ چند لمحوں بعد قافلے میں گاڑی کی
 آواز میں گونجیں تو وہاں کے اعجازہ سے کی تھپ تھپ بھی ہو گئی۔
 ”وہ ماہر فرار ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔“ اعجازہ اپنی جگہ
 بیٹھے بیٹھے ہنسی پیچھے کی طرف سڑک اور وہاں کا ماحول دیکھ کر
 دانت چکھاتے ہوئے بولی۔
 ”ذہانت دہی۔“ کھلی گاڑی میں روٹی اور پھر موجود

بارہنی حرم آواز میں سے خوش آمدید کہا۔

وہ اس احترام سے بڑی زبردست لڑکی تھی کہ اسے قدرت نے خوب صورت چہرے اور پرکشش جسم کے ساتھ ساتھ وکیل آواز سے بھی نوازا تھا۔ وہ عموماً اتنا زبردست کتاب کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ شاید وہ ایسی کتاب کی وجہ سے احتیاط پر بخالی گئی تھی کہ آواز سے پہلے مرے میں ہی حشر ہو جائے اور عقین کر لے کہ یہاں سے جرحی سے گا۔

زبردست ہی ہوگا۔
"یہ آواز جی ٹی۔ میں عقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں نے تم سے زیادہ خوب صورت لڑکی پہلے ہی نہیں دیکھی۔"
جاوید علی نے کسی دل بیچک عاشق کی طرح چھوٹے ہی اس کی تعریف کر دی جس پر وہ بڑی ہی اسیٹھکلا کر جس بڑی اور تہمت کا گوت سے بولی۔ "اس آٹھ گھنٹہ گاری۔"
"تجربے جی جی تھا۔ وہ میں سے بناؤ۔" جاوید علی نے بھی اس کی ہنسی کا ساتھ دیا۔

"ایسا شاید اس لیے ہے کہ آپ اس سے پہلے ہی ہمارے ساتھ مساجد میں نہیں آئے۔ یہاں آپ کو مجھ سے بھی زیادہ خوب صورت چہرے اور جسم دیکھنے کو نہیں کے۔" اب اس کا انداز خاص کارہ پارہی تھا۔

"اوہ تم نے تو مجھے جس میں ڈال دیا۔ میں بے چکن ہوں کہ ایک ہی دن میں اپنی زندگی کی دوسری خوب صورت لڑکی کو دیکھ سکوں۔" وہ بھی ہر مطلب آ گیا۔
"اچھے کو کف ٹوٹ کر رہا۔" وہ فوراً ہی اچھے سامنے کے لیے بڑی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہاں۔"
"کیٹین اس شیری۔" اس نے ہرے ہاتھ سے بتایا۔
"اوہ تو آپ آری سے ہیں۔" وہ ذرا سا چمکی۔

"کیوں، یہاں آری والوں کو آنے کی اجازت نہیں ہے کیا؟" عجب میں اس نے مسکرا کر پوچھا۔
"نہیں، اس کی کوئی بات نہیں لیکن آری والے خود ہی اصرار کر رہے ہیں کہ۔" شاید اپنی کف روٹھن اور دیکھ کر اسے سائیکل کی عادت کی وجہ سے ان کی فرحت اور ضرورت دونوں ہی نہیں رہیں۔ اس نے مفاہمت کی آواز دیا۔

"آپ ہائٹس ٹیکہ کب رہی ہیں۔ میں بھی چھپنے کی دن سے چھپوں پر ہر آواز آ رہا ہوں اور چھپوں کی وجہ سے روٹھن میں تمہارا فرق چھپ گیا ہے اس لیے سوچا دارا نام کو کف کر دیا جائے اور سستی نکالی جائے تاکہ وہاں جانے پر ایجنٹ نہ لے کر آسانی رہے۔"

"ڈانٹ دو میرا یہاں سے آپ ایسے فرما کر جا میں گے کہ پھر وہ بار بار ہمارے پاس آ کر چاہے گا۔" اس نے اصرار سے دہرائی کیا اور حشر حاصل کرنے لگی۔ جاوید علی کو اپنے دو ساتھیوں کے ہنوار پر ان سوالات کے بارے میں پہلے سے ہی لیے اپنے بارے میں ایسی معلومات فراہم کرنا ہوا ہے وہ اسے کوئی ایسا کچھ نہیں سمجھ کر خصوصی ایجنٹ کا حال ادارت کے ساتھ آری کے بیک گراؤ کے بارے میں سب کا کام کیا تھا اور وہ لڑکی جیسا بہت حشر ہوئی تھی کہ اس کے عمل کو کف قتل کرنے کے بعد وہ اس کی رہا کر کے وہل آج ایماڈ میں مسکرائی۔ میں اسی وقت کے ساتھ اس کے اصرار کو ہی سمجھتی تھی۔

"میں یہاں۔" اس نے ہر کام اٹھا کر سوادہ لیا کہا اور دوسری طرف کی بات سننے لگی۔ چہرے پر بات سن کر اس نے اسی سوادہ بنا لیا۔ "اوہ کے جسم میں زبردستی رکھے ہی دوسرے ہاتھ سے کھلی کاٹھن کی فوراً ہی ایک میں ہائٹس سالہ ادارت ہی ملائی نظر آ رہی تھی وہاں ہر دہر ہو گئی۔

"سرکار وہ ہر فطین میں لے جائے۔" زینب شہت نے اسے حکم دیا۔
"اوہ کس۔" وہ کہہ کر جاوید علی کی طرف متوجہ آئے۔
"آجے سر۔"

جاوید علی اس کی راہنمائی میں تیل چل چلا عمارت سے جتنی خوب صورت نظر آتی تھی، اندر سے ہی ان کی خوب صورت اور چمک چمک۔ وہاں مقامی لوگ بھی خوب خیال رکھ کر فرش کی سجاوٹ دیکھ کر حیرت میں رہ جاتے تھے۔ ایسا ہی نظر آ رہا تھا۔ اس کی رہائش لڑکی کی جہاں اس کی بیویوں سے اوپر لے گئی۔ اوپر ہی منزل میں ٹھکانہ کرنے کے سہنے ہوئے تھے اور ہر کمرے کے کورڈز سے لود پر کمرہ نہیں اور جی اور جی تھا۔ ان میں سے ہر کمرہ اور جی سے ہر کمرے میں۔ روشن کمروں کا مطلب وہ جانتا تھا۔ جن کے کمرے میں روشن تھے، وہاں گاؤں موجود تھے۔ کمرہ نہیں کے ساتھ ساتھ کڑوٹی کے ساتھ میں ٹھکانہ کے ساتھ میں نورانی اور روزہ رکھ گیا۔ سامنے ایک طرف ہی ایک دروازہ قامت لڑکی جس کے چہرے کے نفوذی چہرے کے سے تھے، اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھی۔ چہرہ دیکھ کر جاوید علی کا دل ٹپوں، کچھل پڑا۔ آج سیتھو کی کہ جو وہی کا سن کر اگرچہ وہ خاصا ہی امید تھا لیکن

کا کہہ رہا ہے۔ اس کی سے اس سہنے پر جانے گا۔

"جاوید علی کو کچھ کہہ سکتی ہیں اور عادت آج میں نے اسے دہرا دیتے ہوئے سامنے کے لیے ہاتھ آگے نہ چلا۔ جاوید علی کو بھی اپنا ہاتھ آگے نہ چلا پڑا۔ اس نے بہت جتن سے قہقہہ ہنسا ہنسنے کے ساتھ ساتھ ہنسنے سے روکتے ہوئے اندر نکلی گیا۔ اور وہی حالت تھا جس کی مساجد سینٹر کے کمرے میں ہونا چاہیے تھا۔ وہاں میں پڑا خصوصی لڑکا بنیہ۔ وہیں میں وہی وقت میں اور اسٹیج پر گئے تو بے اختیار وہیں ان چیزوں کے ساتھ ہوا۔ وہیں وہیں ہر کچھ غریبی موجود تھا جس کا منظر اس وقت فوراً ہی کھٹا گیا جب اس نے لڑکی کو اس میں سے ہٹانے کا حکم دیا۔

"میں نے سوچا کہ پہلے آپ کی تعویذ ہی تو اسے کر دیتی ہے۔" اس نے ہر کچھ دیکھ کر خود دیکھنے سے ہر کچھ کر کے یہاں پہنچی۔ جاوید علی کو پہلے ہی اس نے بے خبر بنا دیا تھا۔ اس وقت میں لے وہ اس کی جانب دیکھنے لگا۔ کرسی پر وہ اپنے انداز اور ہنار سے سے جتنی ہی کہ اس کا طویل گاؤں جاننے سے عمل کیا تھا اور اس سے اس کی بھی خوب صورت ہنسی میں اس وقت میں کھٹوں کے لہرے تک صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"جی اللہ میں اس کی ضرورت تو محسوس نہیں کر رہا تھی کہ میں خوب صورت بیوی بنوں، انکار بھی نہیں کیا جا سکتا اس لیے تعویذ ہی چھوڑ لیا ہوں۔" اس نے ایسا ظاہر کیا کہ وہ اس سے بے حد حشر ہو گیا ہے اور اس کو دل کرنا ہوں سے لگا ہوا۔ یہ اور بات تھی کہ وہ صرف بیٹے کی ادائیگی کر رہا تھا۔ یہی نہیں ہاتھ۔

"میں نے تو آج بے کر آئی والے بڑے شوق سے یہ سن کر کہ تم اور آپ کی تعویذ ہی ہنسنے کے لیے کھٹک سے کام لے رہے ہیں۔" وہ ہنسنے سے اسے ہنسنے کے لیے ہنسنے بولی۔
"آری والے شوق ضرور رکھتے ہیں لیکن ان کا اپنا ایک پتہ ہوتا ہے اور جہاں بھی تو اسے کون نے میں خاصی مشکل محسوس کرتے ہیں۔ میں ہی اس وقت چھپنے کا ہوا ہی نہیں ہوں صرف تمہارا دل رکھنے کے لیے چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن یہ تو اتنا کہ نہیں جیسے معلوم ہوا کہ میں آری میں ہوں؟ انھی تو ہمارا آگے میں اندر دیکھیں گی نہیں؟" اسے جواب دیتے دیکھنے اس نے سوال بھی داغ دیا۔
"کیوں جاوے۔" وہ ٹھٹھکی اور اس نے ہنسنے سے لگا گیا۔ اس طرح شاید وہ حشر دیکھنے سے بچتا چاہتی تھی۔

جاوید علی نے بھی جواب پر اصرار نہیں کیا۔ اسے معلوم تھا کہ جتنا عوامی کے اس دور میں یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی کہ اس نے اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے احتیاط کر کے میں ہونے والی ساری گفتگو سن لی ہوں۔ اسے میں وقت پر بیٹھے اور انکار کا بھی یاد آ گیا۔ امکان بھی تھا کہ اس کے کو کف جان کر اسے جاوید علی میں خصوصی دیکھی محسوس ہوئی ہو اور اس نے خود اسے وہاں بلوایا ہو۔

"جس میں تو جاوے۔ یہ چاہیے گیا لیکن مجھے ایسا کوئی جاوہ نہیں آتا اس لیے تمہیں اپنا اندر دیکھنا خود کروانا پڑے گا۔"
"میں عالیہ ہوں۔ اس مساجد سینٹر میں میرا بیٹہ مویا کے ساتھ فٹنی پر مساف کا شیفر ہے اور عام طور پر میں صرف جہاز کے انتظامات کی نگرانی کرتی ہوں یا اگر کوئی گاؤں پتہ آجائے تو خود سے ہر ہر فراہم کرنے میں حرج نہیں سمجھتی۔" اس نے اپنے بارے میں بتایا۔

"یعنی میں ان چند عورتوں میں سے ہوں جنہوں نے شروع کیا ہے؟" جاوید علی نے خوشی کا اظہار کیا تو وہ ہنسنے لگی۔ "وہیے تمہارا نام سن کر مجھے تعویذ ہی حیرت ہوئی ہے۔ تمہارے خوش سے میں تمہیں جہاں پالی سمجھا تھا۔" وہ بھی کھٹکوں کو طول دے کر زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے آوی اشارہ ملنے کے بعد یہاں پہنچ کر پڑھیں مساجد میں۔

"خوش سے جاوید علی جیسے تھے اور قدر دیکھ کر کیا سوچا تھا؟" اس نے خوشی سے پوچھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر ڈاسٹ بن تک گئی جس میں اس نے ہنسنے کا خیال نہیں ڈال دیا۔
"ہاں، قدر کے سناٹے میں حساب کتاب کچھ گڑبڑ ہے۔" جاوید علی نے انہیں کے اظہار کے لیے ایک ہاتھ ہاتھ ہاتھوں تک لے جا کر آہستہ سے کھجایا۔ "عام طور پر جاوید علی لڑکیوں کا قدر لہا نہیں ہوتا اور تم خاصی سلی ہو۔ لیکن یاد رکھو آج چھل کھجی تو ہوتے ہیں تو میں نے سوچا کہ تم ان میں سے ایک ہو۔"

"میں تمہاری انہیں دور کر دیتی ہوں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ میری ماں جاوید علی اور باپ پاکستانی ہے اور میں دونوں کا شیفر۔" اپنی بات کہہ کر وہ ٹھٹھکی تو جاوید علی نے بھی اس کا ساتھ دیا اور سائڈ پر ڈراما سبک کر اپنے ہاتھ میں قہقہہ ہنسنے کا نشان دہاں موجود چھٹی پر دکھ دیا۔ سن دکھ کر وہ سہا جاتا تو نظروں کے سامنے تو کیا بھی ہی کہہ گئی۔ اس کے لیے بھری حرکت میں ہی عالیہ نے اپنا طویل گاؤں اصرار پیکھا تھا اور اب ایک ٹھٹھکی میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"میرے خیال میں اب کام شروع کر دیتے ہیں۔"
 وہ بولتی ہوئی اس کے بائیں قریب چلی آئی اور اس کی شرت
 کے بنی کھول کر اسے اتار کر ایک قریشی اسٹیڈ پر لگا دیا۔
 "آؤ بیڑے سے امداد ہو۔" نہیں ہاتھ کر وہ ۱۰۰ پارہ
 اس کے نزدیک آئی اور اس کے سر پر جسم بے اپنی بی
 اگھیاں بچھرتے ہوئے تھیں آجیر لکھنے میں ہوئی۔
 "سب فوج کی زندگی کا حال ہے۔" اسے مالہ کا
 قرب پا تو اور گزر رہا تھا لیکن جانتا تھا کہ اس کے بغیر اپنے
 مستعد کو نہیں پاسکے گا اس لیے سب اور اثرات کو خوش گواہی
 دیکھا تھا۔

"تو ہے۔ تم لوہی ہو۔" یہی کمال کے ہو۔ میرا تم
 سے پہلے بھی ایک فوجی سے واسطہ پڑ چکا ہے۔ وہ جھاری
 طرح تک نہیں تھا پھر بھی بڑی زبردست چیز تھا۔ انہوں کو
 ایک پارہ کے بعد ۱۰۰ پارہ کی فوجیں آئی۔ وہ آپ جناب کا
 مختلف چھوڑا اب بے نظمی سے سرحد میں داخل ہوئی تھی اور
 اسے بہت فوجی سے بہتر لہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کرل کو جیو نام بتایا تھا اس نے مجھے۔ بہت بڑھام
 اور زور آور آئی تھا۔ بتائیں اب کہاں ہوگا۔ وہی میں بڑی
 شدہ خواہش ہے کہ کبھی وہ پارہ اس سے مل سوں۔ تم تو خود
 آری میں ہو۔ کبھی ساتھ ہوتا پیغام دینا کہ یا مساجد سینہ پڑوانی
 مالہ آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔"

"میں کیسے انہیں یہ پیغام دے سکتا ہوں؟" ایک کرل
 سے کچھوں رینگ کے کسی بندے کو اسکی بات کرنے کی اجازت
 نہیں ہوتی۔" مالہ کی زبان سے کرل توجیہ کا ذکر سن کر وہ
 چونک گیا تھا۔ اس بات پر یقین کرنا تو غیر مشکل تھا کہ کرل
 توجیہ بھی اس مساجد سینہ پڑھانے نام کی اس صورت سے مل
 ہواں گے، البتہ مالہ کی ذات کچھ اور بھی مشکوک اور گئی تھی۔

اس نے اپنے کوائف نوٹ کر دیا ہے تو اسے اپنے آپ کو قہر
 توجہ بنانے کے لیے یہ بتایا تھا کہ اس کے والد رینا کر
 بریگیڈیئر جنرل تھے اور شاہراہ اصل میں کئی بات چالچے کے
 لیے قہر توجہ ظہری تھی۔ ایک بریگیڈیئر جنرل کی بیٹی سے
 کسی کرل کے مراسم ہونے کا بہت زیادہ امکان تھا اور اس
 امکان کی بنیاد پر مالہ اس کی مدد سے کرل توجیہ کو پھانسی کرنے
 کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے کرل توجیہ پر ہونے والے وہ
 خودی حملہ بھرا نہیں تھا جس میں وہی ایٹھ بی کے جہازوں
 کی مدد کے باعث ہال بال بیٹے تھے۔ ان پر وہ حملہ شہر پارہ
 کی سادہ دہی ڈاکٹر مارا پاسکے نکل کے بعد اگلی کارروائی
 کے طور پر کیا گیا تھا اور ڈاکٹر مارا پاسیہ طور پر اور مساجد کی

اقبال کی نکتہ تھی۔ اور اب مالہ اس کے حوالے سے
 کر رہی تھی تو اس کا مطلب تھا کہ اس کا بھی ان دونوں
 نام اور کئی ایک سے ضرور متعلق ہے۔
 "کسی عام مکین کی نہیں ہو سکتی لیکن ایسا کچھ
 بریگیڈیئر جنرل کا چنا ہوا ایسی جرات کر سکتا ہے۔"
 وہی بات بھی جو اس کے اپنے دوہان میں تھی۔

"تم کرل صاحب کو ٹھیک سے جانتی نہیں
 لیے ایسی بات کر رہی ہو۔ وہ بہت سخت مزاج آدمی
 تھی محضوں میں بھی وہ اپنا کوتاہ پنہ نہیں کرتے۔"
 مالہ کو اتار دیا کہ وہ کرل توجیہ سے ملوئی واقعہ سے
 میں اس نے مالہ کے چہرے پر وہ زنی خوشی کی فوجی
 ٹھیکر کیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم میں سے لکھتے ہے تو مجھے
 اپنے ریسک دے دینا۔ میں تمہیں اٹھانے کی تمہارے
 اپنے فوج کرل صاحب مالہ کے سامنے کیسے موم بیٹھے
 اس نے اپنی تک اس کا باقاعدہ مساجد شروع نہیں کیا
 ہوئی اور اسے ابھر اگھیاں اور کرل اسے رہی گئی۔
 تھی کہ ایک بے خوف مکین نامہ کیا ہے اور اس نے
 آجالی سے کرل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے

"اسے ذرا احتیاط سے۔ میرا توجیہ غراب نہیں
 چاہتے۔" مالہ کی گردش کرتی اگھیاں بے وسیالی میں
 سے گنگے میں جو اور توجیہ سے جاگتی تھی۔ اس نے جرات
 کھنگڑا چہرے میں کرنے کا یہ موقع مناسب سمجھا اور اسے ٹوکا۔
 "وہ سواری اور پچھے مجھے بہت ہے کہ تم جیسا
 آری آفیسر بھی یہ توجیہ دینے وہ کسی چیز پر پہنتا ہے۔ اس
 فوراً ہی حضرت کرنے کے ساتھ حضرت کا بھی اٹھا کر لیا۔

"میری ماں اربھالی تک گروڈ کی ذرا چلا
 خیالات کی صورت ہے اور اس کا خیال ہے کہ جب تک
 توجیہ اپنے گنگے میں پہناروں کا ہر بار اور سمیت سے
 رہوں گا۔" اس نے بتایا۔

"چلو پھر دیکھتے ہیں کہ تمہاری ماں کا یہ توجیہ آج
 مجھ بھی خوب صورت رہا ہے کیسے بچتا ہے؟" اس نے
 سے کہتے ہوئے جھک کر اس پر چھا جانے کی کوشش کی۔
 لہذا ایک ساتھ وہ اس واقعہ پر ہو گئیں۔ ایک چالچے
 گردن کے قریب پھرا ہونے والے ارتقاہ اور وہ سر
 سرے میں موجود کسی خفیہ آنگارے سے ابھرنے والی
 کمراساؤڈ پر ہول تھا۔ تو یہاں کی آواز میں باہر جا
 اور تھی باہر کی آواز میں اٹھ اسکی نہیں شاید ہی

اجازت کیا کرتا تھا۔
 "پہلیں سے بیٹھ پر دیکھ کر دیا ہے۔ پلیز آپ سب اراٹ ہو جائیں۔" اکتیکر سے ابھرنے والی صبرانی ہولی آواز کو اس نے فطرت سے لیا۔ وہ وہی سڑن آواز والی ریپبلکس تھی جس سے وہ استقبال کرتے میں ل چکا تھا۔ اس کی آواز سن کر اس نے بڑی خوب صورتی سے نظریں ڈھکل کا اٹھا اور اپنا حالہ کو رکھیں کر اپنے اوپر سے ہاتھ ہونے اس اسٹینڈ کی طرف دوڑا جہاں اس کی شرت موجود تھی۔ شرت اسٹینڈ سے اٹھ کر اس نے نہایت چالانی سے مکان کی اور بین لگاتے ہوئے گھبرائے ہوئے لہجے میں حالہ سے پوچھنے لگا۔

"یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہوتا تھا؟"
 "اتنے پریشان مت ہو کیوں اہم یہ نہیں کہ چٹل کر لیں گے۔ یہ پولیس والے ہمارا پتہ نہیں لگا سکتے۔" حالہ نے بھی اس دوران میں ایسا گاؤں لکھن لیا تھا اور بڑے غم سے اسے اعجاز میں اسے دل سادہ دیا تھا۔
 "تم میرا پر اہم نہیں سمجھو گی۔ آج کل پولیس والے میڈیا کی ٹیم ساتھ لے کر ایسے رہنے کرتے ہیں۔ تم تو شاید بھ میں کھاکر کے پناہ دینا چاہتی ہو کیوں تکین اگر میری یہاں موجود کی خاطر ہوگی تو میرے خاندان کی ساتھ پھر بھی کس نوٹ لکھی۔ مجھے کسی کی بھی خبروں میں اپنے بغیر فوراً یہاں سے لگانا ہے اور مجھے تم باہر لٹاؤ گی۔" وہ پولیس کا مظاہرہ کرتا ہوا اس پر چڑھا ہوا۔

"او کے میں کچھ کرتی ہوں۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"
 وہ اسے لے کر کمرے سے باہر نکل تو مکان کی بیٹھی کا کچھ اعجاز ہوا۔ وہاں خاصا شور تھا اور دیگر کمروں میں موجود افراد بھی باہر نکل آئے تھے۔ نیچے سے پولیس والوں کی وارننگ کے ساتھ ساتھ افواج کی آواز بھی آرہی تھی۔
 "اس طرف چلو۔" وہاں کا ہاتھ پکڑ کر لکھنے کے آگے شری سر کے کی طرف بھاگی۔ اس سر سے بھی سیڑھیاں موجود تھیں۔ وہ اسے لے کر بیڑھوں سے نیچے اتر گی۔ نیچے چل کر اس نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا دیکھ کر انداز سے کہاں کمرے میں غم ہونے کے سہانے کہاں موجود اسے دروازے سے کئی میٹر مٹی۔ اب وہ عمارت کے کئی حصے میں تھے۔
 "ہمیں یہ دیوار چھان کر باہر لگانا ہو گا۔" اس نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان اسے بتایا۔
 "ہم اس دیوار کو چھانک کر کہاں نہیں گے؟" چاہیہ علی نے اس سے سوال کیا۔

گلی میں، چاہے کئی گلی ہے جس کی دوری ایک پراسٹنٹ اسکول کی باڈی روم والی ہے۔ اسکول بند ہو گا۔ ہم اس کی باڈی روم والی کمرے میں اس وقت تک چھپ گئے تھے جب تک پولیس یہاں نہیں جاتی۔ وہاں چھ کمرے اور کئی کونہر گاؤں کی والوں کا نام خود غرضی سے لیا جاتا ہے۔ وہ چھانکے اس کے ساتھ یہاں تک چلی آئی تھی لیکن بہت پریشانی میں ہر حال میں لگا۔ یہی گلی اور پہلی طرف تھیں جہاں اس کی شکایت لکھنا بن کر لیا جاتا ہے۔
 "تمہیں کچھ پتہ ہے، بعد میں کرنی رہتا ہے۔" یہاں سے نکلنے کی کرو۔" چاہیہ بھی ضرورت اسے وہاں باہر لگانا چاہتا تھا اور اس کے لیے ضروری تھا کہ اسے صبح نہ لے۔ اس کے نوٹے پر وہ حرکت میں آئی اور اس سہارے لے کر دیوار پر چڑھ گئی۔ اس کے دیوار پر چھانکے انداز میں خاصی مشاقی تھی جہاں کئی گلی کی کئی شرت لگی ہے۔ وہ دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف لپکتی چلی اس کے پیچھے پیچھے لپکتی گئی۔ وہاں ہی لپکا ہوا چھانکے گئی۔ وہ دونوں اسے پارک کے اسکول کے احاطے کی طرف بڑھا اور ابھی وہاں سے دیوار پر چڑھنا ہی کنگر و شینوں سے بھر گئی۔

"خیر وہاں بھاگنے کی کوشش مت کرو تہہ ہمارے گے۔" آروشی کے ساتھ ہی ایک لٹکالی ہوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔
 وہ دونوں ہی گویا لٹک کر رک گئے۔ پھر حالہ نے تھوڑی سی اپنے گاؤں میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو وہاں چھانکے چھانکے اس کی کوشش کو نہ کامیاب ہونے سے اس کی کوششیں بھی اپنے ہاتھ میں پھنسا لیا۔

"میرا ہاتھ پھڑو اپنے تہہ مجھے فون کرنا ہے۔" ہاتھ پھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے تھے سے خرابی لگنے لگی ہے وہ اس کی بات نہیں مان سکتا تھا۔ اسی لپٹ بھاگتے ہوئے قدم ان کے گلے سے اتر کر رک گئے اور ایک گن کی مالہ کی بیٹھی سے ہاگی۔
 "اسے گاڑی میں ڈالو۔ اب میں یہاں سے لگانا ہو گا۔" چاہیہ علی نے گن بردار اور اس کے سر سے ساگی کو گھمرا لیا۔
 "ہمیں چھانکے ہوئی اس کی طرف نصی سے تھوڑی حرکت مت کرو۔ ورنہ تمہیں ماری جاؤ گی۔" بردار نے سختی سے اسے غم دیا پھر یہی ہم ہی گن کاوت سے تھے اعجاز میں اس کی بیٹھی پر دے مارا۔ وہ لپکتی ہوئی گرنے لگی تو اس کے اوپر سے ساگی نے اسے سنبھال لیا۔

کے لیے، اہل کرگلی کے دوسرے سر کے طرف دوڑنا چاہا تھا۔ چلی تھی اس کی اس لیے وہ لوگ اپنی گاڑی اور نہیں لگاتے تھے۔ پھر پھر اسے حالہ کا پتہ تھے پر افلا کر گاڑی تک کے ساتھ چڑھا تھا۔ گاڑی کو روکنے والے ہاتھ پر ملی سمیت گاڑی میں بند کر کے گاڑی آگے بڑھ گئی۔ چاہیہ علی یہاں جیسی میں آیا تھا اس لیے اسے اپنے پیچھے گاڑی یہاں کھڑی رہ جانے کی پیشین گوئی تھی۔ یہی اہلیہ کی اور پولیس کا کوئی ایڈوانس ہونے کے باوجود انہوں نے یہ اختیار دیا ہی گئی کہ پلے۔ یہی ان کا کوئی ایڈوانس لے۔ وہ پولیس کے گھسے میں چھری ہوئی گاڑی بیوروں کی وجہ سے ان کی کئی پورا احتیاط نہیں کرنے تھے۔ اس کا کارروائی کے لیے کئی پولیس والوں کو اور سے اس اتنے کم امکانات دینے گئے تھے کہ کئی پولیس کے اور ہاتھ میں اپنے ساتھ جس تک لے جا میں وہاں پھر کسی ٹیم کے رہنے کو میں اور یہی کی جگہ پر سے یہ دونوں فرار ہو کر اپنی تحویل میں لانا چاہا۔ لیجئے وہی۔ پولیس کا کام صرف اتنا ہو گا کہ عمارت میں موجود افراد کو گرفتار کر کے عمارت اپنے لپٹے میں لے لیں۔ اس کے بعد آگے کی کارروائی کے لیے انہیں حربہ وایات چھانی کی جا سکتی۔

تاری خانے کا اعجاز اور دیگر اہل ان اگر چہ ان امکانات پر چڑھتا ہے۔ تھے، خاص طور پر انہیں یہ بات بری طرح معلوم تھی کہ انہیں اسٹیشن لپٹا کر جا رہا ہے لیکن احتیاط نہیں کیا جا رہا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل کی جاتی تھی کہ امکانات آتے ہی تھے اور سے لپٹتی کے ساتھ تھے کہ ان کے پاس چوں چوں کی گاڑی ہے۔" ان کا کوئی ایڈوانس حاصل ہی لے گیا تھا کہ ہاتھ چوں کے ساتھ چوں پر گال آئے گی۔ اس نے گھبرا کر کال دی۔ یہی اور سمجھتی ہے۔
 "پہلیں نے گرفتاریاں شروع کر دی ہیں۔" خانہ اہلیہ نے کے اعجاز سے گھبراہٹ کے حالہ کا کارروائی پر اہل گلی خوش نہیں ہے اور پھر وہاں میں ہی سب گھبرا کر ہاتھ کے امکانات کے علاوہ خود اپنا ہاتھ لگا لیا۔ کئی سبب ہم میں گن اور بڑو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ وہ اپنے ہاتھ کی سبب سے ہر ایک کے ساتھ ساتھ لپٹنے سے بچنے کی خاطر لپٹا رہتا ہے۔
 "ٹھیک ہے۔" خانہ نے کہا۔
 "ہم نے کالی بگرا پتے لپٹے میں لے لیا ہے۔ مختلف مقامات غور سے کمروں میں نصب کمروں سے چھانکے جانے والی دیوار پر ہمارے لپٹے میں لپٹا۔ اس کے علاوہ کچھ لڑے ہمارا اس کی نکال لی گئی تھی لیکن اس کے باوجود مجھے لگا ہے کہ یہاں اتنا کچھ موجود ہے کہ وہ افراد اور وقت میں سب کچھ لپٹے دیکھ سکیں گے۔ ہمیں اس عمارت کو اپنی کھڑی میں لگنا ہو گا۔" دوسری طرف سے جواب آیا۔

"ٹھیک ہے۔" پولیس والوں کو بتا دو کہ ان کی اہل وہ عمارت سے طرمان کے علاوہ کوئی کچھ اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے اور وہی طور پر عمارت کا کنٹرول بھی انہیں ہمارے ہاتھ میں دینا ہو گا۔ پھر میں ضروری کارروائی کر کے عمارت ان کے حوالے کر دی جائے گی۔" اس نے نہایت چالانی کی۔
 "او کے اس اور کچھ؟"
 "اور یہ کہ اس کی دیوار پر ہمارے ہوشیار ہوتا۔ اسٹوری بنانے کے پتھر میں یہ لوگ اپنی حد سے تجاوز کرنے سے بھی باز نہیں آتے اور یہ بات تم انہی طرح سمجھتے ہو کہ اس میں ہی کسی اہلیہ کی یا کسی دوسرے خلیہ اور اسے کی شمولیت کا کوئی ذکر نہیں آتا چاہیے۔" اس کی دیوار پر ہاتھ لپٹنے نے ایک بڑی اسٹوری کا کچھ اڑے کر خود اس کا کارروائی میں ساتھ رکھنے کا انتظام کیا تھا لیکن اس پر چند رائے لگا لگی تھی جس میں ایک کسی خلیہ اور اسے کی موجودگی کو اس میں رکھنا بھی گئی۔ اس کے علاوہ بھی وہ اس وہی کچھ پکارا کر سکتا تھا جس کی اسے اجازت دتی جاتی۔ رتہ داری کو قائم رکھنے کے لیے اسے اپنی گن اور کئی دیگر کھیل اسٹاف کو ساتھ لے کر اجازت بھی نہیں دی گئی تھی اور وہ کئی اپنے ہوشیار کی ہم کی حد سے اس موقع کی کو بچا کر رہا تھا۔
 "ڈونٹ وری، وہ کچھ نہیں کرے گا۔ یہاں سے جاننے سے پہلے اسے اپنے گن سے میں محفوظ رہنے پر سمیت ہر چیز کی عمل لگائی دینا پڑے گی۔"
 "ٹھیک ہے تو پھر ہمیں یہاں سے اپنا کام کرو۔ تم دونوں جب تک وہاں موجود ہو، ہمیں کوڑھنے کے لیے ہمارے ساگی آس پاس موجود رہیں گے۔" وہ وہاں آف کر کے واپس تیرب میں رکھنے کا تو ہاتھ خود خود ہی اپنے گنے میں موجود خود ہی

کے لیے، اہل کرگلی کے دوسرے سر کے طرف دوڑنا چاہا تھا۔ چلی تھی اس کی اس لیے وہ لوگ اپنی گاڑی اور نہیں لگاتے تھے۔ پھر پھر اسے حالہ کا پتہ تھے پر افلا کر گاڑی تک کے ساتھ چڑھا تھا۔ گاڑی کو روکنے والے ہاتھ پر ملی سمیت گاڑی میں بند کر کے گاڑی آگے بڑھ گئی۔ چاہیہ علی یہاں جیسی میں آیا تھا اس لیے اسے اپنے پیچھے گاڑی یہاں کھڑی رہ جانے کی پیشین گوئی تھی۔ یہی اہلیہ کی اور پولیس کا کوئی ایڈوانس ہونے کے باوجود انہوں نے یہ اختیار دیا ہی گئی کہ پلے۔ یہی ان کا کوئی ایڈوانس لے۔ وہ پولیس کے گھسے میں چھری ہوئی گاڑی بیوروں کی وجہ سے ان کی کئی پورا احتیاط نہیں کرنے تھے۔ اس کا کارروائی کے لیے کئی پولیس والوں کو اور سے اس اتنے کم امکانات دینے گئے تھے کہ کئی پولیس کے اور ہاتھ میں اپنے ساتھ جس تک لے جا میں وہاں پھر کسی ٹیم کے رہنے کو میں اور یہی کی جگہ پر سے یہ دونوں فرار ہو کر اپنی تحویل میں لانا چاہا۔ لیجئے وہی۔ پولیس کا کام صرف اتنا ہو گا کہ عمارت میں موجود افراد کو گرفتار کر کے عمارت اپنے لپٹے میں لے لیں۔ اس کے بعد آگے کی کارروائی کے لیے انہیں حربہ وایات چھانی کی جا سکتی۔

تاری خانے کا اعجاز اور دیگر اہل ان اگر چہ ان امکانات پر چڑھتا ہے۔ تھے، خاص طور پر انہیں یہ بات بری طرح معلوم تھی کہ انہیں اسٹیشن لپٹا کر جا رہا ہے لیکن احتیاط نہیں کیا جا رہا تھا۔ لیکن حکم کی تعمیل کی جاتی تھی کہ امکانات آتے ہی تھے اور سے لپٹتی کے ساتھ تھے کہ ان کے پاس چوں چوں کی گاڑی ہے۔" ان کا کوئی ایڈوانس حاصل ہی لے گیا تھا کہ ہاتھ چوں کے ساتھ چوں پر گال آئے گی۔ اس نے گھبرا کر کال دی۔ یہی اور سمجھتی ہے۔
 "پہلیں نے گرفتاریاں شروع کر دی ہیں۔" خانہ اہلیہ نے کے اعجاز سے گھبراہٹ کے حالہ کا کارروائی پر اہل گلی خوش نہیں ہے اور پھر وہاں میں ہی سب گھبرا کر ہاتھ کے امکانات کے علاوہ خود اپنا ہاتھ لگا لیا۔ کئی سبب ہم میں گن اور بڑو اپنے ساتھ لپٹنے سے بچنے کی خاطر لپٹا رہتا ہے۔
 "ٹھیک ہے۔" خانہ نے کہا۔
 "ہم نے کالی بگرا پتے لپٹے میں لے لیا ہے۔ مختلف مقامات غور سے کمروں میں نصب کمروں سے چھانکے جانے والی دیوار پر ہمارے لپٹے میں لپٹا۔ اس کے علاوہ کچھ لڑے ہمارا اس کی نکال لی گئی تھی لیکن اس کے باوجود مجھے لگا ہے کہ یہاں اتنا کچھ موجود ہے کہ وہ افراد اور وقت میں سب کچھ لپٹے دیکھ سکیں گے۔ ہمیں اس عمارت کو اپنی کھڑی میں لگنا ہو گا۔" دوسری طرف سے جواب آیا۔

"ٹھیک ہے۔" پولیس والوں کو بتا دو کہ ان کی اہل وہ عمارت سے طرمان کے علاوہ کوئی کچھ اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے اور وہی طور پر عمارت کا کنٹرول بھی انہیں ہمارے ہاتھ میں دینا ہو گا۔ پھر میں ضروری کارروائی کر کے عمارت ان کے حوالے کر دی جائے گی۔" اس نے نہایت چالانی کی۔
 "او کے اس اور کچھ؟"
 "اور یہ کہ اس کی دیوار پر ہمارے ہوشیار ہوتا۔ اسٹوری بنانے کے پتھر میں یہ لوگ اپنی حد سے تجاوز کرنے سے بھی باز نہیں آتے اور یہ بات تم انہی طرح سمجھتے ہو کہ اس میں ہی کسی اہلیہ کی یا کسی دوسرے خلیہ اور اسے کی شمولیت کا کوئی ذکر نہیں آتا چاہیے۔" اس کی دیوار پر ہاتھ لپٹنے نے ایک بڑی اسٹوری کا کچھ اڑے کر خود اس کا کارروائی میں ساتھ رکھنے کا انتظام کیا تھا لیکن اس پر چند رائے لگا لگی تھی جس میں ایک کسی خلیہ اور اسے کی موجودگی کو اس میں رکھنا بھی گئی۔ اس کے علاوہ بھی وہ اس وہی کچھ پکارا کر سکتا تھا جس کی اسے اجازت دتی جاتی۔ رتہ داری کو قائم رکھنے کے لیے اسے اپنی گن اور کئی دیگر کھیل اسٹاف کو ساتھ لے کر اجازت بھی نہیں دی گئی تھی اور وہ کئی اپنے ہوشیار کی ہم کی حد سے اس موقع کی کو بچا کر رہا تھا۔
 "ڈونٹ وری، وہ کچھ نہیں کرے گا۔ یہاں سے جاننے سے پہلے اسے اپنے گن سے میں محفوظ رہنے پر سمیت ہر چیز کی عمل لگائی دینا پڑے گی۔"
 "ٹھیک ہے تو پھر ہمیں یہاں سے اپنا کام کرو۔ تم دونوں جب تک وہاں موجود ہو، ہمیں کوڑھنے کے لیے ہمارے ساگی آس پاس موجود رہیں گے۔" وہ وہاں آف کر کے واپس تیرب میں رکھنے کا تو ہاتھ خود خود ہی اپنے گنے میں موجود خود ہی

سے جا بھرا تھا۔ اس نے دل ہی دل میں سہماتے ہوئے اس
 تنویر کو اپنے گنگے ستارہ کو ملحوظ کرنے کے لیے ایک ساتھی
 کی طرف بڑھا دیا۔ آج کے اس مشن میں اس تنویر نے بڑی
 کمالات دکھائی تھیں۔ پندرہویں سہ ماہی اور بیس پڑھا جا عام سا
 چاند تنویر نے قابلین حقیقت میں اس میں ایک نہایت طاقتور اور
 چہرہ مسامتہ کی گئی اور اس رنگ کی گئی۔ اس اچانک کی مد
 سے اس کے ساتھی اور گاڑی میں بیٹھے مسافر سٹیشن میں اس کی
 کئی بھی فروغ سے ہونے والی ہلکتا بھی ملنے سے رہے تھے۔
 اس کے علاوہ اس میں ایک دوسرے کا کاشن دینے کی بہت ہی
 موزوں تھی۔ مسافر سٹیشن میں اس سے سامنے ہوتے ہی اس نے
 اپنے ساتھیوں کو کاشن دینے یا چا کر وہ اپنے مطلوبہ پتے تک
 پہنچ چکا ہے۔ اس کے ساتھی بھی اسی طرح اسے کاشن دے کر
 اپنے سٹیشن کے لیے رینے دی ہونے کا قصد یہ چاہتے تھے۔
 تنویر کے ساتھ رہنے میں موجود چاند کی گارڈ یہ کاشن ایک
 قدر اہمیت کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ اس کی دوسرے کاشن بھی
 نہیں ہو پائی تھی کہ اس کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ اس کے لیے
 ساتھ ہوا تھا۔ اپنی راستہ میں تو وہ کئی توجیہ تک پہنچنے کے
 لیے ایک کمانڈر سے کئی کاشن کو پیش کرنے جا رہی تھی لیکن
 کاشن ہی کاشن میں ہادی پلٹ گئی اور اب وہی صورت سے
 ہوا نظر آنے والا لیکن چہرے پر سخت تاثرات کھائے اسے
 بے نظری کے عالم میں اپنے ساتھ لیے جا رہا تھا۔ یہ ہوشی کی
 حالت میں چنگلی نشست پر بیٹھی جالی کو اٹھا رہی تھیں جو سٹاک تھا
 کہ شکل و صورت سے ہوا ہوا نظر آنے والا یہ کاشن اس کے ا
 اور سوسا سے ملنے والے ہالوں کی وجہ سے اس کے لیے سٹاک
 سٹاک کا بہت ہو سکتا ہے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جس نے را
 والوں کی وجہ سے اپنی منگلی بہت کو کھو یا تھا۔ اسے بھی کئی کئی
 بھی حال میں سٹاک میں کاچرہ ہوا تھا۔ اس وقت اس کا پاس
 یہ تھی کہ اس کی یادداشت میں ہر دم تازہ رہنے والا سٹاک میں کا
 چہرہ اپنے خوب صورت قد مثال کے ساتھ نہیں بلکہ اس لایت
 کار خوب کے ساتھ مل کر تھا جس سے وہ اس کے کاشنوں کی جوگیں
 میں گزری تھی۔ ایسی صورت میں یہ کیسے ممکن تھا کہ اسے کئی
 ایکٹ کے ہاتھ آجائے کہ بعد وہ اس کے ساتھ کئی دور عیادت
 یا فری سے کام لیتا۔ طرح دار عالم کا یہ وقت اس کے بہت
 قریب آ گیا تھا لیکن وہ اس سے بے خبر چنگلی نشست پر ہے
 ہوش بڑی کئی اور ایسے والے تھے کئی بائیس والے کے کہ گھے پر
 گری جا رہی تھی۔

فون پر میرا آڈیو کی کال ریسٹیو کی تو خود کو قاضی
 محسوس کیا۔ میرا آڈیو لاکھ باری کی جگہ دوانے میں اس
 نے کلیڈی کر دیا اور کیا تھا اور اس نے اب تک یہ سنا
 کہ اس کا انتخاب درست ہے۔ وہ وہ بات داری اور اس
 کے ساتھ اپنے فرائض پھر ہر طریقے سے انجام دے
 لیکن اس دوران اسے ایک بڑے قصد سے
 تھا۔ اس کا تڑن اظہر جو وقت حقیقت ہی اظہر فی کا
 جنگ کا راز جاننے کی کوشش میں اپنے ساتھیوں میں
 جان کو چاچا تھا۔ یہ میری ہی تھا جس نے اس بات کا
 تھا کہ اظہر اور اس کے ساتھیوں کی موت کے پیچھے کوئی
 نہیں بلکہ باقاعدہ تہمتوں پر موجود تھا اور اس کی وجہ
 چاہتا تھا کہ جلد از جلد حقیقت کر کے یہ معلوم کیا جائے
 وہاں جنگ میں ایسا کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی
 جانیں کھائی جا رہی ہیں۔
 مجھے حسرت سے جذبات کا پوری طرح احساس
 میرا اٹھایم تم جیتیں نہیں کرو لیکن اظہر کو جانے کا ہم سب
 اتنا ہی دکھ ہے جتنا تمہیں دکھ ہوا اور اظہر کو اسے
 بھی بڑھ چاہتا ہے کہ اظہر کے ساتھ ہم نے اپنے چاہے
 حریف کھائے ہیں اور ہم حریف کو اپنی کارروائی کرنے
 جذبہ کا اظہر بھی اسی لیے تھا کہ کاشن کی ہمیں
 کے نہ ہونے کی صورت میں کاشنوں کے نقصان
 ہے۔ "اور خود کو سہماں کر اس نے کھٹکا آنا دیا۔
 "یوں نہیں کہ آپ لوگ ڈر رہے ہیں اور آپ
 پاس اظہر جیسا کوئی دوسرا بندہ نہیں ہے جو بے
 جان قربان کرنے کو تیار ہو جائے۔" وہ راجح ہوا
 "تم غلطی نہیں کچھ رہے ہو۔ اسے ساتھیوں
 ساتھ قربانی بھی کر رہے ہو۔ ہم میں سے ہر ایک
 وطن کی خاطر جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے
 کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم انہما سہما نے اپنی جانوں کو
 میں جو تک دیا۔ نازا ہر ایک ساتھی ہاتھ سے لیے بہت
 ہے اور اظہر جیسے بے شمار قربانیوں نے انہما کو کھولنے
 بعد ہم کچھ سکتے ہیں کہ وہاں کی صورت حال کتنی خراب
 ہم اس بات کا بھولے نہیں ہیں کہ ہمیں اس سلسلے میں
 کارروائی کرنی ہے۔ میں یوں کچھ کو قربانیوں کی قوت اور
 کی کی وجہ سے کھوڑا انتظار کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمارے
 لوگ کئی دوسرے کاموں پر مصروف ہیں اور فی الوقت
 اس طرف توجہ دینے پر مجبور ہیں۔ جنگ میں آپ بھی
 ہادی آئندہ کی چانگ میں شامل ہے لیکن اب ہم یہاں

پہنچنے کے ذریعے نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں میں موجود کالی
 بیڑوں اور رازداری کے خدائی کی وجہ سے کسی کو کوشش
 ہوتی ہے کہ ان کے علاوہ کچھ بات نہیں ہوگا۔ چنانچہ
 کاشن کو کاشن ہی کی گوارا کر دے۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں
 کہ تمہیں بھی جلدی طرح سوزوں وقت تک کے لیے صبر کرنا
 ہوگا۔ اس نے میرے منہ کے کھلنے کے جواب میں ذرا عیادت
 سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔
 "آپ لوگ مشاہیرم قاتل کو بھی دیکھنا چاہتی ہیں
 میرے پاس ہے۔ وہ میرے پاس آجائے تو ہم انہما ہم دونوں
 قاتل کر دیں گے۔ وہ کئی بار بندہ ہے۔ میرا ساتھ
 شہداء کا۔" میری سوئی انکی تک وہیں آگئی ہوئی تھی۔
 "شہداء ہم ان کے معاملے میں بھی ہمیں ہمیں ہم
 چاہتے ہیں۔ اس میں ملوث ہو گیا ہے کہ اس کا اظہر عام
 ہے۔ انہما کو اس کی جان کی سلامتی کے لیے خطرہ ہے کہ ہم
 تم کو وہاں تک دلی تک پر تو ہاتھ لگایا کام نہیں کر سکتے۔
 ان کے لیے ہم کچھ اور سوچ رہے ہیں۔" اظہر نے اسے
 جواب دیا۔
 "اس طرح تو میں یہاں کچھ نہیں کر سکتا اور
 چھری ہوا اس کے گریے اپنی من مانی کرتے رہا گے۔"
 وہ پھلکا۔
 "یک بات یاد رکھو میرا ہم قاتل نہیں ہیں۔ ہم اپنے
 لوگوں کی جان کے لیے بہت اور قربانیاں کو دیکھتے ہوئے انہما
 کسی نہ کسی میں ایسے ہی نہیں دیکھتے رہے۔ اگرچہ
 ہم وہاں کی خطروں کے کھلاڑی ہیں مگر ہماری کوشش ہوتی ہے
 کہ سب ایک فری کاشن کا خیال رکھیں۔"
 اظہر نے بھی اسے یہ سچے سچے ہر وہ میں آچکا تھا لیکن میر
 کی ذہنی روٹا یہ بھی کچھ ہوئی تھی چنانچہ کچھ کی سہما ہت کو
 بڑھ کر کہنے والے ذرا فیس سے ہوا۔ "آپ اس میں ہی
 کہتے رہیں گے اور یہاں چھری اور اس کے گریے خون
 کی ہولی پھیلتے رہیں گے کیونکہ انہما معلوم ہے کہ یہاں ایسا
 کوئی فری نہیں ہر ان کے ہاتھ پڑ سکے۔ وہ خود کو قانون کی
 گرفت سے باہر آزاد رکھتے ہیں۔"
 "میں کون سا تارہا واقتہ ہوا ہے، مجھے ہاتھ تاکہ میں
 جان سکوں کہ راستے اور سڑک کیوں ہوا؟" اظہر نے کچھ ہم
 ہی نام پڑا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی انکی بات ہے جو
 کچھ ہم نے کچھ سے نہیں کے لیے کالی کا بیٹا ہی ہوئی ہے۔
 "چھری کے گاؤں میں ہونے والے سالانہ عرس
 کے بارے میں تو آپ بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ اپنی اسی

پالیسی کے مطابق کہ چھری سے اچھے پھرا ہونے کا کام
 جانتے رہیں، میں اس عرس میں شریک ہوا تھا لیکن صرف
 کھانے کے وقت تک۔ میرے بی اے سہ ماہانہ نے مجھے
 پہلے ہی بتا دیا تھا کہ چھری کے اصرار پر وہاں رات بسر
 کرنے والے عیادت اور فرائض کی ہر جگہ چھٹا جاتے ہیں اور
 ظاہر ہے میں ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ عرس کی
 رات وہاں بڑا ہنگامہ ہوا اور چھری نے کھدو کے درجے
 وہاں آئی ایک عیادت کو لگ کر ڈالا۔ اس وقت اس پر لگ کا قصد
 چنانچہ چاہے تھا لیکن چھری نے ہاتھ لگا کر انہما کو اس سے بھر کر
 بند کر دیا اور اس کے اپنے ذہنی خاتون میں سے کسی کے
 بندھنے کا ویسے ہی سوال نہیں پڑا ہوا تھا تو اس نے جاری
 طوائف کے لگ کا قصد کون روچ کر دیا۔ اب آپ ہاتھ
 کہ وہ عیادت کے لگ طوائف بھی لیکن اسے ہادی انسانی
 حقوق سے محروم تو نہیں کیا جا سکتا۔ اور ایک انسان کا یہ حق ہے
 کہ اگر کسی نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو وہ اسے دلا اور
 اس کی داری کرے۔ وہ مظالم طوائف اپنی جان سے جانے
 کے بعد شہداء قبر کے انہما عرس میں شہر ہوئی کہ کسی طرح تو
 تمام انصاف کام کرے لیکن یہاں یہ حال ہے کہ مرے سے
 کوئی دلی اور کوئی نہیں ہے۔"
 میرا اپنے ذہن کی وجہ آہستہ آہستہ ہاتھ پھلکا۔
 ہاتھ کاظم سے ان خبروں کے ذریعے ہوا تھا جن کو
 پھانے کی کئی ہی کوشش کی جائے، مگر وہ سرگوشیوں کی
 صورت اور گردن کرش کرتی رہتی تھی۔
 "یہ واقعی بہت افسوس ناک واقعہ ہے لیکن اس واقعے
 پر چھہہ صرف افسوس کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ تم کوشش کرو
 کہ کسی طرح اس معاملے میں چھری پر گرفت کی جا سکے۔"
 اظہر نے خود کو افسوس کرتے ہوئے اس کا کھڑو دیا۔
 "میں کیا کر سکتا ہوں جبکہ میں لگ کا کوئی مقصد ہی
 رہی نہیں ہوا ہے اور نہ ہی کوئی منی شہادہ موجود ہے۔ میری
 معلومات کے مطابق موت کی وجہ یہیں سے گرنے قرار دے
 گئی ہے۔" وہ کچھ ایسا مانتا۔
 "تم یہ کہہ سکتے ہو کہ اس کی حقیقت کر دو۔ وہاں
 پولیس میں ڈی ایس پی حضور نامی ایک آدمی کو اپنی دستک کا
 ہے۔ تم بھیجے رہے ہوئے اس سے اس سلسلے میں کام لے سکتے
 ہو۔ مرنے والی کی قبر کھائی کر کہ کر کاش کا پستہ دارم کر دیا
 لیکن اس سے پہلے اس کا کوئی ایسا والی وارث یا قریبی منی
 وغیرہ وجود نہ ہو اس حادثے پر دل سے افسردہ ہو اور اس
 بات پر راضی ہو جائے کہ چھری کے نام نہ لگی، کسی کا معلوم

فرد کے خلاف ایف آئی آر درج کروا دے۔ پانچ دنوں کے بعد صوفی اختیار کر لی، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی سب نے بھی اس صورت حال کو قبول کر لیا ہو۔ لوگ کسی کی طاقت سے خوف زدہ ہو سکتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں کہ سارے کے سارے لوگ ہی اسے سہیں۔ وہاں اس کو گھسے پر کوئی تو ہوگا جسے اس صورت حال نے ہلکا کر دیا ہوگا۔ تمہارا کام ہے کہ کسی بھی طرح سے اس شخص کا کوئی نکتہ نہ پائی رہی گو وہ بات تو وہ نہیں چھوٹی کے اندر بھی مل سکتی ہے۔ میری سلطنت کے مطابق چرچری کے چھوٹے چھوٹے جہاز شاہ کی ہی لڑیہ اپنے سر سے تخت فرحت کرتی ہے اور اگر تم کسی طرح اس تک رسائی حاصل کر لیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ وہ گواہی کے لیے تیار ہو جائے گی۔ وہ ایک کے بعد ایک شہر سے روانہ ہوا گیا جو پھر آٹھری کے دل کو گئے۔

”آپ نے مجھے بہت اچھی لائن آف ایجنٹس دے دی ہے۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ چرچری کی گردن گرفت میں لے سکوں۔“ حسب توقع وہ کوئی رد نظر آتے ہی پرجوش ہو گیا۔

”میں تمہاری کامیابی کے لیے دعا کروں گا۔“ ڈیپن جان تھا کہ چرچری جیسے بندوں کے لیے اس نظام میں اس قسم کے اثرات سے بچنے کے لیے سختی کوشش اور سوتیں موجود ہیں مگر یہی اس کی بہت بندہ حال کی نکتہ دیکھتا تھا کہ اس کے اس میں سب سے کھٹ چرچری کو کوئی سزا نہ ملے اور الزام ثابت نہ ہو مگر یہی اتنا تو ہوگا کہ اس کے دماغ پر گتے والے دماغوں میں ایک دماغ کا اضافہ ہو جائے گا۔

”میں اس میں کوئی کرنے میں اپنی پوری جان لڑا دوں گا۔“ ممبر نے اپنے الزام کا اظہار کیا۔

”میں بھی اظہر کے قانون کو بھی صاف نہیں کریں گے اور انہیں ایک دن ان کے انجام تک ضرور پہنچا دیں گے۔“ جہاز ڈیپن نے اسے چھین دیا تو وہ اپنی اور دوسری طرف کا جواب سننے کو تیار نہ ہو گیا۔

اگرچہ اس نے بہت سہارا سے ممبر کو اس وقت اپنا قفا لیکن خود اس کے اپنے اعصاب ہلکا کر رکھے تھے اور وہ کسی بھی کام کی طرف اپنی توجہ منہ دل رکھنے کے قابل نہیں تھا۔ چنانچہ عجیب اعصاب زدہ حالت میں اپنی نشست چھوڑ دی اور ایک ایسی انار کی کے سامنے جا کھڑا ہوا جس میں بے شمار کھوسوں کی ٹامپس بھری ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک قافل اظہر والے کس کی بھی گئی۔ اس قافل کو لٹاری سے نکال کر وہ اپنی جہاز تک آیا اور اس کی درجی گردانی کرنے لگا۔ وہاں

اظہر اور اس کے ساتھیوں کی جہاز اور وہاں سے اس کے کل تک کی تمام نکتہ سلطنت موجود تھیں۔ اس کے ایک ٹھکانے میں موجود تھا۔ یہ ٹھکانہ اظہر کے ساتھیوں کا تھا۔ قافل پر چڑھتے ہوئے اس نے وہ ٹھکانے بھی کھول دیں جن کے بارے میں اس سلطنتی تختے پر اظہر سے نکتان لگاتے تھے لیکن ان نکتانوں میں ایک ٹھکانہ نمایاں تھا۔ اظہر نے اپنی نکتہ تک میں نکتان زدہ نکتانے کے لیے سینے اسی دن کی تاریخ کو کسی بھی جہاز اور اس کے ساتھیوں کو نکل گیا تھا۔ لیکن جہاز اظہر کے ساتھ ہی اس مقام سے بہت دور بائیں طرف میں ہی ٹھکانے میں ایک گروہ لوگ کسی حادثے کا شکار ہوئے تھے اور وہاں کی ٹامپس اس مقام کے اطراف میں بائیں طرف جانے والے راستے پر چلی جا چکی تھیں۔ یہ نکتہ شہر سے اس کے ذہن میں ٹھکانا رہا تھا۔ اب ایک بار یہ دیکھتے پڑے کہ کھٹ بھرا ہوئی اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب اس میں سے وہ بارہ کا شروع کیا گیا، اس کے گرد سے زیادہ نکتہ دینے پر زور دے گا۔

☆ ☆ ☆

زین اپنی خصوصی رفتار سے بھاگی جا رہی تھی مٹی سے دھلی جانے والی نان اسٹاپ زین کی اور وہ دور قربت کلاس کے کونے میں بیٹھے اس عجیب و غریب صورت حال پر حیرت کا شکار تھے۔ آج ہی تو وہ دھلی سے اپنی جہاز کو نکل چھپتے تھے لیکن مٹی کے اسٹیشن پر اترتے ہی وہیں ساتھ عجیب و غریب واقعات کا آغاز ہو گیا تھا اور اس کے اس سلسلے کے نتیجے میں وہ ایک بار پھر دھلی کی طرف چلا۔ بلکہ بیچے جا رہے تھے۔ ان کے حساب کتاب مطابق اس وقت ہوا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ایک ٹیکسٹر کے کھاتے کا کراس کی تھوڑا ٹھکانے پر لے جاتے اور وہاں دماغ ٹھکانے پر لگانے کی تدبیر نہ کرنے ہوتے چاہئے کوشش کرتے کہ اس نے اپنا کھتہ ترقی کی سیرا میں کھیلے تھے اور اس میں ڈاکٹر فرحان بیکل والے کس کا نام ہے؟ یہ ہم نامہ کی ترقی اور فرحان بیکل کے کس کا نام رکھنا چاہئے؟ اس صورت میں ان کے لیے انہیں جاننا کہ میں بھوکھا ساتھی ہو جاتی۔ وہ کوشش کرتے تو شاید یہ بھی حاصل جاتا کہ فرحان بیکل کو اس کے تصدیقی گاؤں سے انور کو سہا جہاز رکھا گیا ہے۔ گراؤم کو کئی قیاسوں میں جا سکتا ہے اس کی کہانی شروع ہو گئی۔ وہ اس عجیب سی پر ہرگز کوئی صورت پائی سے مٹی سے واپس دھلی جانے والی زین میں

ہوئے تھے اور کھٹوں کو آ رہا تھا کہ اب کیا کریں۔ دھلی نکتہ چارہ واپس آنے میں وقت بھی ضائع ہوا اور یہ اندیشہ بھی رہا کہ وہاں پہنچنے کی صورت میں کھٹ اور دادا یا اس کے آڑ میں سے نکلنا نہ ہو جائے۔ تاخیر حالات کے علاوہ وہ کسی بھی شخص سے براہ راست تصادم کے حق میں نہیں تھے اور اب اس خیال سے نکلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انہیں بارہا یہ پریف نہیں کھٹنے کی کوشش کرنے کی ضرورت تھی۔ کوئی مصلوب نکتہ کو پار کرنے سے ایک بار پھر وہی ڈاکٹر بیکل وہاں۔ وہ بہت اظہر کسی میں بائیں طرف سے پہنچنے کے وقت پر وہاں پہنچے تھے، اس کے باوجود سولے کونے میں سختی کو سب سے پہلے اپنے پریف کھٹوں کو چیک کیا تو وہ نکتہ کرنے کے بعد یہ اطلاع کر دیا تھا کہ پریف کھٹوں کو کھٹنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم کوشش کرنے والوں کو یہ اطلاع نہیں ہو سکی ہے۔ پریف کھٹوں کے لیے بہت اہم تھے۔ ایک طرف وہ اگر انہیں کارہ باری اظہر کے آگے والے سوزین میں شمار کر دیتے تھے تو دوسری طرف ان میں ان نکتہ تمام ساتھیوں کو جہاز۔

”اسے جس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے؟ اندہ حال ہے کہ وہ نکتہ تو تھی کوئی ہی اور اس پر سونے پر سہا گا ہے کہ وہ نکتہ چرچری کی آواز کا بھی مٹی ہوئی ہے۔ ہمارے نکتہ چارے جاننے کے شوق نے اس سے یہ قدم اٹھایا ہوگا لیکن اہمیت کی بات یہ ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔“ شہزاد نے اپنا خیال قفل کیا۔ اس نکتہ زین میں وہ نکتہ اور اس کے علاوہ کھٹوں کا کھٹے تھے؟

ایک طرف سے یہ اظہر کی بات ہے یہ بھی اور انہیں بھی۔ مٹی ان بات کا کہ وہ لوگ پریف کھٹوں میں موجود نکتہ ہارے میں کھٹ جانے لگے لیکن اگر انہ کی شخصیت کو مانتے تو وہ دیکھا جائے تو کھٹ لگتے ہے کہ وہ لڑائی اس بات پر خاص ہے لیکن وہ کوئی ہوگی کہ عام سے کارہ باری افراد کے پاس اس طرف کے پریف کھٹوں کو موجود ہے، ایک نکتہ کے بارے میں وہاں سے بھی نہیں کھل پائے۔“ سولے چرچریہ چلی گیا اور قافل ہو رہا۔ چرچری کی دنیا سے واپس افراد کی جس کی کوئی کوٹھوسوں کو لینے کے معاملے میں دیگر لوگوں کے متعلقہ میں وہ تیز ہوتی ہے اس لیے بہت ممکن تھا کہ انہوں نے ان کی اپنے بارے میں بتائی گئی شخصیات میں سے کسی پر بھی ممکن نہ ہو لیکن اس صورت میں سوچنے کی بات یہ تھی کہ ان کا ایک اقدام کیا ہوگا۔ ظاہری طور پر تو اس نے اخلاقی

تختے پر سے کرتے ہوئے ان دونوں کو بھائی مٹی کے گردوں کے چنگل سے بچھا کر مٹی سے بھلائے کمال دیا اور ساتھ ہی یہ تاکید کی گئی کہ دھلی سے یہ اپنے شہر پانی بہت چلے جائے۔

یہ تصور کا ایک رخ تھا۔ دوسرے رخ سے دیکھا جاتا تو کھٹ آئی کہ انہوں کے نزدیک وہ دونوں مشکوک افراد ہیں چنانچہ اس نے کوئی نہ کوئی ایسا اقدام کیا ہوگا کہ ان کے بارے میں حقیقت جان سکے۔ زیادہ امکان اسی بات کا تھا کہ دھلی ریل سے اسٹیشن پر اترنے کے بعد انہیں ایسے افراد کا سامنا کرنا پڑے جو ان کے بارے میں کھٹ لگتے ہے یا امور ہیں۔ دھلی سے پہلے کوئی ایسا امکان اس لیے نہیں تھا کہ یہ نوین نان اسٹاپ دھلی جا رہی تھی۔

”میں اس لڑکی سے اپنا بچھا بچھا ہوا کہ اور یہ وہی صورت میں مٹی ہے کہ ہم دھلی پہنچنے سے پہلے راستے میں ہی انہیں غائب ہو جائیں اور زین کے جانے کی اور زین سے واپس نہیں بھی نہیں۔“ وہ جیسے جیسے غور کر رہا تھا وہ مٹی میں یہ خیال بکتا ہوا تھا کہ انہوں کی وہ لڑکی اتنی آسانی سے ان کا بچھا چھوڑنے والی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں ان کے لیے اپنے بچاؤ کی تدبیر سوچنا بہت ضروری تھا۔ ایسے ہی وہ اور دادا کا لیا سطرے کر کے دھلی واپس چلا گئے کی تو کوئی نکتہ ہی نہیں گئی۔ انہوں کے بارے میں اپنی سوچ کو وہ اب اس قدر سے دیتے رہے کہ ان کے لیے سب تو سب تھا کہ وہ دھلی نہ جائیں اور راستے میں ہی انہیں مارا جا ہو جائے۔ مگر کیسے؟ ایک سوال تھا جو ان کے ذہنوں میں گونج رہا تھا۔ آخر وہ سوچ کھٹ کر ایک حلقہ منظر سے چل کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

شہزاد نے مٹی کا تین دبا کر فرسٹ کلاس میں مٹی فروم کرنے والے پیر سے گوا اپنے کونے میں بٹایا۔ جس وقت پیر کو اپنے میں آیا اسٹاپ پر کی ہر گز پر بیٹے تک چادر اوڑھے لٹا تھا اور بہت دبیسی آواز میں کہا اور ہاتھ۔

”پیر سے لیے ایک کب کافی لاؤ اور اگر ہو سکے تو میرے ساتھی کے لیے کوئی مٹی بھی لے آئے۔“ ان کے گردوں کا مٹی ہے اور چرچری سے اس نے مٹی دوائی ساتھ نہیں رکھی تھی۔ اب اسے درد شروع ہو گیا ہے اور میری کھٹوں میں نہیں آ رہا کہ یہ دھلی تک سفر تک پہنچے گا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے جاگ کر اس کے سر ہانے لڑائی دینی پڑے گی اسی لیے میں کافی کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔“ اس نے پیر سے کے سامنے اپنا مسٹر جان کیا جس پر اس کے پیر سے پھر بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی لیکن اسے دلاسا دینے کے لیے وہ مسکرایا

اور آئی امید بچے میں ہوا۔

"ذہانت جو دوری سرا میں ابھی دونوں بچوں میں پہنچا تا ہوں۔ آئی ہو کہ ان کی حالت سنبھل جائے گی۔" تھوڑی دیر بعد وہ کافی بیانی اور چین مگر حسرت واپس آ گیا۔ اس بار سٹوکی گراہوں کو مزید بارہ پلندہ ہو چکی تھیں۔ پیر سے نئے اسے پانی کے ساتھ بھر دی سے وہ کوئی کھلائی اور سہارا دے کر وہ بارہ بجے پر نکل دیا۔

"اور کوئی کام سہرا" سٹوکی کو نئے کے بعد وہ شہریار کے سامنے مودبان کھڑا ہو کر بچہ پھینکے گا۔

"نہیں تم جاؤ۔ کوئی ضرورت ہوئی تو بتا دوں گے۔" اس نے جواب دیا تو پیر اب پر لگ گیا لیکن چند منٹ بعد ہی شہریار نے اسے وہ بارہ کال کر لیا۔ اس بار سٹوکی کھلا ہوا ہاتھ و پتھوں کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

"پیر سے خیال میں میرا سامنی رہی تک سفر نہیں کر سکے گا۔ ہمیں راستے میں کھس اترنا ہوگا۔" پیر سے پر سبے پناہ پریشانی کے تاثرات سمجھنے شہریار نے اس سے کہا لیکن خود سٹوکی کو سنبھالنے میں لگا رہا جو بہترین اداکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے درو سے کوٹ پرت ہوا جا رہا تھا۔

"میں اوپر والوں کو اطلاع دے رہا ہوں۔" پیر سے پناہ توشیش سمجھنے سے وہاں سے واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں دو افراد ان کے کونے میں موجود تھے۔

"فرین کو انہیں کسی نزدیکی شہر میں اتارا جائے۔" شہریار نے ان کے سامنے بھی مطالبہ کیا جس پر ان میں سے ایک نے بڑا سامنے بنا دیا اور بولا۔ "یہ نانا اسٹاپ فرین ہے۔ اسے درمیان میں روکنا بہت مشکل ہوگا۔"

"ہم کوشش کرتے ہیں کہ مسافروں میں سے کوئی ڈاکٹر مل جائے تو ان کی تکلیف کم کرنے کا بندوبست کیا جا سکے۔" دوسرے شخص نے عرض کیا کہ لیکن شہریار اس پر چڑھ دوڑا اور بہت ہی دلی توجہ سے اسے کہا لیکن شہریار اس پر چڑھ کر حمل فطرت کا مرحلہ ہو رہا ہے جس کے نتیجہ میں اس کے سامنی کی جان بھی چھوٹی ہے۔ اس لیے بہتر ہوگا کہ فرین میں کسی ڈاکٹر کو تلاش کرنے کے بجائے انہیں قریبی اسپتال میں اتار دیا جائے جہاں سے وہ کسی اسپتال جا کر علاج کروا سکیں۔ کافی لیت دیکھنے کے بعد ان کا یہ مطالبہ مان لیا گیا۔ کہ اپنا علاج حال ہوتا سٹوکی شہریار کے سہارے فرین سے نیچے اتر دلی جانے والی فرین پر چھ ضروری کارروائی نمٹانے کے بعد آگے بڑھنے کی بجائے انہیں اسپتال میں لے کرے میں پہنچا دیا گیا۔ سٹوکی اداکاری کا سلسلہ یہاں بھی جاری تھا۔

"ابھی ایبوریٹس آئی سی ہو گی۔" اسپیشلسٹ اسے سنی دینے کے ساتھ ہی بچے کے لیے کرسیاں چھیننے لگا۔ ہاتھ لگ کر ہی پیر بیٹھا اور دہرا ہو گیا۔ اسپتال کا پوزیشن حالت دیکھ کر خائف ہوا جا رہا تھا۔ یہ تو ایسا ہوا کہ ایبوریٹس پہنچنے کی اطلاع پہنچی تھی۔ شہریار سٹوکی کو سہارا کمرے سے باہر لے گیا اور ایبوریٹس میں موجود اسپتال لٹا دیا۔ خود ساتھ میں ہی پہلی ہی سطح پر چھین گیا۔ اس کے گاڑی جھٹکے سے آگے بڑھی اور اسپتال سے باہر نکل کر راستوں پر دوڑنے لگی۔

"بس دوست گاڑی روک دو۔ اس سے آگے ہم خود کو کریں گے۔" گاڑی نے تھوڑی سی فاصلے کے بعد شہریار نے پتھل نکال کر ڈراما پیر کے سر پر رکھ دیا۔ "پہ آپ کیا کر رہے ہیں سہرا پیشنت کو اسپتال میں لے آ رہے ہیں؟" ڈراما پیر اس کا جواب دینے سے پہلے ہی اس سے بات کا احساس ہو گیا کہ سہرا کی کراہی سنائی دے رہی تھی اور وہ آرام سے اس پر بڑھ چکا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟" ڈراما پیر نے خوف زدہ ہو کر کہا پیر چلا۔

"تھیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" ڈراما پیر نے کہا اور جیسے اہم کہتے ہیں کرو۔" سٹوکی نے اسے دھمکا دیا۔

"گاڑی رکنی نہیں چاہیے ڈراما پیر۔ یہ کون کون سے سے یہ ہم خود مطمئن کریں گے۔" اچانک ہی کوئی چلا گیا سٹوکی کے اسٹریچر کے نیچے سے بڑھ ہوا اور اپنی خوشنک سے ایک وقت ان دونوں کو نکلنے پر پھینکا ہوا ہوا۔ اس کے دل دیکھ کر وہ دونوں ایک ہو گئے۔ یہ تو وہی ہی تھا جس نے ان کا دھاری سے طریق میں ان کی خدمات انجام دتا رہا تھا۔

"کوئی اپنی سیدھی حرکت کرنے کا خیال من میں ہے۔" اسے نکال دو۔ اگر تم دونوں نے کسی طرح بچے سے تو کوئی بھی ان کو توں سے نہیں نکل سکتے۔ جو ساتھ والی گاڑی کے تھما رہے لیے ہی موجود ہیں۔" وہ فوراً حرکت کے جھٹکے لگے بھی نہیں تھے کہ اس نے انہیں متنب کیا۔ یہ سٹوکی کی نظر میں ایبوریٹس کی فوک کی کھیلوں سے باہر نکلا وہاں وہ اپنی ایک ہالی روف لٹا گاڑی موجود تھی اور وہاں سوار سب افراد کے ہتھیاروں کی فائس یعنی طور پر ان کی طرف آئی ہوئی تھیں۔

یہ ٹیویج و سنسی حیرت انگیز داستان جاری ہے مزید واقعات آئندہ ماحول حائلہ فرمائیں

"دن تک گئے تک کہ تم تو کوں نے مارا اچھا نہ پھوڑا
تو میں انجام کا سوچے بغیر اس کا بچھا اڑا دوں گا۔" وحشی
دینے کے ساتھ ہی وہ بندہ اڑا دیکر بھاگ گیا۔ ہائی روف،
ایئر کنڈیشنر سے آتی قریب چل رہی تھی کہ قہقہہ اس میں سوار
لوگ سولی تختی کوٹھکتے تھے۔

"بچھے ہٹ جاؤ۔ میں ابھی زندہ رہتا چاہتا ہوں۔"
سکھتی سے ملی کن کے بڑے ڈاؤ کے ساتھ وہ صرف چرک
مغنی برداشت کر سکا اور فحش کرپٹ ساتھیوں سے بولا۔ اس
کی فحش کا فطر عواد اثر ہوا اور ہائی روف کی رفتار کم ہونے
گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ پریس حبیب نے بھی اپنی رفتار گنا
دی۔ چند محلوں میں ایئر کنڈیشنر آئی آگے بڑھ چکی تھی کہ دونوں
گاڑیوں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ اس طرف سے
تھوڑا اطمینان ہوا تو شہریار حبیب سے کواکر اگلی سیٹ پر چلا
گیا۔ ذرا بعد چھ پہلے ہی خوف زدہ قرار اس نے اسے اپنے
برادر میں بھڑا دیکھا تو خوف سے اس کی گلی ٹپ گئی۔

"میں قریب دراز پور ہوں صاحب! میرا کسی سے کوئی
لہوا دینا نہیں ہے۔ آپ کو جہاں جانا ہے جان، لگے ٹھیک اتار
دو۔" اس نے نظر ہمارے ہونے شہریار سے الٹا کی تو اسے
اس پر دم آ گیا۔ وہ بغیر حوصلہ اور بے قصور آدمی قرار عواذ
اس سکتے میں محسوس کیا تھا۔ انہوں نے وقتی طور پر تو بے شک
پریس والوں سے بچنے پھرانے کا نکتہ نہیں بکھیر سکتی تھی کہ
شہر سے نکلنے کی کوشش میں وہ کسی ناکے پر پھر لیے جاتے۔
نکلنے بھی تو خاموشی ماردار کی کے بعد اور اس چکر میں اگر وہ ہے
چارہ دار تاجر روز دہشت آتا تو چاہتا ہے کہ اس کے گھروں پر
گیا گزرتی۔ وطن اور مذہب کی تفریق سے قطع نظر وہ ایک
انسان تھا۔ وہ بھی بے قصور ہے ضرور انسان ہر جاننے سکتے
ہزاروں کے گینے کی کالت کال سے مار تھا۔ اسے اس شخص کو اس
بجھڑے سے الگ کر دینا ہی سبب معلوم ہوا اور وہ شہر سے
ہونے پہلے میں بولا۔ "گاڑی روکو۔" ذرا بعد تو فوراً اس
کے حکم کی تعمیل کی۔

"بچھے اتر جاؤ۔" اس نے دوسرا حکم صادر کیا جس کی
ذرا بعد نے پہلے سے بھی زیادہ بھارتی سے نکل لی۔ اس کے
اتر کر وہ بندہ کر کے تک شہریار اس کی جگہ سنبھال چکا تھا۔
گاڑی ایک بار چکر چلی۔ ایئر کنڈیشنر ہونے کی وجہ سے
اسے بہت اچھے حال میں رکھا گیا تھا اور زیادہ رفتار پر بھی وہ
چلی جا سکتی تھی۔

"تم اپنے ساتھ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ ہم جہیں صرف
معمول کی پوجہ پڑھ کے لیے جاتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی

فروٹوں سے قیمت کر دیا ہے کہ تم خطرناک جرم ہو اور اسے
میرے ساتھی تم سے سختی کے ساتھ نہیں گے۔" سولی گن سے
سائٹ لیتے پیر سے نے انہیں دنگل دی۔
"اوارے ساتھ جو بھی ہو لیکن اس سے پہلے تم نے
زنگ میں بیٹھا کر بھڑکیں گے۔" اس کی وحشی سے خوف
ہوئے بغیر سولنے اسے اس کے انجام سے باخبر کیا۔

"دو پچھم جوت ٹوب پوتے ہو گئی ہے۔ سہ سہ۔
معمول کی پوجہ پڑھ کے لیے اگلا کھرا کون پڑھتے۔ ہہہہہ
اور تم تو کتنی سے تھوڑی گھریل کر رہے ہو۔ تم تو جس بے لگاؤ
اسی ترسٹ لڑائی اندہ نے ٹپ دے کر نہیں تار۔ سے بچے
لگا ہے اسے کہ خود ہی تمہاری ساتھی بلایا ہے۔" اس پر
ذرا تھک سیٹ پر برائیاں شہریار نے بھی گفتگو میں مصروف
اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔
"سائٹس بڑے بھائی نے تم سے کیا پوچھا ہے؟
سولنے اس کی کوئی پر زور وارہ نامہ دیتے ہوئے اس سے
کہا۔

"تم آتی آسانی سے مجھ سے ایک معلوم نہیں کر سکتے۔"
اس نے نفرت بھر سے لہجہ میں جواب دیا۔
"کوئی بات نہیں، ہمیں مشکل کام کرنے میں حرا
ہے۔" سولنے اسے ایک اور نامہ دے دیا۔
"ذرا شافی سے کام لے مار۔ ابھی اس کی ضرورت
ہے۔" شہریار نے اسے ٹوکا۔ اس بندے کو ساتھ لے کر وہ
نہیں نکالتے سے یہاں سے نکل جانے کا خواہش نہیں ہے۔
عواذ اور کی مار حرا زور خون خرابا بیکار قرار دینی جو قابل
مستعد، یعنی ڈاکٹر فرمان نیکل کی پانچویں پر مقرر ہوا تھا
تھا۔ یہی ہوا کہ گاڑی دوڑاتے ہوئے اس کی خوشی تھی
کہ کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکل جائے۔ ابھی تک کوئی
رکاوٹ سامنے آئی نہیں تھی۔ وہ شہر کے نکلنے کے وقت
تھے لیکن ذرا بعد تو اسے سے ٹپ اس سے فرائی گزرنے
تھے کہ شہر سے باہر جانے والے راستے پر بچے۔ اسی لیے
انہارنے کے بعد بھی وہ اسی سمت میں گاڑی دوڑا رہا تھا۔ غرض
جاری تھی اور ابھی تک اس پر ایسا کوئی دور نہیں آیا تھا۔
اسے غریب کا کھانا ہونا چاہتا۔ سوک کے طرف سے آتا
بھی نہیں تھی جس کوٹھکتے چھونے کھیت پڑا تو بھولنے
تھے اور نہ تو تریں وہ یہی پڑی تھی۔ اس پر اسے
متر کرتے ہوئے اچانک ہی ایئر کنڈیشنر کا ایک زور اور بھڑا
اور فٹا کان چھاڑ دینے والے دم کے سے کوئی گلی۔

کے بعد ان کے سینہ میں ہی دوسرا ہوا گا بھی مٹائی وہ سے
ایئر کنڈیشنر ہی طرح ہوا گئی۔ سولی گن ہی سے کی
بہت گئی۔ ابی نے سوچ کا بھریا، قہقہہ مارا اور
ایئر کنڈیشنر زور سے پھینکی کہ سولے کے ہاتھ سے نکل گئی۔
یہ سولے کے ہاتھ میں ایک فائرنگ ہوا لیکن کسی کو بھی
نہیں پہنچا۔ بغیر کسی ایئر کنڈیشنر کی پاڑی میں ہی یہیں
بے حواس ہو گئی۔ پیر سے نے قابل سائٹس بھارتی سے کام لیتے
کہ وہ سولے جانے والی اور سولے پہلا سے لگا دی۔
"ابھی ابھی تمہارا نہیں گھڑا۔" مال کو اس کے پہلو میں
لگا رہتے ہونے وہ یہی طرح فرمایا۔ اس موقع پر شہریار، سول
دروگر کا پتہ تھا لیکن پہلے تو وہ بے ہوش پڑنے پہلے اسے
پہننے کی وجہ سے ڈانگنی ایئر کنڈیشنر کو سنبھالنے میں اہلہ گیا
میں اسے روکنے میں کامیاب ہوا تو وہاں بارہ کے قریب
ذرا دیکھ کر سولے کو ہوا پر اند آئے۔ وہ سارے کے
پہلو سے نکلتے اور انہوں نے ہی برسر میں ایئر کنڈیشنر کو اپنے
پہلو سے لے لیا تھا۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر چلے آؤ۔ اگر
کوئی اور ساتھی کی کوشش تو ہر سے لے کر ہی تک پورے
میں پھیل کر رہی ہے۔" سولے نے فریادوں سے ایک نے
فحش فریبٹ کے ساتھ اٹھاتے ہاڑی کیے۔ ان کے
کھانے کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ سوسائٹس
میں کہ سولے کے چارے سے بیٹھے علی ایک کن کی ٹالی تھی ہوئی
تھا۔ شہریار نے گاڑی سے اترنے میں دیکھ کر کچھیلے
نہیں تھا۔ سولے اور وہ ابھی حرکت میں آئے۔ سولے
میں پہلے ہی بچنے سے ایئر کنڈیشنر کا ڈاکٹری نامہ اوارہ
تھا۔ سولے کو سولے ہی اس کے ہاتھ سے پہنچا، بچنے سے
تھا۔ اسے ایک زور دار بات دیکھی۔ وہ اڑا وہ اوارہ
میں ہوا کہ پر جا کر لیکن کوشش کر کے چرہ ہوا کہ سے
پہلو سے روک لیا۔ پھر بھی اسے کافی چھینش برداشت
تھی۔ اس کے بعد بھی اس نے کوششیں اور محنتوں پر سولے سے نکلنے والی ہوا کہ
تھا۔ اس نے پہلے ہی میں کہہ جانے والی سولی کی ٹوک نے
تھا۔ اسے سولے کا ڈاکٹری کر دیا تھا۔ بہ حال وہ سخت جان تھا اس
تھا۔ سولے کوئی کر دیا۔ اس نے لگھری اور سولے سے وہ سولے
تھا۔

اسے پہلے ہی سولی کے علاوہ بھی سولے پر چاہا بہت
تھا۔ اس نے سولی کی اور چھینش طور پر ایئر کنڈیشنر کے
تھا۔ اس نے سولے کو سولے ہی تھا کہ ان کیوں کو
تھا۔ اس نے سولے کو سولے ہی تھا کہ ان کیوں کو
تھا۔ اس نے سولے کو سولے ہی تھا کہ ان کیوں کو

کھڑے تھے۔ ابھی اس میں سے کئی کے جسموں پر
پہنیں ہی ہوا دارم جوڑی اور کھانے کا سا جاکتا تھا کہ پوری
لوگ تھے جن سے انہوں نے بچو۔ یہ پہلے جان بھری تھی۔
ملاقات خاس ہونے کی وجہ سے انہوں نے بہت آسانی سے کسی
دوسرے راستے سے سامنے سے آ کر انہیں بھریا تھا۔ وہ بھی
انکا کامیابی سے کہ ان دونوں کو ہاتھ بھانے تک کا موقع
نہیں ملا تھا۔

"آگے چلو۔" ان دونوں کو غصہ پایا گیا اور چھوٹ کا
قسط پہلے چلا گیا۔ آگے نکل کر انہیں اندازہ ہوا کہ آگے
ایک ذیلی سوک آ کر اس سوک سے ٹپ رہی ہے۔ پریس
والوں نے وہاں سے آ کر انہیں سامنے سے گھرا تھا۔ سٹائی
ہونے کا اتنا اندازہ تو انہیں حاصل ہی تھا اور وہ اچانک
ہونے کی وجہ سے بڑی طرح بھینس گئے تھے۔ ذیلی سوک پر
پریس والوں کی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ انہیں ایک گاڑی میں
پہننے کا حکم دیا گیا اور چھینے ہی ان کے چہروں پر ایک پھارہ
پڑی۔ وہ کھینے گئی، انہیں سوچنے کی فرصت نہیں ملی اور وہ
بے ہوش ہو گئے۔ ہوش ہوا اس سے یہ کہ ان کے جسموں کو
کس الجھائی جگہ پر رکھ لیا گیا تھا۔ یہ تو شاہ انہیں آگے کھینے
کے بعد بھی مشکل ہی سے پتا چلتا۔

☆ ☆ ☆

"یہ کیا ہتھیاری ہے؟ کون ہو تم اور اس طرف مجھے
بیٹا لانے کا کیا مقصد ہے؟" مالہ کو ہوش آیا تو اس نے
اپنے سامنے بیٹھے جادو ہلے کو پھرتے ہوئے اس سے پوچھا۔
"ابھی تعارف تو میں پہلے ہی کروا چکا ہوں۔ یہاں
لانے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ ہم جہیں کر رہے ہیں وہاں سے بڑے بڑے
آئے ہیں۔ تم بہت بے وطن نہیں مانان کے لیے... تو مجھے
تمہاری اس بہ قراری پر دم آ گیا۔" جادو ہلے نے سلاک
مسکراہٹ کے ساتھ اس کے سوال کا جواب دیا۔

"کیا اس مت کرو۔ مجھے تمہاری بہت شہک نہیں لگ
رہی۔ کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟" وہ جادو ہلے کی مسکراہٹ سے
زور ضرور ہوا، لیکن کسی نہ کسی طرح خود پر قابو پایا اور یہ
قابہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اس سے خوف زدہ نہیں ہے۔
"نیت کی قرانی سے اگر تمہارا مطلب ہے کہ میں
تمہارے بھلاؤ ہم کے چہرہ میں ہوں تو اس خوشی کو اول سے
نگال دو۔ تمہارے بے شمار بار استیصال شدہ ہم میں مجھے کوئی
دیکھی نہیں ہے۔" اس نے مالہ پر صور سے حال اس کی۔
"تم پوئیں والے گلی نہیں گتے... ہر کون ہوا؟" وہ
جس کا وہ بار سٹوٹ تھی، اس میں پریس سے مشکل واسط

چہ چاہتا تھا اس لیے اس کے لیے یہ اعزاز کا نشانہ نہیں تھا کہ وہ پھینک کی جوئی میں نہیں ہے۔ اس کے بعد ذہن میں ایک ہی خیال رہا جو تھا۔ کوئی قضیہ ادارہ... اور ظاہر ہے، یہ ایک ادارہ بنا کر خیال تھا اس لیے وہ ابھی خاصی کما کما ہونے کے باوجود روز ہو گی۔

”میں جنم کا وارث ہوں اور اس وقت تمہارا اہمال تمام اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھا ہوں۔ مساجیل سنٹر کے نام پر جاری شرمناک کاروبار کے ساتھ تم جتنی مکاری سے میری قوم کے جوانوں کی دگوں میں زہر اتار رہی تھیں وہ وہی کالی قابل معافی نہیں ہے۔ ہاں اگر تم اپنے لیے ذرا نام لڑا کا انتخاب کرنا چاہتی ہو تو مجھے اپنے کاروبار کی ساری تفصیلات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ سیدھی طرح یہ بتا دو کہ تمہاری ذوریوں کس کے ہاتھ میں ہے؟“ اس نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”تجسبی نظمی ہوئی ہے۔ میں کسی کی آواز کا نہیں ہوں۔ مساجیل سنٹر میں ہدیہ کا ہے اور وہاں وہی ہاتھ ہوتا ہے جو وہ چاہتی ہیں۔ میں صرف ایک مہاز میں ہوں اور یہی لفظ کام میں طوٹ نہیں ہوں۔“ اس نے اپنے فنگر ہاتھ سے لیون کو زبان پھیر کر کرتے ہوئے ایک بار پھر خود کو مصمم ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

”لیکن تم نے تو خود میرے سامنے اعتراض کیا تھا کہ تم میڈم ہو جا کی پارٹ ہو۔“ جاہلی نے اسے بھرا۔

”وہ تو میں نے بس ایسے ہی تمہارے سامنے شہ مارنے کی کوشش کی گی۔“ اور پھر بولی بنی۔

”میرا خیال ہے عالیہ بیگم کے پیش تم پر صورت حال کو ابھی طرح واضح کرو دوں گا کہ تم کی کاروباری دولت اور میرا وقت ضائع نہیں کرو۔ ٹھیک بات تو یہ ہے کہ تم جو س آؤ گئے ہو وہاں میں آئی گی ہوں اور ظاہر ہے ان آؤ گئے ہاتھوں میں ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھے رہے تھے۔ اس عرصے میں ہم نے تمہارے پرے سینٹر کو دیکھا اور اسے کے ساتھ ساتھ میڈم دیکھا کی زبان بھی کھلائی ہے۔ سینٹر میں جو دو خلیے کمرے، محراب اطلاق قلموں اور نشہ آور ادویات سمیت سب جگہ کار سے چیلنے میں آچکا ہے۔ میڈم کو دیکھنے کے لیے سامنے اعتراض کیا ہے کہ مساجیل کے لیے استعمال ہونے والا محسوس نہیں تم ہی انھیں فراہم کرتی تھیں اور اس تیل کے لیے ہاروی نسبت سے ثابت کر دیا ہے کہ اس میں ایک ایسا جز شامل تھا جو مساجیل سے جسم میں سرایت کر کے جسم کو سرور کی کیفیت میں مبتلا کر دیتا تھا۔ اسی وجہ سے تمہارے مساجیل سینٹر میں

آنے والے گاہک بار بار پلٹ کر تمہاری طرف آتے تھے۔ حالانکہ ان میں سے کئی کو تم لوگ ہاتھ دیکھ نہیں کر سکتے تھے۔ ہماری تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ تم جتن کے جس دھندے میں طوٹ ہو، میڈم دیکھا کا اس سے پہلے تعلق نہیں ہے۔ وہ قاتلی اور ایک میٹنگ کے کاہن ہیں۔ تمہاری پارٹنری لیکن ان دو سرے دھندے میں تم نے اسے شریک نہیں کیا تھا۔ اس کے ثبوت کے لیے اتنا کافی ہے کہ ہمیں وہاں سے وہ دن اور دیگر نشہ آور دھندے کا جو ان کا کاروبار ہے، وہ تمہارے آفس کے قلمی لاکر میں رکھا ہوا تھا جس کی چابی صرف اور صرف تمہارے ہی پاس ہوتی ہے۔ اب ظاہر کہ ان حقائق کی موجودگی میں تم انہماں یا متوسلہ بننے کی ادکاری کرنے کی جرأت کرو گی یا کچھ بلو گی۔“ چلی آنکھوں میں بھانگے ہوئے اس نے پلان شروع کیا تو اس کے بعد لفظ کے ساتھ اس کا رنگ پھیکا پھیکا ہوا۔

”اگر تمہارے ذہن میں اب بھی کوئی غلطی تھی ہے کہ تم کوئی بیخوش بول کر اپنے ان تمام جرائم سے انکار کر لو گی تو میں تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں گا کہ تمہارے چند نئے قاتلی حقائق قلمیں اور بیرونی فراہم کرتی تھیں، لیکن وہ سب سے اور تمہاری تمام تر احتیاط کے باوجود تمہاری صورت سے آگاہ نہیں۔ وہ تمہارے سامنے آکر تمہارے سامنے اسے تمام سچا سچا سکتا ہے۔“ اس نے عالیہ کو یہ اطلاع فراہم کرنے کو کہہ کر بھی آخری تیل ٹھونک دی۔ اسے چند ہی وہاں پہنچ گئی اور وہ باہر اڑے گئی اور یہی ہی پھوٹ پھوٹ رہی تھی۔ جاہلی اس صدمہ سے حال پر بیٹھا گیا۔ اس کے ایک دو ایک تربیت یافتہ قلم بھی اور وہ بھی بھت ترس رہے تھے۔ حقائق اگلوانے میں اسے خاصی حسرت کرتی رہی۔ اس کا شمارا ابھی لہانے کے کا لنگھان میں نے تو کسی نام صورت کی طرح وہ ناخوشاورد شروع کر دیا تھا۔

”کوئی میڈم میرے پاس سے ہوسے دیکھنے کا نام نہیں ہے۔ یہ وہاں صدمہ بنا کر اور اس کے جو پھر ہاں وہ ناخوش بتاؤ۔“ چند لمبے اس کا روزہ برداشت کرنے کے بعد اس نے بھلا ہٹ ڈالنا کہا۔

”میں اپنی جاہلی پر رو رہی ہوں۔ یہ میری کالی قسمت ہی ہے جو مجھے جرم کی دلیا تک لے آئی ہے۔“ پھر باپ بہت عزت دار خاندان کا فرد تھا اور اسے آج تک ان کے خاندان کی ایک نامی کو قائم رکھنے کے لیے اپنی عزت کو پون کر رہی ہوں۔“ جاہلی کی ڈانٹ میں اس نے اپنی اگلی پر تو کسی طرح قہر پایا لیکن وہ تو آزاد ہوں۔“ اس کی

اس رنگ ہی ہوئی آواز میں اس نے جو کچھ کہا تھا وہ اسے کچھ کھل کر سب کچھ بتا دیا تو میں تمہاری بات کچھ سنا سکتا تھا۔ پھر صرف ایک سال ہے۔ تم مجھے اپنی ذوریوں والے آؤ گا کے نام سے پتے سے آگاہ کرو؟“ اس کے کالی تہیہ خدا خذ کر کے کی وجہ سے جاہلی نے سخت کالی دھندے سے جان۔ اسے ایک فنگر یہ بھی تھا کہ حالیہ سیدھی کہانی تاکر اس کا اکھن جھٹکا چاہتی ہے اس کے ساتھ ساتھ اسے جڑ سے بھینکا کے سامنے بھی نرم نہیں

تھی تمہارے اس سوال کا جواب بہتر طور پر دینے کی بجائے اس کی ضرورت ہی تھی ہوں تاکہ تم میری کاہر دست اعزاز دگا سکو۔“ عالیہ نے تجزی سے خود کو

فنگر ہے۔ تم پرانا شروع کرو۔ میں خود اعزاز دگا کہ تمہاری داستان میں کتنی حقیقت ہے اور کتنا آؤ گا کہ جاہلی ہل سنے کے لیے تیار ہو گیا اور پلیٹیں لگائی اور بیرونی فراہم کرتی تھیں، لیکن وہ سب سے اور تمہاری تمام تر احتیاط کے باوجود تمہاری صورت سے آگاہ نہیں۔ وہ تمہارے سامنے آکر تمہارے سامنے اسے تمام سچا سچا سکتا ہے۔“ اس نے عالیہ کو یہ اطلاع فراہم کرنے کو کہہ کر بھی آخری تیل ٹھونک دی۔ اسے چند ہی وہاں پہنچ گئی اور وہ باہر اڑے گئی اور یہی ہی پھوٹ پھوٹ رہی تھی۔ جاہلی اس صدمہ سے حال پر بیٹھا گیا۔ اس کے ایک دو ایک تربیت یافتہ قلم بھی اور وہ بھی بھت ترس رہے تھے۔ حقائق اگلوانے میں اسے خاصی حسرت کرتی رہی۔ اس کا شمارا ابھی لہانے کے کا لنگھان میں نے تو کسی نام صورت کی طرح وہ ناخوشاورد شروع کر دیا تھا۔

”کوئی میڈم میرے پاس سے ہوسے دیکھنے کا نام نہیں ہے۔ یہ وہاں صدمہ بنا کر اور اس کے جو پھر ہاں وہ ناخوش بتاؤ۔“ چند لمبے اس کا روزہ برداشت کرنے کے بعد اس نے بھلا ہٹ ڈالنا کہا۔

”میں اپنی جاہلی پر رو رہی ہوں۔ یہ میری کالی قسمت ہی ہے جو مجھے جرم کی دلیا تک لے آئی ہے۔“ پھر باپ بہت عزت دار خاندان کا فرد تھا اور اسے آج تک ان کے خاندان کی ایک نامی کو قائم رکھنے کے لیے اپنی عزت کو پون کر رہی ہوں۔“ جاہلی کی ڈانٹ میں اس نے اپنی اگلی پر تو کسی طرح قہر پایا لیکن وہ تو آزاد ہوں۔“ اس کی

خاندان میں کسی صورت برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ نئے کی کلمات، غیر مردوں سے آواز ادا کیل جمل، جوہر... جس کی سب کچھ تمہاریوں کے دل کو بھاتا تھا اور وہ مجھ سمیت پایا کو بھی فرسوس کر چکی تھیں۔ پایا کو اپنی مصروفیات میں اس کی اس روش کی ذرا دیر سے خبر ہوئی اور جب وہاں میں انہوں نے کی کو روکنے کی کوشش کی تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اب جانے یہ محبت کی زیادتی تھی یا پایا کی بزدلی کہ وہ اس بھڑکی ہوئی صورت کو چھوڑنے کی صحت نہیں کر سکے اور اپنا دھیان بنانے کے لیے خود کو نئے میں غرق کر لیا۔ ان حالات میں میری اذیت ہی سب سے زیادہ متثر ہوئی اور میں ہاں باپ دونوں ہی کی توجہ سے محروم ہوئی۔ اگر معاملات صرف یہیں تک رہتے تو مجھے شاید اتنی قربانی نہ ہوتی لیکن ہوا میں کہ آؤ اور کالی کی طرح نگاہوں میں ٹھوسے والی میری ماں چند ایسے لوگوں کی نظر میں آگئی جنہوں نے اپنے مفادات کے حصول کے لیے انہیں ایک بھرتیوں ذریعہ سمجھا۔ وہ نہ جانے کتنے کن وکھلیوں اور سازشوں کے نتیجے میں میری ماں کو اپنے اصرار پر لانے میں کامیاب ہو گئے اور انہیں وطن وطن مگر میریوں کے لیے استعمال کرنے لگے۔

”مگی کی قدرت میں ایک گلیب سا چاہیلا پن تھا۔ پھر پاکستان ان کا آہلی وطن بھی نہیں تھا پنچہ وہ آسانی سے ان لوگوں کے جاں میں بخشیں میں اور ان کے مفادات کے لیے کام کرنے لگیں۔ مگی کی وجہ سے میں بھی ان کی نظروں میں آئی اور انہوں نے صرف سولہ سال کی عمر میں میری عزت کو ہانپا کر کے مجھے اپنے لیے کام کرنے پر مجبور کر دیا۔ اگر میں انکار کرتی تو وہ میری شرمناک تصویریں اور سوزی ہرے شہر میں بھجوا دینے کی دھمکی دیتے اور میں ایسا نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔ مجھے معظوم تھا کہ پایا پہلے ہی مگی کی وجہ سے بہت دنگی ہیں اور اگر میرے حوالے سے اس کی کوئی بات سامنے آئی تو ان کے لیے یہ صدمہ قابل برداشت ہوگا۔ بس یوں میں عزت بچانے کے لیے بے عزت ہوتی رہی۔ مگی کی ذاتی حالت تو ایسی تھی کہ انہیں کوئی احساس ہی نہیں تھا۔ پایا کو میں نے خود پتا نہیں چلنے دیا اور جب باپ اذیت سے کزرتی رہی۔ جب میری عمر میں سال تھی تو مگی نے کی زیادہ مقدار لینے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ جوڑ لیا۔ اس کے چند دن بعد پایا کے روزانہ ٹیکہ نٹ میں ڈاک بھجانے سے ثابت ہو گیا کہ وہ اپنی بے وقافی سے جتنی محبت کرتے تھے۔ پھر حال، ان دونوں کی زندگی کا قصہ تو سمجھو گیا لیکن میں اس دلدل میں پھنس چکی تھی، اس سے نکلنے کی کوئی راہ مجھے ہی نہیں

دی۔ دو ماہی بھی تو جس سے ماہاں باپ اپنی اپنی زمینوں کو گزیر کر دوتا سے جا چکے تھے اور جو خاندان تھا وہاں جانے کی ہمت میں کر نہیں سکتی تھی کہ میرے صیاد مجھ سے پہلے میری دولت کی داستان ان لوگوں تک پہنچا دیتے تم خود ہی سوچو کہ وہ خاندان کس نے ایک غیر ملک اور مذہب کی حکومت کو کھول دیا تھا، اس صورت کی ادراغ داری ہوگی کیسے قول کہ ۲۲ برسوں میں ان لوگوں کے اشاروں پر بنا ہوتی ہوئی تھی۔

”دو ماسا سنا سنا سنا میری شراکت بھی انہی لوگوں کا فیصلہ تھا۔ میں نے وہاں اپنی صورت ہے۔ اپنے ماسا سنا سنا سے وہ پہلی بار تھی کہ اے کا کام لے رہی تھی۔ میری شراکت سے یہ کام زار ماہیہ اعداد پر ہونے لگا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک مینٹک کے دھندے سے ماسا ۱۹۱۱ء بہت سے خدائی سے واقف نہیں تھی۔ میرے ذریعے غلبہ پارٹینوں اور بیرون کی چٹائی کا تو اسے کلمی علم نہیں تھا لیکن بہر حال وہ کوئی شریف صورت نہیں ہے اور اس کی وجہ سے کئی لڑکیاں دولت کی زمینی گزراہ نے پر بھروسہ ہو چکی ہیں۔ تم مجھے میرے جرائم کی جو بھی سزا دو۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہوگا لیکن ساتھ ہی میں تم سے یہ بھی کہوں گی کہ میں تم کو دیکھ کر کبھی کسی صورت صاف نہیں مٹی جا سکتا۔“ وہ سب کہہ چکی تو خاموشی اختیار کر لی۔

”تھیں ان لوگوں کے سامنے کچھ سمجھاؤ جنہوں نے تمہیں اس دھندے میں پھنسا دیا۔ اس کے علاوہ ان کے بارے میں بھی بتاؤ جنہیں تم غیر اخلاقی تھیں اور بیرون چٹائی کرتی رہی ہو۔“ اس کی داستان حیات پر کوئی تبصرہ کیے بغیر جاوید علی نے تنبیہ کی ہے چھما۔ جواب میں اس نے ایک طویل فرسٹ کھوا ادا۔ فرسٹ میں کئی نام ایسے تھے جو مسز پین شو میں شمار ہوتے تھے اور جن کے بارے میں مکان ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے۔

”تم نے مجھ سے کئی توجیہ کے بارے میں جاننے کی کوشش کیوں کی تھی؟“ فرسٹ مکمل ہوئی تو جاوید علی نے اس سے ایک نام سوال کیا۔

”مجھے پورے علم تھا تھا کہ کوئی ایسا نام ہے جو میرے اعداد کے مطابق آری میں مضبوط اور اہل رنگا ہوتو میں اس کے ذریعے کوشش توجیہ کے بارے میں کھوج لگانے کی کوشش کروں۔“

”یہ تو بڑے بہیمانہ مکان پر کام کرنے والی بات ہے۔ میرے حساب سے تو اس بات کا ایک ٹھکانہ سے بھی نام امکان تھا کہ تمہیں ایسا کوئی سسر فرا جا تا۔“ اس کا جواب سن کر وہ

”یہ جاہلیت حاصل کرنے والی میں کوئی اور اس کی نہیں ہوں گی۔ اس شہر ملک پر میرے ملک میں سب لوگوں کی لڑکیاں ہیں جنہیں انہوں نے اپنا آکر بنا رہا ہے اور ان کی مدد سے اپنے کام پختہ رہے ہیں۔ خود مجھے تم نے اپنے ماسا سنا سنا پر آنے والے گاؤں پر گہری نظر رکھ کر اس کو بھی کام کا بندہ بھر گائے اس کے بارے میں سمجھنا حاصل کر کے پورا لوگوں کو آگاہ کروں۔“

”میں تمہیں کے لیے بھرا کا کام کرتی رہیں۔ یہی خواہش ہے کہ وہاں میں کئی ایسے سرکاری افسران بھی ہیں جن کے میں سے تم کی انہی بھی واقف حاصل کر کے ملک انہوں کو فراہم کرتی رہی ہوگی؟“

”میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اپنے ہر کام کی ہر جھلک کے لیے تیار ہوں۔ تم مجھے جان سے مارو اور میں ان تک نہیں کروں گی۔ میں ہر کام پہلے کے ماسا نہیں تھے دینا ورنہ میرے مرے ہونے باپ کی رہی ہی مانت گیا خاک میں جا سکتی۔“ اس نے تعریف بھرا کر جواب دیا۔ ”ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا منہ تلے میں کیا جا سکتا ہے۔ اپنے بھیا تک جرائم کے باوجود تم نے اس خاندان کی وجہ سے اپنے لیے کچھ آسانی پیدا کر لی ہے۔ سر میں کوشش کروں گا کہ تمہاری خواہش کا خیال کر جا سکتا۔ جاوید علی اپنی ہلکے سے کھڑا ہوا۔

”اگر تم ایسا کر سکتے تو میں تمہاری شکر گزار ہوں۔“ جاوید علی نے جواب دیا۔ ”کوئی ایسی نہیں ہے۔ تم اپنی اس زندگی سے اب بھگت ہوں۔ خود کوئی قسمت نہیں ہے اور اب تک خود ہی بھلاؤ۔“ اس نے کچھ کہی۔ ”یہ تو بڑا بات کچھ نہ سمجھ لیکن جتنا میرے لیے یہ احساس بڑا گہرا ناک ہے کہ میں جس خدائی میں کھائی ہوں وہاں میں نہیں رہی ہوں۔“ اپنے الفاظ سے اس نے جاوید علی کے دل کو تھکا دیا اور کچھ نہیں بولا۔

حالات کی تم طرہی کا نظارہ ہو کر دل میں جا چکا وہ اس لڑکی کو کم از کم اتنا تو احساس تھا کہ اس نے کتنی کھینچا کر وہ کوئی جرم کر رہی ہے اور نہ یہاں تو اس کے پاس نہاد سیاست دان، بیروہ کریش اور ساتھیوں کی مدد سے جانوروں کی طرح اس وطن کو بھجھوڑنے سے اسے روکنا ہی شرمندہ نہیں تھے بلکہ بڑی ذمہ داری سے اپنا سب اگلی سے راگ اچھے تھے۔

میری بھی نہیں آ رہا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ میں نے چہرہ قاب ہوا اور اب عالیہ... اور میرے اگلے سے کہ دونوں ہی پولیس کی کارروائی کے نتیجے میں ہوتے ہیں۔ اسے ساموں سے دونوں کا سامنا کرنے کی ضرورت اب چار ہے تھی۔ پولیس کے ساتھ ہی انہی کی ہر چاہت کیا ہو کہ پولیس ان کی دشمن بن گئی اور اسے کچھ بھڑوں کو نشانہ بنا لیا۔“ سٹھما کر اگلی سے زور دیا کہ وہ اپنے بڑے کے سامنے کچھ حالت کی ان کی صورت پر جا رہی تھی۔

”میں بھروسہ پریشان ہوں۔ دونوں پولیس کے ریلے کے ساتھ ساتھ وہ بڑے ہی لیکن دونوں ہی کا کسی پولیس کے ساتھ کچھ پتا نہیں چلے۔ ہمارے چہرے کے بارے میں تو کچھ پتا چلا ہے کہ گرفتاری کے بعد چھ گھنٹوں میں ہی گرفتار ہوا ہے۔ سب کا کر کے وہاں سے اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ ہر وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہی ہے۔ اسے کسی کوئی خبر نہیں... جبکہ عالیہ کی گرفتاری کا تو کچھ کئی اور کوئی پتا نہیں ہے۔ ماسا سنا سنا سے میرے کئی اور کوئی پتا نہیں ہے۔ لیکن گرفتار ہونے کے بعد عالیہ کا نام شامل نہیں ہے۔ میں نے کئی ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ وہاں کوئی ناکا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی عالیہ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ہو یا اسے لگتا ہے کہ وہ بڑے کے وقت وہ اس کے ساتھ ہی اور شاید بڑے کے وقت ہی طرفوں وہاں سے کچھ کچھ بھول چکی تھی۔“

”میں سمجھتی ہوں کہ اسے کسی سے پتہ نہ چاہے تھا کہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔“ سٹھما نے تڑپے سے کہا۔

”میں وہ سوچتا ہوں کہ یہاں تک ہے۔“ پانڈے نے کہا۔

”میں پانڈے کے لیے کوئی اور پتہ لگتا ہے۔ کوئی ضرور ہے۔ یہ سارا پتہ چلا رہی ہے اور اس نے پولیس کو اور کچھ پتہ نہ دیا ہو۔ تمہارا دل میں ان پولیس والوں کو کچھ پتا چھوڑتا ہے۔ یہی بھی اچھے سے دیکھنا ہے۔ لیکن تمہارا دل میں کچھ نہیں جانتی۔“ سٹھما نے تڑپے سے کہا۔

”خبردار ہے۔“ ”تم ٹھیک سمجھتی ہو۔ میں نے خود بھی اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا ہی لیے پہلے ہی ان سارے لوگوں کو نواز کر دیکھا ہے کہ انہوں نے کچھ ہوں جن کے بارے میں عالیہ جانتی ہے۔ رائے چہرے تو خیر ایسا کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ وہ اکثر کھٹ کسی سے رابطے میں نہیں رہتا تھا اس لیے کسی کے بارے میں کچھ پتا بھی نہیں ہو سکتا۔“

”اور مجھے لگتا ہے کہ عالیہ ای کی وجہ سے بخوشی ہے۔“ سٹھما نے پریشان بڑھائی۔ ”مجھے اس پانڈے سے بچنے ہونے کے بارے میں زیادہ خبر تھا اور وہ حالات کا درست تجربہ کرنے کی زیادہ صلاحیت رکھتی تھی اور لہذا اس لیے تھا کہ وہ اس کے علاوہ ہوسا کی گہری تہیت یا خود کئی چہرے ہی تو اسے برسوں سے کامیابی سے اپنا کر دیا اور کوری تھی اور کسی کو اس کے ذیل انکنت ہونے کا شہرت نہیں ہو سکتا۔ پانڈے جس اس کا سینٹر بنا بیٹھا تھا بالکل نہیں جانتا تھا کہ اس کی ناک کے میں کچھ... یا شاید اس کا دھندا بھی چلا رہی ہے اور عالیہ کو کاشی اور ہوسا کے علاوہ اس شخص کے لیے کئی استہلال کرتی رہی ہے۔“

”کیا کہا آ میں نے سنا نہیں۔“ پانڈے نے اس کی بڑھاپت کو کچھ نہ سمجھنے پر چھما۔

”کچھ نہیں، میں سوچ رہی ہوں کہ بڑے اور بڑے خود کو کچھنے والے ان تصانعات کا جواب کیسے دوں؟“ پانڈے کو یہ جواب دیتے ہوئے اس کے ذہن میں بہت سی باتیں اس سرے والی اپنی انکنت کا خیال بھی موجود تھا۔ اس انکنت کے پاس موجود خطی آلات کی وجہ سے وہ وہاں کی صورت حال سے تو بے خبر ہی طرف واقف ہو گئی تھی لیکن اسے جاننے کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ مرنے والی وہ انکنت اسے کوئی حلق نہیں رکھتی تھی لیکن ہوسا کا سراپا یہ بھی اس لیے اس کی جان جانے کا سزا دیا جتنی تھا۔

”جواب ایک ہی ہو سکتا ہے۔ ہم نے خود کئی ملد آوروں کی بیرونی نگاہ کی ہے اسے اس سوچ پر کام میں آؤ اور کرنا ہی لاہور اور میں قیامت پر پار کرو۔ یہ بنگلہ کھڑا ہوگا تو انکنتیں اس پتہ میں کچھ جا سکیں گی اور ہم اپنے سرور کو بچانے کی مہلت حاصل کر لیں گے۔“ پانڈے نے سٹھما کی سے مشورہ دیا جو سٹھما کو بھی مناسب لگا۔ اس نے را کے ساتھ ساتھ کرمصوم دونوں کی برہنہ واقف کی اس سزا کی لیے برسوں محنت کی تھی اور نتیجے میں اس کے پاس ایسے نو جوانوں اور بچوں کی ایک بڑی کھپ موجود تھی جتنے ۱۱

آسانی سے اس آگ میں جھونک سکتے تھے۔ ان کے ہاتھ
دلوں کو اس بات سے کوئی فخر نہیں تھا کہ ان کی برہنہ کا
نشانہ بن جانے والے ان مصیبتوں کی ناکہ ہر گھبراہٹ
لے کر جگہ کی واہنی کی آس لگاتے وہ کہہ رہے تھے کہ انہوں کی
روشنی کواری تھا۔ ان کے نزدیک تو اپنے وطن اور قوم کی
خاطر سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔ باقی فخر کا اور اس فخر کا تمام
رکنے کے لیے وہ ہر شے کا لائق تھا۔ آسانی سے کر لیتے
تھے۔ ان بارہنگی کرنا اور انہوں کی نظر پر کھیلنا کسی مثل
وجہ سے کر دیا گیا۔ نتیجے میں آگے چند دن تک وہ لوں
شہروں خصوصاً کرنا میں کھیلے جانے والے آگ اور فرخ
کے کھیلنے انسانیت کو لوں کے تصور لایا۔

☆☆☆

وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ کوئی دیر بے ہوش رہے
اور نکلتا سڑک کے کہاں پہنچا دیے گئے۔ بس آگہ علی کو انہوں
نے خود کو لکھی تار یک جگہ پر پڑا تھا جہاں پر ہاتھ کو ہاتھ کھائی نہ
دیتا تھا اور لکھی خاموشی تھی، کوئی انہوں کو اس سے کاٹ کر زندہ
ہی کسی تار یک قبر میں اتار دیا گیا ہو۔ انہیں یہاں ڈالنے
دلوں نے بس اتنی ہوش دہائی تھی کہ اس قبر میں ان کے ہاتھ
ہو آ رہے اور بند دیے تھے۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ کافی دیر
تک اپنے ہاتھ دلوں کو حرکت میں لانے کے لیے بے ہوش
جاتے رہے۔ پھر شاید بے ہوشی کی وہ آ کی وجہ سے بہت
دیر تک بے حس و حرکت پڑے رہنے کے باعث سن سے ہوش
گئے تھے۔

”بس کیا پہلی ہی رات وہ تو جانا یا مالوں نے ایک
ہی قبر میں گاڑ دیا ہے؟“ ہم کو حرکت میں لانے کی کوشش
میں وہ دونوں ہی اس حقیقت سے واقف ہو گئے تھے کہ اس
تار یک جگہ پر انہیں اٹھا رکھا گیا ہے پھر چنانچہ سولے اپنے
خصوصاً انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

”بیرتو بیڑوں میں ہم پر یاد رکھو کہ میرے سوالوں کی اس
پرتیزی پر میں انہیں چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ اگر مر رہی گیا
ہوں تو بہت تین کر چلا لوں گا۔“ اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ
کا دبا ڈالنے سے شہر یار نے اسی کے کچے میں جواب
دیا۔ ایک طرف سے یہ سولے کے لیے اشارہ دیا تھا کہ چھوڑ دو
وقت مختار ہے۔ انہیں جس انداز سے کاڑھی گھر میں پھرا گیا
تھا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس ساری کارروائی کے پیچھے کسی
فخر اور پکارتوں بلکہ عقوبت اور اسے کا کھنکھنے سے ہوا انکی
سورہ میں انہیں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت تھی کیونکہ
اس امکان کو نہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ انہیں یہاں قید کرنے

دلوں نے ان کی گفتگو سے کافی غصہ انتقام کر رہا ہے۔
”انکی ہر کھینے نہ وہ پہلی ہی اگر میری قبر والی نے
سن لیا تو میرے چھوڑنے کی نہیں ہو بہت بار سے کہی کہ میرے ہاتھ
نے انکی گل کی ہے۔ ہونے ہی کیا؟“ سوال کا جواب
کچھ کرنا اور وہ بھی ہنسنے لگا۔

”تو تو ڈراؤنی مر رہے گلا۔ زمانے سے اتنا اتنا تو ہے
کیسے؟“ ہاتھ دلوں کو حرکت کے قابل بنا کر کھڑے ہونے
ہوئے شہر یار نے اس کی فضول کوئی میں اس کا ساتھ دیا۔
”ویسے ہی جیسے تمہیں جیسے ہو۔ کسی کو میرا سے اور
ارتے ہو؟“ سولہ کی اس کے ساتھ ساتھ ہی سزا ہوا اور
شہر یار کے کچھ میں جواب دیا۔

”کمال لگے تو اس ذکر پہ چکا پڑا۔“ شہر یار نے
اسے پتا اور اندھیرے میں ٹولتے ہوئے حرکت کرنے لگا۔
یہ سزا دہ کی وہ کامی ارتقا کا سبب بھی پہلے ہونے اسے پتا
ہو اس میں پہلی ہی دن کا احساس ہوا تھا۔ پہلی ہی
کیلیت سولہ کی بھی تھی لیکن وہ بھی اسی کی طرف جہرے
حالات میں جہرے نہ کرنے کی بہت دیکھتا تھا چنانچہ حرکت میں
آ گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ دونوں بارہنہ تھے۔ اس طرف سے
اپنے ہاتھوں کی حدود سے ابھی طرح ٹول چکے تھے بس کے
تھکے میں ان پر یہ اختلاف ہوا تھا کہ کس نے کہا؟۔ پہلی ہی
فحش تھا اور ان میں کبھی بھی کوئی کھڑکی یا دروازہ نہ تھا
تھا۔ یہاں سے وہ بھی اندازہ لگا سکتے تھے کہ انہیں کسی جگہ
میں رکھا گیا ہے۔ پہلی ہی رات پہلی طور پر بہت پر کھاتا
تھا اور چھتھی ہی اوٹھی تھی کہ سولے شہر یار نے جواب
سوار کرنے اس تک رسائی حاصل کرنے کی وہ ہندی ہی
بھی ڈاکھی کا ساتھ کرنا چاہا۔ اس صورت میں وہ دونوں
گئے۔ قید کرنے والوں نے انہیں انکی تک قید کیا تھا کہ
اپنے طور پر باہر نکلنے کی جہرے جہرے نہیں گئے تھے۔
صرف سبکی چادر وہ کیا تھا کہ اپنے سیاہ اور انکی سر پہ
خانے کے کچھ فرش پر دیوار سے لپکے گا۔ وہ نے انہیں
نے یہ افکار شروع کر دیے۔ انہیں بہت دیر ان ایسے سے
نہیں ڈراؤں پر ابھی تھی کسی کو فحش ہوا۔ پہلی ہی میں انکی
سیدھی پائنتے کا سوا بھی صورت حال کی انہیں نے پتہ لگا
تھا۔ کوئی شبہ وہاں اس اور سے نہیں کر سکتے تھے کہ انکی
غیب مانگ کے ذریعے ان کی یہاں کی ہوں بات بہت ہی
جاری ہو۔

انتکار کی یہ کوئی ہماری گھوڑیاں بہت کچھ انداز میں
تم ہو گئی۔ چھپے چھپے انہیں یہ محسوس ہوا کہ وہ کبھی

کھیل ہی ہوئی ہو لیکن اس طرف حرکت کا احساس تھا۔
پہلی دھل بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ کچھ دیکھ پاتے اور جب
ہوئی تو اتنی تیز حرکت کا کافی عرصے سے اندھیرے میں اوٹھی
انکی عبادت چند عبادت تھی۔ کچھ ہی بعد وہ دیکھتے کہ کافی
سے خود خانے کا کھڑے سامنے تھا۔ وہ ایک سیٹ دو لوگوں
کرا تھا جو اس وقت پاری طرف رہے تھیں۔ انہوں میں تھا ہوا
تھا۔ یہاں رہنے میں کتنی بہت پر نصب تھا اور اس میں کچھ
ن وقت ان کی توجہ کا اصل مرکز وہ پیشے کی کھول کر انکی
انہیں سے کئی سا نفوس میں کر ان کے آس پاس کھیل گئے
تھے۔ اندھیرا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں موجود دھاریوں کا
کھیل وہ دونوں ہی کی طرف تھا۔ سزا خراہ اور یہاں اندھیرے
کے کھیلوں میں کئی حیرت نہیں ہوئی۔ وہ جن حالات سے
گھبرائے تھے، پہلے ہی اندازہ لگا چکے تھے کہ ان کے ساتھ
کچھ کچھ ہوا ہے۔ اس کے چھپے اندھی کا ہاتھ ہے۔ چہرے
اور اور شرت میں نہیں اندھیرے نوری طرح ان دونوں
کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اپنے ہاتھ میں ہلا سے
بھگت کھول کر ان کی طرف کے کوئی من دیا تو
ہاتھوں میں جانتے تھے۔ یہ کچھ طریقے سے کام کرنے والی
تھی اور پہلی ہی اس انداز میں کام کر رہی تھی جیسے کسی کو کئی
تھکے سے لگا رہا اندھیرے سے بیٹھا اور وہ انہیں کھینچا جاتا
تھا۔ یہ اندھیرا جس جگہ کی توجہ میں بنے والا کھول گیا بند
تھا۔

”ہیں تو سزا خراہ میں اس سزا اور پھر وہ آپ کی سزا
کے کھیلوں کا کام نہیں پاتا۔“ ہاتھ کا ڈھنگ نہیں آپ کو کچھ نیا
تھا۔ ”لطف داتاں جاننے کے بعد وہ ان دونوں
کی طرف متوجہ ہوئی اور ایک دوسرے سے بہت لگا کر کھڑے
تھے۔ ہاتھ بہت غریب کچھ میں پرتا۔

”بس یہاں اسے کاروں بتاؤ؟“ شہر یار نے ان
کی بات ٹھہرا کر ان کے ہونے سخت کچھ میں پرتا۔
”کاروں تو تم بتاؤ گے کہ تمہیں کسی سے دہلی جاتے ہوئے
تھا۔“ شہر یار نے ان کی بات سن کر کہا۔
”بھو دہلی وہاں نہیں جانا چاہتے تھے۔ ہمیں کبھی میں
بہت بہت بڑے ڈال کر کرنی تھی لیکن تم نے ہماری ایک ذہنی
تھا۔ ہاتھ سے دہلی جانے والی ٹرین میں تھا وہاں۔ اپنے
تھا۔ شہر یار نے جواب دیا کہ۔“ شہر یار نے جواب دیا کہ
تھا۔“ شہر یار نے جواب دیا کہ۔“ شہر یار نے جواب دیا کہ۔“

”تھا اس صحت کو اور بہت بڑے سے یاد رکھو کہ
تھا۔“ شہر یار نے جواب دیا کہ۔“ شہر یار نے جواب دیا کہ۔“

کھرباب
میں یہ بات پہلے سے جانتی ہوں کہ تم کوئی بڑے میں نہیں ہو۔
کسی بڑے میں کے پاس ایسے برہنہ کبھی نہیں ہوتے جنہیں
کھوان ہر کھل ساتھ دے کے لیے بھی ممکن نہ ہو۔ ہم نے
تمہارے برہنہ کھوں کا پتہ سے شہر یار نے پتہ لگا کر دیکھا تھا
ہم سے یہ بات میں سامنے آگئی تھی کہ ان میں پرتا ہوا کچھ
سزا خراہ۔ ہم بتاؤ کہ کسی بڑے میں کبھی نہیں دیکھنے کی
کیا ضرورت تھی؟“ وہ انہیں کھولوں سے گھرتے ہوئے
پہ چہرے کی۔

”بس ہم نے اپنی پہننے کے لیے رکھی تھی۔ ہم سبھی
میں ہونے والی ٹوٹ مار سے خوف زدہ تھے اس لیے اپنی اور
اپنی بڑوں کی حفاظت کا پورا پورا دست کر کے چلے تھے۔“
”او کے ایسے تو مجھے ان دونوں پر ہلے کیوں کو
کھولنے کا کو بتاؤ۔“ میں انہیں کھول کر اپنی پہننے کی کہ
ان میں کوئی ایسا چیز تو موجود نہیں جو ہمیں بڑے میں کے
بھانے کچھ اور گاہت کر دے۔“ اس نے سنی فخر کچھ میں
شہر یار کی آنکھوں میں بھانے ہوئے مطالعہ کیا۔ ساتھ ہی سا
افراد میں سے ایک نے دونوں برہنہ کبھی اگر اس کے
قد میں میں رکھ دیا۔

”کیوں، کہا تم پتہ نہیں والی ہو ہر تمہاری تسلی کرنا
ضروری ہے؟ جاؤ کبھی اتنا میں تمہیں کو۔“ شہر یار نے
اٹھنا پتہ کا مطالعہ کیا۔ کچھ اور اس وقت صرف سوچ کھان
کر ہاتھ کا کسی طرف صورت حال کو اپنے تئیں میں کر سکتے
لیکن انہیں اپنی زور میں لیے کھڑے کسی افراد سے جس
تھے کہ کسی بھی غیر معمولی حرکت پر انہیں کو یوں سے بھون کر
رکھ سکتے تھے۔ اور ظاہر ہے وہ اپنی زندگی بچا کر ہی کوئی
کارہ مرنا چاہتے تھے۔

”تم مجھے یہ پتہ والی ہی کچھ تو لیکن یاد رکھو کہ میری
بات ماننے بلکہ تم کو کیا تمہاری آتما بھی اس جگہ سے باہر نہیں
نکل سکتی۔“ اس کا پتہ پہلے سے بھی زیادہ عجیب ہو گیا۔
”تاک کہ میں مل رہا ہوں تو زور دیا برہنہ کبھی کو کھان
کر اس کے اندر کا راجان لو۔ میں بہر حال تمہیں کو کھان
بتاؤں گا۔“ شہر یار نے مسخوات کچھ میں اسے جواب دیا۔
”بہر حال تو کبھی میں کھان کر سکتے تھے اگر یہ غلط نہیں
ہوتا کہ انکی کسی کوشش کے نتیجے میں کھولے اور ان کے سے
نہیں اڑا جائے گا۔“ اندھیرے میں کوئی فرق نہیں آیا۔
”..... تم کیا نہیں کسی جاسوسی گم کار اور کچھ رہی
ہو کہ انکی ٹوٹیاں ک بائیں سوچ رہی ہو؟“ شہر یار نے اس کا
ذاتی انداز۔

کتاب

بار بار اپنی دھکی دھکی اورانی۔
 "تم تھوڑے ہی جیسے حقرا کاں لوگ نہیں ہیں جو سستی
 فرسٹی کرتے پھر میں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہماری ہر حرکت
 بہت مہنگی ہے۔ تم بار بار یاد دلانا کہ اپنا نام پر ہدایت کرو۔"
 سلو نے اسے ٹکی سے جواب دیا اور بلا لکھتے منہ پر ایک چمچ
 اے مارا۔ اس کے بارے میں چمچ کی شدت آئی زیادہ مہنگی
 کہ نہ صرف اندر کے رخسار پر انہیں کے تکان چھپ گئے
 بلکہ گال اندر سے پھٹ جانے کے باعث اپہوں سے خون
 بہ نکلا۔

"یون آف بی۔ تم اپنے بارے میں نہ مہنگی جاؤ تو میں
 بیکان ہنگی ہوں کہ تم ہڈی ایڈ میس یا کستانی لکھتے ہو اور
 یہاں کی خاص مشین پر آئے ہوئے ہو۔" چمچ کھا کر اندر
 پھٹ پڑی اور ٹرٹے ڈوہ گھس گھس ہوئی۔

"اور تم جو رانی تک خواہ جو لڑائی کی کلاش میں اہم
 اور ہوسکتی پھرئی ہو۔" شہر یار جہاں کے ریکورڈنگروں کو
 اپنے کاہ میں لے چکا تھا، اس سے بھی زیادہ ٹرٹے سے ہوا۔
 "مجھے گرو ہے کہ میں اپنے ویل کی خاطر تم جیسے ایک
 وادیوں کو ان کے سخت تک پہنچاتی ہوں۔ اب مہنگی چاہے تم
 میری جان لے لو لیکن یہاں سے نکل نہ سکو گے۔" اس نے

اپنی وحشی دھکی دھکی اورانی جس نے انہیں سوچ سیکھا وہ ان دیا کہ
 چھینا وہ کسی ایسی عمارت میں تھا جہاں کچھ روٹی کا زبردست
 انتظام رکھا گیا ہو گا اور اس نے خانے میں سوچا وہ افراد کے علاوہ
 بھی اور کئی افراد موجود ہوں گے۔ وہاں اب تک کسی نے
 کوئی مدد طلبت کسی کی تھی تو اس کی صرف ایک وجہ تھی کہ خفات
 عمل طور پر ساڈا ڈر پروف ہے۔

"تمہیں ہم پر شک کیسے آیا؟" اپنے اندیشوں اور
 سوچوں کوئی اظہار ذہن سے چھپتے ہوئے شہر یار نے اس
 سے پوچھا۔

"تمہاری شامت تمہیں مجھ تک لے آئی۔" وہ جھڑپ
 سے مستحکم کی۔ تربیت یافتہ ایجنٹ ہونے کے باعث اس نے
 خود کو بہت تجویزی سے اپنے ساتھی کی گراہیت سے آہستہ سے
 چھپنے سے سنبھال لیا تھا۔

"تو اس شخص۔ جیسی طرح جواب دو۔" اس کا
 جواب سن کر سلو فوراً اور اس کے کان کو جھکا کر اس کی بری طرف
 سواڑا کو دھکی لگی۔ اس کے چہرے کے باوجود سلو نے اس کے
 کان پر سے اپنی گرفت ہٹائی لیکن کی بلکہ گھوم گئی شدت سے
 زور لگا لیا۔ اپنا کرتے ہوئے اس نے ذرا پوچھا وہاں کی کہ وہ ایک
 عورت کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ اس کے ہاتھ نے

دھکی دھکی کن کرٹھک گئے۔ سچا ہونے کے باوجود وہ اپنی
 ہونے کے پکڑے ہوئے کی وجہ سے علاحدگی کرنے کے
 خواہش مند تھے۔

مہنگی ٹھوڑیکہ کر ہاتھ سر پر رکھو۔" سلو نے دوسرا
 ہاتھ لگا لیا۔

"تم بہت جیسا تک نطقی کر رہے ہو۔ یہی قابو میں
 رکھنے کے بعد بھی تم اس عمارت سے نہیں نکل سکو گے۔"
 وہ ڈاک کے باعث اندر نے کسی پستی آواز میں اسے
 دیکھا۔

"وہ مارا پہاڑ ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کو کھانا اور گھوڑے
 کی دہلیزوں سے نہ ہٹاؤ۔ یہ ناک کی گردن ٹوٹ جائے گی۔"
 لڑائی اور اس کی گردن پر دیا ڈر ہٹا دیا جس کے نتیجے میں
 اس کے سٹری سے فرط ہمتی ہی برآمد ہوئی۔ فرط ہمت کی اس
 گردن کو اب تک تھک تھک کی کیفیت میں خلا سے اس کے
 سٹری نے گھروڑ چھک دینا اور ہاتھ سر پر رکھ لیے۔

وہ چھوڑنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے
 گردن پر ایک اور سٹری کی طرف سے بدگمان ہو چکا تھا، اس
 کے گرد سے پر عمل تھا اور اپنے ہاتھ میں تیز سے کھسکا
 کسی پستی کے ایک وار سے اکٹھا کرنے کے بعد ہلک کر
 پڑی مگر کی طرف لپکا۔

"تم تینوں وادی کی طرف مت کر کے کھڑے ہو
 جاتے۔" اس نے ہنس دھواں میں موجود ان تینوں افراد کو قسم
 کھائی۔ چاروں سٹری کی طرف کھڑی کھڑی پڑی کر اسٹری سے
 اٹھ کر اس کی طرف سے اپنی زبانی ان کی جھڑپوں میں
 لگی۔ شہر یار دونوں ہاتھوں میں کھر سنبھالنے سے خفا قدموں
 سے اس کے عقب میں پہنچا اور بائیں ہاتھ میں تھکی گن کو ہاتھ
 سے تھام کر اس کا دہلیز ایک کے سر پر رکھا۔ وہ نوراہی چھوڑا

کہ پڑا دوسرے شخص کے سر پر سے والی ضرب گئی پگھلی
 جھکنا اور گئی تکان اس کے ہاتھوں کو گرنے کے خواہش سے
 اٹھنے میں تھیرے ہو کھڑی جوش آیا اور وہ تجویزی سے
 لڑنے کو شہر یار پر حملہ آور ہوا۔ اس باہر شہر یار نے کسی جسم کی
 مدد سے وقت ضائع کرنے کی دست نہیں کی اور دائیں
 ہاتھ سے موجود گن کا لٹیرہا دیا۔ ایک ساتھ کی گولیاں برآمد
 ہو گئیں۔ واقعی سے اس شخص کا چہرہ دوش تھا۔ گولیاں نے
 اس کا سر گھسیٹا اور اس کے پیچھے کے ساتھ خون

دھکا دھکا دیا۔

"اگر کسی نے اب کوئی حرکت کی تو میں اس کی گردن
 توڑ دوں گا۔" اندر کی ناک کی گردن کو اپنے بازو سے چھپے
 میں ہٹا کر اس نے اس کے ساتھیوں کو دھکی دی۔ ان دونوں
 میں سے ایک کو پہلے ہی شہر یار کی گرفت میں تھا، دہلیز میں

گئے تو اس دن کے مشن کو پورا کرنے کے لیے کوئی اور میدان
 میں اتر جانے کا لیکن اگر ان کا مشن سامنے آیا تو انہیں
 فرماں نہیں کوشش کر کے وہاں واپس پہنچا پینے سے بھی
 زیادہ دوسرا ہونا پڑے گا۔ انہیں قیدی بنا کر رکھنے کے علاوہ
 قتل ہو جائے گا۔ اور اس پر اسے پھر سے لگا رہیں گے کہ ان
 تک رسائی ناممکن ہو جائے گی۔ اپنی اس سوچ کے تحت اس
 نے خود پر حملہ آور ہونے والوں کے پاس موجود اسٹے کا بھی
 تیار نہیں کیا اور ایک وقت ایک کو گھنٹا اور دوسرے کو زبردست
 دیکھی۔ جواب میں اسے بھی ان کی تحویلی آتی نظر آتے

بمذاقت کرتی پڑی۔ اس نے اس ضربات کی پورے انہیں کی
 اور ان میں سے ایک کو اپنے بازوؤں میں اٹھا کر وہاں سے
 مارا۔

اب یہ لیکن نہیں رہا تھا کہ کمرے میں موجود چوٹی سے
 شخص اپنی جگہ پر قدامت گزار ہوتا۔ شہر یار کو کسی سے مدد
 تو اس لیے پکار تھا کہ وہ اپنے ہاتھ لے کر آئے ان تینوں
 افراد میں سے ایک کو وہ باہر اپنی گرفت میں لے چکا تھا اور
 اس پر کوئی چلانے میں بہت مشکل تھا کہ گولی شہر یار کے سامنے

اس کے اپنے ساتھی کو ٹھک جانے کی۔ وہ تجویزی سے اپنے
 ساتھیوں کو کھڑا کر لیا لیکن درمیان میں ہی سلو کی ناک پستی
 اور وہ اپنی گن سے ہمت ذہن میں ہو گیا۔ اس اثنا میں اسے
 والے دونوں افراد استعمال کیے تھے۔ انہوں نے اپنی گنیں
 چھٹی گنیں اور سلو کی طرف رخ کر کے گاڑ مار دی۔ سلو کے
 لیے یہ قدر حقیقی نہیں تھا جتنا انہوں نے چلا دیا کہ طرف اپنی
 جگہ چھوڑ دی اور اچھل کر اس جانب بھاگی گیا جہاں اندر
 ریکورڈنگ ہاتھ میں لیے سخت جہد اس کھڑی تھی۔ شہر یار سے
 توقع نہیں تھی کہ کوئی ایسا خوف بھی ہو سکتا ہے کہ جلد سے
 خطرہ نہ گھوڑی موجودگی میں متاثر کرنے کی اس وقت جرات

کر سکے۔ لیکن وہ دونوں پر کھینچے تھے اور گولوں میں زبردست
 پائٹا پلٹ کر رکھ دیا تھا کہ کوئی گولیں پستی اور خود ان کے نپٹے میں
 کھینچ لگی تھی۔ سلو ٹرٹے سے چھپنے کے بعد اس تک پہنچا تھا
 اس نے کوشش کی تھی کہ اسے جڑوا کو کوئی کمال دھکے لیکن
 وہ اس سے نہ ڈر رہا کمال اور اس کا اور اس کے ساتھ ہی
 اس کا ہاتھ تمام کر بازو کو کئی بری طرح پیچھے کی طرف سواڑا

دھکا دھکا دیا۔

"اگر کسی نے اب کوئی حرکت کی تو میں اس کی گردن
 توڑ دوں گا۔" اندر کی ناک کی گردن کو اپنے بازو سے چھپے
 میں ہٹا کر اس نے اس کے ساتھیوں کو دھکی دی۔ ان دونوں
 میں سے ایک کو پہلے ہی شہر یار کی گرفت میں تھا، دہلیز میں

دھکا دھکا دیا۔

"اگر کسی نے اب کوئی حرکت کی تو میں اس کی گردن
 توڑ دوں گا۔" اندر کی ناک کی گردن کو اپنے بازو سے چھپے
 میں ہٹا کر اس نے اس کے ساتھیوں کو دھکی دی۔ ان دونوں
 میں سے ایک کو پہلے ہی شہر یار کی گرفت میں تھا، دہلیز میں

"میں تمہیں جاسوسی فلم کا کردار نہیں بلکہ جی جی کا
 جاسوسی کھڑی ہوں اور ایک بار پھر خواہش دو لاتی ہوں کہ تم
 اپنی اصلیت اگلے پلٹر مجھ سے اپنی جان نہیں چھڑا سکو گے۔"
 وہ فریادیں اٹھانے لگی۔

"اور... تو اندر ہی جگہ پر ٹرٹے ہونے کے ساتھ
 ساتھ اشوک صاحب کے ٹیک کی ہمدرد ہونے کی وجہ سے
 جسے اب اچھا کہ دہلیز بلکتے ہیں چھٹی تھی۔" شہر یار نے
 اس پر ہلکا کیا۔

"میں کیا ہوں اور کیا نہیں، اس کو جانے دو۔ لیکن اب
 تمہیں بتانا ہو گا کہ تم کون ہو؟" وہ فریادیں کہ لہجے میں پوری اور
 ہاتھ میں پکڑے ریکورڈنگ گولوں کا رخ پھرت کی طرف کر
 کے کوئی فن دہلا ڈالا۔ اچھا کھی پھرت سے پیٹھے کا ایک کھسکا
 سا نمودار ہوا اور ان دونوں پر انکار۔ اب وہ دونوں اس
 پاس میں قہر تھے اور صورت حال کو دیکھنے سے پہلے ہی ان پر
 اندر پڑی تھی۔ اس میں قہر ہونے کے چند منٹ کے بعد ہی
 انہیں اعتماد ہونے لگا کہ انہیں سامنے لینے میں زبردست

دشواری ہو رہی ہے۔

"بائس آسکین سے داخل خالی ہے اور اس میں
 اور تو نہیں پھرئی ہوئی ہے۔ اگر تم نے میرے سوال کا
 جواب نہیں دیا تو میں بائس تمہاری قبر میں جاؤں گا۔" اندر کی
 آواز نے انہیں اپنے فٹے ہونے سے اس اور تجویزی ہونے کو
 کے راز سے آگاہ کیا۔ وہ اپنی پوزیشن پر دست تار چھوڑنے کیلئے
 اس نے انہیں اٹھائی بھی نہیں لگائی لیکن شہر یار نے جواب میں جھکا
 کر دیا تھا۔

"میں تمہیں کوڈ بتاؤں گا اور اپنی حقیقت بھی۔" چہر
 سے اور گزرتے تو سلو نے حوصلہ پارہا اور زور سے چلایا۔
 اس کی اس حرکت پر شہر یار چونک گیا۔ سلو نے اس مشن میں
 اس کے ساتھ شریک ہوتے وقت ہی واضح کر دیا تھا کہ وہ
 جہز بہت خوب لڑائی کے باعث نہیں بلکہ ذہنی انتظام کی آگ
 بھانے اور پے کوشش مدد سے ہی خاطر اس کے ساتھ شریک
 ہو رہا ہے۔ اور ظاہر ہے، انتظام اور پیچھے میں اتنی طاقت نہیں
 ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی جان دینے پر آمادہ ہو جاتا۔

وہ سلو کو اس حرکت سے باز رکھنے کے لیے اس کی
 طرف لپکا لیکن اس سے نکل ہی پیٹھے کا وہ بائس ان پر سے
 بہت بڑا تھا اور مہنگی اس کا ہاتھ سلو کے کانک میں پیچھا تھا کہ
 نمن سٹرا افراد ایک وقت اس پر پل پڑے۔ شہر یار کے لیے
 اس وقت سلو کو کاز نہ تھی اور موت کے منٹے سے بھی زیادہ
 اہم تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آج اگر وہ دونوں جان سے بھی چلے

دھکا دھکا دیا۔

"اگر کسی نے اب کوئی حرکت کی تو میں اس کی گردن
 توڑ دوں گا۔" اندر کی ناک کی گردن کو اپنے بازو سے چھپے
 میں ہٹا کر اس نے اس کے ساتھیوں کو دھکی دی۔ ان دونوں
 میں سے ایک کو پہلے ہی شہر یار کی گرفت میں تھا، دہلیز میں

شہزاد کے لیے شاید ایسا کرنا مشکل ہوتا۔

"اسے جانور کی ملاوٹ... چھوڑ مجھے۔" دروگاک
تجربوں کے درمیان اس نے اُبلاتے ہوئے سطر سے کہا اور
کوشش کی کہ اپنی ناک سے اس پر وار کر سکے۔ سطر چوری
طرف ہوشیار تھا۔ اس کی ناک کے غور سے ٹکرانے سے پہلے
اس نے اپنی ناک کو حرکت دی اور آئی زوردار ضرب لگائی
کہ وہ تپ کر رہ گئی۔

"کم تر ہو گا، مگر زور آزمائی کر رہی ہو۔ یہ شخص جیسا
ذرا دماغیت نہیں دے گا اس لیے بھڑے کہ شرافت سے
ہمارے سوا اسوں کے جناب دینی جلی جانا۔" ریموٹ کے
ٹکنڈر کو لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے شہزاد نے اسے سمجھ
کی۔

"میں نے کہا ہے کہ جسیں جہداری شامت مجھ تک نے
آئی تھی وہ نہ میں تو جگہ صرف چھائی ہی کے آدمی سے بچنے
کے لیے تمہاری نیکی میں بھیگی تھی اور بعد میں بھی صرف
انسانیت کے نامے نہیں چھانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اب
میں تمہارے برہنہ کیوں کی وجہ سے تمہاری طرف سے
قلب میں پڑتی ہوں اور میرے کہ روپ میں اپنا ایک آدمی
تمہارے پیچھے لگا دیا۔ وہ تم دونوں کی باتیں سنا رہا ہے
جب تم نے سیدھے دہلی جانے کے حکمانے کا دعویٰ کرنا
اترنے کا فیصلہ کیا تو اس نے مجھے انتظام کر دیا اور ہم نے وہاں
کی لوکل پولیس کے ساتھ مل کر تحقیقات کر کے پورا
انتظام کر لیا۔ میں نے سنا تھا کہ یہ پست ہونے سے پہلے بھی تم
دونوں نے خاص بار بار داری کی تھی لیکن پھر بھی یہ امید نہیں تھی
کہ یہاں اس جگہ تم اپنی آزادی سے میرے آدمیوں کو زیر کر لو
گے۔" انہیں ہلکی بار اندہ کی آواز میں باہمی ہنسوں ہوئی۔

شاید اسی داری کی وجہ سے اس نے جگہ اچھے میں زیادہ دیر
نہیں لگائی تھی۔

"اور پتے آئی موجود ہیں؟" اس کے بیان پر کوئی
تجربہ کیے بغیر شہزاد نے اس سے انکا سوال کیا۔
"مجھے ان کی کئی آوازیں لیکن وہ کئی ہیں اور چوری
طرف ہتھیار بند ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"قلب کو پھانسنے کے لیے کون سا مہینہ دیا ہو گا؟"
شہزاد نے اس کی آنکھوں میں پچھانے ہوئے پوچھا۔
"مگر نہیں۔" اس کا جواب ہے وہ بے غصہ تھا جسے سن کر
شہزاد نے سلوکا اشارہ کیا تو اس کے ہاتھ پاؤں ہلکے پڑے۔
"جگہ بولی کتنا دور ہے جسے سنوں کہ یہاں سے جی
پڑاں بھی نہیں بیٹھیں گی۔" وہ آئی رہی طرف اشارہ کرتا کہ

قلمیے پر کھڑے ہونے کے باوجود شہزاد کو اس کی ایک آواز
ڈنڈی نوٹے کا نہیں ہو سکتا۔
"یو این وی، ڈی، وی، بی۔" قلمیے نیچے آ جاتا ہے۔ اس
نے بار کھاتے کھاتے گویا بار بار لی اور ہانپتی رہتی آواز میں
چلتی۔

"یہ کسی لوزری کی طرف متار ہے۔ میں اس کی کسی
بات پر عمل نہیں کر سکتا۔ کوئی اور کوشش کرنی ہوگی۔" شہزاد
نے اس کا جواب سن کر اعلان کرنے والے انداز میں کہا تو
اندہ کی آنکھوں میں پلانی اتر آئی۔ جس نے اسے وار کر دیا کہ
مشکل میں ہونے کے باوجود وہ مسلطاً انہیں دھکا دینے کی
کوشش کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، جب یہ ہمارے کام کی نہیں تو میں اسے
پھاڑ دیتا ہوں۔" سطر نے سطر سے کہا اور اس کی آواز میں
دونوں ہاتھ رکھ کر ہانڈا لے لگا۔ اندہ ایک بار پھر بری طرف
ترنہ پئی۔

"ریڈ یو این۔" ریڈ یو این پش کرنے سے لفت چبھنے آئے
گئی۔ "اپنی جگت کے لیے اس نے ایک اور آپشن فراہم کیا
لیکن اس بات کی ہر بات کا قائل نہیں ہو سکتی تھی چاہے سطر نے
آر او پی میں کوئی بھی مناسب سمجھا۔

"ابن میں سے کسی کو ہوش میں لاؤ۔" اندہ نے وارن
ہونے والے سطر کو شہزاد سے حکم دیا تو وہ کسی معمول کی طرح
حرکت میں آ گیا اور بے ہوش انداز میں سے ایک کے پیچھے
میں دو تین قدم اور شہزاد کی طرف گئی۔ تکلیف کے باعث وہ
کراہتا ہوا وہاں سے گیا۔

"قلب مجھے لانے کے لیے کون سا مہینہ دیا ہو گا؟"
اسے سوچتے بیٹھے ہی سہلہ دیکھے بغیر شہزاد سے اس کا سوال
اس کی کھلی سے نکلتے ہوئے آواز نکلا۔

"ریڈ یو این۔" اس نے بے سادگی سے جواب دیا۔
اس بے سادگی میں کھائی کی اور شہزاد اس لیے بھی کہ وہ اپنی
پوری طرح حواس میں نہیں لوٹا تھا۔ اس کا جواب سن کر
شہزاد نے اندہ کو کام لیتے ہوئے سر سے مٹا دیا۔ وہ اپنے
لیا۔ انہیں اس قدر قلمیے نے سہج صورت لگن تو اس لیے
رنگ لہانا کر رہا تھا۔ غیر تروی کر یہ فیصلہ سن کے اس نے اپنی
ثابت ہوا اور وہی کھول لیا قلمیے کی آئی۔ اس نے اسے
سٹر کے ہم درگم پر چھوڑ کر اس نے آگے بڑھ کر قلمیے سے
لیتا شروع کیا۔ اس میں ایک سوچے چکل سوچا ہوا تھا۔ اس نے
اسے آہستہ کرنے کے لیے واضح اشارے سے سوجھوئے۔ وہ
بار ریموٹ اس کے ہاتھ میں تھا، اس میں مختلف رنگ کے

کے علاوہ کوئی اشارہ ہی نہیں دیا اور اتنا اور وہ ہاتھ نہیں
لگا تھا کہ اگر اندہ کی بات مان کر وہ اس کی مرضی سے کوئی
چاہتا تو لفت چبھے آنے کے حکمانے سمجھتے ہوئے کوئی
بے ہوشی میں شروع ہو جاتا اور اپنی عمارت میں سطر سے
دراوم بچنے لگتا اور ان کے فرار کی راہیں بالکل مسدود
ہو جاتیں۔

"اسے آف کر دو اور برہنہ کیس لے کر لفت میں
"قلب آپ رپٹ کرنے کا سطر اچھی طرح سمجھنے کے
بے سطر سے کہا تو اس نے غاسوٹی سے ہوش میں آئے
گئے کسی قدر کھیر کا فیصلہ کیا اور برہنہ کیس سمیٹ کر اس
راہ لفت میں آ کر اڑا ہوا۔

"آج قلمیے نے ثابت کر دیا کہ اس مشین پر تحقیقات اپنے
کھانے کا میرا فیصلہ بالکل درست تھا۔" لفت کا دروازہ
کھولنے پر چھاننے کے لیے مہینہ دیا جانے سے پہلے شہزاد نے
کھلی۔

"مگر وہ پہلے شاید تمہاری رائے بگڑا رہی اور
"کہیں میں سمجھتا ہوں کہ تم جہان سے باز دینے کا ارادہ
رہتے۔" سطر نے درمیان میں لکھتا ہوا اسے جواب دیا تو اس
پر سطر نے مہینہ مہینہ کی کاٹھ پھینکی گئیں گے۔

"آئی آئی اور یہی سوری بار اس وقت میں کچھ بھی
کراہتی جان بچانے کے لیے اندہ کو لگاتار لگے ہو۔"
شہزاد نے اس سے اعتراض اور مہذرت کرنے میں کوئی عار
نہیں لگائی۔

"کون سا گواہ؟ میں صرف اپنے برہنہ کیس کو سمجھتے
ہوں گا۔" اس میں ایک گھنٹے کے علاوہ کوئی کام کی
تھی۔ "سٹر نے نہ تو مجھے اپنے سین سے جواب دیا تو وہ
کراہتا ہوا اپنے برہنہ کیس کو لگائی کہ وہ سب کچھ لگائیں
کے سامان کو آگے پیچھے کرنے کے بعد اس میں سے
کھانا محفوظ برآمد کر کے اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔ "یہ
تمہارے لیے ہی دس ہوا تھا اور فیصلہ کیا تھا کہ تحقیقات
بے ہوشی میں ہی ہو کر رہیں۔"

"شہزاد اپنی جہداری اندہ کو لانے کا۔" سطر نے سطر سے
کہا۔ "قلب کو قلمیے نے اس میں سوجھوئے ہاتھ لگائی۔ وہ
کھانا محفوظ رہا تو سطر بھی۔"

"تو کیا؟" "تصویر دیکھ کر وہ حیران ہوا۔
"میں اس شخص کی کھاشی میں یہاں آئے تھا۔
"انہی کے یہاں سے میں نے تحقیقات کچھ باتوں سے آگاہ
کیا تھا۔" اس کی ہم اس تصویر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا۔

کہ وہ اب
یہاں سے باہر نکلے کے بعد میں نہیں باقی تصویرات سے بھی
آگاہ کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ دیکھ لی تصویر۔ آگے کیا کرنا ہے؟"
سٹر کے لیے میں بھانپ رہے تھانہ ہی لیکن اس کی آنکھوں نے
کسی ایسے شخص کی طرح تصویر کا جائزہ لیا تھا۔

"اسے بھانڈو۔ اب بس یہ ہمارے ڈانٹوں میں ہی
رہے گی۔ میں عرض اس تصویر کو اپنے پاس رکھنے کا حکم دے گا
میرا لے سکتا اور نہ کسی کی آنکھ پر ہمارا یہاں آدھا قصد
سامنے آ جائے گا۔"

شہزاد نے اسے ہدایت دیتے ہوئے مختصر پر موجود
ایک مہینہ دیا۔ اس دوران سطر نے اس کی بات کھٹے ہوئے
تصویر کے اسے بڑے کر دینے کے کوئی ایسے جواز بھی
چاہتا تو نہیں جڑ سکتا تھا۔

"اپنے برہنہ کیس کو بھی چھوڑ دو۔ اس پر مجھ کو
اٹھانے پھرنا پڑے گا۔" اور برہنہ کیس میں موجود اپنی اپنی
تحقیقات پہلے ہی نکال چکے تھے۔ شہزاد نے پانچ تک ایک
تعداد اپنے لٹاؤز کی جیب میں شامل کرتے ہوئے سطر کو
ہدایت کی لیکن خود اٹھانا برہنہ کیس ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ سطر
نے پانچل و جبت اس کی بات پر عمل کیا اور وہ لفت سے باہر
آگئے۔ لفت نے انہیں نہیں کمرے میں پہنچایا تھا۔ وہ بڑا
جیب و خراب تھا اور بے ہوشی پر مختلف قسم کی مشینیں وغیرہ
نظر آ رہی تھیں۔ یہاں انہوں نے چھینے کا وہ پاس بھی دیکھا
جس میں بگڑا ہوا کراہوں نے آسپین کی عروسی اور اسوتیا
کی موجودگی کی وجہ سے کھوسا گیا تھا۔ انہیں کچھ آگیا کہ کچھ
موجود سہاٹ نہ خانے میں ہونے والی سادگی کا دروازہ انہوں کا
حتمی انتظام اس کمرے میں ہے اور وہ خانے میں اس
ریموٹ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا جو انہوں نے اندہ سے حاصل
کیا تھا۔

اس کمرے کو دیکھ کر انہیں اور بھی زیادہ شمت سے
امس اس ہوا کہ یہاں بہت احتیاط اور حاضر دینی سے کام لینا
پڑے گا کیونکہ جس عمارت میں اسے انکلمات تھے، وہ کوئی
عام جگہ تو ہو نہیں سکتی تھی۔ ویسے بھی اندہ ایک طرف سے یہ
اعتراض کر چکی تھی کہ اس کا حتمی راہ سے ہے اس لیے یہ تحقیقات
بات بھی کر دیا ہی کسی حتمی راہ سے ہو جاتا۔

"میں آگے چلوں گا، تم مجھے کوہ دینا۔" کمرے کے
درواز سے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے سرگوشی میں سطر
سے کہا اور پھر دروازے سے آواز کھول کر چھوڑنے سے باہر
نکل گیا۔ وہ ایک لمبا کھڑے ہوا تھا جو اس وقت بالکل نشان

نہیں لگتا۔

طرح کر ایک آدمی سارا نام جاری گھرائی کرتا رہتا ہے۔
 میرے موبائل فون سے ہونے والے ہر کال کا ریکارڈ یہ لوگ
 چیک کرتے ہیں اور میں کسی سے اپنے من کی بات نہیں کر
 سکتی۔ مجھے تو افسوس ہے کہ کسی دن یہ لوگ میرے ہی من کی طرح
 شہر کی بھی جان نہ بنے لیں۔ اس لیے میں خود بھی جان کر
 اس سے دور رہنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن وہ میری مستانی
 نہیں ہے۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں انہیں ایک عجیب سی
 داستان بتاتی پہلی گئی۔

"تھیں کیسے معلوم کر رہے ہو کہ میں ہوں ان لوگوں نے
 قتل کیا ہے؟" شہریار کا خوب خود غور اس کے لیے نرم چ
 گیا۔

"مجھ سے اپنے مطلب کے کام لینے سے پہلے مجھ پر
 زور دیا جا رہا تھا کہ میں چوتھی گھنٹے میں رہا کروں اور صرف
 ایک ایچ پر اپنے جوتوں سے نلے کے لیے چایا کروں۔ میں
 اپنے جوتوں کی اعلیٰ اولاد ہوں اس لیے انہیں اور مجھے
 دونوں کو ہی یہ بات منظور نہیں تھی۔ میرے انکار پر پہلے تو مجھ
 پر بہت دباؤ ڈالا گیا لیکن جب میں نے حجاب چھوڑنے کی
 دھمکی دی تو سب خاموش ہو گئے۔ مگر ایک ایک جینے ہو
 میرے ہی جوتوں ایک روز انکے نیت میں ہانک ہو گئے۔ ان
 کے مرنے کے بعد شہر فوراً صبح پر مجھ سے شادی کرنا چاہتا
 تھا لیکن مجھے دلچسپی کی طرف سے ہٹایا گیا کہ اگر بیست کے
 مطالب میں پانچ سال تک تو یہ حجاب چھوڑ سکتی ہوں اور نہ
 ہی شادی کر سکتی ہوں۔ مجھے نہیں پتا کہ یہ شرطیں کب اور کیسے
 اٹکر بیست میں مثال کی گئیں لیکن چونکہ اس پر میرے اختلاف
 موجود تھے اس لیے میں اس سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ورنہ
 دوسری صورت میں مجھے پانچ سال جیل میں کمانے پڑتے۔
 میں مجبور ہو کر چوتھی گھنٹے کے لیے یہاں رہنے پر راضی ہو گئی
 اور اب ان کے اشاروں پر ہی رہی ہوں۔ یہاں میرا نہیں
 ہے۔ میں صرف کھانے کے وقت میں یہاں پہنچتی ہوں ورنہ
 میرے کام کا کمراد دوسرا ہے جہاں میں ان کی مرضی کے کام
 کرتی ہوں۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان حالات میں میرا یہ سوچنا
 لگا تو نہیں ہے کہ کبھی ان لوگوں نے میرے ہی جوتوں کو جان بوجھ کر
 مارنے کا ارادہ کیا تھا۔" اس کا لہجہ غرور تھا اور دکھ میں ڈوبا
 ہوا تھا۔

شہریار کو ان کی داستان سن کر دلی دکھ ہوا۔ آج تک تو
 وہ اپنے ہی ملک میں رہ کر ریشہ واریوں سے غار کھاتا تھا
 لیکن یہاں تو انہوں نے انہوں کو ہی نہیں چھوڑا تھا۔ بہر حال
 اس وقت اسے اس لڑکی کے حالات نہ کو مرنے کی فرصت نہیں

تھی۔ اس وقت تو وہ لوگ خود مصیبت میں پھنسے ہوئے تھے
 اور انہیں کسی نہ کسی طرح یہاں سے لگانا تھا چنانچہ انہوں نے
 طرف مہل دل دگی اور سلو سے جی صاحب ہو کر پھلا۔
 "میرے خیال میں تم جانتے ہو تمہارے قاتلوں کی
 وہ انرا کو تو آرام سے آف کر سکتے ہو۔"

"بالکل۔" سلو نے جوا دیا اور فریادی کر کے
 ہا پر نکل گیا۔ شہریار سے، اینٹری انٹرین پر دو چکر لگانے
 پہلے ٹرڈ کیے ترین کر کے کے دروازے پر کھٹکا اور
 نہایت آسگنی سے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر موجود
 کو فری طور پر اس کی آہ کا حساس نہیں ہوا اور جب
 مصیبت اس کے سر پر پہنچی تھی تھی۔ اس نے سہرا کر اپنی
 سے اٹھے اور دروازہ کھول کر شاید کوئی تبخیر لگانے کی
 وقت کوشش کی لیکن وہ ان کی مقاصد شہر کا صاحب گئیں
 اور سلو نے اسے چھاپ لیا۔ مہلوہ نہیں دہڑتے پھرتے
 آری تھا جس لیکن چھتھیں پر پڑتی چائے کا سا طوفانی
 ہاتھ کی ہانے ناموچ ہی نہیں مارتا اور وہ گردن کی
 نونے کے ہاتھ پتھرا۔ میں ہی اپنی زندگی سے محروم
 گیا۔

اس شخص کو اپنے انہو سمجھ جانے کے بعد سلو نے
 دوسرے کمرے کا رخ کیا۔ وہ چونکہ اسٹرین پر دو چکر لگانے
 کی لویشن ابھی طرح سمجھ جاتا تھا اس لیے حرکت کرنے میں
 کوئی دشواری محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اور شہریار نے اس
 کی گئی کہ اپنے ساتھ موجود اس کی بیوی یا بہت لڑکی کی
 رخ اسٹرین کی طرف سے پھیر دیا تھا تا کہ وہ یہ سب
 سکے۔ اس کے کھانے پر موجود ہونے کے باوجود اسے وہ
 خاموشی اور پک گئی تھی اس لیے یہ استیلا ضروری تھی کہ
 کوئی اندیشہ نہ مہر دیکھ کر اسٹریٹری طور پر چلے
 پڑے۔ لڑکی کی گردن سے من کی تال کا کر اپنی موجودگی
 احساس دلاتے ہوئے وہ اسٹرین پر بھی توجہ رکھے
 تھا۔ دوسرے کمرے میں داخل ہونے والے سلو کو اس
 کچھ دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے
 وہاں موجود شخص نے اسے دیکھ لیا اور بھرتی سے اپنے
 نکال لیا۔ اس موقع پر سلو نے جب جرات مند کی کا مظاہرہ
 اور اپنے ہاتھ میں موجود ان کے داخل والے ہاتھ پر
 دے ماری۔ اس کا نشان بے حد بچا تھا۔ اس آدمی کے
 سے داخل نکل گیا اور من سمیت فاسٹے پر جا کر سلو نے
 اسے منھ کے مومچ ویلے اپنی جوت میں اتاری ہوئی
 من نکال کر اس کا رخ آری کی طرف کر دیا تو شہریار کو

کے آداب سے سن دے مارنے کی وجہ سمجھائی۔ اس کے پاس اپنی دہائی سن کے علاوہ اندو کے ساتھی سے ملنے کی گنج بھی موجود تھی جس کی وجہ سے اس نے نہایت قناعت اور بھرتی سے کام لیتے ہوئے صورت حال کو اپنے حق میں کر لیا تھا۔ شہزادہ اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا لیکن دیکھنے سے اسے سمجھ آ رہا تھا کہ اس نے اس درہائی عمر کے بچے کو ہاتھ اوپر اٹھا کر میز کے پیچھے سے نکلے گا غم دیا ہے۔ اس غم پر وہ آوی بکھیرا ضرور لیکن سلو کے خوفناک چہرہ دیکھتے ہوئے اسے انکار ہی بہت نہیں ہوئی اور وہ میز کے پیچھے سے نکل کر دیوار کی طرف بڑھ گیا اور اپنا رخ اس طرف کر کے کھڑا ہو گیا۔ سلو طاقتوروں سے اس کی جانب بڑھا اور اپنا گنہ گار ہاتھ اوپر اٹھا کر پست پر سے اسے ضرب دینا ہی چاہی لیکن وہ شخص اس کی توقع سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوا اور یکدم ہی پلٹ کر اس پر حملہ آور ہو گیا۔ اچانک ہونے والے ہتھیار کی وجہ سے سلو کے ہاتھ سے گن گھل کر دور جا گری۔ کمرے کے فرش پر دوینے والے شخص نے سمجھا ہوا تھا اس لیے گن کے گرنے کی آواز پھیلنے سے اسے اس کی طرف توجہ دینی پڑی تھی۔ وہ دوسری صورت میں دوسرے دو کمروں میں موجود افراد شاہد اب تک اس طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

گن ہاتھ سے نکل جانے پر سلو نے ہتھیار اپنی اسی چھاتی جو مٹا کے چھل میں گئی اور جہاں اس نے گن سلو کے منہ پر ایک گولہ مارا اسے مارا اس گولے کے جہاں میں سلو نے ایک ہار بھرا اپنی ٹانگ کا استعمال کیا اور دونوں راتوں کے بیچ میں ایسی ٹانگ جگہ کو کھنڈ بنا کر وہ شخص بچا ہوا تھا۔ لیکن آوی بی دار تھا اس لیے منہ سے کوئی آواز نکلنے پھر مٹا لے کر پڑا اور ہار سلو کی گردن کو کھڑکی چھلی کے وار کا نشان بنا چلا۔ سلو نے یکدم بھٹکا کر اسے گرتا صرف خود کو اس کے اس وار سے بچا ہوا بگالک کے بیٹ میں اپنے سر سے زوردار ٹکڑے ماری۔ چینیٹا نے ایک زوردار ضرب بھی لیکن وہ شخص اسے بھیل گیا اور سلو کے بالوں کو اپنی دونوں مٹھیوں میں سمیٹ لیا۔ پکھلیوں میں وہ دونوں قاتلین پر گرسے ایک دوسرے سے ختم کھاتے۔ شہزادہ کے لیے یہ بڑے بڑک اور صبر آزمائیاں تھیں۔ اس نے اپنی صورت پر خود کو تیار کر لیا کہ اگر سلو اس آوی پر قابو حاصل نہیں کر پاتا تو اسے خود قاتلین میں سے ایک ہو گیا۔ اس صورت میں دوسرے افراد کا بھی باخبر ہو جانا لازمی تھا اس لیے اس کے لیے صورت حال میں ہر تشویش ناک ہو جاتی۔ فی الحال تو قابل اطمینان بات یہ تھی کہ منگھ اور کھانے میں مصروف آدمیوں کے دونوں ہی

گروہوں کو اپنے اور گرد کی بھٹ نہیں پڑ سکی تھی اپنی مصروفیت میں مشغول تھے۔

سلو اور اس کا مقابلہ آپس میں پڑ سکتا تھا۔ انکس دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ مقابلہ بھی اس میں ماہر رہنے والا ہے۔ اس پر برتری حاصل کرنے کے مقابلے میں جوان اور زیادہ توانا ہم کانا کھنڈ اس کی اس برتری نے مقابلے کا فیصلہ کر دیا۔ سلو نے ہی اپنے مقابل کے دونوں کانوں کو منبھوٹی سے گھونٹا اور اس کا سر پوری قوت سے دھجکے کے ساتھ دھجکے آتی زوردار تھی کہ اس کے مقابلے کی باتوں سے بے خبر ہو کر گری اور وہ کسی مردود جنگی کی طرح بے حرکت حالت میں قاتلین پر لپٹا نظر آنے لگا کہ اس کے سر سے ڈالائون تیزی سے قاتلین کو گولہ افگن اس کی حالت نیاز سلو اطمینان سے اسے چھوڑ کر کمرے کے ان طرف متوجہ ہوا جہاں اس کی دونوں گولہ گری تھیں۔ گولہ گرتے میں کرنے کے بعد وہ اس میں چال چلتا ہوا نظر پانے لگا۔

"اب کیا کرنا ہے؟" اندر گھسنے ہی اس نے اسے پوچھا اور وہ دیکھنے کی بھی ذمہ دہی کی کہ اس کے پر نظر آنے والے خون کے پھینٹوں سے لڑکی کے چہرے کی لڑائی میں کسی کا مصافحہ کر دیا ہے۔ یہ قاتلین کا تھا جس کا سر اس نے دھجکے سے گھرا کر اس کی لڑائی تمام کیا تھا۔

"اب میں ان تینوں گروہوں سے خطا ہو گیا۔" اشارہ ڈانگھ ہال اور بگالک روم کے علاوہ گولہ گری گارڈز کی طرف توجہ دہاں گارڈز اور افراد تھے جن کے دونوں کو ایک وقت ہتھیار تھا۔ کرنے کو تو وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ اپنے ساتھ موجود ہر کوئی کو بے ہوش کرتے اور ایک کسی دوسرے راستے سے قتل سے باہر نکلنے کی گرتے لیکن شہزادہ کے نزدیک وہ اس کے قاتلین کے دشمن تھے چنانچہ وہ انکس ان کے انہماک تک پہنچانے سے فرار نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"اسنے افراد سے انکھانے کے لیے ہمیں اندازہ استعمال کرنا ہے۔ اسے ہم صرف دو ہیں۔" منگھ نے عمل کرنے کی صورت میں ہمیں کسی نہ کسی ایک نگر انداز کرنا ہے۔ اسے خابیر ہے اس گروہ کے قاتل کی آواز سن کر وہ اسے مٹا لے کر آجائیں گے۔ نے شہزادہ کی صورت حال کا اظہار نہیں پڑ سکتا تھا۔

پہلے اس کا منہ کھینچ کر اندر بھرتی کرتے تھے۔" سلو نے بڑا دلچسپ سے جواب دیا۔ "تو چاہتے ہوئے بھی اس کے سر پر ہتھیار نہیں لگا کر اسے بے ہوش کر دیا۔ ہے۔" منگھ نے اپنی جگہ تھی تو دیکھنے کے بعد کہ اس نے اسے اس پر ہتھیار نہیں لگا کر دیا۔

"اس ڈانگھ ہال میں جاتا ہوں وہ قتل ہو گا۔ روم میں یہ ایک مصروفیت میں نہیں تھا۔ ہم ایک وقت ہتھیار لگنے کے تو کسی کو بھی کھنڈ کا سونچ نہیں لگے۔ جب قاتلین نے لڑائی کی آواز سن کر اندر کارخانہ کر رہے تھے ہار اور ان کے گولہ گری تھیں۔"

لڑکی کو بے ہوش کر کے شہزادہ نے فوری طور پر اسے روم لے کر لیا۔ اس کے سر پر دیکھتے ہوئے وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ڈانگھ ہال میں موجود افراد کھانے کے انتہائی مشغول ہیں۔ اس لیے ان کو فوری اہتمام میں آنا ضروری تھا۔ گروہ ہوجاتی تو وہ ہر طرف ہتھیار بٹھرتے اور ایک صورت میں ان پر قابو پانا زیادہ مشکل ہو جاتا۔ سلو بھی ان بات کو سمجھ رہا تھا چنانچہ تیزی سے حرکت میں آ گیا۔ وہ وہاں ایک ساتھ اپنے مارکٹ تک پہنچے اور بھرتی سے دوڑا۔ وہاں دونوں ہاتھوں میں موجود گولے سے ایک ساتھ قاتلین شروع کر دی۔ کھو کے وہاں سے کئی گولیوں نے انہماک میں اس کو پھینکا۔ وہ اپنے شروع کر دیا۔ سلو کے سامنے تین افراد تھے۔ وہ تینوں ہی گولوں میں گولیاں کھا کر لوت پوت ہو گئے۔ انہماک ڈانگھ ہال میں سرگھ جال ڈاوا کھنڈ تھی۔ وہ گولے سے ایک وقت قاتل کرنے کے باوجود شہزادہ ان پر کے چھ افراد کو ایک ساتھ کھنڈ نہیں بنا سکتا تھا۔ وہاں میں سے وہ افراد نے بے خبر گولہ کھنڈ کھیل کو اہت کر لیا۔ اس کے پیچھے چھل گیا۔ ڈانگھ کھیل کے کھنڈ سے نتیجہ میں اس پر موجود ہتھیاروں کی اظہار کر کے گولہ گری تھیں۔ انہماک ہاں کھنڈ کے گولے سے لڑائی ہونے لگی۔ اس نے کھنڈ کے گولے سے لڑائی کر کے اسے لے کر کھارے تھے۔

یہ ماری تینوںوں کی کہانی تھی اور اگر شہزادہ نے خود کو بھرتی لینے نہ کر لیا ہوتا تو اس گولی کا نشانہ بن جاتا جو ڈانگھ کھیل کی آڑ میں چھینے والوں میں سے ایک سے چھلانی ہو گی۔ گولی روم سے چھلانی تھی اور کھلے دروازے سے پھرتا تھا۔ یہ شہزادہ کے سامنے والے کمرے کی دیوار سے گھرا گئی تھی۔ شہزادہ نے بے خبر گولے سے لڑائی کر کے ایک برست

مارا۔ وہ منبھوہ لڑکی کی بی ہوئی کھیل تھی پھر بھی گولیوں نے اس میں کئی چھید کر ڈالی۔ ساتھ ہی ایک زوردار سکاری بھی چھلانی ہو چینیٹا ان دہائی سے کسی ایک کے لڑکی ہونے کی نشان دہی تھی۔ برست مارنے کے بعد شہزادہ ایک گولہ بھی اپنی جگہ پر نہیں لگا اور فوراً ہی چڑ پھین ہل گئی۔ یہ چڑ اس کے لیے سو دھجکے ہوئی اور وہ ایک ہار بھرا اس فائر سے فنی کھا گیا۔ ڈانگھ کھیل کے پیچھے سے چھلانی اور ہی سے لپٹا گیا تھا۔ اس فائر نے اسے دو اہم کھانے سے آگاہ کیا۔ اول یہ کہ ان دونوں میں سے صرف ایک شخص بچ سکتا تھا۔ دوسرے اس کے پاس بھی کھنڈ اور اور ہی تھا۔ خابیر سے اپنے تئیں وہ لوگ اپنے ایک گولہ کھانے پر چینیٹا کھانے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اس لیے اسے ساتھ ساتھ کھنڈ ضروری سمجھا ہوا اور کسی ایک شخص کے پاس یہ روم اور کھنڈ کا ہی موجود ہو گا۔ اسنے کے سامنے میں اپنی برتری کو کھوس کر کے اس نے فرش پر چڑے سے ہی اندھا دھند قاتلین شروع کر دی۔ دونوں خطرناک کھو کے وہاں سے نکلنے والی دیکھنے لگا۔ ان دونوں گولیوں نے بھینڈوں میں لپٹا بنا دیا اور اس نے اپنی گولہ گری کر کے کھنڈ کھیل کے پیچھے چھلنا تو اسے وہ لٹوئیں اپنے ہی خون میں لپٹ پت آخری ساتھی سمیٹنے دکھائی دیے۔ ایک نظر میں ان چہرے کے چھوڑ کر موت کا چھین کر لینے کے بعد وہ اپنی طرف لپٹا تو اسے سلو نے وہ کے آخری سر سے پر موجود بیڑیوں سے لپٹے اترتا دکھائی دیا۔ اپنے قاتلوں سے نکلنے ہوئے اس نے باہر سے بھی قاتلین کی آواز سنئی تھی چنانچہ جب سلو کے سامنے ہی سے چھلنے چہرے کو دیکھا تو یہ سمجھنے میں دیر نہیں گئی کہ وہ اپنے قاتلوں سے نکلنے کے بعد چھت پر چھل گیا ہو گا۔ میں گینت سے مرکزی قمارت ڈرا کا قائل ہے مٹی چنانچہ جب گارڈز نے قاتلین کی آواز سن کر اندر کارخانہ کیا ہو گا تو انکس بگالک ہاں ہو گا۔ اتنی مہلت چھیننے کی ہی بھرتی رکھنے والے سلو کے لیے کافی تھی۔ اس نے چھت پر سے ہی ان دونوں کو کھنڈ بنا کر ان کا کام ختم کر دیا ہو گا۔

"اب یہاں سے لٹا چاہیے اور ت قاتلین کی آواز سن کر کوئی نہ کوئی نہیں کوٹھر سے لگے گا۔" اس کے چہرے پر ٹھہر چڑتے ہی سلو نے کہا۔ "ہاں چھلنے ہیں لیکن اس سے پہلے میں کچھ اور کرنا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کر دو کہ میں بے ہوش لڑکی کو لے کر کسی ایک گاڑی میں چھوڑ دوں۔ میں ابھی آتا ہوں۔" اس نے سلو کو ہدایت دی تو وہ وہاں سے لٹا ہوا پہلے اس کمرے میں گیا جہاں

کھانا

کروائی۔

”ہوں... ٹھیک ہے، ابھی تو چلتے رہے۔“
”یہ گاڑی چھوڑ دوں گے۔“ شہریار نے اسے جواب
برابر میں سے ہوش پڑی لڑکی کو ہوش میں لانے کے لیے
کہنے لگا۔ وہاں سے فرار ہوتے ہوئے وہ کھلی
بیٹھائی اس لیے تھا کہ لڑکی کو کوئی بندہ دست کر سکے
وہ لڑکی کو ہوش کے بھرہ ہوش میں آگئی۔

”تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟“ ہوش میں آئی
خود گاڑی میں دیکھ کر اس نے خوف زدہ کی طرح
”میں تمہیں نہیں لے جا رہے۔ میں یہاں
تہنہاری منظوری کو دیکھتے ہوئے ہم نے تمہاری جان
دی ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں لے لیا گیا۔“

”تمہیں کی بات ہے؟“ وہ لڑکی نے کہا۔
”نہیں جانتیں۔“ اس نے ہاتھ سے لے کر لڑکی کے
”اب رہا اور پھر اسے لے لیا۔“ لڑکی نے کہا۔
”سلو نے اس کے جسم کی تھاپ لی اور صرف ہرگز
آنے والے ہیں اسباب کے قریب گیا۔“ لڑکی نے کہا۔

”اترو اور اپنے گھر جا کر خود کو سنبھالنے کی
”شہریار نے لڑکی سے کہا تو وہ چلی گئی۔
”سٹیٹ لے لیا۔“ لڑکی نے کہا۔
”اس کی بے یقینی کا اندازہ
سے لگا لگا جا سکتا تھا کہ اس نے پہلے اترو کے
”شہریار نے اسے اپنے دل میں احزاف کیا کہ وہ نکل
تھا کہ اس اسباب پر اس کے سوا کہ لڑکی کے
دوسری طرف جانے لگی۔ شہریار نے خود ہی ہاتھ
دور اندازہ بند کیا اور سٹاپ کیا۔ پارک گاڑی کو حرکت میں
لیکن ابھی گاڑی چلتی ہی تھی کہ وہاں ایک ٹھیکہ
”شہریار نے بے ساختہ ہی گردن موڑ کر دیکھی
دیکھا۔ ان کے پیچھے ٹھیکہ رکھنے کا تھا اور لوگ
ہر ایک جانب جا رہے تھے۔

”اوہ مرئی۔“ لڑکی نے اسے روک ڈالا۔
”یک اور مرد میں پہلی ہی لڑکی کو دیکھ رہا تھا اس لیے
یہ سب اسے اسے سمجھ رہا تھا۔ اس نے
”میں کہ وہ مشہور رہ گیا۔ ابھی چند ہی
”سب اس نے لڑکی کو اس کی جان بخشی کا مزہ
جو کاتب فقہ نے اس کے پیچھے پر عیوب
”انسان کی سب سے زیادہ انتہائی ہونا بہت کر دیا تھا۔
”تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ وہ مرئی ہے۔“

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔
”میں نے خود اسے اسے روک ڈالا۔

... وہ ہوائی دھولوں اور لوہیوں کی تیار شدہ جام تھا چلا تھا اور اب اپنے لیے جام تیار کر رہا تھا۔

"مسئلہ ہے پاکستان سے تعلق رکھنے والے چودھری انکار عالم شاہ کا۔ ہم نے اس بندے کو بچھڑا کر کے آپ کے حوالے کیا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ اس کی وجہ سے آپ پاکستان میں کس قدر اہم کامیابیاں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ آپ لوگوں کی طرف سے اس بندے کو مناسب طریقے سے فریٹ نہیں کیا جا رہا۔" اس نے اپنا نکتہ نظر پیش کیا۔

"تم یہ نہیں سمجھ سکتیں کہ اسے وہ لے لو لے لارہے کی طرح ہے جسے میں بالکل صحیح طریقے سے فریٹ کر رہا ہوں۔ اگر تمہارے کہنے پر میں نے اسے اٹھل دی تو وہ ہمارے سر چڑھ جائے گا۔" چٹا کے چہانے اٹھانے لگی سے اس بات کا جواب دیا۔

"میں آپ کو کوئی الزام نہیں دیتا چاہتی مگر انہیں آپ مشرق کے لیے الی الی نفسیات کو مجھ سے باہر نہیں نکھٹے۔ وہ تو جی طور پر اپنی کڑواہوں کی وجہ سے آپ کے پریش میں آ گیا ہے لیکن کسی بھی دن اس کی بجلی ہوئی اتنا اچانک ہی پوری طاقت سے بیچارہ ہو جائے گی اور تیرہ جہازیں بربادی کی صورت میں بھی گل ملتا ہے۔ آپ خود نہیں کہہ سکتے ہیں کہ ان کے کھیلوں کے علاوہ وہاں کتنے کام جہازیں رکھے تھے۔ اب اگر وہ بچھڑ کرے اور صرف ان کھیلوں کے منتظر ہی اپنی گورنمنٹ کو بنا دے تو ہماری کئی منت اور سرمایہ ضائع چلا جائے گا۔" انہوں نے لہجہ کو مزہا بنا کر کہا لیکن اٹھاسے اب پھر اپنی بات کئی جگہ لگائی۔

"وہ لاپرواہی بڑھ چلا کہ اس کی حرکت نہیں کر سکتا۔" اٹھاسے نے نفرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کے پاس ایسی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ اپنی بجلی جانے والی اتنا بحال کرنے کے لیے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتا ہے۔" انہوں نے ہلکے ہلکے اس سے انکشاف کیا۔ اس کے ساتھ آنے والے ایچ ڈی اے لوبٹ بالکل خاموش تھا۔ یہاں آنے سے قبل ہی ان کے درمیان بیٹے ہو چکا تھا کہ انہوں نے اس معاملے کو بینک کے اختتام پر اٹھانے کی لیکن وہ اس بحث میں حصہ نہیں لے سکا۔

"تمہاری ان باتوں کا مقصد کیا ہے؟ کیا تم چاہتی ہو کہ میں اس ڈسٹری میں کوئی نیا سہارا بن جاؤں؟" یہ بات چاہتے ہوئے اٹھا کے لہجے میں چودھری کے لیے بے پناہ طاقت تھی۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔ میں میں یہ چاہتی ہوں کہ بھروسہ پر فریٹ کیا جائے۔"

"تم اپنی بات کی ذمہ داری نہ کرو۔" اس نے اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"میں یہ اپنی باتوں کو دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ فریٹ کر لے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اسے یہ اختیار ہوگا کہ وہ اپنے لیے اہم ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو اسے وہی والی رقم میں بھی اضافہ کرنا ہوگا۔ ہمارے لیے کام کرنے اس کے لیے سب سے بڑی کوشش ہی تھی کہ ہم اسے کافی بڑی رقم دے رہے تھے۔ لاپرواہی آدمی کو دولت سے محروم کر دینا اپنی پوری صلاحیتوں کو بڑھانے کا کارڈ کرنا کہہ سکتے ہیں۔ اٹھاسے نے بڑے بڑے منہ سے ہانپنے کے لیے اس نے اپنی بات مکمل کی اور کہیں بھی اپنے لیے کسی تضحیی نہ آنے دی۔ مہیبت کے استعارے بے شک ہوسکتے تھے کام کرنے کے لیے وہ چاہتی تھی کہ اسے لوگوں کے لیے ضرور اچھا ہوتے ہیں اور اس سے بڑے کسی کی صورت میں نہیں کہیں اور کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ ان کے لیے سب سے بڑے خطرہ تو ان کا گانا تھا۔ امر باقی تھا جس سے تو ہرگز ہرگز مسئلہ کرنے سے باہر وہ بہت چالاک سی صاحبزادیوں کی لٹ میں بچا کر کے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔

"میں انہوں کی بات متحمل ہے۔ واقعی وہ ہمارے لیے اہم ہے۔ کوشش کرو کہ اس سے بچاؤ ہو۔" اٹھاسے نے کہا اور اس کے لیے تو اس کی حشری اور اسے ہوں۔ اپنی توجہ لوگوں اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں۔" اٹھاسے نے اپنے ساتھ بیٹھے اٹھا سے کہا ہے کہ وہ اپنی جگہ پر پہلو بٹھانے کے لیے اور بچھڑ کر گا۔ چھوٹے سے اشارے سے وہ ہونے لگا۔ یاد رہے چاہا تو اس کے مقابلے میں تنظیم سے پرانی وہی وجہ سے ذرا زیادہ اہمیت حاصل تھی اس لیے وہ اسے اختلاف کو غیر مناسب سمجھتا تھا۔

"ابھی کہو اسے انہیں بھیج دو۔" منی میں ایک ٹھنکے اشک سے ہمیں کاروباری معاملات لے کر آئے ہیں۔ معاملات چودھری کے اریٹھے ملے ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ کیوں انہوں نے خیال میں چودھری اس بات پر غور کیا تھا کہ "انہوں کو ضرور دینے ہوتے ہیں۔" اٹھاسے نے کہا اور اسے جواب دیا۔

"پانچل خوش ہوگا۔ اگر اسے رقم کے علاوہ کوئی اور اختیاری کی چیز ہو تو اس کا چلو بھی دیکھا جائے تو وہ لاپرواہی نے اپنی بات کے اختتام پر ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اس نے

خود اپنے من کے ذریعہ ہی اب تک چودھری کو قابو میں رکھا ہوا تھا۔ اس لیے یہ بات بھولنے سے کہنے میں اسے حساب لگنی کہ چودھری تو کتنی چھروں اور جھوسوں کے ذریعے خوش کیا جا سکتا ہے۔

"نیک ہے، یہ تو کوئی مسئلہ نہیں۔ اس کا بندہ بہت زیادہ آرام سے کر دے گا۔" چٹا نے عین دن وہ تو اٹھا کے دل میں یہ جھوٹے کھوکھو کے ہاتھوں کی یہ بیٹھے لڑکھو اور اصول میں اختتام پذیر ہو گئی۔ لہذا انہوں کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوئی تو اس کے چہرے پر ہر طرف سے مسکراہٹ تھی۔ اس نے اپنے چودھری اہم نہیں تھا لیکن اٹھاسے کو تو اس کی کئی کئی بار اس کے علاوہ ضروری تھا کہ وہ کئی ہی اہم سی دیکھیں سو سارا کی بڑی ترستی کو تسلیم کرنا ہوگا۔ آگے اٹھا چودھری سے کس طرح کا نتیجہ۔ یہاں کا مسئلہ تھا۔ خود اس کے لیے تو اس اپنی اپنی ہی کامیابی کافی تھی۔

☆☆☆

میر نے سرسری نظروں سے اپنے ملاکائی کا جائزہ لیا۔ وہ اٹھنے لگا کہ وہ کاروبار دست چڑھے وہاں آئی تھا لیکن ان کے سامنے سو اب بچھا ہوا تھا۔

"تم میرے لیے کیا جگہ کر کے ہو سکتا ہو؟"

"جہ آپ کچھ کریں میرا میں اپنے گھر والوں سے ملنے بندھا ہوا تھا۔" ذیشان صاحب سے میری بات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں یہاں ہوں تو آپ سے مل لوں۔ آپ کو کسی معافت میں میرے جیسے آدمی کی ضرورت ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں آپ کو تو بڑا صاحب کی جگہ نہیں ہوں اس لیے اب آپ مجھے اپنا خادم سمجھیں۔ شہزادہ صاحب نے ایک اداری میرے اٹھنے سے بڑی جاتی جاتی تھی۔ میں نے اس انسان کے بدلے اپنی پوری جہالت ان کے نام کو دئی ہے۔ جب بھی میں انہوں نے مجھے کسی کام سے باز کر دیا تو فوراً خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اٹھاسے نہیں سمجھ سکتی دے۔ کچھ بچیں تو ان کی حالت کا سوچ کر دل بڑا کڑوا ہے۔" اس نے گھبرائے ہوئے ہونے لگا اور میں آڈرو ہو گیا۔ اس نے اپنی ساری ذمہ داری ایک ہاتھ پر سنبھالی اور اس کے لیے خیر کر دئی کرتے ہوئے کڑواہی لگائی لیکن شہزادہ کو وہ اتنا کچھ سمجھتا تھا اس لیے اس سے خصوصی محبت رکھتا تھا۔ ساری دنیا کی طرف اسے بھی عجیب معلوم تھا کہ ایک عورت کا ہاتھ بڑھانے کے بعد شہزادہ ہسپتال میں کوہنے کی حالت میں پڑا ہوا ہے۔ یہ شہزادہ کی کھلی کھلی تھی۔ اس نے پہلے ہی جگہ کو ذیشان سے مخاطب کر دیا کہ اسے

جہالت کر دئی تھی کہ وہ ذمہ داری ذیشان کی مدد کرے۔ اب تک ایسی نوبت نہیں آئی تھی لیکن چودھری کے ہاتھوں ہونے والے طوائف کے لیے کی پیش کر کے ہونے سمیر کو کسی مددگار کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ مفاد میں ذیشان کوئی پریشانی کی بات نہیں تھی لیکن وہ ضرور حالات میں اسے ملی اہل انڈیا کرنا لاپرواہی رکھا جا رہا تھا۔ شہزادہ کی ہمیشہ مثال دوسرا اٹھیں بندہ مہمانان تھا لیکن وہ دوسری امور کی حد تک ہی مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ کرنے بھرنے والے معاملات میں مدد کرنا اس شریف آدمی کے لیے کی بات نہیں تھی۔ ایک تجربہ انہیں چاہی میں شہزادہ کا ساتھ دینا تھا وہ لاپرواہی میں بیٹھ کر تھا لیکن اس کے خاندان کے پیچھے ترقی کا جذبہ زیادہ کارفرما رہا تھا اس لیے اب بھی اس پر اس ایک حد تک ہی اکتفا کیا جا سکتا تھا چاہے اب جو یہاں تھا اور اسے سمیر کی مدد کرنی تھی۔

"شہزادہ صاحب جیسے شخص آدمی کی حالت پر تو مجھے بھی دلی افسوس ہے لیکن جب میں ان کے تم جیسے جاننے والے دیکھتا ہوں تو مجھ میں ہونے لگتا ہے کہ انہوں نے وہ ایک دن ضرور کوئی سے باہر آ جائیں گے کیونکہ ان کے ساتھ ایک نہیں ہے ہمارا دعا لگتی ہے۔" اس نے جگہ کی باتیں میں خود بھی چند منٹوں کے لیے ہلکا بھلے ہوئے کام کی بات بکھاری۔

"نیکر ذیشان کا کہنا ہے کہ شہزادہ صاحب نے جس جگہ میں خود کو لٹ کر رکھا تھا تم بھی اس کا ایک حصہ تھے اس لیے اس بات سے بے اطمینان واقف ہو کر جن لوگوں سے یہ جگہ لڑی جا رہی تھی اس میں ایک فرد چودھری انکار عالم شاہ بھی ہے۔"

"پانچل میرا ایک شہزادہ صاحب کے کہنے پر میں نے کئی بار چودھری کو اچھا خاصا سبق بھی سکھایا تھا۔" جگہ نور اہل پڑا۔

"چودھری بڑی ذمیت بھرتا ہے۔ چھوٹے سونے سنی اس پر اثر نہیں کرتے۔ دولت اور طاقت کے نئے میں وہ دوسروں کو انسان نکھٹے کے لیے ہی تیار نہیں ہے۔ اب بھی اس نے ایک طوائف پر بڑا غم ڈھالا ہے۔ وہ پہلے چھوٹی جوان عورت تھی اور چودھری نے ہار دئی اسے گل کر ڈالا۔ یہ واقعہ کتنی اس روز دکھائی آیا ہے جب آپاد میں میں ملایا گیا تھا اور عورت کی روایت کے مطابق چودھری نے اپنی ہار اپنے خاص مہمانوں کی دل لگائی کے لیے جس رات عورتی میں ہی ظہیر سے ہوئے تھے۔ خواہ انہوں کے ایک گروپ کو وہاں بلا رکھا

تھا۔ سوت کا پکارا ہونے والی لڑکی کو چوہری کی خدمت میں
 پیش کیا گیا تھا اور حقی طور پر وہ اسی کے نقشہ کا پکارا ہو کر اپنی
 جان سے گئی۔ لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ چوہری نے جاپان
 کے ساتھ سازگار کرنی اور اس کے پاس کو ہوا دیا گیا۔ جس نے
 کافی کوشش کر کے یہ مقصود کر لیا ہے کہ مرنے والی طوائف کا
 ایک چھوٹا بھائی بھی ہے جو کھسے پر خلف خدات انجام دیتا
 ہے۔ اگر کسی طرف اس لڑکے کو اس بات پر راضی کر لیا جائے
 کہ وہ اپنی سکن کے قاتل کے خلاف رپورٹ درج کروائے
 اور اس کی قبر کھائی کر کے پست مار لینی اور خواست کرے تو
 ہزارے لپے چوہری پر ہوا ڈالنا آسان ہو جائے گا۔ میرا
 مسئلہ یہ ہے کہ میں خود اس معاملے میں سامنے نہیں آتا چاہتا
 اور خود چوہری سے دوستانہ تعلقات رکھنا چاہتا ہوں اس لیے
 اس لڑکے تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی
 مدد و کار ہے جسے میرے حوالے سے شناخت نہ کیا جا
 سکے۔۔۔ اور وہ اتنا ہی دور ہو کہ خطر و محسوس کرنے کے باوجود
 کوٹھے پر جانے کے لیے تیار ہو جائے۔ مجھ کو بیان کے
 مطابق تم اس کام کے لیے ایک موزوں آدمی ہو۔ وہ ان کا نام
 تک پہنچ گیا تو تمہارا کام ختم ہو جائے گا اور ہم ایک ایجنسی او
 کی مدد سے ہائی کلاس کام کروا سکتے ہیں۔" فیبر نے اسے
 ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔

"اگر ایسا ہے تو میں سیدھا سیدھا اس لڑکے کو آواز کروا
 لیتا ہوں۔ میں کہوں گا تو میرے آدمی اسے ان ہاؤس سے بھی
 کوٹھے سے اٹھا کر لے آئیں گے۔" لہنگا نے سوچ بچھ کوشش
 دیتے ہوئے دعوتی کیا۔

"نہیں، ایسا نہیں کرتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ بیچ بھار
 چارے کی اور کس بھی نہ جان ہو جانے گا کیونکہ وہ لوگ
 بھی نہیں گے کہ لڑکے کو زبردستی یہ سب کرنے پر مجبور کیا جا رہا
 ہے۔ تمہیں کچھ ایسا کرنا ہوگا کہ وہ لڑکا راضی خوشی تمہارے
 ساتھ آنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اس کے لیے تمہیں اس شہر
 جانا پڑے گا جہاں اس طوائف کو کھڑا ہے۔ تم کو کھسے پر دو تین
 بار چاکر کھٹوں میں شریک کرو اور کوشش کرو کہ لڑکا تمہاری
 صورت سے آشنا ہو جائے۔ اس کے بعد کوٹھے کی گمرانی
 کروانا اور لڑکے کے کسی کام سے باہر نکلنے کی صورت میں اس
 سے اچانک کھینچ لیا جانا۔ لیکن وہ مناسب وقت ہوگا جب تم
 اسے ٹول بھی سکو گے اور اپنے ساتھ راضی خوشی چلنے پر آمادہ
 کرو گے۔" لہنگا کی تجویز رو کر تے ہوئے اس نے اسے
 منسوب سے آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے، میرا میں کچھ تھا۔ آپ مجھے کوٹھے کا پتہ اور

لڑکے کا نام وغیرہ بتادیں۔ باقی کام میں خود کچھ کر لوں گا۔ میں
 فوراً اس کی بات سمجھ گیا تو وہ اسے ان تصدیقات سے آگاہ
 کرنے لگا جو اس کام کے لیے اسے درکار تھیں۔ چوہری کی
 اور اہمیاں کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس
 کام کو ہی انجام دینا ہے۔

وہ تینوں جاگت سانس میں بیہوش تھے اور جاگت
 تریک سے بہت کرگھاس کے ایک قیلے پر اس طرح لیٹے
 ہوئے تھے جیسے جاگت کر کے تھک چکے ہوں اور کچھ
 بونٹی بند کر سکتا ہوں گے۔ کپ شپ لگا رہے ہوں۔
 حقیقت اس کے بالکل برعکاس تھی۔ اس وقت وہ تینوں ایک
 نہایت اہم معاملے پر گفتگو کرنے کے لیے بکھارے تھے۔
 بیٹھ کے لیے پارک کے اس سٹیشن کو شے کا کتاب اس
 لیے لیا گیا تھا کہ کسی ہوش کے بند کمرے میں ہونے والی گفتگو
 کے ایک آڈٹ نہ ہونے کا یقین ہوا اور وہ اس کا ہے۔

ان تین افراد میں سے ہوشیار پارادو سوتھے تھے۔ پتہ
 مقامی ایجنٹ کلام تھا۔ شہر کا اور سٹل کے بیچ گزشتہ روز کے
 مقابلے میں خاصے خلف تھے اور ان تہذیبی کے لیے ان کی
 کئی باتوں میں کرا حاصل کرنے سے پہلے خاصے خلف کو
 چینی تھی۔ اپنے مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے شہر کی
 تین مختلف پارٹس میں سے کام لیا تھا۔ ان کے طریقوں میں
 بالوں کی رنگت اور انسان کی تہذیبی کے علاوہ بڑے ہونے
 شہر کو لڑنے کٹ میں تبدیل کر دینے سے خاصا فرق چلا تھا۔
 اس کے علاوہ انہوں نے ایک تہہ کے کانٹیکٹس میں شہر کو
 بھی آگھوں میں لگا لیے تھے اور اور مشکل تھا کہ کوئی خطی
 میں انہیں اس حیثیت سے شناخت کر پاتا کہ وہ وہی تھا۔
 کے ایک ٹھکانے پر قبو تھے۔ طریقوں کی تہذیبی کے ساتھ
 انہوں نے ایک بی لائسنس میں رکھے ہوئے سٹے کھائی
 کا کھانا بھی حاصل کر لیے تھے اور اپنے لیے کھانا
 جوتے بھی۔ اس سٹیلے میں دہلی میں ملنے والے ان کے
 مددگاروں کے فراہم کردہ کریمٹ کارڈ نے بہت مدد دی تھی
 اور وہ آرام سے فریج کرتے چلے گئے تھے۔ ہر طرف سے
 مطمئن ہونے کے بعد انہوں نے ایک بونٹی کارڈ کا قیام
 وہاں رات آرام سے گزارنے کے علاوہ اس بات کا کچھ
 بندوبست کر لیا تھا کہ کلام سے ایک ملاقات ہو جائے۔

"آپ لوگ کہاں خاص تھے؟ میں انکار کر گیا
 کہ آپ لوگ مجھ سے رابطہ کریں گے لیکن آپ کی کوئی
 ہی نہیں تھی۔ آپ نے مجھے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ آپ لوگ

سب تک نہیں ہونے لگا اس لیے میں اپنے طور پر بھی آپ کی کوئی خبر نہیں لے سکا اور آج انتہائی خراب حالات کے باوجود آپ سے ملنے کے لیے تیار ہو گیا۔

”ہم ایک ناگہانی مصیبت میں پھنس گئے تھے دوست... لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم نے حالات کی فریابی کا ذکر کیا کیا ہے؟ ہم سب کا ہونے سے انہد ویکہ کر گئے تھے اور اخبار میں اسکی کوئی خبر بھی نہیں تھی۔ اسے جواب دینے کی ذمہ داری شہزاد نے بھائی جگہ سلوٹر پر سہ گھر سے پینا کا کھانا کھانے کے لیے کہا اس پر ہم روز آج ہو گیا۔“

”حالات عام لوگوں کے لیے فیک ہیں لیکن ہم جیسے لوگوں کے لیے تھوڑے سا ناک۔ آپ نے اخبار میں سادھ کے ملائے میں ایک سرکاری عمارت کے بیٹے کی خبر ضرور پڑھی ہوگی؟“

”ہاں پڑھی تھی۔ خبر کے مطابق آگ شادرت حرکت کی وجہ سے لگی تھی جس کے نتیجے میں دفتر کا سارا عملہ اور سامان جل کر رہا ہو گئے۔“ کام کی بات نے اسے تھوڑا سا چنگھا ضرور لیکن اس نے اپنے خاثرات سے ہاتھ کاٹ نہیں ہونے دیا۔

”یہ صرف میڈیا کوئی جاننے والی برادری ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عمارت کی عام سرکاری دفتر کی نہیں بلکہ کام کی طبیعت کی اور کل وہاں سے لائٹنگ کی خاموشی آواز پر سنی گئی تھی۔ وہاں جتنی بلا تھی ہوئی تھی، کوئی بھی آگ میں چلنے کی وجہ سے نہیں ہرگز وہ سادھ کے سادھ سے پہلے ہی کسی نہ کسی طور ہلاک کر دیے گئے تھے۔ بعد میں ان کی لاشیں مل کر نکالی ہوئیں۔ مجھے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق اس وقت عمارت میں موجود افراد میں سے صرف ایک جانشینی ہی لڑکی وہاں تھی جس مری ہلکے بھگدو پر ہوا ایک دو ایک پھینٹ میں ماری تھی۔ اس حادثے کے ملکی شاہدین کے مطابق جتنی کوئی حادثے سے بچا ہے وہ پہلے ایک سرنگ گاڑی سے اس اسٹاپ پر اترتے دیکھا گیا تھا اور اہم بات یہ ہے کہ وہ سرنگ گاڑی راہ کی طبیعت تھی جسے لائٹنگ کے بعد آگ پھیلنے سے کوئی ٹھہر گیا اس عمارت سے نکلے دیکھا گیا تھا۔ کار کے شیشے سیاہ تھے اس لیے دیکھنے والوں کو یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ اس میں کون اور کتنے لوگ سوار ہیں۔ وہ گاڑی بھی بعد میں ایک شاہک گاڑی کی پارکنگ میں کھڑی مل گئی تھی لیکن وہاں نصب کیمروں نے بھی صرف اتنا دکھایا کہ اس

میں وہ افراد سوار تھے۔ فاصلے کی وجہ سے میں ان کی تصویر نہیں آسکی۔ البتہ مجھے تک لائے ڈرتے ڈرتے آئی ہے کہ بیٹے والے را کے اس ٹھکانے پر بگھڑے تھے اور پھر سارا اٹھی کا کھانا کھرا ہے۔ اب آپ کو اندازہ کر سکتے ہیں کہ را والے اس وقت کتنا ہی ہلکا ہونے لگے۔ ایک طرف ہیں کے ساتھ اور دوسری طرف وہ اپنی بیٹی انفرادی طور پر ساتھ ایک اہم ٹھکانے سے بھی غروم ہو گئے۔ اس وقت سولہواں کی روٹی تھی، میں سمجھتا تھا کہ یہ سادھ کے سادھ سے غر میں ان دونوں افراد کی بھروسے ہوں گے اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کو بھی تھوڑا سا ہلکا ہلکا کے خیال میں ان کے درمیان ہوتے تھے۔ میری ایک تک بگھڑے گھ سے پاک رہی ہے لیکن بگھڑے کہ میں کب ان کی نظر میں آجائوں۔ اس وقت کے جتنی نظر آج تملہ رہا تھا جانتا تھا لیکن آپ سے اس سے انکار نہیں تھا جتنا چاہتے تھے تھوڑا سا یہاں چلا آیا۔“ اس نے پوری صورت حال بیان کی اور کہا کہ اس نے اپنی سورت حال کھلے ہاتھ سے دیکھی تھی۔

”دوسری طرف وہ اپنی بیٹی انفرادی طور پر ساتھ ایک اہم ٹھکانے سے بھی غروم ہو گئے۔ اس وقت سولہواں کی روٹی تھی، میں سمجھتا تھا کہ یہ سادھ کے سادھ سے غر میں ان دونوں افراد کی بھروسے ہوں گے اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کو بھی تھوڑا سا ہلکا ہلکا کے خیال میں ان کے درمیان ہوتے تھے۔ میری ایک تک بگھڑے گھ سے پاک رہی ہے لیکن بگھڑے کہ میں کب ان کی نظر میں آجائوں۔ اس وقت کے جتنی نظر آج تملہ رہا تھا جانتا تھا لیکن آپ سے اس سے انکار نہیں تھا جتنا چاہتے تھے تھوڑا سا یہاں چلا آیا۔“ اس نے پوری صورت حال بیان کی اور کہا کہ اس نے اپنی سورت حال کھلے ہاتھ سے دیکھی تھی۔

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔ ”تمہارے خیال میں ان حالات میں کیا ہوگا؟“ انہوں نے کہا۔ ”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

”میں یہاں تھوڑا سا ہلکا ہلکا سے جواب دیا تو شہزاد نے ہاتھ پھر مری لگے تھے۔“

مستعد سے بھی نہیں۔ ۱۷۰۰ دوسرے اس کے لیے کام کرنے والی لڑکیوں میں سے کسی کو بھی بچہ اس وقت سے نہیں نکھرا لایا جا تا۔ میری اہلیہ نے بھی یہاں راست طاقت نہیں ہوئی لیکن میرے ایک ساتھی کے اس سے حرام لہجہ میں کی وجہ سے میں یہ جانتا ہوں کہ جہوستان میں پیدا ہونے کے باوجود وہ پاکستان کے لیے اپنے دل میں خاصا نرم گوشہ رکھتا ہے۔ شاید اس کی اسی اور کی وجہ سے اندونیشیہ کی اہلیہ اس کے بارے میں سن کر کسی تک بھر رہی تھی۔ اس مقصد کے لیے اس نے اشوک کے ٹیکٹ میں شمولیت اس لیے اختیار کی ہوئی کہ اگر بھائی جی کے خاص آدمی سے حرام پر مباح کر معصومات حاصل کرنے کی کوشش میں۔ بھی اسی ہی اصلیت تک کی زد میں آج بھی جاتے تو وہ لوگ زیادہ سے زیادہ اسے اشوک گروپ کی جاسوس سمجھیں اور اس کی اصلیت چھپ جائے۔ "کلام کا تجربہ پر دلیل تھا اس لیے اسے اس سے احتیاط کرتا پڑا۔"

"واکھی وہ بڑی عیار تھی اور بہت خوبی سے اپنا کام انجام دے رہی تھی۔"

"لیکن آپ کے سامنے تو اس کی ساری عیاری دھری رہ گئی اور دنیا سے جاتے جاتے وہ اپنے کئی ساتھیوں کی جانیں بھی ساتھ لے گئی۔" کلام نے برجستگی سے جھرو کیا تو وہ کھلا مسکرا کر رہ گیا۔

"اچھا تو پھر مجھے اجازت دیجیے۔ معمول کے مطابق میں پریم ناٹھ پر نظر رکھوں گا اور اس کے انوکھی کارروائی اسی طرح کی جانے کی جیسے ہم پہلے لے کر چکے ہیں۔ لیکن تارستان کا سین ہم حالات کو دیکھنے کے بعد کر رہی گے۔" اس نے ان لوگوں سے رخصت چاہی۔

"تو ایک نظر اس مجھ پر بھی ڈال لیتا جو تمہارے ساتھ لگ کر یہاں تک آیا ہے۔" پوری ہنسنے کے دوران مخالفت نہ کرنے والے سونے اچانک آٹھس کھول کر کہا تو کلام بڑی طرح اچکل پڑا۔

"کون... کون میرے پیچھے آیا ہے؟"

"وہ جو اور کھٹا پر بیٹھا پھرا رہتا ہے پھر وہ کو بچہ رہا ہے لیکن اصل میں ہماری گرانی کر رہا ہے۔" سونے اسی طرح لینے لینے اگے بڑھنے سے خلیفہ سا اشارہ کیا تو کلام نے چورنگروں سے اس شخص کی طرف دیکھا۔ اسے وہ چورہ چور شاہی مٹھوس ہوا اور پھر فروری یاد آ گیا کہ آج ہی اس نے اس شخص کو اس ٹیکہ میں دیکھ تھا جہاں سے وہ اپنے لیے اہل مدنی ۱۱۱ نمبر ۱۱۱ نمبر وغیرہ خریدتا تھا۔ اس کی آنکھوں

میں شدہ پر تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ البتہ اس نے اس کے کاغذات پر قیور رکھا اور دوبارہ اس شخص کی طرف سے گریز کیا۔

"میں نے اسے تمہارے پیچھے ہی دیکھا ہوں۔" ہونے دیکھا تو لیکن اس وقت عین سے نہیں دیکھا تھا۔ عین فلو کر رہا ہے لیکن اب کافی دیر اس کا ہاتھ ہر جگہ عین ہر جگہ ہے کہ یہ تم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔" نے کئی بار اسے جہ سے سوا دل نکال کر کسی سے اس کی کوشش کرتے ہوئے بھی دیکھا ہے لیکن کسی بات تک نہیں ہوئی ہے۔ ایک بار یہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ہوا تھا اور مجھے باگھا کہ وہ یہاں جاتے کار اور کھتا ہے۔ تو کونسی کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بارہ بیچ پر چل گیا۔ ہاتھیں میں کر نہیں اٹھتا اور ہوا کہ ان کی ہنسنے کے آٹھس موز کر چڑھا سونے نام کام میں مصروف تھا۔

"مجھے باگھی اعتماد ہے۔" ہوا کہ یہ نہیں میری کر رہا ہے۔ میں جس باگھی فرسٹ ہانڈ میں رہتا ہوں۔ شہ پر اسی شہر ہوتا ہے۔ لیکن میری اس سے کسی بات بھی ہونی ہلکے سامنے کسی ایک آدمی ہوا ہو گا۔ آج ہلکے کے سامنے موجود ٹیکہ میں نظر آیا تھا۔" ایسے لگے میں یہ سب بتا دیتی تھی کہ ہم کا اتراف کر رہے ہیں۔ اس کے ہم اس سے ابھی نصت نہیں کرتے۔" شہر یار نے اس کے سامنے کوجھٹھا کر لیا۔

"تم باگل اس فرسٹ ہانڈ سے جاؤ جیسے تمہاری نہیں ہے۔ اور ہاں، یہ بتاؤ کہ تم یہاں آئے کیسے؟"

"مجھ سے پاس کار ہے۔" اس نے بتایا۔

"آؤں گلاؤں تم آگے چلو ہم بھی پیچھے آگے چلے۔" شہر یار نے اس سے کہا اور پھر ان تینوں نے آگے انداز میں مصافحہ کیا جیسے ایک دوسرے سے رخصت ہوں۔ کھٹا پر بیٹھا سوچوں والا آدمی بھی چورہ چورہ اشوک کو بھول کر کھڑا ہو گیا اور ان سے پہلے ہی پارک باہر نکلی گیا۔ ان تینوں میں سے کلام پہلے پارک گلاؤں کے دنگے کے بعد وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ وہاں میں شہر سے ہوتے تھے، وہاں پارک سے ٹوڑے اس لیے انہوں نے کسی سوار کی کا استعمال کرنے کے یہاں تک پہنچ آئے پندرہ گلاؤں پارک سے پارک انہوں نے اس لیے جھکا پڑا کہ یہاں جہاں لوگوں نے پارک کر رکھی تھی۔ فروری کلام اور وہ سوچوں

۱۰۰ اپنی گاڑی کا لاک کھول کر اس میں چلے ہوا تھا۔ عین یوں ہی بانک پر بیٹھا اس طرح تک لگا رہا تھا جیسے اس کی تشویش کے باوجود بانک اشارت نہ ہو کر وہ وہی جہاں رہا ہے۔ انہیں میں ٹھکروں کا تھانہ لگا ہوا اس کی طرف جڑ کے۔

"بات سے بھائی، بانک فرما ہے ہو گئی ہے کہا؟"

"جہر نے آگے بڑھ کر بڑے دوستانہ انداز میں اس کے سامنے ہاتھ رکھتے ہوئے بیٹھا۔

"ہاں، میں کچھ گویا کر رہی ہے۔" ایک تو وہ دونوں اس کے دائیں بائیں کھڑے تھے، اس پر سے بہا راست ہوا۔ میں نے اس لیے وہ کچھ گھبرا گیا۔

"تو ابھی کر رہی اسے سیکس پھوڑ دیں۔ ہم آج کو اپنی گاڑی میں نصت دے دیتے ہیں۔" شہر یار کی یہ کھٹک اس کے لیے بڑے بڑے دکھابھت کا سبب بنی۔

"کیسا جنت اب اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو یہاں رہ رہی ہوں۔"

"لیکن میں تو تمہاری ضرورت سے ہوں، اس لیے اب تم وہاں جاؤ گے جہاں ہم سمجھتا ہے جا رہے گے۔" اس نے سونے اس سے نصت لیا۔ اس کے لیے کئی کاٹ کے ساتھ سوچوں نے اپنے پہلو میں لوہے کی لیکن بھی ٹھوس کی اور نصت لیا۔ ہو گیا۔

"آپ کو کھانا کھا رہے ہیں؟ میں تو آپ لوگوں کو جانتا بھی نہیں۔"

"جان بیکان بھی کھا رہے تھی۔ ہم ہم سے ابھی طرح اپنا خوف نہ کر رہے تھے۔ تم نہیں ہمارے ساتھ چلا۔" سونے اپنے اس کے گنگے میں ہاتھ ڈالا جیسے وہ اس کا کوئی دروازہ کھول رہا تھا جیسے اس سے طاقت ہوتی ہو۔

"کیوں، میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔" وہ بری طرح روکا۔

"اگر تمہارے ساتھ نہیں چلاؤ گے تو پھر یہاں پر جاؤ گے۔" اس کے پہلو پر ہال کا دیو کھلا اور بڑھتا ہے اس نے بڑے تمدنیانہ لہجے میں اعلان کیا جسے سن کر سوچوں کا چہرہ باگل میں نہ ایک پڑ گیا۔

"اب اور یہ مست کرو۔ میرا یہ ساتھی کر رہا ہے اور کوئی چنانے میں زیادہ دیر نہیں لگا تا۔" اس نے شہر یار نے ہنسنے میں نصت کی۔ کھو زور پڑتی رہتے کے ساتھ وہ ٹھک بانک سے بچے اتر آیا اور ان کے اشارے پر اس طرح فروری گاڑی کی طرف بڑھ گیا اسے اٹا کرنے کے

کے لیے جا یا جا رہا ہو۔ کلام گاڑی اشارت کے ان کا شکر تھا۔ اس شخص کو ان کے ساتھ آؤ کچھ کر اس نے بھرتی سے پیچھے کے دونوں دروازے کھول دیے۔ وہ دونوں اسے اور سامان میں رکھتے ہوئے کچھ نشست پر سوار ہو گئے۔

"میری کچھ نہیں آ رہا کہ تم لوگ میرے ساتھ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ میں ایک شریف اور غرب آدمی ہوں۔ میری کسی سے کوئی دنگ نہیں ہے اور نہ ہی میرے بدلے میں کوئی نہیں بھاری تاوان لیا سکتا ہے۔" گاڑی میں چل جانے کے بعد اس نے اپنی راجستہ میں مٹکی اونچے کی کوشش کی۔

"اس کا منہ بند کر دو پار۔ میں سارے سامنے پر بھی اس نہیں سن سکتا۔" شہر یار نے ناگواری سے کہا تو سونے اس کے سر پر آئی دست بھا کر اسے بے ہوش کرنے میں لہر بھی نہیں لگایا۔

"اسے کہاں لے کر جاتا ہے میرا؟" کلام نے گاڑی پارک تک سے نکال کر وہ پڑاں میں لگی اور اب شہر یار سے پچھو رہا تھا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس ساری صورت حال پر ٹھوڑا سا نراں ہے۔

"کسی ایسی جگہ جہاں ہم اس سے ٹھوڑی سی پوچھ کچھ کر سکیں۔ اور ظاہر ہے ایسی جگہ تم ہی ہمیں پہنچا سکتے ہو۔" شہر یار نے کھو رہی تھی اس کے سوال کا جواب دیا تو وہ گردن سیدھی کر کے چورے اٹھا کر سے اور اٹھتک کرنے لگا۔

کافی طویل طرے کرنے کے بعد گاڑی مٹکی کے ایک ایسے علاقے میں داخل ہوئی جہاں غربت اور کھٹکتے نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ کھٹ ۱۰۰ ایک گیوں میں اڑتا بگرا، گندے پانی کی گلیاں اور کھٹ دھونک بچے دیکھ کر گلی سے نہیں لگتا تھا کہ وہ ہمارے کے معاشی اور اطلاق کوئی کسی ایک حصہ ہے۔ ان کی گاڑی وہاں داخل ہوئی تو کسی نے اس طرف حوجہ ہونے لگتی کسی قریب نہیں آیا۔

"یہ جگہ کچھ سا حد سبب تھی ہے۔ یہاں تو ہم کئی لوگوں کی ٹھکروں میں آ جائیں گے۔" شہر یار کو ہوں کا حال دیکھ کر تشویش ہوئی۔

"اس بندے کو ہوش میں لے آئیے۔" یہ اپنے ہی دونوں پر ہال کر مکان میں داخل ہوا تو کوئی توجہ نہیں دے گا۔ اپنے آپ کے اطمینان کے لیے جیسے ہی وہ بتاؤں کہ اس علاقے میں رہنے والے پشتر ہزار کی نہ کسی طور پر کوئی کام میں شمولیت دیتے ہیں۔ جب کھڑے، شعلیت فروری، چورہ نوسر پانچ آپ کو اس علاقے میں نہیں گے لیکن یہ سب چھوٹے مجرم

... لیکن یہاں میرے پاس ایسا انتظام نہیں ہے کہ
 اس کو پھانسی کرنے جا سکیں۔ اس کے لیے مجھے مارکیٹ سے
 کوئی بڑا سوت کیش وغیرہ خرید کر لانا پڑے گا۔"
 "ٹھیک ہے۔ تم سوت کیش لے آؤ۔ ہم یہیں رک
 کر تھہرا اور انتظار کرتے ہیں۔" شہر یار نے اس کو بیزارت دی
 اور بے چارے کو دو دو سا پلٹھر لگے راج اور سے لگ کر نے کا
 کام سونا انجام دے گا۔ سا پلٹھر لگا کر راج اور کلام نے فرام کر
 دیا اور خود فرور سوت کیش کی خریداری کے لیے روانہ ہو گیا۔
 "انکی سوت جانے کب ہمارا مقدر بن جائے جو
 مضمون نہیں ہے۔" دو دو کو بین دل کے مقام پر کوئی مار کر بیٹ
 کی خیند ملانے کے بعد سولے تہرہ کیا تو شہر یار اس سے
 انکشاف نہیں کر سکا۔

"خیر میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ ان
 سالے ہمارے جوں نے اپنی ٹریڈنگ ہی ایکنی کی ہے کہ مرنا اور
 مارنا دونوں مشکل نہیں لگتا۔ تمہارے ساتھ رو کر وطن پرستی
 وغیرہ کو بھی تمہارا سامتی پڑ چکا ہے۔ پھر یہ بھی اطمینان ہے
 کہ ادھر میں مروں گا تو ادھر تم لوگ میرے ماں باپ کا کیا حال
 رکھو گے۔ بس وہ میری ہے چوری مہلتی تمہارا ہوا جائے گی۔ بڑا
 چار کرتی ہے مجھ سے لیکن بیار کا ناپ ہے۔ کوئی اور مجھ سے اچھا
 مل گیا تو اس سے بھی کرنے لگے گی۔" وہ اپنے مخصوص انداز
 میں بول رہا تھا لیکن شہر یار کچھ گیا کہ ایک انسانی جان لینے کا
 ذمہ لیکن اس کے حواسوں پر چھارہ ہے۔ زشت روزہ کے
 ایک ٹھکانے پر بھی انہوں نے نئی کوئی کوہوت کی خیند ملایا تھا
 لیکن اس وقت وہ اپنی جان بچا کر بھاگنے کے چکر میں تھے
 اس لیے وہ کل وہ عمارت گری لائی تھی۔ اس وقت جس شخص کو
 بڑا دک کیا تھا وہ ایک چھوٹا مجرم تھا۔ شاید اسی لیے اسے مار کر
 وہ خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا۔

"اچھی ٹینشن مت لو۔ اگر ہم اس شخص کو چھوڑ دیتے تو
 کل یہ ہمارے لیے موت کا پرہانہ بن جاتا۔ یہ کلام سے اچھی
 طرح واقف تھا اور ظاہر ہے کلام کے ڈر رہتے ہمارا کھونٹ لگانا
 زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔ اس لیے اسے قسم کھانا ہماری مجبوری
 تھی۔" شہر یار نے اس کا شانہ چھتیا کر اسے تسلی دی۔
 "میں ٹینشن دیکھنے لینے والا آدمی نہیں ہوں۔ بس
 ایسے ہی ایک بات بول دی تھی۔" وہ فوراً ہی اس طرف سے گیا
 اور اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ "یہ اپنے کلام
 بھلائی کی چیز نہیں بھی اچھی ہے۔ اتنے بڑا گانے لگا کر گیا
 ہے۔ میں دیکھتا ہوں کوئی ایٹھ لگنے والوں کا ٹیکیشن بھی
 ہے یا نہیں اس کے پاس۔" وہ راج اور کیر پر ایک میں رکھا

تکٹیشن چیک کرنے لگا۔ پھر شاید اپنے مطلب سے
 راج اور کیر گیا تو اس پر راج اور کیر کے اسے تھہرا کر
 خاموشی کے اس گھیل سے دو تھے میں انہوں نے
 کاڑیوں کے ساڑن سے۔ دونوں ہی اپنی طرف سے
 گئے۔ آواز میں زیادہ دور سے نہیں آ رہی تھیں۔
 تھا کہ کاڑیوں کا رخ اپنی طرف ہے۔ وہ دوسرے
 آوازوں کو سنتے تھے جو چند گھنٹوں میں ہی آتی تھیں۔
 تھیں کہ انہیں اپنے کان سنتا ہے تمہوں ہوتے تھے
 ان دونوں ہی نے ایک دوسرے کی طرف سولے گھنٹوں
 بہت دیکھا۔ دونوں ہی کے چہرے پر کئی سوالی تھے
 کسی کو ان سے بارے میں کوئی سن کن میں تھی؟ کیا
 نے دو دو کا قتل ہوتے دیکھ لیا تھا؟ کیا وہ نے ان سے
 بیانی کی تھی اور ان کی گرفت میں آنے سے کسی کو
 کے بارے میں آگاہ کر چکا تھا؟ ظالم جو حالت میں
 خیر نے کیا تھا۔ ایک ایک میں نہیں پھانسی تھا؟

فی الحال ان کے انہوں میں۔ جو ان سوالوں
 پر اب سینے والا کوئی نہیں تھا اور پھر سولے گھنٹوں کے
 تھے کہ چیتے چلے جا رہے تھے۔ اب تو وہ لیکن سے
 سکتے تھے کہ گاڑیاں اپنی گلی میں یا اس کے کھارے پر
 تیں۔ شہر یار نے گلی میں گھٹنے والی کھڑکی کے قریب
 آہستہ سے اس کے ہتھ کو بس اتنا کھولا کہ ڈر اس کا
 جائے۔ اس بھری سے ان نے جو پہلا چہرہ دیکھا
 سکا یہ نہیں اٹھار کا تھا۔ اس کے بعد اسے حیرت لگتی
 اگلے ہاں زحانی دے گئے۔

"دونوں قاتلوں کو قسم دیا جاتا ہے کہ ہاتھ اٹھا کر
 مکان سے باہر آ جاؤ ورنہ پچیس مکان کا دروازہ توڑ کر
 آ جائے گی۔" گلی کے کوئے پر کھڑی چہرہ پر
 میکانوں کے ذریعے اعلان کیا گیا تو ان دونوں کا
 رتوں میں اچھل پڑا اور بے ساختہ ہی ان کی کھڑکی
 آتش کی طرف گئیں۔ منہ میں کچھ اٹھا ہونے کی وجہ سے
 اس کے حلق سے اپنی زندگی کی آخری قہقہہ بھی برآمد
 تھی لیکن موت کی وہشت ان کے چہرے پر عورت
 رہتی تھی۔ اس کی خوف زدہ ہے نور انہیں چوری
 کھلی ہوئی تھیں اور ایسا لگ رہا تھا کہ وہ ہاتھ
 چل کر کے تم خود کیسے بچ سکو گے؟"

بہ نوریج و سسی حیرت اسان جاری ہے
 مزید واقعات آئندہ ملاحظہ فرمائیں

صاف رو دکھ لہنا انہیں کے لیے کوئی حقیقت نہیں۔ اس نے غور
کی سارا منصوبہ پر توجہ سے کیا۔ ان کے لیے اس منصوبے پر
عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اگر وہ اس سے تعاون
نہیں کرتے اور وہ گرفتار ہو جاتا تو لازماً ٹینک میں بھی لاش
کی لاش تھی کر دیتا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ وہ اسے بھی وہود
کے پاس بٹھاتا۔ لیکن یہ وہج انسانی خون سے ہاتھ
رنگنے کی بھی کوئی تک نہیں تھی جس کی اہلیت یہ شخص تھا کہ اس خون
سے ہر چہلے میں وہ اس شخص کی بددلی حاصل کر لیتے اور وہ
بھگتی نہ تھی ان کے کام آجاتا۔ دینے بھی بھائی تھی کے
بارے میں انہیں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں، ان کے
مطابق وہ مسلمان اور پاکستانی کا بددولت تھا۔

”تمہارا کیا نام ہے؟“ شہزاد نے اس سے دریافت
کیا۔ اس گفت و شنید کے دوران وہ فائزنگ کی آوازوں پر
بھی توجہ دے رہے تھے۔ فائزنگ کی شدت میں کمی آئی تھی
اور واضح طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی ایک گروپ پہاڑی
اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

”مہرازمیں... پر ادھر سارا لوگ اپنی بھول بھالی
بول ہے۔“ اس نے اطمینان سے بتایا۔

”ٹھیک ہے مہرازمیں... ہم تمہارے ساتھ تعاون
کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر پولیس نے تمہارا حوالہ لینا
شروع کی اور اس مکان تک پہنچتی تو تم ہی کہہ دو جو سچا دکھا
ہے۔ آگے قسمت کی بات ہوگی کہ تم اور ہم ہی جانتے ہیں یا
نہیں۔“ آخر کار شہزاد نے اسے تعاون کی یقین دہانی
کرا دی تھی۔

”قسمت کی تم گرفتار کرو قسمت کا اپنا دینی ہے۔ پہلے
بھی کئی بار موت کے منہ میں سے نکلا ہے، اب بھی اٹھا واٹھ
نکل جاتا ہے گا۔“ اس نے یقین سے کہا اور ہر کلمہ ہی موضوع
مختصر بدل گیا۔

”سابق لوگ تو بتاؤ کہ تم کون سے آجین کو تو اس ہستی کا
رہنے والا نہیں لگتا۔“ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں بہت
غور سے ان دونوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”ہم جو بھی ہیں، تمہارے لیے ہانا ضروری نہیں۔

ابھی ہم اپنی ضروری کی وجہ سے ایک دوسرے سے کوآپرینٹ
کرنے پر مجبور ہیں لیکن ایک دوسرے سے ایسا کوئی حقیقت نہیں
ہے کہ آج میں اپنے بارے میں کھٹکوں کریں۔ ہاں تم اپنی
بھلائی کے لیے ہمیں لوشا اور قہر دیکھ سکتے ہو۔“ شہزاد نے
اسے ڈرا سے مرونی سے جواب دیا اور خود اٹھ کر اس عکس
تک گیا جہاں سے باہر گئی میں بھانا ہاں سکتا تھا۔ عکس کی

قریب باقی گزراں سے پہلے ہی کی طرح یہ حد
کھڑکی کے پت میں بھری بنائی اور باہر کا مہر
فائزنگ کا سلسلہ ایک تقریباً تک چٹا اور گلی میں
والے دوڑتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

”مجھ سے خیال میں اب تمہیں ٹینک میں
چاہیے۔ پولیس نے اپنی ابتدائی کارروائی عمل کر لی ہے
یہ تیرا وہ لوگ کسی بھی وقت اور گروہ کے گروہوں کی حوالہ
کر سکتے ہیں۔“ کچھ دیر باہر کا جائزہ لینے کے بعد
مہرازمیں عرف مہرا کی طرف پھرتے ہوئے۔

”ٹھیک ہے لیکن ٹینک کا اس میں اس وقت تک
جب تک پولیس والے اور انہیں نہ ٹھکانا میں۔ اس دوران
پوری طرح ہوشیار رہوں گا۔“ اس نے اپنی آنکھوں میں
تعمیراتی آئینے لگائے اور دنگلی دستے ہاں ہو۔ وہ وہاں سے
اور اس مکان میں وارد ہونے کے بعد ایک پارٹی
ان دونوں نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھا
وہ پوری طرح تیار تھا۔

کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“ شہزاد نے یہ ارادہ
اس کی بات کا جواب دیا۔ اس کا جواب کہ مہرازمیں
جگہ سے حرکت کی اور نہایت بھاری سے ان کے حضور
اپنے چہرے میں کرایا۔ یہ یقیناً وہ وہود کوئی لاش کو
لگانے کے لیے مرے میں ایک جانب ڈال کر بیٹھے
تھے۔ مہرازمیں کی تمام تر ہوشیاری کے باوجود ان کے ہاتھ
مچھلائیں تھی کہ وہ ان ہتھیاروں تک رسائی حاصل
کا موقع نہیں لیں لیکن ان دونوں ہی کے نزدیک
موت کے حال میں اختیار کیا ہے۔ تھے اس لیے ان کے
کے لیے کسی بھی نہیں تھی۔ مہرازمیں کا سامنا اپنے
قول سے بچنے کے لیے ہاں ہی کی طرح وحشت
اور ہر ممکن احتیاط کر رہا تھا۔ اسے تو اس مرے سے بچنے

کے بعد اس نے خود ہی کن میں موجودہ ٹینک کا
اور اندر داخل ہو گیا۔ شہزاد اور اس نے اس کے چہرے
کی ضرورت نہیں تھی اور اپنی جگہ پر موجود رہ کر
جائزہ لینے لگے۔ وہ دو تین دن کے مہم پر گولی ماری
اور فروری موت واقع ہو جانے کی وجہ سے بہت نا
نہیں رہا تھا۔ جو خون لگا تھا، اس کو بھی انہوں نے اس
پہلے ہی صحت یازا کر کے ادھر ادھر پہنچے سے روک دیا تھا
نہر اتر گیا صاف تھا، ہاں چند ایک ہی خون کے
پڑے نظر آ رہے تھے۔ ان تھروں کو شہزاد نے خود

چھوڑ کر گیا۔ اس کے بعد وہ دونوں جن سے تھکے ہوئے
پہنچے۔ پولیس کھائی کے لیے اس مکان تک آئی یا نہ آئی،
وہیں بھی باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ اگر لٹھے تو فوراً پولیس
وہیں تک نہیں آجاتے۔ شہزاد نے انتظار کے ہاں مسل
یوں تیار کرتے ہوئے ایک بار پھر انہوں میں کھال کر چیک
کی۔ یہ وہی تک مسل نہیں آ رہے تھے چنانچہ وہ کلام
سمیت تین ہی شخص سے لہو نہیں کر سکتے تھے۔ یقیناً کلام کا
بھی میں مال ہوگا۔ وہوت میں خریدنے کے بعد وہاں چلنا
پہنچا۔ تھے میں پولیس کی بھاری تقریب دیکھ کر دوسری رک
میں گیا اور وہاں شہزاد بند ہونے کی وجہ سے ان سے رابطہ
نہیں کر سکا۔

انہوں نے اس کے انتظار کے کلمات ختم ہونے اور انہوں
انہوں کی شخص اور اس وقت تک سنا ہی۔ ٹینک کی
میں اس نے جو اور انہیں کھال کر چیک کیا۔ شہزاد
دورانہ سولے کے لیے یہ سنا اس کے دوران وہ سولے میں
اپنی وقت کی گروہ ٹینک کا دستہ ان کے گروہوں سے ہٹ
جاتے۔ مہرازمیں کی تقریب بھی پولیس والوں پر گہرا اثر
نہیں نے ہی طرح اور انہوں کو یہ بتایا۔

انہوں نے یہ سنا اس کے لیے انہیں کئی یہ مہاشوں کو
نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ آسانی سے جان چھوٹ جانے
پر انہوں نے پولیس والوں کی اس کھال کو کھینچنے شہزاد کے
گھونٹ کی طرح پی کر اور دورانے کو ایک بار پھر ادھر سے
بند کرنے کے بعد سولے جا کر ٹینک کا دھنسن ہٹا دیا۔ مہرا
چلک چھیننے میں باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں اپنی کن سمیت
ان دونوں کے ہتھیار بھی موجود تھے۔ وہ ہم کی دنیا کا آدمی
تھا اس لیے ہتھیار کی اہمیت کو ابھی طرح بھلتا تھا۔ اس نے
یقیناً پہلے سے ہتھیاروں کو پانی میں پھینکا۔ اسی مندی نہیں بھی
ہوئی اور یہ ملے کیا ہوگا کہ نہ گزیرہ حالات میں ہی ان کا راز
چھڑوں کا نقصان برداشت کرے گا۔ خوش قسمتی سے اس کی
نوبت ہی نہیں آئی تھی اور اس نے اپنے ساتھ ان دونوں کے
ہتھیار بھی ضائع ہونے سے بچا لیے تھے۔ وہ ٹینک سے
باہر نکلا تو وہ لوگ وہ بارہا ہی کرے میں جا بیٹھے۔ یہاں آ کر
شہزاد نے ایک بار پھر انہوں کو چیک کیا۔ ابھی تک اس پر
کتنے معمول تھے۔ یقیناً پولیس اپنی کارروائی
کھلے ہوئے سے کل میں ہاتھوں میں اٹھانے کے لیے اس
نہیں رہتی تھی۔ ان حالات میں انہیں ہاتھ دھر کر چھینے
رہنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ خود ہی لاش کو انہوں نے جان
بچھڑ کر ابھی ٹینک سے باہر نہیں لگا تھا۔ اب وہ یہ کام کلام

یہاں ہم دونوں چھائیوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔
آپ یا تو تو خود ہی لیں۔“ اس کی بدتمیزی کے باوجود
شہزاد نے اسے مزہ دینے کے لیے میں جواب دیا۔
”تو ہم نہیں کسی ہی پر تو بتا کہ تو کون ہے؟“ اس کی
آنکھوں میں ہنس بوری تھی۔

تیس تھک تیش ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی اور نہر
ہے۔ یہ تمہارے دوست مہرا کا ہے۔ وہ ہمیں جا ٹینک کے
ہاں ہے۔ اسے اپنے گھر میں لے آیا تھا اور وہاں سے لیے باہر
سنے آئے ہیں یا تھا کہ آپ لوگوں نے یہاں آپ رہنا شروع

کھڑا ہے۔ ہم لوگ یہاں نہیں آتے اور سوا بھی ہاں نہیں
آ سکا۔“ اس نے پولیس والے کو پہلے سے سوتی ہوئی کہانی
سنائی جو کہ ان کے ہم پر موجود جا ٹینک کے ہاں کی وجہ سے
حقیقت کے قریب معلوم ہوتی تھی۔
”تو یاد ہوگا نہ بن ہوئے۔ ہمیں سب معلوم ہے کہ
ادھر اس علاقے میں کوئی شریف بندہ نہیں رہتا ہے اس سے
ہمیں کسی اور سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہم بس ارجمند کے
ساتھیوں کو تلاش کر رہے ہیں۔“ وہ پولیس والے تھا اس لیے اس
کے انداز سے دھوکا کھانے کو تیار نہیں ہوا اور پوری طرح تیار
کر رکھا دیا۔

”یہ بھی دکھائی شروع کرو۔“ اس ہاں کا خطاب
اس کا اپنا سچی تھا جو فرامی حرکت میں آ گیا۔ چھوٹے سے
تقریباً خالی پتے مکان کی کھائی لینا کیا مشکل تھا۔ دونوں
نے کھوں میں کام کرنا پڑا۔ شہزاد کے خدشات کے برعکس
انہیں اندر گرنا ڈر نہ تھا۔ وہ ٹینک میں جھانکنے کا خیال بھی نہیں آیا
اور وہ اپنا کام بھگت کر دانا ہو گئے۔ جاتے جاتے اہوت
انہوں نے ان دونوں کو یہ ضرور بتایا تھا کہ وہ دونوں انہیں
فصل سے چار سو نہیں لگتے ہیں لیکن اس وقت تک وہ محدود
آپریشن کر رہے ہیں اس لیے انہیں کئی یہ مہاشوں کو
نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ آسانی سے جان چھوٹ جانے
پر انہوں نے پولیس والوں کی اس کھال کو کھینچنے شہزاد کے
گھونٹ کی طرح پی کر اور دورانے کو ایک بار پھر ادھر سے
بند کرنے کے بعد سولے جا کر ٹینک کا دھنسن ہٹا دیا۔ مہرا
چلک چھیننے میں باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں اپنی کن سمیت
ان دونوں کے ہتھیار بھی موجود تھے۔ وہ ہم کی دنیا کا آدمی
تھا اس لیے ہتھیار کی اہمیت کو ابھی طرح بھلتا تھا۔ اس نے
یقیناً پہلے سے ہتھیاروں کو پانی میں پھینکا۔ اسی مندی نہیں بھی
ہوئی اور یہ ملے کیا ہوگا کہ نہ گزیرہ حالات میں ہی ان کا راز
چھڑوں کا نقصان برداشت کرے گا۔ خوش قسمتی سے اس کی
نوبت ہی نہیں آئی تھی اور اس نے اپنے ساتھ ان دونوں کے
ہتھیار بھی ضائع ہونے سے بچا لیے تھے۔ وہ ٹینک سے
باہر نکلا تو وہ لوگ وہ بارہا ہی کرے میں جا بیٹھے۔ یہاں آ کر
شہزاد نے ایک بار پھر انہوں کو چیک کیا۔ ابھی تک اس پر
کتنے معمول تھے۔ یقیناً پولیس اپنی کارروائی
کھلے ہوئے سے کل میں ہاتھوں میں اٹھانے کے لیے اس
نہیں رہتی تھی۔ ان حالات میں انہیں ہاتھ دھر کر چھینے
رہنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ خود ہی لاش کو انہوں نے جان
بچھڑ کر ابھی ٹینک سے باہر نہیں لگا تھا۔ اب وہ یہ کام کلام

کے وہاں آئے۔ اس کے بعد ہی کہنا چاہتے تھے۔ دوسری طرف ان کا ہتھیاروں سے نسیں مہر لڑیں تو بھی چھینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ان کا حریف نہیں تھا، بس اپنی جان کی حفاظت کے لیے اپنے ہتھیار سمیٹنا اور ہتھیاروں اور ہتھیاروں کے حالات متعلق ہوتے ہی یہاں سے نکل جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایسے میں اس سے مخاطبہ بھرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

ہاتھ پر ہاتھ دھرے چڑھ کر گیا جانے والا انکار ایک کھنے کی حدت پر جا کر ختم ہوا اور باہر کی کن گلی سے پرائس انمازہ ہو گیا کہ پرائس اس علاقے سے نکل رہی ہے۔ ساتھ ہی موہاں ٹونڈ کے مسئل بھی جاگ گئے۔ شہزاد کی طرح مہر لڑیں بھی بار بار اپنا موہاں چیک کر رہا تھا۔ سنکڑ کھلتے تو اس نے فوراً کوئی گھڑا کر موہاں کان سے نکال دیا۔ اس کی کال ڈراما رسی کی گئی۔

”ہاں چھوٹے، اپنا ٹھیک سے تو گرت کر۔۔۔ میں اب توڑی دیر میں آتا ہے۔“ وہ ان پر نظر پڑے ہوئے کسی سے بات کرنے لگا۔

”ابھی فون پر ہی ساری تفصیل کرنے کا کیا لینا کو اور سے چھوٹے سے بھرا آرام سے سب سن لیتا۔“ دوسری طرف موجود شخص نے چھینا کوئی استفسار کیا تھا جس پر اس نے بھرتے والے انداز میں جواب دیا مگر دوسری طرف کی بات سننے لگا۔

”یہ تو سنے بہت اچھا کیا اوتے۔ میں وہیں رکاوٹ اپنا چھوٹی ہی اور تک آجائے گا۔ اپنی کی گاڑی کا حال احوال پتہ میں معلوم کرنا۔ اور ارہجی کے لئے کے باہر ہی کھڑی تھی۔ فلائنگ میں اس کا توطیہ ہی بگڑ گیا ہوگا۔ کیا پتا نہیں والے ساتھ اٹھنا کر لئے گئے ہوں۔“ اس کا آدی لایینا قریب دیکھا رہی ہی نہیں موجود تھا چنانچہ اس نے خود وہاں تک پہنچنے کا حکم دیا اور کال ختم کر کے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

”او کے بارے۔۔۔ میں پتا ہے۔ تمہاری آج کی مدد لینا کو ساری زندگی یاد ہے۔“ اپنا اظہار نہیں کرتا ہے کہ سلام دونوں بھی دروازہ گرنے والا آدی ہے پر اپنا سے نہیں بھڑاتا چھا گیا۔ اگلا مہر لڑیں کو ہاتا ہے۔ اپنی بھائی ہی کا خاص آدی ہے۔ اگر تم کو بھی مدد کی ضرورت چڑھے تو سیدھے اپنا کے پاس آجانا۔ اپنا تمہارا آج کا احسان ضرور ادا کرے گا۔“ اس نے شاندار انداز میں کہا اور ان کے ہتھیار ڈالنے کا صلے سے دیکھ کر کے ساتھ ڈال کر آگے

چڑھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ چہ چہا ہا ہر نکل جانے کا نہیں نہیں ہوا اور باہر نکلنے سے نکل اس نے شہزاد کی طرف مصلحتی کے لیے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ شہزاد نے حاضر سے اس کا بڑھا ہوا ہاتھ مٹا دیا۔ مہر لڑیں نے غامبی کی طرف نظر کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کو ہکا کر مصلحت کر لیا۔ شہزاد کی جگہ کی عام شخص ہوتا تو اس کی گرفت کی سختی پر ہتھیار لیکن وہ ہاتھ دہرا اور جانی حفاظت کا ملاحظہ کرنے کے لیے اپنے ہاتھ کی گرفت نرم ہی رہی۔ مہر لڑیں نے سنکر کہے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اس سے مصلحت کرنے کے لیے اس کے ساتھ بھی اس نے شہزاد کی حرکت ہی کی۔ چوہا اسلئے شہزاد کی روئے کا ملاحظہ کرنے کے لیے اس کی قوت سے اس کا ہاتھ دھرا دیا۔ مہر لڑیں نے مصلحت ہی نہیں کیا۔

”جان ادا آدی ہو، پر اس جیسے شخص نہیں۔“ شہزاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے بھرا دیا اور ایک طرف سے ہاتھ پھیر کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھوں سے سلو کا چہرہ صحت پڑ گیا۔

”وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ با ضرورت حالات کو مدد دینی نہیں ہوتی۔“ شہزاد نے اسے کہا۔ ”وہ خود ہی نہیں کہہ رہا تھا کیا؟“ اسلئے چڑھ کر رہی۔ ”میں اس کا نکل با ضرورت نہیں تھا۔ وہ نہیں رہا تھا۔“ شہزاد نے اس سے جواب دیا اور اپنے موہاں کی طرف توجہ دیا۔ اس پر کوئی کال آ رہی تھی۔

”ٹھیک گا، آپ لوگ ٹھیک ہیں۔ میں بہت دور سے کال کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ یہ ہی نہیں بھرتا تھا۔ اب میں اس کی کال ہی رہا ہوں۔“ اس کی آواز سے ہی دوسری طرف سے کام پڑتا ہی چھا گیا اور پتہ سے نکل رہا تھا۔

”کلام آتا ہے، پتہ ہم ٹھیک سے دوڑی لاش اور کال لیتے ہیں۔ زیادہ وہ پانی میں پڑی رہنے سے الٹی ہونے لگی اور کلام کو اسے یہاں سے ہٹانا زیادہ مشکل ہو جائے گا۔“ فون بند ہوتے ہی اس نے سلو سے کہا۔ شہزاد کی طرح فوراً نکل کے لیے تیار ہو گیا۔ لاش کو ٹھیک سے ہٹانا اندر والے کے محتاطی میں زیادہ مشکل کام تھا۔ ہمارے انہوں نے پہلے ہی سے لاش کو اندر ڈالا تھا اور اب اس کے پتے پانی سے شہزاد ہونگے تھے۔ دونوں نے لاش کو مشکل سے باہر نکال کر زمین کے فرش پر رکھا۔ اسی وقت دروازے پر دھک کی آواز ابھری۔

”میں دیکھتا ہوں، کلام ہوگا۔“ سلو ٹھیک کے اندر

ہی تھے۔ ان کا حال زیادہ خراب ہو گیا تھا۔ اس کے محتاطی میں شہزاد کے پتے زیادہ نہیں چھینے تھے چنانچہ وہ ہی وہاں سے نکلنے لگا۔ حسب توقع وہاں کام ہی موجود تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک بڑا سا موٹو کھینٹا تھا۔

”دو ہی، آپ لوگوں کو چھینا پر پٹائی اٹھانی پڑی تھی۔ میں شہزاد کی کر کے وہاں آ رہا تھا تو پتا چلا کہ اس علاقے میں پرائس کا آپریشن جاری ہے۔ موہاں پر بھی رابطہ نہیں ہے۔ پرائس کے پاس پر پٹائی ہونے اور انکار کرنے کے لیے وہاں پر نہیں تھا۔“ وہ موٹو کھینٹا زمین پر رکھ کر کھانے کوئے وضاحت دینے لگا۔

”اس کے مجھے تمہاری پڑائش کا اندازہ ہے۔“ اس نے اسے ایمان دلا دیا۔

”اس نے انداز سے سے آپ دونوں کے لیے کیا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”پرائس موٹو کے لیے آپ کو بڑا ہی نکل میں یہاں سے نہیں تو بھرتے۔“ موٹو میں ہی سے ایک ٹانگہ ایک کال کر ان کے محتاطی کرتے تھے۔ وہ اس کے اپنے جسم پر بھی اب پانگہ موٹو کے محتاطی عام پینٹ فرٹ نظر آ رہی تھی۔ چھینا اس نے

”اس نے اپنے اپنے سینٹر میں ہی بول ایلے تھے۔ شہزاد کی نظر انہوں نے دیکھ لیا کہ موٹو میں میں ایک ایک کال کر چھینیں ایک دوسرا ہے۔ وہ اس کا محتاطی میں فریج بھرتا تھا۔

”اب سے اگر تم نے اپنا کیا۔ دوڑی لاش کو چھینا ہے۔ پتہ نہیں لگے۔ پتہ سے محتاطی خراب ہو گئے تھے۔“ اس نے کہا۔ ”جگہ میں سے پتے کے کال کر ان کا سر ہی ہاتھ لگوانا۔“ اس نے کہا۔ ”پتہ سے پتہ۔“

”آپ زندگی میں بھی ایسی ہی تھی۔ اس کا پتہ وہ پتہ پتہ کا خود کرے گا میں اور برسے سے برسے حالات میں بھی آپ کا ساتھ دے گا۔“

”لگتا ہے تمہاری بڑی ابھی جان بچان ہے مہل بھائی ہے۔“ سلو جو کمرے میں آچکا تھا اس کی بات سن کر شہزاد نے گھبراہٹ سے کہا۔

”میں کیا، اس کے بارے میں تمہی کے وہ لوگ بھی جانتے ہیں جنہوں نے بھی اس کی کھلی تک نہیں دیکھی۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بھرتا ہلانے ہونے کا بہر اور ہتھیار کھاس آدی ہے جو اپنے ہتھیاروں کے لیے سنا کہ تو دوستوں کے لیے جان لٹا دینے والا ہے۔ بھائی ہی کے سر پر سے لوگوں میں اسے سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔“ سلو کے طریقے لگے کوٹ کیے بھرتے وہ سادگی سے دیگر تفصیلات بتاتے لگا۔

”پتہ ٹھیک ہے، یہی ضرورت پڑی تو اسے آزما دیکھیں گے۔ ابھی تو دوڑی لاش کا بندہ دست کرنا تھا کہ میں یہاں سے غامبی لے۔“ شہزاد نے درمیان میں دھنک انداز کی کہ موضوع گفتگو ختم کیا تو وہ تینوں کن میں پڑی دوڑی لاش کے پاس پہنچے اور اسے بڑی محتاطی سے پانگھیں ایک میں لپیٹ کر موٹو میں منتقل کر دیا۔

”اس مردوں کی وجہ سے اب مجھے ٹھیک کی محتاطی بھی کرنی پڑے گی۔“ موٹو کھینٹ بند کرتے ہوئے کلام بڑھایا۔

”وہ تمہیں دینے ہی کرنی چاہیے۔ سارے ہونے گٹر کے پانی بھی بدلاؤ آدی ہے اس میں سے۔“ سلو نے ہانک چڑھا کر کہا۔ دونوں دھرتی ٹھیک میں اترنے کا فریڈر ای نے انجام دیا تھا اس لیے وہ ایسا کھینٹ میں ساق نہا تھا۔

وہ سے بہتوں کا روت کے ہر ہزار ہوں میں اسی طرح ہوا
تھا۔ یہاں آنے کے لیے اس نے خصوصی اہتمام کیا تھا اور
گازی سے لے کر ہیکل میں موجود ہر جان تک ہر شے کا انتظام
لا جواب تھا۔ اپنے اس عظیم انتظام کی وجہ سے وہ کسی
غلطی کے بجائے ہیکل میں رہنے لگا رہا تھا اور یہاں ایسا
رہنے والوں کو ہاتھوں ہاتھ لینے کا رواج تھا۔ اس کا بھی چند
بانی کے کوٹھے پر چڑھ کر جہاں تھا ہوا۔ اپنی ہی میں موجود
بازم سے لیکن گھٹات گھٹات کا پانی سے ہونے ملازم نے
خوشامدات کے لیے اس میں اس فرقی سلام کی اور بڑی عزت سے
بیڑیاں چڑھا کر اوپر لے گیا۔ کئی جگہ سے ٹوٹ جانے والی
ہنگ و تار ایک بیڑیوں سے لڑ کر چلے ہوئے پہلے تو وہاں
آنکھوں کو کچھ حیران دہنے والی روشنی پھیل گئی۔ پڑے سے پانی
میں پھیلی اس روشنی میں کچھ اوجھل تو جھانڈا تو اس اور کئی
لاٹوں کا تھا لیکن اصل نکال حسن کی ان دیو دیوں کا تھا ہر پرتی
کی طرح کچھ کچھ حاضرین کے حواس پر گری ہیں۔ سُر
اور عکاسی کی سائے پڑنا تھی یہ پانچ جگہ کے لیے کوئی لیا تجربہ
نہیں تھا۔ وہ جس سیاست دان کے لیے خدا مات انجام دینا تھا،
وہ کئی بار دعوت کی تار گئی میں انکی نظروں میں شرکت کے لیے
بلاور ہادی کارڈ اسے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ فریق صرف
اتنا تھا کہ اپنے آقا کے ساتھ ہونے کے باعث وہ سارا قہار
اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود قہار نہیں لگتا تھا
اور ایک طرف چسپ ٹھہرا خود کو ہر شے سے بے نیاز نہ تو کہتا
تھا لیکن آج وہ خود قہار بن گیا تھا اور ہونے
والی آؤ بھگت سے لطف اندوز ہوا پھر آ۔۔۔۔ ان فریق
بگلیوں کو آدھے دے رہا تھا۔ اس شکل کے دوران اس نے اپنی
یہاں آؤ کے اصل مقصد کو فراموش نہیں کیا تھا اور کچھ
مشغول ہو کر بھروسہ کی محاشی تھی۔ آخر کار اس کی یہ محاشی ختم
ہوئی۔ وہ کوئی سترہ چارہ سال کی بھی سنواری کو پاسی لڑکی تھی
جو قدموں سے چھلکے ہوئے شکل میں اور ہوئی تھی۔ چھلکے ہوئے
قدم، چھلکی ہوئی نظروں کے ساتھ حرکت میں آئی تو شکل
کا رنگ بدل گیا۔ وہ اپنی چشم روؤں کی طرح تڑپنا لڑکی
بند ادوں کی ٹانگہ تھی، نہ قہار بنوں کو بھاننے کے لیے
چھلکے ہاتھ سے کام لے رہی تھی۔ ہر جگہ ہر ایک اس پر
مرہٹے کو تیرا ٹھہرا رہا تھا۔ کئی تو یہ بھی گوشہ نشین کی ہاتھ
پڑھا کر اسے اپنی آغوش میں لے لیں لیکن وہ پستی مچھلی کی
طرح ہر ایک کے ہاتھوں سے پستی مچھلی تھی۔ نہ تار ہوں
نے اس کے قدموں میں ٹوٹیوں کے ڈبیر لگا دیا اور وہ خود
پلاؤ تھی کاغذ کے ان ٹوٹیوں کو بے نمازی سے اپنے زہر

ہاڑوں گوں سے زبردستی رہی۔ پانچ برس کے ہوئے
مرزدہ۔ وہاں سے رخصت ہونے گئے۔ دیکھ کر
والوں میں چکر مچا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر کھینچ کر
گیا خدمت انجام دوں مرکاری کی اور
پندرہائی نے جو اسے اپنی جگہ سے دیکھا تو گھٹے
کے مطابق مہذب اور پختہ کیا۔
"اے!۔۔۔۔ کہا کہ تم نے؟" ہنگھ نے اسکی ادا
"میں نے کہا مرکاری کا محل تو کسی کی نظر ہو گئی اور
مجھ سے کوئی اور خدمت دیکر ہوتا رہتا ہے۔ پانچ برس
بہت تری سے اسے اسکی تک وہاں ٹھہرے کچھ کاموں
تو اس نے اپنے یوں سے ایک کھوپڑی پودھا میں حارون کی
کوٹھے پہنے انداز میں بولا۔
"نمکن کیہ خدمت تم سے تو مجھ سے بھی نہیں ہو
نظروں کے سامنے تو وہ اسکی شکل کرتی رہا
کھجوری ہے۔
"تو آپ کس کو خدمت دینا ہے جس کا نام
کا حال حایہ تو جانتے ہیں؟" پانی نے اس کی کہنی پر
لے کر ہاتھوں میں چھلی تاب بھروسہ والی آنکھوں میں
ایک سی کھجوری جاکر ہونے لڑکھونڈا نہ لگے میں وہ اپنی
"وہی جو سب سے آخر میں چلی اپنی ہی آئی تھی
سب کچھ لڑکی تھی یہاں میں زیادہ تھا۔" ہنگھ کو کر پانی
میں نظر سے علی رہا کچھ ٹھیک شریں تو پھر اور ٹھیک سے
کی وجہ سے اس نظروں میں کھنگھو کے گریٹے سے چھپنے
تھا۔
"بہت خوب سیر ہوا ہے تم نے خود اپنا نام
وہ آئی چھلکی ہے۔ میرے کوٹھے کے سب سے خوب
اور تاب کی۔" چھلکی پانی کی شہ کی پورا تھی۔
"خوشخبر و عمدہ نہایت ہے۔ لے کر پانچ کی کوئی مہذب
تک اس نے اس کا روادار کے بہت سے اس پر ہر وہ
تھے پتا چھ پانچ میں اس کی دلچسپی محسوس کر کے چھلکی
کے پتہ چڑھانے کی تدبیر کرنے لگی۔
"میں اس کوئی کو ایک رات کے لیے اپنی
میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" ہنگھ نے بہ تابی سے اپنی
کہن کی۔
"پہلے اپنا کچھ تعارف تو کر دے۔" چھلکی پار
اپنے کوٹھے پر کھینچا۔ ذرا مطمئن ہو کر میری پانچ
ہانچے والا اس کی تک خدمت دانی بھی کر کے گیا تھا۔

عزیز۔ وہ داری عورت تھی اور یہ لیکن اس کا گھر
چیتے کا دست چھیننے لگائے لیکن اس سے معاملات
کر رہی۔
"آج ہم ملک ممتاز ہے۔ لاہور کا رہنے والا ہوں۔
چاندی نے بہت تڑپنا رہنے کے نام سے لطف کا روادار کرتی ہے
میں میں سارا جات کی اہمیت اس صورت کے علاوہ
اور گھر اور کھینچ کر دیکھنے کے کاروباری شغل تھا۔ آپ کے
شر میں بھی میں کاروبار کے سلسلے میں ہی آیا تھا۔ سرکھیت
کا فرائض میں اس لیے جہاں بھی جاؤں وہ اپنے مطلب کی
تو کوئی نہ دیتا ہوں۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ چند پانی کے
کوٹھے سے پتہ چل گیا لیکن اور نہیں سولی پانی ان کو سیدھا
نہیں چاہتا اور اب آخر وقت تک کہتا ہے وہ اپنے نے ٹھیک
تھی۔ یہ پڑے سے اسکی کوئی اپنے واسطے میں مانگے
تھی۔ میں ان میں سے کچھ موتی کے لیے اس چھ
نظروں کے سامنے تو وہ اسکی شکل کرتی رہا
تعارف کرتے ہوئے ہر کچھ ہر سرگرمیت پر چلی تھا۔
"تو آپ کس کو خدمت دینا ہے جس کا نام
کا حال حایہ تو جانتے ہیں؟" پانی نے اس کی کہنی پر
لے کر ہاتھوں میں چھلی تاب بھروسہ والی آنکھوں میں
ایک سی کھجوری جاکر ہونے لڑکھونڈا نہ لگے میں وہ اپنی
"وہی جو سب سے آخر میں چلی اپنی ہی آئی تھی
سب کچھ لڑکی تھی یہاں میں زیادہ تھا۔" ہنگھ کو کر پانی
میں نظر سے علی رہا کچھ ٹھیک شریں تو پھر اور ٹھیک سے
کی وجہ سے اس نظروں میں کھنگھو کے گریٹے سے چھپنے
تھا۔
"بہت خوب سیر ہوا ہے تم نے خود اپنا نام
وہ آئی چھلکی ہے۔ میرے کوٹھے کے سب سے خوب
اور تاب کی۔" چھلکی پانی کی شہ کی پورا تھی۔
"خوشخبر و عمدہ نہایت ہے۔ لے کر پانچ کی کوئی مہذب
تک اس نے اس کا روادار کے بہت سے اس پر ہر وہ
تھے پتا چھ پانچ میں اس کی دلچسپی محسوس کر کے چھلکی
کے پتہ چڑھانے کی تدبیر کرنے لگی۔
"میں اس کوئی کو ایک رات کے لیے اپنی
میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" ہنگھ نے بہ تابی سے اپنی
کہن کی۔
"پہلے اپنا کچھ تعارف تو کر دے۔" چھلکی پار
اپنے کوٹھے پر کھینچا۔ ذرا مطمئن ہو کر میری پانچ
ہانچے والا اس کی تک خدمت دانی بھی کر کے گیا تھا۔

گھر کا حال

طرح حاکموتی۔
"شاہد سے اور شاہد سے، کبھی مر گیا ہے تو؟" اس کی
دعا ہے سوال سترہ سال کا ایک لڑکا جو سترہ سالوں سے انہ
واپس آوا بھیہ پارلی پھا تھا بچہ ہے۔
"صاحب کو یاد ہے کسے میں پانچواں اور وہاں ان سے
تذرات لھنا مت بھولنا۔" پانی نے سخت لہجے میں لڑکے کو
اخطاوات دینے اور خود ہال سے گل گئی۔
"آپ صاحب۔۔۔ لڑکے کے اظہار منہ باندھ لیکن لہجہ
کا دے دار تھا۔ جگہ ان کے لہجے کی یہ وہ نہیں تھی اور وہ وہ
نظروں سے اس کا جاننا لیا۔ وہ پانچواں بڑی بڑی آنکھوں اور
سالوں رنگت واہ واہ لڑکا سال سترہ سال کا تھا اور اسے گنگ وہا
تھا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کی حواس میں اس کوٹھے تک
آیا ہے۔ اسے براہ راست لڑکے کو پچھڑا کر وہ سب معلوم نہیں
1909ء میں اس نے لعل کا کہ اسکی طرف اشارہ پر گل کر کے گارج
پہلے سے سوچ کر آیا ہے۔ چھلکے ہاتھوں والی چھلکی ہوئی
ادوں کے ہر پرتی روتا ساؤں کے مقابلے میں اس نے شب
بہری کے لیے چاندنی کا انتخاب بھی ایسی لہجے کا تھا کہ وہ اس
ماحول میں تو آمیز اور ہنگامہ انگفت محسوس ہوتی تھی۔ اس کے
نمایاں کے مطابق چھلکی ہوئی ٹھونڈوں کے تھپنے میں وہ اس کم
سن لڑکی سے زیادہ آسانی سے اپنی نظروں سے غلطیاں حاصل
کر سکتا تھا۔
"لڑکے تذرات حفا فرمائیے۔" اسے خواب گاہ کے
انداز میں ہانپتے گئے ایک کمرے میں پہنچا کر لڑکے کے چپا
چپا کر اظہار ادا کرتے ہوئے مطالبہ کیا۔ عجب میں چھلنے
بنا چھ کے اس کے ہاتھوں میں ٹوٹیوں کی ایک موٹی سی گڈی
تھوڑی۔ یہ چھلکی خاصی بھاری، نرم تھی۔ چند پانی نے اس سے
چاندنی کی کوئی قیمت ملے نہیں تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ جب
تک وہ اس کے مطلب کی رقم ادائیگی کرے گا وہ چاندنی کو
اس کمرے تک ہرگز نہیں پہنچائے گی اس لیے چھلکی کا
مظاہرہ کرتے ہوئے خود ہی اپنی رقم دے دینی کہا اس کے پاس
اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس سے ٹوٹیوں کی موٹی
گڈی وصول کرنے کے بعد لڑکے نے اسے کمرے کے لیے
کہنے تو نظروں سے گھور اور ہر ایک چھلکے سے مزاکر ہر نقل
کیا سب جگہ کر کے میں جمنا تھا اور اسے چاندنی کا اظہار کرنا
تھا۔ پانچ پتھ میں اس کا یہ انداز ختم ہوا اور چھلکیوں کی
چھن چھن کے ساتھ وہ وہی طریقہ اپنا ہی سمجھتا ہوئی جس
میں اس نے شکل میں ہلوہ دیکھا تھا۔ کچھ کمرے کے پڑنے
اس کے قدموں نے جگہ کو احساس دلایا کہ اس کے انداز میں

جو لکھی اور لکھا ہوا اس کے لکھنے میں لکھوں کی جی، وہ آپ کی رہتا ہے۔

آداب۔ اس کے چہرے میں سے سب خبر چاندنی نے دیکھے لہجے میں ماتھے تک ہاتھ لے جاتے ہوئے کہا۔

خیریف لایے۔ میں آپ کا بھوہ شکر گزار ہوں کہ طبیعت کی خرابی کے باوجود آپ میری خواہش کے احترام میں یہاں تک پہنچی آئیں۔ چلوئے بڑی تہذیب سے اس کا استقبال کیا۔ اس لب و لہجہ اور انداز کو بڑھ کر دیکھنے کے لیے اسے بڑی محنت سے کام لیتا پڑ رہا تھا کیونکہ چہرہ لگی وہ گزار رہا تھا، اس میں تو لگتی ہی زبان میں لکھتے ہوئی تھی۔

شکر یہ کہ ضرورت نہیں۔ آپ کی سبب میں اتنی طاقت تھی کہ میں احترام پر بھی ہوتی تو آپ کے سامنے حاضر ہوجاتی۔ اس کی دیکھی اور سرلی آواز میں حالات کی کئی لکھوں کیا جا سکتا تھا۔

آپ تو ناراض معلوم ہوتی ہیں لیکن اطمینان رکھیے آپ کو مجھ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ اس کی کئی لکھوں کرنے کے باوجود مجھ نے فری سے کہا، جو آپ میں اس نے پہنچائی ہے اس کی طرف دیکھا۔ اس سے گل کر چکا اسے مزہ کی قسم کی تھیں وہ اپنی کردار اسے پڑھنے کی آواز ابھری۔ وہ سچ سچ کہلاتی روز اسے تک پہنچی اور روز اسے کا پتہ تو خود ساما گھولا۔ اس کے باوجود وہ گویا ہراس توڑ کے کی جھک دیکھنے میں کامیاب ہو گیا جیسے چہا پانی نے شادہ سے کہہ کر پھاڑا تھا۔

تو کیوں یہاں آیا ہے؟ چاندنی نے دلی آواز میں اس سے پوچھا۔

پانی جی نے یہ تم سے کہنے میں پہنچانے کو کہا تھا۔ چلو کے چور کاٹوں نے شادہ سے کی دیکھی لیکن سچ آواز تھی۔

وہ یعنی جان بوجھ کر آیا کرتی ہے۔ لایہ مجھ سے اور خود کی کوئی نہیں چھپ کر چھ چار دن وہ چھاپے ایسے ہی لگ کر رہی ہے۔ چاندنی نے بڑبڑاتے ہوئے فیصے سے کہا کہ ہاتھ بڑھا کر شادہ سے کی لائی ہوئی سوگات وصول کر لی۔ چلوئے دیکھا کہ وہ اپنا ہر لڑا شراب کی بوتل ہے۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ روز لگی۔ چاندنی کی ایک دست کے بدلے اس نے چہا پانی کو جو سوئی رقم لگائی تھی اس کے بعد وہ اس خاطر مدارات کا حق دار تھا۔

مصلحت چاہتی ہوں، ہمارے یہاں آتے ہوئے مہمانوں کی اس طرح اس طرح کرنے کا رواج تو نہیں ہے لیکن

چاندنی نے اس کے ساتھ ایسی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ وہ دیکھ کر بڑھ کر ہنس کر کہتا تھا۔ اس کے چہرے میں جھمکے ہوئے تھے، ہنس مہارت سے کام لیتی تھی۔

کوئی بات نہیں، مجھے برا نہیں لگتا لیکن اس کا لہجہ تمہارے اور پانی جی کے درمیان کچھ جھگڑا لگتا ہے۔ چلوئے بڑھ کر اس سے اسے ٹوٹنے کی کوشش کی۔ ہمارا جھگڑا تو بڑھ رہا ہے۔ میں تم سے ملنے کے لیے تھی کہ تم میری باتوں کی لیکن تم نے اس بات کی کوشش نہیں کی۔ اس نے مزہ سے اس کے ہونٹوں کو ہلکا ہلکا کر دیا۔

اب تم ہی بتا کر کہیں اپنی بات کے ساتھ اس سے فریٹ بھی نہ کروں تو کیا کروں؟ اس کی گفتاری وضاحت میں اس کی پوری کہانی سامنے آئی تھی۔ وہی لڑکیوں کا اسکرین پر پانی جی کی طرف سے پوچھ کر ان صحابان جاننے کی خواہش میں باپ کے گھر کی خدمت میں لے گیا۔ وہاں اس کی پہچان ہوئی اور اس کے پاس آنے والے دوستوں کے پیش میں اپنی ہاتھوں خواہش کی تکلیف کے ساتھ اپنا سب کچھ بتا دیا۔

کی کہانی میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا جو وہ اس سے چھپانے کی خواہش کرتا۔ اگر پانی جی نے اس کی شادہ سے گفتگو کی تو اس نے شادہ سے کی خواہش میں اپنے لیے نظر نہ لگتی تھی اور پانی جی نے اس سے اس کے بارے میں ان دونوں کی گفتگو نہیں کی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی خاص تعلق ہے۔

تمہاری کہانی جان کر میں روز لگتی تھی۔ لہجے کا حال باپ کی کہنے کی پر اسے خیر گھر کی چیز پار کرنا والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم کو یہ بھی نہیں قسمت ہو گی یہاں اس ماحول میں تمہیں شادہ سے یہ سب سیکھنا پڑا ہے۔ بے محنت تھی کہ تمہیں شادہ سے ساتھ تھا۔ تو پانچویں ہے۔ اپنے کام کے لیے اسے انداز سے کی گیا ہے۔ کسی جانے والی ہوتے گا تو پانی جی نے چاندنی پر پوری حسرت محسوس کیا۔ وہ جو جام تیار کرنے کے لیے روم کے دروازے سے غصہ پانی اور آتش کی بھال رہی تھی، چونک کر اس کی طرف بٹھی۔

آپ کو کیسے معلوم کہ یہاں شادہ میرا ہمارا ہے؟ یہ مجھے کے لیے کسی خاص محنت کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس کی نظروں میں اپنے لیے فریٹ دیکھی اور ظاہر ہے اس لیے بھی کہ میں شادہ اسٹریٹوں میں اس کے پھر لاک لپیٹ کے چاہتا ہوں یہ چاہیے۔

نے جب اہوازہ لگایا۔ وہ دیکھ کر بڑھ کر ہنس کر کہتا تھا۔ اس کے چہرے میں جھمکے ہوئے تھے، ہنس مہارت سے کام لیتی تھی۔

میری طرح شادہ بھی اس کو لے کر بیٹا اور نہیں ہے۔ اسے اور اس کی بڑی بہن کو چھ لڑکوں نے چھین لیا تھا۔ پانی جی کے ہاتھوں لگا دیا تھا۔ پانی نے اس کی بہن کو لے کر لایا اور اسے لے کر گھر مت گور۔ پانی جی نے اسے لے کر لایا اور اسے لے کر گھر مت گور۔

اب تم ہی بتا کر کہیں اپنی بات کے ساتھ اس سے فریٹ بھی نہ کروں تو کیا کروں؟ اس کی گفتاری وضاحت میں اس کی پوری کہانی سامنے آئی تھی۔ وہی لڑکیوں کا اسکرین پر پانی جی کی طرف سے پوچھ کر ان صحابان جاننے کی خواہش میں باپ کے گھر کی خدمت میں لے گیا۔ وہاں اس کی پہچان ہوئی اور اس کے پاس آنے والے دوستوں کے پیش میں اپنی ہاتھوں خواہش کی تکلیف کے ساتھ اپنا سب کچھ بتا دیا۔

کی کہانی میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا جو وہ اس سے چھپانے کی خواہش کرتا۔ اگر پانی جی نے اس کی شادہ سے گفتگو کی تو اس نے شادہ سے کی خواہش میں اپنے لیے نظر نہ لگتی تھی اور پانی جی نے اس سے اس کے بارے میں ان دونوں کی گفتگو نہیں کی تھی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کوئی خاص تعلق ہے۔

تمہاری کہانی جان کر میں روز لگتی تھی۔ لہجے کا حال باپ کی کہنے کی پر اسے خیر گھر کی چیز پار کرنا والوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم کو یہ بھی نہیں قسمت ہو گی یہاں اس ماحول میں تمہیں شادہ سے یہ سب سیکھنا پڑا ہے۔ بے محنت تھی کہ تمہیں شادہ سے ساتھ تھا۔ تو پانچویں ہے۔ اپنے کام کے لیے اسے انداز سے کی گیا ہے۔ کسی جانے والی ہوتے گا تو پانی جی نے چاندنی پر پوری حسرت محسوس کیا۔ وہ جو جام تیار کرنے کے لیے روم کے دروازے سے غصہ پانی اور آتش کی بھال رہی تھی، چونک کر اس کی طرف بٹھی۔

آپ کو کیسے معلوم کہ یہاں شادہ میرا ہمارا ہے؟ یہ مجھے کے لیے کسی خاص محنت کی ضرورت نہیں۔ میں نے اس کی نظروں میں اپنے لیے فریٹ دیکھی اور ظاہر ہے اس لیے بھی کہ میں شادہ اسٹریٹوں میں اس کے پھر لاک لپیٹ کے چاہتا ہوں یہ چاہیے۔

اور اس کے ذہن سے زبان گھومتی کی جرات نہیں کر سکتے۔ چاندنی نے اسے ان حقائق سے آگاہ کیا جس سے وہ بے غرضی واقف تھا۔

کچھ تو تمہیں شادہ کی خاطر گواہی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگی؟ وہ تمہیں اتنا نوکرت چاہتا ہے کہ تمہارے لیے آئے والے گاؤں سے فریٹ محسوس کرتا ہے۔ جواب میں تم اس کے لیے کہہ نہیں کر سکتی ہو کیا؟ چلوئے اس سے ذرا کاٹ دار لہجے میں سوال کیا۔

میں ایسا کر کے خود کہاں جاؤں گی؟ میرے پاس بھی تو اس کو لے کے سوا کوئی لکھا نہیں ہے۔ اس نے دیکھے لہجے میں پھر دہرائی زبان کی۔

پھر اگر تم نہیں دیکھنا تو پھر ہم کو یہ پھر؟ ہم... یعنی کہ آپ کے ساتھ اور لوگ بھی شامل ہیں؟ وہ اس کی بات سن کر بڑھ گیا۔

ہاں بلکہ مجھ کو اس کے پیچھے اصل لوگ کوئی اور ہیں، میں تو صرف ان کے لیے کام کر رہا ہوں۔ چلوئے نے اعتراف کرنے میں تردد نہ کیا۔

کیا وہ چہرہ کی کے خلاف دلی ہے؟ اس نے اہوازہ لگایا۔

نہیں، وہ دو تون کے مخالف ہیں اور ہمیں اور شادہ کو تحفظ دینے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔

اب میرے لہجے آپ کا ہاتھیں کر رہے ہیں؟ مجھے کچھ لگتا ہے کہ آپ کا تون کب چہرہ کی ہے تو اس کے خلاف کارروائی کرتا ہے؟ وہ بے چینی کا اظہار ہوئی۔

پہلے کچھ اچھے اور ایمان دار لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میں نہیں اور شادہ کو ایسے ہی لوگوں سے ملانا چاہتا ہوں۔ چلوئے نے اسے سمجھایا۔

مجھے امید ہے کہ اس میں تمہاری مدد حاصل کرنے کے علاوہ وہ لوگ تم دونوں کے مستقبل کے لیے بھی کوئی اچھا انتظام کر دیں گے۔ کیا تمہیں اچھا نہیں لگتا کہ تم دونوں اس کو لے کر دور کی پڑسکون گھر میں ساتھ رہو؟

آپ تو حسین خواب دکھا رہے ہیں۔ مجھ سے زیادہ شادہ ان باتوں کو سن کر غصہ ہوگا۔ اس کی دلی تم سے کہ کسی طرح یہاں سے گل لگے۔ جتا کے مرنے کے بعد تو وہ مجھ سے مسلسل اس خواہش کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ کتا ہے بہن کے بعد ہمیں نہیں کھانا چاہتا لیکن یہاں سے لگنے کا کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا۔ ابھی تو وہ تو قاسم کو لے کر ہے۔ آپ کو معلوم ہے، وہ عرضیں مجھ سے ایک دو سال پہلے ہی ہے لیکن میں پراگم

عصیت ہے جو وہی طرفی کو نہیں سمجھتی۔ یہاں کوٹھے پر سب جانتے تھے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اسی لیے بھکت چھڑا دینی اسے اذیت دینے کے لیے خاص طور پر میرے سرگرمی خدمت سونپ دیتی ہے۔ وہ کھوٹے کھوٹے کچے میں اسے بتاتی چلی گئی۔

”بس تو تھوڑی سی بات کہہ دو اور کل دوپہر میں تم دونوں کسی جہانے سے یہاں سے گل کر گئے کے بعد چلنے والے پہلے چوک تک پہنچی جاؤ۔ میں گاڑی لے کر وہاں تم دونوں کا انتظار کروں گا۔“ لونا گرم رنگ بگڑنے لگا تو فوراً بھاگ نکلی۔

”تم نے جن لوگوں کے نام چتے مجھے قصداً لے تھے ان میں سے کوئی ایک بھی مہر پر سوجھو نہیں ہے۔ کوئی دوستوں کے ساتھ ظہار پر گیا ہوا ہے۔ کوئی میرا ایک کنگھی معائنے کے لیے اور کوئی کسی عرصہ کی شادی میں شرکت کے لیے... کسی کی گاڑی میں بیٹھی ماں تخت چار ہو گئی ہے تو کسی کی بیوی بہن کو بھاری کی اشد ضرورت ہے۔ بچہ کے مہر والوں سے ملنے لاسی ظاہری ہے کہ وہ نہیں جانتے ہمارا مطلوب شخص کہاں ہے۔ جن کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ ان کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ان حالات میں تمہاری مہیا کروہ فرست تو بالکل بھار ہو گئی ہے۔“ جاوید علی حالیہ کے رد پر بیٹھا اپنی جھنجھلاہٹ کا اظہار کر رہا تھا۔

”نہیں ان سے یہ تو تصدیق ہو جاتی ہے کہ میں نے جسوں جو نام چتے دیے تھے وہ سب گئے اہم تھے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے پر اسرار طور پر غائب ہو جانے کی وجہ سے ان لوگوں کو اطلاع کروا کر پوچھا گیا ہو گا اسی لیے کہ انہیں ڈر ہو گا کہ میں کسی کے ہتھے لگ چکی ہوں اور ذرا سے ٹھوڑے اور زور زور دہنی کے نتیجے میں سب اگل سکتی ہوں۔“ حالیہ نے بڑا

مڑل جو اب دیا۔

”شاہد تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں وہ بار بار مہر پر آنے کا انکار نہیں کر سکتا۔ میرا دل چاہتا ہے فوری طور پر ان ملک دشمنوں کو نصیحت دیا ہو کر لوں۔ معلوم تھا کہ کسی کے لیے بھی ساری زندگی انا ڈر کر رہا رہتا لیکن نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ سب معمول جیلنے کا اہل ہیں اور بھر دو بار مہر پر آ جاتے ہیں۔ حالیہ کی فریاد فہرست میں تو کوئی نام ایسے تھے جن کا شمار معززوں میں تھا۔ ایسے لوگ بھانک تک چھب کر جیلنے لگتے ہیں۔ اسے سامنے تو آتی تو لیکن اس کے بگڑنے بہا بہا ات اس کے کھل نہیں تھے۔

”ان تنظیم میں میرے پاس ایک کبھی ہے۔ معلوم نہیں کام آتا ہی ہے یا نہیں لیکن پھر بھی ایک شخص اشتیاقی بارے میں مجھے اطلاع دے کہ وہ کہاں ہو سکتا ہے۔ لعلکاف اشتیاقی سے میری نظروں میں آ گیا تھا۔ وہ صحت سہا ہے میری ہی صحت تھا ایک بار مہر پر گیا ہے۔ وہ ایک پرائیویٹ فرم میں پمپ ٹیکر بنی کی ہے اور شام اٹھ بجی وہاں سے واپس آتی ہے۔ میری مصروفیت میں کوئی اور نصیحتی شخص ہم کو تم ہی ایک اور صحت سے واقفیت کے لیے آتا ہو جاتا ہے۔ ایک دن صاحبہ فتح علی گڑھ لائے گئے اور مہر پر گیا تھا۔ ان واقعات کرنا اور یہ اشتیاقی تھا کہ میں نے ان کے سامنے والے بار مہر پر سے اشتیاقی راہ کو ایک صورت اور اس بات کوئی کہ ساتھ لطف ہوئے اور ان کے سے چاہیے۔ معلوم ہوا کہ وہ کوئی ایک مڑ جو جس سے وہاں تیار رہتی ہے لیکن اشتیاقی ان کا ہاں شرکت سے آتا ہے۔ اس وقت میں ہی وہ وہاں ٹھہرے۔

میرا اطلاع دے کہ اگر وہ شہر سے باہر نہیں نکلتا ہے تو پھر ہی ہو سکتی ہے پارٹنٹ میں ٹھہرا ہوا کہ ایک ایسے ہی وقت اس کے اس کے اس لکھانے سے کوئی واقف نہیں ہے۔

عصیت نے کے بعد وہ لوگ ضروری چیزوں کے بعد اسے پارٹنٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مڑ جو جس کا نام عالیہ نے لیکن بتایا تھا۔ اس کے پارٹنٹ تک پہنچنے کے لیے پہلے سے سوئی نہیں تھی کہ لاکھڑوں کا بھیس اپنا دیا تھا۔

پینڈے کے پرکے اور کو انہوں نے یہی بتایا کہ قہقہہ C-30 سے ان کی پہلی کوٹھن موصول ہوئی ہے کیا پارٹنٹ میں کسی چیز سے تیس ایک اور بھی ہے اس لیے وہ کوٹھن کی طرف سے چپکے سے آئے ہیں کہ کچھ کس جگہ سے ہوتی ہے۔ اس بار مہر پر گیا۔ C-30 کیلئے ضروری تھا۔ جاوید علی حالیہ اس کا پارٹنٹ کے ڈر پتے پتے طور پر پہنچی گئے۔ یہ پارٹنٹ پارٹنٹ کی طرف سے فریڈ آئی گیا تھا کہ ہر جگہ کے پارٹنٹ میں صرف وہی پارٹنٹ تھے۔ ان کے مطلوبہ پارٹنٹ C-30 کے متعلق مورچہ C-29 کیلئے دو دست مہا کا ضروری طور پر اس وقت اپنی صاحبہ بنی ہوئی تھی اس لیے پارٹنٹ کی کارروائی انجام دینے میں کسی اور پارٹنٹ کا سامنا نہیں ہوتا۔ C-30 کے سامنے کئی کمرے ہیں کے سامنے لے کر ان کے پاس میں کا کھل گیا۔ جاوید اور جودا سے اس وقت ملنے چاہتی تھی۔ اس بار مہر پر گیا آت آت ساتھی کی ایک اجائی آواز سے فوری آواز میں دریافت کیا کہ ان کے پر کون ہے۔ وہ لوگ صبح سویرے کس پہنچے تھے ان آواز کے ظاہر تھا کہ ان کوئی ٹیڈ سے چکا گیا تھا۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کھانا سے واپس آ کر اپنی ٹیڈ میں کوئی بھی پھر کوئی شہ کی اور وہ سے چائے کے وقت اس وقت سو گئی تھی۔

میں نے اپنی کوئی پہنچیں نہیں کر والی۔ میرے پاس میں کس کا کوئی پھر نہیں ہے۔ ان کی طرف سے یہ بات بتائے جاتے ہیں نے جاوید دیا۔

”تو یہ معلوم کر میں یہ تم۔ ہو سکتا ہے مہر کے کسی اور پارٹنٹ میں صوفائی ہو۔“ جاوید علی نے مہذبانہ لہجے میں اس سے درخواست کی۔

”او کے میں گم رہتی ہوں۔“ اس نے ہوا سے بچے میں کہا اور ان کے تیز کانوں نے لاک بٹانے جانے کی آواز سنی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ بھرے ہو گئے۔

”جب تک ہے جب تک کہ گروڈا کو کوئی آتا نہیں اور اب پھر کھین کے ہی سر پر آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔“ اس نے بڑبڑاہٹ کے ساتھ دروازہ کھولا لیکن اگلے سے چوکنچہ اور کئی جب وہ اسے دیکھتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ اس سے کس کے وہ پہنچنے کے لیے نہ کھینچی جاوید علی نے اس کا منہ آہنی ہاتھ میں بجز کر رہ کر دیا۔ دوسری طرف اس کے سامنے ہی اسے اس میں دروازہ بند کر دیا تھا۔ اب اگر باہر سے کوئی ترکتا بھی تو اسے سب کچھ معمول کے مطابق ہی سمجھیں گے۔

”اندر چپک کر۔“ جاوید علی نے اپنی ڈیکٹ کی جیب سے چھڑا جیب نکال کر مہر سے شہزاد کے ہونٹوں پر چپکاتے ہوئے اپنے سامنے سے کہا۔ وہ تیزی سے اندر چلا گیا جب جاوید علی نے اس جگہ کھڑے کھڑے بری طرح کھینچی شہزاد کے دونوں ہاتھ چپک کر کے اس کی کانوں کو آہٹیں میں ملا کر ان پر پھینک دیا اور اسے دھکیلا ہوا اندر کی طرف بڑھانے خاصے کشادہ لاؤنج میں کھٹے والے پیٹلے دروازے سے ہی اسے اپنے سامنے کی آواز ساتھی دنی سے سن کر اس کا دل اچھل پڑا۔ اس آواز کے ساتھی دینے کا مطلب تھا کہ کمرے میں کوئی دوسرا شخص موجود ہے جسے وہ کوئی اپنی سیدھی حرکت کے پھر سہما کھڑا ہونے کا حکم دے رہا تھا۔ شہزاد سمیت اس کمرے میں داخل ہو کر جب اس نے جان پر صرف ایک جاگتا بیٹے کھڑے کھنک کو دیکھا تو کھنک اشتیاقی رانا ایک نامور دیش تھا جو حقوق نسواں کے لیے کام کرنے والی ایک این جی او کے ساتھ ششک تھا۔ جاوید علی نے فی وی اور افہارات میں اس کے بیانات سے شہادہ پڑھنے لگے۔ اس کی باتوں کو سن کر کوئی اعزاز نہیں لگا سکتا تھا کہ عورتوں کی حمایت میں اس قدر بیٹے اور انہیں شہادت میں کیا تھا۔ حقیقت تو وہ دیکھ رہے تھے کہ وہ عورتوں کا سماجی ایک خوب صورت لڑکی کی خواہش کا وہاں شہر بہت حدت میں کھڑا تھا اور جنہیں سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وہ کوئی اس کی تفسیر دینی ہی تھی یا کوئی دانشور۔ بہر حال وہ اس وقت تو اس بات پر خوش تھا کہ حالیہ کا دیکھ بھار نہیں کیا تھا اور وہ لوگ اشتیاقی رانا تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

”کون ہو کر لوگ؟ اگر دروازہ اور پھر چاہتے ہو تو سب لے جاؤ لیکن ہم لوگوں کو جو کچھ مت کہنا۔“ اپنی کھچ پکی حالت دیکھ کر وہ گھبرا گیا۔ یہ کچھ تو وہ پہلے ہی کیا تھا کہ ایک طرف

پاس حاصل کی جان ہی اس کی طرف سے اپنی جہتی اور اس نے جین لنگان کو تھا کہ دن دو ہانہ سے ہاں ڈاکو کس آئے گا۔

”نکاح بند کرو۔ ہمیں یہاں سے تمہارے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ اپنی حرام کی دولت تم اپنا داناؤں کو خوش رکھنے کے لیے نہ سنبھال کر رکھو، ہمیں اپنی خون پسینے کی کمائی کافی ہے۔“ جاوید علی نے فرما کر کہا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ صبر کیا ہوا نظر آئے لگا۔ آنے والے ڈاکو ہوتے تو وہ دامن دولت سے دس کر لگتا جاتا لیکن یہاں تو تیر ہاتھ ہے کہ یہ وہی ہیں جن سے تم کو چھپنے کی تاکید کی تھی اور اپنے تئیں وہ۔۔۔

سب سے خفیہ لفظ نے پراگیا تھا جہاں وہ اپنی روپوشی کے ایام رنگینی سے گزار سکتا تھا لیکن معاملہ بہت جلد رنگین سے رنگین ہو گیا تھا۔

”تم لوگ کون سا اور مجھ سے کہا چاہتے ہو میری کچھ میں نہیں آ رہا؟ میں ایک معزز آدمی ہوں لاہور میں میری بہت عزت ہے۔“

”عزت دار آدمی اس طرح مت چھپا کر عورتوں کی آغوش میں نہیں آ جیتے جیسے تو آ بیٹا ہے۔“ جاوید علی نے تقریب سے کہتے ہوئے اس کے حشر پر ایک پھل چڑھا دیا۔

”تمہیں میرے ساتھ یہ سلوک بہت ہنگامہ چلنے گا۔ میرا اس شہر میں بہت اثر و رسوخ ہے۔ میری ایک نگار پر ساری وکیل برادری تمہارے خلاف اٹھ کھڑی ہو گی۔“ وہ پھل کے ذر سے مل کر وہ گیا تھا اس نے منہ پہلوا ہاتھ رکھا کہ اس سے ملتی رہی۔

”ہم تمہاری آواز اس کر سے سے باہر نکلنے دیں گے تب ہاں تمہاری وکیل برادری کو تو چاہی نہیں چلے گا کہ وہ جرح و جانت آپ اشفاق رانا صاحب ہوا کرتے تھے، انہیں ذمہ لیں کہا تھی یا آسمان ٹھل گیا۔“ وہ ہلکا کہاں اس کی دھمکی سے سرگھلب ہونے والا تھا۔ نہایت خطر سے جواب دیا اور آگے بڑھ کر نہایت آسانی سے۔۔۔ بڑی بڑی باتیں بتانے والے طرم خان کو گلاب کر کے اس کے منہ پر ٹیپ چکایا۔ دس گھنٹہ

شاہن کو پہلے ہی اپنی پر واز بھول کر ایک طرف کھلی کھڑی تھیں۔ جاوید کے سامنی فیصل نے اشفاق رانا کو مناسب طریقے سے بٹھانے میں اس کی مدد کی۔ اب اشفاق رانا کے صرف منہ پر ٹیپ نہیں چکایا ہوا تھا بلکہ ہاتھ پاؤں بھی اسی ٹیپ میں لپیٹ کر بے حس ہونے لگے تھے۔ وہ صرف ایک ہر دو ہانگیا میں ٹرنگ پر رکھوں دینا بڑا عجیب لگ رہا تھا۔

”ابھی کہہ کر ان خاتون کے بھی پاؤں باندھ کر انہیں دوسرے کمرے میں لٹکایا دینا چاہتا تھا۔ اب اس کمرے میں جو کچھ

ہوا، یہ سب سے ہر اداقت نہ کر سکیں۔“ اس نے عرض کی تھی لیکن کو کچھ دیا جس نے فوراً ہی خوف سے ہتھ پھانسا۔

”آکھوں کے ساتھ تمہیں سے شب قرعابی کی کہاں میں رکھنے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں کی تعمیر تھی دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا۔ اس کام کو انجام دینے کے لیے وہ ہر احوال رکھتا تھا کہ وہ کسی طور اس کی

ہونے کو باہر سے کسی کو روکنے کے لیے بلا سکے۔ باہر سے کسی کی لینے کا اس لیے سوال نہیں ہوا ہوا تھا کہ طور پر ہر واقعہ حقیقت میں کوئی سوچا ہو گا کہ کچھ کوئی پروہیوں سے بڑے سے ہتھیاری کی وجہ سے کسی کی اور سے بھی ہانپ کر گیا

امکان نہیں تھا۔ اپنے کام سے فارغ ہو کر وہ وہیں خوب فکر میں آیا تو جاوید علی اپنی کارروائی شروع کر چکا تھا۔ اس کی جارحیت کے باعث بڑا ہولناک حالت برپا ہوئی۔ اشفاق رانا نے اپنی تصویر نظر آ رہا تھا۔ اس کے منہ سے گرج ب و آواز برپا کھ رہی تھی لیکن منہ پر ٹیپ لگا ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بول نہیں سکتا تھا۔

”ابھی وہ لوگ توک جن میں ہر قسم مسموم لوگوں نے جاں میں بھنسا کر جاتی کرتے ہو اور وہ لڑکیاں ساری کے لیے اپنی اصل شخصیت کو کھوکھلا کر بری زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔“ اس کے قربانک کے لیے اس نے سوال کے جواب میں اشفاق رانا نے سر کو اٹھا دیا اور اس کی طرح جھنجھائی کی تھیں خود ہی کانٹے جانے والی لڑکیوں سے انکار کر رہا ہوا۔

”تو کہہ پاس بہت ہی کچھ کھلی تھیں تھے کچھ نہیں صرف کچھ بولتا ہے کہ یہ بیا مساجت سیکڑ میں کام کرتے ہیں اپنی بہاری آ رہا۔“ عالی ہمارے بچے میں سے اور ہم اس سے بہت کچھ اگرا آتے ہیں۔“ اس نے اس انداز میں اشفاق رانا کو پوچھا کہ جانتی ہیںے عالی سے خاتون مہتموم کرنے کے لیے انہیں اس پر خاصا تشدد کرنا پڑا ہو۔ اپنے انانڈا کا پڑھنی ان

نے اشفاق رانا کے چہرے پر دو دینا ہتھوڑ پڑ گیا تھا۔ ”ابھی طرح سوچ لو۔“ ہم نے عالی کو گھسیٹے ہوئے کی رعایت نہیں دی تو تم جیسے سارا کو کیسے معاف کر گئے ہیں۔“ اشفاق رانا کو ڈواہ میں آکھوں کر کے اس نے عرض کی کہ تمہیں مجھ سے دھمکیاں۔ جواب میں اس نے سر کو اٹھا دیا اور جھنجھائی کی تھیں کہہ کر کہا جاتا ہو۔ جاوید نے فیصل کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اس کے ساتھ پر سے ٹیپ ہٹا لے۔

”تم نے عالی کے ساتھ کیا کیا؟“ پچ پچنے لگی اس نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

”باز کار دیا۔“ جاوید علی نے سنا کہ اتنا ہی سن کر

پچھ پچھ کیوں؟ جب اس نے جھپٹ ساری معلومات فراہم کر دی تھیں تو بھرت م نے اسے کہیں مارا؟ میرے ساتھ مجھے تمہاری ہی کرد ہے؟“ اس کے لہجے میں احتجاج، خوف اور غصہ تھا۔

اس نے بتانے میں بہت دیر لگائی تھی۔ اس دوران اس کے منہ پر اسے زخم لگ چکے تھے کہ وہ زیادہ عرصہ بہت دیر تک ساتھ ساتھ رکھی۔ “اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

”مجھ میں نہیں ۲۲ ہوں۔“ اشفاق رانا کی طرف سے یہ جواب تھا۔ اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

”مجھ میں نہیں ۲۲ ہوں۔“ اشفاق رانا کی طرف سے یہ جواب تھا۔ اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

”مجھ میں نہیں ۲۲ ہوں۔“ اشفاق رانا کی طرف سے یہ جواب تھا۔ اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

”مجھ میں نہیں ۲۲ ہوں۔“ اشفاق رانا کی طرف سے یہ جواب تھا۔ اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

”مجھ میں نہیں ۲۲ ہوں۔“ اشفاق رانا کی طرف سے یہ جواب تھا۔ اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

دیکھا وہ اسے اس پر کوئی اعتراض نہیں سے لیکن ساتھ ہی اس نے ایک بڑی رقم کے عوض مجھ سے اپنی لڑکیاں فراہم کرنے کی فرمائش کی تھی اس کی جن کا آگے بچھ کوئی پوچھنے والا نہ ہو اور وہ انہیں اپنی مرضی کے مطابق چلا سکے۔ بس اس دن کے بعد سے میں اس کا بڑا پس پاندر بن گیا۔ وہ میرے اکاؤنٹ میں بڑی بڑی رقم فرما سطر کرتی رہی اور میں اس کی فرمائش کے مطابق لڑکیاں فراہم کرتا رہا۔ عالی بھی اپنی لڑکیوں میں سے ایک تھی۔ وہ سر بھنگا نے ساری تحصیل سناٹا چلا گیا۔

جاوید علی کا دل چاہا کہ کسی دوسرے لڑکا اس کا سر توڑ دے لیکن خود پر شہد کر گیا کہ ابھی اسے اس سے مزید معلومات حاصل کرنی تھیں۔

”چاہتا ہوں کہیں کہاں مل سکتی ہے؟“ اس نے ہلٹ پھپتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب تک وہ جہان قی ہم ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے تھے لیکن پھر میرے لیے اس کی کشش ختم ہو گئی۔ اصل میں جب میری امی سے ملتی ملاقات ہوئی تھی تب ہی وہ کوئی اپنی جان نہیں گئی۔ تب ہی اس سے خود اور پڑھی ہی ہوئی لیکن اس نے خود کو ہسپتال کر رکھا ہوا تھا لیکن ظاہر سے عجب تک کھتی ہے۔ پتا چلے گا کہ وہ کوئی جہان لڑکی نہیں بلکہ واقعی عکری عورت ہے۔ اس نے خود بھی پارٹیز میں شرکت کرنا تقریباً پونہ دو دن تھا۔ میرے پاس اس کا کوئی پتا لفظ نہیں تھا اور نہ ہی مجھے اس کی ضرورت تھی اس ہوتی تھی اس لیے میں نہیں بھی نہیں بتا سکتا۔“

”بھوت یوٹا ہے اولی ڈیم۔“ اس کے ایک ایک لفظ کو خور سے سن کر جاوید علی آخری لمبوں کوں کریش میں آیا اور اس کے حشر پر نہانے دار چھلور سے مارا۔ چھلور کی شدت تھی زیادہ تھی کہ اس کا گال اُمد سے پھٹ گیا اور ساتھ ہی ایک دانہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس نے بے ساختہ ایک زور دار چھلور پئی لیکن قریب ہی کھڑے فیصل نے اس کا ہتھوڑ سے دبوچ کر اس کی چھٹکا کاٹھا کھوٹ دیا۔

”اگر تجھے اس کا پتہ لگانا معلوم نہیں ہے تو پھر توڑ لو جو بچاؤنے کے بعد انہیں پہلانی کیے کرتے ہیں؟“ جاوید علی کی آنکھوں میں عرصہ اتر ہوا تھا۔ اس نے صرف ایک پھل چڑھا ہی اسکا تھیں کیا بلکہ اپنا بھاری ہولٹ والا جی اس کے ہتھ سے ہونے ہیوں کے سکھا بچوں پر اس طرح ڈکا دیا کہ چاروازیں ڈال دیا اور اس کے کھڑے چلنے پر ہی طرح طرح کے اور وہ پس تڑپ اٹھتے ہوئے بڑی جھنجھائی لگی ہوئی اس بار ہی اس کی تکی کو ہتھ سے باہر لٹکنے کا راستہ نہیں رہا گیا۔

”مجھ میں نہیں ۲۲ ہوں۔“ اشفاق رانا کی طرف سے یہ جواب تھا۔ اس نے بے جا بازی سے اس کے جواب دیا اور بھر پور لہجے کو خورج لیا۔ تاکہ بتاتے ہوئے اس نے انگریزوں کی زبان میں کہا کہ جی جی جی۔

پہلو رکھ کر... اگر تو نے میرے سوالوں کا جواب
 نہیں دیا تو اس طرح تو اپ کرنا ہے۔ اس نے دشت بھر سے
 انبار میں اس طرح دھکی دی کہ رانا کی رہی کسی صحت خم
 ہوئی اور وہ سرگرمیوں حرکت دینے لگا جیسے بگڑتا چلتا ہو۔
 جا رہی تھی نے ایک لمحے کو اس کا چہرہ غور سے دیکھا۔ پلے
 پڑ جانے والے دشمنوں کی تکلیف کی شدت سے بہرہ نکلنے
 والے آنسوؤں نے ترکر دیا تھا۔ وہ کہیں سے وہ شخص نہیں
 لگا۔ ہاتھ جیسے سولہ پونڈی وہی اس پر پڑے ہوئے دیکھ کر لوگ
 سمور ہو جاتے تھے۔ اس نے فیصل کو اس کے منہ سے ہاتھ
 پٹانے کا اشارہ کیا۔
 "بھئی... پانی... مجھے تھوڑا سا پانی پلا دو۔" اس نے
 بیکہ مانگے وہ لوگوں کی طرح ماہڑی سے درخواست کی۔ اس
 کی درخواست پر جاوید نے خود آگے بڑھا اور پینے کی ساڑھی نہیں
 پر رکھے ہتھ سے گلاس میں پانی اٹھایا کہ اس کے قریب
 آیا۔ یہ صرف ایک گھونٹ پانی تھا جسے پیا کہ رانا کسی کتے کی
 طرح پانچھ لگا اور نہایت حاجت سے حیرت پانی پانے کی
 درخواست کی۔
 "حیرت پانی تمہیں اس وقت ملے گا جب تم مجھے پانچھ
 کے بارے میں معلومات فراہم کرو گے۔" جاوید نے اس
 لہجے میں شرط لگائی۔
 "اس کا پتا تو تمہیں مجھے نہیں معلوم ہے لیکن ایک فون
 نمبر ہے جس پر میں اس سے رابطہ کر سکتا ہوں۔ وہ پلے
 ہونے پر وہ لڑائی کے بارے میں جو ہدایات وقتاً بہ
 میں ان پر عمل کرتا ہوں۔"
 "فون نمبر بتاؤ۔" جاوید نے سر دھکی میں پوچھا۔
 "وہ میرے موبائل میں پائیگا کے نام سے فون
 ہے۔" اس نے شرافت سے بتایا تو جاوید نے فیصل کو
 اشارہ کیا۔ رانا اور دشمن دونوں کے ہی موبائل فون اس کے
 چپٹے میں تھے۔ فیصل نے فوراً رانا کا موبائل چیک کرنا شروع
 کر دیا۔
 "اس میں پانچھ کے نام سے فون اور نوکر کے ونمبر
 فون ہیں۔" فون کا جب لاک چیک کر کے فیصل نے فون رانی
 لٹایا۔
 "پانچھ! تو وہ انہیں اس کے استعمال میں ہے۔ پانچھ
 دن ایک ٹی بی وی میں نمبر ہے جو کبھی اس صبح اور میں ۱۱
 تھا جس کی آڑ میں وہ اپنی بڑائیوں سے متحدا کر رہی تھی۔ بعد
 میں وہ صبح پھر وہ نہ کر کے منظر سے ہٹا گیا ہوئی گی۔"

تمہیں پانچھ کے اندھیرے بھی بھٹکانہ سکے اور وہ روشن

مستاد میں گر پڑے گا پانچھ میں اپنے فن کا لوہا منوایا اور شہرت کی

بندوبست پانچھ کی کہ بہت کرے انسان تو کیا ہونہیں

مکتا پانچھ کے با حوصلہ انسانوں کا زندگی نامہ

پانچھ کے اندھیرے بھی جذبہ بیدار کر دے گا۔

بہت جلد یہ نامس شمارہ
 پاکستان و بیرون پاکستان کے
 ہر ایک اسٹال پر موجود ہوگا

پانچھ کی شہرت

نمبر
 بینا فینا

ایسی بارونیا پانچھ کی داستان جو اپنی مثال آپ تھی۔

ایک ایسی نامی نمبر جسے آپ ٹھونڈ کر نہیں

دوستوں کو ہوتو دیتے ہوئے فرختمیں کریں گے

بس شرط ہے آپ ایک بار پڑھیں پھر خود ہی گرویدہ ہو جائیں گے

جب وہ اپنے ہنگامہ کا پتہ لگا رہا تو اس نے اپنے ہاتھوں سے
چشمہ پوش کو ہاتھ سے لے کر انہیں ان کیوں کے افراد پر سے
شہر میں گھسی گھسی لیں گے۔

☆☆☆

”کیا بھرت ہے ہاں۔ ایسے چڑے چڑے تو ہم کو
رنگ تک جاتے گا۔“ سونے شہریار سے شکوہ کیا۔ شہر میں
سنگی رولی ہائی لارٹ ہونے کی وجہ سے کام لے کر اٹل کوئی
بھی کارروائی کرنے سے منع کیا تھا اس لیے وہ نظر بیا ہاتھ پر
ہاتھ دھرے بیٹھے تھے۔ کوئی مصروفیت بھی تو اس پر کہ کس
جاگک کے لیے قریبی پارک تک چلے جاتے ہوں میں کئی
وقت شہر کی تقریباً گاؤں کا رخ کرتے تھے تاکہ مشکل ہوگی کے
کمرے میں شہر سے رہتا بھی انہیں انڈیا کی نظروں میں
سلوک بنا سکتا تھا۔ جاگک کرتے ہوئے وہ بارگاہ میں ان
سے آٹا تھا۔ ان ملاقاتوں میں اس نے بتایا تھا کہ وہ دوڑتی
رائی کو کامیابی سے شکستے لگانے میں کامیاب ہو گیا ہے اور
بڈنگ میں ابھی تک کسی کو اس کے غیاب پر شکوک نہیں ہے۔
اس کی وجہ اس کا طرز زندگی تھا۔ ایک تو وہ اکیلا رہتا تھا،
دوسرے ہٹا کسی سے نہ کر کے اس طرف بگھڑوں کے لیے
غائب ہوجاتا اس کا معمول تھا اس لیے کسی سے ٹوس بھی نہیں
لیا۔ دوسری طرف کام پر ہم ہاتھ پر بھی نظر رکھے ہوتے تھا۔
اس کے مطابق آج کل پر ہم ہاتھ خود میں ہرگز ہوا تھا۔ مانے
اس کے گھر والوں کا بیٹا مشکل کیا ہوا تھا اور وہ نظر بیا چھوٹا
کھٹے ہی زبانی پر رہتا تھا۔ اس کے گھر جانے کے اوقات
نظر میں نہیں رہے تھے۔ ان حالات میں نائٹ گھس اور
اسکو میں جا کر تقریباً کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اور
اپنی یہ پھیلا ہوت وہ اس طرف نکال رہا تھا کہ بے قصور شہریوں
کو گرفتار کر کے کھینچنے کے نام پر انہیں تھک دیکھتے بنا جا رہا
تھا۔ یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ ان بے قصور افراد کو چھوڑنے کے
لیے ان کے گھر والوں سے بڑی رقم بھی وصول کی جا رہی
تھی۔ اب صورت حال یہ تھی کہ لوگ پولیس والوں کے
سامنے سے بھی بھڑکتے گئے تھے۔ کام کی فراہم کردہ ان
مسلوٹ کی تصدیق نیز پتہ بھی کہہ رہے تھے اور اب
حالات اس کی بڑھ چکے تھے کہ شہری پولیس کے روپے کے
خلاف احتجاج کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ میں یہاں کا
ساتھ دے رہا تھا اور پھر یہ صاف کھوں میں اس امر پر
ذمت کرنے کے ساتھ ساتھ کلام کا آڑے ہاتھوں لے رہے
تھے۔ شہر یار بہت فور سے اس ماری صورت حال کا ہاتھ
لے رہا تھا اس لیے سلوکا شہر کو کمرنگا اور ہوا۔

کوئی نئی جہاز کی گاڑی کے لیے کوئی کارروائی
نہیں ہوا۔ چنانچہ اس کی گاڑی میں ان دونوں کے سامنے
پرکھنے کی۔
”اے۔۔۔ یہ کیا تھا لگا رہا ہے تم دونوں نے؟“ پرکھ
بڑھ کر کہیں میں اپنی کن لہراتا ہوا گاڑی سے برآمد ہوا اور
رہے سے انہیں لپٹے ہوئے ہوا۔۔۔ پرکھ ہاتھ نے الٹا گاڑی
سے نیچے تر کر صورت حال کا جائزہ لیا اپنی اطراف نشان کے
طرف بھڑکتا۔

”دیکھیں وہاں نے میری گاڑی کو ساڑھا ماری ہے۔
میں اس سے نقصان بھرتے ہو کہ ہا ہوں تو یہ اتنا مجھ پر الزام
نہیں ہے۔“ میں نے کہا کہ میں کھینچ کر پھلتے تو وہ دونوں اس طرف
پہنچے۔ ایک دوسرے سے الگ ہوئے جیسے اب تک انہیں
کوئی اور گاڑی کی موجودگی کا احساس ہی نہ ہوا۔
پرکھ نے مجھے میں مصروفیت بھرتے ہوئے اس سے
فصلیت کی۔

”یہ بھوت ہوتا ہے۔“ ماننے میں اور جب تک کہ رہا
تھا۔ چونکہ میں میری گاڑی کو ساڑھا رہا تھا۔۔۔ اب قریب
بڑھ کر دیکھیں وہاں کے منہ سے شراب کی کھلی گھڑی ہو آ رہی
تھی۔ ساتھ شہر کی نے میری گاڑی کی ٹیسی بھی کر دی۔ یہ
دیکھیں کی طرف سے گاڑی کا۔ شہر یار کے عاجزات لگے
تھے۔ ہاتھ میں سلوکا بچہ ہاتھ چا رہا تھا اور وہ بہت نھے
تھے کہ میں کوئی اصل صورت حال سے آگاہ کر رہا
تھی۔ انہوں نے کہا کہ نہ تو یہاں میں چڑھانے والے
میں نے لوگ زمین کا جواز لینے کا فیصلہ کیا اور چھوٹے قدم
لگے۔۔۔ کہہ کر اور ہنگ کہہ دیکھنا چاہا کہ کوئی ہی گاڑی کو کھتا
تھی۔ یہاں ہے۔ سلوکا شہر یار کو ایسے ہی کسی کوئی کی تلاش
تھی۔ منہ میں کہاں کے سر پر ہوتے پتہ لگا کر شہر یار نے
میں کو گاڑی میں بیٹھے یہ پتہ لگا کر طرف کر دیا۔ اس
پتہ تک کوئی قاتل کی طرف نہ بیٹھے پر ہم ہاتھ کو اٹھا
تھی جس کا صورت حال اس طرف پتہ جانے کی۔ اس
پتہ کے سامنے ہی دیکھیں بڑھ کر غارت گھول کر اس میں سے اپنا
بڑھ کر لے کر کوئی کی لیکن فوراً ہی ایک گن کی نال اس
نہ نہیں سے آگئی۔ یہ کام تھا جو اس کی گاڑی کا قاتل کرتا
رہا۔۔۔ ہاتھ پر گاڑی روک کر پھیل نہایت خاموشی سے
ہاں تک پہنچ گیا تھا۔

”اب کوئی حرکت مت کرنا ورنہ بڑا نقصان
انگے۔“ اس نے فرما کر ہم ہاتھ کو بھڑکا لیا۔
”کون ہو تم لوگ؟“ اس نے کھلی کھلی آواز میں

”جہاں ہاؤ گے۔“ اپنی تو گاڑی سے بچے آ رہے۔
کام نے ساتھ لگے جس سے جواب دیا جس پر وہ کسی
مزاحمت کے بغیر گاڑی سے اتر آیا۔ مزاحمت کا وہ اس
لیے بیٹھا نہیں ہوتا تھا کہ سے سامنے ہی اپنا گن میں سوک پر
چٹ لینا نظر آ رہا تھا اور وہ خود خالی ہاتھ میں گن افراد کے
نظر میں تھا۔

”اگر تم کوئی لپٹے ہو تو تمہیں اپنی ہر حرکت بہت سختی
پڑے گی۔ میں ایک پولیس آفیسر ہوں اور مجھے تمہیں ہتھیار کر
تم بہت بڑی کھلی کر گئے۔“ شہر یار سے اچانک ہی وہ ایجنٹ
یاد آ گئے تھے جن کی اس سوک پر لوٹ مار کرنے کی کہانیاں
عام نہیں اس لیے ذرا سا سنبھالنے لے کر انہیں دھمکانے کی
کوشش کی۔

”اپنا منہ بند رکھو۔ ہم نے تمہارا سب آگیا ہے اسلیم
کر کے ہی تم پر ہاتھ ڈالا ہے۔“ شہر یار جواس دوران اس
کے نزدیک آ گیا تھا۔ صحت لگے میں بولا اور اس کے منہ پر
ایک زور دار پھینک دے مارا۔ پرکھ ہاتھ کے لیے یہ صورت
حال بڑی بھیجی۔ اسے باہل نہیں آ رہا تھا کہ اس طرف
اسے گھر لینے والے لوگ کون ہو سکتے تھے۔ وہ کوئی اچھا
بڑھ کر رکھے والے پولیس آفیسر نہیں تھا۔ جہاں بھی رہا تھا،
لوگوں پر ظلم ہی اٹھانے تھے جس کی حالیہ مثال ہے
گناہوں کو گرفتار کر کے تھک دیکھتے بنا دوران کی رہائی کے
بدل ان کے اجراء سے پھیلے رقم وصول کر رہا تھا۔

”آگے بڑھو۔“ اسے ہم کھڑا کر کے شہر یار نے گن
سے سنبھال دیا۔ ان کا رخ بگھٹا کھٹے پر کھڑی کام کی گاڑی کی
طرف تھا۔ گاڑی کے قریب کھڑے شہر یار نے اپنی جیب سے
کلور فام میں ڈوبا روٹا لٹا اور پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر
پرکھ ہاتھ کی ناک پر رکھ دیا۔ اس اچانک کھٹے پر وہ ذرا
ساٹھا لیکن مگر ہاتھ ہی چھوڑنے پر بھڑھور ہو گیا۔ زمین پر گرنے
سے پہلے ہی شہر یار نے اسے سنبھال لیا۔ اس دوران میں
کام تیزی سے آگے بڑھ کر گاڑی کی ڈیگھول چکا تھا۔ ڈکی
میں دیکھی ایک سوٹ کھس رکھا تھا جو چند من میں اس نے
دوڑی لاش کھٹانے لگانے کے لیے استعمال کیا تھا۔ ڈکی میں
رکھے رکھے ہی اس نے سوٹ کھس کو کھولا اور تھیں نے تل کر
پرکھ ہاتھ کے بے ہوش ہوجا کر اس میں کھس کر دیا۔ سوٹ
کھس بند کرتے ہوئے انہوں نے اس بات کا خیال رکھا تھا
کہ حساب ہتھار میں آسکین اندر جاتی رہے۔ ڈکی بند
کرنے کے بعد ان تھیں نے گاڑی میں اپنی اپنی جگہ سنبھال

اس کی کمال مجھے کافی معلوم تھی ہے۔ سوائے آسانی
 سے اپنی زبان نہیں کھولے گا۔ چاہے پیچھے ہوئے فرش پر
 بے ہوش پڑے پر ہم ناگھ کی طرف دیکھتے ہوئے کام لے
 چہرہ لگا۔

مجھے ہر حال میں اس سے بچا گیا ہے۔ چاہے اس
 کے لیے مجھے اس کا پورا جسم ہی کیوں نہ چھیننا پڑ جائے۔ یہ وہ
 شخص ہے جس نے ڈاکٹر صاحب کو اپنے ڈار سے لاف کی
 جیسے بہت بڑی مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ وہ ہے چاہے نہ
 چاہنے اسے مرے سے کتنی مصیبتوں سے نبرد ہے وہی اور
 کس حال میں ہیں اس شخص کے لیے میرے پاس صحافی کی
 کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ یہ وہی شہر پر تھا جو بارگاہوں
 سے کھنکھنے کے باوجود نپلے طیلے کے مظلوم و مجبور افرونی
 پر پڑتا تھا بہت بھاری سے مسافر تھین ایک ملک دشمن کے
 لیے اس کے لیے میں انکی سزا کی تھی کہ کلام بھی اندر سے لڑ
 افواہ سلواہت نہ ملتی تھی۔ جس کی پر اس کی تربیت ہوئی تھی اس
 میں کسی پر تشدد کوئی اونگھی بات نہیں تھی۔ وہ سر سے اسے دونوں
 کے ساتھ میں اس نے انکی طرف سے کھینا تھا کہ ملک دشمنوں
 کے حق میں شہر یا مکتا تھا اور بے چارہ آدمی ہے۔

تم شاید اپنا سوچاں بگن میں پھونڈا ہے ہو
 وہاں سے اس کی نون سائی دے رہی ہے۔ بگن کی طرف
 سے آئی بہت دیکھی ہی آؤ پر شہر یاد کے کان کھڑے ہوئے
 اور اس نے کلام کہا آگاہ لگا۔

"اور" کلام تجزی سے بگن کی طرف گیا اور جب
 فون کان سے لگائے وہاں آیا تو پھر سے کے اثرات کہ پھر
 رنگ بدل رہے تھے۔

"مجھ میں اسے فوری طور پر روانہ ہونا ہوگا۔
 میرے ایک آدمی کی کال آئی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ اس
 وقت میں کہاں ہوں۔ اسے اطلاع ملی ہے کہ جس پتہ تک میں
 ہم موجود ہیں اس پر مزید کرنے کے لیے ایک پولیس پارٹی
 روانہ ہو چکی ہے۔ ابتدائی معلومات کے مطابق پولیس پارٹی
 بگن پر فخر پیش افرونی موجود کی خبر ملی ہے اس لیے ہم
 یہاں سے جتنی جلدی نقل جا سکیں اتنی ہی اچھا ہوگا۔" جلدی
 جلدی انکس صورت حال سے آگاہ کرنا کلام افرونی کا اشارہ
 نظر آ رہا تھا۔ ظاہر ہے وہ اس وقت پولیس کے ایک ملوثی
 افسر کے ساتھ یہاں موجود تھے اور پکار سے جانے کی صورت
 میں بہت جڑ سے انہماں سے وہ چارہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے ان

کرو پھر تھکے تھے۔ چاہے اسے اور دوست میں
 فیصلہ سنا لیا اور فوری طور پر حرکت میں آ گیا۔ کلام کے
 سے ایسا لگا کہ وہ اس کام میں وقت ضائع نہیں کرے
 فوری طور پر نکلے گا خواہ اہل سہ سے لیکن شہر بارگاہوں
 دیکھتے ہوئے اسے بگن کی خبر آئی تھی کہ اس کی اور
 دونوں کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اب ایک بار پھر بے ہوشی
 سوٹ میں کھل ہو چکا تھا اور وہ لوگ لٹ کے
 اسے بچنے لے جا رہے تھے۔ سوٹ میں کوئی بھی
 خود گاڑی میں بیٹھنے تک انہیں کوئی مشکل نہیں
 آئی۔ پارٹنٹ ڈنک کاب پر دیکھت تھا ہوا نے کی وجہ سے
 زیادہ آؤ انکس تھا اور یہ ماحول ان کتے افرونی کے مظلوم
 چٹ لوگوں کے لیے بھی سازگار تھا کیونکہ یہاں ان کی سزا
 سکتا ہے کی خبر میں آئے ۱۹۸۰ء میں بگن کی خبر
 گاڑی گیس سے بھری تھی جس کی کال نہیں کی
 دکھائی دی۔ خلاف معمول پولیس والے ٹولز
 آنے کے بجائے ٹاٹھوٹی سے ہٹا گئے تھے۔
 کو گیس سے لگتے دیکھ کر انکس دور سے ہی دیکھتے
 گیا لیکن ظاہر ہے ان کے لیے راکٹ نہیں تھا۔
 ایکسپر پڑ پڑا ہوا پھوہا۔ بھی بڑھا ہوا اور وہاں کی گاڑی
 رقتاری سے آگے بڑھتی تھی جی بڑا زاری اور اس کے
 پولیس کی گاڑی بھی ان کے پیچھے آئی۔ اب صورت حال یہی
 کہ کلام کی گاڑی کس طرف اپنے خاتب میں آگے
 پولیس چپ سے دیکھا پھر اسے نون پولیس والے بھی
 جان پھونڈے کے لیے تیار کیا تھے۔

بندو بست کرتا ہوں۔" اس نے کلام سے کہا اور خود اپنی
 سنبھال کر بڑھ گیا۔ انکارا وہاں پہنچے ہوئے کلام نے
 آہستہ آہستہ کہہ شروع کر دی۔ ان کی گاڑی کی رفتار میں
 دیکھ کر پولیس چپ ڈرا رہی جو میں آ گیا اور چپ کی
 مزید بڑھادی۔ اس کی اس حرکت نے گاڑی اور
 درمیانی فاصلہ مزید کم کر دیا اور سولو کے لیے چپ کے
 باز کو تھانے بنا اور بھی آسانی ہو گیا۔ لگے گاڑی میں کوئی
 ہی فضا میں زور دار آواز نہ تھی اور نیز رفتار پولیس چپ
 بری طرح لہرائی کے ذرا تھیر کے لیے اس پر قابو پانا
 ہو گیا۔ کلام نے فوراً ہی گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ اس وقت
 وہ ایک ایسی سڑک سے گزر رہے تھے جس کے دونوں

میں رہنے والا کلام یہاں کے راستوں اور پتوں سے پہلے
 طرف ایک طرف تھا لیکن یہ واقعیت کسی گمراہ نہیں ہال کتنی
 تھی۔ جلدی انکس اندازہ ہو گیا کہ ان کے خاتب میں وہی
 وہاں چپ نہیں آ رہی تھی جس کے باز کو تھانے بنا گسٹرو لے
 اسے ۲۰۰۰ کروڑ پا تھا۔ وہاں بگن اور بھی وہاں لٹش میں
 تھی اسے ڈروٹی بھی آ رہی تھی۔

"گارے سامنے سے بھی کچھ گاڑیاں آ رہی ہیں۔ گنا
 نے انہوں نے ڈرائیور پر رابطہ کر کے اپنی مدد کے لیے اپنے
 رہیں کہ پڑا ہے۔" آگاہ کی ہی کلام نے مسلسل لچھے میں
 نہیں قطع کیا۔ یہ وہ اسے روز تھا جس پر سامنے سے
 گاڑیوں آنے کا مطلب تھا کہ انکس دونوں جانب سے
 کتنی ہی گاڑیوں کی جارہی ہے۔

بگن کا کیا راستہ ہے؟" مشورہ دے تھیں کی سے

بگن گاڑی چھوڑ کر انکس کے چھوڑ میں کھتا ہوگا۔
 یہ جواب بگن کے ہاتھ بڑھتے ہوئے تھی۔ لے گاڑی چھوڑنے
 کا مطلب تھا کہ انکس پر ہم ہاتھ کھینے چھوڑنا لیکن اس کے
 اور کوئی چاہا بھی نہیں تھا۔ اور وہ پھر ہاتھ سمیٹ بگاڑے
 رہتے تو گیس کی کوئی صورت نہیں تھی لہذا ہی لگنے کی
 صورت میں اور پھر ہم ہاتھ پر ہاتھ ڈالا جاسکتا تھا۔

"بھرا راستہ ساڑھے چار میل کے۔" اس کی ایک نقلی
 جلدی ان کہ کلام نے دیکھا۔ اس صورت حال میں سب
 سے زیادہ اسے ہی نقصان پہنچے گا۔ اس کی گاڑی سے
 بگن کو سمیٹنے کے لیے مطلب تھا کہ وہ پوری طرح ایکسپر
 لے گا اور اسے اپنا جیسوں کا پتا بنا جیتا اب تم کر کے
 سب سے سے قدم چھانے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ دوسری
 صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ اسے یہاں سے باہر نکالنا
 یہاں ایک سر ہاتھ بھی آنے کے بعد یہاں کی ایکسپریاں
 بہت چھوڑنے والی نہیں ہیں۔ وہ تو کون سی طرف اس کی بڑ
 رہتی پڑیں۔

فون اور پر بیٹھنے کی وجہ سے وہاں اس نے بہت
 حرکت سے گاڑی روکی اور وہ تینوں بھرتی سے باہر نکل کر
 وہیں طرف کے چھوڑ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ
 تینوں تھیں تھا کہ پولیس والوں نے بھی انکس چھوڑ میں گھسے
 اسے دیکھ لیا اور خود بھی ان کے خاتب میں وہاں چلے
 آئے۔ پولیس والوں کی مدد ہی برتری اس صورت میں ان

"مجھ میں اسے اس کی طرف بھاگنا ہے۔ وہاں
 سے ایک ریلے سے اٹھ کر زرتی ہے۔ اگر سمت نے ساتھ دیا
 تو ہم وہاں سے گزرنے والی کی گاڑی میں سوار ہونے میں
 کامیاب ہو جائیں گے۔" بھانجے بھانجے کلام نے انکس
 آگاہ کیا تو انکس بگن آگاہ اس نے خصوصیت سے وہاں
 طرف کے چھوڑ میں گھسے کا مشورہ کیوں دیا تھا۔ وہاں ہانکا کر
 بھاگ رہے تھے اس لیے سارے حواس کی وحشی جانور کی
 طرح ہی پڑتے تھے۔ ان کے چھوڑ حواس کے ساتھ انہوں
 نے پہلے گاڑیوں کے بریک لگنے کی آواز بھی نہیں اور پھر ان
 آوازوں پر انہوں کی تیز و تیز حواسی ہوئی پئی تھی۔

"جلدی کر گیا کوئی گاڑی چھوڑ کر اس طرف
 آنے والی ہے۔ اس وقت اس کی رفتار چھوڑ نہیں ہوگی اس لیے
 ہم اس پر چڑھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔" کلام نے تھکا
 کراہٹیں آگاہ کیا اور اپنی رفتار کو بگن اور بڑھا دیا۔ ان دونوں
 نے بھی بگن کی اور بین اس وقت تک ریلے سے لائی تک چھوڑنے
 میں کامیاب ہو گئے جبکہ گاڑی دیکھ کر رفتار میں وہاں سے
 گزر رہی تھی۔ ان کے اندازوں کے پر عکس وہ کوئی مسافر
 ریل گاڑی نہیں تھی بلکہ مال گاڑی تھی۔ یہاں وہ ایک
 دوسرے کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے اور اپنی اپنی مہارت اور
 بھرتی سے کام لے کر اپنے طور پر اس مال گاڑی میں چڑھنا
 تھا۔ تینوں نے اٹھ کا نام لیا اور چھوڑنگ لگادی۔ تینوں ہی
 تربیت یافتہ تھے اس لیے ذرا سی مشکل سے ہی کئی اپنے
 مقصد میں کامیاب رہے۔ مال گاڑی پر چڑھنے کے لیے
 انہوں نے دوایوں کے درمیان چھوڑی چھانے والی دھنگ تھ
 کا انتخاب کیا تھا اس لیے فوراً ہی فرش سے چپک کر اپٹ
 گئے۔ چھوڑنے یا کھڑے رہنے کی صورت میں دور سے انکس
 دیکھ لیے جانے کا امکان تھا۔ ان تینوں کے افسانے سے بے
 نیاز مال گاڑی اپنے سفر پر کارکن رہی۔ اپنی جگہ لیے لیے
 بھی وہ دیکھ سکتے تھے کہ چھوڑ میں کئی عاقر پتی کی روئیاں
 چھوڑی کی طرح جھگڑا رہی ہیں لیکن یہ چھوڑ اب انکس حواس
 نہیں کر سکتے تھے۔ وہ تو پھر بھرتی گاڑی مال گاڑی کے
 ساتھ ان کی کھلی سے دور ہوتے جا رہے تھے لیکن وہاں سے
 تھے کہ یہ چھوڑ کا حواسی ہے اور اب نہ جانے انکس کب تک
 اور کتنا بھاگتا ہے۔

اپنی طبیعت چھان لگا کر جاتی ہے۔ اس وقت جانے کی تمہیں
 ڈانٹا مانی جس صورت کے بارے میں بتاؤ تھا۔ جو محالوں
 کے باعث ہم اس کی اصلیت تک بھی پہنچ گئے ہیں۔ سب
 سے اہم حوالہ میراث ہے جو وہ تھا۔ جو عمر کے کچھ برس ہونے
 والے بعد وہاں کا سرسرا لگاتے ہوئے پونیس اس میراث
 پر وہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوئی تھی لیکن ان دنوں وہاں تک پہنچ
 میں ٹھوڑی سی تاخیر ہوئی اور یہ صورت وہاں سے اپنا سبب اپ
 قسم کر کے راز ہونے میں کامیاب رہی گی۔ تمہیں شاید یہ سن
 کر حیرت ہو کہ جو عمر وہ مر گیا، وہاں کی بی بی نے کہہ دیا وہاں
 13 لاکھ مارے اپنے آخری دن میں اس بات کا اعتراف کیا
 تھا کہ وہ اور اس کی ماں راز اور موساوی اہل ایجنٹ ہیں اور
 پانچ لاکھ ان کے امرا کے بیٹے میں کر دیا کرتے ہیں اور
 اور اصل راز اور بارہ لاکھ ماں سے تعلق رکھتی ہیں۔ یعنی کی موت
 کے بعد وہ مسلسل سفر سے تائب ہے۔ یہاں تک کہ اس نے
 اپنی انگریزی بی بی کی لاش وصول کرنے کے لیے بھی کسی قسم کی
 کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ اس قسم کے ثبوت بھی لے لیے ہیں جن
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستحقا کے ریش اور سے بھی تعلقات
 تھے لیکن ظاہر ہے کہ ریش اور مرچا ہے اس لیے ہم اس
 سے کہہ سکتے ہیں کہ مستحقا کو رکھنے۔ "ڈیٹان نے اپنی طرف اس
 بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے جاوے علی کو سمجھدی سے ان
 تعلقات سے آگاہ کیا جو اس نے اس وقت راز سے حاصل
 ہونے والی حوثات کی روشنی میں متح کی تھی۔
 "تم نے آپ کو راز سے حاصل ہونے والا ایک
 نمبر بھی تو دیا تھا اس سے کوئی سراغ نہیں ملتا۔" جاوے علی کے
 پاس ابھی ایک امید باقی تھی۔
 "تم نے شاید اس نمبر پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ بڑا عجیب
 نمبر ہے اور ہمارے ملک میں استعمال ہونے والی کسی بھی
 سو اہل سروں سے ملتی نہیں رہتا۔ میں نے اس نمبر پر کال
 کر کے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن نکل جانے کے باوجود کسی
 نے کال نہیں لی تھی۔" اس نے اپنی سمجھدی سے جواب دیا۔
 "آپ راز کے سو اہل سے کال کر کے دیکھتے۔ جو ہوتا
 ہے وہ اپنی نمبر سے آنے والی کال رہتی نہ کرتی ہو۔" اس
 نے تیزی سے مشورہ دیا۔
 "پہلے میں نے راز کا نمبر استعمال کیا تھا لیکن اس کے
 باوجود کال نہیں لی تھی اور اب تو اس کی موت کی خبر سنا
 عام پڑ گئی ہے۔ اس راز ہو جس شخص نے پونیس اور مہیا یا
 والوں کو سبوتاہا دیا ہے کہ اس طرح وہ افراد نے زبردستی اس
 کے قتل میں حصہ لیا ہے اور راز کو بے بس کیا اور پھر اسے

دلے دکر میں غور سے دیکھا کہ اسے کتنا ہی چہرہ
 رہے۔ ان حالات میں اب ہمارے لیے کسی صورت میں
 استعمال کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہمارا دماغ جتنی حد تک توانائی
 نہیں ہے، کچھ ہو نہیں سکتا کہ اسے پس کرنے کے چہرے میں
 کھس جائے۔ ہوسکتا ہے کہ مستحقا کے سو اہل پر یہ کوشش
 ہو جو وہ کہہ کہ وہ کال کرنے والے کی کوشش سے آگاہ ہو سکے
 اس نے جاوے علی کو صورت سے حال سمجھانے کی کوشش کی۔
 "اس وقت راز کا سو اہل راز رکھتا ہے۔ اس سے بھی
 معلوم نہیں ہوا کیا؟"
 "نہیں۔" ڈیٹان نے راجی سے جواب دیا۔ "وہ نہیں
 سو اہل کتنی کی سرور استعمال کرتا تھا اس نے ہمیں اس کا
 پورا پورا فہم کر دیا ہے لیکن اس قسم کی نمبر سے آنے والی کال
 پر کی جانے والی کال کے متعلق ان کے پاس کسی قسم کا راز
 نہیں ہے۔"
 "یعنی یہ ایک بار پھر انجے۔ میں کہتے ہیں
 کہ جو اس سے پہلے ہی وہاں ہی سے آیا۔"
 "کی راج ڈیٹان۔ ہمارے یہ خیال میں بہت
 مقام آتا ہے کہ یہ طرف اندر ہی اندر میرا ہے
 ہم اپنی حالت ٹھیک نہیں دیتے اور اہل اندر سے
 اپنے لیے روشنی کی کوئی کرن استعمال کرتے ہیں۔" ڈیٹان نے
 اسے سنی وہی تھا اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے ساتھ
 قبول کر لیا اور اس نے اس بات سے کہہ کر اسے باہر علی
 گیا۔ سب بات سمجھتے اور کھٹے ہوئے بھی بی انال تو اسے
 باہر اپنا ایک گھس۔ ہاتھ اپنے اس کی ساری حالت اور اسے
 ملی ہو۔ اس قسم کی کیفیت میں وہ اس گھر میں جا رہا
 جہاں آج کل باقی باقی مرقا۔ اتنا ان کا حال کے بارے میں
 یہ کچھ نہ بتائی کہ اسے وہ لوگ اس طرح استعمال کرتے
 ہیں اور اسے ان کی حالت کو دیکھ کر وہ خود بخود اسے استعمال کرتی
 تھا۔ صورت نامی نرم ہلاک اختیار کے ذریعے وہ اپنے
 بڑے سو رماؤں کو زبردستی کر لینے کے بارے میں واقف تھے۔
 یہی خبر یہ کارور سے کام بہت خوبی سے انجام دے سکتی
 لیکن ڈیٹان سمجھ گئی نے بھی اس خبر کو قبول نہیں
 کیا۔ ایک تو وہ صورت کے اس استعمال سے ہی شک
 تھے، دوسرے بھوری میں گناہوں کے دلائل میں
 جانے والی نال کو اگر وہ بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کرتے
 تھے تو یہ اس کے ساتھ سخت زیادتی ہوتی۔ چنانچہ اس کے
 بارے میں کسی قسم کی لہلہ ہونے تک بی انال اسے سمجھنے
 گیا تھا۔ دیکھتے ہی ابھی اس کا باز لگانا اس کے لیے ضروری

تھا۔
 "کیا بات ہے، بڑے اہل تک رہے ہو؟" اسے
 اپنا سامنے پا کر ماننے کے چنگے چنگے میں سزا دیا تھا۔
 "یہ کاشی اور اسی ہی لاتی ہے۔ تم نے اسے اس وقت
 باز دیا ہے، ہمارے کسی کام نہیں آسکا۔ اس سے سب کچھ
 جاننے کے باوجود وہاں کھڑے تھا جہاں پہلے
 تھے۔ اس نے مجھے ہونے کے لیے میں کہا اور اسے خود بخود
 جاننے کی تعلیمات سے آگاہ کرتا چلا گیا۔ چھ روز تک قابل
 کر کے نہیں نے والی عالیہ سے اس عمر میں اسے کچھ نہیں
 سنی تھی اور اب وہ پہلے جتنی بڑی نہیں تھی کچھ وہ اس کی
 نہیں ہو سکتے تھے۔... چنانچہ اس طرح وہ بھی لڑتی نہیں تھی،
 اسے اسے ہر روز پاتا تھا اور اب اسے اسے ہر روز پاتا تھا
 یہ اسے اس طرح وقت گزار رہی تھی۔ وہ نے کو
 نہیں سنا تھا کہ وہ وہاں اتنی ہی تھا وہاں میں جو دوسروں
 میں سے تھی۔ اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی لیکن
 اب تک اس کو اس بات نہیں تھی۔
 "ہاں۔ وہ تو یہ بات ہے۔ اس وقت میں سے کسی کی نہیں
 ہے۔ مطلب ہے۔ اس کو تو میں ہر کام کا ایک طریقہ ضرور
 ہے۔ وہ اس کے راز سے نہیں جو سنا ہے۔ اس نے پہلے
 لیے بھی کوئی طریقہ نہ تھا۔ مگر ہوتا کہ کوئی غیر متعلق شخص
 اسے نہ کہے۔ یہ طریقہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ نال سے
 پہلے اس قسم کی کوئی ایسی ایسی کرنا یا ضرور تھا اس میں
 وہاں نہ ہو۔ اور پھر ہے یہ بات وہی شخص جاننا ہوگا جسے
 یہ راز ان کا کیا ہے۔
 "تمہارے پاس بھی تو اس قسم میں رہا ہے۔" کوئی
 نے کہا۔ "جاوے علی کے دل میں اس لیے کیوں نہ ہو۔
 میرے پاس صرف ایک صورت ہے۔ مجھے بتا دیا
 ہے۔ اسے بھی دیکھو وہ چاہتی ہو کہ اس صورت میں آئے تو میں
 اس کے اہم بات کے ساتھ ساتھ ایک مخصوص
 اس میں اس میں ایک کچھ اور اس اختیار کے ساتھ
 اپنا راز بھی رکھ دوں۔ اس طرح وہ لوگ کچھ نہیں گے کہ
 مجھے اپنی ضرورت ہے اور وہ خود کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ کچھ
 میں کوشش کریں گے۔" اس کے سوال پر عالیہ نے اسے
 آگاہ کیا۔
 "یہ تو بہت عجیب طریقہ کار ہے۔ اس طریقے سے تو
 ہی ہماری ضرورت نہیں ہو سکتی۔" اس کی بات سن کر جاوے
 علی نے اعتراض کیا۔
 "یہ بات میں بھی سمجھتی ہوں لیکن ایک حقیقت یہ بھی

کچھ کہیں اور کچھ نہیں دیکھا اس کے لیے اس کی
 کچھ کہیں اور کچھ نہیں دیکھا اس کے لیے اس کی
 اگر اپنی جان سے بھی ہٹا جائے گی تو کیا ہوگا؟ وہ میری جگہ
 کوئی اور میری لے آئیں گے۔" اس نے نیکی سی سکرابت
 کے ساتھ حقیقت بیان کی۔
 "یعنی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جہاد سے اشتیاء کے
 جواب میں ان کی طرف سے کوئی رپاس نہ آئے۔" جاوے
 علی پر سوچنے لگے میں بولا۔
 "ہو سکتا ہے لیکن میرے خیال میں ہوگا نہیں۔ انہیں
 جنس وہاں کے میرے ساتھ ان کے غیاب کے بارے میں جان
 نہیں۔ اگر وہ کچھ بھی گئے کہ میں نے یہ اشتیاء ان کے کانچین
 کی حد کے لیے دیا ہے تو بھی وہ میرے ذریعے آپ کو تو تک
 پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ میری حیثیت تو دونوں طرف کے
 لوگوں کے لیے چارے کی ہی ہے جس کے ذریعے اپنا اپنا فائدہ
 کھینچنے کی کوشش کی جائے گی۔" وہ کچھ ہی اس بولتی۔
 "تم لطف بگھور رہی ہو عالیہ۔ تم از کم ہم لوگ اسے خود
 فرض نہیں تھا کہ جہاد سے قطعاً کا خیال رکھے بلکہ تمہیں
 استعمال کریں۔ اشتیاء دینے یا نہ دینے کے... مسئلے میں تم
 عمل آزاد ہو۔ ہم نہیں سے کوئی جہاد سے ساتھ زبردستی نہیں
 کرے گا۔ البتہ میں تمہیں یہ بتا دوں کہ اشتیاء میں تمہارا جو
 راز ہے وہ دیکھنا چاہئے کہ وہ اس کی ایک جگہ ہوگا جہاں تم موجود نہیں
 ہوگی۔ تم نہیں جیسے جیسے اس نمبر پر آنے والی کال پر ہمیں
 اور اس کی ضرورت تو یہ ہو کہ یہ کچھ نہ کہہ سکا ہے اسے اہم فائدہ
 کا پاس اس کی نظر میں کس آنے دے سکتے۔" جاوے علی کو
 اس کی بات نے مدد سے پہنچایا تھا اس لیے وہ راز جانے والی ہے
 میں اسے وضاحت دینے لگا۔
 "سوئی جاوے علی نے تمہارا دل دکھایا لیکن تم بھی
 میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش کرو۔ اب تک کی زندگی میں میرا
 جن لوگوں سے واسطہ پڑتا رہا ہے وہ سب ایسے تھے جنہوں
 نے کسی نہ کسی طور پر مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ اس
 لیے میرا انسانوں کے نظروں پر سے اجتناب ہو گیا ہے۔ اس
 احتیاط کو خیال ہونے میں۔ ابھی یہ وقت تھے گا۔ عالیہ زمانہ
 میں اس پر بھی اس لیے اس کی کیفیت کو خراب جواب دینی۔
 "ہمارے ساتھ رہو گی تو اللہ اللہ جلد یہ اجتناب
 ہو جائے گا۔" جاوے علی نے سکرابت سے اسے سمجھانے والا
 تو عالیہ اس کے ساتھ سے چھوڑ کر پہلی صف میں سکرابت کو
 دیکھتی رہ گئی۔ اتنا تجربہ تو وہ بھی تھی کہ جان سکے کہ اسکی
 صف میں سکرابت اتنی چرواں پر بھرتی ہے جو بے ریا دل

"آپ کمال کے میزان ہیں اور شوک صاحب آپ نے تو وہ دنوں میں ہی مراد لی ہوئی ہے۔ آپ کی یہ میزبانی مجھے ساری مزہ دے گی۔ میری طرف سے آپ کو دعوت ہے کہ آپ بھی پاکستان آئیں۔ ہم نے بھی آپ کی میزبانی کا حق نہ ادا کر دیا تو بولے گا۔" چودھری کی پہلی رات بانی وہ ایک مشہور بیرون کے ساتھ گزری تھی اس لیے وہ بہت ہی ترنگ میں تھا۔ بھارت کا یہ دورہ اس کے لیے براہ اختیار سے خوشی کا باعث ہوا تھا۔

پہلی خوشی تو اسے اس وقت حاصل ہوئی تھی جب انڈیا نے اسے اطلاع دی تھی کہ کراچیا سے ایم پیٹنگ کے سلسلے میں بھارت کے دورے پر بھیج دیا ہے۔ اس اطلاع نے اس کی پہلی ہوئی مزہ خوشی کو نکال کر دیا تھا اور وہ سمجھنے لگا تھا کہ تنظیم نے باآخراں اس کی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ بھارت پہنچنے پر شوک کی طرف سے اس کا بے چارے ہوا تھا اور وہ دنوں میں اس نے دل کھول کر اس کی خاطر مدارات کی تھی۔ اس وقت بھی وہ لوازمات سے بھر پور رہا۔ دوسرے دن وہ پورے چھتے تھے اور خوشی چودھری کے بھرے سے پہلے ہی پڑ رہی تھی۔

"مجھے اور چودھری صاحب انہی جہاں کے ہندوں سے مہلت ملی تو آپ کے لیے تو خسرو آباد رکھوں گا۔ انہی تو آپ ہادی میزبانی کا حقدار ہیں اور جن میں اسے اس چیز کی طرف اشارہ کر دیجیے۔ دہلی وہ کی کوئی بیرون انہی نہیں جیسے بناری طرف سے سٹیشن ملے اور وہ آنے سے انکار کر دے۔ ادارے سگم پر تو سالی کھانا شونگ چھوڑ کر بھی آنے پر مجبور تھا۔" شوک نے شہانہ انداز میں اسے ہتکشاہ کی حقیقت یہی کہ وہ چودھری کو اپنے مقابلے میں کچھ نہیں سمجھتا تھا لیکن جن لوگوں کی طرف سے اسے سمجھا گیا تھا ان کے سامنے سر جھکانے پر مجبور تھا۔ چودھری کی بڑے چہرے کوئی جانے والی مہمان نوازی میں بھی جہاں ایک طرف اوپر والوں کو خوش رکھنے کا جذبہ کارفرما تھا وہ چودھری کو خود سے سچ کر کے سر جھک کرنا چاہتا تھا اور چودھری کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ اس کو خوش میں کامیاب ہے۔ اس کی شخصیت بھی ایسی تھی کہ بارہب اور ہاتھوں کی تھی۔

وہ ایک ہنگ میٹا لیس سال کا مشہور جسم رکھنے والا مرد تھا جو ہیش تھی تو نہیں سوٹ نہ زیب تن کرتا تھا۔ اس کے گلے میں کافی بھاری سونے کی زنجیر تھی مگر اور بائیں ہاتھ کی کلائی

میں لٹھے تھے جسے آڑا سوا مہاسونے کا ڈھول تھا اور ڈھول ہاتھوں کی انگلیوں میں سوجھ اور انگلیوں میں کھینچے ہوئے تھے جو کہ ایک اسٹائل سے پائپ پیچے ہوئے اور بھی لمبایاں ہو جاتے تھے۔ وہ پائپ میں جو تھکا ہوا کرتا تھا اس کی جھک خوشی اس کے سپورٹ ہونے کا اظہار تھی۔ وہ شہر کے نئی ہوٹلوں اور سپر مارکیٹس کا ایک فنڈ تھا کہ اس کا کثیر سرمایہ لگا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے پائپ پیچے ہوئے سے لے کر پروڈیوٹس اور ڈائریکٹرز اور ڈائریکٹرز تک ہر جگہ ہنگ کر کے شہکار کیے تھے۔ وہ چارے سے سب پر پائپ چلاتا تھا۔ اس کے اسٹیل ہندوں کو بھی سب جانتے تھے اور کوئی نہیں تھا جس پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کر سکے۔ وہ کھیلوں اور گولڈ سے لے کر بڑے بڑے سب سے ہندوں اور ہندوں سے اس کے گورنر کے حرام تھے۔ وہ سب کو خوش رکھتا تھا۔ سب اس سے صرف نظر کرتے تھے۔

"کافر داری معاملات تو ہمارے درمیان نہیں ہی ہونگے ہیں۔ اب آپ غمناک رہیں اور ان کے سامنے میرے لیے کہا ہو گا کہ میرے لیے ہے۔" شوک نے شوک کو ایک بڑا سا نمونہ لینے ہوئے چودھری نے خوشی میں سب سے پہلی بات کیا۔

"دو پہرے سے جو شہر آپ کو اس جگہ لے چکے ہیں آپ کا کارڈنگ کے لیے تیار ہے۔ آپ ہاں ایک ٹھکانہ کر اپنا اہلیان کر کے پھر میں اس کی چنگ شہر کر دوں گا۔ دو پہر تک آپ فارغ ہوں گے۔ پھر تو سگم چھوڑ کر آؤں گا۔ پھر تو اس کو خوش رکھیں گے۔ سب اس کے ساتھ ہیں اور وہ بھی رونا لگا رہے ہیں ایک چودھری کا کہنا ہے کہ ان کے علاوہ ایک چارے کو ان کے ساتھ لے کر آئے ہیں۔ کل رات اس نے قسمت اچھی کی کہ اس کا ٹھکانہ بنا دیا تھا۔ وہ تو ان کی ساتھ ساتھ خاصا مڈنگی ہوا ہے اس لیے اسے دیکھنے جانا ضروری ہے۔" شوک نے اس کے سامنے اپنے چہرے پر ہنسنے لگا۔

"ایسا کرتا ہوں کہ میں بھی آپ کے ساتھ اسپتال چلا ہوں۔ اس کے بعد وہاں سے کس گھنٹے پھرنے لگا ہوا ہے گا۔ آپ آگے اپنے کام لے جائیے گا۔ دو پہر کے کھانے پر دو بارہ جہاں آگے ہو جائیں گے۔" چودھری نے کہا۔ پھر اس نے شوک سے اتفاق کیا۔ اس وقت چودھری

بیک کے گھر لگا تھا۔ وہاں ہونے کو جس بڑی سی گاڑی میں دو روزوں سوار تھے اس کے علاوہ بھی دو گاڑیاں ان کے آگے پیچھے چلی رہی تھیں۔ ان میں سے ایک گاڑی میں شوک کے ذاتی محافظ سوار تھے جبکہ دوسری گاڑی چودھری اور راج اور گاڑی سمیت چودھری کے لیے مخصوص تھی تاکہ وہ اسپتال سے جہاں جانا چاہے جا سکے۔

اسپتال میں انہیں جس کمرے میں جانا تھا اس کے دروازے پر چودھری کی پینس انکار تھی اس لیے انہوں نے شوک سے کوئی فرسٹ کلاس نہیں کیا اور اسے ادب سے شہکار کمرے کے ساتھ ہی چھٹی سے اس کے لیے دروازہ بھی کھول دیا۔ شوک اپنے من اندوں کو باہر ہی رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے چودھری سمیت کمرے میں داخل ہو گیا۔ کمرے میں وہ تھک سورت کی ٹرس فریج پر موجود تھی اور شوک کو دیکھ کر ہنسی بکھری ہوئی جیسے کوئی ہتھیار دیکھا ہو۔

"چودھری صاحب! یہ کب تک ہم اس جگہ رہیں گے؟ شوک نے اس کے کان پر ہنسی بکھری ہوئے کہا تو وہ ہنسی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"شوگ صاحب! آپ نے مجھے بڑا مان دیا ہے۔ میری خاطر یہاں تک چلے آئے۔" شوک نے چودھری کو دیکھا تو اس نے ہنسی بکھری ہوئے کہا۔

"میں نے ایک ذمہ دار کے کنبے پر اس کے پاکستان سے آنے ہوئے بھانجے کو ایک کس میں پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ اتفاق یہ ہوا کہ مار پیٹ کے دوران اس نے یہ انگی دیا کہ وہ ایک ڈاکٹر ہے جو جیسا پہلی تھی انہوں پر سیرج کر رہا ہے۔ مجھے وہ کام کا بندہ لگا اور میں نے فوراً انہوں سے سوئے پڑی کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اس کا کیا کیا اس کی تو مجھے جانکاری نہیں لیکن مجھے یہاں بھی میں میری مرضی کی پوسٹنگ مل گئی۔ کل رات جب میں اپنے کمرے سے نکل کر کھانا چاہتا تھا تو رات میں مجھ کو کوئی گاڑی کو گھیر کر میرے گاڑی کو لے گیا اور مجھے انوار کے اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ وہ پاکستانی ایکٹ تھا اور ڈاکٹر فرمان نیکل کے بارے میں جانا چاہتے ہیں۔ اس مقدمہ کے لیے انہوں نے مجھے تھکا دیا تھا۔ انہی بتایا لیکن اتفاق سے اسی وقت اس اپارٹمنٹ ہنگ کے پر پینس لے بھائی تھی کہ چند ساتھیوں کی موجودگی کی اطلاع پا کر فریڈ کر دیا۔ وہ لوگ مجھ سمیت اپنا آخری میں جہاں کے لیکن پینس ان کے پیچھے لگ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ گاڑی میں طرار مشکل ہے تو ایک جگہ گاڑی روک کر درختوں کے چھتہ میں

"ہاں... ہم ان سے تمہارا تعارف تو کرانا چاہتا ہوں ہی

کے لیے اس کے ساتھ ساتھ ایک اسٹیل گاڑی میں چارے گاڑیوں میں تھے۔ انہیں پتا چلا کہ ہم اپنے ایک ڈنگی دوست کو دیکھنے اسپتال جا رہے ہیں تو یہ بھی ہمارے ساتھ ہی آگے۔ شوک نے اس کی ٹھکانے کا ڈرا دیا اور دیکھتے ہوئے چودھری کا تعارف کر دیا تو اس نے پہلے دونوں ہاتھ جوڑ کر چودھری کو ہنسنے کہا اور پھر جاتے ہی سے لگا۔

"بہت بہت دماغ اور چودھری صاحب کہ آپ نے میری آگے پروا کی۔"

"فکر بے کی کوئی بات نہیں۔ آپ شوک صاحب کے دوست تھا تو پھر میرے بھی دوست ہی ہوتے۔" چودھری نے بڑے تہہ پر سے اسے جواب دیا۔ "ہاں تو یہ ہم ناگہ اتنے نے بتا دیں کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا اور کس نے تمہاری یہ حالت بنائی؟" شوک نے انگھڑو کا سلسلہ ہی سے سچا جواب دیا۔ اس بار پر ہم ناگہ نے دورا تھک بڑب کے عالم میں چودھری کی طرف دیکھا۔ "ان سے کوئی پردے داری نہیں ہے پر ہم ناگہ... یہ ہمارے دوست ہیں۔" شوک نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے تسلی دی تو اسے ہار دیا چارہ بان کھولی پڑی کیجئے شوک کی قسم دہنی کر رہی ان کے لیے کسی طرح ممکن نہیں تھا۔

"یہ قسم میرے سخی آنے سے پہلے شروع ہوا تھا۔ میں نے ایک ذمہ دار کے کنبے پر اس کے پاکستان سے آنے ہوئے بھانجے کو ایک کس میں پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ اتفاق یہ ہوا کہ مار پیٹ کے دوران اس نے یہ انگی دیا کہ وہ ایک ڈاکٹر ہے جو جیسا پہلی تھی انہوں پر سیرج کر رہا ہے۔ مجھے وہ کام کا بندہ لگا اور میں نے فوراً انہوں سے سوئے پڑی کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اس کا کیا کیا اس کی تو مجھے جانکاری نہیں لیکن مجھے یہاں بھی میں میری مرضی کی پوسٹنگ مل گئی۔ کل رات جب میں اپنے کمرے سے نکل کر کھانا چاہتا تھا تو رات میں مجھ کو کوئی گاڑی کو گھیر کر میرے گاڑی کو لے گیا اور مجھے انوار کے اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ وہ پاکستانی ایکٹ تھا اور ڈاکٹر فرمان نیکل کے بارے میں جانا چاہتے ہیں۔ اس مقدمہ کے لیے انہوں نے مجھے تھکا دیا تھا۔ انہی بتایا لیکن اتفاق سے اسی وقت اس اپارٹمنٹ ہنگ کے پر پینس لے بھائی تھی کہ چند ساتھیوں کی موجودگی کی اطلاع پا کر فریڈ کر دیا۔ وہ لوگ مجھ سمیت اپنا آخری میں جہاں کے لیکن پینس ان کے پیچھے لگ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ گاڑی میں طرار مشکل ہے تو ایک جگہ گاڑی روک کر درختوں کے چھتہ میں

میں نے اسے دیکھا، یہ تو وہ ہے جسے میں نے کہا تھا۔ وہ تو وہ ہے۔
پھر میں نے اس کی تعریف کی، اس کی تعریف کی تو اس کی سحر
سے ایک سو تیس تیس تیس، میں نے اس کی تعریف کی اور
انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اسی لیے میں اس سے آپ
کے سامنے ذرا بیجا ہوں، وہ تو یہ تو ہم نکلنے سے مرعوب تھا، ابھی
تک ان کا نام ہے، وہ رہا ہوتا۔" پر ہم نے اسے نے اختصار کے
ساتھ پوری کہانی سنائی۔

"ہوں تو یہ پھر تھا، وہ تو وہ رات تو بھائی کی کا وہ پتلا
میرا لگا اسی جاتا۔ میرے آدھوں نے ہی پوچھیں کہ تو جیروی
تھی کہ میرا اس وقت تک میں موجود ہے اور ایک پورانی کے
ساتھ اسے کی بڑی زندگی گزار رہا ہے۔" اس کی کہانی سن کر
اشوک نے گویا کوئی سنی سمجھائی۔

"پھر تو جی ہے، اشوک صاحب لیکن میں بڑے پتھر
میں پھنس گیا ہوں۔ وہ لیکن ہر گ تھنے میں کامیاب ہو گئے
تین اور وہ بارہ ہی گئی تھی، وہ پتھر ڈال سکتے ہیں۔" پر ہم نا تھ
پوکھوں زور دیکھ آتا تھا۔
"فکر نہ کرو، میں تمہاری حفاظت کے لیے اپنے ہاتھ
بندھے بیچ دوں گا پھر تمہارا میں اپنا پارٹنر بن گیا تو ہے۔
انہوں نے واقعی وہ میں کھڑے پتھر ڈکا تا پتا معلوم کرنے کے لیے
پوچھ گئی کیا کیا؟"

"پہلیں اپنا کام کر رہی ہے، جس کا ڈی سے مجھے لگا اور
گیا تھا اس کے ہاتھ کے ہاتھ میں معلوم ہو گیا ہے۔ اس
کا نام کام ہے اور وہ ایک قیمت میں ایجا کرانے پر رہتا
ہے۔ مجھے جہاں لے جایا گیا تھا وہ پارٹنر بن گیا اسی کی
فکرت ہے لیکن وہ کل سے غائب ہے۔ میرے مجھے کے لوگ
اس کے ہاتھ میں حریفانہ پیشکش اسٹی کرنے کی کوشش
کر رہے ہیں، لیکن ہمیں اس بات کا دشوار ہو گیا ہے کہ وہ
کوئی پائنتی جاسوس تھا، جہاں وہ رہا تھا۔" اس نے
اشوک کی بات کا جواب دیا۔

"اے کہ ہے تم لوگوں کا پارٹنر ہے کہ ان ٹرموں کی
گرفتاری کے لیے تمہارا پارٹنر بنا کر رہا ہے۔ مجھے تو میں
اسی بات کا دیکھ ہے کہ بھائی کی کی ناک کا ہال میرا پھر گیا
لگا۔ لگانے کو تو میرے آدی بھی اسے لگانے لگا رہا لیکن
پولیس کے ہاتھ تک اس کی جو رسوائی ہوئی، اس کا حریف
انک ہے۔ ٹیر... اسی نہیں تو پھر بھی اور والا پھر ہی تھے اسے
تو ضرور پھر ہم جن گن کر اپنے بدلے نہیں گئے۔" وہ یکدم ہی
اپنی جگہ سے اٹھ اٹھا، اور پوچھی وہ جیروی نے ہی اس کی جیروی کی۔
پر ہم نا تھ ہی اپنے دونوں کو ہول کرنا سے نیچے اتر آیا۔

میں نے اسے دیکھا، یہ تو وہ ہے جسے میں نے کہا تھا۔ وہ تو وہ ہے۔
پھر میں نے اس کی تعریف کی، اس کی تعریف کی تو اس کی سحر
سے ایک سو تیس تیس تیس، میں نے اس کی تعریف کی اور
انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اسی لیے میں اس سے آپ
کے سامنے ذرا بیجا ہوں، وہ تو یہ تو ہم نکلنے سے مرعوب تھا، ابھی
تک ان کا نام ہے، وہ رہا ہوتا۔" پر ہم نے اسے نے اختصار کے
ساتھ پوری کہانی سنائی۔

حسب پروگرام تک بازار میں وہ جات والے کے
استانی چائے اور شہ سے بازار اور اس کی کار میں بٹھا کر
وہاں سے دوران ہو گیا۔ اس موقع پر چائے کی چائے کو بھی ہوتی تھی
تھوڑا شہو یہ پینے کا تھا۔ اس نے اسے سامنے میں ہر
سے تکی ایسے سوال کیے جس سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ
کے ہاتھ میں اشوک کی شہادت کا تھا۔ اسے جواب میں
نے صرف اتنا کہا کہ وہ اشوک جہاں لے جاتا ہے وہاں
کران پر اس کی چائی ثابت ہو جائے گی۔ اس کے
دونوں گاڑی کی پینل لکھتے پر وہاں چپ چاپ وہ
بیٹھے خود کو تین بیٹھنے پھوڑا ہوا۔ وہ جگہ سے ہاتھ میں
اپنی آدھے کے ہاتھ میں آگاہ کیا اور اس کی ہدایت پر اشوک
دختر کے جہاں اس کے ہاتھ بدلے گیا۔ یہ لکھ لکھ کر
طرح سے ہوا تھا، جو شہو ہاتھ کے دور میں تھا۔ اگر یہ شہو ہاتھ
اپنے ذاتی فیس پر لگے تو اس کی فائین ایک باقت رہا تھے
وہاں سے کسی بھی شہو ہونا پتہ نہیں لگتا تھا۔ میں جہاں آئی
اسے غصہ سے اس کی جیروی سے ہی بیٹھ کر بہت پتلا آیا۔
لہذا اس نے میرا کسی شہو کی شہرت کی ضرورت نہیں کہیں کی
تھی۔ میرے ہاتھ کے آدی میں ہی نہیں اور استعمال کیا۔
"آپ تو میں کہیں نہیں جانی پڑی تھی تو میں نہیں
آئی؟" شہادت سے متاثر کرتے ہوئے اس نے اسے اشارتی ہے
میں دریاقت کیا۔

"میں سرعام بہت آرام سے جہاں بیٹھے ہوں۔" شہو
نے مزاحیت سے جواب دیا۔ اشوک نے اسے دیکھا تو وہ بہت حال تھا
کہ رنگ کے باہر کی گئی بڑھ کر وہ یہ جان سکے کہ اسے والے
نے ان کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کیا ہے۔
"گنہ، اب آپ لوگ چال تو فریش ہو جائیں۔ جیسا
مخت ہر گناہ نگہ جانے گا۔ گمانے کے بعد ہم آپس میں
بات نہیت کر رہیں گے۔" قری سے اپنے سے لہجے میں پوچھا

2013

میں نے اسے دیکھا، یہ تو وہ ہے جسے میں نے کہا تھا۔ وہ تو وہ ہے۔
پھر میں نے اس کی تعریف کی، اس کی تعریف کی تو اس کی سحر
سے ایک سو تیس تیس تیس، میں نے اس کی تعریف کی اور
انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اسی لیے میں اس سے آپ
کے سامنے ذرا بیجا ہوں، وہ تو یہ تو ہم نکلنے سے مرعوب تھا، ابھی
تک ان کا نام ہے، وہ رہا ہوتا۔" پر ہم نے اسے نے اختصار کے
ساتھ پوری کہانی سنائی۔

حسب پروگرام تک بازار میں وہ جات والے کے
استانی چائے اور شہ سے بازار اور اس کی کار میں بٹھا کر
وہاں سے دوران ہو گیا۔ اس موقع پر چائے کی چائے کو بھی ہوتی تھی
تھوڑا شہو یہ پینے کا تھا۔ اس نے اسے سامنے میں ہر
سے تکی ایسے سوال کیے جس سے یہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ
کے ہاتھ میں اشوک کی شہادت کا تھا۔ اسے جواب میں
نے صرف اتنا کہا کہ وہ اشوک جہاں لے جاتا ہے وہاں
کران پر اس کی چائی ثابت ہو جائے گی۔ اس کے
دونوں گاڑی کی پینل لکھتے پر وہاں چپ چاپ وہ
بیٹھے خود کو تین بیٹھنے پھوڑا ہوا۔ وہ جگہ سے ہاتھ میں
اپنی آدھے کے ہاتھ میں آگاہ کیا اور اس کی ہدایت پر اشوک
دختر کے جہاں اس کے ہاتھ بدلے گیا۔ یہ لکھ لکھ کر
طرح سے ہوا تھا، جو شہو ہاتھ کے دور میں تھا۔ اگر یہ شہو ہاتھ
اپنے ذاتی فیس پر لگے تو اس کی فائین ایک باقت رہا تھے
وہاں سے کسی بھی شہو ہونا پتہ نہیں لگتا تھا۔ میں جہاں آئی
اسے غصہ سے اس کی جیروی سے ہی بیٹھ کر بہت پتلا آیا۔
لہذا اس نے میرا کسی شہو کی شہرت کی ضرورت نہیں کہیں کی
تھی۔ میرے ہاتھ کے آدی میں ہی نہیں اور استعمال کیا۔
"آپ تو میں کہیں نہیں جانی پڑی تھی تو میں نہیں
آئی؟" شہادت سے متاثر کرتے ہوئے اس نے اسے اشارتی ہے
میں دریاقت کیا۔

"پوچھی اشوک عالم شاہ خاصا پار سوخ آدی ہے اور
... پار سوخ افراد کی طرح قانون جینی کو اپنا حق سمجھتا
ہے۔ ہم کوئی حریف سے کوشش کر رہے ہیں کہ اس کے گرد
ملاؤنگ رہیں لیکن ہر بار ہی وہ کسی نہ کسی طرح سے اپنا
بہاؤ بٹھانے کے لیے ہر دم ہاتھ سے اس کے دریا کو

2013

میں نے اسے دیکھا، یہ تو وہ ہے جسے میں نے کہا تھا۔ وہ تو وہ ہے۔
پھر میں نے اس کی تعریف کی، اس کی تعریف کی تو اس کی سحر
سے ایک سو تیس تیس تیس، میں نے اس کی تعریف کی اور
انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اسی لیے میں اس سے آپ
کے سامنے ذرا بیجا ہوں، وہ تو یہ تو ہم نکلنے سے مرعوب تھا، ابھی
تک ان کا نام ہے، وہ رہا ہوتا۔" پر ہم نے اسے نے اختصار کے
ساتھ پوری کہانی سنائی۔

میں نے اسے دیکھا، یہ تو وہ ہے جسے میں نے کہا تھا۔ وہ تو وہ ہے۔
پھر میں نے اس کی تعریف کی، اس کی تعریف کی تو اس کی سحر
سے ایک سو تیس تیس تیس، میں نے اس کی تعریف کی اور
انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اسی لیے میں اس سے آپ
کے سامنے ذرا بیجا ہوں، وہ تو یہ تو ہم نکلنے سے مرعوب تھا، ابھی
تک ان کا نام ہے، وہ رہا ہوتا۔" پر ہم نے اسے نے اختصار کے
ساتھ پوری کہانی سنائی۔

میں نے اسے دیکھا، یہ تو وہ ہے جسے میں نے کہا تھا۔ وہ تو وہ ہے۔
پھر میں نے اس کی تعریف کی، اس کی تعریف کی تو اس کی سحر
سے ایک سو تیس تیس تیس، میں نے اس کی تعریف کی اور
انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ پکڑا دیا۔ اسی لیے میں اس سے آپ
کے سامنے ذرا بیجا ہوں، وہ تو یہ تو ہم نکلنے سے مرعوب تھا، ابھی
تک ان کا نام ہے، وہ رہا ہوتا۔" پر ہم نے اسے نے اختصار کے
ساتھ پوری کہانی سنائی۔

دوسرے کی مخالفت کر رہا تھا۔ ہرگز نہ کہ تھا۔ کیا میں
چاہوں ہر اس بارہ میں اس طرف سے۔
"میں آپ کی ساری باتوں سے متفق ہوں۔۔۔ اگر
چاہتی ہو اور میں نہ ہوں تو سبھی فرمت میں اس سے لگان
کے لیے راضی ہوں۔" شاہد نے کھلی بارہ اس کے سامنے لب
کھٹائی کی۔

"میں راضی ہوں۔۔۔ چاہتی کی طرف سے دوسری
آواز میں فوراً جواب آیا۔ مگر میں شاہد سے ایک ڈیڑھ سال
بڑی ہونے کے باوجود اس وقت وہ کسی عام عمر کے لڑکی کی
طرح شرمیلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، یہ کام تو کل تمہارے پر نہیں اسٹیشن
جانے سے پہلے انجام پانا چاہئے گا لیکن مجھے یہ بتانا کہ تمہاری
دیاد سے تمہارا کرم لوگ اس کیس سے بھاگ تو نہیں جاؤ
گے؟" میرے منہ کھیر لہے میں پرچھا۔

"سوالی ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ سبھی دن کاٹھوں پر
مزارے کے بعد مجھے یہ موقع ملتا ہے کہ میں اپنی نین کے
چال کو انجام تک پہنچانے کے لیے کچھ کر سکوں۔ اس لیے یہ
ممکن ہی نہیں ہے کہ میں خود کو اس کیس سے بچھڑا کر سکوں۔"
شاہد نے بے مزہ سے جواب دیا۔

"مجھے ہر قدم پر آپ شاہد کے ساتھ ہی کھڑا رہیں
گے۔" میری سوائے نظریں اپنے پیر سے پر محسوس کر کے
چاہتی نے بھی تھیں وہانی کر دلی۔

"گفہ۔۔۔ یہی کہہ رہی تھی تو پھر ہی اپنے انجام
تک ضرور پہنچ کر لیکن فی الحال مسئلہ یہ ہے کہ چوہری پاکستان
میں موجود نہیں ہے اور یہ وہی صاحت کے لیے ہے کہ ہمارے کیا
ہو ہے۔ ہم کارروائی تو کل ہی سے شروع کر دیں گے لیکن
خاترہ ہے اصل میں اس کیس میں گماگما کر ہی اس وقت آنے کی
بہت چوہری وہاں پاکستان پہنچے گا۔ میری کوشش ہوگی کہ یہ
ذات لیکہ آگے نہ ہونے پائے کہ یہاں اس پر پتہ کے لگا
کیس چلانے کی تیاری ہو چکی ہے۔ میرے بھگوانا اپنے
تس جن کے کہہ رہے ہیں چوہری کی ہمارے سے دعا گاری کی خبر
مل سکتی ہے۔ نرمل گئی تو ہم اسے اپنی ہمت پر ہی گرفتار
کر دیاں گے۔ ہمارا اٹھارہ چوہری کو پتہ خانے کی صلاحوں
کے پیچھے چلے کر اس کیس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چوہری کی
واپسی تک تم لوگ تقریباً فارغ ہی رہو گے، سو اس مرحلے میں
اطمینان سے ایک دوسرے کا ساتھ اٹھانے کہنا۔" اس نے
جان پر جو کر آخر میں ایک شروع بمل بول کر احوال پر چھانے
تھا کہ تم کرنے کی کوشش کی اور ان دونوں کے دونوں پر نمودار

ہوئے۔ ان طرف کی سزا بہت سے پہلے کیوں
میں کام نہیں رہا ہے۔ وہی دل میں ان کی ہی
کے کام رہنے کی دعا کرتے ہوئے وہ محسوس برخواست
امکان کر کے کہتی تھی۔
* * *

"مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے کہ تم آگے
اپ کے لیے لاکھوں کے پاس جاؤ لیکن مجھ پر یہ
میرا اسٹوڈیو رہتا ضروری ہے۔" مصطفیٰ بھائی آج کل
پر چھوڑ دیا ہوتا ہے تو مجھے کچھ بھی کرنے میں کوئی پریشانی
ہوتی۔ "Gae" کرتے ہوئے اسلم نے کوئی دوسرا بار
پریشانی اور بھاری کا اظہار کیا تو وہاں ان کی ان کی طرف
سنگرا دی۔ اپنے لیے ان کی محبت میں اسے کبھی کوئی
شہ نہیں رہا تھا لیکن آج اس تو وہاں کا احوال کو
اسے خود کو کافی کیڑا کا گمان ہوتا تھا۔ وہ بھی کبھی
وہ دنیا کی چند خوش قسمت عورتوں میں سے ہے جس کا
حالت میں اس کا احوال دیکھ کر ہنسنا پڑتا ہے۔

پر وہ ان پر کسی گویا وہ اس بات کوئی خاص
جانی تھی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی عورت کچھ
چھوڑ کر کوئی ایسا کارہ نہیں ہے۔ دنیا کی ساری عورتوں
کام کرتی ہیں۔ مگر وہ ان کے نزدیک عورت ہے یہاں
وہانی نہیں ہی ہے۔ ہر حال میں ایسا کارہ نہیں
"آپ اتنی فکر کیوں کرتے ہیں؟ مجھے روٹھنے کے
چیک اپ کے لیے ہی تو جاتا ہے اس کے لیے میں آرام سے
بیس بائیں کے ساتھ بیٹھا ہوں بلکہ اگر آپ نہیں
کیونکہ سے۔" آجاتی ہیں آپ کا ہاتھ لادوں کی
بانو نے اسے سنا دیا ہے۔

"پائیں کیا، آنا آسانی نہیں ہے اور کیونکہ
فارغ ہونے کے بعد تم کو عمل آرام کرنا۔"
نور انکار کر دیا۔
"تو ٹھیک ہے، میں آپ کی بات مان لیتی ہوں۔
آپ بھی میری بات مانیں اور بالکل پریشان نہ ہوں گے
کوئی پریشانی کی بات ہے ہی نہیں۔" اس کے سامنے
چانے کا کپ رکھتے ہوئے وہ بانو نے شرط مام کی۔
"یہ میرے من میں نہیں ہے۔" وہ بے چارگی
پر لاتو وہ اس پر ہی ہر ذرا مجھرتے کے لیے بولی۔
"یہ اتنی گھبرائی میرے لیے ہے کہ اپنے
والے بچے کے لیے؟"
"دونوں کے لیے۔" تم مجھے مزے ہو اور تمہارے

میں پائے کی وجہ سے وہ بھی مجھے چھوڑا ہے۔
میں سے کسی کا قصداں برداشت نہیں کر سکتا۔ خاص طور
پر مجھے ہر حال میں زبردست اور صحت مند چاہیے ہو۔"
اس نے نہ بانی ہو کر ماہ بانو کا ہاتھ قلم کیا۔
"میں جانتی ہوں، میں ایسے ہی آپ کو پیار رہی تھی۔"
وہ بھی توجیہ ہوئی۔

"میرے جذبات کی گہرائی کو جانتے ہوئے تمہیں یہ
لڑائی نہیں کرنی چاہیے۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم میرے لیے
یہ۔ تمہاری ذات میں میرے لیے وہاں کے سارے رشتے
سے برتر آگے ہیں۔ میرا خیال نہیں ہے کہ انہیں ہے۔ میرے
میں تم کو اور تم ہی ہو۔ تم سے جہادی کا تصور بھی کروں تو
پائیں میں اصرار نہیں کرتی۔" وہ بے نہ بانی ہو رہا تھا۔
"اچھا، یہ صاف کر دیں۔ میں اپنے کان پر ہانی ہوں
سری تو یہ آگے وہی گتائی کی ہو۔" اس نے بچا اپنے
دونوں ہاتھ پائے تو اس میں بچا بھر جلدی جلدی ہاتھ
کر کے کھانچانے کے لیے تیار ہونے لگا۔ کسی وجہ سے
آج وہ معمول سے کچھ پہلے ہی وہاں جا رہا تھا۔

"پائیں میں آج نہیں چھوڑ کر جانے کا دل نہیں
پائیں۔" وہ اڑتے لگتے تھے میں وہ اس کی طرف پلٹ
کر آیا۔
"وہ تو چاہے کہ کبھی بھی نہیں چھوڑتا لیکن میں اب
چاہتے ہیں آپ کو یہ کہتا ہے کہ اس لیے کہ میں صحت
میں کے۔" وہ بانو نے اسے باہر کی طرف دیکھنے کی کوشش کی
تو اس نے اس کے دونوں ہاتھ قلم کر کے اپنے ہاتھوں
کے بیچ میں لے لیا۔
"کیا کرتے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔" وہ گرج رہی تھی۔
"میں دیکھنے کے لیے آؤں گے۔" وہ بولے اور پھول
دونوں کے ساتھ ہی گویا۔ "اس نے بے ہوش ہونے ایک اور
کتاب کی اور اس سے مل کر وہ اسے دکھانے والی اپنی
رکھتے سے آزاد کر کے بیٹھا ہوا ہر گھنٹا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ماہ بانو اندر آئی اور گھر کے
گتھ کا مڈلٹانے لگی۔ ان کا سون کوٹھانے کے ساتھ ساتھ وہ
نہ بانی کی بیماری بھی کر رہی تھی۔ ابھی اس کے پاس
ہسپتال کے لیے روانہ ہونے میں تھوڑا وقت باقی تھا اس لیے
بانو نے زیادہ کام ٹھٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ آج کے
رمانے میں وہ کوشش اسلم کی پینہ پر ہوش پر بانی بھائی
تھی۔ روزانہ تو وہ خود بھی اسلم کے ساتھ اسٹوڈیو جاتی تھی اس
بھائی فرمت سے بچھانے کا سونگ نہیں مٹا تھا اور وہ سادہ

بھائی کے لیے اسے زیادہ برہان میں گزارنے کی اجازت نہیں دیتا
تھا۔ اس لیے آج وہ اس کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا رہی تھی۔
اس کا ارادہ یہ تھا کہ برہانی کے لیے اپنی تیار کر کے رکھ دے
کی اور شام میں اسلم کے اہل آنے کے وقت جہاں اہل کر
تھا گدا سے گی۔ ایک چھوٹے پر برہانی کے لیے اپنی تیار کرتے
ہوئے اس نے دوسرے پر اسٹوڈیو بھی بنا شروع کر دیا۔
جہادی سے تیار ہونے والی اس سونگ ڈسٹ کو لکھنا ہونے کے
لیے فریج میں رکھنے کے بعد وہ اس کی تھوڑے بعد میں کوشش
کی۔ تیزی سے ان کا سون کوٹھانے ہوئے اس نے اپنی
چانے کی بیماری بھی کر لی۔ چنانچہ جب مصطفیٰ خان کی بیوی
بھیس اپنی کھلی سی جی طوطی کا ہاتھ تھا سے وہاں آئی تو وہ
پوری طرح تھاری۔

"ابھی بڑی خوشیوں آ رہی ہیں۔ کچھ کچھ
کا۔" بھیس نے ہانک کھینچ کر خوشیوں کا اندازہ ہاتھ سے
کچھ پھینکے لیے میں ہتھار کیا۔
"شام میں برہانی پائے کا ارادہ ہے۔ اسی کے لیے
اپنی تیار ہے۔" اس نے پرس اٹھا کر شانے سے نکالتے
ہوئے تیار کو طوطی میں لگی۔
"آئی، میں بھی برہانی کھاؤں گی۔"
"کیوں نہیں جتا، آپ کی اور آپ کی گلی کی بھی برہانی
کی دھرت ہے۔" اس نے طوطی کے سر ہاتھ کو چھینچھا۔
"برہانیات سے طوطی۔۔۔ ایسے بڑے بڑے کسی سے دھرت
نہیں لیتے۔" بھیس نے اپنی گھر کر۔
"بڑے بڑے کسی، طوطی نے بھی کبھی تو میں خود آپ کو
انہیں کرتی۔" مصطفیٰ بھائی تو ایسے بھی آج نہیں آ گیا کے
اس لیے بچہ ہے کہ آپ ایسے لڑ کر نہ کے کھائے نہیں
جوان کر میں۔" ماہ بانو نے لگاوت سے کہا تو بھیس کو چھریار
الٹے پڑے۔

"ٹھیک ہے، کبھی بھی جہادی مرضی لیکن میں اب فوراً
نقل پڑو۔ تمہیں ٹھیک پر چھوڑ کر میں اپنی شاہجک کے لیے
بٹلے جائیں گے اور وہاں میں وہ ماہ بانو چک کر میں گے۔"
بھیس نے اپنے پرہ گرام سے آگاہ کیا تو وہ سر ہڈائی ہوئی اس
کے ساتھ نکال پڑی۔
"تم آرام سے اندر جا کر چیک اپ کرو اور ہم آدھ
پہن کھینکے میں وہاں آ جا گیا گے۔" ٹھیک کے سامنے اسے
انکار کر بھیس نے صحت سے کہا اور وہانی چھوٹی کارروائی
ہوتی وہاں سے روانہ ہوئی۔ اسے جس شاہجک سیکر سے

بھیس نے اپنی جہادی مرضی لیکن میں اب فوراً
نقل پڑو۔ تمہیں ٹھیک پر چھوڑ کر میں اپنی شاہجک کے لیے
بٹلے جائیں گے اور وہاں میں وہ ماہ بانو چک کر میں گے۔"
بھیس نے اپنے پرہ گرام سے آگاہ کیا تو وہ سر ہڈائی ہوئی اس
کے ساتھ نکال پڑی۔
"تم آرام سے اندر جا کر چیک اپ کرو اور ہم آدھ
پہن کھینکے میں وہاں آ جا گیا گے۔" ٹھیک کے سامنے اسے
انکار کر بھیس نے صحت سے کہا اور وہانی چھوٹی کارروائی
ہوتی وہاں سے روانہ ہوئی۔ اسے جس شاہجک سیکر سے

بھیس نے اپنی جہادی مرضی لیکن میں اب فوراً
نقل پڑو۔ تمہیں ٹھیک پر چھوڑ کر میں اپنی شاہجک کے لیے
بٹلے جائیں گے اور وہاں میں وہ ماہ بانو چک کر میں گے۔"
بھیس نے اپنے پرہ گرام سے آگاہ کیا تو وہ سر ہڈائی ہوئی اس
کے ساتھ نکال پڑی۔
"تم آرام سے اندر جا کر چیک اپ کرو اور ہم آدھ
پہن کھینکے میں وہاں آ جا گیا گے۔" ٹھیک کے سامنے اسے
انکار کر بھیس نے صحت سے کہا اور وہانی چھوٹی کارروائی
ہوتی وہاں سے روانہ ہوئی۔ اسے جس شاہجک سیکر سے

بھیس نے اپنی جہادی مرضی لیکن میں اب فوراً
نقل پڑو۔ تمہیں ٹھیک پر چھوڑ کر میں اپنی شاہجک کے لیے
بٹلے جائیں گے اور وہاں میں وہ ماہ بانو چک کر میں گے۔"
بھیس نے اپنے پرہ گرام سے آگاہ کیا تو وہ سر ہڈائی ہوئی اس
کے ساتھ نکال پڑی۔
"تم آرام سے اندر جا کر چیک اپ کرو اور ہم آدھ
پہن کھینکے میں وہاں آ جا گیا گے۔" ٹھیک کے سامنے اسے
انکار کر بھیس نے صحت سے کہا اور وہانی چھوٹی کارروائی
ہوتی وہاں سے روانہ ہوئی۔ اسے جس شاہجک سیکر سے

غریبوں کو کرنی تھی اور وہ جہاں سے شک ہوا وہ صحت نہ دیا گیا ہے
 ہی تھا۔ پھر بھی وہ راستے میں ماہ بانو کو جاہلیت سے دے چکی تھی کہ
 اگر وہ ضرورت محسوس کرے تو اسے کال کر کے جلدی بھی
 بلا سکتی ہے۔ پارکنگ ایریا میں پہنچ کر اس نے اپنی گاڑی
 پارک کی اور طوفانی کا ہاتھ پاز کے اندر لے گئی۔ اندر جا کر اس
 نے اپنی ضرورت کی اشیا اٹھا اٹھا کر ڈرائی میں رکھنا شروع
 کر دیں۔ ان اشیا کو وہ دست دے کر اسلم سے بھی منگوا سکتی تھی
 لیکن غوراً مین کے اڈلٹی شاپنگ کے شوق سے مجبور ہو کر خود ہی
 یہاں پہنچی آئی تھی۔ اپنی اس مصروفیت میں وہ اتنی مہم تھی کہ
 چالیس منٹ کا وقت گزرنے پر بھی کوئی احساس نہیں ہوا۔
 پہلی تو اس وقت جب اس کے پیچھے پیچھے پہنچی طوفانی نے شاید
 اپنی محسوسیت کے لیے ایک ایک مہم ایک دو سرے کے ہاتھ
 رکھے گئے شپنگ ڈوور کے ایریا میں سے ایک ڈال کر ڈرائی
 میں ڈالنا چاہا لیکن تھپتھپ سے اسے ڈبے بچھے آ کرے۔ ان
 ڈبوں میں سے ایک اس کے سر سے گھرا ہوا جبکہ دوسرا پیر کے
 انگوٹھے پر آگرا۔ انگوٹھے پر گرنے والے ڈبے نے زیادہ
 کا موکھا ہوا وہاں سے خون بہہ نکلا۔ طوفانی نے وہ صحت زدہ
 تھپتھپ سے تھپتھپ سمیت بار بار اس کی طرف
 جھانکے۔ نہیں نے ہی صحت کا کام سے متعلق۔ اگلے اور
 صوبائی کی طرف پہنچی سردانے میں گزرتے۔ ان دونوں کا کرنی
 نقصان نہیں ہوا تھا اس لیے فریج والی سے نہ صرف مندرجہ
 نوال کرنی بلکہ پینا کی طرح بھی خود کو گروائی۔ اپنی ہی ہوتی
 شاپنگ کاش اور کرنے کے بعد انہیں طوفانی سمیت پارکنگ
 میں پہنچی تو اسے گھڑی دیکھ کر اندازہ ہوا کہ وہ کافی آہستہ ہو چکی
 ہے۔ دل میں شرمندگی محسوس کرتے ہوئے اس نے
 اپنا موبائل نکالا تاکہ ماہ بانو کو اپنے ویر سے آنے کی اطلاع
 دے سکے۔ اس کا نمبر ڈرائی کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا
 موبائل آف ہے۔ جنہیں نے ایک گھبراہٹیں لیے ہوئے
 ڈرائیو تک ہیٹ سنبھال لی۔ اب وہ ٹینک پہنچ کر ہی ماہ بانو کو
 اپنی تاریخ کا سبب بتا سکتی تھی۔ وہ منٹ میں ٹینک تک کا سفر
 لے کر کے گاڑی پارکر کے کے بعد وہ اندر پہنچی تو اسے ماہ بانو
 اٹھارہ گواہ میں داخلہ نہ دی۔ اس نے آگے بڑھ کر رہا پچھتلا
 ستاں کے بارے میں دریافت کیا۔

"وہ تو تو بنائیں منٹ پہلے یہاں سے جا چکی تھی۔"
 اس نے بتایا تو جنہیں بند اور شرمندہ ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ
 اس کی تاریخ سے گھرا کر ماہ بانو خود ہی گھرواؤں پہنچی تھی ہے
 اس نے فوراً گھر کا رخ کیا۔ گھر پہنچ کر اس نے پہلے اپنی
 فریج ہی اٹھا اور طوفانی کو نمہ پکھلایا۔

"آرام سے سنا ہے یہ پھر پہلی دفعہ۔ یہاں
 میں صحت خفا ہو جانوں گی۔" طوفانی کو اس کے سر سے کھینچ کر
 کر اس نے سختی سے جاہلیت کی اور خود ہی اپنی ہی طرف
 چلی گئی۔ وہاں کا دروازہ بند تھا اور اندر کی موجودگی کا کوئی
 نہیں ہوا تھا پھر بھی اس نے دستک دے کر دیکھا۔ اس
 ریڈیو کا خبر نہیں ہوا۔ اس کی پیشانی پر غصے کی لہریں
 ماہ بانو کو اس سے پہلے ہی یہاں پہنچی جا چکا ہے تھا لیکن وہ
 سوچ رہی تھی۔ اس نے چند منٹ اور انتظار کا فیصلہ کیا اور
 وہیں ایکسی کے سامنے ٹھکتے ہوئے اس کا انتظار کرنے لگی۔
 اس دوران اس نے ایک ماہ بانو اس سے موبائل سے رابطہ
 کرنے کی کوشش کی لیکن اس کا نمبر ناموزونہ جا رہا تھا۔ دل میں
 کچھ گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے اس نے ایک موبائل پر
 امید کے ہاتھ اسلم کا نمبر دیا۔

"ہی ہاں تھی، کوئی کوئی صحت سے..." اسلم نے فوراً
 کال ریڈیو کی طرف توجہ دے کر اسے جھانکے ہوئے
 پوچھا۔ اس کے انداز کے جنہیں کہہ دیا کہ اس کی طرف
 ہی لگاؤ ہے۔ وہ بانو اس کی کوشش میں تھی۔
 "کیسے جنہیں ہائی کیا ہوا آپ...؟"
 نہیں رہی؟ "اسلم سے اسلم پوچھا۔
 "میں نے یہ پیچھے کے لیے جنہیں فون کیا تھا کہ
 ماہ بانو... تو میں آئی ہے..." انہیں نے حوک کہہ کر
 فرماتے ہوئے اس سے بچا۔
 "یہاں... کلم کو نوبت کا ہونا کہ..." وہ تو آپ
 کے ساتھ ٹینک کی تھی اور وہاں سے اسے آپ کے ساتھ
 ہی گھر پر لیا جانا تھا۔ اس کے کچھ میں وہی پھر
 پریشانی تھی۔

"ہاں لیکن وہ مجھے ٹینک پر نہیں تھی۔ میں تو
 شاپنگ سینٹر سے تھر چرائی کر کے ٹینک پہنچی تو مجھے معلوم
 ہوا کہ وہ پہنچ ہی وہاں سے نکل چکی ہے۔ میں نے سوچا کہ
 گھر آگئی ہوں لیکن وہ یہاں ہی نہیں ہے۔" جنہیں نے
 گھٹے گھٹے لہجے میں اسے حالات سے آگاہ کیا تو اس کی
 نظروں کے سامنے زمین و آسمان محسوس گئے اور اس نے وہاں
 پر کھڑا ہونا دشوار گھٹے لگا۔ اسے اس کا سب سے سختی
 تم ہونے کی اطلاع دی جا رہی تھی۔ ایسے میں وہ سنبھلا
 ہوا وہ اس کا نمبر دیکھا بھی تو کہتے...؟

۱۶ لویس و سنسی حیرو داستان جاری ہے
 مزید واقعات آئندہ ماحول حلقہ فرمائیں

ہے۔ اس پر دیکھا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہی اسے لے کر نکلتی ہے۔ شہر دارانہ اپنے دور میں اس کے لئے لگا ہے۔ اس کی...

اس کے بعد وہ پھر وہاں چلا گیا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اب یہ سب بڑے اعلیٰ درجات کے لوگ تھے

اسلم کو اپنی سائیس دیکھ کر وہ بھی کھنکھاتا ہوا ہوا تھا۔ وہ اسے اپنی جان سے بڑھ کر چاہتا تھا اور اس کے بغیر خود کا کیا...

اس نے کہا کہ میں نے یہ سب سیکھا ہے اور اب میں اس کو لے کر نکلتی ہوں۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

ہوئے۔ اس کے بعد اس کو تو جیسے کوزہ اوصول گھسیں ہیں۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔ اس کا نام بھی پتہ نہیں چلا۔

ہو سکتی ہے۔ اس نے خود بہت شہد کرتے ہوئے احتجاجاً پر موجود نہیں تھا۔

"فلذکر فی بات ہی نہیں ہے اسام بنے پوری ذمے داری سے آپ کو یہ اطلاع دی ہے۔" اس شخص نے بے لفاظی سے جواب دیا۔

"کیا اس خبر کو میری بیوی بھی آتی تھی اور یہاں سے وہ آگئی تھی نہیں جانتی۔" اس شخص کی بے لفاظی پر پھر میں ہی اس کا جواب دے گیا۔

"مجھے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کسی اہل کار کے ساتھ ہی ہو۔ تم گھر جا کر انکار کرو، ایک آدمی وہاں نہیں آتا۔ اس کے پیش میں آئے ہو، شخص بھی بہ کوئی بہ اثر آگیا لیکن پتا چلے پھر نہ کر سکا اور اس کے ایک ذمہ دار کھنٹے نے اس کے ہاتھوں کو چھانسنے کے ساتھ وہاں تھکتی ہوئی ڈوبے۔"

"الزام لگاتا ہے۔ میری پاکیزہ بیوی پر انکی اہلیا ہے۔" اس نے صرف یہ کہنا ہی نہیں کیا بلکہ گروہ سے بچ کر اس شخص کو کاغذ کے پیچے سے گھنٹہ کر لالہ لہلہ فرمایا وہاں پھر اتنی ہی گئی۔ ویسے میں اس کے ساتھ کھڑی ہوئی نے پیچے کر گڑھ لپیٹا۔ گارڈ کے ساتھ بیٹھ اور لوگ بھی وہاں آگئے۔ پھر بھی انکی چہرے ہونے اسلم کو قابو میں کرنے میں اتنا وقت لگا کہ وہ ہاتھوں کی شان میں کھٹائی کرنے والے کی ہار چھو ہاتھ چڑھ چکا تھا۔

"بھروسہ لگے۔ میں اس شخص کو ہتھوں کا کہ کسی عزت دار صورت پر الزام لگانے کا کیا انجام ہوتا ہے۔" انکی اڑاد نے لے کر اسے ہلکا رکھا پھر بھی وہ فرط جوش سے چادر ہاتھ۔ اسی اثنا میں وہاں پولیس پہنچی گئی۔ پولیس والوں نے آتے ہی سب سے پہلے تو اسے گھڑکی لگائی پھر دھڑکوں سے اسے اپنے کی تحلیلات پوچھنے لگے۔ معروبہ شخص کو پہلے ہی ملی امداد کے لیے وہاں سے لے جایا جاتا تھا۔

معروبہ شخص کی سامی ٹری نے سب سے پہلے اپنا بیان دیا۔ پولیس کو کال کرنے والی بھی وہی تھی۔ اپنے بیان میں اس نے کسی بھی قسم کی غلط بیانی سے کام لینے کے بجائے واضح الفاظ میں اسلم کی پریشانی اور اپنے سامی کے رویے سے پر پولیس والوں کو آگاہ کر دیا جس کے نتیجے میں ایک پاکستانی کوخون خوار نظر اس سے معرتے ہوئے پولیس والوں کے امداد میں تیزی تری آگئی۔

"متمتمہا مسئلہ کچھ ہے جس میں تمہیں چاہیے تھا کہ تھوڑے کام لینے کے بجائے پولیس کو اطلاع کرتے۔ اس حالات میں ہم سے زیادہ کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔"

بہر حال ہم یہاں آرام سے بیٹھو اور چاہو تو اپنے ہاتھوں سے مددگار کو ہلاک کیے جین ہے گزشتگی ہونے تمہارے خلاف قانونی کارروائی شروع کر سکتے ہیں۔ ہوں کہ تمہاری بیوی کی بات پانی کے لیے کیا کیا جا سکتا سارجنٹ نے اسے سہاوت کے لیے بھی حالات سے باخبر اور اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اسلم بھی کوشش کرنے کسی طرح اپنے داماش پر کھپ چکا ہے تاکہ اس صورت سے بچ سکے۔

اس کی خواہش پر اسے ایک گلاس پانی پی دیا وہ پانی پی کر قاری ہی ہوا تھا کہ اس کے سر پر ہاتھ لگی۔ پولیس والوں کی طرف سے اسے کال کر لیا گیا اجازت دے دی گئی۔ کال کرنے والا آقا تب تو یہی ہاتھوں کے ہاتھوں میں روایت کر رہا تھا۔ اس نے گھڑکی میں اسے اب تک کی صورت حال سے آگاہ کیا۔ آقا تب گھڑکی میں چلا گیا اور کھڑکی پر بیٹھ گیا۔ وہاں سے وہاں سے لہو لہو بہ کر رہا تھا۔ اس دوران میں اس نے ہاتھوں کے ہاتھوں میں جو تحلیلات کیے ان کے ساتھ ساتھ آتے کو سوسرمین اسلم نے نگ بنگ پیچے تھیں ڈاکٹر سے اپنا راز بھیج کر ایک اپ کو ہاتھ لگائی۔ پھر بھی کچھ فریاد ہی ٹھیک سے باہر نہیں آئی تھی۔ ڈاکٹر کے بعد ڈاکٹر سے چیک اپ کرانے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہتا اسلم نے اپنے بیان میں یہ کہہ چکا ہے کہ بعد اسے وہی خبر کہ سوسرمین اسلم نے انکار کرنا تھا جو کہ اسے چک کرنے کے لیے اپنا ہی جسم نہیں لیا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ بھی مرضی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔ ٹھیک میں سب کچھوں نے بھی محلے کے اسی بیان کی تصدیق کی تھی۔ اسلم باطلی بڑھ چکا ہو گیا تھا۔ بہت سوچتے ہوئے اس نے کوئی وجہ نہ سمجھ سکی تھی جسے ہاتھوں کے ہاتھوں کے جانے کا سبب قرار دے سکے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کہا گیا ہاتھوں کے ہاتھوں کی ضرورت کے تحت یہاں سے ٹھیک سے باہر چلی ہوئی لیکن کسی نہ کہانی آتے تھے وہاں نہیں آئے وہاں سے سارجنٹ پر بھی اتنا ظہور کر دیا۔

"اے کہ ہم چیک کر لیتے ہیں لیکن اس کے مطابق خبر میں ٹھیک کا ایسا کوئی حوالہ نہیں تھا جس میں کسی قانون کے حوالہ ہونے کی اطلاع ملی ہو۔ وغیرہ کی بھی کوئی واردات نہیں ہوئی ہے۔"

اسلم نے اس وقت میں چوہدری صاحب پر قبضہ ظاہر کیا اور اس نے اپنے دوں تھکی آتے والے واقعات اپنے سامنے منظر کشی سے پھر اس سے پوچھا۔

"مجھے ایسے کوئی آج بظہر نہیں آتے۔ چوہدری صاحب کہاں کہاں؟" اس نے بڑھ چالی حالت میں اس بات سے جواب دیا اور پھر مزید اس بات سے جواب دینے لگا۔

اسلم نے جواب دیا کہ وہ ہم ٹھیک کر لیتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ اس کی کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا جہاں سے وہاں وہاں سے وہاں سے آتے کو سوسرمین اسلم نے نگ بنگ پیچے تھیں ڈاکٹر سے اپنا راز بھیج کر ایک اپ کو ہاتھ لگائی۔ پھر بھی کچھ فریاد ہی ٹھیک سے باہر نہیں آئی تھی۔ ڈاکٹر کے بعد ڈاکٹر سے چیک اپ کرانے کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہتا اسلم نے اپنے بیان میں یہ کہہ چکا ہے کہ بعد اسے وہی خبر کہ سوسرمین اسلم نے انکار کرنا تھا جو کہ اسے چک کرنے کے لیے اپنا ہی جسم نہیں لیا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ بھی مرضی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔ ٹھیک میں سب کچھوں نے بھی محلے کے اسی بیان کی تصدیق کی تھی۔ اسلم باطلی بڑھ چکا ہو گیا تھا۔ بہت سوچتے ہوئے اس نے کوئی وجہ نہ سمجھ سکی تھی جسے ہاتھوں کے ہاتھوں کے جانے کا سبب قرار دے سکے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کہا گیا ہاتھوں کے ہاتھوں کی ضرورت کے تحت یہاں سے ٹھیک سے باہر چلی ہوئی لیکن کسی نہ کہانی آتے تھے وہاں نہیں آئے وہاں سے سارجنٹ پر بھی اتنا ظہور کر دیا۔

بھرا جی سوچوں میں گمراہ جب وہ آقا کے ساتھ حلقی خان کے گھر پہنچا تو گازی سے اترا کر سیدھا انکی کار کھی۔ آقا نے چاہا کہ اسے پکارے اور بڑھتی سب کے درمیان لے جائے لیکن پھر کچھ سوچ کر اسے اس کے حال پر کھڑکی دیا۔ اسے جو جھٹکا لگا تھا اس سے کھٹنے کے لیے تمنا ہی نہ ہو سکتی۔

اجرا اسلم پر چڑھے سے بے نیاز ایشی میں داخل ہوا۔ یہاں ہر طرف ہاتھوں کی غرض پھیلی ہوئی تھی۔ وہ بلا مقصد ہی اجرا سے اٹھ کھڑے لگا۔ این کی پھولی ہی اس جنت میں ہر شے تری ہے اور تڑپ سے رہی ہوئی گی اور کھین گروہ مبارک معمولی سا بھی لیکن نہیں تھا۔ خواب کا وہ میں سو جا رہا تھا کہ اس کے پاس سے ہاتھوں کے ہاتھوں کی جسم کی سرسراہٹیں محسوس ہونے لگیں تو وہ گھبرا کر وہاں سے نکل آیا اور جان میں بھیج گیا۔ جب تک کرتے صاف سحر سے جان میں چلے پھر وہی دیکھی کا اسٹیشن کھول کر دیکھا تو اس میں بریلی کے لیے چوہدری گئی تھی نظر آئی۔ اپنے نوٹس سے ہاتھوں کے ہاتھوں کے کچھ مٹکا تھا کہ آج رات کے کھانے میں ہاتھوں کے لیے بریلی بنانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ بے اختیار ہی اس نے دیکھی فریج میں رکھنے کے ارادے سے اٹھالی۔ وہ کھٹکا تھا کہ کھٹکا کھینچنے سے کھٹکا کھینچتی گرم ہونے کی وجہ سے وہ فریج میں رکھنے کے بجائے پھر پھرتی ہوئی۔ وہ اس کی بنائی تھی کھٹکا کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ وہاں آکر اس سے بریلی تیار کر سکے۔ فریج کا دروازہ کھول کر کھٹکا اندر رکھتے ہوئے اس کی نظر کھٹکا کے پائلے پر پڑی۔ اس کے گلے میں کھڑکی کوئی گولا سا کھٹکا گیا۔ کھٹکا لوں نے کھٹکی آسانی سے کھٹکا لگا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے کھٹکی سے کھٹکی یہاں سے اٹھ کر وہاں سے کھٹکا لوں کو کھٹکا لگا تھا۔

وہ سخت آزرہہ جان سے کھٹکا لڑاؤ میں آجیلا۔ اسٹیج اسٹیج پر گھوڑی رنگ کا لباس رکھا ہوا تھا۔ یہ لباس ہاتھوں پر خوب چھا تھا اور اسلم کا سین پھندا تھا یہ اسی لیے اس نے کھٹکا لڑاؤ میں اس کی طرف سے کھٹکا لگا تھا کہ جب شام اٹھے وہ وہاں آئے تو اس کے سین پھندا لباس میں اس کا استقبال نہ کیا۔ وہ شام دیکھنے سے بہت چپکے آگیا تھا لیکن استقبال کرنے والی کا کوئی نام و نشان ہی نہیں تھا۔ بڑے بڑے سوداؤں سے بے خبری سے گھمرا جانے والے اسلم کا یہ سب دیکھ کر جب پاش پاش ہونے لگا اور وہ کھٹوں میں سرو سے کھٹکی کھٹکی کی طرح دھواں دھارے لگا۔ آسمان سے

برستے پانی نے اس کا دکھ مٹانے کے لیے تھوڑا دھرت سے
برتا شروع کر دیا اور شہزادی اور اس سے شہزادہ کی جانے لگی
کہ آریلڈ وہی ایک اور بری عین آئے تو ہے۔

مال گاڑی نے آہستہ آہستہ رولر پکڑ لی تھی اور وہ
انگریزی دست میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ انہیں
آئی دیکھ رہی تھی وہاں سے بھاگتا تھا کہ وہ اپنی منزل کا
بھی تعین نہیں کر سکتے تھے۔ بس خوش قسمتی یہ تھی کہ پولیس کے
ہتھیے چھپنے سے بچ گئے تھے اور اپنی اگلاں گھومتے تھے لیکن یہ
سلاخی بھی انہیں پر ہم تھوڑے ہی آدی کے ہاتھ سے لگ
جانے کے بدلے میں حاصل ہوئی تھی۔

"یہاں سے بھاگنے کے بعد تمہارے پاس کوئی دوسرا
فکنا ہے؟" شہزاد نے سرگوشی میں کلام میں پوچھا۔
"میرا ذہنی تو کوئی فکنا نہیں ہے لیکن ایک آدھ جاک
رہا ہے کرنے پر انتقام ہو جائے گا۔" کلام نے بھی اچھے لہجے
میں اس کے سوال کا جواب دیا۔ "لیڈی سلوان سے بے نیاز
انگریزوں میں یوں گور گور کر رہا تھا جیسے کسی نادیہ نے
کولاش کر دیا۔"

"فیک ہے بلکہ جہاں مناسب سمجھو وہاں اتر کر
اپنے اس گھولہ فکنا نے پر لٹکی جانا۔ تمہارا سوا ہاں تو تمہارے
پاس ہی ہے؟" جاک روڑ میں گئی کہ انہیں پوچھا۔
"سوا ہاں گھولہ ہے۔" کلام نے ٹھنکر جواب دیا۔

"بس تو بھرتہ ابھی اپنے لیے بندوبست شروع کر دو۔
پر ہم تھوڑے ہی تمہارے گاڑی سے بازیاں ہونے کے بعد وہ
لوگ ہاتھ دھو کر تمہارے پیچھے چڑھا دیں گے۔ ہو سکتا ہے یہ
شہزاد بھی معلوم کر لیں اور اس کی مدد سے تمہیں جوائی کرنے کی
کوشش کر لیں۔" شہزاد نے مشورہ دیا۔

"یہ تمہیر میرے نام پر رجسٹرڈ نہیں ہے اور صرف وہی
لوگ اس نمبر سے واقف ہیں جو میری اصلیت سے بھی واقف
ہیں۔ میری جان بچانے کے کام لوگوں کے پاس میرے عقید
میں موجود لیڈی ان کا نمبر ہی ہوتا ہے۔" اس نے اطمینان سے
اسے بتایا مگر یہ کہ "آپ مجھے اتنے کا مشورہ دے رہے
تھیں یعنی خود میرے ہاتھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتے؟"

"تم فیک ہیجے۔ ہم تمہیں کا ایک ساتھ رہنا مناسب
نہیں ہے۔ ہم اپنا ہاتھ نہ دیکھ بندوبست کر لیں گے اور بھرتہ
سے رابطہ کریں گے۔ حالات خراب ہونے کی صورت میں
بھی تمہارے محفوظ رہنے سے تم از کم اتنا فائدہ ہوگا کہ پیچھے
دلوں کو تار سے انجام کی خبر ہو جائے گی اور وہ کسی اور بری عین

کو اس ضمن کی تکلیف کے لیے بھیج سکیں گے۔" اس نے
اس کے سوال کا جواب دیا تو کلام خاموش ہو گیا۔
پچھلے میں ہذا بات کو کبھی پشت ڈالنا پڑا تھا۔ اس وقت
جو کہ رہا تھا وہی صاحب تھا۔ جس نے ان کی یہ گفتگو
چڑھ کر دیکھی تھی وہی اس لیے سولیوں پر لٹا ہوا جیسے کہ
میں غصے کی ہوسٹ کر تو مال دھرت زدہ ہو رہا تھا۔
دونوں بھی چہنک کر اس کی طرف حوجہ ہونے لگی تھیں
کہ کھینچنے سے پہلے ان پر ایک جال آ پڑا اور وہ اس میں
رہ گئے۔

"اپنے ہتھیار بیچ کر گرائے لیٹ جاؤ ورنہ لوگ
سے ہونے جاؤ گے۔" سخت لہجے میں دھمکانے والے
اپنی طاقت کا کلی ثبوت دیا اور ان کے کانوں میں شہزاد
چلنے کی آواز سننے۔ شہزاد نے لٹ جال کر کھینچنے کی کوشش کی
جانے جال کس انداز میں پھینکا گیا تھا کہ وہ اس میں الجھ
گئے تھے۔ سولو کلام نے بھی تھاپا اپنے طور پر کوشش کی
دیکھی تھی لیکن انہیں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔
"اگر تم لوگوں نے میرے نہیں تک گئے تھے تب
ہتھیار نہیں بیچتے تو تمہارے حوصلوں کو کچھ دیا جاتا ہے گا۔
دھمکی کے ساتھ ہی نفاذ ایک بار مگر لوگوں کی توجہ اس
کو بچ گئی لیکن اس بار دشمن کن خلاف سمت سے چلا
گیا۔ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ ان کے مقابل آگے پیچھے
دلوں کی پگھلاؤ پر موجود ہیں۔ لیکن وہ دوسرا ہی خان
ہونے کی وجہ سے کسی طور گھولہ نہیں تھے۔ ان پر چلا
پھینکا جاتا تو اس پر دشمن میں وہ کسی صورت اپنا اتنا
سکتے تھے۔

"ہتھیار بیچ کر دو۔" شہزاد نے رگڑ میں
دلوں سے کہا اور غور سے پہلے لٹ گیا۔ وہ ہوسٹ
پاس میں اس کی بیوی کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ
نہیں تھا۔ شہزاد کے بعد وہ حسب دانت مال گاڑی کے
پر اٹے لیٹ گئے۔ فوراً ہی آگے پیچھے کے دیوں کی پگھلاؤ
سے چند ہل اور مٹاؤں میں پیچھے گئے اور ان کے تھوڑے
پہننے سے لیا۔ مگر ایک شخص لیکن ان کے سامنے آ کر
دوسرے ہی تک سیاہ چست لباس میں چھپا ہوا تھا۔
آنکھوں اور ناک کی جگہ پر سوراخ تھے۔

"ادھ کر بھاگ جاؤ۔" اس نے غم سارا کیا تو ان
نے فوراً ہی لٹ گیا۔ فرسٹ پر اٹے لیٹے رہنے کے۔
پہننا زیادہ بھرتہ۔ کم از کم اس طرف وہ اپنے تئیں
سکتے تھے۔ پینتے ہی ان کے چہروں پر طاقت اور
گواہی کی شکل کے لیے بھیج سکیں گے۔" اس نے
اس کے سوال کا جواب دیا تو کلام خاموش ہو گیا۔
پچھلے میں ہذا بات کو کبھی پشت ڈالنا پڑا تھا۔ اس وقت
جو کہ رہا تھا وہی صاحب تھا۔ جس نے ان کی یہ گفتگو
چڑھ کر دیکھی تھی وہی اس لیے سولیوں پر لٹا ہوا جیسے کہ
میں غصے کی ہوسٹ کر تو مال دھرت زدہ ہو رہا تھا۔
دونوں بھی چہنک کر اس کی طرف حوجہ ہونے لگی تھیں
کہ کھینچنے سے پہلے ان پر ایک جال آ پڑا اور وہ اس میں
رہ گئے۔

اس نے ان کی آنکھیں چھریا کر رکھی۔
اس کے آدی ہو "اس نے چہروں سے آنکھیں
کھینچنے میں ناکام ہو کر سر دھکے میں چھپا۔
"حسب روایت جواب دینے کی
"شہزاد نے سوال اور تاریخ بند ہونے کے بعد
"انگریزوں سے میں وہ اپنے سیاہ
"میں ایک ساتھی کی طرح ہی نظر
"اس کی طرف حوجہ ہونے لگی تھیں
"ابنہ اتنا
"وہ لوگ کھن
"اس میں سوار ہونے سے
"ان کے اظہار میں
"میں چھپے بیٹھے ہوں۔

"اس مال گاڑی پر کیوں سوار ہونے تھے؟" اس
سوال پر جواب دیا۔ "یوں تو وہ تمہاری این سے گھنٹو کر رہا
"اس لیے حوجہ سے سوا میں کو اپنے اور دیگر محسوس کر سکتے
"حیثیت والا سوا تھی سوا میں کی موجودگی کو بھانپ کر
"اس میں آقا تھا لیکن اسے تاخیر ہو گئی تھی۔
"شہزاد نے اظہار
"دلوں کی اصل حیثیت کا تعین
"کھن سے جہاں احتیاط سے گھنٹو کر رہا تھا۔
"اس کی طرف
"خسلسل جاری تھا۔

"وہ اتنا اندازہ تو نہ کیا تھا کہ ان لوگوں
"اس سے نہیں ہے اس لیے یہ جواب دینے میں
"وہ چٹکا۔
"لیکن پولیس والے کی نفاذی کر دی تھی۔"

"اس نے بے پردہی سے
"وہ آسانی سے جان
"جواب میں شہزاد چھپ رہا۔
"وہ فرمایا۔
"ہم نے تمہیں کوئی
"مال گاڑی رکے گی تو اترا کر اپنے
"شہزاد نے لہجے میں بڑا ادنی
"سماج کے ہاتھوں سے نہیں

کسی بھی قسم کی چالاک بہت بھی چڑھے گی۔ ہم تمہیں جو

کھڑا ہوا
جانے دوں گا۔ تمہیں کھن ہوگا کہ تو کس کا آدی ہے اور اس مال
گاڑی پر کیوں چڑھا جس میں بھائی کی کمال جا رہے۔" وہ
بھنٹا کر بولا اور ایک لاسٹ شہزاد کے شانے پر سیدھا کر دی۔
شہزاد نے کھن کی لیکن اس کی توجہ اپنی تکلیف سے زیادہ اس
کے الفاظ پر گئی۔ بھائی کی سے اس کا فائدہ تو صرف پہلے ہی
تھا۔ لیکن میں داخل ہونے کے بعد وہ لوگ تو اترا سے یہ نام سن
رہے تھے۔ بار بار بھائی کی کے آدیوں سے ان کا کارواہ
جاتا تھا۔ ایک بار پھر وہ لوگ ان کے سامنے تھے اور بیٹھا
انہیں اٹھ کر کا سا بھی بکھڑے تھے۔

"مذہب کے گھر گھر کیا دیکھے جا رہا ہے؟ سمیری بات کا
جواب دے۔" اس سے شہزاد کی خاموشی بڑا دھرت نہیں
ہوئی اور اسے ایک اور لاسٹ دے رہی۔

"ہم کون ہیں اس سوال کا جواب میں مہذب نہیں کے
سامنے دینا چاہتا ہوں۔" اس بار شہزاد نے اور کھن لہجے میں
جواب دیا۔ "یہ تعین ہونا چاہئے کہ بعد کہ وہ بھائی کی کے آدی
ہیں اس کے لیے اس شخص سے گھنٹو کرنا زیادہ آسان ہو گیا
تھا۔

"کس مہذب نہیں کی بات کرتا ہے... اپنے مہذب
بھائی کی؟" اس نے اور استحباب اور بے چینی سے استفسار
کیا۔

"ہاں اس کی۔" اب مجھ پر یا میرے ساتھیوں پر ہاتھ
اٹھانے کی تکلیف مت کرنا ورنہ خود تمہارا ہاتھ ہم پر ہو سکتا ہے۔"
اس نے اپنے لہجے کو مزہ ختم اور سرد کر لیا۔ اس کے اس
روہنے نے مقابل کو کھنڈ بپ کر دیا۔ اپنا لٹکا تھا کہ وہ اس کی
بات پر نہیں کرنے کو تیار نہ ہو لیکن تعین ذکر کے کسی بڑھلوکی
کی ہمت لگی نہ کر پا رہا ہو۔ چند لمبے اسی کیفیت میں کھڑے
رہنے کے بعد ڈال کر وہ کسی فیصلے پر پہنچ گیا اور لٹھا میں مخصوص
انداز میں ہاتھ لہرایا۔ ایک آدی فوراً حرکت میں آیا۔ شہزاد
اور اس کے ساتھی میر سے تنہا کا اظہار کرتے رہے۔ اس کے
سوا ان کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ جال میں تھوکی کس
افراد کے نرنے میں ان کے پاس ہاتھ لہر چلانے کی کوئی
گھنٹا نہیں ہی نہیں تھی۔ اظہار کے چند لمبے بیٹے تو انہوں نے

سرتا پایا یا اس میں بیٹوں اس آدی کے پیچھے موجود ہے کہ
دعا اور میں لہائی کے رخ روئی کا ایک مستقل دیکھا۔ یہاں
میں کھنٹے والا اور وہ تو تھا جس کے اندر وہ دن۔ ہم بلب کی
روئی انہیں سے میں بہت لہائی نظر آ رہی تھی۔
"تمہیں جال سے آ کر دیکھا جا رہا ہے لیکن یاد رکھا کہ
کسی بھی قسم کی چالاک بہت بھی چڑھے گی۔ ہم تمہیں جو

رعایت دے رہے تھے وہ عدول بھائی کے نام کی وجہ سے
ہے۔ انہوں نے تمہیں اپنا آدمی مان لیا تو ہم لوگوں پر
خفا کیے گئے وہ وقت خود اپنا انجام کچھ سمجھے۔" اب تک ان
سے شکوکے فرماؤں انہام دیکھنے والے شخص نے جاں سے
آزادی کی تو یہ مانتے ہوئے دھکی دیا بھی ضروری کہا۔
ان کا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ تیزی سے چلتی جاں
گاڑی سے چلا کھانے کی صورت میں اگر کسی طرح ان کی
ذہنی سلامت دیکھی جائے تو وہ لوگوں کی اس برسات سے
کس طرح بچے جو کاز تک کے لیے چار گھر سے اطراوی
طرف سے کی جائی۔ ان کے حق میں سبھی سب سے بڑا قہر
وہ ان لوگوں سے تھا ان کرنے اور عہد انہیں تک جانتے۔
پولیس کے بچہ و لوگوں کرنے کے بعد کھانے کے ایک
خفانے پر وہ لاش کی کھوپڑی چکر پھینکانے کی کوشش کر رہے
تھے جب عہد انہیں وہاں پہنچا گیا تھا۔ وہ اس بلڈنگ سے فرار
ہوا تھا جہاں پولیس نے رہنا مارا تھا اور وہاں سے پولیس کے
ساتھ مقابلہ کرنے والے آہستہ آہستہ پناہ ہوتے جا رہے
تھے۔ انہوں نے اس موقع پر ہم اطراوی کو پناہ دینا قبول کر لیا
تھا اور عہد انہیں پناہ وہاں سے رخصت ہوتے ہوئے ان
سے کہا تھا کہ انہیں بھی ضرورت پڑے تو وہ ہمیں خبر میں کسی
سے بھی عدول کا خفا پناہ پر چھ لیں۔ خفا مضمون کرنے کی تو
نوہت نہیں آئی تھی لیکن وہ بھائی بی کے ساتھیوں سے
آگرا تے تھے۔ اسی بھائی بی کے ساتھیوں سے جس کا
عہد انہیں وہاں پناہ مانا جاتا تھا۔ اس کے کھانا میں انہیں
دورانے سے گزرا کر رہے میں پکھا دیا گیا۔ ذہبے کا پشتر
حصہ فرش سے کھت تک ترتیب وار رکھے گھڑی کے منبر و
زبان سے ہرا ہوا تھا اور درمیان میں بس ایک چکر خالی
پھوڑی لگی تھی کہ چند اطراوی سانس۔ ان تینوں کو وہاں بھی
رہی پر پکھا دیا گیا۔ اطراوی وہاں بھی ان کے سردی پر ہوا
تھے حالانکہ اس ذہبے میں داخل کرنے سے جس دن وہ ان کی جائید
حفاظتی نے کہہ چیک کر کے تھے کہ چیک ہونے اس کے سوا
ان کے پاس کوئی اور پتھیا تو موجود نہیں ہے۔

"میں خوشاد ہوں اور یہ قہر... اس تیر سے نہ
عدول بھائی میں جانتا۔ ہمیں بھی پچھانے سے انکار کرنا
یاد دلا دیا کہ ہم وہی ہیں جن کی موجودگی میں اس نے یہ
گھر کے ٹھیک میں چھپ کر پشیم ستائنی جان بچائی تھی۔
شہر بارنے اسے وہی نام بتائے جو کلام کے خفانے پر تیار
تھا۔

"ٹھیک ہے، انہیں بھائی سے بات کہتا ہے۔ یہ
تک تم ہر آرام سے ٹھہرے کسی گویا کو سوچنا بھی نہیں۔ اس
ذہبے میں کوئی بچی تو کچھ قیامت آجائے گی۔" وہ ہم کو جان
شاید اس کی عادت گی۔

"بہر کی گویا کہ ارادہ نہیں رکھتے۔ رہی کوئی بچی
بات تو مجھے یقین ہے کہ تمہارے آدمی انکا قہلی نہیں کر لیا
گئے۔ انہیں خود بھی معلوم ہو گا کہ بارو کے اس ایجنٹ میں کوئی
چنگاری پیدا کرنے کا کیا انہام ہو گا۔" شہر بار کو یہ وہی
اسے جاننے کی سوچی تو سگنے وہاں سکرانٹ کے ساتھ
ایجنٹان سے بولا۔

"کیا مطلب؟ تمہیں کیسے معلوم کہ یہ بارو کی بیٹھیا
ہی؟" وہ ٹھیک کیا۔

"بھائی بی کا مال ہے تو ان بیٹیوں میں آم اور جانچ
ہونے سے رہے۔ طبیہ ڈاکٹر وہ چکا نہیں ہے تو یہ ان
بیٹیوں میں اسطورہ بارو وہی ہو سکتا ہے۔ یہ تو کائنات میں
بات ہے۔" اس نے نہایت سگنے سے جواب دیا۔ اس نے
اسے گھورا ہوا ہر چلا گیا۔ اس کی وہ اپنی تقریباً پانچا چھ ماہ
بہر ہوئی۔

"عدول بھائی بولتے ہیں کہ وہ تم لوگوں کو جانتے ہیں
پر یہ مال گاڑی احمد آباد سے پہلے نہیں رکھنے والی اس لیے
تمہیں ہمارے ساتھ وہاں تک چلانا پڑے گا۔ عدول خود
وہاں آنے والے تھے۔ وہ وہاں سے میں گئے۔ جب ہم
آرام سے ہمارے ساتھ رہو۔ کھانا اور ہر امر کسی بھی
ضرورت ہوتی ہو۔" اس بات کا لہجہ اور اس طرح پرندہ خند
"ظہر یہ ہم بس خود ڈاکٹر کو چاہتے ہیں۔ ان
نے اپنی خواہش بیان کی جو فوراً پوری کر دی گئی۔ بانی چکا
کے بعد وہ تین بیٹیوں سے کھانے لگا اور ڈاکٹر میں پناہ
پہنچ گئے۔ بھاگ دوڑ اور اصرانی کشیدگی کے بعد اس نے
خود اس آرام میں بھی بہت اچھا لگ رہا تھا لیکن دل میں آہ
مال بھی تھا۔ یہ ہم کا وہ بیٹے انہوں نے بڑی آسانی سے
کر لیا تھا اس سے بھی زیادہ آسانی سے ہاتھوں سے لیا
تھا اور یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اب وہ اپنی آسانی سے ان

میں آنے والا ہے۔ دوسری طرف ایک بار بارو وہی
پہنچانے پر مجبور تھے۔ نہ ہانے پر شہر انہیں کھینے کیوں
تھی۔ وہ اس وقت اور یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ پہلے بھی وہ
سے مل کر گھرات کے شہر کا گھر کی عمر پچھنے سے اور اب
کے خفا ایک دوسرے شہر احمد آباد لے جانے
چاہتے تھے۔

☆ ☆ ☆

"کوئی رہنمائی؟" جاوید علی ایک دسے کر اس
کے میں داخل ہوا جس میں آج کل حالیہ خبری ہوئی تھی
تھی کہ کسی پر پھینچے ہوئے اس سے اور یافت کیا۔

"دوسرا س۔" حالیہ نے ہانسی سے لگی میں سر ہلاتے
کے کتاب دیا۔

"انتہار سمجھتے ہوئے تمی دن تو ہو گئے ہیں۔ انہیں
کے میں کال کر لینی چاہیے گی۔" جاوید علی نے لڑکھری
ازاد کرے میں نے لکھنؤ میں کھینٹ کو کھنڈنے لگی۔ یہ
میں اس طور پر میں اس لیے رکھا گیا تھا کہ حالیہ کے
میں سے اگر کوئی رابطہ کرے تو وہ دن رات کے کسی بھی
میں اس کال کر کے بیرون کرنے سے محروم نہ رہے۔

"شاہد انہیں بلتے ہو کیا ہے۔ اور وہاں میں کھینٹے کے
پہنچا نہیں گیا۔" اس نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

"انہی دن کا کچھ حصہ باقی ہے۔ ہو سکتا ہے اس
کے میں وہ رہا کر لیں۔" جاوید علی نے امید سے جڑے
سینکڑتی رہی اور بتائے لگے۔ "یوں خبر جس قیمت کا پتا
گفتا ہے اس کے ساتھ والا قیمت بھی ہمارے ایک ماٹھی کا
ہے۔ وہاں اپنی جگہ کے ساتھ رہتا ہے۔ بلڈنگ کا کچھ کھانا
انہیں کھانی بندہ ہے اس لیے ہم نے ہر طرف نظر دوڑی ہوئی
ہے۔ کھانے کی صورت میں بھی وہ لوگ تمہارے
اور یہ کھانے کی کوشش ضرور کرتے لیکن کسی نے وہاں
ہے کسی مضمون حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اب
دوسری صورت کیا رو جاتی ہے کہ وہ وہاں سے کھانے کی
کھانے کے بعد۔ اس کا تو ذہم نے یہ نکالا ہے کہ نہ کھوہ
قہر میں میرے سامنے کی بی بی دن میں میں چار چکر لگائی
ہے۔ اس کا کچھ قیمت سے تلف ہے لیکن کھانا اور ہاتھوں
کی کھانے کی حالت ہے۔ ہماری جدایت کے مطابق وہ کھانے
کے بعد کھانے بند کر لینی رہتی ہے اور کچھ وقت وہاں گزارنی
ہے لیکن انہوں نے ہماری سستی سے کہہ کر کوئی دور بین سے بھی
دیکھا ہوا ہے۔ پھر نظر نہ آئے۔ مجھے یقین ہے کہ اس
کھانے کے کھانا سے حو کا کھ کر وہ تم سے بے ضرور آگئی

کھانا ہے۔"

"دیکھتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کس کا اعزاز
درست ثابت ہوا ہے۔" حالیہ نے شانے اپنا کر بولتے
ہوئے اپنی بے جاڑی کا اظہار کرنا چاہا لیکن لکھنؤ کی بیٹے
والی کھینٹ نے اس کی بے جاڑی کو کام نہ رہے اور وہاں
آگھیں چھڑے لکھنؤ میں کھنڈنے لگی جیسے کسی ضربت
کو دیکھا گیا اور۔ جاوید علی نے سگراتے ہوئے اسے کال رہیں
کر کے کا اظہار کیا اور خود اپنے سوا کسی پر کوئی ٹھہرا کر دیکھی
آواز میں بات کرنے لگے۔

"بھیلے۔" اصحاب زود حالیہ نے کانپتے ہاتھوں سے
ریسرورٹ افکار کو جسی آواز میں کہا۔

"حالیہ...؟" دوسری طرف سے سوالیہ اعجاز میں
اس کا نام پکارا گیا۔ کال کرنے والا کوئی سرو تھا۔

"نہیں۔" اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی اور ایسے
لہجے میں جواب دیا جیسے بہت غصہ ہو۔

"کہنا کھانا خبر بتاؤ۔" دوسری طرف سے گھماوا اعجاز
میں کہا گیا۔ حالیہ نے اپنا کلاؤ ہرا دیا۔

"اوکے۔ اب اس قیمت کا پتا تھا تو ہم خبری ہوئی
ہو؟" جاوید علی اسے پہلی ہی ایسے نکتہ سوالوں کے جوابات
دین لکھیں کر دیا پتا تھا اس لیے اس نے روٹی سے پتا دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب یہ پتا ڈاکٹرمہارے ساتھ کیا پتھیا یا
اور تم وہاں تک کیسے پہنچیں؟" اس بار اس سے ٹھہرے ہوئے
لہجے میں سوال کیا گیا۔

"مسافر سینٹر پر پنے ہوا تو میں گزرتی کے اور سے
سینٹر کی روع چھا کر سائڈ کی گلی میں کودتی تھی اور وہاں سے
ساتھ والے اسکول کی باڈی ٹری کر اس کے اسکول میں
چھپ گئی تھی۔ بھاگ دوڑ میں میرا ہوش بھی نہیں کر گیا تھا
اس لیے میں فوری طور پر کسی سے کھانٹ بھی نہیں کر سکتی تھی۔
میں کئی کھینٹے تک وہی بھینکی رہی اور جب یہ عرصوں ہوا کہ اب
پولیس وہاں سے جا چکی ہے تو وہاں سے نکل کر ایک ماہ گیر
سے گزارش کر کے اس کے سوا جاں فون سے ایک دوست کو
کال کی۔ میرا وہ دوست فوراً مدد کے لیے راضی ہو گیا اور
میری بتائی ہوئی جگہ پر پہنچ کر مجھے چکر لپکا پولیس کے اور
سے میں اسپتال پارٹمنٹ واپس نہیں جاسکتی تھی اس لیے
دوست سے ہی کھوپڑی چکا تھا کہ جیسے اپنے
کہا میری بی بی بیکہ رکھنے لگی ہوئی ہے ہم میرے ساتھ ہی
میرے گھر چلو۔ وہ دن تک میں اس کے ساتھ اس کے گھر
میں رہی اور وہ مجھ سے چرانا نہ اٹھاتا۔ ہاتھین میں اس کے

اور بے اختیار میں اشتہار نہیں بھیج سکتی تھی۔ وہ مجھ سے وہج
 پر چلتا تو میں اسے کچھ تاثر نہیں لگتی تھی۔ تیسرے دن اس کی
 بیوی کو دیکھا تو اس نے اسے مجھے اپنے ایک ایسے
 قہقہے میں قہقہہ کر دیا جو کہنے پر چلتا ہے اور آج کل خالی چڑا
 ہوا ہے۔ قہقہہ پر آنے سے پہلے میں اخبارات میں اشتہار
 چھپنے کے لیے سو کر آئی تھی۔ اپنے دوست کے گھر سے اس
 کے قہقہے تک آنے کے لیے مجھے پھر وہ قہقہے میں چھپنا پڑا تھا
 کہ کئی راتوں میں کوئی کچھ بچکان نہ لے۔ اب کئی میں
 چاہتی ہوں کہ کسی کس حال میں یہاں رو رہی ہوں۔ کئی کس
 کی نظر نہ چڑھانے اس ڈر سے باہر لکھا تو دور کی بات
 کھڑکیوں تک چاہنے میں بھی ادنیٰ ہوں۔ یہاں اس خالی
 قہقہے میں ضرورت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ مجھے فرش پر سونا
 چڑھا ہے۔ گل کا سادہ پانی لٹی ہیں اور کھانے کے لیے لوش
 روٹی، پنچم اور بسکون کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ چچ لیا کئی
 یہاں آنے سے پہلے میرے دوست نے دلا دی تھا۔ گل
 اس کا ٹون آجاتا کہ میں دو ٹون دن میں اس کا قہقہہ خالی کر
 دوں کیونکہ یہاں سے کرنے وارے والے لیا اور اسے
 پینٹ دیکھ کر وہاں ہے۔ آپ لوگوں کی طرف سے کالنگ نہ
 کیے جانے پر میں سخت پریشان تھی کہ یہاں سے گل کر کہاں
 جاؤں گی۔ باہر کے حالات کی بھی مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔
 موہاں لگا تھا سے گل جانے کی وجہ سے کسی سے کالنگ بھی
 نہیں کر سکتی۔ سارے کام کے ٹھہر میرے موہاں میں ہی لیا
 تھے۔ اس نے آواز کے زبردست آثار چڑھا کر ساتھ
 ایک مریض کھانی بنا ڈالی۔ ابتدا میں کال ریسنگ کرنے سے
 پہلے اس پر اپنے آکاؤں کی جدو جہت طاری تھی اس پر بھی
 اس نے بتدریج قابو لیا تھا۔
 "اشفاق رانا کے گل کے بارے میں کچھ کئی ہو؟"
 اس کی ساری داستان سن کر اس پر کوئی تبصرہ کرنے کے جہانے
 دوسری طرف سے بالکل چاہتا کچھ بچھا گیا۔
 "کیا مطلب؟ کیا رانا گل ہو گیا ہے؟" عالیہ نے بے
 ساختہ حیرت کی بڑی خوب صورت اداکاری کی۔
 "نہیں نہیں معلوم؟ یہ خبر تو سارے پیرز پینٹ اور
 اخبارات میں آئی ہے۔" دوسری طرف موجود ٹھہر نے سر
 لہجے میں استفسار کیا۔ جواب میں عالیہ نے ایک سر ہوا بھری
 اور بے چارگی سے بولی۔
 "اس نے سر ہونے کے عالم میں اخبارات اور نیوز
 پتھر کھانے دستیاب کیا۔ میں تو اس میں چارو دار کی تہی کی
 سن کر رہ گئی ہوں۔ پینٹ کے لیے کوئی دوسرا جزا تک نہیں

ہے۔ جسم پر موجود کپڑے سخت گندے ہو چکے تھے۔
 لوگ کب تک میری مدد کے لیے کھڑے رہے گی؟" عالیہ
 بڑے کام کا سوال پر چھل اس کے سر پر بیٹھا ہوا پر لیا
 ساری گفتگوں رہا تھا۔ اس کے کان کے ساتھ ایک آواز
 تھا اور چہرے کے تاثرات سے ظاہر تھا کہ وہ عالیہ
 کا ردی سے مطمئن ہے۔
 "کچھ کچھ نہیں جا سکتا۔ تمہارے پاس ۱۰ دن
 ابھی۔ بہو بیٹھے لیا کہ ان دو دنوں میں تمہارے لیے کچھ
 سکا ہے۔ تم انکار کرو۔ ہم کئی کئی وقت تم سے بہو کر رہے
 ہیں۔" دوسری طرف سے سلسلہ ختم کر دیا گیا۔
 "چالاک لوگ ہیں۔ جس ٹھہر سے کال کر رہے تھے
 اس کی سر ہونے نہیں ہے۔ لوگوں میں معلوم نہیں ہو سکتی
 کال کرنے والا مستقل حرکت میں تھا۔ میرا مطلب ہے کہ
 کسی گاڑی میں سزا رہا تھا۔" کال ختم ہونے کے بعد زنی
 اور جا رہی تھے اپنے کان سے لگا آواز گرتے ہوئے
 عالیہ کو بتایا۔
 "ان سے خبر نہ لے کی توقع بھی نہیں کرتا۔ ان
 صرف اسی صورت میں حاصل کر سکتے ہو کہ خود ان سے
 چالاک کی کاٹھا ہو کر۔" عالیہ نے سنجیدگی سے تبصرہ کیا۔
 "میں یہ بات سمجھتا ہوں اسی لیے کال آتے ہی اسے
 سچی کوٹوں کے جہانے سے دوری تھی کہ اب اپنی جان
 اس قہقہے میں مت چاہنے دینا۔" چالو پیل نے بتایا۔
 "بہت اچھے۔ میں سو دنوں کی کس ایک جنگ میں
 ہی کامیاب ہوں۔"
 "آئیں۔" وہ بے ساختہ بولا۔ "یہ معاملہ نہ جانے
 تو میں جس میں جہان سے بہت ابھی چکر شفت کروں گا۔
 وہاں جب تک چاہ سکوٹا سے رہتا اور زمینان سے
 مستقل کا لپیٹ کر۔ ہم میں سے ہر ایک تمہارے بظاہر
 احترام کرے گا۔"
 عالیہ اس سے بچھری چھٹی تھی کہ وہ بہت ابھی چھٹی
 ہی سے لیکن وہ وہاں چھری اسی میں اور وہاں کے جہانے
 قدموں کی چاپ سن رہی۔
 ☆ ☆ ☆
 "کیا میں اس کے لیے روٹنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتی
 گا؟" وہ کالی دیر روٹتا تو یہ خیال چاہتا کہ اس کی
 کے دماغ پر آ کر لگا۔ وہ ایک ہم ایسی تھی سے وہاں
 "نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری زبان
 موم میں لگی باہر جھک رہی ہو اور میں ایک ٹھہر رہے ہوں

کے لوگ کر چکی اور ٹھہر کے لیے اور لوگ کا حامل روٹتی ہو
 گیا۔ اس روٹتی میں اسے جین کیت صاف نظر آیا اور قدموں
 کی رفتار پر تیز ہوئی۔ گلا کے کھل آنے ہانے میں وہ
 اس وقت ویرانی گھر کے زیر استعمال حصوں سے اتکا ٹون
 ہو گیا تھا کہ اسے جسے جس میں بھی جین کیت کالاک کھولنے والی
 ہب کو پکڑ کر سالی سے گھما سکتا تھا لیکن اس باغیچہ ہی تجربہ
 ہوا۔ جب گھومی ضرور لیکن لاک نہ کھلا۔ اس نے ایک بار پھر
 کوشش کی لیکن تجویہ ہی پہلے والا تھا۔ جھکا کر اس نے کچھ اور
 زور لگا لیکن کالی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی پل اسے اپنے
 خود کیک کی کس مچھری کا احساس ہوا۔ اس نے پانی کی
 دھندلی ہی چاند میں سے اس شخص کو گھور کر دیکھا۔ جواب میں
 اس نے نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔
 "یہاں وقت برادر کا بچا ہے۔ سزا صحتی نے کیت
 کو اٹھ لاک لگا کر ہے اور دوسرا لاک جس چالی سے کھل سکتا
 ہے وہ وہاں کے پاس ہے۔" اسلم کھینچے میں دیر لگی تھی کہ یہ
 حرکت بالخصوص اسے باہر جانے سے روکنے کے لیے کی گئی
 ہے اور نہ اسے جسے جس میں بھی ایک بار گئی تو یہاں نہیں ہوا تھا
 کہ کبھی کیت کو اٹھ لاک لگا گیا ہو۔ صحتی خان کی رات
 میں ٹھہر موجود کی کسورت میں بھی کئی ایسا نہیں ہوا تھا۔
 "میں ابھی ان سے چالی لگا ہوں۔" وہ پندرہ آنگ
 میں بولا۔ ویسے بھی یہاں اور بارش کا شور اتنا زیادہ تھا کہ
 دوسرے تک اپنی بات پہنچانے کے لیے پندرہ آواز میں پانا
 ضروری تھا۔
 "ہاں۔" آقا ب نے اس سے بالکل بھی بحث نہیں
 کی اور دونوں تیز قدموں سے چلتے ہوئے گھر کے اس حصے کی
 طرف چلے جہاں صحتی خان کی کالی آباد تھی۔ صحتی خان
 کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ وہ ٹیکس اینڈ ریٹس تھا اور اپنے
 والد کا اکلوتا بیٹا ہونے کی حیثیت سے ان کی بھی چڑنی چاکا اور
 کا بھونتا حق دار اور وارث تھی۔ کیتے کو اس نے اپنی
 انگریز تیک کا استعمال کرتے ہوئے ایک تعمیراتی کئی میں
 ملازمت کر رکھی تھی لیکن اس کے فحاش بات کا اس کی
 ملازمت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس نے ہر باغیچہ ٹھاک
 منافع دینے والا پیر اسٹور بھی اپنے باپ کی چاکا کے قلم
 ہوتے پر خریدے اور پھر وہ سچ و درمیں ٹھہر گئی۔ جس کی وسعت
 اپنی زیادتی کی کچھ نہیں چاہتی تھی تو اس کی معافی سحرانی کا کام
 خود نہیں سنبھال سکتی تھی۔ ایک جزدنی ملازم آکر یہ کام انجام
 دیتا تھا۔ وہی ملازم ان کی حالت بھی ٹھیک رکھتا تھا لہذا ٹھہر کا
 جان بیکار طور پر نہیں خود سنبھالتی تھی اور لائبریری بھی خود ہی

جاگ کر گیت کھلا۔ فوراً ہی ایک لینڈ کروزر دھن دھن ہوتی اندر آئی۔ اس کے کدے کھلی آگے دووں دروازے کھٹکتے تھے اور ایک طرف سے ڈرائیور اور دوسری طرف سے کن سٹین برآمد ہوا۔ ڈرائیور نے کمال مستعدی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھل کر طرف کا دروازہ کھولا۔ کٹے دروازے سے جو دیکھا گیا اور لہا سا شخص برآمد ہوا اسے پکارتے میں انہیں کوئی دشواری محسوس نہیں آئی۔ وہ عبدالرحمن تھا جس سے وہ اس سے قبل کام کے فحاشانے پر پہلے ہی اتفاق کر چکے تھے۔ عبدالرحمن نے بھی انہیں وہاں پہنچا ہوا دیکھ لیا تھا چنانچہ چہرے پر بھی مسکراہٹ سمائے یہ صحابی طرف چلا آیا۔

"صاف کرنا اپنی کوائف میں ذرا زیادہ رقم لگ گئی اور تم لوگوں کو انتظار کرنا پڑا۔ لیکن میں نے اپنے آدمیوں سے کہہ دیا تھا کہ تم لوگوں کا ابھی طرح خیال رکھیں۔ تمہیں کسی سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی؟" "تو بے شک کچھ کرتی ہیں صحابہ کرتے ہوئے اس نے خود ہی منظر کا آغاز کر دیا۔

"بالکل نہیں، تمہارے آدمیوں نے ہمارا اتنا خیال رکھا کہ ہمیں اپنی نظروں کے سامنے سے بھی نہیں بنے۔ وہ دیکھو، ایک پتلا بھیگی گلی کے لیے موت پر تیار ہوا ہے کہ کتنی ہم یہاں سے جاگ نہ جا سکیں۔" اس کا منظر شہسوار تھا لیکن جراب ملو نے جیلے کٹے لہجے میں اسے ۱۹۹۱ میں پر عبدالرحمن نے ایک زوردار تہہ لگا دیا۔

"ہے چارے اپنی اپنی کر رہے تھے۔ اگر تم لوگ مجھ سے ملے لہجے یہاں سے چلے جاتے تو ان کی شامت آجاتی۔" اس دوران میں اس نے ایک کرسی سنبھالی لی جہاں اسے وہ لوگ بیٹھا ہوا اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تھے۔

"۲۲ فرسٹ کلاس میں سے کی انی خواہش کیوں تھی؟ ہم سے تو تمہاری بیوی سرسری سی آسانی سے بیکر آتی تھی کیا نہیں ایک اتنی طاقت تھی جس کے بعد تم اپنے راستے اور نام اپنے راستے چلے گئے تھے؟" شہسوار نے بے حد سنجیدگی سے اس سے سوال کیا۔

"یہ تمہاری تلخ جھٹی ہے کہ ہم اپنے اپنے راستے پر چل رہے تھے۔ اس طاقت کے بعد بھی تم مجھ سے گمراہے وہاں لے میں نے سوچا کہ تم سے ڈراہات بھیت کر کے مطمئن تو کرین کہ یہ پکار لیا ہے۔ ہو سکتا ہے اپنی تمہارے کسی کام آسکے۔" وہ بھی فوراً سمجھو ہو گیا اور شہسوار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے اسے جھاب دیا۔

"کیا گمراہ؟ اتنا ضرور ہوا ہے کہ ہم اپنی جان

سجانے کے لیے ایسی گاڑی میں چڑھ گئے جس پر عربیوں کا مال چڑھا تھا لیکن وہ صرف ایک اتنی طاقت اور اتنی زور تو گوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔" اس کی بات سن کر عبدالرحمن نے ڈرا سا چٹکا لگا لیا۔ عبدالرحمن کی آنکھوں سے ٹپکے پڑے اور بالکل اسی کے انداز میں آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے پکارا ہوا۔

"ظلم... بالکل ظلم۔ تم یہی گاڑی پر چڑھتے سے پہلے بھی ہم سے گمراہے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ تمہیں کوئی معلوم نہیں ہوا اگر تم کیا کر بیٹھے ہو۔" عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے اس کی تردید کی تو وہ چونک گیا۔

"کیا مطلب؟" "کیا تم کو نہیں سکہ بے کار سے پتہ چلا؟" "میں نے فرار نہیں ہونے سے ۲۲" اس نے ایک اور چٹکا پھینکا۔ "سوال کیا لیکن شہسوار نے خود کو سنبھال کر کھلا اور بڑے سہولت لہجے میں بولا۔

"تم جیو کہ کہہ رہے ہو، میں اس سے انتظار نہیں کر رہا لیکن سوال یہ پھلنا ہوتا ہے کہ ان معاملات سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں اب بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتا۔" شہسوار نے اس کے الفاظ اور بیک کر اڑنے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے طور پر بیٹھا اندازے قائم کر لیے تھے لیکن اس کی زبان کی حرکت کو جان بھر گیا۔

"تمہیں اپنی اور میری کھلی طاقت تو یاد ہوئی۔ اس علاقہ میں پولیس کے کچھ سے سے نکل کر اس مکان میں پہنچا تھا جس میں تم اور تمہارا بیٹا بھی موجود تھے۔" اس نے سنی طرف اٹلی سے اشارہ کیا اور کھٹکھٹو پجاری رکھتے ہوئے بولا۔ "اس روز میں ایک پارٹی کے فحاشانے پر موجود تھا اور اسٹیج سے میری موجودگی میں ہی وہ آدمیوں کو گھڑاری کے کچے میں گولیاں باری کی گئیں۔ وہاں شاہیہان کا کوئی تیسرا نام بھی موجود تھا جس نے پولیس کو خبر کروائی اور پولیس نے تیار ہونا شروع کر دیا۔ لیکن بعد میں مجھے تحقیقات سے معلوم ہوا۔ تو تمہیں کوئی گرفتار کرنا تو ہوا تھا، پولیس اسل میں میری رہے۔ تمہیں اپنی وہاں آئی تھی۔ وہ جو بھائی تھی کا وہیں سے ایشوک، وہاں پولیس کے توں کو پڑی ڈال رہا تھا ہے اور وہ لوگ اسے توں کرنے کے لیے اسکی جرحیں کرتے رہتے ہیں۔ آج کل ایشوک

میں چڑھا ہوا ہے کہ کسی طرح مجھے سروا کر بھائی تھی کی کر لیا۔ اس لیے اس نے اپنے کتوں کو میرے پیچھے لگا رکھا۔ چہرے میں سوچا کہ پولیس والوں کو ایک بار سنبھال دیا۔ لیکن کچھ ہٹا تو میری طرف سے بھی انہیں برابر مٹا ہے۔ لیکن کھرام کے گئے اپنے لیے جو سب کھالی کر بھی ساتھ لیا۔ یہ ہم دونوں کا ہی اسیہ تھی۔ اور اپنی طرف مسلمانوں کو کوئی ڈرا زیادہ ہے اس لیے ان کی ہمدردیاں ہمارے لیے تھیں۔" صاحب سے لہجہ۔ "اس نے ایشوک کا نام لیا۔" صاحب نے خصوصاً زور دیا۔

"پتہ اپنا نہیں ہے، میں نے خود جان بوجھ کر اپنی گاڑی کی چرخ پولیس تک پہنچائی تھی اور پوری تیاری کے ساتھ کھٹکھٹو کر رہا تھا کہ کسی ایک کو بھی زخمی سلامت نہیں لے سکتا تھا لیکن میں وقت پر تم لوگوں کی وجہ سے گڑبڑ ہو گئی۔ تم سے بھی بڑے پتہ میں تھے اس لیے پولیس سے کٹے کے پتہ میں اسے اپنے پیچھے لگا بیٹھے اور ہماری گاڑی بچا کر گئی۔" اس نے اپنی بات مکمل کی اور سے مسکراتے ہوئے بولا۔ "اب بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟"

"شہسوار نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا اور کھوجتے رہی اسے شہسوار نے کہا۔ عبدالرحمن کے یہ الفاظ کے سہم سے بھی بڑے پتہ میں تھے اس کے لیے پتا سے سنی طرف سے اس کے الفاظ سے اس نے اجازت دیا گیا گاڑی کی آؤ کی حرکت کو نہ دیکھ کر کھٹکھٹو لگا لیا اور گاڑی اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ اسے اٹھا کر نکلے والے پاکستانی ایجنٹ تھے۔ اس کے ڈاکٹر فرحان جمیل کے بارے میں جانتا تھا۔ عبدالرحمن کو سنی کے ایک بڑے گینگ میں خاص اہمیت کا پتہ تھا۔ اس تک بھی یہ خبر ہی شہسوار پہنچی ہوں گی۔ اور شہسوار اس کے بندوں سے آگمراہے تھے اس لیے اس نے ان سے خود طاقت کرنا بھرا گیا اور ساری معلومات اس کے ساتھ چھپائی گئیں۔ اب یہ شہسوار پر تھا کہ وہ اس کے ساتھ کھٹکھٹو کر خود کو اور اپنے ساتھیوں کو کس پوزیشن میں رکھتا ہے۔ وہی جہاں تک وہ اندازہ لگا پاتا تھا۔ عبدالرحمن نے اس کے ساتھ وہ ستانہ تھا چنانچہ اس نے تمہا بھرا کر اس کے کھانے پر اور راست بات کرنا مناسب سمجھا۔

"میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ جان لیا۔" صاحب نے اس کی بات سن کر کہہ دیا۔ "اب تمہیں ڈال کر پھینک دیتے ہیں۔" "اب تمہارے بارے میں بہت کچھ جان لیا۔" صاحب نے اس کی بات سن کر کہہ دیا۔ "اب تمہیں ڈال کر پھینک دیتے ہیں۔"

کھٹکھٹو۔ اس سوال کو سن کر عبدالرحمن کھل کر ہنسا اور بھرا ہوا۔ "اپنی تم سے کیا چاہا ہے؟" اپنی تو خود تمہاری مدد کرنا چاہتا ہے۔ میں اس پتہ میں اگر تمہارا بہت کچھ دیکھتا ہوں تو وہاں نہیں ہوگا۔"

"تم اپنی بیوی کی دلچسپی اپنی ذمے داری پر تو نہیں کر سکتے؟" شہسوار نے اسے کھولا۔ "تم ٹھیک کیجئے۔ اپنی نے بھائی تھی سے ڈسکس کرنے کے بعد ہی تمہیں یہ آفر کی ہے۔" اس نے نہایت سادگی سے اعتراف کر لیا۔

"لیکن کیوں؟" یہ کھٹکھٹو تم لوگ مسلمان ہو لیکن ہو تو بھائی شہسوار اور میں ایسے ہی مسلمانوں کو جانتا ہوں جو بھارت کو اپنا وطن ہونے کی حیثیت سے پاکستان سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس لیے یہ تمہیں کرنا ذرا مشکل ہے کہ تم لوگ صرف مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہماری مدد کرنا چاہتے ہو، وہ تو ایک ایسے صحابے ہیں جو ہر دو ملکوں کے درمیان سلامتی اور طاقت کے توازن جیسے معاملات سے متعلق رکھتے ہیں؟" وہ عبدالرحمن سے بحث کر کے اپنے ساتھ سے ٹھوک اور جہالت دور کرنا چاہتا تھا۔ شہسوار کام کرنے لگا اس دوران میں کھٹکھٹو میں کوئی دخل نہیں دیا تھا لیکن ان دونوں کے درمیان ہونے والے مکالمے کا ایک ایک لفظ بخور کر رہے تھے۔

"تمہارے سوال اصولی طور پر درست تھی لیکن تم اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہو کہ یہاں مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا بھی ہے جو بھارت میں رہتے ہوئے بھی پاکستان سے محبت کرتا ہے اور کھٹکھٹوں سے لے کر جنگ تک کے میدان میں کھٹکھٹو پاکستان کی سہت پر غرض اور کھٹکھٹو پر ادا ہے رہا ہے۔ بھائی تھی، میں اور تم جیسے کوئی ایسی طبقے سے متعلق رکھتے ہیں۔ البتہ بھائی تھی کی پاکستان سے محبت کی چند اہم وجوہات بھی ہیں۔ پہلی وجہ اور ان میں اہم ترین ہے وہ اس کے قابل فراموشی والہ ہے، بھائی تھی ایک لاکھ اسٹوڈنٹ تھے اس لیے انہیں بڑی آسانی سے مینے میں کافی میں داخلہ مل گیا۔ کچھ بعد وہ اپنا پتہ لے کر ان کی ذہانت کو دیکھ کر مجلس ہونے لگے۔ اور یہ سے بھائی تھی تھے بھی بہت بے باک۔ انہوں نے بھی حکومت ہندی سے کام نہیں لیا اور کسی بھی موقع پر بحث چلر جانے پر خاموشی اختیار کرنے کے بجائے یہ بات کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ ہماری اصل میں وہیں تھی ہے۔ اس صاف کوئی اور بے باکی کا جو نتیجہ لے سکتا تھا وہی لگا اور ایک روز معاملہ زبانی بحث سے نکل کر باقی ہوا تھا۔"

کہا۔ بھائی بی بی ہمارے اور بی بی دار تھے لیکن اکیلا سچے سادے لوگوں کا تعلق کیاں تک کرتے۔ تجھے میں بڑی طرح ڈنگی ہو کہ اچھا لگتی تھی۔ اس پر سے کالج انکشاف سے ان سے برادری کرنے کے عہدے ادا تھے کی ذمہ داری ان پر ڈال کر انہیں کالج سے تفریق کر دی۔ یوں ثابت ہو گیا کہ ہندوستان کے تیار ہونے کا انتہائی صوفی لگایا جائے۔ یہ اصل میں ہندوؤں کی سرزمین ہے۔ بھائی بی بی کو کالج سے نکال دیا جائے گا بہت کم ہوا۔ وہ پتھر بنے گئے۔ ماں باپ نے ان کی پر حالت دیکھی تو دل بہانے کے لیے انہیں ساتھ لے کر پاکستان چلے گئے جہاں ان کے بہت سے درشتے دار ہجرت کر کے جا چکے تھے۔ پاکستان جا کر بھائی بی بی کو بہت اچھا لگا۔ خاص طور پر اپنے ماموں کے گھر ان کا بہت دل لگا۔ دل لگنے کی وجہ ان کی ماموں زادگی۔ سلیڈ شوارہ اور جین مہذب اور خوب صورت لڑکی سے محبت نہ ہوتی تو عجیب ہوتا۔ انہوں نے محسوس کر لیا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتی ہے چنانچہ کچھ محبت کرنے کے ساتھ ساتھ شادی کی خواہش بھی کر ڈالی۔ نجاب میں ان کی ماموں زاد نے جو بڑھ گیا، وہ انہیں بھی نہیں بھول سکا۔ اس نے کہا: "بے شک میں تم آپ سے محبت کرنے لگی ہوں لیکن آپ سے بڑھ کر اس وطن سے محبت کرتی ہوں۔ میرے بزرگوں نے بے شک فکر بنایاں دے کر پاکستان اس لیے حاصل کیا تھا کہ جہاں ان کے بچے سکون سے آباد ہو سکیں۔ پھر آپ ہی بتائیے کہ میں صرف ایک شخص کی محبت میں لاکھوں قربانیوں کے نتیجے میں حاصل ہونے والے وطن کو چھوڑ کر ہندوستان جا کر کیسے کس سستی ہوں؟" ادھر بھائی بی بی کی بھوری تھی کہ وہ ہندوستان چھوڑ کر پاکستان میں کس رو سکے تھے۔ اس صورت میں انہیں اپنے والد ہی سے چہرہ ہوا پڑتا اور وہ اگلوتے بیٹے ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ محبت کی بہت سی داستانوں کی طرح ان کی داستان بھی اجموری رہ گئی لیکن وہ خود بخود ہی اس وطن سے محبت کرنے لگے جس کی خاطر ان کی محبت نے انہیں چھوڑنا منظور کر لیا تھا۔ انہیں ساری زندگی اپنے والد ہی سے اس ایک ہی شکوہ رہا کہ وہ بھی اور بہت سے لوگوں کی طرح پاکستان ہجرت کر کے کجاں نہیں چلے گئے۔ اس کے بعد ان کا ہجرت میں بھی دل نہیں لگ سکا۔ پھر حالات کی موافق نہیں رہے اور قدم قدم پر نا اعلیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ان نا اعلیوں نے انہیں اندر ور لگا کر محبت بنا دیا جہاں وہ اپنی ذرا ت کی وجہ سے مقام بناتے ہوئے مٹھی کے داؤدار بن گئے۔ لیکن ان کی یہ یادداشت بہت دور اچھا پندروں کو ابھی نہیں تھی اور وہ اشک

چھوڑوں کو کھیلنے پر لاکر بھائی بی بی کو نقصان پہنچانے کی دیکھ کر تے رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ان سے شام مسلمانوں کی دعا میں جس میں کہہ کر چاہا بھائی بی بی بھائی سے جلتا ہے اس لیے دشمنوں کا نہ ہوش کالا ہوا ہے۔ اس کے شکوک و شبہات دور کرنے کے لیے چھوڑنا ہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی جگہ بڑی دلچسپ اور انوکھی تھی۔ اس کی جاب سے شروع ہو کر وہیں کے علاقہ کے چھپ میں رہیں جانے والی تھی زندگی کے تقریباً پورے میں اسے اپنی تہذیب و غیرت پر کھانا پختہ کوشش تھی۔ چنانچہ انہوں نے ان کی کھانسی سے ہم لیا تھا لیکن خود فریبی کھلی تھی۔

"فہم ہے میں نے مان لیا کہ بھائی بی بی پاکستان اور مسلمانوں کے بہت بڑے ہمدرد ہیں لیکن میں ان وقت تک کوئی حق نہیں نہیں کر سکتا جب تک بھائی بی بی سے یہ راستہ طاق نہ نہ کروں۔" اس نے اچھی طرح سوچ کر اپنی فرط بیان کی تیکہ پر بیٹھیں وہاں کے باوجود یہ خود شادی تھا کہ انہوں نے داؤداروں کی مدد کے بہانے بیٹھنا ہے مگر چھ مفاہات حاصل کرنا چاہتا ہے۔

"اس علاقہ کا انتظام ہو جائے گا۔ تم تو مل کر ہی تیار رہنا۔ کچھ ہم بھی وہاں نہیں گئے۔" ممبران نے علی بدست نہیں کی اور اس کا مطالبہ قبول کرنے کا عہدہ دینے والے وہاں سے رخصت ہو گیا۔

* * *

"قیث کی عمرانی کرنے والا ایک ہندو بی بی نظر میں آ گیا ہے۔ وہ سائے والی بلڈنگ کی محبت پر مروج ہے اور علی اسکوپ کی مدد سے قیث کی عمرانی کر رہا ہے۔ تمام مفاہات کے مطابق میں نے آج بھی دو پارٹینری بی بیوں کو لیکھا تھا اور وہ مفاہات احتیاط سے میں ڈراؤں کے لیے یہاں سے آ کر اپنا وقت میں دیتے ہوئے باہر جھانکنے کے بعد عین سے ہمت کی تھی اس وقت میں خود علی اسکوپ منہا لے کر آ رہا تھا کہ وہ نے رہا تھا اور ہانتے ہو مجھ پر کیا غریب کی لاشی ہے؟" چارہ چلی کا سامنی اعلان پر ہجرت دے۔ یہاں تھا اس کے گلے میں خاصا بیجان تھا۔

"کیا انکشاف ہو گیا؟" اس کی کیفیت کا اندازہ کرنا ہے اس نے رومان سے پوچھا۔

"اس آدمی کے پاس دور دور مارا تھی اور وہاں سے ساتھ شکست علی اسکوپ سے قیث کی عمرانی کر رہا ہے۔ یہ بی بی اگر چہ چیک نہ ہو رہی تھی مگر یہ تو مجھے نہیں ہے۔ اس کی کھوپڑی میں سوراج ہو چکا ہے۔"

"اور تو... اس کی بات سن کر چارہ چلی کو ہنسا۔ قیث کی جگہ اپنے سامنی کی بی بی کو اس کیفیت میں بیٹھنے مرنے کی بات نہ کیے کہ صرف ایک شخص تھا کہ وہاں عالیہ کی سروس کی کاٹھن آجائے لیکن وہ خود تو تصور سے زیادہ چارہ چلی کو لگتی تھی۔ انہوں نے خود کو کئی شکل میں ڈالنے کے لیے اپنے بچہ بچہ تھا کہ وہاں ہی وہ لگانے لگا دیا جانتے۔ قیث اس کے سامنی کی بی بی خوش قسمت تھی کہ کوئی چپے سے نہیں دیکھی تھی۔ وہ خود بخود چارہ چلی کے گلے میں ہے۔

"اب تم باہر نکل بھی اپنی بی بی کو وہاں سے بھیجنا چاہو۔ اس وقت میں بھی احتیاط سے رہتا۔ باہر کی طرف کھینچنے والی کئی شکل میں ہی رکھو بھڑ ہے۔" ممبران کی کیفیت میں اس نے اپنے سامنی کو ہدایات دینے۔

"آج کو اس بار میں کچھ کروں گا۔ میری اگلی ہجرت اور خاص فریڈ تھی۔ میرا کس کس دوسری صورت میں نہیں تھا رہا کہ اپنی بی بی سے جان بچانے کے لیے موت کے گت میں بھیج دوں۔" اس کے سامنی نے اس سے اپنے کہاں پر قائم رہا تھا اور اب بچے پھینکے لیے کھینچے ہوئے اسے رہا نہیں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"سودی پرا تھی اس چکر میں بھائی بی بی کو انوکھی نہیں لگا رہا ہے۔ تم انہیں ڈرا بھی نقصان پہنچا تو مجھے شہیدہ دکھ نہیں لگتا۔ اس کا سامنا کرنا چاہتا ہے۔" چارہ چلی نے اپنے جذبات کو کھینچا۔

"اس اگے۔" غلطی صرف تمہاری نہیں میری بھی ہے۔ میرے ذہن میں بھی ایسی بے چین کا خیال نہیں آیا تھا۔ قیث کی عمرانی کی عمرانی ہے کہ اس نے بچت کر دی۔ اب میں کوشش کرتی ہوں کہ چھاننے کے بہانے آگے کی ہجرت کر لیا جائے۔

"تم فہم کہہ رہے ہو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ آگے کے چارہ چلی کی عمرانی کر رہی ہے وہ خود نہیں تو نہیں نہیں ہو رہا ہے۔ اس وقت اذیت کو کال کی تھی۔" اپنے سامنی سے قیث نے ہونے اس نے اسی سے شروع کیا۔ اس وقت اس نے اپنی کال کا تصور یہ تھا کہ کسی نا معلوم آدمی نے اس کی عمرانی کر کے بی بی میں بھی ہوئی دکھوں میں قائم ایک اور شکل میں کال کر کے یہ بات بھی تھی کہ اس نے سنا ہے کہ قیث کی عمرانی کر کے ہے خالی ہے اور وہ اس قیث کو لگاتار لگاتار چاہتا ہے۔ اگلی دن اسے نجاب دیا کہ وہ اس سے بات کرے گی۔ چارہ چلی نے اسے قیث ہے شک

کھانے پر تو چلتا ہے لیکن مالک خود براہ راست کرانے داروں کا انتخاب کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے چارہ چلی کے سامنی مسلمان سے رہا کیا تھا کیونکہ اس کے علم میں تھی تھا کہ اس قیث کا مالک چارہ چلی سے ہے اور مسلمان ہے۔ یہ اور بات کہ مسلمان کے کرانے دار عمرانی ایف بی سے ہی قطع رکھنے والے ایسے افراد ہوتے تھے جنہیں چند ماہ کی ضرورت کے تحت وہاں قیام کرنا پڑتا تھا۔ مسلمان نے اس وقت ایک دن سے ہی ایل آئی پر آنے والا نمبر لیا کہ وہ خود اس شخص سے بات کر لے گا۔ اگلی دن نے نمبر اس پر دیا کہ اسے طرح لیکن ادا کیا جانتے۔ مسلمان نے لیکن کی رقم ادا کرنے کے ساتھ زمان بندی کی شرط مان کر دی لیکن رقم دے کر حاصل کیا جانے والا دور نمبر کی کام نہیں آیا تھا اور وہ اس کے ذہن سے ایک بھی نہیں نکلی تھی۔

"ابھی تو ہمارے سامنے وہ راجس والا ہی ہے جو سائے والی بلڈنگ کی محبت پر کھاتے گئے ہیں۔ اگر ہم کسی طرح اسے چھاپ لیں تو اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔" مسلمان نے شروع دیا۔

"مجھے شک ہے کہ وہ کرانے کا کوئی قابل نکلے گا لیکن فہم ہے اس کو کچھ پتے ہیں۔ بھوکو کرنے سے تو کچھ بھڑ رہے گا۔" چارہ چلی نے شروع قبول کر لیا۔ اس کے بعد وہ انہیں میں حضورہ کرنے لگے کہ اس شخص کے خلاف کارروائی کے لیے کیا طریقہ کار بھڑ ہے گا کیونکہ ایک اندازہ ہے کہ قیث کا مالک کے سامنی آقاؤں نے اور کرنا چاہتا ہے ہر چارہ چلی کو گمات میں بخار دکھا اور وہ جیسے ہی راجس میں پر واقعہ ڈالیں، چپے ہوتے دشمن میدان میں آ کر آئیں۔ مقابلہ کرنا ان کے لیے مشکل نہیں تھا لیکن اس سے اصل مقصد حاصل ضرور خواہ ہو جاتا۔ وہ بیٹے کے دو پارٹیاں آخروں بندوں کو کرانے میں بے شک کامیاب ہو جاتے لیکن اصل چروں تک نہ پہنچتا ہے۔

تھوڑے سے خود غرض کے بعد وہ عرصت عملی وضع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نئے طرزہ منصوبے کے مطابق مسلمان کو اپنی جگہ پر ہی رہنے ہونے پڑتا۔ قیث کی کام انجام دینے پر رہتا تھا۔ چارہ چلی اس ہم کو لہڑ کرنا جو راجس برادری کی گرفتاری کے لیے حرکت میں آئی۔ فون بند کرنے کے بعد چارہ چلی اس سلسلے میں انکشافات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ایک مٹھے کے ٹوس پر اس نے نئی گورنمنٹ کے تحت کام کرنے والے ایک مٹھے سے تین گاڑیاں گلے سمیت حاصل کر لیں۔ یہ وہ مٹھا تھا جو شہر میں محبت و مٹھی کا ہے اور

قادر اور اس طے میں سے شہہ شہدوں کے مطابق مختلف
 کیلے بار اور بات کا اہرے کرنا بھی اس کے لئے اس میں
 شامل تھا۔ لیکن مجھے کی طرف سے یہ فریضہ بھی انجام دیا جاتا
 تھا اور کرتا دھرتا شہریوں کی صحت و زندگی کا سوا اور کے رقم
 اپنی جیبوں میں بھر لیتے تھے۔ اپنے سے اوہ بہ پروا مجھے
 کے ملازم ایک مجھے میں حمل چھاری کے ساتھ حاضر ہو گئے تو
 اس میں کمال اوہ سے ہٹے اور اسے نکالتا تھا۔

طے شہہ پروگرام کے مطابق جاہد علی اپنے وہ
 صاحبوں کے ساتھ مجھے کی ایک گاڑی میں سوار ہو گیا۔ ایک
 ایسے شخص کو بھی الٹ کر دیا گیا جبکہ سی ایف پی کے چند
 نوجوان ایک منگھوہ گاڑی میں کسی مکان تصادم سے ٹھٹھنے کے
 لیے منگھوہ سے پیچھے ہو لیے۔ ان نوجوانوں کو ہم ممکن طور پر خود
 کو کسی کی نگاہوں میں آنے سے محفوظ رکھنا تھا۔

جاہد علی تین گاڑیوں کے کاتھے کے ساتھ اپنے
 مطلوبہ علاقے میں پہنچا تو لوگوں نے دیکھی سے ان گاڑیوں کو
 دیکھا اور یہ جان کر خوش ہوئے کہ شہری انتظامیہ کو کسی اس
 بات کا خیال آ گیا ہے کہ مختلف علاقوں میں پھرتا رہا اور دیگر
 اور بات کا اہرے کرنا دیا جائے۔ اس علاقے میں بڑی
 تعداد میں رہائی پلازا موجود تھے۔ جاہد علی نے دو گاڑیاں تو
 محلے سمیت غیر محفوظ مقامات میں اہرے کے لیے کھینچ دیں
 جبکہ خود اس گاڑی میں اپنے صاحبوں سمیت موجود رہے
 اس پلازا میں اہرے کا کام انجام دیا تھا جس کی بہت پر
 داخل پرواز موجود تھا۔

”وہ آپ کی گاڑی کو دیکھ رہا ہے لیکن اپنی جگہ
 چھوڑنے کی کوشش نہیں کی۔“ پلازا کی میزبانی چڑھتے
 ہوئے اس نے اہل قریب میں مسلمان کی سرگوشی کی۔

”اچھا ہے، ہم آسانی سے اپنا کام کر سکتے ہیں۔“ اس
 نے قدم روکے بغیر جواب دیا۔ وہ اور اس کے ساتھی بھی محلے
 کے دیگر افراد جیسا لباس پہننے ہوئے تھے لیکن دیگر افراد کو سمجھا
 دیا گیا تھا کہ ان کے کسی کام میں مداخلت نہ کریں اور وہ جہ
 کرتے جہاں کرتے دیں۔ اس وجہ سے محلے پر وہ لوگ کچھ
 گئے تھے کہ ان کے ساتھ موجود افراد خصوصی اہمیت کے حامل
 ہیں اس لیے کسی نے ان سے فریضہ ہونے یا مداخلت کرنے کی
 کوشش نہیں کی تھی۔ پلازا پر آتا تعمیر شدہ تھا اور یہاں گفت کا
 انتظام نہیں تھا اس لیے انہیں چارٹر میں سے کر کے بہت تک
 جانے کے لیے میزبانی کا استعمال کرنا پڑا تھا۔ بہت پر
 جانے والی ان میزبانی کے اختتام پر لوہے کا مضبوط جالی
 دار دروازہ موجود تھا جہ پر ظاہر کرتا تھا کہ پلازا کے مکینوں کو

کھلے عام بہت پر آنے جانے کی اجازت نہیں ہے
 کے ساتھ ملنے کے لئے اس نے اس خیالی کو حذر یہ تھوڑے
 کھلا ہوا تھا لیکن اس کے ساتھ کوئی جالی خشک نہیں
 زیادہ تر یہ خیالی کیا جاسکتا تھا کہ اسے کو تھوڑے زور
 حہ سے کھولا گیا ہوگا۔ ایک ہیڑ کرانے کے قائل
 ظاہر ہے یہ کوئی بڑا کام نہیں ہو سکتا تھا۔ جاہد علی اور
 ساتھی ایک دوسرے کو کور دیتے ہوئے کئی بہت پر
 اور جلی نگر میں ہی انہوں نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا
 عربی بہت پر پانی کی ٹنگی کے قریب زمین سے چکا
 اور اس بات سے ٹھٹھی سے نیاز تھا کہ بہت سورتی کی گری
 تھوڑے جلی ہے۔ اس کی تو جواب بھی یقیناً سامنے والی بلکہ
 اس کھڑکی کی طرف منہ دہلی جہاں اس کے خیال میں
 کو مورد ہونا تھا۔ اہرے کرنے والی گاڑیوں کا نشان
 نے اس لیے ٹھٹھیں نہیں لیا تھا کہ پھر باہر گاؤہ لوگ
 تک اہرے کر کے وہاں پہنچ جائیں گے۔ ان لوگوں
 بہت پر آنے اور اسے دیکھ لینے کی کوئی تک بھی نہیں
 نہیں وہ نہیں جانتا تھا کہ آنے والوں نے یہ سارا کھنڈ
 پہنچا یا ہی اس تک پہنچنے کے لیے تھا۔ جب تک اسے
 کسی کی موجودگی کا اندازہ ہوتا، صورت حال اس کے
 سے گھٹ جلی تھی اور وہ ایک وقت تین افراد کے نشانے
 اسے ہاتھ اٹھاتے ہی بن پڑی۔ ایک خطرناک واقعہ
 ساتھ چلائے جانے کے باعث وہ یہ پوچھنے کا تو مال ہی
 تھا کہ اسے کس جرم میں چڑا ہوا ہے۔ ساتھ ہی اس نے
 کو گھیرنے والوں کی حیثیت کے بارے میں بھی کوئی اطلاع
 نہیں کیا تھا۔ جاہد علی اور اس کے ساتھی اس ادارے
 یو نظام پہنچے ہوئے تھے جس کا باقی عملہ پارٹنرس
 کیلے بار اور بات کا اہرے کر رہا تھا لیکن جلی طور
 ایک گھاگ مجرم یہ بات کچھ سنا تھا کہ یہ صرف بہر وہ
 اس تک پہنچنے کے لیے بھرا گیا ہے۔

”ہاتھ سر پر رکھ لو۔ کوئی اپنی سیدھی حرکت کرنے
 نعلی مت کرنا اور نہ نقصان اٹھاؤ گے۔“ جاہد علی نے فرمایا
 ہوئے اسے وہ بھی دئی اور اپنے دونوں ساتھیوں کو اشارہ
 وہ دونوں فوراً حرکت میں آ گئے۔ ایک ہاتھ اٹھانے
 عقب میں پلٹا۔ اس کا اندازہ تھا جیسے وہ اس شخص کی
 شاہی لینا چاہتا ہو لیکن عقب میں پہنچی کہ اس نے بائیں
 ہی اپنی تن کا دست اس کی کھوپڑی پر دے مارا۔ یہ ایک
 وار تھا جس نے اس شخص کو زراشی تو کار زمین ہوں
 مجھ کر دیا۔ وہ وہب کی زور دار آواز سے منہ کے شلی کر

گرنے کے باعث اسے خاصی چوٹ لگی آگے جن میں
 بیٹھائی پر ابھرنے والا گوزا اور پست جانے والے ہونٹ
 سب سے نمایاں تھے۔ وہ حالت ہے ہوئی میں تھا۔ اسے
 بے ہوش کرنے والے نے بھرتی سے اس کی جاسر کٹائی لینا
 شروع کر دی۔ چادری علیٰ مٹھن سائلوں پر مصروف ہو گیا۔

”اب سلطان انکار پرست ہے“
 ”کیسا ہے کوئی ذمہ دار نہیں ہوا۔ سب کچھ پہلے
 صیبا ہے۔“ اس نے فوراً جواب دیا۔ لیکن اسکو پئی کی موجودگی
 کی وجہ سے اس نے ہنسنے کی ہمت پر کی جانے والی ان کی
 کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔

”شیک ہے، ایبویٹس بجھا اور اور بڑو پالی سے
 کہو کہ چمکار رہا۔ اگر کوئی ہمارا پیچھا کرتا ہے تو انہیں اسے
 سنبھالنا ہوگا۔“ اس نے سلطان کو ہدایت دے کر سلسلہ متعلق
 کر دیا۔ اس دوران نہ صرف کٹائی لینے والے نے اپنا کام
 مکمل کر لیا تھا بلکہ اس کا دوسرا ساتھی بھی چہرے طرز کی کٹائی
 اسکو کپڑوں کے پارٹس کھول کر اسے تن میں حصوں میں تقسیم
 کرنے کے بعد قریب ہی پڑے ایک گھرانے سے بیگ میں
 منتقل کر چکا تھا۔ گھسانا سا بیگ بالکل اس طرز کا تھا جو پلیر
 یا ایکٹر ٹین وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ اس بیگ میں تن
 حصوں میں تقسیم ہوا جانے والی پارٹس رکھے جب وہ شخص پلازا
 میں داخل ہوا تو کسی کو اس پر شک بھی نہیں گزرا ہوگا اور
 یہی سمجھا گیا ہوگا کہ کسی قبیلے کے لیکن نے اپنی ضرورت کے
 تحت اس شخص کو کال کر کے بلا لیا ہے۔

”اب چلتا چاہیے۔“ دور سے ایبویٹس کے ساترین
 کی آواز سن کر چادری علی نے کہا اور گاروہ تینوں اس بے ہوش
 آدمی کو اٹھا کر چلے جانے لگے۔

”یہ بیٹھوں سے گزر رہی ہو گیا ہے۔“ چھپتے کر
 جب کسی نے استفسار کیا تو پلیر کے یہ ٹھہر جواب دے کر وہ
 آگے بڑھتے گئے۔ وہ تو جہاں جوتھا وہ اس پلازا کے ہی
 رہا تھی تھے، وہ دے کے لیے ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان
 کے پیچھے سے پہلے ہی ایبویٹس وہاں پہنچ چکی تھی اور وہ
 اوپر سے اس کے ہونٹ آواز سنتے ہوئے آئے تھے۔ ڈی کو
 تیزی سے ایبویٹس میں منتقل کیا گیا اور دونوں نوجوانوں کو
 روک کر وہ تینوں بھی اس میں سوار ہو گئے۔ ڈراما تو کٹرل کا
 علم تھا اس لیے اس نے فوراً ہی پوری رفتار سے گاڑی آگے
 بڑھا دی۔ پیچھے ان کے ساتھ آنے والا شہری حکومت کا عملہ
 حسب ہدایت اپنا کام کرتا رہا۔ چادری علی اور اس کے ساتھی
 بالکل چمکا بیٹھے اپنے گروہوں کو محسوساً عقب پر ٹھہر گئے

ہوئے تھے۔ اب تک انہیں اپنی کوئی گاڑی دکھائی
 تھی جس پر یہ شک گزرا کہ وہ ان کے تعاقب میں سے
 قاصد سے آئی اپنے ساتھیوں کی گاڑی البتہ انہوں نے
 لی تھی۔ وہ ایک ایسی موٹر کار پر سفر کر رہے تھے جو بہت
 سوجھی چھائی جا رہی تھی اور کافی آگے جا کر وہ حصوں میں
 ہوتی تھی۔ اس دور اس پر چھپتے کر ڈراما نے اپنے
 دائیں طرف کی سڑک پر سوز دیا۔ دونوں حصوں میں
 جانے کے باعث اس موٹر کار پر ٹریفک کا ذور دم ہو گیا

”سازنگ ہے وہ گاڑیاں ایبویٹس کے پیچھے
 ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ آپ کے تعاقب میں تھیں۔“
 موجود گاڑی میں سے چادری علی کو اس کے ایک قاصد
 اطلاع دی تو اس نے بیگ پر سر پر نظر ڈالی۔ اسے فوراً
 ساتھ ساتھ چلتی ایک پراڈ اور شیر الٹرا آگئیں۔

”شیک ہے، میں نے ان دونوں گاڑیوں کو
 ہے۔ تم لوگ بھی الٹ روٹا۔“ اپنے پیچھے والوں کو
 اپنے کے بعد وہ پوری توجہ سے ان مشکوک گاڑیوں کی طرف
 حوجہ دے رہا تھا۔ پراڈ پر ان کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس
 ساتھیوں سے بھی اس کی مشکوکوں کی تھی اس لیے وہ پلیر
 ہدایت کے ہی اپنی جگہ ثابت ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اس
 پوزی کی صورت کے مشکوکوں کے درمیان رہی ہوئی تھی اور وہ
 بھی پھر ضرورت پڑنے پر گاڑی کرنے کے لیے پوری طرح
 تھے۔ ان کی طرف سے پہلے اس لیے نہیں کی تھی کہ پہلے
 آنے والوں کے بارے میں پتا چاہتے تھے جہاں پڑے
 پکھڑوں میں ہی واضح ہو گئے۔ شیر الٹ کے ساتھ ساتھ
 پراڈ کی رفتار میں ایک نکتہ اضافہ ہوا اور وہ ایبویٹس
 اور ٹھک کرتی ہوئی آگے لگی گئی۔ جس بارے میں پراڈ ایبویٹس
 کو اور ٹھک کرتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی، چادری علی کی نظر
 اس میں سوار افراد سے چاہ رہی۔ ڈراما نے کے علاوہ
 سب ہی لوگ ایبویٹس کی طرف حوجہ تھے۔ نظر نہ تھے
 ان لوگوں نے ایک دوسرے کو کی تو انہوں نے دیکھا
 پھر پراڈ آگے لگی تھی۔

”فیصل دیکھا، ہمیں ان میں سے کم از کم ایک
 ذمہ و حالت میں گرفتار کرنا ہے۔“ چادری علی نے اپنے ساتھی
 ایبویٹس میں سوار افراد کے علاوہ پیچھے گاڑی میں موجود
 ساتھیوں کو بھی یہ حکم دیا۔ انکی اس نے اپنی بات تم ہی کی
 کہ تھا میں ایک ذمہ دار دھماکا گواہ اور ایبویٹس بیٹی طرف
 لہرائی۔ شیر الٹ سے اس کے پیچھے تھے کو کٹانے بتا دیا گیا
 ڈی کو میں فوراً ہی ایک دوسرا دھماکا گواہ اور شیر الٹ لہرائی۔

فائر چادری علی کے پیچھے آنے والے ساتھیوں میں سے کسی نے
 کہا تھا۔ چادری علی نے والے گاڑیوں نے اس موٹر کار
 پہلے والی دوسری گاڑیوں کے ڈراما نے کو ہراساں کر دیا تھا جو
 ان کے قریب تھے۔ وہ تیزی سے گاڑی کال کرنے گئے
 تھے۔ انہوں نے حوجہ آگے آنے کی جرات نہیں کی۔ کچھ
 دھماکا گاڑیاں روک کر ٹھہرے ہوئے تھے اور کچھ وہیں سوزنے
 گئے۔ اور ایبویٹس اور شیر الٹ دونوں ہی کے ڈراما نے
 ہدایت سے اپنی اپنی گاڑیوں کو ہٹا کر کے سڑک پر روک کر لیا
 تھا۔ پراڈ بھی اپنے اور ایبویٹس کے دو حصوں طرف پہلے
 کے بعد سڑک پر تھکی ہو کر پھرتی ہوئی تھی۔ پراڈ آگے کا راستہ
 سدھو ہو گیا تھا۔ پراڈ والوں نے رکتے ہی ایبویٹس پر

ایک برست مارا۔ کٹانے اس پار بھی سے ہی تھے۔ پراڈ
 ہونے والے دونوں حصوں نے ایبویٹس کے کٹانے
 برست آگے کا اطلاع کیا۔ ایبویٹس میں گاروہ راست پہلے ہی
 سدھو ہوا۔ کٹانے کا یہ تھی لیکن اس میں سوار کسی فرد کے
 ہونے پر پراڈ کی معمولی سی جھٹک بھی نہیں تھی۔ وہ پہلے
 سے ہی پراڈ پر سوز ہو گئے تھے۔

”شیر الٹ والوں کو بھون ڈالو۔“ چادری علی مسلسل پیچھے
 والوں سے بھی رہا رہے میں تھا۔ اس کی طرف سے حکم سوار
 ہوتے ہی دونوں طرف سے شیر الٹ پر گولیاں برسنے لگیں۔
 چادری علی کے ساتھ ایبویٹس میں سوار اس کے دو ساتھی پیچھے
 شیر الٹ پر گاڑی کر رہے تھے جبکہ خود ڈراما نے کے ساتھ
 گریہ وادی سمت فائر کر رہا تھا۔ اس کی کوشش تھی کہ کسی طرح
 پراڈ کے نازک کارہ کر دے تاکہ وہ لوگ فرار نہ ہو سکیں لیکن

اس کا زامہ ہی نہیں بن پاتا تھا۔ ایک وقت پہلے کئی
 گھنٹوں سے پرتی گولیاں نے لٹکا کھینچا کر رکھ دیا تھا۔
 کئی گولیاں نہیں گئی کہ اس موٹر کار پر اپنی گاڑی آسکا۔ پہلے
 سے موجود گاڑیاں بھی کسی نہ کسی طرح لٹک جانے کی کوشش
 میں تھیں۔ فائرنگ کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے چادری علی نے
 مزید گاروہ سے روٹ کر کے وہاں بھی صورت حال کی خبر دے
 دی۔ اس دور میں ایبویٹس کا ڈراما نے پراڈ کے ایک
 فائر کو کارہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ بے تحاشا ہوئی
 فائرنگ میں وہ سب کے سب کشتوں کے درمیان وہ یک
 حلقہ پڑنے میں فائر کرنے پر مجبور تھے لیکن انہیں اعزاز تھا
 کہ ان کا دشمن بھی ان سے بچ کر پڑنے میں نہیں تھا۔ وہ
 تقریباً ہزاروں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے اٹکے ہوئے
 تھے۔

”تم بچے کر، دور میں کوشش کرنا ہوں کہ کسی طرح بچے

اتر جائوں۔“ چادری علی کوشش کر کے ایبویٹس کے اٹکے تھے
 میں کھینچ گیا اور ڈراما نے سے جہاں ہی کا آدمی تھا کہا۔
 ”اس میں خطرہ ہو گا۔“ وہ مذہب کا ہتھیار ہو گیا۔
 ”تم جن کی ہڈی لگانے کا عہد کر کے میدان میں
 اترتے تھے، اب یہی خطرے سے کیا ڈرتا۔ میں جو کہہ رہا ہوں،
 وہ کرو۔“ چادری علی نے بھجلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا
 جس کے بعد ڈراما نے حوجہ کچھ کہنے کی جرات نہیں کر سکا اور
 اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔ پرتی گولیاں میں گاڑی سے
 اتر کر اس کے پیچھے سڑک چاہا جیتا ایک بہت مشکل کام تھا لیکن
 چادری علی نے کامیابی سے یہ کارہ سہرا سہرا ہونے لایا لیکن اس
 کی اسے قیمت ادا کرنی پڑی تھی۔ اس کی طرف سے آنے والی
 ایک گولی اس کے بازو کا گوشت چھاڑتی ہوئی لٹک گئی تھی لیکن
 یہ زخم اس کے حوالہ کی راد میں رکاوٹ نہیں بن سکتا تھا۔ یہ وہ
 چادری علی تھا جس نے خواب تو اڑائی تھی کہ کوئی میں برائے کرنی
 خواہ سہراؤں کی سب فوج کو تھکا پھرا کر لیتا۔ وہیں وہ ہمت
 کے جذبے سے بھی آٹا ہوا تھا اور لوہا کی تھی شاد میں کول
 دے بھلا تھا۔ شاد میں بھی اسے دل وہاں سے چاہنے کی
 تھی۔ لیکن دشمن کی سازشوں کے نتیجے میں ایک ایسے وقت

جب وہ اسپتال کے سطح پر زخموں سے چرچر پڑا تھا اپنی
 جان سے ہاتھ دھو بیٹھی تھی۔ اس نے رنگوں کو کات دینے والا
 شاد میں کی جدائی کا تم بہت حوصلے سے سہا تھا اور دل میں یہ
 مہر کر لیا تھا کہ اس کے کانوں کو کیکڑا کر دیا تاکہ پہنچا کر دم لے
 گا۔ اس کے سامنے شاد میں کے کانوں کی صورت میں کوئی
 ایسا چر نہیں تھا بلکہ وہ ہر دین دشمن میں اس کے قاتل کو
 احوال کا تھا اور انہیں نیست و نابود کر کے سکون پاتا تھا۔ اس
 وقت بھی اس کے حلقہ کچھ ایسے لوگ تھے جن کے بارے
 میں... اسے چھین تھا کہ وہ راکے سوار ہیں اس لیے اس کے
 جذبے کے نام پڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔
 ایبویٹس کے پیچھے لیت کر اس نے اپنی من سیدھی کی اور
 پراڈ کی طرف فائر کر دیا۔ اس بارے سے کافی کامیاب نہیں
 کرنا پڑا اور پراڈ کا گانا ڈراما نے برست ہو گیا۔ پراڈ والوں نے
 بھی بلا کھٹک جڑائی فائر کیا۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ ان پر
 ایبویٹس کے پیچھے سے فائر کیا گیا ہے اس لیے ہی طرف سے
 کر کے برست مارا تھا۔ چادری علی پہلے ہونے کی وجہ سے
 گولیاں سے تو کھو کھرا لیکن گولیاں سے اٹھنے والی موٹر
 کا ایک ٹکڑا اڑ کر اس کے ہاتھ پر آگیا۔ ڈراما نے اسے بس ڈراما
 ہی اور پکھا تھا۔ فوراً ہی غولن پہنچا گا جس کی آگ تک بھی کھینچ

گیا۔ اس نے غولن کی وجہ سے دھلا جانے والی اپنی

صداقت کو آستین کی دھ سے صاف کر کے واضح کرنے کی کوشش کی اور دوسرے ہاتھ سے ذمہ گزرد سے دبا کر بکرا لیا تاکہ خون کے بہاؤ کو روک سکے۔

”آپ ٹھیک لہا با مہ؟“ اپنے کان سے گھڑ بیجوہ پر اسے اپنے ایک سامگی کی طرف پیش آواز سنائی دی۔

”میں ٹھیک ہوں۔ تم لوگ اپنا جھان پھری طرف دھن پر رکھو۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ اڈو والے فرار ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ اس نے کہا اپنے ہاتھ سے رکھ دی گئی لیکن اپنی تمام حسیات کو دھن پر ہی مرکوز کر رکھا تھا اس لیے وہاں ہونے والی غیر معمولی سرگرمی کو دھن کے بغیر نہیں دیکھ سکا تھا۔ وہ لوگ دھن سے فاصلہ کرتے ہوئے فرار ہونے پر اڈو چھوڑ کر فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ پراڈکس گاڑی کی وجہ سے انھیں ایک ایسی ڈھال بھی مل گئی تھی جس کی آواز میں وہ اپنے فرار کی کوشش جاری رکھے ہوئے تھے۔ یک دم ہی ان کی مخالف سمت سے گاڑی کی آواز میں تلی ویج اور یوں لگا کہ پراڈو اڈوں پر ترقی صحت نوٹ پڑی ہیں۔ گاڑی کے حضور کے باوجود جاوید پل نے واضح طور پر اس کی طرف نہیں دیکھی۔

”تم کتنے گئے تھ۔“ یک دم ہی اس کے کان سے ساتھ لگے آئے میں ڈیپٹی کی جیس فرار آواز کوئی تو وہ سن سکتا کہ وہاں لپٹ گیا۔ سر ہر ہاتھ میں کتنے والے ذمہ صرف تکلیف ہی نہیں دے رہے تھے بلکہ ان سے چہری خون نے اسے خاصی حد تک کو رو بھی کر دیا تھا لیکن وہ نیند ہونے کی حیثیت سے کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھالنے ہونے تھا۔ ڈیپٹی ان اور اس کے ساتھیوں کی وہاں موجودگی نے اسے ایک گونہ گوں اطمینان ملایا اور اس نے نہایت حموار لہجے میں جواب دیا۔

”میں ذمہ حالت میں ایمریٹس کے نیچے پڑا ہوں سر۔ اب اس مشن کی کمان آپ کو سنبھالنی ہوگی۔“ اس سے آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آئے دن اسے اپنے کام بہت اچھی طرح جانتے تھے۔

☆☆☆

بڑی ہوئی شیعہ، اچھے بال، گھنگھالیاس اور چہرے پر کھڑکی زردی... یہ اسلم تھا جسے ماہ بانو کی چہالی نے اس حال تک پہنچا دیا تھا۔ ایسی کے روز سے یہ کھڑے آداب نے نہایت سادگ سے اسے دیکھا۔ وہ خود صحبت کے جذبہ سے آفاقی تھا اس لیے کچھ سنا تھا کہ محبوب سے چہا چہا جانے والا ہے جس الیت کی کس انتہا سے گزرد ہا ہوا گا۔ ماہ بانو کی قسم دینے جانتے پڑو طرفان میں باہر جانے سے تو رک گیا تھا لیکن جوں

کتنی تھا کہ اپنے آپ سے بھی چہا ہوا گیا ہو۔ ٹوراکس پر پھینس اور کھڑ بڑی مشکوں سے اب تک اسے کھاس ۱۱۱۱۱۔ ایک کپ کالی اور دو بکت کھلا کاسباب ہو گئی تھیں۔ ۱۱۱۱۱ میں لی جانے والی جہاں جہاں مرد کے لیے تو کیا کسی شہر خواہنے کے لیے کسی گاڑی لیکن اسلم کو اس سے زیادہ مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اندر کی تمام تر اشتیاق کے ساتھ اس نے اگر اس تعاون بھی اپنا تو خود پر مقاصد کر کے ہی لیا ہوا گا۔

”اسلم...“ آداب نے روزانہ سے پڑو لگے ہونے اسے آہستہ سے پکارا۔ جہاں اس نے اپنی حرکت کے بغیر محض آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھ کر کی آنکھیں سرخ لگا کر ہور ہی تھیں۔

”نہیں آفیر تم سے ملنے کے لیے آیا ہے۔“ اس نے اسے اطلاع دی تو فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اس سے کچھ بھی کہے بغیر اس کے ساتھ چل پڑا۔ پولیس اسٹیشن خان کے ڈرائنگ روم میں بٹھایا گیا تھا۔ اسلم آداب کے ساتھ اندر داخل ہوا تو اس نے اپنی جگہ سے کھڑے سے بھاڑا دیا۔

”کچھ معلوم ہوا آفیر؟“ اسلم نے پتالی سے سوال کیا۔

”ہاں لیکن شاید وہ تمہارے لیے ہائپنڈیہ ہو۔“ اس نے سہا سے لہجے میں جواب دیا جس پر اسلم چہرے پر ڈر لانے کے سے آج اور نظر آنے لیکن اس سے کچھ بھی نہ کہی طرح خود کو سنبھال لیا اور آہستہ سے بولا۔

”میں سنبھال رہا ہوں۔“

”تمہاری دماغ کو کچھ تک کے قریب واقع ایک ایسی پم سے کسی شخص کے ساتھ فریجاری کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ پھر وہ اسی آدمی کے ساتھ ایک ریٹورنٹ میں بھی کھڑکی گیا جہاں ان دونوں نے کافی فی اور پھر تمہاری بیوی اور وہ ایک ایک گاڑی میں ساتھ چل کر روانہ ہو گئے۔ یعنی شاید وہ مطابق وہ اپنی مرضی سے اس آدمی کے ساتھ گئی تھی لیکن ابھی خوف زدہ یا ہراساں نہیں گئی تھی جس سے یہ اندازہ لگتا کہ اسے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ پم سے وہ موجود کسی شخص کو گاڑی کا نمبر نوٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی ہوتی وہ نہ ہم نہیں اس جگہ تک بھی پہنچا اپنے چہرے اس شخص کے ساتھ رو رہی ہوگی۔“ نہیں آفیر کے مطابق اسلم کے چہرے پر سرخی پھیلا دی لیکن اس نے کال نہیں کام لیا اور اسلم سے ہونے لگے میں پوجھا۔

”جس میں اس تک پہنچنے میں کتنا وقت لگے گا؟“ اس نے اسے اپنی امانت بھروسہ کے بعد پوچھا ہونے والے مسائل سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں اس لیے اس شخص پر بھی کام کرنے ملنے نہیں ہے۔ یوں بھی موجود حال میں ہے اور ہر کسی کا حق وہاں شخص کے ہائی مرضی سے نہیں جاننے پر پابندی عائد نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تم سے بچا رہو کر کسی اور کے پاس بھی گئی ہے تو یہاں اس کا حق ہے۔“ اس نے نہایت سادگ سے اپنے معاشرے کی اقدار کے مطابق اسلم کو جواب دیا۔ اس بار اسلم خود پر قابو نہیں رہ سکا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر پڑا۔

”جہاں بند کر دو۔ میں جہیں اپنی پاکیزہ بیوی کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔“ لیکن اسے یہ پس پس لہجے میں بھلا کر دینا لیکن آداب نے حالات کی نزاکت دیکھتے ہوئے اسے چپکے ہی اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیا تھا۔

”بھراج تھا وہ میں نے اپنا فرض سمجھے ہوئے تم تک پہنچا۔ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم اس کا کو مان لو یا خود کو ہتھکڑے کر لھاتے رہو۔“ اسلم نے غور سے جواب دیا اور اپنی نیک سربہ جانتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کے رہنے ہی نہیں اور کھڑکی ڈرائنگ روم میں آگئیں۔

”جہاں اس کے بہروں پر گوری افسردگی تھی۔“

”آب وہاں میری ماہی کو چاہتی تھی نا، اس کی پاکیزگی کی تو قسم کھالی جا سکتی ہے اور وہ پولیس واپس دلا اور پکا بنا اور اسے لگا پڑا گیا۔ یہ وہ حالت اسکی ہوتی ہے کیا جو گھر سے نکلنے وقت گھر کو چکا کر گئے اور جگت میں بھی شوہر کے پاس نہ رہا کھانے کی تیاری کر کے جاتے۔ اس کی پاکیزگی کا مجھ سے زیادہ کوئی گواہ ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے پکھا اور پکا ہے۔ کوئی جگہ بھی ہے وہیں سرگرمی اسکی کس بات کا نہیں لیکن سب کچھ جس سے اس کی عزت پر حرف آتا ہے۔ اسے اپنی آواز میں جڑیں ہوتی تو اتنے استحقاقوں سے کیے مگر گزرتی۔ پانچ میں بھی داغ سے لیکن میری ماہ بانو باہل ہے اور اسے پکھا اور پکا ہے۔ بات کر کے رہوں گا۔“ زندگی ہوئی آواز کے ساتھ پڑے ہوئے اس نے اپنے حوازم کا اظہار کیا تو کھڑکی کا موٹی نہیں روکی۔ وہ جانتی تھی کہ ماہ بانو کے طویل استحقاق کے سڑکا آنہ زان کے باپ کی بدلتی سے ہی ہوا تھا۔ چنانچہ دل میں کچھ احساس برعزت تھا۔ یوں تو آواز اس احساس سے پڑو لگتی۔

”آپ باہل ٹھیک کہہ رہے ہیں اسلم صاحب ادا جی

ماہ بانو ایک مثالی لڑکی ہے اور اس پر لگانے کے الزام کو کسی صورت تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بیچینی کسی مشکل کا حل ہو سکتی ہے اور ہم سب کی دعا ہے کہ وہ اس مشکل سے جلد از جلد نجات پالے۔“

”باہل ٹھیک، میری بھی اس کے بارے میں اچھی رائے ہے اور میرا اور مصطفیٰ کا فیصلہ ہے کہ ہم اسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ میری آج صبح سویرے ہی مصطفیٰ سے بات ہوئی ہے۔ انہیں اس حادثے کا سن کر شدید شاک لگا ہے اور انہوں نے فوری طور پر ایسے ایسے کا فیصلہ کیا ہے۔ ان کے آنے تک تم خود اسامیر کرو۔ ان کے خا سے روز لڑو۔ وہ بھگت بگھوٹو لگا میں گے۔“ نہیں نے بھی کھڑکی میں حد پتے ہوئے اسے سلی دی۔

”پلیز نہیں اپنی اب آپ مجھے کسی طرح مجبور مت کیجیگا۔ پہلے ہی آپ نے ماہ بانو کی قسم دے کر میرے ہاتھ سے ہاتھ دھو لیے تھے لیکن آپ نہیں جانتے کہ میں کس کرب اور الیت سے گزرا ہوں۔ شاید اسی الیت تو تھے اس وقت بھی نہیں ہوتی جب طرفان میں باہر نکلنے کی صورت میں وہ کسی حادثے کا شکار ہو جاتا۔ لیکن تمہارا آپ نے مجھ کا پھر سے بھلنے کے لیے کیا اس لیے مجھے آپ سے کوئی گھروہ بھی نہیں ہے لیکن اب آپ مجھے نہیں روکیں گی۔ میں باہر نکل کر خود اسے تلاش کرنے چاہتا ہوں۔ آپ اس گھر سے باہل آؤ اور جاؤ گی کہ میں روٹی میں بھی خود کو کوئی نقصان پہنچا لوں گا۔ ایسا بڑا نہیں ہوگا لیکن ماہ بانو کو زندگی محفوظ ہونے کا یقین کیے بغیر میں خود بھی نہیں مرنا چاہتا۔ میرے اندر اس کی خاطر زبردی کرنے کی آرزو ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی میری اس خواہش کو رد نہیں کرے گا۔“ ماہ بانو کے گلاب کے بعد یہ پتہ شروع تھا کہ وہ اسے مربوط اور مضبوط اہواز میں کوئی بات کر دیا تھا اور لہجے میں دیا گیا کے تھانے ایک سلام تھا۔ نہیں سمیت کسی کی بھی حد نہیں ہوگی کہ اس کی خواہش کو رو کر کتے چنانچہ اجازت دے دی جیسا پڑی۔

”ٹھیک ہے تم پہاڑ اور معلوم کر سکتے ہو کہ وہ... لیکن رات تک لوٹ کر واپس آ جانا۔ ہو سکتا ہے اس وقت تک مصطفیٰ بھی کسی ایسی خبر کے ساتھ جیاں موجود ہوں۔“ نہیں نے پڑی بہنوں کے سے غلوں کے ساتھ آہستہ سے اس کا شان چھینا تو وہ اس کا گھر پہ اوڑھتا ہوا کھڑا ہوا گیا۔

”میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“ آداب نے اسے پھینس لیا۔

”نہیں آداب صاحب! آپ مجھے اکیلے جانے

دینا۔ آپ باہان گل کی طرح لہا اور فی الحال میرا جوں آزادی چاہتا ہے۔ میں آپ کو اپنے ساتھ بھلا کر نہیں چاہتا۔ اس نے ٹھہرے ہوئے انداز میں اپنی طبیعت کے ساتھ جواب دیا کہ آفتاب جڑ پر اصرار نہیں کر سکا اور وہ مضبوط قدموں سے چٹا ہوا باہر نکل گیا۔ سب سے پہلے اس نے انٹیکس میں جا کر اپنا لباس تبدیل کیا اور ہال سٹوارڈ گرگھر سے روانہ ہو گیا۔ شمس اس نے نہیں دیکھی تھی کہ جڑ وقت ضائع ہوگا۔ لباس کی تبدیلی اور ہال سٹوارڈ نے کاسٹ بھی پس ضرورتاً کیا تھا کہ راز اہمیت دیکھنے میں موجود رہنے سے کی بات کو گنہگار نہ لڑا وہ توجہ سے سنتے ہیں۔ گھر سے نکل کر اس نے اس علاقے کا رخ کیا جہاں وہ ٹیکٹک واقع تھا جس میں ماہ بانو اپنے رومین کے چیک اپ کے لیے تھی۔ ٹیکٹک کے اندر جا کر وہ مضمون کرنا ہے وہ سوتا کیچنگ ہے کوشش وہ اسی دن کر چکا تھا جس دن ماہ بانو قاب ہونے لگی۔

اس روز اس نے فیصلے سے جڑ بات میں ٹیکٹک کے ایک ملازم کو بھی اس کی ہڈ بانی کا ٹیکٹک ٹھاکہ سنبھال لیا تھا۔ اس لیے اب اس کا کوئی امکان نہیں تھا کہ وہاں کوئی اس سے تصادم کرے۔ اس نے ٹیکٹک کے قریب دو جگہ اس واقعہ شاہین اور ریٹورٹس سے معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پولیس میں نے اسے یہ تو بتایا تھا کہ ماہ بانو کو ایک اسٹور اور ریٹورٹ میں کسی آدمی کے ساتھ دیکھا گیا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کون سا ریٹورٹ یا اسٹور تھا۔ اس علاقے میں صرف دو ریٹورٹس تھے جگہ شاہین بہت ساری تھیں۔ اس نے پہلے ریٹورٹس سے کام کے آغاز کا فیصلہ کیا۔ ماہ بانو کی تصویر اس کے پاس میں ہیبت موجد اور باکرتی تھی۔ سبھی تصویر دکھا کر اس نے پہلے جڑ نے دے والے ریٹورٹ کے محلے سے ماہ بانو کے بارے میں جاننا چاہا۔ ان میں سے ہر ایک نے اسے چھکاتے سے انکار کر دیا البتہ ایک ویزس نے ان کا حضور دیکھا کہ اس نے گل ایک پر نہیں سارا جنت بھی اس لڑکی کی تصویر لیے اسے اصرار سے وہاں آچکا ہے۔ اسلم کچھ گیا کہ سارا جنت نے تصویر اسپتال کے ریکارڈ سے حاصل کی ہوگی۔ ویزس کے بیان سے اس کی بھی تصدیق ہو گئی کہ پولیس افسر نے یونٹی آکر انھیں کوئی داستان نہیں بنا سالی تھی بلکہ واقعی وہ ماہ بانو کو تلاش کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس ریٹورٹ سے ماہ بانو ہو کر دو دوسرے میں چلا گیا۔ یہاں اس نے ریٹورٹس سے کام کا آغاز کیا۔

پھر ہے آپ یہاں کے ٹیکٹک سے مل لیں۔ وہ اس علاقے میں زیادہ بہتر طور پر آپ کی مدد کر سکیں گے۔ ڈیپٹی سٹیشن

بڑے موجودگی نے تصویر دیکھنے ہی اس سے کہا اور ٹیکٹک سے بات کر گئی۔

”آپ سید سے ہاتھ پر چلے جائیں وہاں ٹیکٹک سے ان کے دفتر میں ملاقات ہو جائے گی۔ وہاں رکھتے کے بعد اس نے کالکٹر سے مل گئے جہاں والی ٹیکٹک کی طرف اشارہ کیا۔ اسلم دل میں اچھا لگے اس کا ٹھہرے اور کر کے آگے بڑھے گیا۔ ٹیکٹک کی کمرے کے دروازے پر ہی ٹیکٹک تھی تھی تھی۔ اس نے اسے کہ اجازت ملے پر اندر داخل ہو گیا۔ ایک طرف تقریباً بیٹھائے تھیں سال خوش لباس شخص نے اس کا استقبال کیا۔

”مجھے ریٹورٹس لے بیٹھا ہے کہ آپ وہ آوی ہیں جن کی بیٹی وہ دن دن مل لگتی ہے۔ آپ کوئی عمل اور میرے محلے نے اس محلے میں سارا جنت میں عمل تعاون کیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اس نے اس معلومات فراہم کر دی ہوں گی اس لیے میں کچھ نہیں ہوں کہ آپ کی یہاں آمد کا کیا مقصد ہے؟“ اس نے ماننے کے بعد ٹیکٹک نے خودی ٹیکٹک کا آغاز کر دیا۔ اس نے مہذبان لیکن اتفاقاً حوصلہ شکن تھے۔ وہ گویا وہ ٹیکٹک اس سے چٹا رہا تھا کہ ایک ایسی صورت کے لیے جانتے تھا کہ جگہ سے وہ کیوں غرار ہونا چاہ رہا ہے۔

”ہاں اس نے مجھے بتایا تھا لیکن مجھے اس کی کردہ معلومات پر یقین نہیں آیا اس لیے میں اپنے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“ اسلم نے تصویر دیکھ کر کہنے ہوئے اسے جواب دیا کیونکہ وہ اسے بھڑک کر یہ مسئلہ نہیں کر سکتا تھا۔

”ٹیکٹک سے اس ویزس کو بلا دیتا ہوں۔ اس جڑ سے کہہ رہا تھا۔ آپ خود ہی اس سے بات ٹیکٹک سے کہہ کر خود اس کا سبب معروضہ ہو گیا۔ ٹیکٹک سے میں ایک آگ سی دیکھتی تھی۔“ ہنوز نے اسے شدید یہ تکلیف پہنچائی تھی۔ اس نے اس حقیقت کو کھلے دل سے تسلیم کر لیا تھا کہ اس سے پہلے ہی اسٹور پر کسی کا قبضہ تھا لیکن وہ اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بیان میں ہوتے ہوئے ماہ بانو کو کسی دوسرے کے ساتھ شہک کیا جاتا ہے۔ اس نے بائیں سرخ چھوڑا ساتھ ٹیکٹک کو انکار کر پات کرتے ہوئے سنا۔ وہ اسے نامی ویزس کا سبب گھر سے شمس بھانے کا حکم دے دیا۔

”روزنی آدمی ہے، اس نے مل کر جس طرح آپ تھی کر بیٹھے گا۔“ ریٹورٹ رکھتے کے بعد ٹیکٹک نے

ضرورت بتا دی تو وہ تھک سہی جا سکا۔ دو صحت سے بھی کم وقت گزارا ہو گا۔ جب گھر سے کے دروازے پر دھک کی آواز ابھری اور ٹیکٹک کو آواز نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ ٹیکٹک نے اپنے اپنے آواز کی طرح کوچہ اور اور پلٹ کر آنے والی تقریباً اظہار انھیں سال ٹیکٹک نے اندر قدم رکھا۔ وہ دینی بیٹی اس لڑکی تھی جس کی لگی ٹیکٹک اس کی ہاتھ میں اور بھی نہیں اور ٹیکٹک جو وہاں کام کرنے والی لڑکیوں کے طور پر پہنچتی تھیں۔

”روزنی! یہ ان خاتون کے گھر میں جہاں کے بارے میں سارا جنت مورس نے تم سے معلومات حاصل کی تھیں۔ پھر تم نے ہی ان خاتون اور اس کے ساتھی کو سزا دیا تھا اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ تمہیں ان سے ملو اور۔“ ٹیکٹک نے ایک طرح سے تعارف کی رسم ادا کی تو روزنی نامی وہ ویزس اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں سر؟“ اس نے لہجہ میں تسلی سے اسلم سے دریافت کیا۔

”پہلے تم یہ تصویر دیکھ لو اور مجھے بتاؤ کہ کیا یہ وہی خاتون ہے جس کے بارے میں تم نے سارا جنت مورس کو بتایا تھا۔“ اسلم کے دل میں یک دم ہی یہ سوال آیا تھا کہ ہو سکتا ہے جہاں اس کے ریکارڈ میں موجود پاسپورٹ سارا جنت مورس نے اپنی لڑکی کو لڑکی میں جھکا کر رکھا ہوا ہے، اس لیے اس نے اپنے پاس میں موجود تصویر اس کے سامنے کر دی۔ روزنی نے چند منٹ تک تصویر کو گور سے دیکھا اور پھر اپنے منہ کھولے۔

”میں سب سے وہی خاتون تھی۔“ اس کی تصدیق کرنے اسلم کے دل میں ابھرنے والی امید کی کرن کو بھرا دیا۔

”کیا تم نے ان دونوں کے درمیان ایسی کوئی سنگین تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا ہو کہ ان کے درمیان کوئی تعلق ہے؟“ اسلم نے اسے اس کے سزا سے گزرتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اسے یہ سوال کیا۔ اسے یہ سوال کرنا ہی ماہ بانو کی توہین کے جہانوں کا تازہ ترین اسے تلاش کرنے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑتا۔

”وہ دونوں شاید پرانے شناسا تھے کیونکہ مردانہ شکل کے گل کے لیے ان خاتون سے مطہرت کرنا تھا اور پھر شناسا ہونے کے درمیان تعلق ہو گیا تھا کیونکہ یہ وہی تھیں جنہیں سگھراتے ہوئے ایک ساتھ باہر جاتے دیکھا تھا۔“ روزنی نے اس کے جواب دیتے ہوئے اس کے اندر کی دنیا کو باہر لایا۔

”آپ کے ہاں نصب ٹیکٹک نے ان کی کوچہ تو

فرار بتا دی ہوگی۔ کیا آپ مجھے وہ کوچہ دکھاتے ہیں؟“ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ موجود شخص کو شناخت کر سکی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ کیسے اسے جڑ سے کام لے رہا تھا اور نہ تو وہ اسلم تھا جس نے ان دونوں کے گروہ میں شامل ہو کر ان پر بھی اپنی دھاک بٹھادی تھی۔ جس کے ہاتھوں میں بھی ہوتے تھے اور جو اسے کے بغیر بھی حقائق کے نیچے چھوڑ سکتا تھا۔ یہ تو ماہ بانو تھی جس نے اسے جنگ کی زندگی چھوڑ کر مہذب انسانوں کی دنیا میں آنے پر مجبور کیا تھا اور جس کی خاطر وہ اپنے دس سے اتنی دور آئے پر ماضی ہوا تھا۔ ماہ بانو کی ایک ہی ٹیکٹک اس کے دل کو سوز کر دیا کرتی تھی اور اب وہ اس کی جہاں میں خاک ہو رہا تھا۔

”روزنی! تم وہاں اپنی لڑکی پر جانا۔“ ٹیکٹک نے پہلے ویزس کو دیکھا جس سے وہ ان کو باہر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

”میں مطہرت چاہتا ہوں۔ میں اگر جاؤں تو اس علاقے میں آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ وہ کوچہ پولیس نے اپنی گرفت میں لے لی تھی۔ آپ چاہتا تو پولیس سے رابطہ کر لیں۔“ ٹیکٹک نے اس انداز میں اسے جواب دیا جسے سن کر اسے اندازہ ہو گیا کہ اس بار اسے جڑ سے اس میں بند دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کا کوئی کاغذ بھی نہیں تھا۔ اسے پہنچا پولیس سے ہی رابطہ کرنا چاہیے تھا۔ وہ ایک بار کوچہ دیکھ لیتا تو کم از کم یہ تو اندازہ ہو جاتا کہ ماہ بانو کے قریب کا سبب بچنے والا شخص کون تھا۔ لیکن اس کا کوئی دشمن ہی باہر اور وہ صرف اپنی فرم دہی کے سبب اس کے جال میں پھنس گئی ہو۔ یہ تو وہ سبب تھا جس نے اس کی شناخت اس کے لیے اس سے بے وقوفی کی پہلی ہی بھڑکی تھی کہ وہ جس شخص کی محبت میں جلا ہے وہ تصویر عادل ہے لیکن ساتھ ہی اس نے ان دونوں کی آنکھوں میں سیاہی بھی دیکھی تھی۔ وہ دونوں ہی ایسے نہیں تھے کہ اختلافی دشمنی صورت کو توڑنے کی کوشش کرتے چٹا چھاسے جنہیں تھا کہ یہ معاملہ ایسا نہیں جیسا دکھ رہا ہے۔

”لو، آپ کے تعاون اور مشورے دونوں کے لیے ہی بہت بہت شکریہ۔“ اسلم اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ اس بار دونوں میں سے کسی نے بھی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اسلم گھر سے باہر نکل کر باہر ٹیکٹک میں پہنچا تو یک دم ہی اس ویزس سے گراؤ ہو گیا جس سے کچھ دیر تک اس نے ٹیکٹک کے گھر سے بات کی تھی۔ ویزس نے اس سے کچھ کے لیے کاغذ کا ایک ٹکڑا سا پڑھا اس کے ہاتھ میں چھایا اور خود ٹیکٹک سے آگے بڑھ گئی۔

مشہور عالم اسے ۵۰ روپے دیا۔ یہ گھبراہٹ سے کہا لیکن فوراً ہی اسے
اسماں ہو گیا کہ یہاں حیرت دہن کا مناسب نہیں ہے۔ کاغذ کا
پڑھ اپنی گھٹی میں دوپٹے سے ڈھکی ہو گیا۔ پھر وہ
جانے کے بعد اس نے اپنی گھٹی کھولی، اس میں وہی کاغذ کو
نکھول کر دیکھا۔

”رات دن بیٹھ مجھ سے اس بچے پر طو۔“ مختصر سے
اس بیٹام کے کچھ ایک پتھر تھکا ہوا تھا لیکن نام نہیں لکھا تھا۔ اسلم
کو اپنے وجود میں سنا بہت ہی دوڑتی محسوس ہوئی اور لگا کہ
یاد ہونی تلاش میں کوئی بہت اہم چیز رفته ہوئے وہی ہے
لیکن ابھی اس بچے میں بہت دور تھی۔ وہ سنان کے گئی تھکے وہ
پتھر پر ہاتھ رکھ کر گھبرا کر اتر گیا تھا پتھر پر لکھی ہوئی
یاد ہونی کی تصویر دکھا کر معلومات حاصل کرنے لگا۔ ایک اسٹور
کے مالک نے تصویر کو تلاش کر لیا۔ اس کے مطابق یاد ہونی
نے وہاں سے چلی، فریض کریم اور آٹنگ فوکر جیسے آلم
فریض سے ملے اور پھر اپنے سامی مراد کے ساتھ اس حالت
میں وہاں سے روانہ ہوئی تھی کہ اس نے یاد ہونی کی کرشم اپنا
یاد ہونی باز دہا ل کر دکھا تھا۔ اس سے بھی اندازہ کیا جا سکتا تھا
کہ ان دونوں میں کچھ اختلاف ہے۔ اسلم اسٹور کے مالک کے
آخری ریمانڈ کو پوچھ دینے کے سہانے یاد ہونی کی فریضی
ہوئی اشیا کے بارے میں سوچنے لگا۔ فریض میں تیار کر کے دکھا
ہوا اسٹور وہ یاد ہونی کے غلاب کے دن ہی دیکھ چکا تھا اور پھر
چیزیں اس نے اسٹور سے فریضی میں لیں۔ وہ سب لکھی تھیں جو
کسٹرو کی شہادت کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔ یعنی یہ لکھی
کہ اسے لوت کر گھر ہی آنا تھا لیکن جانے وہ کون تھا کہ اس کی
راہ میں رکاوٹ بن گیا اور وہ ایسے قاتل ہو گیا جیسے زمین گل
گئی ہو یا آسمان کھا گیا ہو۔

اسٹور سے حاصل ہونے والی معلومات کے بعد اسے
شدت سے اس بات کی ضرورت محسوس ہونے لگی کہ وہ اس
فرض کو دیکھ سکتے تھے یاد ہونی کے ساتھ دیکھا گیا تھا لیکن سنا
چہ تھا کہ یہ شہادت کی طرح اسٹور میں نصب کیمبرے کی فوٹج
میں پھینکے گئے تھے۔ اپنی گھٹی میں لے لی تھی۔ چنانچہ اب اس
کے پاس لکھی چادروں کیا تھا کہ پوسٹ اسٹیشن جانے اور وہاں
سار جٹ موہن سے مل کر اسے فوٹج دکھانے پر آمادہ کرے۔
اس نے فوراً ہی اس بات پر عمل کیا اور پندرہ منٹ میں وہاں
جا پہنچا۔ راتے میں وہی بات لوت کر تا ہوا گیا تھا کہ طوفان
کے بعد بھلی کا کام بہت چیز ہی سے ہوا تھا اور زخمی کو وہاں
پہنچانے کی طرح وہاں وہاں ہو گئی تھی۔
”میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟“ اس کی

خواہش پر جب اسے سار جٹ موہن کے پاس پہنچا
موہن نے اسے اپنے سامنے موجود کرسی پر بیٹھنے
کرتے ہوئے بات سے لگے تھے اس سے اور بافت
”میں وہ فوٹج دیکھنا چاہتا ہوں جس میں میرا
اور وہ آدمی ایک ساتھ نظر آ رہے ہیں۔ مجھے معلوم ہوا
وہ فوٹج تمہاری گھٹی میں تھا۔“ اس نے فوراً پتھر
کیا۔

”کیوں؟“ سار جٹ نے اس سے ایک ہنس
کیا۔
”اس آدمی کو تلاش کرنے کے لیے۔“ اس نے
اپنی بیوی کو تلاش کرنے میں مدد ملے گی۔“ اس نے
اس کے سوال کا جواب دیا۔ حیرت سے سار جٹ
برہی طرح چھوڑ رہا تھا جو شاید اسے حیرت سے دور ہے
کھتے ہوئے اس طرح اس کے کپس میں دیکھی تھیں
تھا لیکن اسے لگتی چاہیے تھی۔

”تمہاری بیوی کو تلاش کرنا ہماری اسے وہاں
اس لیے تمہیں چاہیے کہ آسام سے مگر پوچھ کر انکا ذکر کرنا
جیسے ہی مزہ کوئی خبر ملے گی، ہم تم تک پہنچا دیں گے
وہی تھا ان پر آمادہ نہیں تھا۔

”فہم ہے، یہ تمہارا کام ہے پھر بھی تمہیں
فوٹج دکھانی چاہیے۔“ مرن ہے کہ میں اس فوٹج کو
سکوں اور پوسٹ کو اس تک پہنچنے میں آسانی ہو جائے
نے نہایت شہد سے کام لیتے ہوئے اس سے اسٹور
”میں وہ فوٹج جان پر جو کر نہیں میں دکھانا
میں تم شرفی مردوں کی فطرت کو ابھی طرح جانتا ہوں
نے اگر اس عمل کو کچھ نہ تو سہ سے اس کے فکھانے
کے اور غیرت کے نام پر نکل و فطرت گری کا کر کے
تھے کھبر سے میں پروفٹ نہیں کر سکتا۔ اس لیے تم مجھ سے
امید نہ رکھو کہ میں تمہیں وہ فوٹج دکھانے کی کوشش کروں
اس نے ذرا سا لگے میں اسلم کو پوچھ کر جواب دیا اور
سے اپنے سامنے کھلے اپنے باپ کی طرف متوجہ ہو گیا
اس کا یہ معاملہ سخت گراں گزارا تھا اور اندر لہجے میں
”مجھے اپنی بیوی کے کردار پر کوئی شک نہیں
آپہر۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کپس میں دھن کے ہاتھوں میں
چے اور میں اسے بر حال میں وہاں سے نکالنا چاہتا ہوں
”شہاد تو کبھی اور کہتے ہیں۔“ وہ ذرا مٹھ سے
اور پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔ ”بہر حال، ہم اس
کر رہے ہیں۔ تمہاری بیوی لگتی تھی تمہیں اطلاع دے

جانے گی۔ پھر ہے کہ تم میرا حیرت بر داشت کرو۔“ اس
نے اٹھ کر نماز میں اسے وہاں سے جانے کا اشارہ دے
دیا۔ اس کا دل چاہا کہ اس کے دادا روات تو ضروری توڑ
دے لیکن پھر اس نے یہ نام کا خیال آ گیا جو روزی نامی دھڑس
نے اس تک پہنچایا تھا لیکن تھا کہ جس کے ہاتھ ہوتی تھیں
کچھ کی صورت میں اسے یاد ہونی کو لکھی جاتا لیکن اس
سے پہلے ہی اگر وہ اس جادو خدایا نہیں جانے سے اٹھنے کی
فصلی کریمت تو توئی بہت نہیں تھا کہ وہ اسے سلاخوں کے پیچھے
پھارت۔ اس کی فصل نے بہت بروقت اس کے جنوں کو قابو
کیا اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

باہر نکل کر اسے اپنے اس روپے پر آگے بڑھنا پڑا
تھے وہ اس لیے ساتھ لائے پر راضی نہیں ہوا تھا کہ وہی وہ
اس کے جنوں کے راتے میں رکاوٹ نہ بن جائے لیکن اب
کسی پاسبان نکل کے ساتھ نہ ہونے کے باوجود خود بھی
صحت پندگی سے کام لے رہا تھا۔ اپنی اس روش پر اس
کے ہونٹوں پر کھیر کے لیے وہاں ہی سکرابٹ لکھتی اور
ہوئی بھول چھوٹے اپنے چہرے کرنے لگا۔ دونوں جہاں
نے مرن میں ہاتھ ہی بلائے تھے کہ مرن سے تھے اس کے لیے
بڑے قیمت نئے ثابت ہوتے تھے۔ ان دونوں میں اس
کے اندر سے زندگی کا احساس مٹ ہو گیا تھا اور بس بھی دل
پہننا تھا کہ سب کو تھوڑا بڑا کر کے کھوے لیکن اب جبکہ
وہ یاد ہونی کی طور پر حلال کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو پھر
اسے پاسبان ہور تھا کہ اسے نہایت سوچ بچھ کر یہ کام کرنا
ہوگا لیکن اگر وہ کوئی حمانت کرنا تو یقین میں سلاخوں کے پیچھے
کھپنا تا اور پتھر بھی کرنے سے قاصر ہو جاتا۔

اسے اگر یاد ہونی کو تلاش کرنا تھا تو خود ہی آواز اور زخم
سازمٹ رہتا تھا۔ دل میں زخم رہنے کی تمنا جاتی تو یہ بھی
انسان ہوا کہ دونوں سے اس نے اسٹک سے بچھ کھانا یا
فصلی سے جس کے باعث اس کے جسم میں پکا پکا کوروری کا
احساس جاگ رہا ہے۔ جسم کی مٹھیں کو چلاتے رہنے کے لیے
تھا کہ اسے جن کی ضرورت تھی تاکہ وہ مٹھیں اپنی مٹھ پر
کا کروری کا مظاہرہ کر سکے۔ وہ خود کو کھینچ کر اس کے ایک
کالی شاپ میں جا پہنچا اور کالی کے ساتھ سیڑھ چڑھ کر آواز
دیا۔ سیڑھ وہ دونوں چیزیں اس کی مٹھ پر کھینچ گئیں۔ اس
نے سیڑھ کی ایک کھوکھلا کر اپنے منہ میں ڈالا۔ اسی لمبا
ڈال میں ہی تھپا آ کر جانے ان دونوں میں یاد ہونی نے
بچھ کھانا یا بھی ہے لیکن۔ سیڑھ کی آواز کھو اس کے منہ
مٹھیں مٹھیں سا گیا تھے لگے ہارنے کے لیے اس نے گرم کالی کا

گھونٹ پھر۔ کالی کی گرمی نے اس کی زبان اور منہ کھولا اور
اور بے ساختہ ہی انکھوں میں نمی اڑائی۔ گرمی کالی کی مٹھ
کے باعث مٹھیں بھی بکس ان دکھ کے سبب بھی جو کھل اس کے
چہرے کھول رہا تھا۔



لہذا، بے پناہ گرمی رکھتے۔ نیکو میز آج نہیں، سیاہی
پر غالب ہوتے چاندی جیسے سفید ہال اور مضبوطی تو وہ جسم پر
بے پناہ سجا سفید براتی کرتا ہوا۔... یہ طے تھا کبیر خان
عرب بھائی کی جا جو کچھیں سے بھی چھوڑ کر تھی مرن کے باوجود
بلا جگہ وہ پھر اور وہ مرن کو یاد جا سکتا تھا۔ مہرا مرن عرف
بھول کے ساتھ اس سے ملاقات کے لیے جانے والے وہ
تھیں بھلی نظر میں ہی اس سے متاثر ہوئے تھیں مرن کے۔
”تھریف رکھیے۔“ اس کا لہجہ نہایت کھینچ تھا جس
کی مٹھ کے کسی بد سانس سے امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ ظاہری
فصلیت کی طرح اس کے لہجے سے بھی انکھیں حیرت کر گیا۔
”یہ ملاقات شاید بہت پہلے ہو جاتی اگر آپ کے آدمی
میں سے اپنی بھلی سے یہاں لانے میں ناکام نہ ہو جاتے۔“
شہر دار نے سکرانے ہوئے اس والے کا حال یاد رہا جب انہیں
تالاب گرد سے نقل دیکھنے والی ایک لڑکی اور وہی وجہ سے
بھائی بی کے کرکوں نے خواہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

”اچھا ہی ہوا کہ وہ لوگ ناکام ہو گئے ورنہ ہماری
ملاقات بہت مشکل حاصل میں ہوتی۔“ بھائی بی نے نہایت
نرم لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا لیکن کچھ تھا جس نے
شہر دار کی ریز حلی ہڈی میں سنا بہت ہی دوڑا ہی اور وہ ایک
بار پھر بھائی بی کی شخصیت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو
گیا۔ اسے یقین تھا کہ نہایت مٹھ دکھانی دینے والے اس
فصلی کی اصل شخصیت کئی پتوں میں لپٹی ہوئی ہوگی۔ اس کے
سادہ ہونے کا سوال پوچھا بھی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ کوئی سادہ
آدمی مٹھ کی جرم گہری پر حکومت کر بھی نہیں سکتا تھا۔

”فہم کہا آپ نے۔ اس صورت میں ہم فصلوں کی
طرح ایک دوسرے کے دور ہر ہوتے۔“ شہر دار نے بظاہر
اس سے اتفاق کیا لیکن مٹھ اسٹور پر جانا کی ملاقات کے ان
لہات میں دونوں طرف کے لوگ ایک ہی سٹ پر کھوے تھے
اور کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں۔ بھائی بی کے چہرے کہ
اپنی طرف دیکھنے پر اسے اندازہ ہو گیا کہ اس کا بیٹام پوری
طرح ان تک پہنچ گیا ہے۔ بھائی بی چھ مٹھوں کے لیے
اسے فوراً دیکھنے کے بعد دوسرے سے سکر دیا۔
”نوجوان... تم مجھے بہت پند آتے ہو۔ تم میں وہ

مست اور جرات ہے جو آدمی کو اس کی منزل تک لے جاتی ہے۔ تم بھی اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہو گے اور اچھے خوشی ہوئی کہ میں اس کام میں تمہاری مدد کر سکوں۔

لیکن کیوں؟ شہزاد نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔
”مہل کے سبب میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہو گا پھر یہ سوال کس لیے؟“
”میرے نزدیک بھروسے کے لیے یہ وجہ کافی ہے کہ ہم ایک ایسے ملک سے تعلق رکھتے ہیں جہاں آپ کی محبوبہ واقعی ہے۔“ اس نے بلا جھجک کہہ ڈالا لیکن مہل کی کمی کے چہرے پر ابھرتے درد کے احساس نے تھوڑا سا شرمندہ کر دیا۔

”میرے نزدیک تو یہ ایک وجہ بھی بہت اہم ہے لیکن ساتھ ہی ایک دوسری وجہ بھی ہے۔ ہم بھارتی مسلمان جواکڑ اور پشتر بھروسے کی زیادتیوں کا نشانہ بننے روچے ہیں، انسانی طور پر پاکستان کے انتظام میں ہی اپنی ملاحی محسوس کرتے ہیں۔ میرے جیسے طاقتور یہاں بہت کم ہیں۔ اکثریت کمزوروں کی ہے اور ان کمزوروں کو بے آسرا رہنا ہے کہ اگر ان کے ساتھ ظلم ہوگا تو مذہب کے علاوہ کوئی بہت سے رشتوں سے جڑے ہونے کے باعث پاکستانی عوام اور حکومت دنیا کے سامنے ان کے حق میں آواز اٹھانے کی۔ میں اس سوچ کا حامی ہوں اور اپنی طاقتور پوزیشن کے باوجود جانتا ہوں کہ کسی بین الاقوامی فورم پر مجھے خطے سے کی نہیں، ایک منظم حکومت کی باعث ہی جانتے ہی اس لیے پاکستان کو مضبوط و یکتا بنانا ہوں۔“

”اگر آپ کی یہ خواہش پوری کرے۔“ اس کی بات سن کر شہزاد نے سیدہ سائیدہ کو اور حیرت ہو کر۔ ”کی اطلاع تو ہمارا ملک دشمنوں کی سازشوں اور نیشہ زدانیوں کے باعث بہت مشکل حالات سے گزر رہا ہے اور ہم سمیت سب چھوٹے چھوٹے لوگ ہی ہیں جنہاں سازشوں کا تو ذکر کرنے کے لیے ڈانے ہوتے ہیں۔ آپ جیسی شخصیت کا ساتھ مل گیا تو ہمارا کام ذرا آسان ہو جائے گا۔ پیچھے بننے والے تو بہر حال ہم نہیں ہیں۔“

”میں اب تک تمہارا ساتھ ہی دیتا رہا ہوں اور بہت مشکل تھا کہ اب تک تم پالیسی کی توجیہ میں ہوتے۔ تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ اس وقت تم لوگ کتنی بھی سب سے زیادہ مطلوب افراد ہو اور یہ پالیسی دونوں کی طرف سے نہیں دیکھنی رہی ہے۔ تمہارے اس سامنے کی رہائش گاہ کو انہیں نے

ادبیز کر رکھا دیا ہے اور اس سے معمولی واقفیت رکھنے لوگ بھی اس وقت سخت مشکل میں ہیں۔“ مہلانی کی کلام کی طرف تھا۔

”جس کھینچ میں چھپ کر تم لوگ ابھر آؤ گے پتھر ہو، اس کا تعلق اگر تم سے نہیں ہوتا تو تمہارا دل سے دور ہوجا سکتی تھا وہاں ہونے ممکن نہیں ہوتا۔ کتنی ہی تمہاری دوسرے بھرنے والے تھے لہذا دونوں کے آپس تک نہیں بچنا چاہیے۔ بہر حال یہ سب بتانے کے مقصد سے نہیں ہے کہ میں تم پر کوئی احسان چاہتا ہوں۔ میں اپنے غم کو واضح کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور اس میں تمہیں ان مشکلات سے بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو درحقیقت تم پر کم تا کم نے اپنا جو بیان دیا تھا کہ اس کے بعد تمہارے لیے کوئی آسانی باقی نہیں رہی اور ان حالات میں تمہارے لیے اپنے ہار گن تک پہنچنا ہی دشوار ہوگا۔“

”اس کے باوجود ہم اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹے۔“ شہزاد نے مضبوطی سے اسے اپنے غم کا اظہار اس کے سامنے کیا تاکہ اس نے اس کے اس غم میں شامل ہونے کا اظہار کیا۔
”اور اس کام کے آغاز کے لیے تمہارے سامنے ہمارے ساتھ ہے۔“ مہلانی نے پھر سے جوشی کہا تو ان میں سے کوئی تردید نہیں کر سکا۔

”میری باتوں پر کم تا کم ہر بات لالے کا حال ہے نکال دو۔ وہ ایک ایسا آدمی بنا رہا ہے جسے خیر اور تمہیں چھاننے کے لیے چارے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ پھر اسے کلا کر ہمیں حاصل بھی کیا ہوگا اور وہ زیادہ زیادہ تمہیں کی ایسے فرد کا نام ہے۔ گا جس کا کاروبار اور جس کی وجہ سے وہ ڈاکٹر فرحان جیٹیل کو تھکے ادا دلائل فرمیں میں دینے میں کامیاب ہوا۔“

”یہ کم تا کم ہر بات ان انہاری بیجوری ہے کہ تمہارے ساتھ اسے سامنے لایا کوئی فرد نہیں ہے جس کے ساتھ ہم اپنے مقصد تک پہنچ سکیں۔“ شہزاد نے اپنی جھجکت اعتراف کیا۔

”ایسا فرد میں تمہیں تلاش کر کے دوں گا۔ میرے پاس اسے دیکھنا ہے کہ یہ کچھ سا کام آسانی سے ہو جائے گا۔“ مہلانی نے پھر سے جوشی سے دعوتی کہا اور ہلکا سا ہنسنے لگا۔

”اس کام کے بارے میں میں بھی میرا ایک چھوٹا سا

”میں نے پھر سے چنگ کر سکتا رہا۔“
”تمہیں یہ سب کچھ کھل کر نہ ہوگا۔“ اس کی قربانی سے ان تینوں کو انہیں میں ڈال دیا۔ کیر خان حرف مہلانی کی خور سے وہاں کھانا کھا کر اس کے آدمی اس کی اس قربانی کو بھرا کر کھینچے پھر اسے اس سے یہ کام لینے کا یہاں عیال آیا تھا؟ تینوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والی اس بات کو تو سمجھنا پڑتا تھا کہ اس صورت اس کے سامنے رکھ دیا۔

”جس کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں اٹھک کر آؤں اور کچھ بھرتے ہوئے یہ ہلاک کر سکتے ہیں لیکن صرف اس لیے نہیں کرتے کہ اس صورت میں فدا ہونے کی ایک آگ ہوگی۔“ اس نے اور دونوں طرف سے لوگ اللہ کے ہاتھ میں ایک اور سے کو کھینچ ڈالیں گے لیکن یہ کام اگر تم کرو تو مجھ پر کوئی سختی نہیں آئے گی بلکہ میں اعلان کروں گا کہ ایک بددعا ہی کو کھل کر دالوں سے اظہار لیا جائے گا۔ ظاہر ہے اس صورت میں اٹھک کے بندے جوشی رو جوشی میری طرف تھے جیسے آگ میں اور اس کے بعد پھر سے کھینچ میں دیا کوئی طاقتور گروہ باقی نہیں رہے گا جو میرے مقابلے پر آنے کی جرأت کرے۔“ ڈاکٹر جیٹیل نے پھر سے آگے بڑھ کر اس سے پہلے مہلانی کی بات کی جڑ کے لیے جرح نہ دیا اور بات چل کر تھوڑا سا تھوڑا سا کھلی گئی اور اس کا تخیلی مقصد ہی تھا جو اس نے اب بیان کیا تھا۔

”تمہیں ڈیڑھ گھنٹوں میں آج کل کے ساتھ ہی اس بات کی کوئی بھی ہوئی کہ تم نے کہا ہے کہ کامیابی سے دشمن کی چال کا نام بتا دیا۔“ دشمنوں کی سرگرمیوں کو دیکھ کر پتہ چل گیا ہے اور وہ اس بات چاہتا تھا کہ وہاں سب سے پہلے طالب سے سامنا ہوا۔ ”تمہارے چند بات کے لیے فکر یہ نہیں یاد رکھنا کہ دشمنوں سے یہی سبھی نہیں گھبرا آتا کیونکہ ڈیڑھ گھنٹوں کے اصل سیکل ہوتے ہیں۔“ اس نے سکتا ہے ہونے والی کی بات کا جواب دیا تو وہ اس کا وجہ دیکھتی رہ گئی۔ اچھا خاصا مخلص ہے جانتے کے باعث اس کی رنگت میں ابلی سی زردی اور آبی گئی لیکن اس کے باوجود آنکھوں میں وہی چمک تھی جس کی کہانیاں اور عزت کی گواہی دیتی تھی۔

”اس فرما کر کیا دیکھ رہی تھی خاتون؟“ چلا رہی تھی اسے ڈاک۔
”یہ میری ہوں کہ جو لوگ اپنی زندگی کا درست نصب ایسی چیزیں کر لیتے ہیں، کتنے بہادر اور کھر سے نظر آتے

”اس نے پھر غم کی حالت میں جواب دیا۔“
”اس طرف سے میرا کوئی بیخون نہ چاہا ہے اور امید ہے کہ ڈاکٹر نے مجھے آڑوں اور طاقت کی جو دوسری اور بات دی ہے، اب ان کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑے گی۔“ اس نے مذاق میں بات اڑانے کی کوشش کی جس پر مہلانی کھل کر ہنس دی۔ چلا رہی تھی کہ وہ کسی بھی اس سے بہت مختلف ہے جو سناج سینٹر میں وہ کچھوں کو بھاننے کے لیے بھینچتی تھی۔ یہ وہ خاص قسم کی جو کسی بھی عام ہی تھی کے ہونٹوں پر بھرتی ہے۔

”تم اپنی تمہاری کرلو۔ آج میں تمہیں اس چکر لے چلوں گا جہاں کام میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔“ کھنگو کے سطلے کو حیران کے بڑھانے نظیر وہ اسے چاہتے دے کر خود آگے بڑھ گیا۔ اسپتال میں اس کے دشمنوں کی سرگرمیوں کے علاوہ خون اور گلوکز کی ایک ایک بھلی بھلی تھی، اس کے باوجود وہ غلیظ سی کمزوری محسوس کر رہا تھا لیکن اس کمزوری کو خود پر مہلانی نہیں ہونے دیا تھا اور ڈاکٹروں کے ہاتھوں سے باوجود چند کھنگوں سے زیادہ اسپتال میں دکنے پر مہلانی نہیں ہوا تھا۔ اسے بے کھنگی تھی کہ آپریشن میں اپنے حصے میں آنے والی کامیابی کا جائزہ لے سکے۔ ویسے تو اسے یہاں اپنے ساتھ موجود دماغی کے ذریعے یہ اطلاع ملتی تھی جس کا عملہ آروں میں سے کسی کو بھی زندہ بچا لیتے کا سوچ نہیں لگتا تھا۔ دونوں کاڑیوں میں ملا کر لگ آؤ اور فریاد اور تھکے جن میں سے پانچ تو سوچ پر ہی ہلاک ہو گئے تھے، لیکن کوڑھی حالت میں وہاں سے گرتے گرتے کے لیے جا ہوا گیا تھا۔ ان میں سے کسی ایک حالت میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا اور ڈیڑھ گھنٹوں کی حالت میں ان کی توجیہ میں تھے اور ان سے تھکنا کی چاہی تھی۔ اس وقت اس کا سر بھی کھرے کی طرف تھا جہاں مونا لہیروں سے تھکنا کی چاہی تھی۔

”آپ کو سب صاحب ہار ہے لہذا۔“ اس نے قہر کے ساتھ مظلوم کر کے کھینچا، اسے راستے میں ایک آدمی نے پتھر مار دیا۔ وہ جانتا تھا کہ سب صاحب سے اس کی مراد دشمنان سے ہے وہاں نصب چہرہ آلودگی کی وجہ سے اپنی جگہ پر چھپنے بیٹھے بھی انہوں کی آواز دہشت سے بھرا رہتا تھا۔ حکم کی تعمیل میں وہ ڈوری طور پر اس طرف روانہ ہو گیا۔

”اسلام تمہیں مر۔“ اہانت تھے پھر اندر داخل ہو کر اس نے سلام کیا۔
”وہیکم اسلام... آؤ تھو۔“ دشمنان لوہا اس کی طرف حوہ ہوا۔ ”اب کب تک اس کا رہے ہے؟“
”کچھ نہیں۔“ وہ سکتا رہا۔

لیکن ڈاکٹروں کا تو کہنا ہے کہ ابھی ہمیں اسپتال میں رہ کر آرام کی ضرورت تھی؟“ ذیشان نے مزاحیہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

”میں انکوئی رات سے صحت نہیں تھا کیونکہ اپنی باؤی کے پاس سے تھی، میں اس سے بگڑ جاتا ہوں۔“ اس نے بے پرواہی سے جواب دیا تو ذیشان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نوجوان نے ہی ایب فیڈ میں اپنے انتخاب کو برے سمجھا۔ درست ثابت کیا تھا۔ وہ انکا باصلاحیت تھا، جب ہی تو جب شہریار سلو والے کیس پر کام کرنے کو تیار کیا تھا، اس نے کرائی قیمت میں موجود ہر شخص کو چھوڑ کر اپنے ساتھ کے لیے چلا دی تھی کوئٹہ کیا تھا جس نے شازمین کی ہدایت کے ساتھ ذہم کے باوجود پھرین کارکن کی کاغذ پر لکھا تھا۔

”مجھے معلوم ہے کہ تمہیں اس کیس کے بارے میں جاننے کے لیے بے گنتی ہے جس پر تم کام کر رہے ہو۔ اسپتال دیکھو۔ تم نے جو چند گھنٹے اسپتال میں گزارے تھے انہیں ہم نے ضائع نہیں ہوئے اور وہ دونوں گرفتار ڈیپوٹی سے ٹھیک ٹھاک سلطنت حاصل کرنی تھی۔ ان دونوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ ما کے لیے کام کرتے ہیں لیکن وہ قاتلک وقت کے بندے ہیں اور صرف شے والی جاپات پر عمل کرتے تھے۔ پانچک کے شبے سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ پانچک کی ہسٹ پر میں رائل بردار آدمی کو عالیہ کو گول گولہ کے پھینکنے کا کیا تھا، وہ ایک کرائے کا قاتل ہے جو بڑے سادھے پر ایسے کام نہایت مہنتی سے انجام دیتا ہے۔ تمہارا راستہ دو گنے والوں کو اس شخص اور گرفتاری کی گرفتاری پر چھین کر لیا گیا تھا۔ خیال تھا کہ عالیہ کے گل کی صورت میں نہیں نہ کسی سے متعلق ظاہر ہوگا اور وہ ایسے افراد کو گھرنے کی کوشش کریں گے جو زیادہ تر کم نظر آدمی ہیں۔ رائل بردار اپنے عقیدوں کا حساب نہیں ہوگا لیکن تم لوگوں کو اسے سمجھیں کہ میں ڈال کر لے جانتے ہیں کہ گرائی کرنے والوں نے کیا لیا کہ تم ہی ان کے مطلوبہ افراد ہو چنا ہے انہوں نے ہمیں گھرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ نہیں جان سکتے تھے کہ پیچھے ایک گاڑی میں تمہارے حوزہ ساتھی بھی موجود ہیں اس لیے خود گھس گئے۔ دوسرے انہیں تم لوگوں کو زخم پہنچا کر لے کر جاہت کی گئی تھی اس لیے انہوں نے بہت سخت ڈرنگ ظاہر نہیں کیا۔ ورنہ پانچک والوں کے پاس تو آؤ چیک اسٹے کے علاوہ چنگرینہ تک موجود تھے۔ ذیشان نے اسے تھکات سے آگاہ کیا۔

جس نے یہ کہا تھا تھا۔ گھبرگ کی ایک ٹھی کیا تھا تھا انہوں وہاں ریڈ کرنے کا کوئی تاہم نہیں ہوا۔ وہاں میں ہمارے پتلیجے سے پہلے ہی سزا سن اور اس پر پوز کر رہے تھے۔ وہاں سے کوئی موت بھی نہیں ملے۔ اسٹار وہاں لیکن اس سے کچھ ثابت نہیں ہوئی۔ اس اسٹار وہاں اور ڈش کے آگے دیکھ کر میں اعجاز، آگے سے کہہ کر لڑنے بولنے والے افراد کا فطانت تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ کڑھی میں دے دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی قابل کو بھی نہیں کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پولیس خود ہی معلوم کر لے گی کہ اس نے کہاں کیسے افراد کو لیا گیا ہے۔ اس کیس سے نکلنے کے لیے پانچک ہے۔“ ذیشان نے اس کے سوال کا تھکی تھکی جواب دیا۔ ”تو وہ بھلا ہی کی اس سلسلے میں دیکھی ہے۔“

”کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا سب کچھ کرنے پھر بھی ہم اسی تک کو سزا دیا جہاں اس سے پہلے گئے تھے۔ جسم پر ڈرنگ کرنا سزا کا حال نہیں ہوا تھا جتنا انہوں نے کو کڑھو نہیں کرنے کا۔“

”نی الحال... لیکن میں عمل طور پر میں نہیں چاہتا۔ ابھی ہمارے پاس وہ دونوں آدمی موجود ہیں مجھے یقین ہے کہ ہم ان سے مزید معلومات اٹھا سکتے ہیں۔ ذیشان نے اسے کئی آدمی کو وہ زیادہ تر جوش ہو گیا۔

”میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ذیشان نے فرمایا اسے۔

وہ وہی کہ اس کے اندر بیٹے ادا پر پانی ڈالنے کے لیے ہانک بہت ضروری تھے۔ اجازت ملنے ہی اسے کمرے میں نکلی گیا جہاں ان دونوں میں سے ایک موجودگی کی اطلاع تھی۔ وہ شخص ایک کرسی پر اس طرف سے جڑے ہوئے تھے۔ اس کی ایک ہانک پر کھینچنے سے وہ اپنی بندھی ہوئی تھی اسے حاصل شدہ معلومات کے ساتھ گولی کا ذہم تھا۔ گولی نے اس کی ہڈی کو توڑ دیا تھا لیکن اسے اسپتال لے جانے کی ذمہ داری تھی اور اس کی نی کے ایک ایسے اٹھارے جوتوں میں سینہ تال کے شبے وہاں رہا تھا۔ اس کے لیے کوئی نکال کر ذہم پر پانچک ہوا دی تھی۔ یہ کوئی علاج نہیں تھا۔ اس شخص کو پانچک آپریشن کی ضرورت تھی لیکن وہ اس کے ایسے چہرے پر

تھے تھے اس لیے اس سے یہ اکتفا کیا تھا کہ وہ فوری طور پر حوسے سے نکال جائے۔ اس کے سونچنہ زود چہرے سے کوئی کھٹکا کھٹکا سلطنت کے حوسوں کے لیے ہی ایب فیڈ کے جوانوں نے بھی اس کی نظر خواہی سے اس وقت وہ نیم فطانت کی کیفیت میں تھا جوشا پہ کسی بن گری صریحی تھی۔ یاد رہی ہے اس کے ساتھ ہر روز دارچین اور کچھ اور ایک گرام کے ساتھ یہ رہتا تھا۔ اپنے ساتھ چاہے ہی کئی کچھ کراں کی دیکھیں میں خوف کی پر پھانتیاں ہی آتا گیا۔

”سوان... بی بی نام ہے تمہارا؟“ بیات لہجے میں پوچھے جسے اس سوال کا جواب اس نے سر کی اٹھتی جھپٹ سے دیا۔ ”فریحی ایسا کیا جانتے ہو سوان جواب تک تم نے میرے ساتھیوں کو نہیں بتایا؟“ اس نے اسی لہجے میں پوچھا جسے ذہم نے اس کے جواب میں خوف کی لہر دوڑا دیا ہے۔

”... میں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ میرے پاس بتانے کے لیے اب کچھ نہیں ہے۔“ اس نے بھی غصوں کے ساتھ جواب دیا۔

”تو ٹھیک ہے پھر میرے پاس تم سے کرنے کے لیے یہ سزا ہے جواب تک میرے ساتھیوں میں سے کسی نے کھٹے ساتھ نہیں کیا ہوگا۔“ وہ بیٹے سے بیٹا ہوا مرد لہجے میں پوچھا۔ ”میں پہلے سے وہاں موجود مسلمان کی طرف لڑتا۔“

”اس کی بیڑنی کھول دو مسلمان۔“ مسلمان نے فرمایا اس کی ہدایت پر اس نے بیڑنی کھولنے ہی سوان کے چہرے پر پانچک کے خوف اور تعجب کے ساتھ اٹھ بیٹے سے کئی کچھ گئے اور اسے سب سامنے ہی سزا دیا۔ بیٹے نے کئی کچھ گئے اور اس کی روایت سے بیٹے کے لیے آزاد ہو گیا اور ذہم سے ایک بار غصہ سے لگا۔

”ہمارے اپنے وطن کے ساتھی ہیں اس لیے ذہم تو ہم لوگوں کے لیے ہے جسے میں آئے ہیں لیکن فرق ہماری مشیت کا ہے۔ تم نا سب اور بدینت ہو اور اپنی سازشوں سے میرے وطن کو توڑ کر لے کر کوشش کر رہے ہو جبکہ میں تم جیسوں کے ساتھ اپنے دفاع کی جنگ لڑ رہا ہوں اس لیے تم سے کوئی بھی سخت ترین روایت اپنانے سے میں حق جواب ہوں۔ ہمارے وطن میں ہر طرف سے ہے کہ اس وقت میں ہمارے وطن قیدی ہو گئے تھیں۔ یہ کہ اگر میں تمہارا قیدی ہوتا تو تم مجھ سے پوچھتے اور تمہاری سزا کرتے اس لیے میں بھی بے شمار انسانوں کے ساتھ ساتھ میں سے کوئی بھی سلوک کرنے میں شکاہت نہیں لگتا۔“ وہ بھی قدم اٹھانے سے پہلے اسے

کھڑکاب

تصانیق حروپوں سے بڑھ کر نے کی کوشش کر رہا تھا اور سوان کی حالت بھاری تھی کہ وہ خوف زدہ ہے۔

”انیکڑک اور اس مسلمان اور اس کے ذہم میں اس جگہ کھسا اور جہاں کوئی نہ سوراخ کیا ہے۔ اگر اس پر اس کا بھی اثر نہ ہوتا تو پھر ذہم میں تک اور جگہ بھر دیتا۔ یہ امکانات دیتے ہوئے اس کے چہرے سے سنی کے اثرات باطل غم ہو گئے تھے اور انہیں سے نکس لگ رہا تھا کہ یہ وہی نوجوان ہے جو کچھ دیر پہلے عالیہ سے بہت اچھے سوا میں بات کر رہا تھا۔ مسلمان نے اس کے امکانات پر خاموشی سے عمل کیا اور جب وہ سر اٹھاتی ہوئی رات لے کر سوان کے قریب پہنچی تو سوان کا چہرہ پہنچنے سے تر ہو چکا تھا۔ مسلمان نے رات کو اس کے ذہم سے جیسے ہی پھرا، وہ کھٹک آواز میں پھرا۔ یہ کھٹک ایسی تھی کہ سنے والے کا اعزاز ہو جائے کہ اب اس میں مزہ دہم نہیں ہے۔ مسلمان نے مشکل سے میں بیٹھ کے لیے ہی رات کو اس کے ذہم پر رگی ہوئی لیکن یہ میں بیٹھ گئی اس پر بہت بھاری گڑھے تھے۔ دوسرے تک پہنچے سے لڑی طرف نہا گیا تھا۔

”کیا خیال ہے... ابی بارخین کے سہانے میں بیٹھ کے لیے رات تمہارے ذہم پر بھی جانے کی بلکہ پوری طرح اندر داخل کر دینی تو زیادہ ہی مناسب ہوگا۔“ چاہے ہی نے بڑے بڑے مسلمان اعزاز میں اس کی رائے طلب کی جس پر اس کی آنکھوں میں غصہ لہری لہری لیکن وہ اس حالت میں نہیں تھا کہ اپنی غصہ کا اظہار کر سکے اس لیے سچ جرمی میں بولا۔

”میں پہلے ہی تمہارے ساتھیوں کو بہت کچھ بتا چکا ہوں اب مزہ...“

”میں نے کہا تھا کہ مجھے وہ سنا ہے جو تم نے نہیں بتایا۔ اس لیے تمہارے لیے بہتر ہے کہ مجھے وہ سناؤ جو میں سنا چاہتا ہوں۔ ورنہ میرے پاس زبان کھلانے کے لیے ایک سے بڑھ کر ایک طریقے موجود ہیں۔ تم اگر انہیں خود ہی آزمانے کا شوق رکھتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ چاہے ہی نے فرمایا اس کی بات کا تادی اور مسلمان کا اشارہ کیا۔ وہ فرمایا حرکت میں آیا۔

ابھی رات سوان کے ذہم سے اچھے بھر رہی تھی کہ اس کا حوصلہ جواب دے گیا اور وہ پھرا۔ ”سوان کے لیے اسے مجھ سے دور رکھو۔ میں تمہیں ایک بہت کام کی بات بتاتا ہوں۔“ مسلمان نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

”یوتے دور رہو۔ تو ہم شروع ہوا جائے۔“ اس کی آمادگی کے باوجود اسے دیکھی دیکھی ضروری سمجھا گیا۔ اس

دیکھی نے خاصا اثر کیا اور وہ پلیر کے پورا شروع ہو گیا۔
 "میں راکہ کا ٹکڑے تک میں شامل ہوں۔ میں اور
 میرے ساتھی آؤ رہنے پر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔
 ہر شخص کا چنانچہ میں اپنے انچارج سے مل جاتا ہے اور ہمارا
 اوپر والوں سے براہ راست کوئی رابطہ نہیں رہتا اس لیے ہم
 کسی کو جانتے بھی نہیں ہیں۔ گھر گھر کی جس کو بھی کاچہ تم لوگوں
 کو بتانا گیا ہے، اس کے علاوہ کسی ٹھکانے کا آدھیلی میں علم
 بھی نہیں ہے لیکن میں انسانی سے ایک ایسی جگہ کو جانتا ہوں
 جس کے بارے میں مجھے شک ہے کہ وہاں ہمارے کچھ
 بڑے دستے لگا کر اسے لٹکا لٹکا رکھے ہیں۔ اس نے اپنے انچارج
 کو آنا جانا دیکھا ہے۔ باقی کلیم کو تمام لوگوں کا کام ہے۔"
 اس نے ایک ایسی بات بتائی تھی جس سے انہیں قانع نہ ہو سکی
 سکتا تھا اور کبھی بھی بہر حال اس بات پر انہیں کاہنہ کرنا ہی تھا
 کہ ان کی لیلہ میں امکانات پر ہی کام لیا جاتا ہے۔ سو میں
 سے اس ٹکڑے کا مضموم کرنے کے علاوہ اس سے اور کچھ نہیں
 رہا لیکن اس کے علاوہ کوئی خاطر خواہ بات معلوم نہ ہوگی۔
 "اس ٹکڑے کی عمرانی پر آئی گا اور اس بار ہم ڈائریٹ
 ریج کرنے کے بجائے سوچ کر دیکھ کر اور دہائی کریں گے۔ وہ
 سلطان کے ساتھ کرے سے اب رہے تو اس سے کہا۔
 "ٹھیک ہے جو جانے گا لیکن تم اپنا خیال رکھو۔ ابھی
 جیسٹر ریٹ کی ضرورت ہے اور تم اسپتالی سے باہر نہیں
 آگے ہو۔" سلطان نے اسے ٹوکا۔
 "میں ٹھیک ہوں یاد۔۔۔ لیکن تم لوگ اتنا اصرار
 کر رہے ہو تو ریٹ بھی کروں گا۔ یہاں سے میرا بیٹے
 گھر جانے کا ہی پروگرام ہے۔ ابھی مجھے سمجھتا ہے کہ وہ کچھ
 خوش ہو جائیگی۔ میں تم مجھے حالات سے باخبر رکھتا۔"
 "یہ فکرو ہو۔ میں جیسٹر اپ ڈیٹ کرتا رہوں گا۔"
 سلطان نے اسے تلی دی تو وہ اس کا گھر پہنچا اور کچھ اہل
 کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی چابیت کے مطابق وہ
 اپنا مختصر سامان بیک کر رکھی گئی۔
 "رہنے کی ہو۔۔۔ لیکن؟" اس نے پوچھا تو عالی نے
 محض سر کی جھٹ سے اسے اشارت میں جواب دیا اور ایک
 چادر ڈال کر اسے اپنے گروا کی طرح لپیٹنے کے بعد اس کے
 ایک پلے سے کتاب کی طرح اپنے پیر سے کچھ لپٹا جس پر
 چادر پٹی کے پیر سے پر ایک پندرہ تاڑا ہوا لیکن زبان
 سے اس نے ہلکے ہلکے کہا۔ "خوشی دیر بعد وہ گاڑی میں سوار
 وہاں سے جا رہے تھے۔
 "تم نے ابھی تک بتایا نہیں کہ ہم کہاں جا رہے

تھے؟" کچھ قائل طے ہونے کے بعد عالی نے
 دریافت کیا۔
 "خوشی سے تھا۔۔۔ پتلی کر نہیں ہوئی بتا کر
 بڑے بڑے ہو سکتی ہو گئی۔ اسے کسی نہیں
 اتنی آسانی سے آگے والا ہوتا تو وہ اس
 میں گھبراتا ہوتا۔" اس نے بے ساختگی سے
 عالیہ بھی مسکرائی۔ اس کے بعد کا سفر انہوں نے
 باتوں میں گزار دیا۔ آخر کار وہ ایک چھوٹے
 مکان کے سامنے پکے گئے۔ دونوں اپنی اپنی جاگہ
 کھول کر بیٹے اتر آئے۔ چادر پٹی نے پہلے سے
 بیٹ سے اٹھا لیا گاڑی لاک کر کے۔ مکان کی
 نورانی دروازہ کھل گیا اور سر پر وہ پتلا دھڑکی ایک
 چور نکھر آیا۔
 "اسلام متکری۔" وہ نورانی ان سے پہلے
 وہ بھی سلام کا جواب دے کر اس کی ہاتھ
 بازو کا زخم تو نہیں کی اس آنسو میں چھپا ہوا تھا
 چوتھ نورانی کی نظر نہیں آئی۔
 "جیسے آتا ہے کوئی نہ کوئی چہرہ جا کر
 "یہ تو تھے ایسا ہی اور ایک سہانی ہی اس کو
 خوش ہونا چاہیے۔" وہ انہیں ایک بازو کے حصار میں
 کی طرف بڑھا ساتھ ہی عالیہ کی طرف بھی توجہ دلائی۔
 "دیکھیں تو کسی میرے ساتھ کوئی اور بھی آیا ہے؟"
 "یہ عالیہ ہے؟" انہوں نے غوری نورانی سے
 اور پھر براہ راست اس سے خطاب ہوتے ہوئے
 "صاف کرتا ہوں اپنے میرا اکھوتا جاتا ہے اور اسے
 اپنی اصل دکھاتا ہے کہ مجھے اس کے ساتھ بیٹھ کر ہی
 "اس اہل آئے آئی۔ میں آپ کی کلیت
 ہوں۔" عالیہ نے نورانی کے دونوں ہاتھ قسم
 وقت وہ غور خاصی بند بانی کلیت سے گزر رہی
 اندازہ نہیں تھا کہ چادر پٹی اسے اتنی مدت دے کے
 گھر لے آئے گا۔
 "جی ہاں۔۔۔ مجھے جاوے نے فون پر بتا دیا
 دن جیسٹر لے کر یہاں آئے گا۔ میں تو تمہارا
 تھی سوچا تھا وہ آئے سے مجھے بتائی گی اس
 میری تمہاری بھی بت جائے گی۔ تم جب تک چاہو
 آج سے یہ تمہارا ہی گھر ہے۔" انہوں نے اسے
 لگے لگا تو اس کی آنکھیں جھپک جھپک۔ برسوں کی
 کے بعد آج اس کے قدموں نے ایک ایسے گھر کی

کھینچیں نے اسے خوش دلی اور غلط سے خوش
 کہاں سے کہہ کر اس کا گھر قرار دیا تھا۔
 "ہر روز آتا ہے۔" عالیہ رات میں بچے اس نے روزی
 ہفت کی کاں میں چھائی تو نورانی دروازہ کھل گیا اور
 چادر پٹی نے اسے گھر کی دروازے سے بیٹھ گئی۔ اسلم
 کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ وہ راتوں رات میں اس
 کے کمرے کے آؤر سرور کوئی روزی کے ساتھ بیٹھ گیا
 اور کچھ اسی کی شرت اور لڑاؤ زخمی روزی اور لڑاؤ
 مہم اور پٹیل لگ۔ ہی گئی لیکن اسلم کو اس کی خوب صورتی
 کوئی فریض نہیں تھی، وہ تو بس اپنی ماہانہ کی خواہش میں اس
 آتا تھا۔
 "تم یہ بیچہ کے؟" اسے اپارٹمنٹ کے مختصر آؤنج
 ایک سو نے پر پٹھا کر روزی نے اس سے دریافت کیا۔
 "جی۔۔۔ میں کسی قسم کی فائبرکلیٹیو میں نہیں چڑھا جاتا۔
 یہ سب کچھ بچہ ہوں کہ تم مجھے میری بیوی کے بارے میں جو
 بات کہتے ہو۔" اسلم نے نورانی سے ٹوک دیا تو اس نے
 اپنی آنکھوں سے اسے غور سے دیکھا۔
 "بہت چاہتے ہو اپنی بیوی کو؟"
 "اپنی جان سے بھی زیادہ۔"
 "خوش قسمت ہے وہ۔۔۔ میں نے اس کے لیے تمہاری
 وعدہ کر ہی ہے۔ تم اپنی جانتے کا فیصلہ کیا ہے ورنہ کسی کے
 ہر کسی بات آئی تو شاید میری اپنی زندگی کے لیے بھی
 ضرور ہوتا ہے۔" اس کے الفاظ نے اسلم کے جسم میں تازہ
 چادر پٹی اور وہ چوری جان سے بہت توجہ کوں کر گیا کہ روزی
 کے کہا تھا ہے۔
 "تمہاری بیوی کو میں نے جس شخص کے ساتھ دیکھا
 تھا وہ اس کا کوئی پرانا تھا تھا تو سمجھتا ہوں تھا لیکن اچھا
 دوست پارٹنر نہیں۔ ان کے درمیان کچھ نہی تھی
 اسی کی۔ بہر حال یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں ہے۔ اہم بات
 یہ ہے کہ وہ ایک انسانی کی وجہ سے مجھے معلوم ہوئی۔ میرے
 گریڈ پر گالف کورس کے ساتھ بہتے مکانات میں سے ایک
 مکان میں رہتے ہیں اور میں بھی کبھار ان سے ملنے چلی جاتی
 تھی۔ اس روز بھی میں اپنی جانب سے سہمی دیا تھا کہ کئی
 دنوں تو ان باتوں میں گریڈ پٹے مجھے بتا تھا کہ آج انہوں
 نے ایک عجیب مختصر کیا۔ ان کے مطابق وہ حادثے کے
 مطابق چلی گئی اسلم نے اسلم سے لگائے اور گردن دکھا جانے
 اسے لگے کہ انہیں سرخ رنگ کی کار میں ایک ایسے جڑا نظر

کرو صواب
 آیا۔ گاڑی سرور دروازہ کر رہا تھا جبکہ اس کے برابر میں بھی
 ٹوکی سیٹ سے لگے لگے سو رہی گئی۔ ایک دہائی کے قریب
 تکچے پر عرو نے گاڑی روکی اور دانش پور پڑے سے بگھ اٹھا کر
 باہر نکلا۔ گریڈ کا کام اندازہ ہے کہ وہ بیچہ سو ہاں فون تھا اور ان
 کے دیکھتے ہی دیکھتے سرور ہاں فون کو دہائی میں چیکنے کے
 بعد گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس وقت تو میں
 نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی لیکن جب تمہاری بیوی
 کی خواہش کے سلسلے میں مجھ سے پوچھ چکے تھی تو مجھے اس
 واقعے کا خیال آیا۔ میں نے نہیں تو کچھ بتانے سے پہلے
 گریڈ پا سے اس جڑے کا عالیہ معلوم کر لیا تو زیادہ بگھ بگھا
 لیکن بہت جلد ہی پس کا ایسا دور پانے آیا کہ جیسے وہ اس میں
 اور ہانا جاتی ہے۔ ہم لوگوں کو پھانسی دے دی گئی کہ اس
 سلسلے میں کسی سے اس کے سوا کوئی بات نہ کی جائے جو پریس
 کے ریکارڈ کا حصہ ہے۔ میں قانون پندرہ شہری ہوں لیکن
 تمہاری حالت دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا اور میں نے فیصلہ کر لیا
 کہ تمہیں تمہاری بیوی کے بارے میں ضرور بتانا کسی کیونکہ
 گریڈ پا سے بات کر کے اس بات کی تو میں تصدیق کر چکی تھی
 کہ ان کے دیکھے ہونے جڑے کا عالیہ وہی تھا جو ہمارے
 رہنمورث میں آنے والے جڑے کا تھا۔" روزی تو شاید
 چدری پہنی گئی کہ اس سے ملاقات ہوتے ہی سب کچھ اس
 کے گوش گزار کر دے کی چنانچہ پوچھتی ہی چلی گئی۔
 "مجھے اس آؤنی کا عالیہ بتاؤ۔" اسلم نے ساری بات
 سن کر اس سے کہا۔ جواب میں اس نے ٹھیک سے اسے پورا
 عالیہ بتا دی تھی کہ اسلم نے باہری سے لگی میں گردن ہلائی۔
 "میں اس میں اس لیے کسی فریڈ کو نہیں جانتا۔"
 "میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں تمہاری بیٹی مدد کر سکتی تھی
 کر دی۔ حالانکہ مجھ پر سارا جنت اور ٹھیک کی طرف سے قصاص
 دیا تھا۔" اس نے امریکیوں کے خصوصی انداز میں شانے
 اچکا لے اور اس سے بے خبر سے تیار نظر آنے لگی۔
 "ٹھیک ہے سرور روزی۔ تم نے میری بیوی پہلی کی اس
 کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں۔" وہ بھی فوراً وہاں سے
 روانگی کے لیے کھڑا ہو گیا۔ پہلے پٹھا تھا جو ماہانہ کے بارے
 میں ملتا تھا لیکن جس نے پٹیٹا کی کھڑے نہ حادو تھا۔
 "گر گریڈ پا کا خیال ہے کہ وہ گاڑی بھگن کی طرف
 گئی تھی۔" وہ دروازے سے باہر نکل رہا تھا جب اسے
 اپنے پیچھے سے روزی کی آواز سنائی دی۔ روزی کے
 اپارٹمنٹ سے نکل کر اس نے مصطفیٰ خان کے گھر کی طرف
 روانہ کیا۔ ان مصطلحات کی روشنی میں وہ دراز سکون سے بیٹھ کر

کوئی لاکھ ملے کرنا چاہتا تھا۔ گھر پہنچا تو اچھا خاصا سنا
 ہمارا نکلا تھا۔ اس نے اپنے پاس موجود چابی سے گیٹ کھولا
 اور سیدھے انیسویں کی طرف جانے کے بجائے مصطفیٰ خان
 کے رہائشی حصے کی طرف رخ کیا تاکہ اگر ہمیں جاگ رہی
 ہو تو ان سے معلوم کر سکتے کہ آیا مصطفیٰ خان وہاں آ گیا ہے
 یا نہیں اور اس نے ماہ بانو کے بارے میں کیا معلومات
 حاصل کی ہیں۔ گھاس ڈور تک پہنچی کر دستک دینے سے پہلے
 ہی اسے طوفانی نظر آ گئی۔ اس نے اگلی سے آہستہ سے ٹھٹھکا
 کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو اس نے فوراً دروازہ کھول
 دیا۔ اسلم اندر داخل ہو گیا۔

”آپ ابھی تک سوئی نہیں ہو؟“ اس نے طوفانی کے
 گال کو آہستہ سے جھپٹا کر اس سے پوچھا۔
 ”نہیں لیکن آپ کی کومت بتائیے گا۔ وہ مجھے اذیتیں
 دیتی۔“ اس نے مصہوبیت سے جواب دیا۔
 ”نہیں بتاؤں گا لیکن آپ جا کر انہیں بتا دو کہ اسلم
 اگل آئے ہیں۔“

”لو، میں نہیں بتا سکتی۔ آپ خود جا کر ان سے مل
 لیں۔ وہ اسٹری میں مہیا پانچا کے ساتھ کچھ پرکھ کام کر رہی
 ہیں۔“ وہ تمام شرارتی پیمانوں کی طرح بہت ذہین بھی تھی اس
 لیے یہ لفظی نہیں کی کہ اسلم کے آنے کی اطلاع دینے میں اس
 کے پاس ہیلی جائے۔ اسلم نے اسٹری میں مصطفیٰ خان کی
 موجودگی کا سن کر غور ہوا ہاں پہلے جانے میں کوئی حرج نہیں سمجھا
 لیکن اسٹری کے دروازے پر پہنچی کہ ابھی اس نے دستک کے
 لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ہمیں کی زبان سے اپنے نام سن کر
 ٹھٹھک گیا۔

”اسلم تو پاگل ہو جائے گا۔ ماہ بانو میں اس کی جان
 اگلی رہتی ہے اور آپ جو حالات بتا رہے ہیں، ان کے مطابق
 تو اسے بازو پاب کر دیا بہت مشکل ہو جائے گا۔“

”یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میرے سامنے جو معلومات
 آئی ہیں اس کے مطابق یہ بہت اونچے کے درجے کا معاملہ ہے
 اور سارا جٹ مورس کو اس میں پرکام کرنے سے باقاعدہ روک
 دیا گیا ہے۔ اپنے تمام تر ذرائع استعمال کر کے مجھے جو
 معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان سے ایک تو اس بات کی
 تصدیق ہوتی ہے کہ جگلاک میں زیر زمین ایک تجربہ گاہ قائم
 کی گئی ہے اور وہاں کسی بہت خفیہ پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔
 ماہ بانو سے پہلے بھی چند دوسری حاملہ خواتین کے قاتل ہونے
 کی اطلاعات ہمارے پاس موجود ہیں اور خاص بات یہ ہے
 کہ ان تمام خواتین کو جنگل کے آس پاس ہی آخری بار دیکھا گیا

ہے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ وہاں قائم تجربہ گاہ میں
 پر کوئی تجربہ کیا جا رہا ہے اور ماہ بانو بھی وہاں ہے
 کا کام آسان نہیں ہوگا۔ البتہ میں نے اپنے
 کے کچھ محسوس کا انتخاب کیا ہے جہاں سیر سے
 کوئی تجربہ گاہ قائم کی جاسکتی ہے۔ یہ دیکھو۔
 کی اسٹری پر جنگل کے مختلف حصوں کو دکھاتے ہیں
 ان کی تصدیقات سے آگاہ کر رہا تھا۔ اسلم وہی
 سنا رہا اور پھر خاموشی سے وہاں بیٹ گیا۔ اگلے
 اس نے ایک بار پھر مصطفیٰ خان کی زبان سے سنی
 اپنے ذہن میں دہرایا اور خود گھیسڑ کے سامنے
 اگلے طور پر اس نے اپنے آپ کو کیڑا کر لیا تھا اور
 سے کام کر رہا تھا۔ اپنے طور پر ساری معلومات
 کے بعد وہ دروغی کی تیاری کرنے لگا۔ رات دھیرے
 اپنے سرے کرتی رہی اور آشکارا مکی کی ہیلی کو چھپتے
 تیاری عملی کر کے گھر سے نکل پڑا۔ آریینڈو میں اگلے
 طرح نہیں جا سکتی تھی۔ نہ کوئی گاڑی نظر آئی تھی، نہ
 نصرت کے دروازے کو لازم آہستہ آہستہ جاننا شروع
 تھے۔ ہوا میں وہی ساڑھی اور خوشبہمی جبرج کے مطالعہ
 کسی اور حصے میں محسوس نہیں کی جاسکتی۔ بڑے پورے
 ساتھ آہستہ آہستہ بھوم سے تھے۔ کبھی کبھی ہمیں
 نظر آ رہے تھے لیکن۔ اسلم کے سارے حواس
 چھپا ہوا اس کی طرف متوجہ تھے جو جنگل کی طرف
 تھیں۔ وہ پرندوں کے ان نعروں میں اپنی ماہ بانو کی
 سن رہا تھا جو اسے پکار رہی تھی، اپنی طرف بڑھ رہی تھی
 دہانہ اور اس پکار پر لپکا چلا جا رہا تھا۔ آہادی کو چھوڑ کر
 جنگل میں قدم رکھا تو اس کے پیچھے کا سبزا منظر سورج
 سے مہرا ہو چکا تھا لیکن اب وہ خود تار کی میں تھکا
 گئے جنگل میں سورج کی روشنی کا بھی گزر نہیں تھا۔
 قدم اٹھاؤ، وہ اپنی زندگی کی روشنی کی تلاش میں آگے
 جا رہا تھا لیکن یکدم ہی زمین نے اس کے قدم پکڑے
 محسوس ہوا کہ اس کے پیچ زمین میں مینٹے جا رہے
 نے کوشش کی کہ کھینچ کر اپنے پیروں کو باہر نکال سکے
 اور بھی اندر دھنستے چلے گئے۔ گھنے تاریک جنگل میں
 کسی کوہدے کے لیے پکار بھی نہیں سکتا تھا، ایک دھندلے
 کے لیے تیار تھی۔

پندرہویں سنسی حیزد اسنان جاویدی
 مریدو القات آیندہ مادلا حطہ فرطانی

تمام کروں گا۔ چنانچہ ہماری گولی دل میں اتار کر آدمی کی سانس بند کرنے میں نکتہ ہی کیا گئی ہے۔ خاص طور پر اشوک جیسے جذبات کو تو میں بڑے شوق سے سو رہا تھا اس کا۔ "ان دونوں سے ذرا مٹا ملے پر نرم وہیں کاشیں پر نہیں کے سہارے ہم دراز سونے اپنے سونہا پر کوئی نیم کھینچے ہوئے اچانک ہی ان کی کھٹکوس میں مداخلت کی اور منگھری ختم کر دیا۔

اس کے سانس انداز پر شہر بار بار کھم مٹا دیکھتے ہی وہ گئے لیکن اب وہ ان سے بے نیاز ایک بار بھر پورے اہانک سے ہم کی طرف توجہ ہو چکا تھا۔ اس کے اس انداز پر بے ساختہ ہی شہر بار کے ہوتوں پر سگرا ہٹ ہو گئی۔ پھر ہار ایسا اٹھ کر آئے الا پڑا جہن پر گزرتے دن کے ساتھ اس کے دل میں اپنے لیے پندہ ہی کے جذبات پر جانتا جا رہا تھا کیکر اسے دن کے ساتھ نے اس پر دانا کر دیا تھا کہ وہ اتنا بے نیاز ہے نہیں جتنا خود کو ظاہر کرتا ہے۔ جتنا کہ ایک ذہن، چاہک دست اور حساس شخص تھا جس نے اپنے آپ پر بے نیازی کا خول چھانک رکھا تھا۔ اس خول کے نیچے بے گنجائی اس کی نرم اور حساس لطیف شہر بار کو بہت زیادتی لگتی تھی اور اس نے سوچا تھا کہ ان کھیلوں سے نکلنے کے بعد جب وہ وطن واپس جائیں گے تو وہ اس کے لیے ابھی زندگی کے انتظام کے لیے ہم پر کوشش کرے گا۔ یہ نہ ہر شخص تھا کہ وہ ایسی ہی نہیں اس کی شہریت کے لیے سٹارٹ کر دیتا۔ بہر حال، ابھی وہ وقت دور تھا اور انہیں صل کے سامنے سے ملنا تھا۔

"کھانا تیار ہے جناب... ماپ لوگ اٹھک روم میں آ جاگیں۔ وہاں پہلی پہلی کھانے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔" وہ جانتی تھی وہ تک سونے کے بارے میں سوچنا کہ لازم کی مداخلت نے اسے واپس کرے کے ماحول میں کھینچا۔

"تمہیک ہے، تم چاہو ہم آ رہے ہیں۔" اس نے طازم کو جواب دیا اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ سوا اور کلام نے بھی اس کی نگہبندی کی۔ پھر وہ بھی وہ تینوں ڈانٹک روم میں موجود تھے جہاں عہدار مرزا ان کا منتظر تھا۔

"پہلے کھانا کھا لیتے ہیں پھر کام کی بات کریں گے۔" یہی ٹھیک ٹھیک کے پھر عہدار مرزا نے ان سے کہا تو وہ لوگ کھانے کی طرف حوج ہو گئے۔ کھانا بڑے طریقے کا تھا۔ لیکن کڑھائی، آلو سڑکی، بھجیا، ادر کی وال، بھجورے سے پھول پھر کر مار دو تینوں کے علاوہ سلاوا، اچھا اور سائے کا

بھی انتظام تھا۔ ایسے متنوع و متنوعوں سے بہر حوج کا نہ اتنا ہیبت بھر سکتا تھا۔ ان تینوں نے بھی اپنی اپنی پانڈے مٹائیں لیکن میں کھانا کھانا اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ صبح کے بعد تھکے کا دور پھا اور پھر عہدار مرزا نے کھانا کھانے کا حکم دیا تھا ان تینوں کو لے کر واپس اسی کمرے میں آ گیا جہاں وہ کھانے سے نکل پٹنے ہوئے تھے۔

"بڑے کام کی خبر پڑا ہوں تم لوگوں کے لیے۔ دل خوش ہو جانے کا قصہ دانا۔" کمرے میں داخل ہو کر اس نے بڑے شوق سے انہیں بتایا۔

"کام کی خبر ہے تو بتانے میں دویر کیسی... فوراً نہ ڈالو۔" اس کی بات کا قصہ بیان نہ کرنا چاہتا۔

"ساتنے سے زیادہ خبر دکھانے کی ہے۔" وہ لہجہ کے ساتھ جا بیٹھا اور اپنے ہاتھ میں موجود پیر سے بڑے سے پرل سے ایک سی ڈی باہر نکال کر لگانے کا وہ تینوں اس کی طرف حوج ہو گئے۔ چند لمحوں بعد بائیں کی اسکرین پر حرکت تصویر ہی نظر آئے لگس۔ ان تصویروں میں اشوک کا چہرہ ان کے لیے آشنا تھا لیکن ایک چھوٹے سے کمرے میں سرنگ نے انہیں بتا دیا کہ عہدار مرزا انہیں کسی کی طرف حوج کر رہا تھا ہے۔ تیزی سے بدلے حوج میں، ہوا کی چر سے کے گرد موجود سرنگ نے حوج تصدیق کر دی کہ اصل ہیبت اسی کی ہے۔

یہ مختلف سوانح پر تیار کی گئی ویڈیو جس میں ہمیں خاص طور پر اسی شخص کے لیے بنایا کر دیا گیا تھا۔ یہ ویڈیو صرف حرکت تصویروں پر مشتمل تھی۔ اس میں کوئی آواز نہ تھی دیکھنے سے ہی اور بائیں کی اسکرین پر حرکت حوج میں وہاں آئی کہ مختلف سوانح پر اشوک کے ساتھ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن وہ اشوک سے ہاتھ ملاتا تھا، لیکن اس کے ساتھ کسی ویڈیو کمرے میں بیٹھا تھا۔ اس کی جگہ اپنی اندر رنورٹ میں بیٹھا دونوں شراب نوشی سے لطف اٹھا رہے تھے۔ وہ تین جہ انہوں نے پریم ہاتھ کو بھی اس کے ساتھ دیکھا۔ اس ویڈیو میں اس کا انداز نشست و برخاست بالکل وہی ہی تھی اور اسی جیسا کہ ہوشیار کے دربار میں خوشاد سے اپنا کام لٹانے والے صاحب کا ہے۔

"یاد رہن کر وال ہے۔ راکا ایک سینئر افسر لیکن پھر میں دنیا اس کو ایک بڑے بڑے بڑے بڑے میں کی حیثیت سے جانتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس بات سے واقف ہیں کہ بڑے بڑے لوگوں کو ایک آواز سے اور بڑے بڑے لوگوں کے حوج کے لیے کام کرتا ہے۔ آئے دن اس کی ٹیکہ بڑے جاتی رہتی

میں چلے گئے۔ ڈاکٹر فرحان کو راکا کی کسٹری میں پہنچانے کے ساتھ ہی اس نے پرانے دوست پریم کی مہربانی کی اور... ترقی دلا کر ایک چھوٹے سے گاؤں سے کسٹری میں لا لیا۔ پریم ہاتھ کے اشوک سے تصفاحت دیکھتے ہوئے یہ بھی اعزاز لگا جا سکتا ہے کہ ارجن نے دوست پریم کو اس کا کیا کام ایک مصلحت پر بھی تھا کہ اس کے لئے لیکن ہم پندہ دوست اشوک کو پولیس کی پھر مدد مل جائے اور حالات بتاتے ہیں کہ وہ بھی پریم ہاتھ اشوک کے اشاروں پر باق رہا ہے۔" عہدار مرزا نے اپنی بات ختم کی تو وہ تینوں میں جان بچتے تھے کہ وہ پریم ہاتھ کو انور کر کے اس کے بارے میں جس طرح تک پتہ چاہتے تھے، اس تک پہنچانی تھی نے اپنے وہرے کے مطابق بیٹھے بیٹھے ہی انہیں پتہ چلا دیا۔

"کیا قصہ ہے اسے اپنی خبر کی ہیبت نہیں ہے؟" اپنی بات ختم کر کے عہدار مرزا نے پتہ دیر شہر بار کے شہر سے کا انکار کیا لیکن اس کی طرف سے عمل فاسٹی جا کر آخر کار خود ہی چھو بیٹھا۔

"ہیبت کیوں نہیں ہے؟ تم نے انار ایک بہت بڑا کام کر ڈالا ہے لیکن اب یہ بتاؤ کہ اس تک رسائی کیسے نہیں ہوئی؟" ارجن تک کچھ نہیں کہے حوج تو ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کوئی سن لے کی۔" وہ جیسے کسی گہرے خیال سے ابرنگل کر رہا۔

"اس کی تکجی راکا بہت سخت ہے۔ اس نے بھی گارڈ بھی رکھے ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سب نہایت اعلیٰ تربیت یافتہ ہیں۔ نہیں ارجن تک کچھ کے لیے بڑی نظری کے ساتھ پہلے اس کے گارڈز سے ملنا ہوگا۔ میں نے اپنے آدمیوں میں سے ایسے افراد کی لسٹ بنالی ہے جو ادارے کو پ سے حوج رکھنے کی شہرت نہیں رکھتے۔ تم جب بھی ارجن سے مخفیے جاؤ گے پتہ پتہ کی تمہاری مدد کے لیے چاہئے اس کے ساتھ تیار ہوں گے اور کچھ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں لگے گا جو ہمیں چھوڑ کر بھاگنے کا سوچ سکے۔" ان کے پاس آنے سے پہلے وہ اپنا سارا ہوم ورک کر کے ڈالتا۔

"تمہیک جو عہدار مرزا... ہمیں صرف اسے اور سوار کی ضرورت ہے جسے اپنے ساتھ زیادہ بھیجنا پڑے گا کہ وہ زمین کو ہوشیار رکھیں کرنا چاہتا۔"

"تمہیک ہے، تمہیں جو چاہئے اس کی لسٹ بناؤ۔" جسیں وقت پر سہل جائے گا۔ آدمی بھی اسٹیج پائی رہا گئے۔ اگر تم چاہو تو ان میں سے کسی کا اپنی مدد کے لیے کتاب

میں چلے گئے۔ ڈاکٹر فرحان کو راکا کی کسٹری میں پہنچانے کے ساتھ ہی اس نے پرانے دوست پریم کی مہربانی کی اور... ترقی دلا کر ایک چھوٹے سے گاؤں سے کسٹری میں لا لیا۔ پریم ہاتھ کے اشوک سے تصفاحت دیکھتے ہوئے یہ بھی اعزاز لگا جا سکتا ہے کہ ارجن نے دوست پریم کو اس کا کیا کام ایک مصلحت پر بھی تھا کہ اس کے لئے لیکن ہم پندہ دوست اشوک کو پولیس کی پھر مدد مل جائے اور حالات بتاتے ہیں کہ وہ بھی پریم ہاتھ اشوک کے اشاروں پر باق رہا ہے۔" عہدار مرزا نے اپنی بات ختم کی تو وہ تینوں میں جان بچتے تھے کہ وہ پریم ہاتھ کو انور کر کے اس کے بارے میں جس طرح تک پتہ چاہتے تھے، اس تک پہنچانی تھی نے اپنے وہرے کے مطابق بیٹھے بیٹھے ہی انہیں پتہ چلا دیا۔

"کیا قصہ ہے اسے اپنی خبر کی ہیبت نہیں ہے؟" اپنی بات ختم کر کے عہدار مرزا نے پتہ دیر شہر بار کے شہر سے کا انکار کیا لیکن اس کی طرف سے عمل فاسٹی جا کر آخر کار خود ہی چھو بیٹھا۔

کر رکھے ہو۔" اس نے اپنی ڈیڑھی میں پرندہ اصرار نہیں کیا اور جانے کے ارادے سے جگمگاتے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اسے بچانے ہو میرا بھائی! اسے اس کے پاس کے پاس میں معلوم کرو کہ یہ اشوک کے ساتھ کیوں نظر آ رہا ہے؟" اسے ہاتھ سے رکھنے کا اشارہ کر کے شہزیاد نے تم کو جاننے والی ہی ڈیڑھی کو پھر پکڑ لیا اور اشوک کے ساتھ اس کے پاس گیا۔

جانب گھر سے ایک صحت مند اور اوجھڑا آدمی کو پکارت آت آت کرتے ہوئے پوچھا۔

"کھن، اپنی کوئی باہر کا آدمی معلوم پڑتا ہے لیکن آپ کہتے ہیں اس کا پتہ پورا پورا معلوم کر لیتے ہیں۔" معلوم نے پہلے ہی میں گردن ہلایا پھر ساتھ ہی ہلکھلکھی گئی کہ وہی۔

"تم صرف یہ معلوم کرو کہ اشوک کے ساتھ کیوں نظر آ رہا ہے؟" شہزیاد نے بائیں طرف کی طرف سے نظر جمانے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ اس کے ساتھ موجود سلوٹو اور گلاب نے بھی اس کی طرف سے دیکھا تھا لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وہ اس شخص کو پہچان نہیں سکے تھے۔

☆☆☆

"جانے۔" جاہڑی اپنے ہاتھ پر ہم روز کی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز ابھری اور اس کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ باہر نکلا۔ ایک چھوٹی سی ٹرسے سے اندر داخل ہوئی۔ ٹرسے میں چائے کے دو کپ رکھے ہوئے تھے جن میں ایک اس نے جاہڑی کو پیش کیا اور خود باقی کپ اپنے لیے رکھ لی۔

"صحتیک... میرا اس وقت چائے پینے کا بہت دل چاہ رہا تھا لیکن خود اٹھ کر بنانے کا موقع نہیں تھا اور ہی کو یہ آرام کرنا مناسب نہیں لگا۔" اس نے مسکراتے ہوئے حالی سے کہا اور کپوں سے لگا کر ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

"ذرا دست، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی اچھی چائے بنا سکتی ہوگی۔" چھلکھونٹ پر اس نے بے ساختہ تخریب کی۔

"شہزادہ کی نظر سے کی وجہ سے تم نے مجھ سے چائے کی فرمائش نہیں کی تھی ورنہ یہ چھوٹا سا کپ تو میں بھی کر سکتی تھی۔" حالی کے لیے اسے ہلکا سا گھونٹا تھا۔ جاہڑی نے ہنسنے سے کہ اس کی طرف دیکھا۔ آسانی رنگ کے شٹورا میں پر گلابی اور آسانی رنگ کے اجڑا کادو چھوڑے وہ پہلے کے ستابے میں بہت گھمکتی ہوئی لنگ رہی تھی اور کھینچنے پر بھی اس کے پیر سے یہ وہ تیزی اور تازگی نظر آتی تھی جو دنیا میں سب سے تازگیوں میں سے تھی۔

حقیقت یہی کہ وہی ایک ہی کے لیے گوارا نہ تھی کہ وہی

تجدید ہونا شروع ہو گئی تھی لیکن یہاں آ کر تو اس کی کاہلی ہو گئی تھی۔ جاہڑی نے گل اسے اسی کے ساتھ گزارے پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اب ہر روز زیادہ تر ان کے ساتھ ہی گئی۔ اب بھی اور اسے دیکھ کر صاف محسوس ہوتا تھا کہ وہ یہاں آ کر بہت خوش ہے۔

"اپنے کیا دلچے ہے ہاں؟" حالی نے اسے نوا کا توڑ اپنے خیالات سے باہر کیا۔

"کچھ نہیں، بس غور کر رہا تھا کہ تم نے اتنی معمولی سی بات کو اس انداز میں لیا۔ میں نے تو صرف اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ تم کو یہ بات کہہ دوں کہ تم نے میرا ہی کے ساتھ گئی رہی تھی، لیکن تم کو یہ پتہ چلے گا کہ تم نے میرا ہی کے ساتھ گئی رہی تھی۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"ہاں، میں نے اسے سنا ہے۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"اسے سنا ہے۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"جانے۔" جاہڑی اپنے ہاتھ پر ہم روز کی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز ابھری اور اس کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ باہر نکلا۔ ایک چھوٹی سی ٹرسے سے اندر داخل ہوئی۔ ٹرسے میں چائے کے دو کپ رکھے ہوئے تھے جن میں ایک اس نے جاہڑی کو پیش کیا اور خود باقی کپ اپنے لیے رکھ لی۔

"صحتیک... میرا اس وقت چائے پینے کا بہت دل چاہ رہا تھا لیکن خود اٹھ کر بنانے کا موقع نہیں تھا اور ہی کو یہ آرام کرنا مناسب نہیں لگا۔" اس نے مسکراتے ہوئے حالی سے کہا اور کپوں سے لگا کر ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

"ذرا دست، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی اچھی چائے بنا سکتی ہوگی۔" چھلکھونٹ پر اس نے بے ساختہ تخریب کی۔

"شہزادہ کی نظر سے کی وجہ سے تم نے مجھ سے چائے کی فرمائش نہیں کی تھی ورنہ یہ چھوٹا سا کپ تو میں بھی کر سکتی تھی۔" حالی کے لیے اسے ہلکا سا گھونٹا تھا۔ جاہڑی نے ہنسنے سے کہ اس کی طرف دیکھا۔ آسانی رنگ کے شٹورا میں پر گلابی اور آسانی رنگ کے اجڑا کادو چھوڑے وہ پہلے کے ستابے میں بہت گھمکتی ہوئی لنگ رہی تھی اور کھینچنے پر بھی اس کے پیر سے یہ وہ تیزی اور تازگی نظر آتی تھی جو دنیا میں سب سے تازگیوں میں سے تھی۔

حقیقت یہی کہ وہی ایک ہی کے لیے گوارا نہ تھی کہ وہی

تجدید ہونا شروع ہو گئی تھی لیکن یہاں آ کر تو اس کی کاہلی ہو گئی تھی۔ جاہڑی نے گل اسے اسی کے ساتھ گزارے پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اب ہر روز زیادہ تر ان کے ساتھ ہی گئی۔ اب بھی اور اسے دیکھ کر صاف محسوس ہوتا تھا کہ وہ یہاں آ کر بہت خوش ہے۔

"اپنے کیا دلچے ہے ہاں؟" حالی نے اسے نوا کا توڑ اپنے خیالات سے باہر کیا۔

"کچھ نہیں، بس غور کر رہا تھا کہ تم نے اتنی معمولی سی بات کو اس انداز میں لیا۔ میں نے تو صرف اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ تم کو یہ بات کہہ دوں کہ تم نے میرا ہی کے ساتھ گئی رہی تھی، لیکن تم کو یہ پتہ چلے گا کہ تم نے میرا ہی کے ساتھ گئی رہی تھی۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"ہاں، میں نے اسے سنا ہے۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"اسے سنا ہے۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"جانے۔" جاہڑی اپنے ہاتھ پر ہم روز کی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز ابھری اور اس کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ باہر نکلا۔ ایک چھوٹی سی ٹرسے سے اندر داخل ہوئی۔ ٹرسے میں چائے کے دو کپ رکھے ہوئے تھے جن میں ایک اس نے جاہڑی کو پیش کیا اور خود باقی کپ اپنے لیے رکھ لی۔

"صحتیک... میرا اس وقت چائے پینے کا بہت دل چاہ رہا تھا لیکن خود اٹھ کر بنانے کا موقع نہیں تھا اور ہی کو یہ آرام کرنا مناسب نہیں لگا۔" اس نے مسکراتے ہوئے حالی سے کہا اور کپوں سے لگا کر ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

"ذرا دست، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی اچھی چائے بنا سکتی ہوگی۔" چھلکھونٹ پر اس نے بے ساختہ تخریب کی۔

"شہزادہ کی نظر سے کی وجہ سے تم نے مجھ سے چائے کی فرمائش نہیں کی تھی ورنہ یہ چھوٹا سا کپ تو میں بھی کر سکتی تھی۔" حالی کے لیے اسے ہلکا سا گھونٹا تھا۔ جاہڑی نے ہنسنے سے کہ اس کی طرف دیکھا۔ آسانی رنگ کے شٹورا میں پر گلابی اور آسانی رنگ کے اجڑا کادو چھوڑے وہ پہلے کے ستابے میں بہت گھمکتی ہوئی لنگ رہی تھی اور کھینچنے پر بھی اس کے پیر سے یہ وہ تیزی اور تازگی نظر آتی تھی جو دنیا میں سب سے تازگیوں میں سے تھی۔

حقیقت یہی کہ وہی ایک ہی کے لیے گوارا نہ تھی کہ وہی

تجدید ہونا شروع ہو گئی تھی لیکن یہاں آ کر تو اس کی کاہلی ہو گئی تھی۔ جاہڑی نے گل اسے اسی کے ساتھ گزارے پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اب ہر روز زیادہ تر ان کے ساتھ ہی گئی۔ اب بھی اور اسے دیکھ کر صاف محسوس ہوتا تھا کہ وہ یہاں آ کر بہت خوش ہے۔

"اپنے کیا دلچے ہے ہاں؟" حالی نے اسے نوا کا توڑ اپنے خیالات سے باہر کیا۔

"کچھ نہیں، بس غور کر رہا تھا کہ تم نے اتنی معمولی سی بات کو اس انداز میں لیا۔ میں نے تو صرف اس لیے نہیں چاہتا تھا کہ تم کو یہ بات کہہ دوں کہ تم نے میرا ہی کے ساتھ گئی رہی تھی، لیکن تم کو یہ پتہ چلے گا کہ تم نے میرا ہی کے ساتھ گئی رہی تھی۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"ہاں، میں نے اسے سنا ہے۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"اسے سنا ہے۔" جاہڑی نے اسے یہ سنا کر ہنس کر کہا۔

"جانے۔" جاہڑی اپنے ہاتھ پر ہم روز کی کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز ابھری اور اس کی طرف سے اجازت ملنے پر وہ باہر نکلا۔ ایک چھوٹی سی ٹرسے سے اندر داخل ہوئی۔ ٹرسے میں چائے کے دو کپ رکھے ہوئے تھے جن میں ایک اس نے جاہڑی کو پیش کیا اور خود باقی کپ اپنے لیے رکھ لی۔

"صحتیک... میرا اس وقت چائے پینے کا بہت دل چاہ رہا تھا لیکن خود اٹھ کر بنانے کا موقع نہیں تھا اور ہی کو یہ آرام کرنا مناسب نہیں لگا۔" اس نے مسکراتے ہوئے حالی سے کہا اور کپوں سے لگا کر ایک چھوٹا سا گھونٹ بھرا۔

"ذرا دست، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی اچھی چائے بنا سکتی ہوگی۔" چھلکھونٹ پر اس نے بے ساختہ تخریب کی۔

"شہزادہ کی نظر سے کی وجہ سے تم نے مجھ سے چائے کی فرمائش نہیں کی تھی ورنہ یہ چھوٹا سا کپ تو میں بھی کر سکتی تھی۔" حالی کے لیے اسے ہلکا سا گھونٹا تھا۔ جاہڑی نے ہنسنے سے کہ اس کی طرف دیکھا۔ آسانی رنگ کے شٹورا میں پر گلابی اور آسانی رنگ کے اجڑا کادو چھوڑے وہ پہلے کے ستابے میں بہت گھمکتی ہوئی لنگ رہی تھی اور کھینچنے پر بھی اس کے پیر سے یہ وہ تیزی اور تازگی نظر آتی تھی جو دنیا میں سب سے تازگیوں میں سے تھی۔

حقیقت یہی کہ وہی ایک ہی کے لیے گوارا نہ تھی کہ وہی

تھیل کے ساتھ اسے سداری بات بتائی تو وہ بھی جوش میں بھر گیا۔

”یہ تو ہمیں بڑا گوشتن چانس ملا ہے۔ اگر آج رات ہم وہاں بھرے گا روٹی کریں تو بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ میں تمہارے پاس بیٹھتا ہوں مگر ساتھ چکر کارروالی کے لیے پانچنگ کرتے ہیں۔ اس دور ان میں تم اپنے طور پر جو انتظامات کرنا چاہو کرتے رہو۔“

”لیکن یاد رکھو ڈی جی۔ تمہیں چاہیے کہ آرام کرو۔ ہم لوگ انتہاء اور سب سنبھال لیں گے۔“ سلمان نے اسے یہ کہا تھا۔

”تمہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ ذمہ بھر چکے ہیں اور میں کسی بھی کارروالی کے لیے خود کو بالکل فٹ محسوس کرتا رہا ہوں۔“

”ٹھیک ہے آج کل مجھے معلوم ہے کہ تمہارے جیسا ضدی آدمی میرے روکنے سے روکے گا توڑی۔“ اس کا جواب سن کر سلمان نے ہتھیار ڈالنے والے انداز میں کہا تو وہ سلسلے منتقل کر کے روٹنگ کی تیاری کرنے لگا۔ ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ گھر سے روانہ ہو چکا تھا۔ اپنی روانگی کی اطلاع دینے کے لیے اس نے ایک کانڈ پر پیغام کہ کر بھیج لیا کہ اس کے پیچھے روکو یا تھا۔ یہ اس کا ہیڈ کا معمول تھا کہ جب بھی لاکر کسی میں روانہ ہوتا ہے اس کے آرام میں مطلق نہیں ڈالتا اور اسی طرح قاضی سے پیغام کہ کر روانہ ہوتا ہے۔ بعد میں فون پر ان سے رابطہ کر کے کہیں سلی بھی دے دیا کہ کچھ روٹنگ عینت اپنی منزل پر پہنچ چکا ہے۔ شروع شروع میں تو وہ اس کے اس طرف زنگ پر ہوا ہوا ہوا ہوا تھا لیکن اب انہوں نے صبر کر لیا تھا اور کچھ بھی نہیں کر رہے تھے۔ انہوں نے وہاں سے کہا کہ اب اسے وطن کی محبت سے زیادہ کسی محبت میں جلا نہیں ہونے دے گا اور وہ وطن کو اس کی ضرورت ہوگی وہ بھی سب کچھ بھلا کر روڑا ہٹا جائے گا۔

☆ ☆ ☆
”چائیں ہے چاندی ماہ تو کہاں ہوگی آپ پیس تو اس معاملے میں اصرار ہی نہیں لے رہی اور وہ سارا جنت مورس اتنا چاہتا ہے کہ اسے کوئی کوشش کرنا ہوا کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے کسی آقا کے ساتھ نہ گئی ہے۔ کم از کم میرے لیے تو یہ ایک بالکل ناقابل غنیمت بات ہے۔ وہ ایسی لڑکی ہے ہی نہیں اور اب تو ماں بھی بیٹے والی ہے۔ دنیا کی ہر ماں کو بھی قدم اٹھانے سے پہلے اپنی اولاد کے بارے میں سوچنی ہے تو ماہ بانو کسی لڑکی کیسے نہیں سوچے گی۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ

جہاں بھی گئی ہے، اپنی مرضی سے نہیں گئی اور کسی مشکل سے۔“ کچھ کی حد سے صبر کو دہلانا کھلتی کھورتے ہوئے کچھ میں آداب کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ دونوں مہاں بھی حقیقی قانون کی دانہسی کے بعد اپنے کوٹ آئے تھے اور کسی نہ کسی طرح اپنے روزانہ معمولات کا آغاز کرنا تھا لیکن دل دردمان فطرتی آئے اسے مارنے کے اثر سے جڑتے تھے۔

”اس بات پر تو سب حقیق تھا کہ ماہ بانو اپنی مرضی سے نہیں گئی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ وہاں سے کہ پائیس اور نقادان کے بعد ہم کم سے حد تک توجیح رکھیں۔ میں نے معاملے پر کافی سوچ چھارہ ماہوں اور میرے ذہن میں یہ بس یہی ایک ترکیب آئی ہے کہ میں نیو پارک کے کسی اور کے لیے کام لکھ دوں وہاں کی انتظامیہ سے بات کرانے جب الیکٹرانک اور برت میں ہائیک ڈیٹو پیس پر منتقل ہونے کی اور ان کی کارکردگی پر سزاوارت اٹھانے چاہیں تو پیس کو دیکھ کر نہ کہنے پر مجبور ہوجائے گی۔ دوسری امید کے حقیقی خان سے ہے۔ وہ ایک با مشیت آدمی ہے جس نے تعلقات میں خاصے دلچسپ ہیں۔ وہ اگر بھر پر طرے سے کوشش کرے تو کوئی نہ کوئی سراغ مل ہی جائے گا۔“

”کوشش تو ضرور کریں گے۔ اس سلسلے میں تو میں یقین بھاری ہائی گا بھی خاصا باڈو ہے گا۔ وہ ماہ بانو کے نائب ہونے پر بہت شرمندہ ہیں اور ہر وقت اس بات پر کچھنی رہتی ہیں کہ اس روز وہ اسے ٹھیک پر چھوڑ کر شپنگ کے لیے گئی ہی کیوں؟“ اس نے امید کے حد میں اپنے ایک چھوڑا ہوا مارا بیٹا مانے کا اظہار کیا۔

”ان کا کچھ تو اپنی جگہ لیکن مجھے سب سے زیادہ اہم مسلم کی ہے۔ اس کی ذہنی حالت بالکل بھی ذہن میں ہے۔ جوش میں وہ کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔“

”آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“ کشر نے ان سے اتفاق کیا۔ ”وہ جنوں کی حد تک ماہ بانو سے محبت کرتا ہے اور اس کے ظہیر ہی نہیں سکتا۔ میرے دل میں تو یہ بھی آگیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے آتا ہے کہ نہیں جنوں میں وہ خود کو کوئی نقصان پہنچا لے۔ اس طرح کے حالات میں تو بہت زیادہ حد تک لوگ ذہنی توازن بھی کھو بیٹھتے ہیں اور جان لینے اور دینے کا تمنا کرتے ہیں۔“

”تمہیں پتہ ہے کہ وہ ایسی کوئی عورت نہیں کرے گا کیونکہ اسے اس بات پر یقین ہے کہ اس کی بی بی اس کے ساتھ ہے وہ اپنی نہیں کر سکتی۔“ آداب نے اس سے اعتراف کیا۔

یاد ہے جا کر بھرنی سے دلے کا چھلا امیر کی منگنی سے دور کر دیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو امیر ہاتھ مار کر چائے کو الٹ دیتا۔ سب وہ ایسی ہی چھوٹی سوتی شرارتیں کرنے لگی تھی جن کے باعث کشر کے کام میں اضافہ ہوا تھا۔ اگرچہ کشر ہاتھ پر چھکن لائے پھر چندہ ویشائی سے تمام گھریے امور اسی ہی طرح کی ہی بھر گئی اسے اس بات کا احساس رہتا تھا کہ ہر دو قسم میں بی بی اس کی بی بی کو اس کے ساتھ وہ کر پڑی سخت زندگی گزار رہی ہے۔

”میں بہت شرمندہ ہوتی جا رہی ہے۔ کانے پینے میں بھی جگ کرتے لگی ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں نا کہ بڑی دینی دنیا کھانے کی کوشش میں سب سے کم کتنا کھتا ہوا گیا ہے۔“ بی بی کے کال پر چارے سے بھی کسی بھی پوچھے ہوئے کشر نے آداب کو بتایا۔ اس کے بعد دونوں مہاں بی بی کے درمیان موضوع گفتگو خود ہی تبدیل ہو گیا اور وہ اسلم اور ماہ بانو کو چھوڑ کر بی بی کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور شرارتیں آپس میں دوسس کرنے لگے۔ اس دوران میں کشر نے اسے دیکھا کھانے کا سلسلے بھی جاری رکھا۔ شیشے کے پورے سے ذائقہ میں موجود دیکھا تم ہو گیا تو وہ اسے اٹھا کر منہ دھلانے لے لے لے۔ منہ دھلانے کے بعد وہ تیلے سے بی بی کا منہ خشک کر رہی تھی کہ بی بی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے پلٹ کر کمرے کی طرف دیکھا تو آداب کچھ نہیں میں معرہ ہو چکا تھا۔ اگرچہ وہ عام گفتگو والوں کی طرح ہلکے مزاج نہیں تھا اور کھنے کے دوران میں ہونے والے کسی طبل کی وجہ سے ہار میں کا اظہار نہیں کرتا تھا اس کے باوجود کشر کی کوشش ہوتی تھی کہ کام کے دوران میں وہ مغرب نہ ہو کیونکہ بہر حال اسے اپنے کام کے لیے ذہنی کھلی ہو کر رہنی اور لڑخرب ہونے کی صورت میں کام کی رفتار میں فرق پڑتا تھا۔ اس وقت بھی وہ آداب کا تعجب کرتی رہتی چھوٹی سے تو وہاں اس اسٹیڈ پر لگا کر بی بی کو گود میں لیے اسے فون کی طرف لپکتا اور ریسر دیا تھا کہ ان سے لگا گیا۔

”بھئی ہو کشر؟“ اپنی ”بی بی“ کے جواب میں ستانی نے ہنسی بھری آواز سے اس کے پورے جسم کو کھرا کر دیا اور وہ اس کا ہنسی بھی نہیں رہی کہ زبان ہلا کر کیے جانے والے سوال کا جواب دے سکے۔

”کیا بات ہے تو یا تم نے اپنے بھائی کی آواز پہنچی؟“ کشر نے گھبراہٹ میں کہا۔ ”وہ سو بیٹھ مراد شاہ تھا اور اسے اس وقت کو تسلیم کرنے کے لیے کسی تھوڑی سی محبت کی ضرورت تھی کہ وہ کچھ ہی جگہ تھا کہ وہ اپنے فون پر اس کی آواز سن کر غصہ زدہ ہو گئی تھی۔ نیو پارک سے آرہی تھوڑی دیر ہوئے

کھڑا ہوا ہے اس نے جان بوجھ کر مراد شاہ کو کونہ نہیں دیا تھا کیونکہ وہ خوف زدہ تھی۔ اسے نیو پارک کے فینٹ میں جاتی اپنی زندگی کی وہ رات بھی نہیں بھول سکتی تھی جب اس کے گئے ہاتھ کے پیچھے کرانے کے کانوں نے ان کے فینٹ میں زبردستی کھس چھوڑ دی تھی۔ اس رات اگر ان کی پردوں لارا انہیں اس خطرے سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی مدد نہیں کرتی تو وہ دونوں مہاں بی بی ہی سمیت اگلے دن کا سورج دیکھنے سے محروم رہ جاتے۔ اس واقعے کے بعد جہاں انہوں نے آرہی تھوڑی دیر ہوئے کا فیصلہ کیا تھا وہی یہ بھی لے کر لیا تھا کہ اپنے نئے کھانے سے کسی کو آگاہ نہیں کریں گے لیکن ان کی اس احتیاط کے باوجود مراد شاہ نے ان تک رسائی حاصل کر لی تھی جو ایک شوش ناک بات تھی۔

”کیا بات ہے کشر... تمہیں سانپ کون سونگا گیا ہے؟ کیا میری آواز سن کر تمہیں مرنا لگا ہے؟“ اس کی مسلسل قاضی پر مراد شاہ نے نیک بار بھرا سے پچھا۔ اس بار کشر نے ایک گہرا سانس لینے ہوئے اس سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا اور جب بات سے بھر پور جگہ لے لے لے۔

”آپ میری ملکیت کو انہی طرح کچھتے ہیں لالہ! میں بہت مشکوں سے گزار کر یہاں تک پہنچی ہوں اور چاہتی ہوں کہ مجھے اپنے شوہر اور بیٹی کے ساتھ سکون سے بیٹھے دیا جائے۔ مجھے تو تو قاضی نامہ سب سے کچھ لانا دینا ہے اور اتنی ہی میں آپ کی ہے تمہارا جاننا کہ تمہارا سے اپنا حصہ چاہتی ہوں تو پھر آپ لوگ مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ بھول جائیں کہ چھوڑی انکار عالم شادی کی حویلی میں بھی کسی کشر بی بی نے تمہارا سر وہ تصور کر لیں گے اور میرے خیال تک کوئی قبر میں دفن کر دیں۔“

”تم جنہاں بی بی ہو رہی ہو کشر اور اپنے جنہاں میں یہ تک نہیں کچھ پارہاں روئے میرے لیے تکلیف کا باعث بن رہا ہے۔ تمنا جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ اپنی نے بہت زیادتی کی ہے لیکن یقین کرو کہ میرا ان کے کسی عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم مجھے بتاتے ہو پارک سے قلاب ہو گئی تو مجھے بہت صدمہ ہوا اور میں ہر طرف تمہیں ڈھونڈتا رہا کہ کسی طرح تم سے رابطہ کر کے تمہیں بھی یقین دلا سکوں کہ میں بے قصور ہوں۔ کئی مشکل سے میں نے ایک انتہار کے دفتر سے تم کو کون کا فون نمبر حاصل کیا ہے۔ یہ تم ہی جانتا ہوں اور ایسا میں نے اس لیے نہیں کیا کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں صرف اس محبت کی وجہ سے تمہیں ڈھونڈتا رہا ہوں جو ایک بھائی کی حیثیت سے میرے

دل میں تہوار سے لیے ہے۔ تاجور اور سحر یہاں سے دور پاکستان میں لہا لیکن فون اور نیت کے ذریعے میرا مستقل ان سے رابطہ بنا ہے۔ وہ اپنے دکھ کو کبھی نہیں۔ میں ان کو اپنے حالات سے آگاہ کرتا ہوں لیکن تم۔ تم یہاں رہ کر بھی مجھ سے دور ہو۔ "مراوشاہ کی آواز میں دکھ تھا۔

"میں مجبور ہوں لالرا احمدت باپ اور بھائی کے رشتوں سے جو حفظ اور عینان محسوس کرتی ہے، میرا دل اس سے خالی ہے اور میں ہر وقت اس خوف سے لرزتی رہتی ہوں کہ تمہیں یہ سنتے مجھ سے میری چھوٹی سی جنت نہ بھیجیں۔" وہ فون پر ہی سسک پڑی۔ اسے اس طرح روئے دیکھ کر اس کی گود میں سو جہاں امید نے بے چینی محسوس کی اور اپنے نئے نئے ہاتھوں سے اس کے ریشہ پر پکڑنے آسوں کو چھونے لگی۔ وہ بھی گئی بڑی اچھی عمر کے اس حصے میں نہیں پہنچی تھی کہ آسوں کی زبان کھلی سکتی اور انہیں پھینے کی کوشش کرنی لیکن اس کی مصیبت میں کی جانے والی حرکات نے کشور کے دل کو عجیب سی احاطہ دی تھی اور اسے لگا تھا کہ اس کا دردم ہونے لگا ہے۔

"تم ابھی میری بات سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہو۔ میں ہرگز بھی تم سے رابطہ کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ تہوار سے دل سے میرے لیے کدورت ایک ذرا تک نہیں ہی جانی گی۔ بس تم اپنا کارڈ دیکھا کہ چھوٹی انکار عالم شاہ اور مراد شاہ میں بہت فرق ہے۔ اپنی کے لیے دولت سب سے زیادہ اہم ہے اور میں اسے بہت کم اہمیت دیتا ہوں۔ میرے لیے میرے انہوں کی محبت اور سلامتی ہر شے سے بڑھ کر ہے۔ میں اگر اپنی کے حراج کا آدمی ہوتا تو وہ آباد میں رہ کر خوشی سے اپنی کی کوئی سنبھال رہا ہوتا لیکن میں اس سب چیزوں کو سخت ڈانپنڈ کرتا ہوں جو اپنی کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ ایک بچے کی حیثیت سے میں ان سے کوئی گستاخی نہیں کر سکتا اس لیے مجھے بالکل بھگتتا ہوں کہ خود کو ان کے طرز زندگی سے دور رکھوں۔" اس نے اپنی صلاقی میں تھوڑی سی وضاحت دی اور اس کے جواب کا اظہار کیے بغیر "اٹھ حافظ" کہہ کر سلسلہ قطع کر دیا۔

کشور نے بھی یہ جان ہاتھوں سے دیکھ رہا تھا کہ وہاں کیوں پر رکھا اور خود ایک قریبی کاؤچ پر چڑھ کر امید کو ہمارے میں بھانسنے کے بعد اپنا سر دونوں ہاتھوں سے قلم لیا۔ خون کی کشش اس کے دل کو بھائی کی طرف کھینچ رہی تھی تو اپنے حالات کی سختی دور رہنے کا مشورہ دے رہی تھی۔

آپ کی یہ حالت ہو گئی ہے" اسے علم بھی نہیں ہوا کہ کب آفتاب اس کے برابر میں آجیلا ہے۔ اس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے دریافت کیا تو وہ اس کی طرف حوجہ ہوئی اور ہرگز یاد میں اس کے سینے سے لگ کر بے چاش روئے لگی۔ وہ میرے باہر سے اس کی پشت سمیٹا ہوا اسے حوصلہ دیتا رہا۔ چند منٹ گزارنے کے بعد وہ کی قدر خود پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئی۔ آفتاب نے اسے پانی پلایا اور ایک بار پھر اس سے اس کے رونے کی وجہ دریافت کی۔ جواب میں اس نے آرزو کی حالت میں مراد شاہ کی کال کے بارے میں بھینٹا سے آگاہ کر دیا۔ انہیں سن کر وہ ہنسنے کے لیے قاسمی سے سوجا شہادت بجا گیا۔

"تمہارے یہ بے کشور کہیں نے بھی مراد بھائی کو نہ نہیں کبھی ہمارے ہمارے حالات ہی ایسے تھے کہ ہم کی نہیں بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اب بھی اگر دیکھا جائے تو انہوں سے ایک طرح سے اپنے قابل بھروسہ ہونے کا ثبوت دیا ہے ورنہ وہ چاہتے تو ہم سے رابطہ کرنے کے بجائے انڈیا کوئی کارروائی کر سکتے تھے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا ہے تو آپ اطمینان رکھیں کہ آندھ بھی نہیں ہوگا۔"

"دل تو میرا ابھی نہیں مانتا کہ لالرا مجھے تصنان پہنچا سکتے ہیں لیکن حالات نے آرا دیا ہے۔ زندگی میں چند دن سون کے لئے ہیں ہر جاہل بھانسنے کے لیے بھانٹ پڑتا ہے۔ جب ہم کسی کو بھگتتا سکتے تو دور سے بھی ہمیں ہمارے حال پر کبھی نہیں چھوڑ دیتے۔ میں سب کے بغیر میں آپ کے اور اپنی بڑی کے ساتھ خوش ہوں۔ کوئی آکر میری اس جنت میں دخل اندازی نہیں کرتا ہے؟" وہ بے تک چاری طرح نہیں سنبھلی تھی اور بولنے ہونے ایک بار پھر آگے بھٹک پڑی تھی۔

"مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے ساتھ بہت خوش ہیں لیکن خوشی رشتوں کی کشش سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جن دنوں نیو یارک میں ہماری مراد بھائی سے ملاقات ہوئی تھی آپ کے چہرے سے دیکھ سکتا تھا کہ آپ کی خوشی نے آپ کو اتنا خوبصورت بنا دیا تھا کہ میری نظریں آپ کے چہرے پر نہیں گئی تھیں۔ اس لیے میرا آپ کو مشورہ ہے کہ اگر مراد بھائی آپ سے رابطہ کرتے ہیں تو آپ ان سے بات نہ کر لیا کریں۔ اس میں کوئی توجہ نہیں ہے۔ باقی آپ ہی اپنی مرضی سے۔ میں آپ کے ہر فیصلے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔" اس کے بے حد دماغ سے بھانسنے پر کشور کے چہرے کا تاثر کم ہونے لگا۔ اسی وقت ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجی۔ اس بار

آفتاب نے فونوں اٹھایا لیکن کشور میں اس کی طرف حوجہ ہو گئی اور اس نے فون کو ڈیج پر سو گئی لیکن ڈیج سے آرام ہی نہیں۔ اس نے بھی گود میں اٹھایا اور اندر بچہ مردم میں لے گیا۔ کشور پر سلام اور اس کے ہونے ہونے کا دل پر پڑا۔ کشور کے باہر گھل آئی۔ آفتاب ابھی تک فون پر مصروف تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات غائب گجبر محسوس ہو رہے تھے۔

"آپ حوصلہ نہیں بھائی! میں اور کشور شام میں آپ کی طرف بھاگ گیا۔" اس کے منہ سے نکلے والے اس جملے نے کشور کو توجہ دیا کہ وہ نہیں سے بات کر رہا تھا لیکن وہ کھینچتے جاتے کے لیے اسے آفتاب کے فون بند کرنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"بھیس بھائی! میں۔" اسلم گھر سے غائب ہے۔ میں کا کلاس کے رات کو کسی وقت وہ وہاں آیا تھا جس کا اعزاز وہ اپنی انگریزی کی لائٹ پہلے دیکھ کر ہو گیا تھا لیکن یہ سوچ کر اسے نہیں پھیرا کہ ابھی آرام کرنے کے لیے کھانا کھا رہے ہیں اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔ آفتاب نے اسے بھگتتا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا کیا ہے۔ وہ فون سل فون پر بھی اس سے رابطہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔

"اللہ اکبر! اسلم کا دل تو نہیں اٹھ گیا۔ بھگتتا میں ہوا گیا ہے کیا ہے؟" آفتاب کی لڑائی حالات جان کر کشور نے کھینچنے سے تھرا کر لیا۔

"وہ بے وجہ اس طرف نہیں گیا ہے۔ سزا مصطفیٰ نے اسے کھانے میں بتایا ہے کہ مصطفیٰ خان کو بھی چھراچھے ہارنے ہیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ وہ ہاؤس کو جنگ میں کھینچنے جانے کا امکان ہے لیکن ساتھ ہی ان کا یہ خیال بھی ہے کہ اسلم کا اس طرح اٹھ کر جنگ کی طرف جان پڑنا اس کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ وہ اس کی خبریت کی طرف سے اسے کھینچنے کا مشورہ دیا۔ آفتاب کی باتوں نے اسے حرج سے کھینچنے میں جھکا کر دیا۔

"یہ تو بہت بُرا ہے۔" وہ دونوں نے چارے اچھی بھلی نظر کر کے دیکھے تھے اور اب تو ان کے ہاں خطا مہمان بھی کھانے والا تھا۔ انکی حالت میں محسوس نہیں ہے چاری ماہ دانہ کھانے کیلئے پکھی ہوئی ہے اور کس حال میں ہے اور ساتھ ہی اس کے منہ میں خود کو کھڑے میں ڈال لیا ہے۔ میرا تو دل بیچنا چاہتا ہے کہ جانے دونوں کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اللہ ان

کھرباب دونوں کی حفاظت کرے۔" اپنی کشمکش کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے ظلوں پر دل سے دعا بھی کی۔ "آمین۔" آفتاب نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ "بس اسی طرح دعا کرتی رہیں۔ دعا میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ باقی ہم دیکھیں گے کہ کبھی خود پر کیا کیا جا سکتا ہے۔ میں نے بھیس بھائی سے کہہ دیا ہے کہ شام کو ہم ان کی طرف آئیں گے۔ میں مصطفیٰ خان کے ساتھ چھ کر اس کس کروں گا کہ اسلم کی مدد کے لیے ہم کبھی اہل اقدامات اٹھاتے ہیں۔ ٹھکانوں پر تو اس طرح کی کھینچنے کا سب نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک ہے۔ اس دوران میں گھر کے ضروری کام لپنا لیتی ہوں۔ امید سوری ہے، آپ بھی چاہیں تو اطمینان سے اپنا کام کر لیں۔" وہ مراد شاہ کا فون آنے کے بعد خود پر چاری ہونے والی کیفیت فراموش کر چکی تھی اور اب ماہ دانہ اور اسلم کے لیے گھر میں ان کی سلامتی کے لیے دل ہی دل میں مسلسل دعا بھی مانگتے ہیں صرف تھی۔

☆☆☆

بڑا گھاس پھانسا کرتا چھوڑتا مانے لیے نرم و لچک مٹھ بٹوں والا لٹکا بہت ہی خوبصورت لگ رہا تھا۔ وہ انکا مہذب تھا کہ اس نے لانا میں سو جہاں بھول چھوٹی گودا رکھی تصنان بھانسنے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ بھینچتے بھینچتے کسی بھول کر چھوڑنے کے قریب پہنچ گئی جاتا تو ایک انا سے بھولوں کو سرگھنٹے کے بعد وہاں بیٹھا تھا اور اپنی آگے ہانگوں سے ہادی ہادی اس بڑی سی بھینچنے ہاں کو لگ لگائے لگتا جو کسی نے شاہی اس کی اولادوں سے حاشا ہو کر ہی اولاد و جت اسے حاکم کر دی تھی۔

"کنا تو وہی بڑا جانا ہے۔ کھینچنے والوں نے اسے بھانسنے کے بجائے مشکل اپنے پاس ہی رکھ لیا ہے تو یہ زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی ان کا مطلق جس فیصلہ قوم سے ہے، اسے ہوں بھی ہماری ہر ابھی چھوڑ کر کھینچنے کی فکر رہتی ہے۔" وہ بھینچنے کی مدد سے کھینچنے کے لان کا حشر دیکھتے چاہا پھل سے تھرا گیا۔ وہ دیکھ رہی تھی یہاں بیٹھا تھا۔ اس سے اس نے ہیز کو اور کھینچ کر اپنی دانہ کی رپورت کی تھی اور سلمان کے ساتھ حالات کے مطابق منصوبہ بندی بھی کر ڈالی تھی۔ اب وہ اور سلمان کھینچنے سے کافی فاصلے پر سو جہاں ایک بڑھکھار کی پانچ پانچ منزلوں پر سو جہاں تھے۔

پانچ پانچ منزلوں کے جس کمرے میں انہوں نے ڈی اے ڈال رکھا تھا وہ ایک تجارتی ادارے کے دفتر کا حصہ تھا۔ اس عمارت میں زیادہ تر دفاتر ہی تھے اور ان میں سے بیشتر شام

پانچ سے چھ کے درمیان بند ہوجاتے تھے۔ سلطان کے ساتھ ملنے کا دورہ کرنے کے بعد چلو چلی نے اس پتھر کا حساب کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ درود سے گرائی اپنی جگہ لیکن کوئی اور ناکام نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اس عمارت کا گہری جائزہ لے سکیں۔ چنانچہ اب وہ یہاں تھے۔ دفتر کے دروازے کا کلا کھول کر اس میں داخل ہوجا ہوا ان کے لیے مسئلہ نہیں تھا اور وہ دہری پاری آرام سے درود پڑھنے کی مدد سے جائزہ لے لیتے تھے۔ ننگے کی مرکزی عمارت میں کیا اور ہاتھ اور کیا نہیں۔ انہیں علم نہیں تھا اور وہ صرف مین گیٹ پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ لان میں بھاگ لپٹے تک مدد دیتے یا پھر اس باغ میں کے درے کوئی بات کانوں میں پڑ جاتی تھی جو کتے کے گے پھاڑے سے بچنے کے ساتھ مشک کی۔

"اس کی باز دہری بند کر اور اپنی دہری پر جا۔" جیسے معلوم نہیں ہے کیا کج آج بھی خاص بیٹنگ ہے۔ سلیب دہری میں ذرا بھی کمی نہیں رہنی چاہیے ورنہ کسی کی بھی ٹیڑھی نہیں ہوگی۔" لیٹی اسکوپ نے انہیں لان میں موجود وہ اہل رو کی دھکیں دکھا گیا اور کتے کے بچنے کے ساتھ مشک اور اس نے یہ ڈانٹا لگا سا تا تو وہ گویا اس سطر کا حصہ بن گئے۔

"جیسے پتا تو ہے بار ک جیسے کتے پھند لیا۔" عمار سے ساتھ سلیب دہری میں درود پڑنے والا بھری پچھلے میں سے مراد میں نکلا وہاں ہو گیا تھا۔ آج اس کتے کو کچھ بڑے دنوں بعد میرا من خوش ہوا ہے تو مجھ کو پریشانی ہو رہی ہے۔" ان دو میں سے ایک جو پہلے سے ہی ان میں موجود تھا اور کتے کی شراہوں سے لطف اندوز ہورہا تھا، اپنے ساتھی کے اعتراض پر مت جا کر بولا اور کتے کو اٹھا کر اپنی ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں تو جو اساتذہ خوش کرے گا۔ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ بیٹنگ روم کی سٹیج رونی کے پار سے میں انویم نے ابھی تک رپورٹ کیا کیوں نہیں دہری ہے؟"

"ارے آپ رے۔ میں تو جی جی بھول گیا تھا۔" اپنے ساتھی کے کئی سے کہنے پر انویم کے نام سے یاد رہے جانے والا بھٹکائے ہوئے لچھے میں بولا اور کتے کو گود میں لیے ہوئے تیزی سے عمارت کی طرف مڑ گیا جبکہ اس کا ساتھی بھی وہاں سے نکلی پڑا۔ اب ان کے سامنے جس خالی لان تھا جبکہ آواز کوئی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ توڑی دیع بعد ان کے کان کے ساتھ بک آکر ایک بار پھر جاگ اٹھا اور اس پر آواز مئی سنائی دینے لگی۔

"بیٹنگ روم کی بیٹنگ کرنی انویم؟" کسی کا صنف لچھے میں کیا گیا استفسار سنائی دیا۔

"نہیں مر! سب اوکے ہے۔" انویم نے رپورٹ دی۔

"ایک بار پھر بیٹنگ کر لو۔ آج کی بیٹنگ میں سبھی بھی ہوں گی اور ان کی صنف انٹرنیشنل ہے کہ نہیں کوئی غلط نہیں ہوئی چاہیے۔" اسی صنف لچھے والے نے ہدایت دی۔

"اوکے مر! میں رنی بیٹنگ کر لیتا ہوں۔" انویم نے فوراً ہی بھرنی۔ پھر یہاں غصوں ہوا کہ انویم وہاں سے بہت گھبراہٹ انہیں اس کی بڑا بہت سنائی دی۔

"چلو پنا۔ بھری جھنڈا... ایک بار پھر بیٹنگ کر لیتے ہیں۔ آواز تو آواز ہوتا ہے نا۔" بھڑو انہیں معمولی آہٹیں سنائی دے رہی تھیں مگر وہ انویم کی بڑا بہت شرمی ہو گئی۔

"اسے ہی اسے دن، کھڑکیوں کی جالیوں باہر صنف، پھر ہی آج آن کر تو کھڑکی دروازے سے سب میں کرنٹ دوڑانے لگے گا۔ اور سے کوئی آواز پھر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ کوئی زبردستی اندر میں ملتا ہے۔ جیسے گا تو خور سے گا۔ یعنی بیٹنگ باہر سلیب طرچے سے ہو سکتی ہے اس لیے مجھے یقین لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" پتا نہیں وہ خود کئی کر رہا تھا اس کے ساتھ تھا لیکن انہیں بڑی اہم معلومات حاصل ہو رہی تھیں۔

"لو یاد بھری بیٹنگ روم بھی عجیب ہی کتے ہو۔ میں اپنی دیع سے تم سے بات نہیں کر رہا ہوں اور تم میں کھیل کے بچے نہیں کر سکتے ہو۔ چاہو سوتے رہو۔ میں بعد میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔" انویم کے لچھے سے کابڑھا کہ وہ کج ڈاکٹروں سے بہت پیار کرتا تھا۔

"سب کا تاد کہ بہت تھکا رہتا ہے اور ابھی کسی جسمنی کوئی پکڑ پکڑا نہیں کرتی ہے۔ درود کر رہی یہ نظر میں رہی کہ بیٹنگ میں شرکت کے لیے کتے ہلڑا آتے ہیں اور ان کی شناخت کیا ہے۔ ہمیں جڑھی کارروائی کرنی ہوگی، ان کو ان کی واپسی کے موقع پر کریں گے۔" دروازہ کھلتے اور بند ہونے کی غلیف ہی آوازوں کے بعد جب کوئی دوسری آواز نہیں ابھری تو یہ واضح ہو گیا کہ واقعی انویم کتے کو بیٹنگ روم میں سوتا چھوڑ کر خود باہر نکل گیا ہے۔ چاہے علی نے انہیں صنف کے وقت کے بعد سلطان کو یہ ہدایت دی اور خود وہ بیٹنگ سے تازہ تھا کہ میں مصروف رہا۔ لان پر ستر خالی تھا لیکن ننگے پھانسی پر پھر سے درود نظر آ رہے تھے۔

"اگر یہ کتا بیٹنگ کے دوران ابھری موجود ہے تو کتا اچھا ہوگا۔ ہمیں وہاں ہونے والی ساری کھنگھنے کا موقع مل جائے گا۔" ساتھیوں سے راجد کر کے انہیں ہدایات

دیجئے کے بعد سلطان نے بڑی امید سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

"ہوں... لیکن ایسا ہونا ذرا مشکل ہی ہے۔ بیٹنگ کے وقت تیار اور ہو گیا تو انویم کی شام آجائے گی۔ جو کج اپنی سٹیج رونی کے معاملے میں اتنے حساس ہوں کہ کھڑکیوں کو کھولنے میں بیٹنگ کا انتقاد کریں، درود کرے میں کتے کی موجودگی کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔" جاوید علی نے بیٹنگ پندی کا مظاہرہ کیا تو سلطان کو اس سے انتقاد کرنا چاہا۔ لگے ایک گھنٹے میں کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی، بس صنف دہری سے گزرتے وقت کے ساتھ رات نے اپنا پتہ اور سطر لے لیا۔ رات کا وقت ہونے کے باوجود انہیں ننگے پھر نظر دینے میں دشواری نہیں پیش آ رہی تھی۔ ماحول اور صنف لائٹس کی روشنی نے سارا ماحول راج کر رکھا تھا۔ پھر ننگے کے ساتھ وہ اس کے ارد گرد کے دوسرے بنگوں میں سے بھی توڑی بیٹنگ روشنی باہر آ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ ان کے پاس ناک پڑنے کا گڑبگڑ ہوئے جو کسی بھی قسم کے بنگائی حالات میں کتے کے کام آسکتے تھے۔ گھنٹے سے دو تین صنف ہی اوپر ہونے لگے کہ انہیں نے انویم اور اس کے ایک ساتھی کو سرکوزی عمارت سے باہر نکلے دیکھا۔ انویم کچھ پریشان نظر آ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ باہر آنے والا شخص ملی آئیڈیاز میں اس کا کھنڈہ کھینچے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا۔

"مشکل سے آتی تو ہے بیٹنگ کی ننگو کے بعد انویم نے وہاں سے حرکت کی اور پھر انہوں نے ایک ایک پر حار لنگے لگتے سے روانہ ہوتے دیکھ۔ سلطان نے فوراً ہی اپنے ایک آوی کو اس کے نقاب کے احکامات دے ڈالے۔ اس کھنڈے کے بعد آدھا کھنڈا چرے گزر گیا۔ انویم کے نقاب میں ہانپنے والے سلطان کے ساتھی نے اس دوران میں انہیں رپورٹ پیش کر دی تھی۔

"انویم یہاں سے سیدھا باہر نکل گیا ہے۔ وہاں اس کا ناکائی اپنے منٹ ہیں اور ان کی حالت خاصی شراب پیٹی ہو چکی ہے۔ ایک طرح سے ڈاکٹر نے انہیں جراب دے دیا ہے۔" ساتھی کی رپورٹ نے انہیں انویم کی اچانک روانگی کی اہمیت کا گواہ دیا۔

"پتا نہیں کتاب بھی بیٹنگ روم میں ہے یا نہیں؟" بیٹنگ کے کار سلطان نے سوال اٹھا دیا۔

"میرے خیال میں تو وہ اب بھی ابھری موجود ہے۔" ساتھی صورت میں نہیں کوئی آواز ضرور سنائی دیتی۔" جاوید نے اپنے جھانکا اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ذرا مسکرائیں

لو کی ٹاوی پر اس کا پچھا مانتی جی جی کی کے پٹلا ہوا تھا۔ لوگوں نے پوچھا۔

"رولہا تم؟"

"نہیں میں بھی کامل میں ہر کیا تھا۔ کامل دیکھنے آ جاؤں۔" ساتھی نے رپورٹ کیا۔

☆☆☆

جی اپنے خاوند سے۔" کیا میں بھی آپ کے خواب میں آئی ہوں؟"

خاوند۔" کبھی نہیں۔"

جی۔" وہ کہاں؟"

خاوند۔" کبھی میں آیت ابھری پڑھ کر سوتا ہوں۔"

☆☆☆

انڈیا میں سردار کے جلا سے پر سرداری روئے ہوئے۔" دستوں اوٹھے لڑکھا کتے ناچ رہا ہے نا، جیسے کتے اور پائی، جیسے آواز دے رہی۔"

پتا اپنی ماں سے۔" گور سے باہر کتا تو نہیں نر گیا؟"

☆☆☆

آوی۔ سردار جی آج تم سے میری بیوی کو کھانے ہونے دیکھا۔"

سردار۔" کتے، کہنے، جیسے شرم نہیں آتی؟"

آوی۔" تم میری شہنا رہے تھے اور وہ بڑک پر جا رہی تھی۔"

☆☆☆

ڈاکٹر سردار سے۔" آپ کو کتے کا پھلکا نظر نہیں آتا؟ آپ کھیل گئے؟"

سردار۔" ہم پاپس رکھ کے دیکھ رہا تھا کہ چھلکے میں کیا تو نہیں ہے۔"

☆☆☆

ڈاکٹر سردار سے۔" کتا بھوکہ ہے۔"

سار۔" چاہ میں بہت فریب آ رہی ہوں۔"

ڈاکٹر۔" تم مجھ سے بھی فریب ہی جڑو تالی پتول دکھا کے لوگوں کو لوت رہے ہیں۔"

☆☆☆

سردار کالی دی شراب ہو گیا۔ اور یہ تھا۔ کھینک کے پاس نہیں لے جا سکتا تھا۔ اس نے لی خود کھو تو سردار ہوا پوچھا۔

"نی دی کیسے چٹا کھاتا تو مر پڑا ہے۔" سردار نے سہ ساحت کیا۔

(آخر ماس خراج کے کور والے سے پچھو)

"ساروں کیل کو کہتا رہا ہے مٹا ہے اس لیے کسی خیزو کیا ہے۔ ویسے بھی جاہد کا کہنا ہے کہ اس کا شمارات بھرگی جان کر رہتا ہے اور مشکل سے ایک دو پار جا سکتا ہے۔ اگر آج بھی یہ خوش خیزو رہتا رہتا ہمارا بھلا ہو جائے گا۔ کیونکہ میرے خیال میں انویسٹمنٹی ایریا میں ہی جہاں سے کیا ہے۔ اسے بالکل بھی ڈانٹیں رہا ہوگا کہ کسی کے ذمے کتے کو بیٹھ روم سے باہر نکلنے کا کام لادے۔" سلمان کے لیے میں ایک امید کر لی۔ اسی وقت انہوں نے ایک گاڑی لنگھ کی طرف آتے دیکھی۔ یہ بالکل سے والی کی فکس تھی۔ چرکیہ اور نے گاڑی دیکھتے ہی تیزی سے نکلے گا ٹینٹ کھول دیا۔ گاڑی اندر چلی گئی۔ نکلے میں موجود افراد میں سے ایک نے اس کا استقبال کیا اور اپنے ساتھ لے کر اندر چلا گیا۔ کتے کے ساتھ پروف بیٹنگ روم میں سوتے ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ لوگ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سننے سے محروم رہے۔ فکس کے بعد چند سطروں کے وقت سے نکلے گاڑی اور چرہ نکلے میں کچھ اور سامنی سے اس کے ساتھ پارک میں آ گئیں۔ وہ دونوں جس زاویے سے بیٹھے تھے ان کی طرف سے تھے۔ اس سے یہ دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ گاڑیوں چلانے والے کون ہیں۔ وہ بس اسی وقت ان کی صورت دیکھتے تھے جب گاڑی سے اتارنے کے بعد نکلے میں ان کا استقبال کیا جاتا تھا۔ آخری گاڑی میں ایک اور چکر عورت وہاں نکلی۔ جاہد بھی اس کا چہرہ دیکھ کر سانس لیا لیکن وہ توری طور پر اسے شناخت نہیں کر سکا اور وہ چند سیکنڈ ہی باہر رکتے کے بعد اندر چلی گئی۔

اس کے اندر جانے کے بعد کچھ دیر کے لیے وہ بالکل تاریکی میں بیٹھے گئے کیونکہ اب تو کچھ دکھائی دیتا تھا اور تھی سٹی لیکن بھرکان سے گئے آئے میں بجلی آواز سٹی وی تو وہ دونوں ہی خوش ہو گئے۔ اس آواز کے سٹی وی دینے کا مطلب تھا کہ تین ہنز بیٹنگ روم میں ساڑھے چار بجے اور وہاں ہونے والی گفتگو سن سکتے ہیں۔ وہ دم ساڑھے بیٹنگ کے باقاعدہ آواز کا انکار کرنے گئے جس کے لیے انہیں زیادہ زحمت نہیں دکھائی پڑی اور وہ کی بیٹو ہانے کے بعد کسی نے سمجھ لے میں یہاں شروع کر دیا۔

"آپ سب جانتے ہیں کہ یہ بیٹنگ کس دن اور کس کی تھی ہے۔ ہم برسوں سے یہاں کام کر رہے ہیں اور جن برسوں میں کئی بار ہمیں اتار چڑھاؤ کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن کچھ عرصے سے تو حالات اتار سے لیے بہت ہی خراب ہو گئے ہیں اور ہمیں کئی بڑے نقصان اٹھانا پڑے ہیں۔ پاکستان میں

ہمارا بیٹنگ کیسب تھو ہوا اور اب نوادش ملی کی کوئی کی تھی سے خواجہ سراؤں کی مدد سے بنائے گئے سینٹ آپ کو خاصا نقصان پہنچا، مساجد سیٹروں میں بھی کوئی گویا ہو چکی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے لیے کام کرنے والی ایک لڑکی عالیہ کی وجہ سے ہمیں خاصا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ خیر نہیں کیے اور دشمنوں کے کیسب سے جانی ہے اور اس کے دھوکے کی وجہ سے ہمیں اپنے فائنل ونک کے انہم روز سے ہاتھ دھونا پڑا ہے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہماری جانی بچانی عمومی ایجنسیوں کے علاوہ بھی کوئی خفیہ ایجنسی ایسا ہے جو ہمارے مخالف کام کر رہی ہے اور اس سلسلے میں ہمارے سامنے جرائم تریخ نام سے دو گروہ کرمل ہیں۔ ہم اپنے سوز سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ آج کل کرمل توجہ پڑی میں اوستے ہیں۔ ہمارے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا ہے کہ کرمل کو وہاں سے ہٹا کر لیا جائے اور اس سے ہماری شناختیں حاصل کی جائے۔" انہوں نے منسوب سے مسخمانے تیار کر لیا ہے۔ یہاں منسوب آپ لوگوں کے سامنے دیکھیں گی تاکہ اگر اس میں کوئی خالی ہوتو دور کر لی جائے۔ پلیر مضمینا اپنا منسوب سب کے سامنے جان کر وہ "بھیر مراد آواز بلند ہوئی تو انہیں ایک زارت آواز سٹی وی دینے لگا۔ ہونے والی کے لیے سے ظاہر تھا کہ وہ خاصی سخت طبیعت کی مالک ہے۔ اس کے لہجے کی ہی طرح اس کا منسوب بھی سخت خطرناک تھا۔ جاہد بھی اسے یہ بھی یاد رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی یاد آ گیا کہ قاسم سمون ہونے والی صورت و آخر یا یا لی ماں مضمینا بھڑک رہی ہے۔ یہ صورت بہت ہی دلچسپ ہے لیکن پہلے ہی مطلب کی گئی چنانچہ اس کی جہاں موجودگی کا جان کر وہ خاصا نچر جوش ہو گیا تھا۔ ان کے ہر پارڈ کے مطابق یہ صورت دخلی اہمیت تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ماسوا کے لیے بھی کام کر رہی تھی بلکہ اس کی عقلی وقادری تو ماسوا کے ساتھ ہی تھی لیکن وہ اس کے ساتھ بھی ملتی اس لیے جملہ رسی تھی کہ متعدد تو دونوں کا ایک ہی تھا۔ پاکستان کو نقصان پہنچا اور یہاں کے حالات کو اس کی نگاہ سے لے جانا جہاں کچھ کر رہا ہے وہ پاکستان کا نام و نشان بھٹا آسان ہو جائے۔

"ہم کرمل توجہ کی روشنی کو مسلسل دیکھ کر رہے ہیں اور میں نے سوچا ہے کہ کرمل کو جس روز کو ٹیپ کیا جائے گا، اس روز آؤ سے کھیلے پہلے جتا پاکستان بھی تیار کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں بھی سارا ہوم ورک کر لیا گیا ہے۔ البتہ منسوب کو ہر طرح کی خالی سے پاک رکھنے کے لیے

اسے بھی میں آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں۔ آپ میں سے ہر بھی چاہے اپنی رائے دے سکتا ہے۔" وہ لوگ اپنے ایک منسوب سے کو انہیں میں دیکھ کر گئے۔ ان کی یہ باتیں سن کر جاہد پر اور مسلمان دونوں ہی کے چہرے میں مسخمانے ہو رہے تھے۔

لیکن ان کے دشمن کو بے شمار نقصانات پہنچانے کے بعد اب ان سے ایک ایسی یادگار بھی لیجا چاہتا تھا جس کے جسٹے میں پاک سرزمین کے ہر بچے کو نہایت اثر سے یہ بتایا جاتا تھا کہ یہ چار مہینے اس مقام پر خیر کیا گیا ہے جہاں 23 مئی 1940ء کو ہندو اور پاکستان منظور ہوئی تھی۔ انہوں نے نہایت خیانت سے بڑی گہری چال سوچی تھی۔ ایک طرف وہ اپنے نظام کی آگ بجھانا چاہتے تھے تو دوسری طرف قوم کو گھبراہٹ سے دوچار کرنے والے تھے جو انہیں نکلے کر مل کر رہے۔ ان حالات میں ان کے لیے کرمل توجہ کے خلاف ایک ذمہ دار مہاش پر عمل کرنا آسان ہو جاتا۔

"میری ایک تجویز ہے منسوب ایسا ہے کہ جہاز اگلے دن کے علاوہ بھی دوسری جہازوں پر جاسٹ کریں۔ دوسری جہازوں کو وہ جیسٹین جہاز کی طرح ہی اہم ہوں لیکن ہونی چاہتی ہیں ہی چاہے تاکہ زیادہ سے زیادہ ہلائیں ہوں اور ہر ایک لڑا لے۔" ایک تدریے ہر ایک آواز والے نے اپنی سختی سے تجویز پیش کی جو مضمینا کو بہت پسند آئی اور اس نے اس پر عمل کی منظوری دینے سے توجہ دینے والے کو گہری نظر دے دیا کہ وہ اپنی کرائی میں جتے چاہے وہ کام انجام تک پہنچا دے۔ سازشوں کے اس نولے کی بیٹنگ کی تھی چند باتوں کے بعد اختتامی مرحلے میں داخل ہو گئی۔

جہاں اور مسلمان نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور ساتھ ساتھ اپنے ہاتھوں کو ہدایت دینے لگے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ بیٹنگ کے لیے آئے والے چاروں اہم افراد کو نکلے سے دور جا کر ٹھہرا چاہتے تھے کیونکہ نکلے میں جو خفیہ ایجنٹ تھے وہ ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ وہ اپنی اپنی فورس کے ساتھ ہی نکلے پر چڑھائی کر کے کامیابی حاصل کر سکتے تھے لیکن اس میں بھی خفیہ طور پر کھیلنے کے لیے مسخمانے سرکردہ افراد میں سے کسی کی جان تپ چلی جائے۔ ان کے لیے ان افراد کی ہدایت سے زیادہ انہیں زندہ کرنا اور ان کو دوسروں سے ہٹا دینی چھوٹی گنجیوں سے تو بعد میں بہت ہی مشکل تھا۔

"میں مضمینا کے پیچھے جاؤں گا تم فکس والے سے گفتگو اس کے علاوہ اور خیر ہی سے کہہ دو کہ 11111111

مشہورہ

مشہور اور بھری طر نے ایک مرتبہ جس لڑکی سے بیوں کا جنس کیا۔ گاس لواتے ہوئے اس نے دکان دار سے پوچھا۔ "تم دن بھر کتے بیوں کا جنس لڑو کتے کر لیتے ہو؟"

"تقریباً ایک مہینوں کا۔" دکان دار نے بتایا۔

"تھیں ایک مشورہ دیا ہوں جس پر عمل کر کے تم تقریباً آدھے مہینوں کا جنس کر سکتے ہو۔" بھری نے کہا۔

"وہ کچھ جناب؟" دکان دار نے جس سے پوچھا۔

"گاس پورا ہر کر دیا کرو۔"

(ملی کامران کی کتاب گدگدہ لطف سے اقتباس) (کاتب دانش بے، من ابدال)

کے گردب میں باقی دونوں سے سٹہ لیں۔" وہ جس عمارت کے ایک کھڑے نکلے کی گرائی کر رہے تھے اب اس کی پارک میں کچھ کچھ تھے۔ پارک میں کچھ کر اس نے مسلمان سے کہا اور لپک کر اپنی ہانگ پر سارا ہو گیا۔ یوں تو وہ زیادہ تر گاڑی کا استعمال کرتا تھا لیکن یہاں آتے ہوئے گاڑی ہیڈ کوارٹر میں چھوڑ کر بطور خاص بائیکس پر آیا تھا۔ وہ یہاں والی پر ساری یوں تو خود ہی خطرناک تھی لیکن اپنی رفتار اور بیٹنگ کے دشمن آسانی سے جگہ بنا کر نکل جانے کے باعث قاسم بہت ہی تنگ رہا۔

"نکلے سے ان لوگوں کی روانگی شروع ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے فکس والا نکلے سے اور اس کا رگ ملاتے سے باہر کی طرف ہی ہے۔" وہ دونوں اپنی اپنی ساریوں کو اشارت کر کے پارک سے باہر نکل رہے تھے جب گرائی کرنے والوں میں سے کسی نے اطلاع دی۔ ان دونوں ہی نے اپنے اپنے آپریشن پر اطلاع دی۔

"جانے دو، کسی کو بالکل بھی پھیلنے کی ضرورت نہیں ہے۔" جاہد بھی نے سختی سے حکم دیا جس پر چاروں نکلے کی کیا کیا اور ایک ایک کر کے اپنی چاروں ہی کی روانگی اطلاع دی گئی۔ ان کے لیے ضروری نہیں تھا کہ وہ نکلے کے ٹینٹ سے ہی تھا یہ شروع کر دیں کیونکہ اس پر اطلاع سے میں وہاں تک پہنچنے کے لیے ایک ہی راستہ تھا۔ جاہد بھی نے بھی مضمینا کی گرسک کو چھوڑ دی اپنا لیکن اس سے پھیل چھاڑ کے

بغیر خصوص قائلے سے ٹریک کے ازدحام میں اسی طرح اپنی بائیک چلا تا رہا جیسے بہت سے دیگر لوگوں کی طرح وہ بھی ایک غیر حوصلہ شکنی ہو۔ راستے میں ہی اس نے ہیڈ کوارٹر رولڈ کر کے اب تک کی رپورٹ پڑھی کرنے کے ساتھ ساتھ نظری کی درخواست کردی کیونکہ لکھنے کو پتہ کرنے کے لیے ان کو زیادہ اطرازی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ اسے اس سلسلے میں کئی وعدے دی گئی۔

"بھرا ہوا یہاں سے دور نہیں کیا ہے اور ملائے کے ہی ایک دوسرے ٹکٹے میں بٹکی گیا ہے۔" سٹھیا کا حلقہ کرتے ہوئے اسے اپنے آپ میں پر غم کی آواز سنائی دی۔ یہاں آئے ہوئے وہ اس بات کا بندوبست کر کے آئے تھے کہ ایک دوسرے سے مشکل رہا بیٹے میں رہتا۔

"ٹھیک ہے، لی الحال اسے مت بھگدو اور باہری رو کر گرائی کرو۔ اس کا بند میں بندوبست کر لیں گے۔" اس نے غم کی وہ بات دی اور بہت سی دوسری گاڑیوں کے ساتھ اس روڈ پر گاڑیوں کا سٹھیا نے رخ کیا تھا۔ روڈ آگے جا کر کئی شاخوں میں تقسیم ہو رہا تھا۔ سٹھیا نے اپنی گاڑی دائیں بائیں جانے والے راستوں میں سے کسی طرف سونٹنے کے بجائے بائیں سیدھے میں موجود روڈ پر چڑھا دی۔ ٹریک کے حصوں میں تقسیم ہوجانے کے باعث یہاں پر زیادہ ٹریک نہیں تھا۔ چار پہلی کوئی ایسی ہی گاڑی نکلی تھی۔ اس نے پینڈم... ہی اپنی بائیک کی رفتار تیزی کی اور سٹھیا کی سوک کے قریب سے اس طرح ٹھوڑی سے لے گیا جیسے عوامی گاڑیوں کی طرح قانون اور اندر کو اور اٹھا حصور ہو۔ آگے جا کر اس نے ایک تماشہ اور کیا اور بگاڑے ہوئے ٹرولر کے حلقہ میں گاڑیوں کی طرح دونوں بیٹھنے پر سے اچھا اٹھا کر گاڑی چلانے لگا۔ اس کی ان حرکتوں کے باعث ٹھنکی ہی نہیں تھا کہ سٹھیا اس کی طرف حیرت نہ ہوئی۔ وہ روز روز سے اپنی گاڑی کا بدن بجانے کی

ساتھ نہیں آیا تھا ہون گاڑی رکھتے رکھتے بھی اسے تیار داتی۔ گاڑی رکھنے کے بعد ٹھنکی میں بھری ہوئی سٹھیا باز لگی۔ وہاں ٹریک میں سے بھی ایک دو اطرا نے اپنی گاڑیاں روک لی تھیں اور پچھ کرے ہوئے چار پہلی کا چاکر لہا رہے تھے۔

"تیس ایکٹیفٹ میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ نسبی اس کی ہی تھی۔ یہ کتنی سوک پر گرجا دکھانے کی کوشش کر رہا تھا۔" ٹھنکی اور چار پہلی میں جھگڑا سٹھیا نے فتح کر اپنی صفائی ویش کی تیس سے کسی کو اندر نہیں ہو سکتا تھا لیکن وہ اس جو ان کے لیے بھی تشریح میں جاتا تھے بڑی حالت میں چڑا کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے سیدھا آپ کی لٹلی نہیں ہے لیکن اسے اسپتال تولے ہانا ہی چڑے گا۔" ایک شخص نے افسانیت کا ثبوت دیتے ہوئے اشارہ کرتی کیا۔

"تیس اسے اسپتال لے کر جاؤں گی تو پولیس والے میرے پیچھے پڑ جائیں گے۔" وہ تڑپا تڑپا لگا رہی۔ یہ بھی ایک ایسی صورت تھی کے اشارے پر بھاگنے سے کہ وہ اپنی جان سے بچنا چاہتی تھی۔ وہ تو بس انتظار ہی مل کے طور پر وہاں رک گئی تھی اور اب لوگوں کی ادب سے کھینچی ہوئی تھی۔

"آپ مجھے اسپتال لے نہیں۔ میں آپ کے خلاف کوئی بیان نہیں دوں گا۔" ڈبھی چار پہلی نے کہا کہ اس سے اتنے مائی تو اس کے پاس کوئی بند نہیں رہا۔

"ابھی بلا گئے میں چڑکی ہے۔" لوگوں کے چہرے پائی کو سہارا دے کر گاڑی میں بٹھانے تک وہ بیڑا بیڑی ہی۔ اس کا بس نہیں چلی رہا تھا کہ اسے اپنی گاڑی کے لیے چیل کر وہاں سے روانہ ہو جائے۔

"آپ آتی بارش نہیں۔ اسپتال کاش میں خود آ کروں گا۔" چار پہلی نے کچھ چوانے والے اعزاز میں سے کھلی دی۔ ایک ڈبھی شخص کا یہ اعزاز دیکھ کر وہ کچھ چونک کر بیٹھ گیا اب تو گاڑی اس قدر تڑپ کر کے چلا ہی چکی تھی چنا چوب۔ کچھ خاموشی سے اسی راہ کرتی رہی۔

"کون ہوتی؟" سوال کرتے ہوئے اس کا ہاتھ تیزی سے لٹکنی بڑی کی طرف بڑھا۔

"ابھی ہوں، انکی کوئی لٹلی مت کرنا سوسٹھیا جھولے اور نہ چھارہ یہ طرح طرح کی ڈائیز سے روگے ہوں وہاں سلامت نہیں رہے گا۔" چار پہلی نے اس سے زیادہ بات ہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ٹھنکی اس کی کھ پڑی سے لگا دیا۔

"تو تم جان کر میری گاڑی کے آگے آئے تھے... وہ بھی اس وقت جب ہم ایک ٹھنکی اور پر سفر کر رہے تھے؟" وہ وقت صاحب ہی البتہ کچھ میں خوف کا کوئی منتر نہیں تھا۔

"تیس میں اپنا تک ہی اس بائیک پان کے لیے دل چاہا اور کھینچی بھارت ہوئی۔ میں اپنی ٹھنکی مارا بائیک سے تمہاری اس آرام و گاڑی میں شلت ہو گیا۔" وہاں بھی قاطعی وہ اپنے جان تھا اور تکی پر تھا کہ اپنی اس عجیب و غریب حرکت کے نتیجے میں اسے اتنی طور پر تیار ہونے کے باوجود خاموشی چھٹی

کئی کئی گھنٹے تک شلت ساتو ہوا تھا تا لیکن یہ بھی سوچا کہ کوئی شخص انکی حرمت کیوں کر سے گا۔ پھر حال اب یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو اور خود تمہارا حلق کس ادارے سے ہے؟" وہ زبردست خود اعتمادی کا مظاہرہ کر رہی تھی اور ابھی تک اس کے اعزاز میں کوئی کھیرا ہٹ یا پھلکا ہٹ پھرا نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے جتنی اسپتال کے ساتھ ہی پر سے سکھنے سے اسی راہ تک کر رہی تھی۔

"نی الحال تو میں نہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ وہاں بھی کئی کئی گھنٹے اپنے دونوں سوالوں کے جواب میں چاہتا تھا۔" وہ سٹھیا سے ٹھنکی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے رہے تھے۔ کھلی بار ڈائیز کے ٹکٹے کاٹنے سے ٹھنکی کے کسی کی کوشش کرنے کے بعد اس نے چھوڑا کوئی حرکت نہیں کی تھی۔

"اور ہلے میں تم مجھ سے اپنے بہت سے سوالوں کے جواب چاہو گے..." اس کا بوجھ مختصر تھا۔ ساتھ ہی وہ اپنی جھالت سے اسی راہ تک کر رہی تھی۔ ابھی تک چار پہلی نے اسے اس سلسلے میں کوئی ہدایت نہیں دی تھی چنا چوب وہ اپنی حرکت سے سہمی گاڑی اور اپنی چار پہلی تھی۔

"یہ جہاں سے لیٹ لے لو۔" ایک چھوڑے پر کھلی چار پہلی نے اسے کوئی ہدایت دی لیکن اس نے اپنی کئی کر... تم نے سنا نہیں کہ میں نے کیا کہا؟" چار پہلی اس

بائیک لازم ہے۔" اپنی تو بھری مری ہے۔ تم کیوں بلان اور ہے؟" "خام۔" "جب اب میں ۱۱۱۱۱۱ نی کر کس کا نام لگاؤں گا؟"

بھرائی نے جتنا سوچا کو دچے ہوئے کہا۔ "اسے مرمت کرو۔"

سوچتا جرتے کو بار بار پانی کے قب میں اڑانے لگا۔ شاہ پور انڈیم کر رہا تھا۔ بھرائی پک پک کر رہا۔ "میں نے تمہیں جتا مرمت کرنے کے لیے دیا ہے۔ تیرا کی کھانے کے لیے نہیں۔"

ایک صاحب ایک رومانے کے اپنے پڑتے مگر کچھ دھوکے بنا پر رسال بند ہو گیا۔ انھیں ایک ٹھنکی میں ٹھنکی لڑکی کی تھی۔ ایک دن ایک بائیک کھو رہے میں جن نظر آیا۔ اس نے آکر ٹھنکی سے ٹھنکی کی۔ انہوں نے آرام سے جھاپ دیا۔ "کوئی بات نہیں، معمولی کتابت کی لٹلی ہے۔ ہر کی کچھ شین پڑ گیا ہے۔" (ریاض بہت حسن اچھا)

کی کھ پڑی پر ٹھنکی کا دوا دینا چاہتے ہوئے اطرا۔ "میں صرف اپنی مرضی کرنے کی عادی ہوں۔" اس نے ڈرا بھی مرعب ہوئے بھر جواب دیا تو چار پہلی کو کھلی بار احساس ہوا کہ اس نے چڑی مشکل شے کو پھینک کرنے کی ذمے داری اچھے سر لے لی ہے۔

"سر پر بھی ٹھنکی کی نال کے باوجود اگر کوئی ٹھنکی اپنی مرضی کرنے کی کوشش کرے تو اس کے سوا کچھ نہیں کھجا جا سکتا کہ ایسا ٹھنکی خود ہی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔" وہ ڈرا جھلکا ہٹ کا ڈرا ہوا۔

"وہ تو کوئی جھاری حرکت کے بارے میں بھی کہہ سکتا ہے لیکن دیکھو تم کی سلامت بیٹھے ہو۔" وہ اس طرح مسکرا کر بولی جیسے اس کا مقابل کوئی تھا کچھ اور وہ اس کی کیفیت سے پوری طرح لطف اٹھا رہی ہو۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ اب جو سوز آئے گا وہاں سے پھرنے لے لھاؤ نہ میں تمہارا ساتھ بہت برا سوک کروں گا۔" سٹھیا کی مسکراہٹ نے اسے حیرت تیار دیا اور وہ پہلے

سے زیادہ بھلا کر اسے دیکھ کر دینے لگا۔

”بھلا سلوک تو تم میرے ساتھ کسی صورت نہیں کر سکتے بلکہ اگر میں تمہاری بات مان کر شرافت سے تمہارے ساتھ جانے پر راضی ہو گئی تو میرے ساتھ جتنی طور پر بہت بُرا سلوک ہو گا اور میرے اس صدمے میں میں زیادہ دکھ و پریشانی برداشت کرنے کی اہل نہیں ہو سکتی اس لیے بھرتے کہ میں وہی کروں جو میں خود سب کچھ کرتی ہوں۔“ اس نے اطمینان سے جواب دیا اور گاڑی ایک اور لٹائی اور پرچہ حادی سے چلا دی اور اسے اس ہوا کہ وہ اس کے سامنے بیٹھیں۔ جو کچھ سامنے سے نہار ہوا اسے ہر گھنٹے سے دیکھا جا سکتا ہے۔

”لو کے برائے، بیکر ہم دونوں ہی ایک ساتھ ادا رہتے ہیں۔ اپنے اس آخری سفر کو تم عالم کا نام بھی یاد رکھو گے۔“ بھر پور اطمینان کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے کیم حادی کی اینٹرنک موز دیا۔ گاڑی زور اور دھماکے سے لٹائی اور وہ آگے چلتی چلتے سے گھرائی اور اسے توڑتی ہوئی پیچھے کی طرف کرنے لگی۔

یہ جاوید علی کی زندگی کا خوفناک لیکن شاید سب سے خوش قسمت وقت تھا، گاڑی پیچھے جا کر گرنے کے بجائے ٹکے میں ہی اٹک گئی۔ سٹیج پر سب سے پہلے نہیں ہانڈرنگ کی جی چانچہ دن اور کین کو توڑتی ہوئی پیچھے رواں کریک کے درمیان جا گری۔ جاوید علی نے اگر ڈراما تک سٹیج کی پشت کاہ کو نہ قائم کیا ہوتا تو شاید اس کا بھی یہی انجام ہوتا۔ اب بھی وہ تاسے خطرے میں تھا۔ ٹکے سے بھولتی گاڑی کسی بھی لمحے پیچھے ٹک سکتی تھی اس لیے سٹیج کی گھر چھوڑ کر وہ سب سے پہلے اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنے لگا۔

سب سے پہلے اس نے گاڑی کے دروازوں پر قسمت آزمائی کی لیکن دروازے سے ٹاک ہو چکے تھے۔ اب اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا کہ وہ شیشے توڑ دے لیکن اس کے لیے بھی اسے اپنے ہاتھوں سے ہی کام لینا پڑا۔ مائل تو پہلے ہی ہٹا گئے تھے اس کے ہاتھ سے ٹک چکا تھا۔ اس نے فیصلہ کرنے میں ادا رہیں کی کارروائی کا ہاتھ کا زور دیا۔ گھولنا مار کر ایک جانب کا شیشہ توڑ دیا۔ اسی وقت اسے اوپر سے جھانکنے اور چرے سے نظر آنے۔ یہ یقیناً وہ چشم دید گواہ تھے جنہوں نے حادثہ ہونے دیکھا تھا اور اب یہ قسمت گاڑی کے سواروں کا حال جاننے کے لیے پیچھے جھانک رہے تھے۔ راستہ بوری گئی اس کے باوجود ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک بڑے شرمیلے لڑکے کا زور باطل ہی ٹوٹ جائے۔ ٹی کے اوپر اور پیچھے سے مسلسل گانڑیاں گزر رہی تھیں۔

”میرا ہاتھ بڑا بھاری صاحب!“ جاوید علی کو اپنی طرف دیکھتا ہوا کہ ان میں سے ایک نے اسے کہا۔ جاوید علی نے فوراً اس کا زور ہاتھ ہاتھ تمام کیا۔ وہ اسے اوپر اٹھنے میں مدد دینے لگا جبکہ دوسرے شخص نے اپنے سامنے کی کرسیوں سے قائم رکھا تھا کہ کہیں وہ خود زور کی وجہ سے اہت نہ بیچے۔ جاگے۔ چند لمحوں کی گزشتگی کے بعد جاوید علی موت کے منہ سے نکلے میں کا صاب ہو گیا۔

”شاہد آپ کا سامنی...“ اسے گاڑی سے نکلے میں مدد دینے والے شخص نے پیچھے رک جانے والے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی طور پر وہ اٹھا تو نہیں لگا سکا تھا۔ جاوید نے کاٹھار ہونے والا کوئی مرد نہیں بلکہ عورت ہے۔ اس کے اشارے پر جاوید علی نے ٹی سے بھاگ کر پیچھے دیکھ کر اپنی باندھی سے ٹکر کر کسی کا پتلا دیکھنے ہی حال تھا اور وہ تو اس کی گاڑیوں کے پیچھے بھی چلی گئی ہو گی جیسی کشت کے لٹوڑے کی صورت اس زمین پر پڑی تھی جسے اس نے ساری زندگی بربادی کرنے کی کوشش کی تھی مگر بھلا اسے اس زمین پر مان کیوں تھی؟



رست تقریباً اصل جگہ تھی اور امیدوار ہر چہوٹے کو تھا۔ اطمینان کے چہرے پر بھگتے تھیں جی جگہ جاوید علی اس کے سامنے سر جھکا کر بیٹھا تھا۔ اس کے جسم کے ٹکے مسوں یا ہونے بڑے زخم موجود تھے تاہم کوئی بھی زخم زیادہ خطرناک نہیں تھا اور وہ معمولی آریک کے بعد چہان سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ جاوید نے کے بھر کھینچنے والی پٹیس سے جان بچا کر نکلنے کے لیے اپنے ادارے کے سربراہ کو استعمال کرنا پڑا تھا اور وہ ڈیپان کی طرف سے بٹھے والے کم کی وجہ سے سیدھا جاوید کو لڑ پھینکا تھا۔

”تم سے اس طرح کی حرکت کی امید نہیں تھی۔ جرات مندی اور مہمت میں فرق ہوتا ہے۔ سبے وقت ہم اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے ہر وقت جان کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے ہیں لیکن تمہاری تربیت میں خود بھی فی تربیت تو ہمیں بھی شامل نہیں ہے۔ میں نے یہ بتا دیا ہے تم پر کیا ہے لیکن اس بار تم نے مجھے بہت باہیں کیا ہے جاوید...“ ڈیپان کے لہجے میں دبا دبا ہوا غصہ اور سوس تھا۔

”سوری میں اس خود غرض نہ ہوں کہ میں سٹیج کو زور دیا ہوں لانے میں کا صاب نہیں ہو سکا۔“ ”میں اس وجہ سے تم سے ناراض نہیں ہوں۔“ ڈیپان نے فوراً اسے ٹوک دیا۔ ”مجھے تمہارے طریقہ کار سے

خوف ہے۔ تم نے کس امتحان یا آزمائش میں اس تک رسائی کی کوشش کی تھی؟ امتحان سے کی ذرا سی گنتی سے تم خود موت کے منہ میں جا چکے تھے۔“

”ہیں یہ اس وقت پتا نہیں کہیں سے وہ زمین میں جا چکا ہے آئی گئی۔“ اس نے بائیں ہاتھ اپنی گنتی کا اعتراف کیا۔ ”۲۰۰ حصہ تم اپنی گنتی نہیں کرو گے۔“ ڈیپان نے سٹیج کی۔

”اوہ سر۔“ اس نے فوراً ہی بھر لینے میں ہی بہت

”جاؤ جا کر ریٹ کرو۔ دوسرے لوگ باقی معاملات دیکھیں گے۔“ خلاف توقع ڈیپان نے آسانی سے اس کی کھڑکی ڈالی۔ وہ فوراً ہی وہاں سے اٹھ کھڑا اور زلموں اور اس سے چھرا اس کا جسم آرام کا خواہش مند تھا لیکن وہ سٹیج پر چل جانے کی طرف اس کو سکان سے نہیں ہوسکتا تھا۔ یہی سٹیج پر نہیں اہم بھروسے کے ہاتھ دآنے کا کام اسے ہے کہ وہ باقی رہے۔ دل ہی دل میں وہ یہی اعتراف کر رہا تھا کہ وہ اس طرح موت نے اپنے اطمینان ہونے کا حق ادا کر دیا تھا۔ سٹیج پر وہ اس طرح دکھائی داری جی جی کہ ان سے وہی گنتی لیکن ایسا سوچ نہیں آئے دیا تھا کہ کوئی اس سے کھڑکی چکے اور گناہ کے۔ وہ بہت چل چل کر برسوں امتحان میں رہی تھی اور خود کو ایک ایسی موت کے حوالے کر لیا تھا جس نے اس کی تلاش تک کو کا کا شایستگی ہو رہی تھا۔ ”کسی طبیعت ہے یا یہاں نہیں کہیں آگے۔ ریٹ کر لیتے۔“ وہ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر احمد داخل ہوا تو اس نے اسے دیکھ کر کہا۔

”طبیعت تو میرا صاحب نے بالکل صاف کر دی ہے۔ یہ ہلاک کر لیا۔“ اس نے سٹیج پر اپنی مسکراہٹ کے ساتھ

”صاحب! وہ اور فوراً ہی اپنے مطلب پر بھی آ گیا۔ ”مجھے تو کھینچ کر دیا گیا تھا۔ وہاں بھاری اٹھ اور اس کا خود غرض موجود تھا۔ آدمیوں کی بھی ایسی خاصیت تھی کہ وہ اپنی بی بی نے خود وہاں کارروائی کرنے کے لیے ڈیپان کو زور دیا اور ہلاک ہو گئے تھے۔ جو خود سے بہت بچے تھے اور ڈیپان کی کسوتی میں ہی ہیں اور وہ لوگ خود ان سے کھینچ گئے۔“

”میں نہیں کا کیا ہوا جن کا تم، راشد اور نیری بیٹھا کھینچے تھے۔ میں تو اپنی جان کی بازی لگانے کے باوجود

کھڑکی میں سٹیج کو لانے میں کا صاب نہیں ہو سکا۔“ اس کے لہجے میں ادا کی گئی۔

”ہم بھی کوئی بڑا چیز نہیں مار سکتے۔ میں جس آدمی کا بیٹھا کر رہا تھا، اسے تعاقب کا اعتراف ہو گیا اور وہ مجھے ڈانٹ دے کر نکلے میں کا صاب ہو گیا۔ نیری بھی اس وجہ سے کام رہا کہ وہ مجھ پر تھا کہ اس کا ٹھکانہ اس ٹکے میں موجود ہے... جہاں وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے بیٹھا تھا لیکن وہاں یہ کہ وہ اور اس کا سامنی اس ٹکے کی گھرائی کرتے رہ گئے اور جب اس شخص کی گرفتاری کے لیے ٹکے پر پر لیا گیا تو اختلاف ہوا کہ وہ بھلا اندر سے ساتھ والے ٹکے سے بھاگا تھا اور نیری کا ٹھکانہ وہاں سے نکل کر فرار ہونے میں کا صاب ہو گیا۔ ہم چاروں میں صرف راشد اپنے میں سے ہانے والے بندے کو جہاں تک لانے میں کا صاب ہو سکا ہے لیکن یہ سٹیج سے اس شخص کو بھڑپ میں سر پر اسکا پوت آئی ہے کہ وہ مسلسل بے ہوش ہے۔ اسے اسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے اور ہم ہاتھ پر ہاتھ جڑے ہیں اس امید پر بیٹھے ہیں کہ وہ ہوش میں آجائے تو اس سے کچھ معلوم کیا جا سکے۔“ سلمان کی فرام کردہ مصلحت اس کے لیے خاصی باہیں کن تھیں۔ اپنی بھاگ دوڑ کے بعد بھی وہاں تک رہا تھا کہ کچھ ہاتھ نہ آیا ہو۔

سلمان کے سامنے اس نے اپنی اس باہیں کا اعتراف کر دیا۔ ”نیرا، لیکن جگہ بات نہیں ہے۔ اپنے وہ اہم افراد ہاتھ سے نکل جانے کے باعث زمین کو خاصا نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ وہ اپنے ایک اہم ٹھکانے سے محروم ہو گئے ہیں۔ اسٹے اور بارہوی مواد کے علاوہ ان کے بچے کام کرنے والے کئی غول خوار کاغذ زور نے بھی اپنی جان سے ہاتھ دھوئے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے اپنی بیٹنگ میں جو خطرناک سازشیں تیار کی تھیں، ہم ان سے واقف ہو گئے ہیں۔ اب ان کے لیے ممکن نہیں ہو گا کہ وہ اپنے ٹاک اراہوں میں کا صاب ہو سکیں۔ ہم کرئیں صاحب کی سٹیج پر اپنی کے ساتھ بیٹا پاکستان سمیت دیگر اہم مقامات کی سٹیج پر اپنی اضافہ کر کے سازشیں کو ناکامی کا منہ دیکھنے پر مجبور کر دیں گے۔ تم جرات باہیں ہو رہے ہو۔ یہ سوچ کر ہی خود کو مطمئن کر لو کہ ہم نے اپنی بھاگ دوڑ کے نتیجے میں تو ہم کو ایک عظیم مدد سے سے اور ہمارے ہانے سے بچایا ہے۔ اگر وہ خود اس بیٹا پاکستان کو کوئی نقصان پہنچا تو ہم شاید کبھی بھی خود کو صاف نہیں کر سکتے۔ سازش سامنے آنے کے نتیجے میں ہم کم از کم حقیقی اہم مقامات کو بچا رہنا ضروری ہے۔ انسانی کے حصے میں

ان تینوں کو کسی کی پر عمل ہی آواز مٹائی دی۔

آج بھر کوڑے لہتی اوقات سے زیادہ چوہہ حال ہوئی
جب ہی حال ہے۔ "جہاب میں دوسرا اتفاق اڑانے والے
انہاں میں ہوا۔

"نہیں یاد رکھ لے تو ابھی تک جب میں آرمے
سے زیادہ بڑا ہے۔ میں نے دو تین چنگیاں ہی لگائی ہیں لیکن
حال ایسا ہوتا ہے جیسے شراب کا آدم لیا گیا ہوں۔" پھلے
والے کے انداز میں ہے کسی بھی اور نظر نئے کے ہاں جو وہاں
تینوں کو اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ وہاں سے ٹک لگا کر کھڑا
ہوا گیا ہے۔

"میں تو جہاز میں کرسی پر بیٹھ کر کبھی کوئی چاہتا ہے لیکن
جہاز سے ڈر کر کم چپ ہے۔ اس کے سر بھی نے ایک بار بھر
اس کا مذاق اڑایا۔

"ہاں تو جیسے بیٹھے جہاز سے اتر رہی نہیں ہے۔ کچھ بتا
آج بھی کا دن کیسے اس کی سجا کرتے ہوئے تھا؟ اس نے
بیتے بھر کے کاموں کا اخیر تیری ہمائی کے دن کے بے حق
کر کے رکھا ہوا تھا؟" پر عمل آواز والے کی آواز کا پھل
پہن پگھلا کر بھی بڑھ گیا تھا لیکن وہ تھا غاسلا جو اس عالم میں
بھی اپنے سماج کی جڑی تھی کھائی پر عمل گیا تھا۔

"میری تھی مجھ سے بڑا پر ہم کرتی ہے یاد۔ اور اس
کے پر ہم کے بدلے اگر میں اس کا اور بھر کر کھال رکھا ہوں تو
اس میں کوئی برائی تو نہیں ہے۔" مذاق اڑانے والے کا لہجہ
اب بگھوٹا ہی ہو گیا۔

"یہ بھلا پر ہم سے کہہ دو تجھے ایک ہی چہا کر کے دینے
کو تیار نہیں... نئے بھر بھر کھرا جانے پر بھی تو سالی رہتی
ہے۔" پر عمل آواز والا اب اسے بھٹکے کو پتہ نہیں تھا۔

"بچی بھجوانے گا۔ کچھ چھو تو وہی خود بخود بیٹی تھی
تو اور اس کا جان و دل کیرا ایتنا نہیں کھتا اس پر بوجہ
دانے کو۔" اس نے بہت سے لہجے میں سالی پٹی کی۔

"کھال اے... مجھے ہے ڈاؤف بھجا ہے تو
نہ۔" پھلے والا پچھن کرنے کو پتہ نہیں تھا۔

"تو اس بات کو جانے اسے، کھال ہی کر سرتا سے
ہوتے ہیں کہ وہ چار کپ چاہتے بنا کر بھگائے تاکہ تیری سستی
ور ہو جائے۔" اس نے موضوع ٹھنڈی پر لیا۔

"اگر سالی ٹایا ہو گئے گھر سے کچھ کر سکتی ہے۔ کتنی
وہ سے فرمائی کر ہاں لیکن اگر کام ہی نہیں اٹھتی۔" پر عمل
آواز والے نے بھٹکانے ہوئے انداز میں جواب دیا۔
"ایک اور برائی کر لیتے ہیں تو کھال سے کھاس نام

چھوڑتا کہ کسی گزری کی صورت میں انہیں وہاں سے لوری طور
پر لگا کر گرا کر کھولا قائم تک پہنچا ہے۔ یہ صورت دیکھ دو
اس کی داہنی کے لیے سادیاں ۲۵۸۔ اور آج سے رخصت
ہو کر انہوں نے چرمٹ پر کھنٹ اور جن ولاز تک کا حاصل
بھی لے لیا۔ وہ سامنے کی طرف سے نہیں گئے تھے بلکہ
پہن گئی کی گاتھاب کیا تھا۔ وہ لاکھ وسیع علاقہ اس طرح
بھی لگی تھی کہ چاروں طرف سے اس کی کوئی بھی دیا کسی
سولی قمارت سے نہیں لی ہوئی تھی اور تن نہ کھڑا ہوا
مگر ہوا تھا۔

یہ گمراہ کے سماجی انہوں نے پہلے دن کے اطراف
پھر لگا: شروع کیا اور وہاں بھی ساڑھے گھوٹے ہوئے
علاقہ کے عقب میں کھنٹ گئے۔ کسی طرف ای۔ بہت نیا
بھلاہور بات بھی اس لیے وہاں سے اندر داخل ہونے کا
سالی ہی پتہ نہیں ہوتا تھا۔ وہ صرف یہ دیکھنے آئے تھے کہ
اس طرف کوئی پتہ سے اشارہ تو ہو سکتا ہے۔ ان کا وہاں کسی
سے سامنے نہیں ہوا اور وہ اگلیکان سے چلتے ہوئے بائیں
کا رخ پر کھنٹ گئے۔ ساڈھاں پر بولہ لڑکی بندھی گئی اور کوئی
کو کبھی لڑا کہ ان پر چھا چھا تھا لیکن انہیں یہ بھی معلوم تھا
کہ ان کا دیا اور ان پر ایسے خاردار تار لگے تھے جن میں کرت
پھنٹا ہے اور پھنٹتی ہی میں اللہ پر چھنے کی کوشش کرنے والا
ہوئی جان سے ہاتھ دھونے کے سوا کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔
انہیں حاصل شدہ معلومات کے مطابق فائیں اور بائیں
طرف بڑے خوب صورت پودوں پر کھنٹ بانٹا جتا ہے
گئے تھے اور ان بانٹ کے درمیان ہی کھنٹ مقامات پر کھنٹ
لگا ہوا پتہ اور پتہ رہے تھے کہ باغراض اگر کوئی برائی تار سے فٹا
کر لگا پودوں پہننے میں کامیاب ہو سکی جائے تو زخمی پتہ
کھنٹ کے۔ ان تینوں نے دیا پر کھنٹ لگا کر لگا جانے کی کوئی
کھنٹ نہیں کیا۔ چلتے چلتے کئے حالانکہ ان کی پشت پر
کھنٹ کے پتہ میں سیدھا سا مان موجود تھا جو ان تھنٹی علاقہات کا
لگا ہوا تھا کہ ان میں عمل چاڑھ لپے سے پہلے وہ کوئی بھی اقدام
کھنٹنے سے گریز میں تھے۔

تین تینوں میں اس وقت شہر یار سب سے آگے تھا۔
کھنٹ کے کھنٹ اور جن کھنٹ ہونے پر وہ علاقہ کے سامنے والے
کھنٹ کھنٹے اور ان کے ہونے کی آواز نے اسے ٹھنک کر
کھنٹ جانا سے پر بھڑ کر دیا۔ اس کے چپھے آتے سلو اور کلام بھی
کھنٹا تھا وہ اس رنگ تھے۔

"آج سالی نیند بہت آری ہے۔ ڈوبتی چوری کرنا
کھنٹا ہوا ہے۔" دیا سے چپک کر سانس روکے کھنٹ سے

کے حضور کو کھنٹا ہے ہونے تو سالی مدد کی ہائی بھی بہر ل۔
شہر یار کا حضور بہت سادہ تھا۔ اس نے جہاں احسان سے اسکی
لشرا اور وہ انکوائے کو کہا جو کسی کا شہر سب میں کھنٹا کر دی جائے
تو آری لوری طور پر چلا کر ہو بھلا بہت آہستہ اور اس کے
احصا سب کو کھنٹ کر کے۔

جہاں احسان نے اس کی فرمائش پر نہ صرف یہ ۱۱
مکوادی بھگا اپنے آدمیوں کے ذریعے ارہنن ولاز کے پتہ
کے پائی اور وہ سب میں شامل کرنے کا انتظام بھی کر دیا۔ یہ کام
اس طرح انجام پایا کہ بہروز والا سٹیٹ سٹیٹ کے جاننے والے
سزل والہ کی بیٹی میں لیا بیٹوں میں وہ اگلیکانٹ کردی گئی۔
وہاں بھی اندہ باہر میں کھنٹ مقامات پر پھنٹ گئے گئے تھے
جن کا پائی الاکان ولاز میں سب پتے تھے اور ڈیپنر سب
کرنے والی کھنٹ کو شام پائی فراہم کرنے کی یاد بھی۔ پائی
کے علاوہ وہ سب وہاں کے کام کھنٹ احتیاط کیا گیا تاکہ
کام پتہ۔ وہاں میں کھنٹ ضرورت کے لیے پھنٹا ایک دو
استعمال ہوتا تھا اور وہ سب کے لیے بے روزگاری گمراہی کے
لیے باسور ملازم کی طرح لگا ہوا تھا۔ اس ملازم کو کھنٹ سے کہ
محل کے آدمیوں نے بیٹی ہو شہر یار سے وہ سب کے ایوان
میں وہ اگلیکانٹ کردی۔ پائی اور وہ سب وہاں کی ملازم کا یہ
کام ایک ہی دن میں کیا گیا اور اب وہ تینوں رات سے
انہر سے میں ارہنن ولا کے اندر داخل ہونے کے لیے چہر
تھے۔ وہ لگا اور ارہنن کی مسلسل گمراہی کرتے رہنے والے جہان
ہی کے آدمیوں نے انہیں اطلاع دے دی تھی کہ اگر ارہنن ولا
میں ہی موجود ہے۔ چتا پو ان کے نزدیک یہ کارور والی کے
لیے حساب تریں وقت تھا۔ اس کارور والی کے لیے محل کی
کھنٹ کھنٹ کے باوجود انہوں نے جہان ہی کے آدمیوں کو
اپنے سامنے لے آیا حضور نہیں کیا تھا اور صرف ایک بار
کے ساتھ یہاں کھنٹ گئے تھے۔

انہیں امید تھی کہ اندر انہیں زیادہ حراست کا سامنا
نہیں کرنا پڑے گا کہ کھنٹا مکان بھی تھا کہ وہ جا اور پائی کھنٹ
انہم چہر میں وہاں کی ملازم کی وجہ سے تقریباً ہر تینوں سے
سور سے میں وہاں کھنٹ گئی ہوگی اور اپنا کام شروع کر دیا تھا۔
مضبوط احصا سب کے نوک اس دوا سے اگر بے ہوش نہ گئی
ہوتے تو کم از کم اس افاد میں وہ کھنٹ تھے کہ ان کا بھر
متاہل کر دیا گیا۔ چتا پو وہ نہایت پر امید حالت میں پہلی
تاری کے ساتھ ارہنن ولا کے باہر موجود تھے۔ ان کے ساتھ
آنے والے رات پور گمراہی رہ کر ان کا کھنٹا کرنا تھا۔ اپنے
دو تینوں اس سے مسلسل راجھے میں رہتے اور وہ چہر ہی طرما

ہر بار سہولت کا سامنا نہیں آئی کی کھنٹا کھی پادٹی جس سے ہم
کوڑے ہی کوئی معمولی طاقت تو نہیں تھی۔ وہ بھی آوری
طرح تریہ پانچ ایکٹ ہیں مگر خبر ہے ہاتھ پانہ سے
ہمارے سامنے حاضر نہیں ہو جائی گے۔ انہیں بھی تو آخر
اپنے دماغ کے لیے بگھنہ بگھنہ ہاتھ پانہ ہی ہیں تو وہ تم
انہیں چتا ہے۔ انکوائہ ایک دن ایسا آئے گا کہ ہم ان
کے ہاتھ پو تو ڈر انہیں ان کے ملک اس حالت میں وہاں
کھنٹا نہیں گئے کہ ان کے دور سے سماجی پاکستان کارنگ کرتے
ہونے سوا بار ہو سکتی گے۔" چاہی ہی کی کیفیت کے نتیجے پھر
سلطان سے نصیایاں بنا رہا جنہوں نے خاطر خواہ اثر کیا اور
اس نے بھی سوچا کہ میں موجود ہے تو ہمارا معاملہ بھی تو ضرور
نہیں ہوا۔ انکی بہت بار ایسے مواقع میرا آئیں گے جب
میں کو کھنٹا چاہنے پر مجبور کیا جاسکے گا۔

☆☆☆

گازی میں بیٹھے بیٹھے ان تینوں نے اپنے سامنے موجود
دستیور میں قمارت کا چاڑھ لیا۔ اس قمارت کا نام ارہنن ولاز
تھا اور یہاں وہ اس کھنٹ سے ٹھٹے آئے تھے جو عین طور پر
انہیں اڈا کر فرماں کھنٹ کا پتہ کھنٹا تھا۔ اسے اس ایکٹ کے
پاس سر سے پھنٹا ہوا دولت کے ہاتھ سے پتہ کھنٹا ہوا
موجود نہیں۔ وہ جس گل جیسے کھنٹ رہتا تھا وہ اس میں جہاں
فدست کے لیے اچھا اور ملازمین تھے وہی وہاں مخالفت کے
اگلیکانٹ بھی خوب کیے گئے تھے۔ ان اگلیکانٹ میں انسان
اور چہرہ ٹھنٹک دونوں کا استعمال کیا گیا تھا۔ ان لوگوں کو یہ
معلومات جہاں احسان نے فراہم کی تھیں اور ان معلومات کی
روشنی میں وہ ضرور فوٹوش کرتے رہے تھے کہ ارہنن تک رہا
کیسے ہو۔ پہلی ہی کی طرف سے آدمیوں کی لڑا کھنٹ
کے باوجود ان کے لیے ارہنن کی رہائش گاہ پر چھائی کر دیا
تھیں نہیں تھا کہ جب وہ سب گروہ انہیں میں لگاتے تو بھگاہ
ہوا اور ارہنن کی حیثیت کے نتیجے پھر پھر اور اس کے کھنٹ کی
طرف دوڑی آئی۔ ایسے میں وہ ارہنن سے خاک کھنٹ حاصل
کر سکتے تھے اس لیے اس آئینے پر کوئی فوری طور پر مسز
کر دیا گیا۔ اس کے بعد کھنٹ کی آئیغ باز پر بہت آنے لیکن
سب میں کھنٹ قمارت تھی کہ کام خاموشی سے کھنٹ اور ہاتھ اور
وہ چاہتے تھے کہ کسی کے علم میں آئے بغیر ہاتھ میں جاتے۔
کھنٹا کی کارور کو کھنٹ روئے اندر کھنٹنے کی تریہ
سوچے سوچے خود شہر یار کو ہی ایک تھوڑ سا ہو گئی۔ اپنے
ذہن میں آنے والے خیال پر عمل کرنے کے لیے اسے
جہاں احسان کی مدد کی ضرورت پڑی اور جہاں احسان نے اس

وہ ہندو میں بھی ہوئی ہو۔

"قال غیب ہے، یہ کہہ لیتے ہیں۔ مجھے سالے کا کوئی چکا ہے۔ وہ کوئی کرنا لے گا کہ لڑکھن میں کیا تو دیکھتے ہوئے کاتے ہی ابھی تک۔ ابھی نہیں آیا۔" وہ دونوں ہاتھ کرتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے تو شہریار اپنے ساتھیوں کی طرف ہوا۔

"یہ دوسرا آدمی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ چالی پر ہونے کی وجہ سے یہ اس سے بچا گیا ہے۔"

"یہ نہیں، میں اس سے بچانے پر آنے کی وجہ ہے۔" سٹو نے اپنی سائنسنگی ہنر کو چلایا۔ بڑے ہتھیاروں کے ساتھ یہ ہنر وہ تین خصوصی طور پر اپنے ساتھ رکھ کر لائے تھے کیونکہ ان سب سے بڑی خواہش میں تھی کہ کسی بھی قسم کے شور شرابے اور ہنگامے سے بچ کر اپنے کام کو پانچ گھنٹے تک پہنچا دیں۔

"موجودہ حال کافی نازک ہے۔ یہاں سب لوگ وہاں سے ہمدردی سے متاثر ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو یہ احساس ہو گیا کہ ان کے ساتھ کوئی گلاز ہوئی ہے تو وہ پھینکے ہوئے گولیوں کا انبار کر سکتا ہے۔" وہ خاصی تشویش کا اظہار کیا۔

"اب تو جہاز ہوا دیکھا جائے گا۔ لڑنے والوں کو سرنے سے بھی ڈرنا نہیں چاہیے۔" سٹو نے بے نیازی سے اس کی بات کا جواب دیا۔

"میں سرنے سے نہیں ڈرتا لیکن اپنے ہتھیاروں کے ساتھ کامیاب ہونے بغیر مرنا بھی نہیں چاہتا۔" شہریار نے خشک لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا۔

"انسان کے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہاں ہر شخص یہ سوچ کر قیامت تک جینا چاہتا ہے کہ ابھی کھانا کام کرنا ہے اور کچھ خواہشیں باقی ہیں۔ لیکن جب موت کا فرشتہ آجاتا ہے تو ہر شخص کی کوئی چیز نہیں باقی۔" سٹو حقیقت سزا میں تھا۔

"اس بحث کو بھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھو۔ ابھی ہمیں پوری توجہ دینا ہے ہر گھنٹہ پر مبنی ہوگی۔" بحث سے طول کھانے سے پہلے کلام نے دل انداز کی ہی تو شہریار سٹیج کی سے انہیں ہدایات دینے لگا۔ وہ پچھلے خدوش کا بھی اس موقع پر حرج بکھ جہادی دیکھنے کا کوئی پروگرام نہیں تھا۔

"میں میں گینت پر نظر رکھتا ہوں، تم کلام کے ساتھ دیکھ رہے ہو گئے کہ کام میں حصہ لو۔" اس کی ہدایات سننے کے بعد سٹو نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ عام حالات میں شاہ شہریار خود بھی گینت والوں سے ملنے کا فیصلہ کرتا لیکن سٹو سے ہونے

وہاں ہاتھ بحث کی روشنی میں اس نے اس کے فیصلے سے اختلاف کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

ہاتھ دیکھ رہا تھا اسے یہ یقین تھا کہ سٹو بے چارے صاحبزادے کا ناک ہے۔ فیصلہ ہو چکے ہیں کہ اب سٹو اپنے ہارک کی طرف بڑھ جائے گا تاکہ کام پورے ہو سکے۔ اس کی بھی کوئی توجہ نہ تھی کہ وہ اس وقت سے گھبراہٹ میں تھا اور اس کی طرف سے اس کی توجہ نہیں تھی اور اس کا کام ٹھیک کر دینا اس کی ہمت سے ہی ہو رہا تھا۔

"یہی دلیل ان، چلو اب ہمارے ہی خیر چاہتے ہیں۔" شہریار نے اس کی کارکردگی کو سراہا۔ ارجمند دلا کی مرکزی قیادت کے مطابق میں اعصابیت بہت زیادہ تھا۔ میں گینت سے سرکڑی قیادت تک سرخ بھری کی طویل روشنی میں اس کے دونوں اطراف میں گاڑیاں پارک کرنے کے لیے خاصی بڑی جگہ موجود تھی اور ایک وقت وہیں چار بڑی اور تین گارڈیاں کھڑی ہونے کے باوجود خاصی گھنٹوں نظر آ رہی تھی۔

سرکڑی قیادت کے دونوں جانب لگائے گئے بارغ خاصہ وسیع تھے اور جیتنے خوب صورت تھی لیکن رات کے وقت کافی تاریکی کی وجہ سے وہ ہماری طرح سے اس کی خوب صورتی کو دیکھنے سے محروم تھے۔ ان میں بڑی بڑی کھینچی ہوئی موجود ہونے کے باوجود انہیں روشن نہیں کیا گیا تھا اور بہت معمولی روشنی موجود تھی۔ شاید یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ رات کے وقت کوئی چوری چھپے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے فوراً کے ذریعے اسے پکڑ کر اس خدمات کا حوزہ چھٹا کر دیا جائے۔ بہر حال ان کی رواد میں تو اس ایک کے سوا کوئی نہیں آتا تھا۔

وہ بارغ میں محرم ہر کے اس کا جائزہ لینے کے لیے گھر ہوا اور وہی چھپا ہوا دھن بھڑ میں ان کے لیے مسئلہ بن جاتے۔ اس کے ہونے کے پاس انہیں وہ افراد گہری بے ہوشی کی حالت میں پڑے نظر آتے۔ ان میں سے ایک کی آنکھوں کے درمیان جھپٹا ہوا سگریٹ کا ٹکڑا بھی دبا ہوا تھا۔ شہریار نے وہ ٹکڑا نکال کر اسے سونگھا تو اختلاف ہوا کہ وہ انہوں سے بھر پور اسگریٹ تھا۔ ان کی طرف سے ملانی گئی ہوشیاری پائی گی کہ وہ دونوں بقیہ پہلے ہی مٹا ہوا ہو چکے تھے، انہوں نے بھر پور اسگریٹ بھی پینے دیکھے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ ان کی برداشت کی حد تک کر دی اور وہ وہی کر گئے۔

انہوں نے اس کی گفتگو سے پہلے ہرگز کوئی ہوش میں نہیں آ سکتی تھی۔ ان دونوں کے علاوہ ایک اور آدمی تھا جو اس کے ساتھ تھا۔ وہ بھی آہستہ آہستہ اس کے زہر اثر سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ انہوں نے اسے پہچاننے کی کوشش نہیں کی۔

شہریار کی اور اندر رہانے کی تدبیر کرنے لگے۔ کوئی کام مہیوہ دروازہ تو پینچ لگا تھا اور اندر ہی سے کھولا جا سکتا تھا۔ انہوں نے قیادل رات کے حوزہ پر کوئی بھی کام استعمال کرنے کا سوچا۔ کوئی بھی شے کی جس لیکن ان میں اندر سے لوہے کی مہیوہ چھل لگائی گئی۔ ہاتھ لیتے ہوئے وہ ایک ایسی کھڑکی تک پہنچے جس کا شیشہ تو ہوا تھا البتہ لوہے کی چھل اپنی جگہ تھی۔ کلام اور سٹو کے ہاتھ جگہ شہریار وہیں تک اندر کا جائزہ لینے لگا۔

چاہتا تھا خاصا بڑا کھڑکی میں کی سیٹھ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ یہ کھڑکی نازک کے استعمال میں ہے۔ خود سے دیکھنے پر اسے اندر چلنے کا نکتہ پاب کی روشنی میں ہنتر پر سے جگہ چھپا ہوا اندر سے کسی دھڑکی موجود تھی کا بھی احساس ہو گیا۔ سونے کے انداز سے ظاہر تھا کہ وہ بہت گہری نیند میں ہے۔ شہریار نے فیصلہ کر لیا کہ اسی کھڑکی کے راستے اندر داخل ہونا چاہیے۔ اس نے اپنی ہتھ پر چلے ایک سے جہد مسامتہ کی چھوٹے ساڑھے پھیل لیا کہ اسے والی آری لگائی اور کام شروع کر دیا۔ آری بہت بہتر بن گئی۔

اس نے تیزی سے کمرل کو کات کر رکھا اور اندر جانے کے لیے راستہ بن گیا۔ اس دوران میں کلام اور سٹو قیادت کے گرد بھاگنے کے بعد روت کر دیا میں آئے تھے۔

"تم نہیں رو، ہم دونوں اندر جاتے ہیں۔" شہریار نے کلام کو ہدایت کی۔ اس کے ذہن میں یہ حدیث موجود تھا کہ یہاں حفاظت کے حوزہ انکشاف موجود تھے۔ اس کے باوجود اندر سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ فائرنگ نے بھی کسی پر کوئی اثر نہیں ڈالا تھا تو ایک فیئر فٹری ہی بات تھی۔ وہ خود کو یہ خیال دے کر بھی مطمئن نہیں ہو سکتا تھا کہ اندر موجود رکھل افراد بے ہوش پڑے ہوں گے۔ جیسے باہر موجود سٹیج رنی گارڈز میں سے ہر ایک پر بے ہوشی کی وہ

یکساں طور پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی، اسی طرح اندر بھی ہاتھ افراد کو بھر پور ہوش میں ہو چاہیے تھا۔ اسے بھی معلوم تھا کہ اس کے کمرل کات کر اندر داخل ہونے کی کوشش کے نتیجے میں قیادت کے کسی بھی میں اندر ضرور بھاگا ہوگا۔ بھر پور ہوش کی حالت میں سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ یہ کوئی فریب بھی تو ہو سکتا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اندر داخل ہونے کے بعد اس میں ہتھیار کی چھوٹ دے رہے ہوں تاکہ انہیں چاہے وہ ان میں ہتھیار دیا جائے۔ بہر حال یہ بھی تھا، وہ اندر داخل ہونے کے بعد نہیں رہ سکتے تھے۔ البتہ کلام کو احتیاطاً باہر چھوڑ دیا گیا تھا کہ حالات بگڑنے کی صورت میں وہ بچ کر نکلے۔

اندر داخل ہونے کے بعد اس نے پہلے ہتھیار کی طرف

رخ کیا اور تھوڑی سی چاند چکر خواہیہ وہ چھوڑا جا کر دلیا۔ وہ سولہ سو سال کی کم عمر لڑکی تھی جو بہت گہری نیند سو رہی تھی۔ اعزاز کو کیا جاسکتا تھا کہ وہ اس کے زیر اثر ہے پھر بھی اس نے احتیاطاً اس کے ہاتھ پر ہاتھ دیا۔ اب وہ خوشی میں آنے کے بعد بھی کوئی حرکت نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی طرف سے مصلحت ہو کر وہ دونوں ہلکے ہلکے قدم اٹھاتے کرے سے باہر نکلے۔ ان کے سامنے ایک خالی کمرہ پر تھا جس میں بہت سے دروازے مل کر رہے تھے۔

وہ ایک دوسرے سے قاصر نہ کر پائے نہ لہے سے نکلا اعزاز میں آگے بڑھنے لگے کہ اگر کوئی انہیں لڑیپ کرنے کی کوشش کرے تو یک وقت دونوں کو نہ پھانسی دے لیکن ان کے خدشات کے برعکس ایسا کچھ نہیں ہوا۔ کمرہ پر وہیں موجود دیشر کمرے سے نکالی تھے۔ صرف ایک کمرے میں انہیں بارہ تیرہ سال کا ایک لڑکا سا ہلا ہوا بیٹھا رہا جن کا چہرہ تھا۔ انہوں نے اس لڑکے کے ساتھ لڑکی وہی سی سلوک کیا اور چڑھ آگے بڑھے۔

اس طرحی کمرہ پر وہ میں انہیں حیران کنی وی قسم نظر نہیں آیا اور وہ سوچتے ہوئے عمارت کے دوسرے حصے میں داخل ہو گئے۔ اس عمارت میں کچھ تھے شہرے یار کا اس بات کا شدت سے احساس ہوا تھا کہ اس کی وسعت کے مقابلے میں ان کی تعداد بہت کم ہے لیکن بھگوری ہی تھی کہ وہ بھائی بی کے گروں کو بھی اپنے ہاتھ نہیں رکھنا چاہتے تھے کیونکہ ان پر سونی صدر بھر سا کہہ سکتے تھے۔ اصرار عمارت میں پہلے سے کام کرتے کلام کے ساتھیوں کو کال کر رہی تھی اس لیے مناسب نہیں تھا کہ کسی وہ لوگ بھی کسی کی نظر میں آجا گیے چتا چہرہ انہیں ہر سبک لہنا تھا۔

راڈ پر لپٹے ہوئے وہ جہے سکھایات سے آراستہ بڑھے سے جگن میں ٹھٹھے گئے۔ یہاں ایک عورت ساڑھی میں لمبیں لیکن نکل پر سر لٹانے دینا چاہی ہے شہر سو رہی گی۔ عورت کی عمر چالیس کے لگ بھگ تھی اور اس کی ناگہ میں حد درجہ ہوا تھا۔ وہ بیٹھا مکن کی الجھاریچ مرتب تھی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ کی زبردستی نہیں کی بلکہ ریو اور کے دستے سے ہاتھی پر لگائی تھی ایک میٹھی آئی شہر نے یہ اطمینان الا دیا کہ وہ اب کسی نکلے جانے کے لائق نہیں رہی ہے۔ لیکن سے گل کر وہ ایک ایسے کمرے میں جا پہنچی جس نے انہیں ٹھٹھے پر بچھ کر رکھا۔ وہ عمارت کا کھول رہا تھا اور وہاں نصب اسکو پز پر عمارت کے اندرونی درجی وہی بہت سے حصوں کے مناظر نظر آ رہے تھے۔ وہ خود خود کی کے قریب

کھڑے کھڑے کو پہ غوبی دیکھ سکتے تھے۔ اسے زبردست انتظام کے بعد بھی کوئی غوبی میں نکلتا نہ چلتا کیا مشکل نہ لیکن ان کی خوش قسمتی رہی تھی کہ کھول رہا میں موجود دونوں افراد بھی وہاں کے زیر اثر تھے۔ ان میں سے ایک لڑکی کی پشت کا وہ سر لٹانے سو رہا تھا تو دوسرے نے کچھ ترخیل بہ باقلا لٹا رکھا تھا۔ دل ہی دل میں فکر کرتے ہوئے وہ اس کمرے کا چکر لپٹے گئے۔ کنٹرول ریشل کا چکر لپٹے جیتے ہوئے انہیں اعزاز ہوا کہ یہاں سے جھن گرائی کا کام نہیں ہو رہا تھا بلکہ یہ دونوں افراد جدید آلات کی بدولت اس لائق تھے کہ عمل اعلیٰ کی جنٹیشن سے وہاں میدان جنگ سزا دیتے۔ عمارت میں کئی مقامات پر ایسی عود کا رگھو نصب کی گئی تھی جنہیں یہاں بیٹھے پہ آسانی آپرٹ کیا جاسکتا تھا لیکن ان دونوں کے دنیادہ نامیایا سے بہ بھر سنے ہوئے ہونے کے باعث ایسا کچھ نہیں ہو سکا تھا۔

سلسلے بنا رعایت ان دونوں کو گا روٹا جگہ شہر یا کی بننے سے بچانے بھڑا کرتے ہوئے تاثیر پر عمارت کے مختلف مناظر دیکھنے لگا۔

ارجن کا اپنی اہلیہ وقت کے لیے کیا گیا تھا لفظ باب ان کے کام آ رہا تھا۔ چند نظروں میں شہر یار نے انہیں کی معمولی جتنش سے چوری عمارت کو کھنگال ڈالا۔ انہیں ملے وہاں لڑکا لڑکی کے علاوہ انہیں ایک بیٹے میں سوئے ہوئے ارجن اور اس کی بیوی دکھائی دی۔ دیگر مقامات پر موجود لوگ بھی سوئے ہوئے تھے۔ اپنی وضع قطع سے وہ لوگ ارجن کے غلام میں محسوس ہو رہے تھے۔ انہیں حاصل شدہ معلومات کے مطابق بھی وہاں ارجن کے بیوی بچوں کے علاوہ صرف ملازمین ہی موجود ہوتے تھے۔ اپنی اعلیٰ کی جنٹیشن سے اسکرین پر تیزی سے بڑھتے ہوئے مناظر دیکھتا شہر یار ایک کمرے کا صحنہ دیکھ کر ٹھٹھ گیا۔ وہاں ہاتھ پر کرتے چاہتے میں نہیں ایک ہی سا آدھی پالی میں شراب دیکھتا ہوا بیٹھا تھا جبکہ ہاتھ کے قریب ایک موٹی تازی سی عورت باقیوں میں چائے کی باقی پکڑے ہوئی عورت سے دیکھ کر رہی تھی۔ وہاں کے اعزاز سے لگ رہا تھا کہ وہ نیند سے جاگنے کے بعد بدحواس ہے اور کوشش کے باوجود عورت کی بات کچھ نہیں پاتا ہے جس کی وجہ سے عورت کا چہرہ ڈال بیچو کا ہو رہا تھا۔ لیکن ہی غلطی میں مشکل سے سامنے بھاری جسم کی پرتیاں پڑنے رہی تھیں۔

"تم ارجن اور اس کی بیوی کا بندوبست کر کے آؤ۔ میں ان لوگوں کو دیکھتا ہوں۔" سلوک جہالت راج ہوا اور تیزی

کے حرکت میں آ گیا۔ جس کمرے میں اس نے عورت کو دیکھا تھا وہاں دوسری منزل پر واقع تھا کمرے کے دروازے پر کھینچے کے بعد وہاں تک کہ گرا کر اس میں گن لینے لگا۔

"تو کیا کہہ رہی ہے بھائی کو ان میری ہڈی میں کچھ نہیں لگا رہا۔" اصرار سے عورت کی آواز سنائی دی جو اس کے وجود کی نشانی نہیں تھی۔

"میں کہہ رہی ہوں کہ یہاں ڈاکٹروں نے حمل کر دیا ہے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے تو ٹیک کی آواز سنی ہے۔" عورت کی بات دار آواز میں بیچلہٹ کا عنصر بھی موجود تھا۔ شاہد وہ بات کی بارہمیر کے گوش گزار رہی تھی لیکن اس کا نیند میں ڈوبا ہوا دل اس کو سچے کلمے سے قاصر تھا۔

"ڈاکٹر آگے ہی تو نہیں اور کبھی پریشان ہونے کی کیا عرصت ہے۔ تمہارے بھائی کے اس گل میں سارا بے حس ہے۔ ڈاکٹر ہے چاہے اگر خود ہی کھنکھن جائیگی۔"

"تم تو نے اس حق فرمایا۔ میں کہتی ہوں اس کو لڈن میں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ میں اپنے گھنے گھناں رہتی ہوں۔ میں وہ گھنے لٹال کر اپنے گھن میں جھپٹاتی ہوں۔ بعد میں سب کچھ نہیں گئے کہ گھنے ڈاکٹر کے گھنے ہیں۔" وہ ارجن کی سیکن تھی۔ اس کی عمارت چا ہلاز میں نہ ہوئی۔ سوچتے ہی پر اپنی سنی بھائی کو ہی لٹال کا مشورہ دینا لگی تھی۔

"کہا جاتی ہے بھائی کو ان اور عورت سانس بھی لوتو تیرے بھائی کو کبھی ہو جاتی ہے اور تو جلی ہے اپنی ہر راج کے گھنے گھنے۔" عورت کا لہجہ سہاوا تھا۔ اسے ارجن جیسے سالانے سے لٹال چاہیے تھا۔

بات سنو میری... مجھے لگتا ہے کہ یہاں کوئی گویا ہے کہ کوئی بیوی کی آواز سن کر جا ہی ہیں اور تیرا ہون کہ کھنکھی نے بچہ کیا کیوں نہیں۔ سارے تو کو رس باقی اور گاؤں کے علاوہ یہاں اور بھائی بھی گہری نیند میں سوئے ہیں۔ خود جیسا میں نے بڑی مشکل سے جگا ہوا ہے اس لیے بھائی لگتا ہے کہ کسی نے سارے کے ساروں کو نیند میں لٹال کر رکھا ہے۔ اور اب یہاں کوئی بڑی ٹھٹھا ہونے سے سوئی وہاں بہت ہو شیار تھی اور حالات کا شک

کھڑا ہوا بھی دیو نہیں تھا جتنا بیٹری اسکرین پر دیکھ کر اپنی صحت اور بچنے کے باعث اسے محسوس ہوا تھا۔

"تم تو سدا رہتے ہی رہتا۔ تمہاری یہ کاٹلی اور بزدلی ہی ہے جس کے کارن ہم آج تک وہیں کے وہیں ہیں اور ترقی نہیں کر سکے۔" یہاں کا فیصلہ سننے کے بعد عورت اپنی بات دار آواز میں بڑبڑائی اور آوازیں سے یوں محسوس ہوا کہ وہ باہر آنے کو ہی ہے۔ شہر یار نے اب حیران وہیں دے رہا تھا سب نہیں سمجھا اور تیزی سے حرکت کرتا ہوا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ عورت نے جو اس وقت سے ایک نقاب پوشی کو اپنے سامنے دیکھا تو چیخنے کے لیے ہر امت کھول دیا لیکن اس کے حمل سے بچنے پر آم ہونے سے کل ہی شہر یار نے داخل کی نال اس کے من میں کھساری۔

"آواز نکلتی تو جان سے جاؤ گی۔" ساتھ ہی وہ دھکی آواز میں فرمایا لیکن بہ حال اس کی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ اس کے لیے ہسٹ پر لیت جانے والا عورت ادھ بیٹھا اور ٹولف زبردستی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے تم دونوں کی ساری باتیں سن لی ہیں اس لیے بچ رہے کہ جس میں چھوٹے شرافت سے جاتے جاؤ۔" اس کے سخی سے کچھ پر عورت نے جلدی سے یوں سر کو جھنک دی جیسے اپنے فداون کا گھن دلا جا تھی ہو۔ شہر یار نے داخل کی نال اس کے من سے نکالی اور وہاں کوئی ہسٹ پر کر گئی۔

"اسے پانی پلاؤ۔" سر ہانے رکھے جگ گلاس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شہر یار نے اس کے خوب کھنکھ دیا کیونکہ عورت کی کبھی حالت بد رہی تھی، اسے دیکھتے ہوئے ایسا لگ رہا تھا کہ کسی بھی لے اس کا ہارت گل ہو جائے گا۔

"آگیا تو میں ریفر بچے ہر سے کو لڈو رکھ نکال لیتا ہوں۔ یہ یہاں آ کر پانی پلا پتہ نہیں کرتی اور اس کی جگہ... صرف کو لڈو رکھ اور نہیں ہتی ہے۔" عورت نے نا جزی سے درخواست کی تو اس کی کچھ میں آگیا کہ یہ عورت کیوں جاگ رہی تھی۔ اس نے سر سے سے وہ پانی پالی نہیں تھا جس میں انہوں نے خواب آور دوا ڈالی تھی۔

"تم دونوں کون ہو اور یہاں کب آئے ہو؟" عورت کو ریفر بچے ہر سے کو لڈو رکھ نکالنے کی اجازت دیتے ہوئے اس نے اور پتہ کیا۔

"میں پرکاش ہوں۔ ارجن کا بھیا اور یہ اس کی دھکی بیٹا ہے۔ ہم آج رات ہی سورت سے یہاں پہنچے تھے اور تمہاری یہاں ایک بندہ ٹھہرنے کا پروگرام ہے۔" اس نے بتایا۔

جس طرحی شرافت 161 اسے 2018

”کس لیے آئے ہو؟“

”میں بھی جیتا کا جب جیل کرنے کو لیا کرتا ہے تو وہ مجھے یہاں محبت دلتی ہے۔ میرے پاس اس کے بھائی یعنی دولت جرنیل ہیں۔“ وہ ہنسا اور اسے سنا جانے لگا۔

”اس کے ہم دونوں بستر سے اٹھو اور دیکھ لو کہ وہ کون سے کھڑے ہو جائے۔“ اسے ان دونوں سے عرض کیا کہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور صحت لکھے میں غم سٹاپ۔ ”تم ہمیں گولی تو نہیں مارو گے؟“ کچھ دیر مکمل مبارک نامہ منسوب بندی کرنی جیتا نے کھینکی لی جیسے لکھے میں اس سے پوچھا۔

”نہیں، مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ شہریار نے اسے جواب دیا اور داخل لہراتے ہوئے اشارہ کیا کہ فوراً اس کے عزم کی تکمیل کی جائے۔ دونوں یہاں ہی مڑتا گیا نہ کرتا کہ صدر اٹنی جگہ سے حرکت کر کے دیوار تک پہنچ گئے اور منہ کھیر کر کھڑے ہو گئے۔ شہریار نے ان کی پشت پر جا کر پچھلے سرو کے سر پر دستے سے ضرب لگائی۔ وہ ڈنڈا ہی تھرا کر گر گیا۔ جیتا اپنی پٹی کو گرتے دیکھ کر بے ساختہ چل گیا۔ اس وقت شہریار اسے ضرب لگانے کے لیے ہاتھ کو حرکت میں لایا تھا تو چونچ سرو کے کھانے پیر سے ضرب لگی اور اس کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ تکلیف کے باعث اس نے ایک زور دہری مار لی لیکن اس دوران شہریار کا ہاتھ وہاں دہری حرکت میں آچکا تھا۔ اس بار ضرب کھینکی پر پڑی اور وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر گیا۔

”تم کہاں ہو؟“ اس نے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد سٹو کو پکارا۔ مٹھن کے دوران ایک دوسرے سے راپٹے میں رہنے کے لیے وہ ایک جہہ چہرہ کسم کا آکر استعمال کر رہے تھے۔ اپنی ساتھی کی طرف سے یہ آہ بھی انہیں بھائی کی طرف سے ہی آرام کا تھا۔

”شکر اول روم میں۔ میں نے ارہجن اور اس کی بیوی کے ہاتھ ہی ہاتھ دیا ہے اور باقی عمارت بھی بیک کر لی ہے۔ اب یہاں ہمارے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ سلو نے فوراً سے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے، تم وہیں رہو اور ہر طرف نظر رکھو۔ میں یہاں ارہجن سے پوچھ چکے کرتا ہوں۔ کلام تم میرے پاس آ جاؤ اور ہاں آتے ہوئے ارہجن کی بیٹی کو بھی لے آؤ۔“ اس نے کچھ وقت اپنے دونوں ساتھیوں کو ہدایت دی اور خود ارہجن کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ خواب گاہ بائیں دیکھی ہی تھی کسی دہلیز میں کھینچے

ہوئے آدمی کی ہوتی تھی۔ وہ سچے درمیان بیٹے پر اس کے بند میں سوئی ہوئی بیوی بھی ہے اور خوب صورت لگی اور کہا جا سکتا تھا کہ قسمت کی دیوی ارہجن پر مہربان رہی تھی کہ اس پر زہری کا دل اس پر آ گیا تھا جس نے اس کی ذمہ داری ہی بدل رکھ دی تھی لیکن اب قسمت ایک اور شکل کھینچے والی تھی جس میں ارہجن کے لیے جس سے کامیابی آنے کا امکان بہت کم تھا۔ آگے بڑھا تو فرمایا اس کی نظر میں ساڑھے تھیلی پر مٹی خوب آؤر گولیوں کی شیشی آگئی۔ وہ بچھ گیا کہ ایک ٹکڑا ایکٹ کی ایسی حفاظت بھری تھیں کہ وہ اپنے ہاتھ ہی ہاتھ سے نکل کے دور ان بھی نہیں جا سکتا تھا۔ کیا وہ تھی۔ اس سے پہلے نے تو انہما نے میں اول اور دلی لگی تھی۔ ایک طرف وہ دن بھر اپنی اپنی پتیا رہا تھا جس میں خواب آور دانی ہوئی تھی اور دوسری طرف اس نے اپنے ہاتھوں سے سلسلہ بنا لے لی تھی۔ شاید وہ ان کا بادی تھا اور روزانہ صبح سے پہلے یہ گولیاں ضرور کھاتا تھا۔ اس کا شہد آدمی سے زیادہ خالی ہو جاتا ہے دلی شیشی تھی۔ ارہجن کے گلے کے نیچے سے جھانکتا ہوا داخل بھی اس کی نظروں سے اوجھل نہیں رہا۔ سخت حفاظتی انتظامات کے باوجود اپنے گلے کے نیچے پھلتا رہا سونے کی حالت اس کے بیکٹ ایکٹ ہونے کا ثبوت تھی۔

شہریار کے اعزاز کے کے باوجود وہ ایک ایسا آدمی ہو گا جو اپنے سامنے سے بھی ہلاک جاتا ہوگا۔ اپنے لوگ تاک ہونے کے ساتھ ساتھ بڑول بھی ہوتے تھے۔ اسے اسیدھی کی کردہ جلد ہی ارہجن کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن پہلے تو اسے ہوش میں لانا تھا۔ اس قصد کے لیے اس نے اپنی ہڈی سے بندھا ہتھیرا بھر پھٹکا اور ارہجن کے رخسار پر ایک جھک لگا دیا۔ جبکہ اس نے ایک سہ ماہی اور آٹھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی کوشش کو کامیاب بنانے کے لیے شہریار نے اس کے دوسرے رخسار پر ایک زوردار ہتھیرا دے مارا۔ میں اسی وقت کلام ارہجن کی بیٹی کو کندھے پر اٹالے کرے میں داخل ہوا۔

”کلم... کلم... کون ہو تم؟“ ارہجن نے آنکھیں کھول کر اپنے بیٹے روم کا مسخرہ دیکھا اور کلمت زور دانا تھا پوچھنے لگا۔

”موت کے لڑھکتے۔“ شہریار نے اپنے سر دھکے میں اس کے سوال کا جواب دیا کہ کلام کو اس کا سامنی ہونے سے باوجود اپنی بڑھتی ہڈی میں سناٹا ہونے والی محسوس ہوئی۔ ”کلم چاہتے ہو؟“ اب ارہجن نے خود کو کھینچ سنبھال لیا تھا اور نظر میں کھم کر اور گردن کا پناہ لیتے ہوئے

صورت حال کو گلے کی کوشش کر رہا تھا۔ نظر میں پر چڑی تو بکھلا ہوا نظر آنے لگا۔

”سوئی کو یہاں کیوں لائے ہو؟“ شوک لکل کر کلمت میں کھڑے کرتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

”تاک سوئی کے سونے سے لڑی کی کو ہمارے سوال کا جواب دینے کے لیے زیادہ سوچنا پڑے۔“ اس نے سنبھالنے سے جواب دیا پھر ہاتھ میں کھڑا ہتھیرا کام کی طرف اشارہ کرتا ہوا۔

”یہ بچہ دوسرے سوال پوچھنے کے بعد اگر ارہجن نے لڑی کا جواب نہیں دیا تو ہر پانچ ٹکڑے لڑی کی ایک ایک ٹکڑے دیتا۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اس لیے میں اس سے زیادہ اہمیت نہیں دے سکتا۔“

”کوہ اس۔“ کلام کے لیے ایک بے تھارو کی پٹی تھوکر دیکر بہت مشکل تھا لیکن شہریار جس سوز میں کھڑا رہا اس سے لگا رہی نہیں لگا جاسکتا تھا۔ ارہجن بھی ہلکا ہلکا۔ ”تم اس نرووش بیٹی پر یہی ظلم نہیں کر سکتے۔“ بندھا ہونے کے باوجود اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔

”ظلم نہیں تم کرو گے۔ ہمارے پوچھنے کے سوال کا جواب دے کر۔“ شہریار نے اسی سرد مہری سے جواب دیا۔

”یہ بھوکا پوچھتا ہے۔“ لیکن اسے کلمت

”کیا کٹر فرحان نہیں کو کہاں دکھا کر ہے؟“ شہریار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تو وہ چمک گیا۔

”اور... تو ہم وہ پاکستانی ایکٹ ہو جس جاکر میں پریم کلمت کی تاریخ کا نشانہ بنا چکے ہو۔“

”پانچ ٹکڑے ہارے ہو گئے ہیں۔“ اس کے بیٹھنے پر کلام اسے غصے سے دیکھتا ہوا اور کلام کا اشارہ کیا کہ اپنے قدم سے کھینچتے ہوئے ٹوٹی کی بائیں ہاتھ کی کھوپڑی کو ہٹا دیا۔ ”تم مجھ سے اس کا جسم بری طرح پھلاؤ۔“ کلمت کے باوجود وہ ہوش میں نہیں آئی، اس نیند میں ہی کراہتی

رہی۔ کلام کی بیٹی بھی ابھی تک نیند میں ہی تھی لیکن اس کی جگہوں کی جھلس سے اعزاز ہوا تھا کہ کمرے میں جا رہی کارروائی اسے اضطراب کر رہی ہے اور اب وہ کسی بھی لمحے آنکھیں کھول سکتی ہے۔

”یہ کیا کر رہے ہو ایلے... تمہیں مجھ سے اپنے سوالوں کے جواب پوچھیں تو مجھے ہار چ کر دو، اس مصوم کو کیوں لٹکانا ہمارے ہو۔“ بیٹی کی ابھی کلمت دیکھ کر وہ چپٹے لگا۔

”کیوں کا جواب بہت واضح ہے ارہجن۔ تم نے پاکستان میں اپنے ایکٹوں کو بوم بسٹ اور ڈارٹ کلمت کے انتظامات دیکھ ہونے بھی سوچا ہے کہ تمہارے اس کاٹلانہ اقدام سے کئی مصوم جانیں ضائع ہو جائیں گی، کلمت لوگ اپنے اعصاب سے ہاتھ دھو نہیں گے اور کس کس گھر کا چولہا بجھ جائے گا۔“ اس نے ہڈ بانی اعزاز میں اسے جواب دیا اور کلام کی طرف متوجہ کر کے ایک اور ایلے کا اشارہ کیا۔ اس نے کچھ ہاتھوں سے اس عزم کی تکمیل کی۔ اس بار لڑکی کا جسم پہلے سے زیادہ بری طرح پھلا کر لیکن ہوش میں وہ اب بھی نہیں آئی۔ اس کے برعکس اس کی ماں نے آنکھیں کھول دیں۔

”تم کچھ نہیں جانتے۔“ بیوی دھرتی پر قدم رکھ کر تم نے اپنی لڑکی کی سب سے بڑی گتلی کی ہے۔ یہاں سے تمہاری لاشیں گدا لاشیں پاکستان نہیں جا سکتی۔“ ارہجن کسی پتھر سے میں بندھو نے اسے طرح حوصلہ دلانے لگا۔

”پانچ ٹکڑے ہارے ہو گئے ہیں تمہاری اس کلاس میں۔“ اس کی دیکھیں کو خاطر میں لانے بغیر شہریار نے ساتھ اعزاز میں اسے مس کیا جس پر اس کے پیرے کاغذوں ہاتھ ہی ٹپو گیا۔

”کلمت... کلمت... امیری بیٹی پر یہ ظلم نہیں کرو۔ یہ تو پہلے ہی خوروں سے بدتر حالت میں ہی رہی ہے۔ تم اور ہار کر گیا کرو گے؟“ ہوش میں آکر ماحول کو کچھ کی کوشش کرتی ہوئی ارہجن کی بیٹی نے اپنا تک ہی دھل اعزازی کرتے ہوئے لاجبت سے درخواست کی۔

”کلمت مطلب؟“ اس کے جملوں نے شہریار کو چھٹکا دیا اور وہ بے ساختہ ہی چھ بیٹھا۔

”یہ کوئین کا کافر کرنی ہے اور اس نٹے نے اسے اندر سے ہاتھ لگ کر کھولا کر دیا ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کا علاج ہو جائے لیکن یہ ہمارے ساتھ تو آپ بت ہی نہیں کرتی۔“ آج بھی اس نے بھر دیا کہ کوئی کا شہید تو نہ دیا تھا اور

دو لاکھ کھنڈوں کو جسے میں لکھنا چاہتا ہوں

گھر بیٹھے

رسالے مامل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ سٹینس ڈائجسٹ
ماہانہ پانچ روپے یا کئی ماہانہ گزشتہ

آپ کی سہولت کے لیے

ایک سال کے لیے 12 روپے 700 روپے
(پیشاپیش ہر ماہ 700 روپے)

امریکا کی پوسٹ کے ذریعے

7,000 روپے یا کئی ماہانہ گزشتہ

6,000 روپے

آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد

رسالے کے فریڈرمان سکتے ہیں۔ فریڈرمان

ارسال کریں یہ فریڈرمان آپ کے لیے ہونے چاہئے

روزانہ 13 روپے رسالے بھیجنے شروع کریں گے۔

ایڈیٹر جاسوسی ڈائجسٹ (فون نمبر 0301-2454188)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

H-263-C پشیمین ایٹس ہاؤس اٹارنی ٹیون کوئی روڈ اٹارنی
فون 35805313 - 35802551

”سزا جین! آپ کی جیلبری کہاں ہے؟ ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔“
اس کے اس مطالبے پر وہ بٹا کی احتجاج کے خود کار اعلان میں اٹھی اور ایک دو بار پرنگی بیٹنگ کی طرف قدم بڑھانے۔ بیٹنگ میں جنگل کے ماحول میں ایک شیر کو برن چھلکرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ سزا جین نے بیٹنگ کے سلسلے میں کھڑے ہو کر شیر اور برن پر اپنا ایک ایک ہاتھ بنایا اور پھر اس کی طرف حرکت دی جیسے برن کو شیر کی حرکت سے چھڑوا رہی ہو۔ دلچسپ ایک کھانا ماہو اور فریڈرمان اس حرکت کو حوصلوں میں تسلیم ہو گیا کہ شیر ایک طرف اور برن دوسری طرف۔ درمیان میں پھیر ہونے والے خلا میں لہروں والی ایک گھوڑی نظر آ رہی تھی۔ سزا جین نے گروال نے لہروں کو گھوڑی کی طرف متوجہ کر دیا۔ یعنی گھوڑی نے سزا جین کو گروال نے اپنے شیر پر عملی انداز تک کا اجازت دیا تھا۔ وہ لہروں کی طرف۔

”یہ سب ایک بیگ میں ڈال کر ہمارے محلے لے کر دو۔“ ٹوری فیصلہ کرتے ہوئے شیر مارنے سے ہم دیا۔
برن اور جین نے صحت سے زیادہ چار سو بیس کے ٹل بوتے پر گایا تھا۔ چھڑا کر دو اسے وہاں چار سو بیس کا جواب دینے کے لیے ٹوری کر دیا۔ ٹوری حرج بھی نہیں ہوئی۔ جین کی طرف سے اس حرکت کی بھی تامل کی جبکہ وہ خود بہتر پر چڑھنے سے پہلے مارا دکھاتا دیکھتا رہا۔ اس کی بی بی کو تو ان لوگوں نے اپنے ہتھکڑوں کے لیے بندھوں سے آزاد کر دیا تھا جبکہ وہ اب تک بندھا چڑھا تھا۔ وہ ان کے اثر کے باعث ہنس رہی تھی۔ صحت پر چڑھا تھا وہ شاید وہ ان بندھوں سے آزاد ہونے کی کوئی ترکیب فراہم کی تھی۔ ابھی تو کسی انھوں سے تمنا دیکھنے کے لیے کوئی چارویں نہیں تھا۔

”پچیس کو اس اوراد کی رعایت نکھو۔ آج ہونے لگی ہے۔“
اس کا کہنا تھا کہ گھر میں بچہ اور کھس آئے تھے۔ انھوں نے تمہارا سارا زہر اور وہاں صالوت لیا۔ زہر کے لیے گھر میں آگ کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر ہم اسے ساتھ لے جاتے تو تمہاری عملی تندرستی اسے چھوڑنا تھا اور اس کے پچیس کو یہ بھی بتانا کہ حرمت کرنے پر ڈاکوؤں نے تمہارے حضور سزا جین کو گروال کو کوئی مار کر ہلاک کر دیا۔“
اس کے ساتھ ہی اس نے پچیس کا رخ اور جین کی طرف کر دیا۔ اسے گولی مار دی۔ گولی اس کے سینے میں جا گئی۔ پچیس گولی اور اس کے جسم نے ایک زوردار جھٹکا لیا۔ اس کی

کے ہارے میں مشہور تھا کہ وہ اور جین کی دیوانی تھی اور اپنی دیوانی محبت میں اس نے اس کی حیثیت کو خاطر میں نہ لانا ہے ہوئے اپنے باپ کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ اپنے سے کئی گنا بیٹے خاندان سے قطع کر دیکھے والے اور جین کو اپنے اٹھتے دادا کے طور پر قبول کر لے۔ بیاد کے بعد بھی اس نے اپنا کن کن دامن ہتی پر چھوڑ کر نہ میں کوئی کمر نہیں چھوڑی تھی اور سب یہ وہ سلسلے کا ناک اسے بیاد یا تھا لیکن اس وقت معاملہ اس کی اور اس کا تھا چنانچہ وہ ایک وہ قدر فانی سے زیادہ ماں دکھائی اسے بری تھی جس کی دیوانی اپنی ادا دی تھی کے سوا کچھ نہیں پاتی تھی۔

”لو کے کو یہاں لے آؤ۔“ بی بی کی ہاتھ میں جین کو اور جین کے چہرے کی رنگت پور تھی پھولی سے بدل رہی تھی۔ بی بی نے کاس کی طرف رخ کر کے یہ ہم سوا کر دیا تو اس کا چہرہ اور جین ہی زور دیا گیا۔
”ختم ہو۔ میں بتاتا ہوں۔“ کلام ابھی کمرے کے دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ اس کا حوصلہ جواب دے گیا۔
اس نے جس سانس اٹھا کر اس سے کہا۔

”اسے گاندھی گھر کے ایک اسپتال میں رکھا گیا ہے۔ اس کی ذہنی اور جسمانی حالت زیادہ ابھی نہیں ہے۔ اس لیے اس کا اسپتال میں رہنا ضروری ہے۔“ اور جین کے بتانے پر اس کا دل بڑھا چڑھا سا گیا۔ قدرت عملی پارٹنر گاندھی گھر کے چاہتی تھی لیکن دوسو بھی نہیں۔ کا تھا کہ ان کا کوئی ہتھیار وہاں موجود ہے۔ ڈاکٹر فرحان کیس کی حواش میں بیٹھے کر آئے وہ اور جین تک نہیں بیٹھے تو بھی خیال بھی نہیں آیا کہ گاندھی گھر کے گاندھی گھر کی کیوں مانتے تھے۔ ان کی حالت میں جہاں اسے ڈاکٹر فرحان کا ہاتھ چھانے کی غوثی ہو رہی تھی وہیں ان کی حالت ٹھیک نہ ہونے کا کھن کر شدہ یہ اندازہ تھا۔
”ختم ہو۔“ اور جین نے جین کی طرف سے انھیں اتنی غصہ سے کہا اور سناں انھیں وہی کی ہوں کہ ان کا طریقہ عملی ہے۔
گیا ہوگا۔ اس نے تصور میں ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کر دیکھا۔
”بشہ وہاں بھی غصہ کے ناک ایک ایسے انسان نے جین کے چہرے سے ہی ان کی اہانت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ اپنے شاندار گھر کی بری حالت کا کھن کر اس کا دل وہاں سے غصے سے بھر گیا۔ ڈاکٹر صاحب کو اس حال تک پہنچانے میں جین کو حوصلہ سے گھبری کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک اور جین کو گروال بھی تھا اور اس کے لیے وہ اپنے دل میں جان بھری تھی کہ وہی کی کوئی گھنائونگی نہیں پاتا تھا چنانچہ پچھو چھو جاتا اور سزا جین کی طرف پاتا اور جین۔“

دیکھی دی تھی کہ اگر ہم نے اسے کوئین کیمس دی تو اپنی گروال میں شہید مار کر اپنی جان لے لے گی۔ مجھری میں ہمیں اپنے ہاتھ سے اسے پر زور دینا چاہیے۔“ تفصیل بتا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو نہ گئی۔

شیر مارا اس انکشاف پر اپنی جگہ روک رہ گیا۔ لوگوں میں صحت ہانتے بھرتے والے اور جین کے ساتھ گھر میں صحت نے اس طرح پانچ گاڑیوں سے کئی کئی گھنٹوں تک جین کے جسم سے قطرہ قطرہ کر کے زندگی بچا رہی تھی اور وہ ہے جس تھا۔ شاید اپنی اپنی ہے مگر جین کی وجہ سے اسے سونے کے لیے نیند کی گولیوں کی مدد لینا پڑی تھی۔

”فرست ایڈ باس کہاں ہے؟“ وہ انسان تھا خود پرتھی ہی دوسری طاری کرنے کی کو خوش کرتا۔ اپنے اندر کی انسانیت کو نہیں بچھا سکتا تھا۔ اس وقت بھی اسے سیکڑوں کی گھنٹی بھول گئی۔
”وہ اس الماری میں۔ سب سے نیچے والے خانے میں۔“ سزا جین نے سکتے ہوئے بتایا۔

”اس کی بیڑیا کج کر دو۔“ اس نے کلام کو ختم دیا۔ وہ تو جیسے پتھر کی تھوڑا فراموش ایڈ باس نکال کر بے ہوش گولی کی حرم میں ہتی کرنے لگا۔ بے ہوشی کی دور کے علاوہ یہ اس کی دیکھوں میں اور جین کوئین کے نشے کا گڑبگڑ تھا جو وہ ایک بے پناہ اذیت ناک تجربے سے گزرنے کے باوجود ہوش میں نہیں آ سکتی تھی۔

”اب تم کیا ہو رہے ہو؟ گھبراہٹ سے کسی لائق نہ ہونے کے باوجود ہم نے تمہیں رعایت اور صحت دونوں دے دی ہیں لیکن اب بھی اگر تم نے اپنی زبان نہیں کھولی تو ہمارا اگلا نشان تمہارا جان بوجھ کر اور اس بار میں لگائیں گے۔ اس وقت ضائع نہیں کریں گے۔ جیسے سے سے یہ بی بی بیٹھ رہی ہے اسے ایک غصہ لگتا جائے۔“ کلام اپنے کام سے فارغ ہو کر تورا اور جین نے اسے اور جین سے مخاطب ہوا۔

”یہ تم سے کیا پوچھ رہے ہیں اور جین انھیں بتاؤ۔ میں اپنی نظر دیکھنے کے سامنے اس طرح اپنے جان کو کھتا ہوا نہیں دیکھ سکتی۔“ اس کی بی بی روئے ہوئے زور سے بھتی کر رہی۔
”یہ مجھ سے دلش کا ایک اہم راز جانا چاہئے ہے۔“ اور جین نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں اسے بتایا۔

”تو ہمارے فریڈرمان سب سے دلش بھگت ہو۔ انھوں کا لہجہ نہیں کھا جاتے ہو۔ لوگوں کو بے خوف بنانے اور موقع ملنے پر بیٹھ بیٹنگ سے لے کر مٹی لاکڑ تک تک سب کچھ کر گزرتے ہو تو پھر ایک راز بتانے میں کیا مسئلہ ہے؟“ اس

جی یہ حقد کہہ کر اپنی دوست زہرا کو بیٹھا بھول گئی۔
 "سوری سزا گروہال ایہ شخص میرے وطن کا دشمن تھا
 اس لیے میں اسے کسی صورت معاف نہیں کر سکتا تھا۔ اب یہ
 آپ پر ہے کہ میرا ہاتھ اچھا بیان دے کہ فرود گوارا اپنے بچوں
 کو بیٹھاتی ہے یا نہیں لہذا یہ جاننا ہوتا ہے کہ اسے
 کتنی سزا دینی چاہیے۔" نائل جیب میں رکھ کر کہہ کر وہ جن کی
 طرف بڑھا اور اسے بندھوں سے آزاد کرنے لگا۔ اب وہ
 شخص نائل یا کسی دوسرے کو خبر دینے کے کھانسی نہیں تھا۔
 کام کے ساتھ کمرے سے باہر قوم رکھتے ہوئے
 اسے سزا دینے کی بجلی سسٹم سے ملتی رہی تھی جس نے اسے دکھائی
 محسوس ہوا لیکن اس نے اس کیفیت کو فرود گوارا کی بات نہیں ہونے
 دیا۔ لوگوں میں سوت ڈالنے والے ارجن کی وجہ سے کتنی
 سہانگوں کو بوجہ ہر کام پر ڈھکنا چاہتا تھا کہ اس کی بیوی
 اس کی لاش پر بیٹھی ہیں کہ وہی تو اسے مکتا جہل کے
 علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔
 "میں نے یہاں کی لیڈ لائن کاٹ دی ہے۔ ارجن
 اور اس کی بیوی کے سوا ہاں پہلے ہی میرے قبضے میں ہیں اس
 لیے اس کی بیوی کے لیے فوری طور پر پولیس سے رابطہ کرنا
 ممکن نہیں ہوگا۔" وہ کنٹرول روم کے سامنے سے گزرے تو
 سلطی ان سے آگے اور اپنا کارڈ سامنے رکھا جس پر شہر یار کی کچھ
 میں آیا کہ اسے ارجن اور اس کی بیوی کے آس پاس سواہاں
 فون کیس نظر نہیں آتے تھے وہ دونوں لوگ اپنے بل فون کو
 سوتے وقت اپنے قریب ہی رکھ کر کھانا پکھڑا کرتے ہیں۔
 "آپ لوگ جلدی سے باہر آ جائیں۔ مجھے جیوں
 محسوس ہو رہا ہے کہ کچھ گاڑیاں خاموشی سے ارجن والا کو
 گھیرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔" انہی دو پہری طرح ارجن
 کا سامنے لے بھی نہیں سکے تھے کہ بھائی کی طرف سے سیا
 کچے گئے ڈرائیور نے اطلاع دی۔ اسے وہ اپنے فرار کے
 لیے باہر ہی پھاڑ کر آتے تھے۔
 "اے اے ہم آ رہے ہیں۔ تم ریڈی رہو۔" شہر یار
 نے اسے حجاب دیا۔ ساتھ ہی ان تینوں کے قدم بھی تیز
 ہو گئے۔ وہاں کے لیے انہوں نے اسی راستے کو اختیار کیا
 جس راستے سے اندر داخل ہوئے تھے۔ ارجن کی بیوی کے
 کمرے کی کھڑکی کا نوٹا عیب بیٹھتا اس کی اس دیکھی کی لاش کی
 تھا جو کہیں نہ تھے کی صورت میں اس پر طاری ہو جاتی ہوگی۔
 اس پہلے سے نونے ہوئے شیشے کی وجہ سے ہی بیٹھتا ہواں کا
 سکھو رہی اور ہم بھی کام نہیں کر رہا تھا اور ان کا کام چڑھان
 ہو گیا تھا لیکن یہ نہ جانے کون لوگ تھے جو چاہتا ہی وہاں

سوار ہو گئے تھے اور نگاہ سے ان کے فرار کی راہ بھی روکنے
 والے تھے۔ شاہ پر اس فائرنگ کا رد عمل تھا جہاں مجھے وقت
 نہیں کرنی پڑی تھی لیکن یہ کچھ لیڈ ہو چکا جس کی بنا
 توجیہ ہو سکتی تھی کہ پاکستان کی طرح بھارتی پولیس بھی
 فلاحیت کے رد عمل میں متحرک ہونے میں تاحصا تہی تھی۔
 "اس طرف کوئی نظر نہیں آ رہا۔" وہ جس طرف سے
 غاردار ہوتی جہاں کہ اندر داخل ہوئے تھے وہی جانب
 دیکھ کر چڑھ کر سولے جا کر دیکھا اور سر گولی میں اطلاع دی۔
 "مجھے معلوم ہو گیا کہ گاڑیاں کس طرف نظر آ رہی ہیں
 آخر؟" اس نے ڈرائیور کا ہاتھ سے غائب کر کے سوال کیا۔
 "وہ لوگ فرنٹ لارڈ ہو چکے ہیں۔ آپ لوگ اگر سائز
 سے آجائیں تو ٹھکانے ہیں۔ میں گاڑی کچھ قاصدے پر لے گیا
 ہوں تاکہ کسی کی نظروں میں نہ آسکوں۔" اس نے فوراً جواب
 دیا۔
 "اے اے ہم آ رہے ہیں۔" اس نے ڈرائیور کو جواب
 دیا اور اشارے سے سولہ کیجے اترنے کو کہا۔ وہ جس طرف
 سے یہاں داخل ہوئے تھے وہ دیکھ کر اس جگہ کے فائن
 سمت میں گئی جہاں ڈرائیور ان کا منتظر تھا۔ چنانچہ سولہ کے نیچے
 اترنے کے بعد انہوں نے دوسری دیکھ کر اس طرف فوجی قادی
 کی۔ وہاں موجود ڈکار ڈارڈوں کو کٹ کر دوسری طرف
 کودنے کے عمل میں کچھ تاخیر ہوئی تھی جس کی سزا انہوں کو کام
 کے داغ میں ہی اترنے والی گولی کی صورت میں پہنچتی
 پڑی۔ گولی کی وجہ سے کام کے لیے خود بھاگ کر قاصدے
 کرنا ممکن نہیں تھا درحقیقت یہاں سے سولہ کو کام کو سہارا دینا پڑا۔
 یہ صورت حال ایسی تھی کہ ان کے لیے مطلقاً دونوں کی نظر میں
 آئے بغیر بھاگ لھٹا ممکن نہیں تھا۔ گولیوں کی پہری ایک بانہ
 ان کے قاصدے میں آئی اور یہ ان کی خوش قسمتی تھی کہ وہ چھ
 اچانک کے قاصدے سے بچ گئے تھے اور گولیاں ان کے داغ
 یا کسی سے ٹکل نہ ہوئی۔
 "لیڈ جاؤ۔" شہر یار زور سے بولے اور وہ دونوں کام
 کو ساتھ لیتے ہوئے نیچے لیڈ گئے۔ ایک بار پھر ان کی
 قسمت نے یاداری کی اور گولیاں ان کے اوپر سے گزرنی لگی
 گئیں۔
 "تم کام کو لے کر آگے چلو۔ میں ان سے
 لٹکا ہوں۔" مطلقاً دونوں کو وہ کے بغیر ارجن نہیں ہے وہاں
 بات کو کچھ لینے کے بعد شہر یار نے سولہ کو ہم اور فرود
 رک کر اپنی پشت پر بندھے ہوئے ایک سے اپنے مطلب کی کچھ
 لٹائے لگا۔ اس دوران وہ لوگوں کا خیر کرنے کے لیے اس نے

ایک ہاتھ سے گولیاں چلانے کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا۔ وہ
 چاہتا تھا کہ اس کی چھائی ہوئی گولیاں دشمن تک رسائی نہیں
 حاصل کر سکتیں لیکن کچھ نہ ہو سکتا تھا۔
 ابھی اس کے پاس اپنی سہلت نہیں تھی کہ ایک میں
 موجود ہر ہر راستہ کی راہوں کے ٹکڑوں کو کٹال کر جڑوا اور
 دوسرے کو تیز جہاں سے پاس آتا ہے ایک میں موجود
 ہر سوک بڑا اور اس طرح اچھا لگا دیا کہ دشمن اور اس کے
 دو مہمانوں میں کی ایک چادر پٹی تھی۔ اس نے فوری طور پر
 اپنی پلاٹین تھم لیا کی اور راہوں کے ٹکڑے کٹال کر اسے
 چھڑانے کے بعد اعزاز سے ایک برست مارا۔ جدو
 راہوں کا یہ برست اس بات کا اعلان تھا کہ مطلقاً انہیں فرود
 سے کھڑے نہ کرے۔ برست مارنے کے بعد وہ رے کے بغیر آگے کی
 طرف بھاگا۔ فروری اسے سولہ کو کام نظر آ گئے۔ کام کی ذمگی
 ناک کی وجہ سے ان کے ہاتھ کی دکانا بہت کم تھی۔
 "میں اسے سہارا دیتا ہوں تم اپنی راہوں کٹال لو۔"
 اس نے قریب پہنچ کر سولہ کو ہم اور فروری کو اہل ہوا کیا۔
 "میں سولہوں پر اس کی پٹری دیکھنے والی ہو گئی تھی اور وہ جیوں
 چاہتی وہ چونہ نظر آنے لگا تھا جیسے سوت سے لڑے نہیں
 کرکت تھی جیسے گراؤ میں اتر رہا ہو۔ ادھر شہر یار کچھ
 انکوش کا تھا تھا۔ اپنے فرائض ایک کے علاوہ اس نے وہ
 ڈیوٹی اور فونوں سے بھرا ایک بھی اٹھا رکھا تھا پھر کام کو
 سہارا بھی دینا تھا۔
 "میری راہوں بھی کٹال دیں۔ بھاگ تہہ تاکہ تم سے
 کم دوچار کو تو مار سکیں گا۔" اس موقع پر کام نے اس سے
 فریادیں کی۔ وہ کون بھر کے لیے سچے میں چڑھا اور پھر اس کی
 فریادیں مان لی۔ اس کے کان ان گاڑیوں کی فریادیں سن
 رہے تھے جو جھمکیں جہاں سے گزر رہی تھیں کی طرف بڑھ رہی
 تھیں۔ ان گاڑیوں سے مسلسل فائرنگ بھی کی جا رہی تھی جس
 کا جواب سولہ اپنی راہوں سے دے رہا تھا لیکن ایک بات سچھی
 تھی کہ نقصان دونوں طرف سے ہی کا نہیں ہو رہا تھا۔
 "میں نے آپ لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ اگر آپ وہاں
 قدم اور آگے بڑھ آئیں تو میں آپ تک گاڑی لے آؤں
 گی۔" شہر یار ہوش حالت میں ڈرائیور کی آواز ان کے اندر
 لگتی کی تھی اور وہ اٹھی۔ وہ دیکھتا ہوا اس طرف بھاگا۔
 اس بار سولہ انہیں کو رہے رہا تھا اور اس سہارے سے فائرنگ
 کھینچا تھا کہ ایک ایک ہی دس کے برابر محسوس ہو رہا تھا۔ اگر
 کھول جانے لیتے کہ یہ ہی سولہ سے تھے انہوں نے پاکستان کی
 ناک کے لیے بڑی محنت سے تیار کیا تھا تو پھر سہیل لینے۔

کھڑا رہا
 راہوں کو بے تحاشا استعمال کرتے ہوئے اس نے اچھا کھی
 اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چکر گزینہ کٹال کر وہاں
 سے اس کی پٹن کھینچنے کے بعد اس سمت اچھا لگا دیا جس
 دشمن کی گاڑیوں کی وہ لٹائیں دھوئیں کو چھٹی ہوئی آگے
 بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ چکر گزینہ گرا تو گاڑیوں یا ہاتھ قیامت ہی
 بڑھا ہوئی۔ سب سے آگے آنے والی گاڑی براہ راست اس
 کی زد میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے آگ کا گولہ بھی گئی۔ اس
 کے پیچھے آنے والی گاڑی کا ڈرائیور بد وقت پر بھاگنے
 میں ناکام رہا اور وہ گاڑی بھی جھٹی ہوئی گاڑی میں محسوس تھی۔
 افراتفری کے اس عالم میں کس کو بھٹی بھٹا کر ان کا بیٹھ
 کرے۔ وہ لوگ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانیں بچانے
 کے لیے بھاگ اڑ کر گئے۔ سولہ کے لیے یہ موقع
 مناسب تھا۔ وہ تیزی سے شہر یار اور کام کے پیچھے بھاگا اور
 فروری ان سے جاگا۔ بھائی تھی کا ڈرائیور اپنے کچھ کے
 مطابق وہاں ان کا منتظر تھا۔ کام کو سہارا دے کر گاڑی میں
 بٹھانے کے بعد وہ دونوں بھی تیزی سے سوار ہو گئے اور
 ڈرائیور نے برقی راندی سے گاڑی اڑا دی۔ سب مہمانوں روڈ
 پر جانے کے عہدے وہ دونوں سولہ کو گولیاں کا انتساب کر رہا
 تھا اور ان کے اعزاز کے مطابق جانے جا رہے تھے اور وہ
 چلا گیا۔
 پش طلاق ہونے کی وجہ سے وہاں عیال اور راستے
 کشادہ تھے اس لیے ڈرائیور کی جسم کی شکل چھٹی نہیں آ رہی
 تھی۔ بڑے بڑے ٹکڑوں میں رہنے والے ان چند بے کے
 سے کھڑو دل دیکھنے والوں میں سے کسی کے اندر حوصلہ نہیں تھا
 کہ باہر نکل کر صورت حال کا جائزہ لیں۔ ان لوگوں سے
 زیادہ سے زیادہ یہ امید کی جاسکتی تھی کہ وہ قانون نافذ کرنے
 والے اداروں کے اہل عہدے داران کی تیندلی فون
 کر کے حرام کر دیں اور ان سے پوچھیں کہ ایسے پش
 ملائے میں کوئی بھنگا۔ بڑا ہوا تو کچھ...؟
 ادھر شہر یار اور سولہ چلتی گاڑی میں کام کی ناک کا
 جانکہ لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ گولی اس کی پٹری کا
 گوشت چھاڑتی ہوئی ہڈی میں محسوس تھی اور وہ شہر یار کھلف
 کے علاوہ مسلسل خون بہہ رہنے کے باعث کھڑو کی بھی محسوس
 کر رہا تھا۔ گاڑی میں بیٹھے ہلب کی صورت میں وہ اس کا
 زور پڑتا ہوا ہیرا ہیرا دیکھتے تھے لیکن حقیقتی طور پر وہاں
 کے میں میں نہیں تھا۔ اس کے لیے باقاعدہ آگے بڑھنا اور
 مستعد ڈاکٹر کی ضرورت تھی جو کسی لحاظ سے پہنچنے کے بعد ہی
 میر آسکتا تھا۔ فی الحال انہوں نے صرف اتنا کیا کہ ان کے

ذبح سے خون کا بھانا کم سے کم کرنے کے لیے اس کے اوپر مشورہ ملی بٹنی باغدادی۔

”اسے یہ جانتا چاہیے کہ کڑوی تم ہوگی۔“ ڈارنا بھرنے اپنی جگہ پیٹھے پیٹھے جوں کا ایک ڈبائوں کی طرف بڑھا یا جسے شہریار نے قتل کیا۔ یہ سرخ انگوڑوں کا جھنڈا تھا۔ شہریار نے اس میں اسٹرا ڈال کر کھوکھ کے ہوتوں سے لگا دیا۔ وہ بے چارہ ذہنی ننگ کے ساتھ کالی بھاگ دوڑ کر چکا تھا اور اب اس کی بہت جراب رہنے لگی تھی۔ اس پر شہریار کی طاری اور ہی تھی۔

”آگھنیا گھولو کلام۔ یہ جوں ہی۔“ شہریار نے اس کے گال چھتھاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

”بھری بہت نہیں...“ اس نے ٹوٹے کچے میں بہت دیکھی آواز میں جواب دیا۔

”یہی بروج کلام۔ ہم مشکل سے گل آتے ہیں، اس لیے ہی کسی لٹکانے پر تکیے ہیں تمہارا علاج شروع ہو جائے گا لیکن اس وقت تک تمہیں خود کا سنبھالنا ہوگا۔ تو یہ جوں ہی تاک کہ تمہاری تو اپنی مجال ہوتی رہے۔“ شہریار نے اسے بھگاتے ہوئے ایک بار سحر زبردستی سزا اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

اس بار اس نے ایک گھونٹ بھریا۔ پانی کا راستہ بھی شہریار نے اپنی کوشش جاری رکھی۔ سلاویت خاموش بیٹھا تھا اور گے بگے شہریار کے چہرے پر ایک نظر ڈال لیتا تھا جو نہ جانے کیوں اس کی طرف سے اٹکل بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ ریزہ ریزہ اور پھیس کی گاڑیوں کے سائزنگ تو جانے کب کے پیچھے رہ گئے تھے اور ڈارنا بھرنی گھاس چھوڑ کر گاڑی میں رواں چلنے لگا تھا۔ ہر بڑے شہریار کی طرف رات گئے بھی جانتے رہنے والے بھی کی سڑکوں پر کون تھا جو خاص ان کی گاڑی کی طرف توجہ سے داتا۔ چنانچہ وہ بے خبریت اپنے ٹھکانے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ وہاں مہاراجن ان کا منتظر تھا۔ اسے کلام کو گولی گئے کی خبر ڈارنا بھرنے میں دے چکا تھا چنانچہ جیسے ہی وہ لوگ وہاں پہنچے وہ آدی اسٹریچر لے کر گاڑی کی طرف لپکے اور کلام کو کھڑی سے گاڑی سے اسٹریچر پر منتقل کیا گیا۔

”تمہارا بلڈ گروپ کیا ہے؟“ سفید کوٹ میں نہیں ایک اڈیٹر آدی نے اسٹریچر کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے کلام سے سوال کیا۔

”یہی پانڈے۔“ اس نے کہا ہے جو بے جواب دیا۔

”گنڈہ۔“ اس گروپ کا بلڈ گارے ٹیکھن میں موجود ہے۔“ اڈیٹر شخص نے مسرت کا اظہار کیا لیکن وہ ادا کا وہ کچھ تھا کہ اسے مخاطب نہیں تھا اور اس کی توجہ پوری طرف کلام پر تھی۔ شہریار اور سلاویت خود کار انداز میں اس کے اسٹریچر

کے پیچھے بھاگتے جا رہے تھے۔

”آپ لوگ بھی نہیں رہیں۔“ ڈاکٹر صاحب کام کے دوران کسی کی سوچو گی کو پھیند نہیں کرتے۔ اسٹریچر کو گولی کے ایک اپنے بچے میں پہنچا جہاں اس سے کل بھی ان کا جانا نہیں ہوا تھا تو اسٹریچر اٹھانے والوں میں سے ایک نے سختی سے کہتے ہوئے انہیں روک دیا۔ اس کی بات سن کر ان دونوں نے ہی اپنے قدم روک لیے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ ڈاکٹر کوئی اور طبیعیت سے کام کرنے کے لیے غیر حوصلہ لوگوں کے دانتوں کو ٹاپھند کرتا تھا۔ اتنا ڈاکٹر کام کرنے والوں کو کھسولی کے لیے اس کی ضرورت بھی تھی۔ روک دینے جانے کے بعد وہ دونوں پلٹ کر واپس اس کمرے میں بیٹھے تھے جہاں اب تک ان کا زیادہ اظہار بیٹھا رہا تھا۔ مہاراجن پہلے سے وہاں موجود تھا اور اس نے فی دی آئی کر رکھا تھا۔

”آگھنیا بھرم لوگ تو بڑا امکان دیکھا کرتے ہیں۔ سبھی کی پھیسوں کی کرہ تھی ہے۔ ایک تو ارجن انگوڑوں کے گھر ڈاکٹر اور کل وقت گزرتی ہوئی ہے، وہ دوسری طرف ہر سے نو پھیس والے مارے گئے ہیں۔ ذہنی بھی بہت ہوتے ہیں۔ پھیسوں نے ہر سے ملائے کو اپنے ٹھکرے میں لے لیا ہے اور مٹھوک انفرادی کر گتاری کے لیے کوشش ہو رہی ہے۔ لیکن کمال کی کھسولی تم لوگ شہریار کی کھد میں پھینا اتنے کے بعد سختی آسانی سے صحیح سلامت یہاں پہنچ گئے ہو۔“ اس نے کلمے اس سے ان کی کارکردگی کو سراہا۔

”تمہارا ایک ساتھی شہریار نے ذہنی ہے۔“ نہایت سنجیدگی سے کہتے ہوئے شہریار نے گویا اسے یاد دلایا۔

”اس کی مگرمت کرو دوست۔ وہ دو چار دن میں چنگا بہتا ہو جائے گا۔“ ڈاکٹر ایک اپنے کام میں بڑا مہر ہے۔ وہ آس پاس گھومتے اپنے بچے دیکھ رہے ہوتے۔ ان میں سے ہر ایک کوئی گولی باز ذہنی ہو کر یہاں پہنچا ہے۔ یہ سالے آتے دن اس کی زندگی بچنے میں بڑکریاں پہنچتے ہیں اور ڈاکٹر ایک ان کا علاج کرتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہنم کے ہر حصے سے گولی ٹکانے کا جہر جانتے ہیں۔ اس واسطے جسمیں اپنے ساتھی کے لیے مگر مت ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اسے راجو کر دے کر ہی تمہارے حوالے کریں گے۔“ مہاراجن کا اظہار اگرچہ غیر متوجہ تھا لیکن اس نے معلومات اس کی نظر اہم کی جسمیں کہ انہیں سلی ہو گئی تھی۔

”یہ بلڈ گروپ میں کامیاب ہونے ہو یا نہیں؟“ انہوں نے میں تو تیار ہے، جوں کا راجن کے بیٹے میں گولی ماری گئی ہے اور اس کی حالت بہت نازک ہے۔“ منتظر کو جاری رکھتے ہوئے

مہل نے موضوع ہتھیار چھڑانے کی کوشش کی۔
 "..... گھنٹی کی بجٹ ابھی تک زندہ ہے۔" اور جی کے زندہ ہونے کا سن کر اسے افسوس ہوا۔
 "زندہ ہے لیکن جوش میں نہیں ہے۔" انگریزی اس کے پیچھے کی زیادہ امید نہیں دلا رہے تھی۔ "میڈیا کی تیز رفتاری کی وجہ سے پھر کسی کوشش کے بھی اہم خبریں اب تک نکلی رہی ہیں۔ اسی وقت نیلی ویزن پر ارجن کی بیوی کا بیان دکھایا جانے لگا۔ صدمہ سے اس کی بری حالت تھی اور وہ ایک آنکھ کو پتھری تھی کہ ان کے گھر میں چند ڈاکو زبردستی کھس آئے تھے جنہوں نے ان کی بیٹی کو گھرو کا نشانہ بنا کر ان سے سارے زیندات اور روپوں کوٹ لیا اور حراست پر ارجن کو گولی مار دی۔ اس کے اس مختصر بیان کے ساتھ ہی اس کی بیٹی کا زنگی ہاتھ اور ارجن کو ہسپتال منتقل کیے جانے کے مناظر بھی دکھائے جا رہے تھے۔ ساتھ ہی نوزائیدہ بچہ گرواں تہہ بھی جاری تھا جس میں سفاکانہ عمل کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ یہ خیال بھی ظاہر کر رہا تھا کہ کئی کئی ایسے واردات کے پیچھے اصل کوئی کچھ اور ہے۔ یہ نیک نام ڈاکوؤں کے لیے کسی طور پر ممکن نہیں تھا کہ وہ ارجن اور اس کے خالق سسٹم کو گھت دے کر اندر تک رسائی حاصل کر سکیں اور ساتھ ہی گیمروں کا پیرا بھی قاتب کر دیں۔ سلو کے انہماں وہ اپنے گئے کارنامے کے سبب وہاں ایک کام اور ہوا تھا۔ پولیس والوں کے زبردستی وہاں گھسنے کی کوشش میں مختلف مقامات پر نصب خود کار گیس برس پڑی تھیں اور کئی پولیس اہلکار گولیوں کا نشانہ بن گئے تھے۔

انگر کے مطابق کسی عام ڈاکو کو ایسی ذہانت نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس وجہ سے سسٹم کو کچھ کر آپریت کر سکے۔ دوسرے ڈاکوؤں کو ضرورت تھی کسی بھی کام کو پولیس اہلکاروں کو نشانہ بناتے۔ اس طرح کی منصوبہ بندی تقریباً کاروبار شدت گروہی کر سکتے تھے۔ اپنے اس نکتہ نظر کو جانچ کر اسے کرنے کے لیے انگریز پر تن نے ویزن گریڈ سے پولیس کی گاڑیوں کو تیار کرنے کے واسطے کی بھی مثال پیش کی تھی۔ اس کے مطابق کسی پڑوسی کی طرف سے ارجن و لاسٹ فائنل کی آواز سننے جانے کی شکایت پر وہاں پہنچنے والی پولیس کی گاڑیوں کو فرار ہوتے ہوئے ڈاکوؤں نے چڑھ کر گریڈ سے نشانہ بنایا تھا۔ یعنی آئے والے اپنی تیزی کے ساتھ آئے تھے کہ کسی صورت انہیں روکا جانا ممکن نہیں تھا۔ انگریز پر تن نے سوال اٹھایا تھا کہ کیا کوئی عام ڈاکو اس طرح ذہنی ہوں گا کہ ہتھیار استعمال کر سکا ہے؟ انگریز پر تن کی عادت و تربیت کے مطابق اس کی طرف

سے مسلسل پوچھے اور سوالات و قیاس آرائیوں کا سلسلہ چلا تھا۔ شہریار نے ایک نظر سطر کی طرف دیکھا اور اس ایک لمحہ میں وہ سمجھ گیا کہ اس سے کیا غلطی ہوئی ہے۔ ویزن گریڈ استعمال نے ہر ایک کو چکا چودھا یا قہار بنا دیا۔ ان کے درمیان بات پہلے سے طے ہو چکی تھی کہ انتہائی تیز رفتار حادثے کے خلاف وہ اس کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔
 "تم لوگوں نے تو خاصی قہر قہری چا کر رکھ دی ہے۔ ایک تو ارجن، گروال کے گھر پر مل گیا، اوپر سے راستے پر چلے والوں کو گولہ لگا دیا۔ اوپر سے نیچے تک سب ہی کرو گئے۔" عبدالرحمان نے لطف لینے والے انداز میں انہیں دہرائی پھر خیال آئے پھر پھینکے۔
 "ارجن کے گھر سے کتنا مال ہاتھ لگا؟ تم لوگوں میں بتا رہے ہیں کہ ڈاکو اٹھوں کا زبرد اور غلط ساتھ لے گیا۔"
 "غیروں میں لفظ بتا رہے ہیں۔" شہریار نے سنجیدگی سے اس کی بات کا جواب دیا اور وہ چونک گیا۔
 "کیا مطلب؟ کیا تم نے وہاں سے کچھ نہیں لیا؟"
 "کوئی ہے لیکن اس کی مالیت لاکھوں میں نہیں کروڑوں میں ہوگی۔" اس نے بھرا ہوا ایک مہل کے سامنے اکت ویا تھے۔ دیکھ کر اس کی آنکھیں پٹ پٹ گئیں۔ زیندات بھی سے بیشتر زیندات ایسے تھے جن میں مختلف اقسام کے مٹھی پیر سے جڑے ہوئے تھے۔ سونا چھوڑ کر صرف ان ہیروں کو گولی چھاپنا تو بہت بڑی رقم حاصل ہوتی تھی۔ اپنی کے علاوہ وہ بھی اسی طرح کر رہی تھی، ڈاکوؤں کے گھر میں بھی جنسیں دیکھ کر عبدالرحمان کی آنکھیں پٹ پٹاں چلیں۔ شہریار نے سب باتوں میں بہت سے حاصل کیا تھا کہ ارجن حرام کی کمانی بھارتی چال بازوں کی چالوں کا جواب دینے کے لیے استعمال کرے گا لیکن وہ سب دیکھ کر عبدالرحمان نے نہیں چھپا سکتے تھے۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ ان کے پاس ایک زائد ایک سو سو روپے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے لیے بھی نہیں تھا کہ اس کو سونے اور پیروں کو اپنے طور پر پارکیت میں چھ کر رقم حاصل کر سکتے۔ انہی کسی کوشش میں وہ مشکل میں پڑ سکتے تھے اس لیے بھرتا کہ ان لوگوں پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔ لوٹ کا یہ حال ان سے ملت بھی جا تو گھر کی کوئی بات نہیں تھی۔ جو چھ چھ آتی ہے، ایسے بھی بھی جانی ہے۔ خود بے نیاز ظاہر کرنا وہ خاموشی سے عبدالرحمان کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسی وقت کمرے میں عبدالرحمان کی کھنٹی بجی۔ عبدالرحمان نے خود ریسیور اٹھایا

دوسری طرف کی بات سننے کی سے سننے لگا۔ بات سن کر اس نے خاموشی سے ریسیور واپس رکھ دیا اور وہ نے کھن ان دونوں کی طرف کیا۔
 "ڈاکو ایک بات کر رہا تھا۔ اس کے مطابق تہہ سے سامنے کی بات سے کوئی کمال لی تھی ہے لیکن گولی نے اس کی ہڈی کو اتنی بری طرح متاثر کیا ہے کہ وہ اب چلا ہی نہیں سکتا ہے۔ اس کی بات پہلے کی طرح سنیں ہو سکتے کی۔" یہ خبر شہریار کے لیے گوارا احمد نہ بہت آئی اور بے ساختہ اس کی کھردرالت کے اس ڈاکو پر نہ ہونے لگا کر گئی اور کام کھان کی اصل صحت مند نگاہ میں لگن دلا سکتا تھا۔
 * * * * *
 وہ بہت گہری نیند سو رہی تھی۔ اتنی گہری نیند کہ دیکھنے والے کو بھی ممکن کرے کہ اس کی ناک کی خبر لائے گی لیکن یکدم ہی اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور سنبھلی سے بصر اٹھ کر دیکھنے لگی۔ اس کی نیند تو اس کا سبب ایک بھاری تھا۔
 "ہا ہا ہا ہا..." کسی نے بہت زور سے اسے پکارا تھا اور وہ اس پکار کا جواب دینے کے لیے بے چین ہو چکی تھی لیکن اصرار اور دہشتی جب نیند کے غمار سے لگی تو اس میں ہوا کہ ان کی توجہ دلو اور اس کو پار کر کے توڑ لیا تو وہ اس تک آسکتی ہے اور نہ ہی وہ اپنی آواز کو کسی تک پہنچا سکتی ہے۔ اس نے جھٹکا اور خود دیکھا سب ایک خواب تھا۔ نیند میں اسے پکارنے والا اصل تھا جو جنگ کی وحشت اور جھجے گھیل سے بے نیاز اسے اصرار نے گل کھرا ہوا تھا اور وہ اسے پکار رہا تھا۔ وہ بھی اس کی پکار کا جواب دینا چاہتی تھی لیکن صدمہ سے آواز نہ آ رہی تھی۔ اس کی حقیقت کے قاتلوں میں کھنٹی کی جہاں اسلم کے نور تک پہنچنے کا امکان بھی نہیں تھا۔
 جھجکا وہ خود بھی اٹھنے سے نہیں چاہتی تھی کہ کہاں اور کہاں ہے۔ اسے جہاں پہنچانے کا اسے وہاں خود بھی وہاں ہے۔ ان سے نہیں ملا تھا اور وہ انہیوں کے سامنے سر جھنجھتی رہتی تھی کہ اسے جہاں سے جانے دیا جائے لیکن وہ تو گویا گونگے بہرے سے تھے جو تو اس کی کوئی بات سننے تھے اور نہ ہی کسی بات کا جواب دیتے تھے۔ جہاں اس کی زندگی اس چھوٹے سے کمرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ کمرے میں زندگی کی تمام بنیادی سہولتیں موجود تھیں اور بظاہر اسے کسی تکلیف کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا لیکن اس کے لیے یہی لذت بہت تھی کہ اسے اس کے گھر اور شہر سے دور اس تہائی میں لایا جھکا گیا ہے جہاں وہ کسی اپنے سے بات کرنے اور اس کی صورت دیکھنے کے لیے بھی تڑپتی ہے۔ جہاں وہ کراتے اپنے

کھڑا ہوا۔ والے بچے کی بھی گھر لگی تھی۔ چھوٹے چھوٹے لوگ اس کا ہر چہرہ خیال رکھ رہے تھے۔ انگریزی طرف سے توجہ کر رہے وہ ان کے ساتھ ساتھ شینول کے مطابق بھرتی نمودار بھی صحت کی جاتی تھی لیکن پھر بھی اس کا دل اچھا نہ خدووں سے لڑ رہتا تھا۔ یہاں لانے جانے کے بعد اس کے مختلف قسم کے صحت بھی لپے گئے تھے اور انٹرا سرائیو بھی ہوا تھا لیکن وہ دیکھنے سے قاصر تھی کہ یہ کون خدائی فوجدار ہیں جو اسے ایک ڈاکو زندگی سے نکال کر یہاں لے آئے ہیں اور خود اس کی صحت اور دیکھ بھال کے سنبھال رہے بیٹھے ہیں۔ یہاں جن چیزوں سے اس کا سامنا ہوا تھا وہ سب کے سب اس کے لیے آقا تھے البتہ اسے یہاں تک پہنچانے کا اسے وہ شخص اس کے لیے ابھی نہیں تھا۔ اس شخص کا نام تھا ڈاکو طارق۔
 ڈاکو طارق وہ شخص تھا جس سے اس کی گراہی میں تمام کے دوران ملاقات ہوئی تھی۔ شہریار نے اسے صحت کے نام سے گراہی کے جس کاغذ میں داخلہ دلویا تھا وہاں اس کی داخلہ نامی ایک نوٹ کی سے مدد لی ہوئی تھی اور وہ داخلہ کے اصرار پر بھی گھبراہٹ میں ہونے لگی۔ وہاں اس کی ملاقات اس کے بھائی ڈاکو طارق سے ہوئی تھی۔ وہ پڑھائی کے سلسلے میں ان دونوں کی مدد کر رہا کرتا تھا اور وہاں ان کے نزدیک ایک بھائی انسان تھا جس میں اسے بھائی انسان نے اپنی اصلیت کا علم وقت دکھائی جب اسے ایک اتفاق کی وجہ سے اس بات کا علم ہوا کہ وہاں وہ پنجاب کے ایک واپار سے اپنی جان اور عزت بچانی پکار رہی ہے۔ اس موقع پر اس نے نہایت کھلی کا شجرت دینے ہوئے چھوٹی کو اس کے بارے میں اطلاع دے دی اور وہ ڈاکو کے ہاتھ سے سوتے میں اٹھائی گئی۔ اس واسطے کے بعد اس کی زندگی کا دوسرا ہی بدل گیا اور اسے ایک پارہر تقسیم حاصل کر کے کسی ایسے مقام تک پہنچنے کے خواب سے دست بردار ہونا چاہی۔ اس کی عمرانی سے اسے اسلم جیسے چاہنے والے شخص کا ساتھ مل گیا اور وہ لوگ شہریار کے قاتلوں سے آریٹھ و شفٹ ہو کر ایک خاصی مطمئن زندگی گزارنے لگے لیکن یہاں بھی بد قسمتی نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔
 اس روز جب سانس کے لیے اسے ٹیک پڑھوڑ کر جیس خود شاپنگ کے لیے چلی گئی وہی ۱۱ بجے قریب ہونے کے سبب کھڑکی لڑ تھیک اور سلاط میں شامل کیے جانے والے دیکھ سوا سڑ پرینے کی نیت سے قریبی اسٹور تک پہنچی۔ اتفاق سے اسے وہاں پکارا گیا اور اس سے گل کر وہ

پہا کر گرتی، کسی نے اسے قدام لیا۔ حالت سنبھلنے پر اس نے اپنے صحن کو دیکھا تو ڈاکٹر طارق کو دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ اس نے خود بھی اسے پہچان لیا اور اس سے گل کہ وہ اس سے من موڑ کر چل پڑتی، بڑی لیا جت سے اپنی صفائی بیان کرنے کا ایک موقع دینے کی درخواست کر کے قریبی ریستورنٹ تک چلنے کی فرمائش کی۔ وہ شاید اس کی یہ خواہش پوری نہ کرتی لیکن وہ اتنی عاجزی اور لجا جت سے بول رہا تھا کہ اس کا دل مٹھک گیا اور وہ اس کے ساتھ ریستورنٹ تک جانے کے لیے راضی ہو گئی۔ وہاں انہوں نے کافی پی اور طارق اس سے صفائی مانگتا رہا کہ..... اس نے اس کے دل کو دھکا دیا۔ اس کے بقول اسے امریکا آکر اسپتالز میں کرنے کا جنون تھا لیکن وہاں کی کسی کے باعث وہ اپنی یہ خواہش پوری کرنے سے قاصر تھا۔ لہذا ایسے میں جب اسے یہ معلوم ہوا کہ چودھری کو ماہانہ ہونا چاہتا ہے تو اس کی صورت میں اسے بھاری رقم مل سکتی ہے تو اس کا ایمان ڈگمگا گیا۔ ماہانہ ہونے سے خوب ہاتھ ستا گیا کہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے وہ ایک بے بارود دھماکہ بازی کی زندگی سے پھیلنے سے بھی نہیں کھڑا تو آگے گیا خاک و گلی انسانیت کی خدمت کرے گا۔

طارق نے نہایت نندہ چیشانی سے اس کی ہر بات سنی اور شرمندگی کا اظہار کرتا رہا کہ وقتی طور پر اس پر شیطان غالب آ گیا تھا لیکن اب وہ اپنے اس عمل پر بہت پشیمان ہے اور کفار سے کے طور پر عقیم عمل کرنے کے بعد وطن واپس جا کر فریب ہم وطنوں کی خدمت کرنے کا لازم رکھتا ہے۔ عروت اور غلام سے گندھی ماہانہ ہونے اس کی مضرت کو قبول کر لیا اور اسی سبب ایک بار پھر اس پر اٹھارہ گرنے کی لفظی کر جھی۔ چنانچہ ڈاکٹر طارق کی ٹیکٹ تک ڈراپ کرنے کی آفر رو نہ کر سکی۔ ریستورنٹ سے ٹیکٹ دوڑ گئی کہاں تھا۔ وہ بیچل بھی آرام سے جا سکتی تھی لیکن کچھ اس ڈر سے بھی اس کی جھنجھل قبول کرنی کہ کبھی راستے میں ایک بار پھر پتھر نہ آ جائیگا۔ ریستورنٹ سے اگل کر ٹیکٹ تک کا ٹھکر راستے بھی نہیں ہوا تھا کہ جانے کیسے اس کی آنکھ لگی گئی اور جب وہ دو بارہ جا چکی تو اس کمرے میں سو جوڑی۔ اس نے بہت شور مچایا، روٹی پھینکی، پھینکی چٹائی کہ اسے یہاں سے جانے دیا جائے لیکن کسی کے کان پہ ہوں تک نہیں رہیں۔ یہاں تک کہ اس کی طارق سے طاقت کی خواہش تک پوری نہیں کی گئی۔ ٹھک پار کر اس نے روٹا دھوتا چھوڑ دیا اور کھانا اور وہاں باقاعدگی سے لینے لگی کیونکہ دوسری صورت میں اس کے بچے کے لیے خطرات پیدا ہوتے۔

اس موقع پر جانے کیوں اسے ہستان کے پھل میں قائم دہشت گردوں کے ترجیح کیمپ میں لئے وہاں عمران بہت یاد آیا۔ اس لڑکے نے ہی اسے یہ سبق سکھایا کہ کسی بھی زندگی کی مشکلوں سے پارنا نہیں ہے اور ہر گے رہنے کی خوش گھنٹی کرنی ہے کیونکہ زندگی کی جنگ جیتنے اور ہارنے کی طرف سے کسی خاص مقصد کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ عمران خود تو ایک ایچ اے ایچ کی زندگی گزار اپنی جان کھینچ لیا لیکن اس کے دینے ہونے حوصلے کے سہارے وہ ان ہی دنوں زاروں سے کج سلامت گل آنے میں کامیاب ہوئی کہ اسے لگا تھا کہ وہ پہلی طرف اس کی نصیحت سے بھی بچنے کی لیکن فی الحال کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ اس کو قیدی بھی اور قید کرنے والے بھی اس کے نفس کا وارہ اور ہاتھ سے بند کرنا نہیں بھولتے تھے چنانچہ اس نے خود کو قید چھوڑ دیا تھا لیکن آزادی کی خواہش تو اس سے جوں کلال نکلی تھی۔ کبھی خواہش شاید خواب بن کر اس کی آنکھوں میں آجاتی تھی اور اب وہ یہ ادراک ہو جانے کے بعد کہ جو کچھ اس نے دیکھا اور سنا تھا وہاں خواہش قابل حالی ہی ستر پر لٹی تھی۔

"اسم... کہاں ہو تم؟" دیکھو میں اور تمہارا بچہ مشکل میں پھنسے ہیں۔ تم آکر ہمیں اس مشکل سے نکالو کیوں نہیں ہو؟" بچے پر سر رکھے وہ آگے بڑھ کر سنی تو اس پر خود ہی ہنسنوں سے ٹھوہرا آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ روتے روتے اس کی آنکھوں میں ایک شہید اور رملی۔ "ابو آپ... آپ تو مجھے یہاں بھیج کر بالکل بے خبر ہو گئے ہیں۔ کبھی پلٹ کر حالی تک نہیں چھٹا کر ماہانہ کھلی بھی ہے یا نہیں۔" شہید یا کبھی شہید سے لڑتے ہوئے اس نے آسو پھونک اور جی شدت سے رواں ہو گئے تھے اور وہ اور گھر سے اس حد تک غافل ہو گئی تھی کہ یہ بھی نہ جان سکی کہ کئی آہستہ سے دروازہ کھول کر، بے توں ہونے میں داخل ہوا ہے اور ستر پر اس کے قریب ہی بیٹھ گیا ہے۔

آنے والے نے دیر سے دیر سے اس کے ہاتھ سہلانا شروع کیا اور ہاتھ کو حرکت دیا ہو اس کے شہزاد تک لگا ہوا تو وہ بے خودی کی کیفیت سے لگی اور جک کر ستر پر چلی گئی۔ پشت پر سے آکر جسم سہلانے والا اس کے ساتھ آ گیا اور وہ اسے دیکھ کر حیرت سے یوں اٹھت بد نماں گئی کہ منہ سے کچھ بول ہی نہیں سکی۔

بہ نولہجہ و سنسنی خیز داستان جاری ہے
مزید واقعات آئندہ شمارے میں جاری رہیں گے

نے ایڈیٹی کی آنکھوں کو کھولا اور سب سے پہلے ہنسنا لگا۔
 "تم جس دن یہاں آئی تھی، میں نے تمہیں دیکھا تھا۔ تم پہلے پہلے بچہ رہیں اور سواری میں چل رہی تھے بہت اچھی تھی تم اور میں نے سوچا تھا کہ جیسے ہی موقع ملا میں تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ آج مارک میرے بیک کو لاک کرنا بھول گیا تو مجھے موقع مل گیا اور میں تمہارے پاس آ گیا۔" اس نے جھانکوں والی آواز میں بنگلانہ مصمصیت سے بتایا تو ماہ بانو عجیب الجھن میں مبتلا ہوئی۔ ایڈیٹی کی صورت میں اس کے سامنے بہت عجیب و غریب کردار آ گیا تھا جس کے حقیق اپنے احساسات کو وہ کوئی واضح نام نہیں دے سکتی تھی۔ ہم تاریخ کی میں اپنے ہم عمر ہوں ہونے والا کس، ایڈیٹی کی بھاری آواز، کبھی ہوتی آنکھیں اور مصمصیت انداز گفتگو اس کی ایک حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچتے دے رہا تھا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔" یہ محسوس کر لینے کے بعد کہ اس کا مقابلہ جسمانی طور پر اس کے مقابلے میں بہت کمزور ہے، وہ خوف زدہ نہیں رہی تھی۔ بس حیرت ہی حیرت حتمی ہنسنے اور کرنے کا اہتمام کر رہی تھی۔ ایڈیٹی کو رعب دار... آواز میں دیا جانے والا حکم بھی اسی مقصد سے تھا۔ اس کی طرف سے ہم ملنے پر وہ درسا بھیجا تو ضرور لیکن ہم بددلی نہیں کی اور گفتگو کے گرد لینے باز ہو کر آہستہ سے کھڑا ہو گیا۔ اب ماہ بانو اسے اچھی طرح دیکھنے لگی تھی اور دیکھ کر حیرت سے ساکت تھی۔ تقریباً تین فٹ قد رکھنے والے ایڈیٹی کی ٹھنڈی پرستری بالوں والی چھوٹی سی واڈھی لہری تھی اور ہوتوں کے اوپر بھی پرستری گرواں تھا۔ اتنی دیر سے وہ اپنا چہرہ دکھانے میں امتیاز میں گفتگو میں چھپا کر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ اس کی طرف آنکھیں ہی دیکھ رہی تھی اور وہ آنکھیں سو فیصد ایک پتلی کی آنکھیں بھیجا لیکن کسی پانچ سال کے بچے کی واڈھی موہنیں تو نہیں ہو سکتی تھیں۔ کیوں کوئی ایسا پانچ نو جوان تھا جس کی جسمانی تھوڑا مارک تھی؟ اس کے ذہن میں سوال ابھرا لیکن وہ خود کو اس سوال کا کوئی جھنکی جواب نہیں دے سکی۔ ماہ پھلتے اور ٹپتی اور ٹپتی اور ٹپتی وہ بچہ پر اسے اپنے کئی پتہ کا مت افراتو کو دیکھنے کا سوچ ملا تھا جن کی عمر کے ساتھ ساتھ جسمانی تھوڑا تھا۔ ہونگی لیکن ان افراد کو نور سے دیکھنے پر ان کے چہروں سے ان کی اصل عمر کا اندازہ بہر حال ہو جاتا تھا۔ یہاں ایڈیٹی کا یہ حال تھا کہ اس کے مصمصیہ چہرے کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا کہ ایک پانچ سال بچے نے کسی ڈرامے میں بڑے کا کردار نبھانے کے لیے

ہاں سب کی مدد روشنی میں ہم تاریخ محسوس ہونے والا تھا۔ ہر روشنی ہو گیا لیکن وہ کسی کو دیکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔
 سب کے دوسری طرف کرنے والی ٹھنڈی نما سے ابھی بھی ایک بڑی ہوتی تھی اور وہ اسے اس وقت تک نہیں دیکھ سکتی تھی جب تک کہ خود کو محسوس کر اس طرف نہیں جاتی۔ زندگی میں پہلی بار اسے اسے لکھلکھاتا ہوا دیکھا اور اس کے ساتھ رہنے والی کمزور اور بڑول ماہ بانو نے اسے دیکھا۔ ماضی کے مقابلے میں وہ بہت مضبوط اور جوتے بند ہوئی تھی۔ اس وقت بھی اس نے جوتے بند کی کاٹھنیاں مضبوط قدموں سے کھینچی ہوئی تھیں اور ہر دوڑ کے وقت اس طرف تکی۔ وہاں ایک حیرت انگیز پتھر اس کا شہنشاہ اور سطحی شہرت میں دو گونے ہوئی تھی۔ پانچ سال کا بچہ سب سے پہلے اسے دیکھا اور وہ یہ دیکھ کر اس انداز میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے اپنے چہرے کا نقشہ حصہ کی گفتگو میں چھپا رکھا اور وہ اس کی کئی سوچی ہوئی جملے آراکھیں تھیں۔ یہ سب اس کی شہرتی بالوں اور بھی آنکھوں والے اس بچے سے پہلے اسے شہنشاہ کر دیا تھا۔ وہ ایک شادی شدہ مرد کی جگہ اپنے تجربے اور قدرتی حس کے تحت ہمہ گیر محسوس ہونے والے کسی کی زبان کھینکے کی صلاحیت و معنی تھی۔ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور اسے دیکھ کر اس کا احساس ہوا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا۔

ان دنوں وہ... اس نے دیکھا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور اسے دیکھ کر اس کا احساس ہوا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا۔
 "اس کی طرف سے نہایت مختصر جواب دیا۔ وہ ایک بار چل کر نکلا۔" دیکھنے میں جانے والے محسوس ہونے والے بچے کی آواز بالکل سنی گئی۔ وہ فوراً دو سال کے لڑکے کی طرح قدر سے بھاری ہو گیا۔
 "یہاں کیسے آئے ہو؟" اسے خود ہی اپنی حیرت اور حیرت کا اہتمام کرنا تھا اس لیے سوال جواب کا سلسلہ جاری رہا۔
 "میں لیکن دیکھتا ہوں بیک نہیں میں۔" اس بار اس نے ان دنوں سے ادا ہونے والے عمل تھلے سے اس کی آواز سنی۔ اس وقت کے ساتھ ماہ بانو کے کانوں تک پہنچ گیا۔
 "یہاں میرے کمرے میں کیوں آئے ہو؟"
 "میں نے اس کا لہجہ دیکھا اور بھی سخت ہو گیا جس پر اس

تھوڑا سا... اس نے دیکھا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور اسے دیکھ کر اس کا احساس ہوا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا۔
 "اس کی طرف سے نہایت مختصر جواب دیا۔ وہ ایک بار چل کر نکلا۔" دیکھنے میں جانے والے محسوس ہونے والے بچے کی آواز بالکل سنی گئی۔ وہ فوراً دو سال کے لڑکے کی طرح قدر سے بھاری ہو گیا۔
 "یہاں کیسے آئے ہو؟" اسے خود ہی اپنی حیرت اور حیرت کا اہتمام کرنا تھا اس لیے سوال جواب کا سلسلہ جاری رہا۔
 "میں لیکن دیکھتا ہوں بیک نہیں میں۔" اس بار اس نے ان دنوں سے ادا ہونے والے عمل تھلے سے اس کی آواز سنی۔ اس وقت کے ساتھ ماہ بانو کے کانوں تک پہنچ گیا۔
 "یہاں میرے کمرے میں کیوں آئے ہو؟"
 "میں نے اس کا لہجہ دیکھا اور بھی سخت ہو گیا جس پر اس

تھوڑا سا... اس نے دیکھا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا اور اسے دیکھ کر اس کا احساس ہوا کہ اس نے سب سے پہلے اسے دیکھا۔
 "اس کی طرف سے نہایت مختصر جواب دیا۔ وہ ایک بار چل کر نکلا۔" دیکھنے میں جانے والے محسوس ہونے والے بچے کی آواز بالکل سنی گئی۔ وہ فوراً دو سال کے لڑکے کی طرح قدر سے بھاری ہو گیا۔
 "یہاں کیسے آئے ہو؟" اسے خود ہی اپنی حیرت اور حیرت کا اہتمام کرنا تھا اس لیے سوال جواب کا سلسلہ جاری رہا۔
 "میں لیکن دیکھتا ہوں بیک نہیں میں۔" اس بار اس نے ان دنوں سے ادا ہونے والے عمل تھلے سے اس کی آواز سنی۔ اس وقت کے ساتھ ماہ بانو کے کانوں تک پہنچ گیا۔
 "یہاں میرے کمرے میں کیوں آئے ہو؟"
 "میں نے اس کا لہجہ دیکھا اور بھی سخت ہو گیا جس پر اس

اب بچہ ہو گیا اور اسے ملاحظہ فرمائیے

والے شخص کے کس کو بھی اس نے سر دیا تھا لیکن اس وقت اس کے جسم پر متحرک کس سے جان نہیں تھا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ جھٹکے سے اٹھتے ہوئے اس نے کوئی ٹھنڈی سی ہنسنے سے لڑکھ کر بچے گرتی ہوئی محسوس کی اور فوراً ہی دھب کی آواز بھی سنائی دے گئی۔ کمرے سے کٹارش پر قابو نہیں لیا۔ بچھا ہوا تھا اس لیے "دھب" کی آواز کافی زور دار تھی۔ اس نے فوراً ہنسنے لگا اور سوچا پورا سے قریب کھینک کر لانت کا مٹن دیا۔

سب سے پہلا لائی گئی تھی، کسی نے اس کے ساتھ کسی قسم کی چھیڑی نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ مختلف ضروریات کے لیے اس کے کمرے میں آئے والے مردوں میں سے کسی نے اسے بے جا ٹھکروا یا بے ہودہ گفتگو کا کائنات نہیں بنا دیا تھا۔ وہ سب نہایت چھٹی انداز میں کام کرتے تھے اور کسی روایت کی طرح اسے وقت پر کھانا، پھل، مشروبات اور ادویات پہنچا کر خاموشی سے پلٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ کسی نسبت کے لیے اپنا ہاتھ لینے

اپنے لئے ہمدردی اور دل کی پیوستگی چاہتی ہیں۔

"اپنی داڑھی بڑھ کر چھوڑو۔" دل میں ابھرنے والے شک و دور کرنے کے لیے اس نے ایڈی کو گھوم دیا جس کی ٹھیک میں اس نے داڑھی کے منبری بال اپنی ٹھیک ٹھیک اٹھکوں میں بچا کر زور سے کھینچ ڈالے لیکن پھر بھی داڑھی اپنی جگہ پر سو جھری۔ ماہ بانو نے داڑھی کھینچنے کے نتیجے میں اس کے چہرے پر پھیلتے والی تکلیف کی کیفیت کو بخور دیکھا تھا اس لیے داڑھی کے اصلی ہونے میں کسی شک و شبہ میں جھکا نہیں رہی تھی لیکن اس حیرت کا کیا کرتی جملہ پر کہ بڑی جتنی چاری تھی۔

"اب میں جانوں؟" اس کے انکلمات کی کسی فریاد بھرا ہوا... شکر گوئی کی طرح ٹھیک کرتے ایڈی نے مصمصیت سے پوچھا کہ اسے پوچھا گیا۔

"جینیں تم یہاں بیٹھ جاؤ۔ میں تم سے بکھور رہا ہوں کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے اٹھی سے بیڑی کی طرف اشارہ کیا تو ایڈی ایک کر وہاں بیٹھ گیا۔ اسی وقت کمرے کے دروازہ کھلا۔ ماہ بانو کی دروازے کی طرف پشت تھی لیکن اس نے دروازے کا کھلنا اور ایڈی کے چہرے پر خوف کا چھا جانا محسوس کر لیا تھا۔

"مارگ! وہ دھیمی آواز میں ہے ہوتے انداز میں بیڑا آیا۔

"ایڈی! شریں لڑکے... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" آنے والے نے نہایت سخت لہجے میں ایڈی سے دریافت کیا۔ اسی دوران میں ماہ بانو بھی دروازے کی طرف محسوس ہوئی تھی لیکن وہ اس کے ہمارے محل طور پر ایڈی کی طرف متوجہ تھا۔

"سواری مارگ اچھے غیبت نہیں آ رہی تھی اس لیے میں تا تم پاس کر کے یہاں آ گیا۔" مصمصیت سے معذرت کرتا ہوا ایڈی واضح طور پر ہاتھ پھرتا تھا۔

"بھوت مت بلو پدم حاشا... میں ابھی طرح جانا ہوں کہ تم کس جگہ میں یہاں آئے ہو۔ تم جس انتکار میں تھے کہ میں کس روز تمہارے بیک کو لاک کرنا بھول جاتا ہوں لیکن یاد رکھو کہ اس بار تمہاری حرکت کو ماہر محافل نہیں کرے گا اور تمہیں سزا ملنی ہوگی۔" مارگ ماہ بانو کے قریب سے گزر کر پلٹ آیا ایڈی کی تک پانچا اور اس کا دایاں کان بچا کر اسے سسر سے پیچھے اتار دیا۔ اس کے پیچھے اور گرفت کی سختی، ایڈی کا پیچہ خوف سے سلیقہ کیسے سے رہی تھی۔

"سواری میڈم! اس بار معاف کی وجہ سے آپ کے

آرام میں غلط بڑا عجب صورت تو جین کو دیکھ کر ہرگز نہیں کرتے لیکن آپ کمر مت کریں، آٹھ گھنٹے تک نہیں کر سکتے گا۔ اب آپ اطمینان سے سو جائیں۔ ایڈی کا کان بچا کر اسے کمرے سے باہر لے جاتے ہوئے مارگ نے ماہ بانو کے قریب رک کر اس سے کہا اور پھر ایڈی کو لیے باہر نکل گیا۔ اس صورت حال پر عمران پریشان نہ ہوا کہ اس نے انداز میں بیڑے پر بیٹھ گئی۔ اس کا ڈاکٹر کی طرف الجھا ہوا تھا اور مارگ کے الفاظ نے اسے حیرت زدہ کر دیا تھا۔ ایڈی کی یہ صفت اس کے ریمارکس خاصے سمجھتی تھی تھے اور اس کا تہہ تجربہ بھی بڑا عجیب تھا لیکن کون تھا جو اس کے سامنے اس جتنے کا عمل پیش کرتا؟

"تم نے جس آدمی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کو کہا تھا، اپنٹ نے حاصل کر لی ہے پاکستان سے آیا ہے۔ اس کا نام پودھری ڈاکٹر فرحان ہے۔ بہت بڑا جاگیز وار ہے اور اپنے علاقے میں بھی کبھی سمجھا جاتا ہے۔ شوک صاحب سے یہ ایڈی کی ملاقات ہے اور یہاں تک اپنٹ کو جاننا کہ وہی صاحب ہے۔ پینڈہ کی خاص ۱۲۰ سے کے لیے بھارت آیا ہوا ہے۔ اپنٹ کون کون کی ہے کوشا ہے پینڈہ شوک سے رابطہ ہے پاکستان جانے والا ہے لیکن ابھی اس کی داڑھی کی کوئی پانچ پانچ نہیں ہوئی ہے۔ اسے تو سب کچھ گھم گھم کر ہی پال میں گھرا ہوا ہے اور شوک کی بی بی کے حوالے آ رہا ہے۔ ماہ بانو کو یہ سنا ہے اور اس کے بارے میں بھی کچھ کچھ کوئی جاگیز وار نہیں ہے۔" ارجمین اسے سننے سے ڈاکٹر کے بعد عہد ارجمین نے ایک بار پھر پیمان سے ملاقات کی تھی اور اپنے ساتھ یہ معلومات لے کر آیا تھا۔ عہد ارجمین نے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ پودھری کو شوک کے ساتھ دیکھا تھا اور اسی وقت عہد ارجمین سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی فرمائش کی تھی کیونکہ اپنٹ تو وہ بھگت تھا کہ مشکوک سرگرمیوں میں ملوث تھا پودھری کا شوک جیسے پر نام میسٹر کے ساتھ نظر آتا تھا ان اذیت نہیں ہو سکتا۔ وہ بھارت آیا تھا اور شوک کے پاس ٹھہرا ہوا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ وہاں میں کچھ کا ہے۔ پودھری کے بیرونی کے کاروبار سے تڑپے ہوئے تھے کہ کچھ خواہ پھیلے بھی لے تھے لیکن پودھری نے بڑی ہوشیاری سے خود کو اس معاملے سے الگ کر لیا تھا اور ان کے پاس اسے گرفتار کرنے کا کوئی قانونی جواز نہیں رہا تھا۔ اس

کے بارے میں پودھری نے محسوس کیا ہے کہ اس کی بی بی کے بارے میں اور اتفاق سے اس نے اسی روز نشے کی طلب سے پاگل ہو کر اپنے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ ایک بھاری شوخی مار کر توڑ دیا تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر فرحان کی اذیت آ رہی تھی پڑا تھا وہ ڈاکٹر کے لیے امداد ملے ہونے آسان نہیں ہوتا۔" عہد ارجمین نے اسے تسکین سے آگاہ کیا جو اپنی جگہ تسلی بخش نہیں لیکن وہ سمجھتا تھا کہ دماغ سے کام لینے والوں نے چاہے ارجمین کی بی بی کے بیان کو غلط نہ سمجھا ہو لیکن ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ یہ بی بی کی آڑ میں کچھ اور ہوا ہے اور انہیں شدت سے اس بات کا انتظار ہو گا کہ ارجمین ہوش میں آجائے تو اس سے مصیقت معلوم ہو۔ اس دوران میں ممکن تھا کہ وہ اس کی بی بی کو پاؤں سے کر لے گا یا پت جانتے میں کامیاب ہو جائیں اس لیے ضروری تھا کہ وہ جلد از جلد اپنا کام مکمل کر لیں۔

"ارجمین کو ہوش آئے، اس سے پہلے ہی ہم اپنا کام مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ ایک گھنٹے کے اندر ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ تم ہمیں تیار اور اسلحہ اور وہ چار اضافی ویڈیو گریفیٹر ڈوسے دو۔" ڈاکٹر فرحان جیسے پوچھنے ہوئے اس نے عہد ارجمین سے مطالبہ کیا۔

"اور بھائی بی کے کام کا کیا ہو گا؟" "وہ کام ہم ڈاکٹر صاحب کی رہائی کے بعد کریں گے۔" اس نے سہات سے لہجے میں عہد ارجمین کے سوال کا جواب دیا۔

"اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تم اپنا کام مکمل جانے کے بعد بھاگ نہ گھومو؟" عہد ارجمین اپنا ناشا مکمل کر چکا تھا اور اب سامنے بیڑے سے گریٹ کے بیکٹ میں سے اپنے لیے سگریٹ منتخب کر رہا تھا۔ "تمہارا بندہ تمہارے پاس ہی رہے گا۔" اس کا اشارہ کلام کی طرف تھا جس کی ننگ کا آپریشن کر کے گوئی نکال دی گئی تھی لیکن ظاہر ہے ابھی اسے لیے عرصے تک آرام کی ضرورت تھی۔

"وہ بندہ اب ناکارہ ہو چکا ہے۔ تم اس کی خاطر واپس پلٹ کر کیوں آؤ گے؟" عہد ارجمین کو پاس کی دی ہوئی گارنٹی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ "تمہاری دنیا میں اپنے معذور ہو جانے والے ساتھیوں کو ناکارہ سمجھا جاتا ہوگا۔ ہمارے لیے وہ ناکارہ قابل عزت و احترام ہے وہ جسے ہم کسی غیر معمولی چیز دیکھ کر نہیں جاسکتے۔ ہمیں ہر صورت اسے کسی گھر سونپنا ہوتا ہے

کے سامنے یہ معذرت بھی کیا ہے کہ اس کی بی بی کے بارے میں اور اتفاق سے اس نے اسی روز نشے کی طلب سے پاگل ہو کر اپنے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ ایک بھاری شوخی مار کر توڑ دیا تھا جس کی وجہ سے ڈاکٹر فرحان کی اذیت آ رہی تھی پڑا تھا وہ ڈاکٹر کے لیے امداد ملے ہونے آسان نہیں ہوتا۔" عہد ارجمین نے اسے تسکین سے آگاہ کیا جو اپنی جگہ تسلی بخش نہیں لیکن وہ سمجھتا تھا کہ دماغ سے کام لینے والوں نے چاہے ارجمین کی بی بی کے بیان کو غلط نہ سمجھا ہو لیکن ضرور سوچ رہے ہوں گے کہ یہ بی بی کی آڑ میں کچھ اور ہوا ہے اور انہیں شدت سے اس بات کا انتظار ہو گا کہ ارجمین ہوش میں آجائے تو اس سے مصیقت معلوم ہو۔ اس دوران میں ممکن تھا کہ وہ اس کی بی بی کو پاؤں سے کر لے گا یا پت جانتے میں کامیاب ہو جائیں اس لیے ضروری تھا کہ وہ جلد از جلد اپنا کام مکمل کر لیں۔

پہنچنے کے لیے ٹوٹ کر واپس آنا ہو گا۔" بولتے ہوئے شہر یا ریلوے سٹیشن پر ہاتھ سے سر جھکا دیا تھا۔

"میں اپنی بات بری ہی اس کے لیے سوری ہوں ہے لیکن تم یہ بات خود بھی سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی سودا کرنے سے پہلے انسان شہر میں جاتا ہے۔ تم نے جگہ دیکھی ہے، وہ اپنی کے دل کو لگی ہے۔ تم بتاؤ کہ کھانا ہے، اپنی انہی بندوبست کر دیتا ہے۔" عبدالرحمن نے اس کے ہاتھ کی چابی کو محسوس کر لیا تھا چنانچہ ٹرمانے بغیر بولا۔

"نہیں، تم صرف اسے کا انتظام کرو۔۔۔ جہاں جانا ہے ہم خود چلے جائیں گے۔"

"کیوں؟ کیا اپن پر پھر وہاں رہا ہے؟" شہریار کے انکار پر وہ مختصر ہوا۔

"بات بھروسے کی نہیں، احتیاط کی ہے۔ ہمیں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ کوئی بھی معاملہ چھتے کم افراد کے گھر میں ہوتا ہے یا بچہ رہتا ہے۔ شہر کے کسی ذریعے سے سڑک نہ ہمارے لیے یوں بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اگر کسی وجہ سے ہم چارے گئے تو ہمیں میں اپنے واحد اور دوسرے بھی خروم ہو جائیں گے۔ پولیس یا راج سے کسی کو یہ پتا نہیں چلتا چاہیے کہ تم ہماری مدد کر رہے ہو، وہ لوگ ہاتھ دھو کر شہر سے گروہ کے پیچھے پڑ جائیں گے اور اس طرح تم ہماری مدد کر سکو گے۔ یہی تمہارا کام کر سکتی ہے۔" اس نے بہت سہما سے اپنے فیصلے کی وضاحت کی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ جیسا تمہیں ٹھیک لگا ہے کرو، پر اتنا یاد رکھنا کہ تمہیں ہر شے تلاش کیا جا رہا ہے۔ تم دونوں کے خا کے اور شہر سے سامنے کی تھوڑی چر نے زنجیوں پر رکھائی گئی ہیں اور ہر اخبار میں لگی ہیں۔ پاپر ٹھیک کر تم کسی گھروے میں نہ پڑ جانا۔" اس کے لہجے میں ان لوگوں کے لیے شکوہ پیش تھا۔

"گھروے میں تو ہم پڑے ہوئے ہی ہیں، البتہ تم تھوڑی اور خفا کوئی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ ہمارا سامنے تو خیر باہر ہی نہیں لگے گا۔۔۔ اور وہی خفا کوئی بات تو وہ کون سا ہمارے اصل طبقے کے مطابق ہیں اور ہم کون سا ہی طبقے میں باہر لگنے والے ہیں جو کوئی ایسی بچکان لے گا۔ تم اس طبقے میں گھر نہ کرو اور بس یہ جا کر کہہنا اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر واپس لوٹیں۔" شہریار نے اسے تسلی دینے ہوئے کہا۔ اب وہ سب ہی ناخوش تھے۔ فارغ ہو چکے تھے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرسے ہنس کھٹک کر رہے تھے۔

"الٹا وہ تم ضرور کامیاب ہو گے کیونکہ تمہاری لگن

بھی ہے۔" وہ ایک خندا تھا لیکن ہر نہ بھولنے کے باعث ان کے درمیان ایک عجیب کی گھٹ قائم ہوئی تھی چنانچہ نہایت عرصے سے انہیں کامیابی کا یقین ملا۔

"تمہاری غیر موجودگی میں تم ہمارے ساتھ کی جاکر رکنا۔ اگر ہو سکتے تو چلا سکتے سر برتری کے ذریعے اس کے عدو خال میں توڑی ہی تہہ ملی دہنی کی کوشش کرنا تا کہ میں اسے یہاں سے نکال کر لے جاؤں میں آسانی رہے۔"

"تم فکر نہ کرو۔ یہاں وہ بہت آرام سے رہے گا۔ چلا سکتے سر برتری بھی کوشش کریں گے کہ وہ یہاں سے نہیں لے گا۔ یہاں پر درمیان رکھنا۔ ہماری مدد کی ضرورت پڑے تو خون خرما دینا ضرور ہے۔ اپنا ہاں میں اپنے بھائی کی کے تعاقبات ہیں۔ کسی نہ کسی طرح تمہیں مدد ملتی ہی جائے گی۔" اس نے شہر پارکی اور خواست کے جواب میں اسے نہ صرف پھر پھر ملی دلی بلکہ ایک بار پھر مختصر ذرا یہ سے کہا۔

"بہت بہت شہریار۔ تم تمہارا یہ سلوگ بیٹھ کر رہیں گے اور اس کے جانے میں اپنا وعدہ بھی یاد رکھنا۔ تم اس دور ان میں اس اتنا کرنا کہ انوکھ کے ساتھ ساتھ اس کے مہمان پر بھی نظر رکھنا۔ اگر ڈاکو صاحب سے رہائی کا معاملہ اٹھتا ہے تو تمہیں ہرگز نہیں کوشش کرنا چاہیے ان لوگوں سے ملنا پھرنے کرنا۔" اس نے صبر و تحمل کی دیکھی کے جواب میں بہت نرمی سے اس کا شہریار ادا کرتے ہوئے ایک اور اشارہ کرنا۔ اس کے سیکھنے میں ہدایت دی۔

"میں تمہیں وہ دونوں مشکل اپنے آجیوں کی نظروں میں رکھوں گا۔" اس نے کہا۔

"نہیں تو یہاں میں اجازت دو۔ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ لگنے سے پہلے اپنی تیاری کے علاوہ ہم اپنے سامنے سے طاقت میں کھینچ رہے ہیں۔" وہ اپنی کمری چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تو اس ساری گفتگو کے دوران میں بائیں ہاتھ میں اپنے سلوگ بھی اس کا ساتھ دیا۔ شہر پارکوں میں جن کے لیے اس کے ہاتھ پر بیٹھ خونی محسوس ہوتی تھی۔ وہ کسی معاملے میں غیر ضروری مداخلت نہیں کرتا تھا لیکن اس کے لیے ہر دم تیار اور جانتا وہ بندھتا تھا۔ ڈاکو صاحب کیل سے اٹھ کر وہ بندھے کلام سے ملاقات کے لیے گئے۔ وہ پیش میں تھا اور اس بات کی اطلاع انہیں پہلے ہی مل چکی تھی۔ وہ دونوں اس کے گھر سے داخل ہوئے تو اس نے اپنی جگہ لینے لینے سے گردن تھما کر ان کی طرف دیکھا اور سکرانے کی کوشش کی لیکن خود ہی آنکھوں میں آنسو ادا آئے۔

روانہ ہونے والے ہیں۔ اس کے لیے پتہ چاہیوں کرنی ہیں۔" وہ دونوں کلام سے مصافحہ کرنے کے بعد گھر سے باہر نکل آئے۔ لپاس اور بیٹیوں کی تہہ ملی کا عمل ہونے تک مہذبہ لڑکی نے ان کے منظر پر تہہ لگا دیا۔ وہ اپنے گھر سے چھوٹے مکان کے ساتھ زبردست کارکردگی والے ہتھیار تھے جنہیں وہ آسانی سے اپنے لپاس میں چھپا سکتے تھے۔ پتہ گریٹھ زنجی انہوں نے مساوی تعداد میں تقسیم کر لیے۔ اب وہ اپنے چھوٹے مکان کے سڑکی کنارے کے ساتھ روانگی کے لیے بائیں تیار تھے۔ اپنے تیار ہاتھ میں لیے وہ باہر نکلے تو جس وقت وہاں موجود رہنے والا مہذبہ لڑکی کا ایک خاص آدمی ان کے سامنے آ گیا۔

"مہذبہ بھائی نے کہا ہے کہ آپ لوگ جہاں جانا چاہیں آپ گوہاں ڈراپ کرنا۔ اور اگر گاڑی کے ساتھ تیار ہے، آپ یلو کو کھرا جانا ہے؟" اس نے مذہب لہجے میں پتہ مہذبہ لڑکی سے کہا۔

"مہذبہ لڑکی سے کہیں۔" شہریار نے اسے مختصر سا جواب دیا۔ توڑی دیر میں ہی وہ ایک آرام دہ گاڑی میں بیٹھ رہنے کے انتظام کی طرف جارہے تھے۔ گاڑی کے شیشے سیاہ تھے اس لیے باہر سے انہیں دیکھ لیے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اگر کوئی دیکھ بھی لیتا تو بائیں جہلے ہوئے عیبوں میں گاڑی گاڑی میں شناخت نہیں کر سکتا تھا۔ اسٹیشن تک کا طویل فاصلہ نہایت سبک رفتاری سے طے ہو گیا۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر پچھلی طرف کے دونوں دروازے کھولے اور مزید کسی قسم کے انکار میں ڈرا پیچھے بہت کر مذہب کھڑا ہو گیا۔

"تم جا کر آگروہ جانے والی ٹرین میں فرسٹ کلاس کے دو ٹکٹ لے آؤ۔ ہم ہمیں گاڑی میں چھوڑ کر انتظار کرتے ہیں۔" شہریار نے ایک بڑا ٹوٹ کال کر ڈرائیور کے حوالے کیا تو وہ فوراً روانہ ہو گیا۔ وہ دونوں گاڑی کے دروازے سے ایک بار پھر بند کر کے کھینچی سینٹ پر آرام سے چڑھ گئے۔ سلوگوں کے ہاتھوں میں گھر سے کوئی قسم نہیں تھا، اس کے باوجود اس نے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ جب ان کا مطلوبہ پتہ گاندھی گھر میں ہے تو وہ آگروہ کالٹ کیوں منگوا رہا ہے؟ اپنی قدرتی صلاحیتوں اور تربیت کے باعث وہ ابھی طرح جانتا تھا کہ ان کے کام میں بھی کسی کی اصل حقائق سے واقف نہیں ہونے دیا جاتا چنانچہ شہریار کے لیے کیسے ممکن تھا کہ وہ ڈرائیور کو اپنی منزل کا پتا پٹنے دیتا۔ سخت کے پیچھے ضائع ہونے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ انہیں یہاں بیٹھ

"یہ میں کا دعویٰ مگر جہاں سے اس لیے کھینچ رہا ہے کہ سب مسافر بھی وہیں جا رہے ہوں گے۔" اس سے قبل کہ وہ جواب دے پاتا، عورت نے تیزی سے کہا اور اس کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔

"اپنی دانگ کی زبان کنٹرول کر دو، یہ بھی اس کی وجہ سے مشکل میں پڑ جاؤ گے۔" عورت کے ہاتھ مٹتی جواب نے پیس والے کا سوا غراب کر دیا اور وہ سختی کے ساتھ شہ پار سے تھپ تھپ کر گیا۔ اس کے انداز سے ہی اس پر ترین نظر سے اسے ہرگز نہ دیکھا اور وہ روکھے لیے میں ہلا۔

"یہ میری دانگ ہیں، یہ جگہ میں اسے جاننا تک نہیں ہوں۔ یہ صرف میرے ساتھ یہ بیٹ شہزادہ گری ہے۔"

"اگے اب تم یہ بتاؤ کہ تم کا دعویٰ مگر کیوں جا رہے ہو اور وہاں کس جگہ روکے؟" اس کے جواب کو کون کر لیں ہو جانے کے باوجود وہ پیس والے نے اپنی ساہیلوں میں جانا سوال کیا۔

"وہاں میرا گھر ہے اور ظاہر ہے میں گھر میں ہی رہوں گا۔" اسے بھی پیس والے کو چاہنے میں مزہ آئے گا تھا اور وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے ساتھ بھی عورت پیس میں کی گت پٹنے پر سزا سے چلی جا رہی تھی۔

"اپنا اندیشہ منٹ کر دو اور... وہ بھی کسی صورت پٹنے کو تیار نہیں تھا۔ شہ پار نے بغیر کسی چٹکھانے کے نیکر قایحہ اسے کے ایک مکان کا پتا کھنسا دیا۔ ارہن اگر وہاں سے یہ ہانسنے کے بعد کہ ڈاکٹر فرحان کو گھر میں گھر میں رکھا گیا ہے، اس نے نیت پر رات ہی کو اس مٹانے کا سامرا حدود اربعہ معلوم کر لیا تھا اس لیے جواب دینے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔

"نیکر قایحہ اسے میں کہاں؟ شہ پار کی کے مندر کے پاس...؟" پیس والے بھی بڑا کا کیا ان تھا اور گھما پھرا کر اس سے ۱۱۰ ات کر رہا تھا۔

"نہیں، شہ پار کی کا مندر نیکر قایحہ میں ہے۔ میں ان کا نام ہی کے مندر کے پاس دیتا ہوں۔" وہ بھی کسی طرح پکڑائی دینے کے موذوں نہیں تھا۔

اس بار وہ پیس والے نے بھی اس کا جواب قبول کر لیا اور قدر سے نرم لہجے میں پوچھا۔ "مجھے کیوں گئے تھے؟"

"بڑس کے لیے۔ میں آج پہلے جہاں کی کار میں کرتا ہوں، مجھی سے وہی فریہ سے کیا تھا۔" اس نے بھی اپنے لہجے میں عاجزی سوئی کہ وہ پیس والے کو اشتعال دلانا کسی صورت مناسب نہیں تھا۔

"بیک کھول کر دکھاؤ۔" اس نے تہذیب کے لیے اس کے قدموں میں پڑ سے بیک کو کھولنے کا تصور دیا۔ شہ پار نے جب سے چالی گالی اور تانا اصول کر لیا بھی کھول دی۔ اندر سے سنہری مہلکات ہونے لگیں۔ اپنی جھلک دکھا کر نظروں کو کھیر کر گئے۔

"ٹھیک ہے۔" ہانا فریہ نہیں والے کو اس کی طرف سے اطمینان ہوئی گیا اور وہ اس کی بیٹ کے پاس سے ہاتھ کر کے بڑھ گیا۔ شہ پار نے بیک کی زپ بند کر کے ایک بار پھر احتیاط سے ۱۱۱ گانا اور چاہی وہاں جب میں رنگ لیا۔ پیس والوں نے بھی اس میں چند حث مزید گزارا اور پھر اسے کھیر فرار دیتے ہوئے نیچے اتار گئے۔ وہ اس کی روٹی ملی میں آئی۔

"میرا نام داتا ہے۔ مجھی کی رہنے والی ہوں اور اب اکل سے بنے گا دعویٰ مگر جہاں سے... میں مل چکی ہوں عورت نے اس سے اپنا تعارف کرایا۔

"مجھے نہیں کہتے ہیں۔" اس نے بھی ڈر لہجے میں اپنا تعارف دیا۔

"آپ مجھے اپنی شاپ کا ایڈریس دینا چاہتے ہیں؟" اس نے سگھرا سے اسے رو پافت کیا اور وہاں سے کرتے ہوئے بولی۔ "ابج تک میں دعویٰ کرنی نہیں چاہتی ہوں۔"

"سب تو دعویٰ کرنی ہی سہنے والی ہیں۔ یہ اس سے مجھی کی جہاں شہ پار کر لیا گریں گی؟" شہ پار نے جب کا کھنسا دیا۔

"اگر میں اسے اپنے اکل کی بیوی کے لیے گھٹنے سے کوئی گت نہیں اٹھائی ہوں اس لیے سوئی رہی ہوں کہ آپ سے جہاں فریہ کر لیں گت گرووں۔" اس نے شہ پار کی جگت سوئی۔

"اگے میں آپ کا پراہم بھرا گیا ہوں۔ آپ کو کیا کیجیے گا کہ میں مادگت میں آ کر گی سے بھی پوچھنے گا کہ مجھی جہاں شاپ کہاں ہے۔ آپ کو بھی شاپ تک پہنچا دیا جائے گا۔" اس نے مہذبانہ انداز میں اوشا سے کہا اور پھر قدر سے حضرات خواہات انداز میں اس کی طرف دیکھنے سے ہوئے ہلا۔ "اپنی گت زنی... میں بہت تھکا ہوا ہوں اور راستے میں کچھ فریہ لینا چاہتا ہوں۔"

"فیر... عورت نے سگھرا کر کہتے ہوئے اپنی گت کھڑی کی طرف کر لیا اور باہر سے گزرتے مناظر کو دیکھنے لگی۔ شہ پار نے نوت کیا تھا کہ اس عورت کی سگھرا ہے جگت پر رکشش لیکن بھید بھری ہے۔ وہ اسے دیکھ کر جگت کی گئی تھی

لیے... راستہ اس سے دور رہنا چاہتا تھا۔ خولیں راستے میں گت سے تھپتے ہوئے کا اصرار طریقہ کی تھا کہ وہ سگھرا ہو انی جہاں پڑا ہی طریقے پر مل گیا۔ اب یہ گھلن اتفاق تھا کہ سگھرا کی اور اکاری کرتے کرتے اس کے گتھے ہونے لگے۔ وہ خود ہی دیکھنے پڑ گئے اور گتے اس کی آنکھ تک گئی۔ اسے ہاتھ اندازہ نہیں تھا کہ اس کی نیت کا دورا یہ کتنا ہے۔ سگھرا کی نیت میں بھی اس نے اپنی جگت کے پاس حرکت لگائی۔ گتوں کر لیا اور عورت کا انداز میں بند آنکھوں سے ہی اس کی گت کرنی ہوئی تھی وہ بوج لیا۔ قور اسی اسے ایک سگھی نیتوں میں اس نے آنکھیں کھول کر اوشا کے ہاتھ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اوشا کی گرفت میں تھا۔ وہ پھر سے اس کی گت کے اصرار سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو چھوڑتے... کیا تو بڑی ڈانٹ لگے؟" اس نے سگھرا سے کہا۔ عورت کا کوئی اثر نہیں تھا اور وہ اس کی گت سے اس کا اختیار کر کے کھنسا ایک اگے۔ اس سے گت بھی۔

"مجھی کی پاکت میں ہاتھ کھان ڈال رہی ہیں؟" اس کے انداز سے گت سے اسے بغیر شہ پار سے سخت لہجے میں لیکن سگھرا نے اسے رو پافت کیا۔ وہ کون حالات سے وہ چاہتا تھا۔ وہ عورت کے سگھرا سے۔ کچھ بھروسا نہیں تھا کہ وہ پھندہ اور اس عورت کی جگت میں ہاتھ ڈالے گا اور ان کا کوئی نکتہ نہ ہو۔ اس کی طرف سے گت سے عورت اپنی جان بچانے کے لیے اوشا کی جگت سے روٹنی کا اندازہ کرتی۔

"اوشا... اوشا کے کوٹوں کے حواچی سے کچھی طرف اگتھ گتھ... یہ جگت عورت کو اپنی جگت سے نکالنے کے لیے عورت کو اپنی جگت میں اس کے گت کے حواجات میں اس کی ساری جگت سے ساتھ ہی ہوتی تھی۔

اس نے سگھرا کی پاکت میں ہاتھ کھان ڈال رہی تھی بلکہ اس نے اوشا کی جگت کو سگھرا کی پاکت پر دیکھا ہوا تھا۔" اوشا نے بھی اوشا اور دور بھری آواز میں اس کی بات کا جواب دیا۔ اس کا ہاتھ ابھی شہ پار کی مضبوط گرفت میں تھا۔ شہ پار نے ایک تھپتھپتھ میں اس کے جواب کو کون کر لیا۔ شہ پار نے اسے سگھرا کی جگت میں اس کی جگت سے اوشا کو تھرو کر دیا۔ شہ پار نے اس کی جگت میں اس کی جگت سے اوشا کو تھرو کر دیا۔ شہ پار نے اس کی جگت میں اس کی جگت سے اوشا کو تھرو کر دیا۔

بولی۔ "سوئی۔ میں نیت میں ہونے کی وجہ سے کچھ اور کچھا تھا۔" ساتھ ہی اس نے اوشا کا ہاتھ بھی چھوڑ دیا۔ وہ ہاتھ آڑا اور سگھرا اپنے دوسرے ہاتھ سے اسے آہستہ آہستہ دہانے لگی۔

"بہت سخت کھار ہے آپ کے ہاتھ کی۔" ہاتھ کو سہلاتے ہوئے اس نے کچھ تازہ سے گھوڑ کیا۔

"مردوں کی پکا ایسی ہی ہوتی ہے۔ آپ کو شاید ایک پھر نہیں لگے ہے۔" اس بار شہ پار نے بھی سگھرا کی سگھی نیت میں جواب دیا۔ اس طرح وہ اس عورت کی کٹانپ کو جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ کوئی فطریہ نکتہ، کال گرل، ٹورس ہاڑا کچھ بھی ہو سکتی تھی اور اس بات کا گھن کرنے کے بعد ہی وہ اس سے اپنے بچاؤ کی تدبیر کر سکتا تھا۔

"ایسی بھی بات نہیں ہے لیکن کچھ ہے سے کہ ایسی مضبوط کھار کی کسی مرد ہی کی ہوتی ہے۔ وہ آپ تو کام بھی بڑا نازک کرتے ہیں۔"

"کام کتنا ہی نازک ہو، مرد مضبوط ہی اچھا کتنا ہے۔" شہ پار نے اسے جواب دیا۔

"یہ تو آپ نے ہاتھ ٹھیک کہا۔ مجھے بھی مضبوط مرد اٹھتے لگتے ہیں۔ میں کسی روز ضرور آپ کی شاپ پر آؤں گی اور اگر آپ نے پھندہ کیا تو ہم سگھرا میں کچھ وقت گزاریں گے۔" اس کے لیے جس جگت شہ پار کی اس کے مطابق شہ پار اس کے کال گرل ہونے کا ہی اندازہ قائم کر سکا تا لیکن یہ کوئی کسی اندازہ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ انہیں انہیں سگھرا میں بھی عورتوں کو اس طریقے سے استعمال کر کے اپنا کام نکلانے کا گھن عام ہے اور اس کے لیے خود کو اوشا سے بچا کر رکھنا ہی بکتر ہوگا، چتا چھوہنا جگت اوشا کی سے یہ کوشش کر رہا تھا۔

"آپ کے ساتھ وقت گزارنے کے اچھا تے گتے گا۔ آپ ضرور میری شاپ پر آئیے گا۔ میں گل سے ہی آپ کا انکھار شروع کر دوں گا۔" اس نے دل بیچک انداز میں اسے دعوت دی۔ اس دعوت کے ذریعے وہ اوشا پر یہ تاثر مضبوط کرنا چاہتا تھا کہ وہ دعویٰ کا دعویٰ کرنا مستطافی ہے اور وہ اس سے اس کی شاپ پر آ سالی مل سکتی ہے۔

"آج سے کیوں نہیں؟" اس کا جواب سن کر اوشا نے بے ساختہ ہی پوچھا۔

"آج گھر والی نہیں چھوڑے گی۔" اس نے بھی اسی بے ساختہ ہی سے جواب دیا۔

"اور... آپ میرا ہیں۔" وہ گویا تھوڑی سی مایوس ہوئی۔

جہانگیر بکس

معارف کا سرفراز شاہی ناول



اردولفت

(جامعہ ستویں)
نہال و قندلم اعلاط شہزادہات
مخاورت و طہرہ اللغات اور
فہرہ اصطلاحات کا مستند ترین لغت



اردولفت اور دیگر لغتوں کی تفصیلات کے لیے جہانگیر بکس سے منسلک ہوجائیے

بازاری کے شاہکار ناول

- | | | | | | | | |
|-------|--------------------|-------|--------------|-------|---------------|-------|---------------|
| 350/- | انسان اور دیوتا | 350/- | مظہر علی | 400/- | اورنگزیادہ کی | 350/- | میرزا |
| 180/- | پاکستان سے پانچ آگ | 450/- | خاک اور خون | 380/- | کشمیر کا | 350/- | میرزا |
| 350/- | آفری پنڈان | 350/- | گیسا اور آگ | 250/- | پاکستان | 350/- | میرزا |
| 150/- | سورماں بھد | 425/- | قادر تھار | 250/- | پاکستان | 350/- | میرزا |
| 240/- | سفید بزم | 350/- | فخر بن قاسم | 400/- | پہلی درخت | 475/- | یوسف بن تاشین |
| 350/- | شاہین | 190/- | پہلے کے ہاشی | 350/- | یوسف بن تاشین | | |

Buy online. www.jtdpress.com
042-37220879 051-5539609 061-4781781
041-2627568 021-32765080 022-2780128

”ہاں ہوں تو تمہی پر میری بقیہ زیادہ تیز صورت نہیں ہے۔ اس کا سارا نام تمہرے کاموں میں گزر جاتا ہے اور وہ مجھ سے میری روحنی کے بارے میں زیادہ سوال جواب نہیں کرتی لیکن آن کی بات الگ ہے۔ آج ایک تو میں سطر سے وہاں لوٹ رہا ہوں۔ دوسرے آن کی بات کے دن ادارے بنانے کو ایک سال کھلیت ہو رہا ہے اس لیے میرا اس کے پاس ہونا ضروری ہے۔“ وہ بڑی مہارت سے جھوٹ پر جھوٹ بول رہا تھا۔

”اور مگر تو آج بچ بچ تمہارا اپنی بقیہ کے پاس موجود ہونا ضروری ہے۔“ اس نے بھونٹ سگڑتے ہوئے کہا اور مگر ذرا مٹی تیزی سے بولی۔ ”آج تو وہ بڑی شدت سے تمہارا ویٹ کر رہی ہوگی۔“

”وہ تو ہے۔ کیا تمہیں خاص موقعوں پر اپنے بچے کا انتظار نہیں رہتا؟“ اوشا نے بے نگہی دکھاتے ہوئے اسے تم کہہ کر پکارا تو وہ بھی غوراً ہی مرحلے سے کر گیا۔

”ادارے ہاتھ کی رینجا میں بنی کہاں لکھا ہے؟ ہم جیسا ہاں تو میں پھر پھیروں کے مردوں کی کنگ سہا پ کر رہی ہوں۔“ تمہاری اداسی سے بولی وہ اپنی حقیقت میں کڑی کڑی جس پر سو فیصد یقین نہ ہونے کے باوجود وہ جب سادہ بولتا۔ اس دہک میں صورت اس کے لیے سدا کا قہر تول رہی تھی۔ چاہے اس کے پیچھے مجھ کی کوئی بھی داستان نہ رہی ہو۔

”چپ کیوں ہو گئے؟ کیا میں دوستی کے لائق نہیں ہوں؟“ اوشا نے سرگوشی میں اسے مخاطب کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”نہیں، ایسا نہیں ہے۔ میں میں تمہ اور سوچنے لگا تھا۔“ اس نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا اور ہرگز ہرگز نیک مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ فہر یادی کو شش تھی کہ یہ بھی عمومی موضوعات پر گفتگو ہوتی رہے جبکہ اوشا اس کی ذات میں زیادہ دلچسپی لے رہی تھی اور وہ اس کے اس قسم کے سوالات کو بھی بڑی خوبی سے سنا رہا تھا۔ لیکن بہر حال گانہ بھی گرتی گرتی کچھ تک وہ بے مٹے کر پکا تھا کہ اوشا ایک نہایت گھاگ صورت ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔ وہ اپنے بارے میں جو اشتہاف کر چکی تھی، اس کے بعد اس کے گھاگ ہونے پر تعجب بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن جانے کیوں اس کی بھائی تم بار بار یہ اشارہ دے رہی تھی کہ وہ اس کے ساتھ بھی بچو ہے جو اس نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔

گانہ بھی گرتی گرتی کے بعد اس نے بہت خوش اخلاقی سے اوشا کو گتہ ہانے کہا اور آنے والی شام اپنی شاپ پر

آنے کی دعوت دے کر آگے بڑھ گیا۔ وہ جو بھی تھی مسیحت سے نہیں بچتا پھرا لینا مناسب تھا۔ اپنے سواری کا اظہار کر کے اس نے 9 راتوں کو اس میں بیٹھ کر کھانسی میں تھا پھر کاظم دیا۔ یہ بھول گانہ بھی گرتی گرتی سے 7 سطر سے وہاں لوٹ رہا ہوں۔ دوسرے آن کی بات کے دن ادارے بنانے کو ایک سال کھلیت ہو رہا ہے اس لیے میرا اس کے پاس ہونا ضروری ہے۔“ وہ بڑی مہارت سے جھوٹ پر جھوٹ بول رہا تھا۔

جواب دیا۔

”لو کہ یہ اچھے کے رقم اس سے اپنی جان بھرانے میں کامیاب ہو گئے۔ آؤ آخری بار بیچ کر اپنے منصوبے کا جائزہ لے لیتے ہیں تاکہ کوئی غلطی ہو تو اس کا عمل نکالا جائے۔“ سلو کا تعاقب اگرچہ اس کے لیے خاصی مشکل ثابت ہوئی تھی لیکن اس وجہ سے وہ اپنے اصل کام کو کسی طور پر نہیں پشت نہیں ڈال سکتا تھا۔ تمام تر عذرات و خدشات کے باوجود انہیں اپنے اس کام کو پاپے تکمیل تک پہنچانا تھا چنانچہ دونوں مل کر پوری عرق ریزی سے اپنے منصوبے کا جائزہ لینے لگے۔ اس دوران میں شہر یار نے چند ایک بار فون پر بھی مختصر گفتگو کی اور باقاعدگی سے وہ دونوں قاریغ ہوئے تو دلوں میں اس بات کا یقین تھا کہ آج ڈاکٹر فرماں کیش کی قید کا آخری دن ہوگا۔

”کیسے ہو خان؟“ ڈیشان نے اپنے مانتے بیٹے مشاہیرم خان کی طرف دیکھتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

”اللہ کا رحم ہے صاحب... وہ وہیں حال میں رکھے ہم اس میں خوش رہتے، اللہ بندہ ہے لیکن آج کل بیکاری سے تھوڑا پریشان ہے۔ اپنے بیکار بیچ کر دویاں تولنے کا عادت نہیں ہے میں۔“ مشاہیرم خان نے اس کے سوال کا اور اطمینانی جواب دیا۔ چلیکا اور فراغت سے نکل آیا تھا۔ بلتستان میں بیوقوفی اہلی کے سبب اب کو سوہا تو کرنے کے لیے اس نے چاک آرمی کے ساتھ شکر پڑا اہم کر دور دور کیا تھا لیکن اس کا ردواتی کے دوران میں اس کی شائستہ بھی سچر عام پر آگئی تھی اس لیے فیصلہ کیا گیا تھا کہ فی الحال اسے اہل کرنا تو ہی رکھا جائے اور کسی دوسرے مشن میں شامل کر کے اس کی زندگی کو کھڑے میں نہ ڈالا جائے۔ وہ یہ بھی اس مشن کے دوران وہ ایما خاصا زخمی ہو گیا تھا اور سردی کے لیے اس کا کچھ عرصہ آرام کرنا بہت ضروری تھا۔

”بہن تو پھر خوش ہو جاؤ، تمہارے لیے کام نکل آیا ہے اور جلد تم ایک بار پھر ایجنٹ میں ہو گے۔“ اس کا جواب سن کر ڈیشان نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن مشاہیرم خان نے ٹوٹ لپکتا کہ یہ مسکراہٹ یوں سے آگے نہیں جانی ہے اور ڈیشان کی آنکھوں سے پریشانی واضح ہے۔

”کیا نہیں ممبر صاحب کو دوبارہ جوائن کرنا ہے؟“ دل ہی دل میں ڈیشان کی پریشانی کے بارے میں اندازہ لگاتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اگر کوئی تمہیں تلاش کر رہا ہوگا تو اس طرف ضرور نظر رکھے ہوئے ہوگا۔ میں بھی ممبر کی طرف سے سوری حال دیکھی اپنی خراب نہیں ہے کہ وہ اکیلے جھانک کر نکلے۔ میں نے اس کا چنگ سے بھی روکنا نہیں چاہا۔ ضرورت پڑنے پر وہ اس کی ٹھیک ٹھاک مدد کر سکتا ہے۔ ابھی بھی اس نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہ اسے ڈاکٹ اور یا سے ایک انکی لڑکی اور لڑکے کو لے کر اپنے کامیاب ہو گیا ہے جن کی مدد سے چودھری پر طوائف کے کامیابی کا مقصد ہنر کرنا جا سکتا ہے۔ لڑکا مرنے والی حالت میں تھک لڑکی اس کی بیوی ہے۔ غیب نے ان کی صورت میں کوراج دی ہے اور دونوں اپنی اپنی کی حدیث میں چودھری پر طوائف بھی گیا کیونکہ اسے لیکن آج کل چودھری عبادت میں اپنے لیے کارروائی سے متوجہ نہیں رہتا ہے۔ رہی بھٹی بھٹی آپریشن کی بات تو ہم اس معاملے کو پیچھے سے ہی قاصر ہیں۔ ہمارے دماغ میں اس قسم کی اپنی اپنی دستانے تیار۔“

ڈیشان نے کھینچ کر اس سے یہ سنا چکا تھا جس پر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا۔ ”ٹھیک ہے، آپ کو جو سمجھتا ہے اسے ہی دیکھو، کام سے وہیں۔ تمہارے ہاتھ میں کھو لیے کپ سے ترس رہے ہیں۔“

لیکن چودھری صاحب کے رجحان پر حیرت محسوس ہو کر اسے کچھ نہیں رہا ہے کہ وہ تو خاصے سخت گتہ شہر کوئی جو کچھ کاوشیں کر رہا ہے۔ اس سے کچھ بکراتے ہیں۔“

”تو ٹھیک ہے، ممبر صاحب نے واقعی نہیں بہت کچھ سکھایا ہے۔ ان آپ جانتے ہیں کہ شہر میں کچھ خوش نہیں رہتے، ہر ایک کے لیے یہاں جیتا ہو کر کچھ بچاؤ ہو بلانے کا موقع ہے۔“

”تو تمہیں اس کا ہا ہے، سوچ... اپنا بار پھر سمجھو یہاں سے امر لگایا جانے کی تیاری کرو۔ تمہارا لگاؤ کتنا ہے ہوگا۔ اس دوران تمہاری بیوی ہماری مہمان ہوگی اور ہمیں کابرجن جنیال دیکھیں گے۔“ ڈیشان کے جواب نے مشاہیرم خان کے چہرے پر حیرت دوڑادی۔

”اسم... لیکن میں وہاں جا کر کیا کروں گا؟“ حیرت نے الفاظ کا روپ بھی اختیار کر لیا۔

”کرائیوں دونوں میں اپنی کو امر لگایا میں ایک چکر آریں گے۔“ اس نے کہا جہاں وہ دونوں بہت سکون سے رہ رہے تھے۔ لیکن اب اچانک ہی ماہ بانو نے امر اور حضور پر وہاں سے ناپا۔ کوئی ہے اور ابھی بھی اس کی تلاش میں بیٹھے کے بعد وہاں۔ میں چہتا ہوں کہ تم وہاں جا کر ماہ بانو کو تلاش کرو۔ کیا تمہیں بار صاحب کے بیٹھے اس کے کوشش کرنا ہمارا فرض ہے؟“ ڈیشان نے کہا جہاں تھا اور مشاہیرم خان کے دل و دماغ نے آدھا بیوی کی زندگی مانگے تھے۔

مشاہیرم خان کا ساتھ کافی عرصے کام کرنے کی وجہ سے وہ ماہ بانو کے ابھی طرح واقف تھا۔ یہ ماہ بانو ہی تھی جسے پناہ دینے کی پاداش میں اسے اپنے بیٹان بھائی اور ماں کی موت میں پڑانی تھی۔ شہر یار کے زمانے سے آشنا نہ کرنے کی وجہ سے ماہ بانو کی شہر یار کے دل میں بہت گہرا گہرا اثر تھا۔ وہ کبھی کوئی کو اپنی زندگی کا حصہ بننے سے انکار کرتا ہے۔ اس لیے وہ اس کے لیے تیار تھا۔ اس لیے وہ اس سے بہت سے بیٹان کے ساتھ نہ رہا تھا اور مشاہیرم خان کو کچھ نہیں بڑھ کر اس کے ساتھ رہنے کا ارادہ تھا۔

”بھئی بھئی آگے نہیں کھولنے کا نہیں... وہ تو سب سے بے خبر ہے۔ میں اسے اپنے لیے کبھی کبھی کبھی یاد کر کے کھانا کھاتا ہوں۔“ مشاہیرم خان نے کہا۔

مشاہیرم خان نے کہا۔ ”میرے سامنے بہت خراب ہو رہی ہے۔“

”میرے سامنے کی طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے۔“ کیا آپ اسپتال جانے کے لیے کسی گاڑی کا بندہ دست کر سکتے ہیں؟“ اپنے منصوبے کے پہلے حصے پر عمل پیرا شہر یار نے انکار کام پر بھٹی کے ٹھکر سے رابطہ کیا اور نہایت پریشان لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

”شہر یار میں ابھی ایسویس کے لیے کال کرتا ہوں۔“ جواب میں ٹھکر نے مستحقہ کا ملاحظہ کرتے ہوئے اسے یقین دہانی کرائی اور اچھی چند منٹ کے وقفے کے بعد ایسویس حاضر ہوئی۔ چہیت چاکر بری طرح کراہتے سلو کو تیزی سے اس میں کھنکھایا گیا۔ شہر یار ایک تھکے اس کے ساتھ تھا اور راستے بھر بیٹھے میں شہر یار اور وہ دہرے ہوتے سلو کو اس وقت رہا تھا۔ ایسویس کے ڈرائیور نے اپنی بیٹی اور از مہارت کا استعمال کرتے ہوئے بہت تیزی سے انہیں اسپتال کی انٹرنسٹی میں پہنچایا جہاں سلو کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس کا معائنہ کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر مختلف سوالات بھی کرتے چلے گئے تاکہ کیس کی

پڑ سے گا۔ تمہاری کچھ عرصے پہلے شادی ہوئی ہے۔ تمہیں اپنی بیوی کو چھوڑ کر جاننا تو اور نہیں کرے گا؟“

”پتھل بھی نہیں۔ ہماری بیوی بھی ہماری طرح بھانڈوں کی لاوا ہے اور بیڑا جیسا مضبوطی رکھتی ہے۔ ہم بولنے کا تو وہ خوشی سے ہمیں رخصت کرے گی۔“ مشاہیرم خان نے دونوں لہجے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے تو پھر جانے کی تیاری کرو۔ تمہیں یہاں سے پہلے وہی بیٹھا جانے کا اور پھر وہاں سے تم آگے جاؤ گے۔ سطرے حقیق دیکھو ہر ایسا تمہیں مگر فاروقی صاحب کے ذریعے بتا رہا تھا۔“ یہ پہلے مشاہیرم خان کے لیے اشارہ تھے کہ طاقت ختم ہو چکی ہے۔ وہ انیساری سے ڈیشان کو حکام کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا جبکہ ڈیشان اپنی بیک بیٹھا گہری سوچوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کا مرکز شہر یار کا دل تھا جو اپنے ہمارے دوسروں کے لیے بیٹے کو ترجیح دیتا تھا اور اس وقت بھی وطن کے مفاد میں گناہ چھپتے تھے۔ وہ جہد میں مصروف تھا اور جہد جہد بھی اپنی جہد تھی کہ جس میں ناکامی کی صورت میں کوئی اس کی لاش کو اون (Own) کرنے والا نہیں نہ ہوتا۔ یہی کامیابی پر کسی تھکے یا اسیرار سے تو لڑا جاتا۔ حقیقی ٹھکر ہمارا ہی ہوتا ہے۔ اہتمام کی پروا کیے بغیر صرف اللہ کی غمخواری کے لیے جہد کرنے والا۔

”میرے سامنے کی طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے۔“

”کیا آپ اسپتال جانے کے لیے کسی گاڑی کا بندہ دست کر سکتے ہیں؟“ اپنے منصوبے کے پہلے حصے پر عمل پیرا شہر یار نے انکار کام پر بھٹی کے ٹھکر سے رابطہ کیا اور نہایت پریشان لہجے میں اس سے دریافت کیا۔

”شہر یار میں ابھی ایسویس کے لیے کال کرتا ہوں۔“ جواب میں ٹھکر نے مستحقہ کا ملاحظہ کرتے ہوئے اسے یقین دہانی کرائی اور اچھی چند منٹ کے وقفے کے بعد ایسویس حاضر ہوئی۔ چہیت چاکر بری طرح کراہتے سلو کو تیزی سے اس میں کھنکھایا گیا۔ شہر یار ایک تھکے اس کے ساتھ تھا اور راستے بھر بیٹھے میں شہر یار اور وہ دہرے ہوتے سلو کو اس وقت رہا تھا۔ ایسویس کے ڈرائیور نے اپنی بیٹی اور از مہارت کا استعمال کرتے ہوئے بہت تیزی سے انہیں اسپتال کی انٹرنسٹی میں پہنچایا جہاں سلو کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس کا معائنہ کرنے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر مختلف سوالات بھی کرتے چلے گئے تاکہ کیس کی

اسے شہنشاہ کی طرف سے اس کا اعتراف بھی ہوا اور اسے
کریبیٹے تک اسے اور عادی۔ دیکھنے والے کو کسی ٹکنا کر وہ
گہری نیند سو رہی ہے۔ لڑکی کی طرف سے مطمئن ہونے کے
بعد وہ مریض عورت کی طرف پر حا۔ وہ گہری نیند سو رہی تھی
اور امکان بھی تھا کہ سکون آور وہ وہاں کد پر اڑا ہو مگر بھی
اس نے احتیاطاً اس کے پیروے پر بھی دھاوا کیا کہ پھر سے گریبا
لیکن ذرا کم مقدار میں ورنہ پہلے سے ہی ذاتی مرض میں مبتلا
عورت کو کوئی نا قابل صفائی نقصان پہنچنے کا بھی امکان تھا اور
بہرحال وہ اس لڑائی میں کسی بے قصور اور غیر متعلقہ شخص کو
نقصان پہنچانے کے حق میں نہیں تھا۔

دونوں خواہشیں سے قاریغ ہونے کے بعد اس نے
اپنی قبریں کے پیچھے ہاتھ ڈال کر کھریا آٹھ اچھ کی برستے نما
شے نکالی۔ اس آلے کے ساتھ نکلی کا ایک تاریک کچھے کی
صورت منسلک تھا۔ اس نے چہرے کے ساتھ منسلک ہنگ کو
دو بار میں نصب الیکٹرونک پرورے کے سمکٹ میں لگا دیا اور آلے
کی بیرونی کوک دو بار پر رکھ کر کھنی ہائی کر دیا۔ گھٹے سے آلے
نے مشہور دو بار کو اس طرح کا مشاوع شروع کر دیا جیسے وہ شخص
پارڈ پرورے کی بی بی ہو۔ کام کے اہتمام سے اس پرستے نما آلے
کی آواز نکلی رہا ہونے کے برابر تھی اور اسے امید تھی کہ
کمرے میں چوری رفتار سے پہلے گھٹنے کی آواز میں ہی تم ہو
جاسے گی۔ یہ خاص آلہ بھی اس نے کھلی میں موجود اپنے
بہر دوروں سے ہی متاثر کیا تھا۔ حیثیتاً اس نے ساری منصوبہ
بتدی عید الرحمن کے فراہم کردہ ہنگے میں ہی عمل کرنی تھی اور
ایسا نتیجہ سے حاصل کیے گئے ہتھال کے نتیجے کو دیکھنے پر
مطمئن ہوا تھا۔ اس وقت بھی وہ تیزی سے دباؤ کو کاٹتا ہوا
لیجان کوئی کی حدت پر اڑیں کر رہا تھا جس کی وجہ سے کام
آسان اور تیز رفتار ہو گئے تھے۔ اس نے بھی چند منٹوں میں
دباؤ کو اس طرح کاٹ لیا کہ وہ احتیاط سے کٹے ہوئے ہتھ کو
کاٹتا تو اتنا بڑا تھا پیرا ہوا جاتا جس میں سے ایک عام
جسامت کا آدمی گزر سکتا تھا۔ اس نے ڈاکٹر فرحان نیپیل کی
تصویر دیکھ کر بھی۔ وہ خاصا سمارٹ آدمی تھے اور امید کی
جاسکتی تھی کہ اس طاقتوں سے آسانی سے گزر جائیں گے۔ دا
کی قید میں رہ کر ان کی سمیت کے اچھا ہونے کا تو سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا تھا لہذا اس بات کا امکان ضرور تھا کہ وہ پہلے
کے مقابلے میں بہت کمزور ہو گئے ہوں۔

برستے کو وہاں اپنی نیپیل میں رکھ کر اس نے احتیاطاً
سے دباؤ کے کٹے ہوئے ہتھ کو نکالنا شروع کر دیا۔ اس
دوران میں اس نے ایک بار پلٹ کر بے ہوش عورت اور

ہو جانے چاہیے تھا۔ اس کے بعد اس وقت دیکھا کہ وہ ان کے ساتھ
کئی ان کی کارروائی میں خاصی قابل غور تھی۔ ارجمت اگر
بھی ایک ایسا میرٹس تھا کہ کوئی بیان نہ دے سکا اور
بھی نہیں دے سکتی تھی اپنی زبان نہیں کھولی تھی جب بھی راہنسی
کے ساتھ لگتی تھی کہ بڑھتی تھی تو کھٹک جانا چاہیے تھا اور
بھی نہیں ڈاکٹر فرحان کو کیا تو یہاں سے شہت گرو جانا چاہیے تھا
پھر ان کی سنگین رفتی اتنی سخت ہوتی چاہیے تھی کہ چڑھا کا کچھ بھی
بہت دور سے۔ لیکن وہ تو اس گری پر ایک اور کھٹے ہوئے ایگا
تھوڑے کے باہر بٹھا کر مطمئن ہو گئے تھے۔ کم از کم نظر
لیگا تھا لیکن بھی تو کھٹک تھا کہ کچھ اور وہ دور یا آلات
تھی۔ رفتی سے کھٹکی پر ہمارے ہوں کہ دیکھنے والی کھٹکی
کھٹکی جانا چاہیے۔ شہر یادی آٹھیں بھی یہ رہتا تھا رسی
کھٹکی کو کھٹکی بھی کھٹکی تو اس کے پاس وہی امراد است
کھٹکی سے ڈاکٹر فرحان کو ہر صورت یہاں سے نکال
جانا تھا۔ وہ ان کا کام کے لیے وہ ہر طرح کا خطرہ مول
لینے کو تیار تھی۔ اصل میں کمرے کے درمیان سے اڑنے کا
آئی کا کھٹکی کی پٹا۔

کمرے میں جانے میں ہندی دیکھانے کے
بہت سے حالت میں دیکھ لیا جانا ضرور مل گیا۔ اسپتال
کے درمیان میں اڑنے کے لیے کوئی بھی ایسی شے موجود
تھی کہ اس کے ذریعے ڈاکٹر فرحان کو کسی دوسرے کو کوئی
نقصان پہنچا جاتا۔ یہاں تک کہ کمرے کے سامنے بھی تھائی
تھی۔ وہاں سے کھٹکی کھٹکی کے سامنے سے جاتے
تھے۔ ڈاکٹر فرحان کی سمیت کے آلے کا استعمال ملتا
تھا۔ کھٹکی کے سامنے میں بھی استعمال کا سامان
تھا۔ اس میں ضرور کھٹکی کی جاسکتے کوئی فائدہ نہ
تھا۔ کھٹکی کے سامنے سے ڈاکٹر فرحان کو لیا گیا ہے وہ یہاں
کھٹکی میں کا جانا چاہیے سے کھٹکی۔ دیکھنے بھی ڈاکٹر
فرحان کی ایک سے ضرور سا آدمی تھا جس سے یہ امید
تھی کہ کوئی کھٹکی کو کوئی کھٹکی کے کھٹکی سے واقف ہو
گا۔ یہ چارہ تو اس اپنی ایک کھٹکی کی کھٹکی سے ملنے کو کوئی
فائدہ نہیں دے سکتا۔ کھٹکی رہا تھا اور اس قید میں اب تک
کھٹکی میں کھٹکی تھا کہ اس نے تمام تر حریفوں کے باوجود
دونوں کھٹکی۔ ڈاکٹر فرحان کے سلام بکیر اتو وہ چوکور کھٹکی کو پار
کھٹکی کے کمرے میں جانا پہنچا اور یہاں اس کے مقابلے جا
تھوڑے سے اپنے سامنے دیکھ کر ڈاکٹر فرحان کو ہر شکاک۔
تو رفت کے لیے وقت بہت کم ہے ڈاکٹر صاحب۔

کھٹکی میں کھٹکی کی پٹا۔
کھٹکی کے کمرے میں جانے میں ہندی دیکھانے کے
بہت سے حالت میں دیکھ لیا جانا ضرور مل گیا۔ اسپتال
کے درمیان میں اڑنے کے لیے کوئی بھی ایسی شے موجود
تھی کہ اس کے ذریعے ڈاکٹر فرحان کو کسی دوسرے کو کوئی
نقصان پہنچا جاتا۔ یہاں تک کہ کمرے کے سامنے بھی تھائی
تھی۔ وہاں سے کھٹکی کھٹکی کے سامنے سے جاتے
تھے۔ ڈاکٹر فرحان کی سمیت کے آلے کا استعمال ملتا
تھا۔ کھٹکی کے سامنے میں بھی استعمال کا سامان
تھا۔ اس میں ضرور کھٹکی کی جاسکتے کوئی فائدہ نہ
تھا۔ کھٹکی کے سامنے سے ڈاکٹر فرحان کو لیا گیا ہے وہ یہاں
کھٹکی میں کا جانا چاہیے سے کھٹکی۔ دیکھنے بھی ڈاکٹر
فرحان کی ایک سے ضرور سا آدمی تھا جس سے یہ امید
تھی کہ کوئی کھٹکی کو کوئی کھٹکی کے کھٹکی سے واقف ہو
گا۔ یہ چارہ تو اس اپنی ایک کھٹکی کی کھٹکی سے ملنے کو کوئی
فائدہ نہیں دے سکتا۔ کھٹکی رہا تھا اور اس قید میں اب تک
کھٹکی میں کھٹکی تھا کہ اس نے تمام تر حریفوں کے باوجود
دونوں کھٹکی۔ ڈاکٹر فرحان کے سلام بکیر اتو وہ چوکور کھٹکی کو پار
کھٹکی کے کمرے میں جانا پہنچا اور یہاں اس کے مقابلے جا
تھوڑے سے اپنے سامنے دیکھ کر ڈاکٹر فرحان کو ہر شکاک۔
تو رفت کے لیے وقت بہت کم ہے ڈاکٹر صاحب۔

ہو اور پھر لوگوں میں نے بیچے ہی مرے پر تھیں بچپان کیا تھا۔ میں یہ بھی کبھی کبھی کرتا بہت اسارت ہو اور بچتا ہونے پر فوراً بچھ جاؤ گے اس لیے اپنے ایک آدمی کو تھما سے سامنی کے پیچھے لگا دیا لیکن وہ اٹھ کا مہاب نہ رہا۔ اب ہمارے پاس ایک راستہ یہ تھا کہ شہر کے ہوٹلوں وغیرہ میں کھیں ہوٹلوں میں لیکن میں نے اس طرف اپنی ازبک ریڈس کرنے کے بجائے یہاں پھر کر تھما ہارا انکار کرنا پھر سمجھا کہ مجھ سے بر حال میں آنا تو نہیں تھا۔۔۔ اور دیکھو۔۔۔ کھتی آسانی سے چرے وہاں میں آچھینے ہو۔ اب تم میں ہٹاؤ کے کرتھما سے باقی سامنی کہاں لیا؟ وہاں بہت زیادہ ہونے کی جادی مکی اس لیے ایک ہی سانس میں اسے سب کچھ بتاتی مٹی کی لیکن اس دوران میں بھی وہ پوری طرح ہوشیاری اور شہریار اس کی غفلت کا قندہ افکار تھما میں کال سکتا تھا۔ نہ ہی براہ راست اس پر حملہ کر کے اس کی گن چھین سکتا تھا کیونکہ اس صورت میں وہ کوئی چاہتی اور اسے خود سے زیادہ ڈاکٹر فرحان کو نقصان پہنچانے کا حشر تھا جو اس کے پاگل قریب ہی تھیں یہ غامضی سے اس ساری سچو پھاٹوں کو دیکھ رہے تھے۔

"او کے میں جانتا ہوں کہ راکہ آگلی اگلی اگلی بہت اچھی جگہ سے زیادہ اچھی جگہ ثابت ہوئی اور اس نے بہت آسانی سے مجھے پھیر لیا ہے۔ اب آگے بڑھو کہ کیا کرتا ہے؟" وہ کھتہ تھا کہ صورت حال مٹی سمجھ رہے۔ اوٹا اور باہر موجود پیر سے پر موجود دھس کے علاوہ بھی کسی افراد ہوں گے جہاں پتال کے اندر اور باہر پھیلے ہوئے ہوں گے اور اوٹا کے ایک اشارے سے حرکت میں آ جائیں گے۔ وہ ان ساری باتوں سے ڈرنے والا نہیں تھا لیکن مناسبت موقع کا انکار بھی کرنا ضروری تھا۔ ان حالات میں اس کے لیے ایک اچھی بات یہ تھی کہ وہ اس فٹور پر آنے کے بعد فرس ہوا تھا اور وہ لوگ سلوکی موجودگی کے مقام سے ناواقف تھے۔ سلوچو ظاہر ہے اپنے اڈے میں پر یہاں ہونے والی ساری محکموں رہا تھا، صورت حال کے مطابق اپنے ہاتھ کھلے کر سکتا تھا۔ ہوش خوش تھی کہ اسے چرے وہاں میں چھتا بھی ہے جبکہ وہ اپنی جگہ پر امید تھا کہ اچھی سب کچھ تم نہیں ہوا ہے اور جب تک جن میں سانس باقی تھا وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے کوشش کر سکتا ہے۔

"آگے جرحہ ہوگا۔ وہ خود ہی تمہارے سامنے آتا جائے گا۔ ابھی تم اپنے دونوں ہاتھ سر سے اوپر اٹھاؤ اور یہاں سے باہر نکلو۔" وہ مشکل مشکو اڑانے والے لب و

تعلی میں اس سے محسوس کر رہی تھی اور شاید خوش تھی کہ ہاتھ مرے میں اس پر اپنی برتری ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ ایک ایسا شخص جو سینہ حور پر رکھے ایک شخصانہ کھانے کو اٹانے سمیت دست دتا ہو کر روئے گا۔ تھا جس نے پر ہم ہاتھ جیسے پائس اسر کو انوار کے کھانے حال تک پہنچا دیا تھا اور جہاں ان کو وال جیسے جانسی میں رہنے والے ایجنٹ کے سینے میں گولی اتار کر اسے سیر میں حالت میں اسپتال پہنچا چکا تھا۔ اگر آئی آسانی سے اس کے کاہو میں آگیا تھا تو اس کے لیے یہ غمی ہی کی کیا تھی اور اس غمی میں ابھی تک اسے یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ کسی بھی قسم کی حرامت نہ کرنے والے منصف کو ان ہتھیاروں سے نہ تو نہ کر دے جو پھر نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن کوئی بھی عقل مند آدمی کچھ سکتا تھا کہ اسے یہ خیال آئے وہ انھیں خالی ہاتھ نہ چڑھتی نہیں آسکتا۔ وہ وہ جوش میں ہوش خوش تھی۔

"سامنی جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب! میں جانتا ہوں" آکر بھی آپ کی یہ باتیں کہنا۔۔۔ اس نے آواز اٹھانے کے بعد فرس طرف ہر طرف نظر کرنے کے بعد اسے فرس کی طرف رخ کیا اور نہایت آسوں میرے سینے چھو لے لے لے ہونے اس سے آٹھوں سے ڈاکٹر کو ایک اشارے کی بجائے فرس ڈاکٹر نے فوراً سمجھ لیا۔ چہ پھر جگہ گھر کا اس۔ اپنی بات کہ کر اس انداز میں اوٹا کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا اگلی طرف تھا وہ آگلی اگلی نئے اپنا ہاتھ دیکھ لیا۔

"ڈاکٹر صاحب کی یہ بات مت کرو۔ یہ بڑے سیکنے دیے آئے ہیں۔ تمہارے بعد ہی اور کے آنے کی پرتھت کرنے کے لیے وہ وہ اپنے خدا سے سامنے ہم پاس گئے۔" وہ اس کے دکھانا ڈاکٹر اچھا اور اسے کون سا کار کیا کہ وہ اس کے طرف بڑھتے۔ اس وقت وہ اپنی کامیابی کے نشے میں اس قدر نورد و مہادی میں چلا گیا کہ موجود اپنے آدمی تک کو اندر جانے کی ذمت نہیں کی۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر شہریار بڑے اطمینان سے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دور اس کے طرف بڑھا۔ اوٹا مٹھ کے اس سے پچھے تھی۔

"ڈاکٹر اور وہ اڑے کھولیں۔" اس نے بھی پتھیا کسی اور بھی پر باہر موجود اپنے سامنی کو فٹور دیا۔ جہاں فوراً ہی وہ اڑا گیا تھا لیکن اس سے پہلے ہی کھیل شروع ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر فرحان نے شہریار کی کوشش سے بھی زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا

تعلی میں اس سے محسوس کر رہی تھی اور شاید خوش تھی کہ ہاتھ مرے میں اس پر اپنی برتری ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے۔ ایک ایسا شخص جو سینہ حور پر رکھے ایک شخصانہ کھانے کو اٹانے سمیت دست دتا ہو کر روئے گا۔ تھا جس نے پر ہم ہاتھ جیسے پائس اسر کو انوار کے کھانے حال تک پہنچا دیا تھا اور جہاں ان کو وال جیسے جانسی میں رہنے والے ایجنٹ کے سینے میں گولی اتار کر اسے سیر میں حالت میں اسپتال پہنچا چکا تھا۔ اگر آئی آسانی سے اس کے کاہو میں آگیا تھا تو اس کے لیے یہ غمی ہی کی کیا تھی اور اس غمی میں ابھی تک اسے یہ خیال بھی نہیں آتا تھا کہ کسی بھی قسم کی حرامت نہ کرنے والے منصف کو ان ہتھیاروں سے نہ تو نہ کر دے جو پھر نظر نہیں آتے تھے۔ لیکن کوئی بھی عقل مند آدمی کچھ سکتا تھا کہ اسے یہ خیال آئے وہ انھیں خالی ہاتھ نہ چڑھتی نہیں آسکتا۔ وہ وہ جوش میں ہوش خوش تھی۔

"سامنی جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب! میں جانتا ہوں" آکر بھی آپ کی یہ باتیں کہنا۔۔۔ اس نے آواز اٹھانے کے بعد فرس طرف ہر طرف نظر کرنے کے بعد اسے فرس کی طرف رخ کیا اور نہایت آسوں میرے سینے چھو لے لے لے ہونے اس سے آٹھوں سے ڈاکٹر کو ایک اشارے کی بجائے فرس ڈاکٹر نے فوراً سمجھ لیا۔ چہ پھر جگہ گھر کا اس۔ اپنی بات کہ کر اس انداز میں اوٹا کی طرف اشارہ کیا کہ اس کا اگلی طرف تھا وہ آگلی اگلی نئے اپنا ہاتھ دیکھ لیا۔

"ڈاکٹر صاحب کی یہ بات مت کرو۔ یہ بڑے سیکنے دیے آئے ہیں۔ تمہارے بعد ہی اور کے آنے کی پرتھت کرنے کے لیے وہ وہ اپنے خدا سے سامنے ہم پاس گئے۔" وہ اس کے دکھانا ڈاکٹر اچھا اور اسے کون سا کار کیا کہ وہ اس کے طرف بڑھتے۔ اس وقت وہ اپنی کامیابی کے نشے میں اس قدر نورد و مہادی میں چلا گیا کہ موجود اپنے آدمی تک کو اندر جانے کی ذمت نہیں کی۔ اس کا یہ انداز دیکھ کر شہریار بڑے اطمینان سے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے دور اس کے طرف بڑھا۔ اوٹا مٹھ کے اس سے پچھے تھی۔

"ڈاکٹر اور وہ اڑے کھولیں۔" اس نے بھی پتھیا کسی اور بھی پر باہر موجود اپنے سامنی کو فٹور دیا۔ جہاں فوراً ہی وہ اڑا گیا تھا لیکن اس سے پہلے ہی کھیل شروع ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر فرحان نے شہریار کی کوشش سے بھی زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کیا

قلنی

ایک پر خیال تو ان کو میں کے گرد کھوتے تھل کو کافی دیر تک دیکھنے کے بعد اس کے مالک کے پاس گیا اور پوچھا۔ "قلنی کی آنکھیں کھولیں سے کیوں ڈھانچی ہوئی ہیں اور یہ کھتی کیوں اس کے گلے میں پاندھی ہوئی ہے؟"

بڑھسا زمیندار تو جہاں کی بات سے مرعوب ہوا اور اسے بتانے لگا۔ "پڑا کھوپے آنکھوں پر اس واسطے ہیں کہ یہ کسی دوسرے تھل یا گائے کو دیکھ کے فرستیں نہ کرے اور چپ چاپ کھو (کنواں) کھو (پھاگیا) رہے۔"

تو جہاں نے اس بات کو سراہا اور کہا۔ "اور کھنتی..."

"پڑا پتی (کھنتی) اس کے گلے میں اس لیے ہے کہ اگر کھو کھوتے کھوتے یہ روک جائے تو قلی کی آواز بند ہو جاتی ہے۔ پھر چلک بند دور مکی ہو تو پتا چل جاتا ہے کہ کھو پھانا بند کیا۔"

"لیکن اگر یہ تھل کھوتے کھوتے ہی اپنے گردن ہلاتا رہے اور کھنتی کھت رہے تو پھر تو کواں نہیں چلے گا...۔" تو جہاں نے پر خیال انداز میں بڑے زمیندار کو آگاہ کیا۔

"پڑا اسے دانہ (تھل) اسے! کوئی قلنی نہیں۔" بڑے زمیندار نے جتنے ہوئے جواب دیا۔

(ظلیل احمد انجم دہی سیدان کھاریاں)

مجھوری یہ تھی کہ شہریار نے اوٹا کو اپنی ڈھال بنا رکھا تھا اور ڈاکٹر فرحان کو اس طرح اپنے پیچھے رکھا تھا کہ وہ براہ راست کسی کوئی کی زد میں نہ آسکیں۔ چنانچہ بیڑیوں کی طرف سے آنے والی گولیاں بے اثر ہی گئیں اور ان کے قریب سے گزرتی ہوئی دھاریوں میں دھوست ہو گئیں۔

"گراؤ فٹور پر میں کور دینے کے لیے موجود ہوں۔" اس نے بیڑیوں کی طرف سے آنے والے فٹور کا جواب دینے ہوئے اپنے کانوں میں سلوکی آواز سنی اور ایک گونا گوں اطمینان محسوس کرتے ہوئے جیت پر بندے چلی ایک سے ایک دھتی ہم پر آدھ کیا۔ یہ خاص قیمت کا دھتی ہم تھا

جس میں دماغ کا جو مواد جو بہت کم تھا اوبہ دماغ اور دماغ سا
 لگتا تھا۔ اسپتال میں جگہ جہاں بہت سے بے تصور افراد بھی
 موجود تھے، اس قسم کے ہم بہت کارگر تھے کیونکہ یہ بہت
 محدود خیالات پر ترقی پلاتے اور انہیں فحش لفظ کے مواقع
 فراہم کر دیتے۔ ہم اپنی پرنسپلنگ کا اس نے پیرامیوں کی طرف
 پھرنے کا وقت فراہم کیا۔ وہاں اور تیزی سے وہ دماغوں کا پیمانہ
 شروع ہو گیا۔

”آج سے آٹھ روز پہلے میں ڈاکٹر فرحان سے ملتا ہوا
 ہوا سمیت لفت کے کھلوانے کی طرف دوڑا۔ ساتھ ہی
 سلو سے بھی رابطہ کیا۔ ہم لفت سے بچنے کا ارادہ کیا۔“
 ”میں نے رینجیشن کا دفتر کے پیچھے دو ڈاکٹر اور
 ایک نرس کو فریال بنا رکھا ہے۔ یہاں تقریباً پندرہ ماہوں
 موجود ہیں۔ وہ دو لفت اور رات پر بارہ ماہوں اور کے
 پاس۔ لفت چھتے ہی وہ تمہیں چھانپنے کی کوشش کریں گے،
 اس سے پہلے ہی تم دونوں طرف ہم پھینک دیتا۔ میں میں
 اسی وقت دروازے کے پاس والوں کو لٹا دیتا ہوں گا۔“
 ”لوٹنے اس کے سامنے بیان رکھا جس کی اس نے محض
 ”اوکے“ سے منظوری دے دی اور فوراً ہی مصروف عمل ہو
 گیا۔ بازو کے سپارے سے چھوٹی اوشاری بی احوال سے
 زیادہ دماغوں میں رکاوٹ محسوس ہو رہی تھی اس لیے سب
 سے پہلے ایک گولی اس کے سر میں اتار کر اس نے اس پر جو
 سے نجات حاصل کی اور پھر دونوں باتوں میں ایک ایک ہم
 قیام کیا۔ اس مقصد کے لیے اسے اپنے پاس موجود ڈاکٹر
 فرحان کو حتمی پڑی تھی۔ تیز رفتار لفت تیزی سے اٹھیں
 گراؤ نہ طور پر لے لی۔ لفت رکتے ہی وہ ڈاکٹر فرحان کو
 اشارہ کرتا ہوا تیزی سے بچنے پھرتا گیا۔ لفت کا ٹوکہ دروازہ
 چھتے ہی اس کے دونوں ہاتھ برقی رفتار سے حرکت میں
 آئے اور دائیں بائیں دونوں ہم ایک وقت اچھال دیے۔
 اس عمل میں اس کی ٹانگیں بہت شاندار تھی۔ وہ بھوں کی
 میں کھول کر بیک وقت اٹھیں وہ مختلف سمتوں میں اچھال
 دینا کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ دوسرا کارنامہ ڈاکٹر فرحان
 نے انجام دیا اور اس کے شانوں سے اوپر سیدھے سے فز
 مار شروع کر دیے۔ ان حالات میں اس کے لیے یہی
 بات سب سے خوش گوار تھی کہ ڈاکٹر فرحان کسی بھی مرحلے
 پر اس کے لیے ہر جوش نہیں دیتے تھے اور ہر ایک خاک قسم کی
 معاونت کر رہے تھے۔ حالانکہ ان سے متعلق جو رپورٹ
 اس کے پاس تھی اس کے مطابق تو وہ لہجائے اہتمام
 میں ہونے چاہیے تھے۔ وہ ان کے ہم پر کھڑے کے لٹان

تھی اور یہ لفظ تین دنوں میں تمام تر حلقوں سے پھیل گیا
 بہت اچھی دیکھ رہا تھا۔
 کونیاں ان پر بھی چھانی تھی اور اگر وہ
 رہنے کی تعلیمی کرتے تو تین دنوں میں جاتے۔“
 ”اس نے لفت سے قدم باہر رکھنے سے پہلے ڈاکٹر
 ہدایت دی اور ان سے اپنی کئی باتوں سے لگا کر تازگی
 بھی اسی انداز میں بھاگنے لگے لیکن بھاگتے ہوئے بھی
 نے یہ خیال رکھا تھا کہ ڈاکٹر فرحان اس کے پاس پہنچنے
 موجود ہیں۔ جن کے لیے جان کی بازی لگانا بھی انہیں
 چھوڑ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سونگیاں ان حالت
 میں پوری طرح متحرک تھیں۔ اپنے کینے کے مطابق اس
 شہر پار کے باہر ساتھ ساتھ میں اور کی طرف ہم اچھال
 تھا اور اب اسپتال کے واقعہ استقبال ہوتے ہیں ہر طرف
 دماغوں ہی دماغوں پھیلا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اندھا دیکھ
 جاتے والی گولیاں کا بھی اثر تھا۔ ان بہت سے
 میں وہ سوسے پاس موجود ہی رابطہ ٹھہرا کر
 کی آواز ایک شناخت کر رہا تھا۔ یہ آواز لہجے کی
 اس وقت مرکزی دروازے کے ستر تھیں ہی موجود تھے۔
 ”آج میں یہ بیان درست سمجھتا ہوں۔“
 ”جیتنے والے ملوثی آواز نے اس کے انداز سے
 تصدیق کی مرہمت کر دی۔ وہ ڈاکٹر فرحان کا ہاتھ پکڑ
 تیزی سے اس طرف لپکا۔ وہاں دماغوں ہی دماغوں کی
 بصرارت کا کاروبار ہوا تھا۔ تین دنوں میں دماغوں ان کی آواز
 ہوا تھا۔ وہ دماغوں کی زیادت کے بارے میں
 کیونکہ ان کے لیے اسے اپنے اپنے
 تخلیق کردہ اس فریٹ سے اچھالنے کی ہواں سے طرف
 ہو کر شہر کا دست بازا ہوا تھا۔ وہ تمام
 چاہتے تھے۔ ان کے سامنے
 ان کے تو ابھی طرح متحرک تھے۔ اب بھی اس نے
 باہر پناہی چا کر رکھ دی تھی اور ان کے ساتھ ہوں گے
 درخشاں استعمال کر رہا تھا۔ اس طرح اس نے اسپتال کے
 پارکنگ ایریا تک بہت آسانی سے ان کے لیے راستہ
 تھا۔ یہ پہلے سے طے تھا کہ وہ ہمیں سے کوئی گاڑی نہ
 فرار ہوں گے۔ سلو کی ہدایت کہ اس نے ایک پڑی
 مضبوطی سے اس کی گاڑی کا احاطہ کیا۔ گاڑی کی ڈرائیونگ
 سیٹ پر بیٹھ کر اسے بغیر جانے کے اشارت کرتے ہیں
 چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں گئے۔ اس دوران ڈاکٹر فرحان
 شہر پار بھی تیزی سے سوار ہو گئے تھے۔ شہر پار کے سلو

تھی اور یہ لفظ تین دنوں میں تمام تر حلقوں سے پھیل گیا
 بہت اچھی دیکھ رہا تھا۔
 کونیاں ان پر بھی چھانی تھی اور اگر وہ
 رہنے کی تعلیمی کرتے تو تین دنوں میں جاتے۔“
 ”اس نے لفت سے قدم باہر رکھنے سے پہلے ڈاکٹر
 ہدایت دی اور ان سے اپنی کئی باتوں سے لگا کر تازگی
 بھی اسی انداز میں بھاگنے لگے لیکن بھاگتے ہوئے بھی
 نے یہ خیال رکھا تھا کہ ڈاکٹر فرحان اس کے پاس پہنچنے
 موجود ہیں۔ جن کے لیے جان کی بازی لگانا بھی انہیں
 چھوڑ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سونگیاں ان حالت
 میں پوری طرح متحرک تھیں۔ اپنے کینے کے مطابق اس
 شہر پار کے باہر ساتھ ساتھ میں اور کی طرف ہم اچھال
 تھا اور اب اسپتال کے واقعہ استقبال ہوتے ہیں ہر طرف
 دماغوں ہی دماغوں پھیلا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اندھا دیکھ
 جاتے والی گولیاں کا بھی اثر تھا۔ ان بہت سے
 میں وہ سوسے پاس موجود ہی رابطہ ٹھہرا کر
 کی آواز ایک شناخت کر رہا تھا۔ یہ آواز لہجے کی
 اس وقت مرکزی دروازے کے ستر تھیں ہی موجود تھے۔
 ”آج میں یہ بیان درست سمجھتا ہوں۔“
 ”جیتنے والے ملوثی آواز نے اس کے انداز سے
 تصدیق کی مرہمت کر دی۔ وہ ڈاکٹر فرحان کا ہاتھ پکڑ
 تیزی سے اس طرف لپکا۔ وہاں دماغوں ہی دماغوں کی
 بصرارت کا کاروبار ہوا تھا۔ تین دنوں میں دماغوں ان کی آواز
 ہوا تھا۔ وہ دماغوں کی زیادت کے بارے میں
 کیونکہ ان کے لیے اسے اپنے اپنے
 تخلیق کردہ اس فریٹ سے اچھالنے کی ہواں سے طرف
 ہو کر شہر کا دست بازا ہوا تھا۔ وہ تمام
 چاہتے تھے۔ ان کے سامنے
 ان کے تو ابھی طرح متحرک تھے۔ اب بھی اس نے
 باہر پناہی چا کر رکھ دی تھی اور ان کے ساتھ ہوں گے
 درخشاں استعمال کر رہا تھا۔ اس طرح اس نے اسپتال کے
 پارکنگ ایریا تک بہت آسانی سے ان کے لیے راستہ
 تھا۔ یہ پہلے سے طے تھا کہ وہ ہمیں سے کوئی گاڑی نہ
 فرار ہوں گے۔ سلو کی ہدایت کہ اس نے ایک پڑی
 مضبوطی سے اس کی گاڑی کا احاطہ کیا۔ گاڑی کی ڈرائیونگ
 سیٹ پر بیٹھ کر اسے بغیر جانے کے اشارت کرتے ہیں
 چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں گئے۔ اس دوران ڈاکٹر فرحان
 شہر پار بھی تیزی سے سوار ہو گئے تھے۔ شہر پار کے سلو

تھی اور یہ لفظ تین دنوں میں تمام تر حلقوں سے پھیل گیا
 بہت اچھی دیکھ رہا تھا۔
 کونیاں ان پر بھی چھانی تھی اور اگر وہ
 رہنے کی تعلیمی کرتے تو تین دنوں میں جاتے۔“
 ”اس نے لفت سے قدم باہر رکھنے سے پہلے ڈاکٹر
 ہدایت دی اور ان سے اپنی کئی باتوں سے لگا کر تازگی
 بھی اسی انداز میں بھاگنے لگے لیکن بھاگتے ہوئے بھی
 نے یہ خیال رکھا تھا کہ ڈاکٹر فرحان اس کے پاس پہنچنے
 موجود ہیں۔ جن کے لیے جان کی بازی لگانا بھی انہیں
 چھوڑ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ سونگیاں ان حالت
 میں پوری طرح متحرک تھیں۔ اپنے کینے کے مطابق اس
 شہر پار کے باہر ساتھ ساتھ میں اور کی طرف ہم اچھال
 تھا اور اب اسپتال کے واقعہ استقبال ہوتے ہیں ہر طرف
 دماغوں ہی دماغوں پھیلا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اندھا دیکھ
 جاتے والی گولیاں کا بھی اثر تھا۔ ان بہت سے
 میں وہ سوسے پاس موجود ہی رابطہ ٹھہرا کر
 کی آواز ایک شناخت کر رہا تھا۔ یہ آواز لہجے کی
 اس وقت مرکزی دروازے کے ستر تھیں ہی موجود تھے۔
 ”آج میں یہ بیان درست سمجھتا ہوں۔“
 ”جیتنے والے ملوثی آواز نے اس کے انداز سے
 تصدیق کی مرہمت کر دی۔ وہ ڈاکٹر فرحان کا ہاتھ پکڑ
 تیزی سے اس طرف لپکا۔ وہاں دماغوں ہی دماغوں کی
 بصرارت کا کاروبار ہوا تھا۔ تین دنوں میں دماغوں ان کی آواز
 ہوا تھا۔ وہ دماغوں کی زیادت کے بارے میں
 کیونکہ ان کے لیے اسے اپنے اپنے
 تخلیق کردہ اس فریٹ سے اچھالنے کی ہواں سے طرف
 ہو کر شہر کا دست بازا ہوا تھا۔ وہ تمام
 چاہتے تھے۔ ان کے سامنے
 ان کے تو ابھی طرح متحرک تھے۔ اب بھی اس نے
 باہر پناہی چا کر رکھ دی تھی اور ان کے ساتھ ہوں گے
 درخشاں استعمال کر رہا تھا۔ اس طرح اس نے اسپتال کے
 پارکنگ ایریا تک بہت آسانی سے ان کے لیے راستہ
 تھا۔ یہ پہلے سے طے تھا کہ وہ ہمیں سے کوئی گاڑی نہ
 فرار ہوں گے۔ سلو کی ہدایت کہ اس نے ایک پڑی
 مضبوطی سے اس کی گاڑی کا احاطہ کیا۔ گاڑی کی ڈرائیونگ
 سیٹ پر بیٹھ کر اسے بغیر جانے کے اشارت کرتے ہیں
 چند سیکنڈ سے زیادہ نہیں گئے۔ اس دوران ڈاکٹر فرحان
 شہر پار بھی تیزی سے سوار ہو گئے تھے۔ شہر پار کے سلو

کمرے کے اندر داخل ہوا۔ جتنے ہی دیکھے تھمہ سوئی ہوئی
مانگہ کے قریب پہنچی کہ اس نے اپنی شہادت کی انگلی کی مد
ہے اس کے گھٹوں پر رکھے راتنگ پیچے کو اہستہ سے ہلایا۔
یہ جلی ہی دنگ ہی مانگہ کے لیے کافی ثابت ہوئی اور وہ
چونک کر تھمہ سے بھاڑ ہوئی۔ آٹھ گھنٹے ہی اس نے اپنے
سامنے ایک اجنبی کو دیکھا تو بڑی طرح چونک گئی۔

”کوئی آواز مت لگانا۔ اٹھ کر میرے ساتھ خاموشی
سے کمرے سے باہر جاؤ۔“ اس نے مانگہ کو ہاتھوں کی
جھک دکھاتے ہوئے دہشتی لیکن منت آواز میں غم و ماتوہ
بکھرا ہوا نظر آنے لگی لیکن اس کے غم کی جھلک میں پتھر
نہیں کی اور راتنگ پیچے ایک جانب دکھ کر خود بستر سے پیچے
اتر آئی۔ اس ساری کارروائی کے دوران میں چادر تان کر
سوئے گھس کے وجود میں ذرا سی بھی حرکت نہیں ہوئی اور وہ
دیکھنے کا یہاں ہی رہا۔

”یہ...؟“ شہریار نے اس کی طرف اشارہ کر کے
مانگہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
”میرے شوہر ہیں لیکن تم فرست کرو۔ چار پانچ
گھنٹوں سے پہلے یہ ہرگز نہیں چاہیں گے۔“ جواب دیتے
ہوئے مانگہ کے لیے میں جو کرب تھا، اسے شہریار سمجھا
تھا۔ اسے معلوم تھا کہ مانگہ کے اس نام نہاد شوہر کو لٹنے کی
عدالت ہے اور اب بھی یقیناً وہ اپنا نشہ پورا کر کے سو رہا تھا
اس لیے وہ اپنا بیانیہ سے بہ فرماتا۔

”ٹھیک ہے، تم باہر آ جاؤ۔“ شہریار نے اس بار دہری
سے اسے مخاطب کیا اور وہ بے چارہ و چرا کمرے سے
باہر آ گئی۔ شہریار نے خود ہی احتیاطاً کمرے کا دروازہ بند
کر کے باہر سے کڑی نگاہی اور اسے ساتھ لیے ہوئے
لاؤنج میں آ گیا۔ یہاں سلو اور ڈاکٹر فرحان موجود تھے۔ سلو
نے اس دوران ڈاکٹر کے زخموں کو خاموشی سے دیکھنا صاف کر دیا
تھا لیکن ان کے پاس مرہم پٹی کا سامان نہیں تھا جس کی وجہ
سے وہ شیشے لٹانے کے بعد فرحان روکنے کا کوئی مقولہ الاکام
نہیں کر سکا تھا اور اب ڈاکٹر فرحان خاموش نہ حال نظر آ رہے
تھے۔ ذہنی تو وہ دونوں خود بھی تھے لیکن ان کے زخم معمولی
نہیں تھے۔ نوٹے والے شیشوں کی کرچیاں انہیں اس
حد تک نقصان نہیں پہنچا سکی تھیں جتنا ڈاکٹر فرحان زخموں
آگے تھے۔

”اومانی کا 15 گھنٹے تو فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے۔
میں ابھی میڈیکل کیمٹ لے کر آتی ہوں۔“ ڈاکٹر فرحان پر
نظر پڑتے ہی مانگہ بے ساختہ بولی اور تیزی سے مکان کی

طرف بھاگ گئی۔ وہ دونوں میں سے کسی نے بھی اسے
روکا تاہم شہریار وہاں سے اسے اڑھن مکان میں حرکت کرنے
دیکھتا رہا۔ اس نے ذرا سے پٹے لپکا کر سب سے پہلے
کیونٹ کا پتہ کھولا اور اس میں سے مستطیل شکل کا فرسٹ
ایڈ باکس نکلی کر باہر نکالا اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی
لاؤنج میں آئی۔

”میں میڈیکل کے شیشے سے تو تعین نہیں کر سکتی لیکن
میں سے کوئی میری مدد کرے تو ان کی تھوڑی بہت مرہم پٹی
کر سکتی ہوں۔“ اس نے اپنے ابتدائی خوف پر بہت ہی
چلیا تھا اور اب بہت نابل لگے ہیں اس سے مخاطب ہوئی۔
اس کا یہ وہ بیان کے لیے زیادہ عبرت ناک تھا کہ وہ اس
کے بارے میں بہت بات بات جانتے تھے۔ شادی سے قبل ہی
نے پگھلا ہوا ایک ایشیا کے پتھر میں ملازمت کی تھی اور ایک
سوانحی کی حیثیت سے نامیاتی حالات میں خود کو مختصر
رکھنے کا ہنر جانتی تھی۔ اپنی طبیعت کی اس مضبوطی کی وجہ سے
ہی تو اس نے اپنی زندگی میں کوئی ایسے شیشے نہیں
میں سب سے بڑا ایشیا کے پتھر کو چھوڑ کر کسی ایسے
ایسے مکان کا رہنا سیکھا تھا جس کی حالت میں وہ خود
بعد ان کے گھر جانے کی خاطر اڑھن گیا تھا۔

”کیوں نہیں لگتی کے ذرا سے اب بھی گوشت کے
انداز ہی موجود ہیں۔“ تو سب بڑھ کر زخموں کا جائزہ لیتے
ہوئے ان کے شوہر کا اور فرسٹ ایڈ باکس سے ایک
پارہیک پٹی نکال کر کھانچ کے زخموں کو صاف کر کے پٹی
فلسفلس کی لٹہ کر کے لٹھا۔ اس نے یہ بندوبست بھی کیا تھا
کہ لاؤنج کے دروازے سے باہر جانے سے پہلے ہی دروازے
کو اچھی طرح پھینکا دیا تھا تاکہ اندر رہتی تھوڑی سی ہوا بھی
متوجہ نہیں ہو سکے۔ وہ زخموں کا زاری میں فرحان سے کہے
اس باوجود کہ شہریار نے اسے زیادہ دیکھنا نہیں چاہی تھا
واضح ہے کہ اسے اس کا زاری تک پہنچنا چاہتے تو لیکن تھا اور وہ
کی آہو پون کی طرف بھی ان کا دھیان نہ پاتا اور وہ اس
پاؤنڈ کے جسم کی طرف بھی متوجہ نہ ہوا جتنے چنا چہ یہی سمجھا
کہ ہر جسم احتیاطاً کی جاسکتے۔

”تمہارے شوہر کے ساتھ کیا پر اٹھ رہے؟“ شہریار
جو خاموشی سے ایک طرف بیٹھا ان دونوں کو مرہم پٹی لٹھا
دیکھ رہا تھا، اچانک ہی مانگہ سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا۔
”وہ میری دن کا کٹھن کرتا ہے۔“ اس نے سہراٹھے لٹھے
جواب دیا۔
”اوم... تم کیا کرتی ہو؟“ وہ مانگہ کی گاندھی

زخموں کو مرہم پٹی سے لٹھتے ہیں جس سے قدر
”میں یہاں ایک ہیڑ بھی میں جا رہی ہوں۔“
”تم نے فرسٹ سے؟“

”کیوں دن ہوتے ہیں۔ اس سے پہلے وہی میں
تھی۔ وہاں حالات میرے لیے مناسب نہیں تھے اس لیے
بہت ہی فریڈ نے یہاں جا رہی تھی تو میں یہاں شفٹ
رہتی۔“ شہریار نے فریڈ کے ایک مزید کاہنہ سے۔ وہ اپنی
بہن کے ساتھ وہی شفٹ کر گئے ہیں اور انہوں نے مجھے یہ
پتھر لٹھی ہوئی ہے کہ جب تک وہ اس مکان کو مکمل نہیں
کرتے، میں یہاں رہ سکتی ہوں۔“ اس بار اس نے ذرا

تھمہ سے شہریار کے سوال کا جواب دیا۔
”... اس طرح نہیں اپنے تو ہر کے طلاق میں
تھی۔ ایسے مرہموں کے طلاق کے لیے اچھا اور
نابل بھی بہت ضرور ہوتا ہے۔“ سہراٹھے ہی ان
سے مخاطب ہوئے۔ وہ پتھر پتھر پتھر پتھر پتھر
تھی تو اس نے اپنی زندگی میں کوئی ایسے شیشے نہیں
میں سب سے بڑا ایشیا کے پتھر کو چھوڑ کر کسی ایسے
ایسے مکان کا رہنا سیکھا تھا جس کی حالت میں وہ خود
بعد ان کے گھر جانے کی خاطر اڑھن گیا تھا۔

اسی خطاب سے کہ گھنٹے سے پہلے وہاں سے چلا گیا تھا
کہ مانگہ وہ عورت تھی جس کے متعلق اسے وہ دیکھتا تھا ہا
تھا اور جس نے صرف اس کے طلاق کی خاطر اپنا بیانیہ
گھر توڑ کر اس کی زندگی میں مثال ہونا قبول کر لیا تھا۔ اسے
مانگہ کی اپنی خاطر وہی جانے والی قربانیاں بھی بھول گئی
تھیں۔ اس سے چاری نے نہ صرف دیکھا بھری کہ پتھر لٹھی ہوئی
نی تھی بلکہ شیشے و عسرت کی زندگی چھوڑ کر میدان عمل میں بھی
کوئی بڑا تھا۔ کمال کے رہنے کی وجہ سے وہ اپنی اگلی تھی
کو اپنا لٹھی رکھنے پر مجبور ہوئی تھی اور وہ عسرتی مسائل
کے حل اور کمال کے طلاق کے لیے سہراٹھے لٹھی۔

”ان صاحب کی ذمہ داری تک تو ہو گئی۔ میرے خیال
میں آپ تو کون کو بھی تھوڑی مرہم پٹی کی ضرورت ہے۔“
ڈاکٹر فرحان کے جسم کے مختلف حصوں میں آنے والے
زخموں کی من سب دیکھ بھال کے بعد وہ پوری طرح ان
دونوں خصوصاً شہریار کی طرف متوجہ ہوئی۔ اب وہ پوری
طرف سے پتھر لٹھی اور اس کا وہ پتھر کے ساتھ ایسا تھا
جیسے وہ اس کے گھر مہمان آئے ہوئے ہوں۔
”ہم اپنے زخموں کو خود دیکھیں گے۔ تم اس دوران
میں وہاں سے لیے جاکر کھانے پینے کا انتظام کرو۔“ شہریار

تکمیل خواہش
 اجمیری زندگی اجمیری خود ساختہ سب تو انوں کی تیز رفتاری اجمیری
 رہ جاتی ہے۔ آفری سلماتی، نشورہادی کی ایک سب پتھر
ظہروں کی نیماہی
 سلامت کی تیز رفتاری کی یاد دہشت اور باقیوں کی سلماتی کا سوال
الیاس سہراٹھے پوری کے گھر سے تاملی سلماتی سلماتی کے گھر
مسافر
ناصر ملک کے قلم سے دونوں میں سوز و گدگاتی
 رگوں میں بیوی کی گردش تیز کرتی ایک ستمی تیز داستان
کنکھول
 رفیقہ کی گھر کو راتنگ دیکھنے والے سہراٹھے کی مسودوں کی
 شہریار کی انوار سدیقی کے خیالات کی پرہاز

ایک انعام

جس کے دونوں کافران۔ ہر مزین قلم کار
ظاہر جاوید مغل کا خوش آمد
 انعامی طور پر مرہم پٹی کے مختلف رنگی کٹھن شہریار سہراٹھے
 سہراٹھے سہراٹھے اور دو سہراٹھے سہراٹھے سہراٹھے سہراٹھے

1987ء سے خدمت میں مصروف

LEUCODERMA-VITILIGO

تمام اجلدی بیماریوں کا مشور اور سب سے بھر علاج

پھلے سہری
قابل علاج مرض ہے

STERIODS FREE MOST PROGRESSIVE TREATMENT

اجمل زینوی



اسلام آباد

0300-8566188
0300-8566188
0300-8566188



AWARD OF BEST ACHIEVEMENT

AWARD FILLER OF LEUCODERMA

14 فروری 27 فروری
14 مارچ 27 مارچ
14 اپریل 27 اپریل

14 مئی 27 مئی
14 جون 27 جون
14 جولائی 27 جولائی

128-675-675
28 مارچ 28 اپریل
28 مئی 28 جون

27 جولائی 27 اگست
27 ستمبر 27 اکتوبر
27 نومبر 27 دسمبر

www.matzard.com

وہاں قدم اسے کسی دلدل میں نہیں چھینچا دے گا۔ ماہ بانو اس کی زندگی تھی اور اپنی زندگی کی سواش میں اسے قدم قدم پر حادثات اور سوسائٹ سے جنگ لڑنی پڑ رہی تھی۔ یہاں موڈی جانور بھی تھے۔ خطرناک دلدل میں بھی اور کبھی کسی پناہ گاہ میں چھپے ہوئے وہ کبھی کبھی نہیں نے اس کی ماہ بانو کو اس سے جدا کر دیا تھا۔ اس دشمن سے وہ خود بھی سامان چاہتا تھا لیکن ابھی تک کسی سے ٹکر لائیں ہوا تھا۔ ٹکر ہوا ہوتا تو وہ اس سے ماہ بانو کا اتنا پتا معلوم کرنے کی کوشش کرتا لیکن اس بات کا بہر حال اسے احساس تھا کہ یہاں چھپا ہوا دشمن اس سے نہیں بچتا۔ بڑی بڑی باتوں میں ہے اور ذرا ہی چوک یا غفلت اس کی زندگی کا چراغ گل کر سکتی ہے۔ زندگی اسے اتنی بھاری نہیں تھی لیکن ماہ بانو کے کام آئے بغیر ضابطہ ہو جاتی تو سر کر بھی نہیں آتا۔ ماہ بانو کے خیال کے ساتھ ساتھ اسے اس بھی ہی کوئی بھی کام بھی خیال آتا تھا جس نے ابھی ماں کے بطن میں اپنی موجودگی کا اعلان کیا تھا اور وہ بہت شوق سے منتظر تھا کہ وہ کتنی جان دنیا میں آئے تو وہ اپنی صحت کی اس نشانی کو دیکھے تھے اس نے بہت چاہت سے اپنی جان جانوں کے وجود کا حصر بنا لیا تھا۔ صحت کے طاقتور بننے سے ہی اسے اتنی صحت اور طاقت دی تھی کہ وہ دنیا کی اتنی بڑی پورا پورا سے ٹکرینے چلا تھا۔ مصطفیٰ صاحب کی تکلیفوں لینے کے بعد اس نے یہ واضح ہو گیا تھا کہ ماہ بانو کو کسی نامہ امر میں شری نے لکھا تھا کیا ہے بلکہ اس کے پیچھے کتنی سر پرستی موجود ہے۔ دنیا پر راجہ کرنے کا خواب دیکھنے والی یہ پیر پورا ایک ایسے بھون میں جتا تھی کہ انسانوں کو کیلز سے کھڑوں سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اسلام کا خون یہ سوچ سوچ کر کھونٹا تھا کہ ان جاہلوں نے ماہ بانو کو اپنے کسی تجربے کے لیے بالکل ایسے پکڑ لیا تھا جیسے وہ کوئی چوہا پائی یا کئی کچھ ہو۔ امریکی حکومت اور اہم اداروں کے اکابرین خالصتاً امریکی شہریوں کے علاوہ باقی دنیا کے انسانوں کو سمجھتے بھی جانور ہی تھے بلکہ شاید اس سے بھی کم تر تھے کیونکہ جانوروں کی زندگی کی حالت کے لیے تو یہاں بڑے سخت قوانین تھے اور اس کا ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ کوئی انہیں ضرر پہنچانے کا سوچ بھی نہ تھے۔ طبی سے بھی کسی سے اگر ایسا جرم ہو جاتا تو اس کا اسے شدید عیاذہ جھٹکتا پڑتا۔

ذہن میں بہت سے اٹھتے ہوئے خیالات لیے اس نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ کچھ دنوں کے درمیان جاری یہ سفر کتنوں پر عیاذہ تھا۔ اس نے کتنی ہی خدمت نہیں کی۔ وہ جب سے یہاں آیا تھا وقت کا حساب کتاب کرنا بھول گیا

رکھ دیا۔ وہ اسٹیپ بیچے اترتے ہی اسے دو بار میں لگا ایک
 لہر نظر آ گیا۔ اس لہر کو حرکت دینے پر پھرا ہونے والا لہر
 بند ہو گیا لیکن اندر جس باغیچے سے کام لیا تھا وہاں نہیں تھا۔
 وہ مسمی بیٹوں روکنی میں محسوس کی جانے والی لہر کی
 تازگی بتا رہی تھی کہ وہاں وہی لہر کا بڑا زبردست لہر
 باقاعدہ نظام ہے۔ وہ پلوٹک پلوٹک گر قدم رکھتا سہاری
 بیڑیاں اتر گیا۔ بیچے اترنے سے پہلے ہی اس نے لہر
 راج اور لاکھ کر ہاتھ میں تمام لیا تھا لیکن فی الحال کوئی نظر ہی
 نہیں آ رہا تھا تو راج اور کے استعمال کی کہا ضرور حد پڑی۔
 بیڑیاں اترنے کے بعد وہ وہاں کی طرف جاتے ہی لہر
 راستے کی طرف مڑ گیا۔ پلٹتے ہی اس راستے کے دونوں
 جانب سیاہ باغیچے میں اور انہی میں اسے کوئی کھڑی
 دروازہ نظر نہیں آیا تھا۔ آخر کار وہ وہاں ہوا زمین میں بیٹھی
 گیا تب پتا چلا کہ یہ زمین مبارک وہاں سے وہاں نہیں
 پائیں وہ حصوں میں منقسم اور پھیلتے اور دونوں طرف
 گورڈ ورنڈ زمین میں لٹکتے ہوئے تھے۔ دروازے سے
 تھے اور فی الحال یہ دروازے کے دروازے سے لہر سے
 آ رہے تھے۔ حتیٰ بذریعہ ہر بار کوئی موبائل سے
 ان بند دروازوں کے پیچھے ہی تھے۔ ان لوگوں میں سے
 ایک اس کی ماہ پوچھی تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس
 دروازے کے پیچھے موجود ہوگی۔ اسے وضاحت کرنے کے لیے
 اسے کہیں سے تو آقا کرنا تھا چنانچہ وہ اس طرف کے
 گورڈ ورنڈ میں سزا پورا پڑنے والے پہلے ہی دروازے
 کے بیٹھ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ گھومنے کی کوشش کی لیکن
 دروازہ لاک تھا چنانچہ بیٹھ گیا اور ڈھانچے پر بھی نہیں خلا۔
 اس نے کمرے کے اندر کا معائنہ کرنے کے لیے جھک کر
 لہجے سے آگے نکالی۔ اسی سے اسے اپنے بیچے حرکت کا سا
 احساس ہوا۔ اس نے تجزی سے سہارا ہو کر بیچے پلٹنے کی
 کوشش کی لیکن اس سے کس فی اس کی گردن میں ایک سولی
 کی جگہ مست ہوئی اور اس نے بہت تیزی سے اپنے ہم کو
 پرتا ہوا محسوس کیا۔ یہاں تک کہ اس کی انگلیاں سہ جانتی
 تھیں اور اپنے قدموں پر کھڑے رہنے کی کوشش میں کام
 ہو کر زمین پر آ رہا۔ بیچے گر کر مارتا ہوا جانے والی اس کی
 آگے کی تپتیوں پر جھک کر بنا وہ مارک کے منکراتے ہونے
 قبضت چرے کا تھا۔

تھے کہ درمیان میں ایک اترے کی صورت اچھی خاصی جذب
 خالی پڑی ہوئی تھی اور بس چند جھاڑیاں وغیرہ ہی نظر آ رہی
 تھیں۔ ان جھاڑیوں میں سے ہی ایک جھاڑی کے پاس بیٹھی
 کر مارک نے ایڈی کو بیچے لایا اور خود جھاڑی کو کسی لہر کی
 طرح پہلے دائیں اور پھر بائیں جانب حرکت دی۔ اس
 حرکت کے نتیجے میں جھاڑی اپنے بیچے موجود زمین سمیت
 بائیں جانب ٹھک گئی اور ایک اچھا خاصا باغیچہ نظر
 آئے گا۔ مارک نے زمین پر بیٹھنے کی کوشش کی اور پھر اپنے
 کندھے پر ڈالا اور اس پر کھڑا ہوا اتر گیا۔ اسلم اندازہ لگا
 سکا تھا کہ وہاں بیڑیاں موجود ہوں گی جن کی مدد سے وہ
 بیچے اتر رہا تھا۔ مارک اور ایڈی کے وجود اس خط میں نظر
 آنے بند ہو گئے تو وہ خط میں بند ہو گیا اور ایک بار پھر لہرائی
 جھاڑی کے ساتھ زمین بالکل انکی نظر آنے لگی جیسے وہاں
 کچھ تھا ہی نہیں۔

اسلم نے اراہوں، گھوں میں اس طرف کے غلیہ
 لگانے اور ان کے کھولنے بند کرنے کے سبب وغیرہ
 طریقے بہت دیکھے تھے لیکن اس وقت اپنی آگہوں سے
 حقیقت میں یہ سب دیکھنا بہت عجیب محسوس ہوا تھا۔ دل
 میں ابھرتی اس خواہش پر کہ فوری طور پر خود بھی اس غلیہ
 لگانے میں حصہ لے لے گا پڑتا ہے وہ وہ کچھ دیر وہاں
 کھڑا ہوا اور اپنے بالکل خشک ہوجانے والے منق کو اپنے
 پاس موجود بریل کے پانی سے تر کرنے کے بعد خود بھی اس
 جھاڑی کا رخ کیا۔ کئی منٹ گزار جانے کے باعث اسے
 یقین تھا کہ جب وہ یہ غلیہ راست کھول کر اندر داخل ہوگا تو کسی
 سے فوری طور پر مدد بھی نہیں ہوگی اور مارک بھی زندگی ایڈی کو
 طبی امداد پہنچانے میں مصروف ہوگا۔ غلیہ راست کھولنے کا
 طریقہ وہ دیکھ ہی چکا تھا چنانچہ ہاتھ جھاڑی کی طرف بڑھایا
 اور پھر اس کا ایک پتا پکڑ کر توڑ لیا۔ پتا توڑنے پر اسے
 احساس ہوا کہ یہ جھاڑی مصنوعی ہے کیونکہ پتا توڑنے پر بھی
 وہ لمبی محسوس نہیں ہوئی تھی جو قدرتی طور پر ہر پودے میں
 موجود ہوتی ہے۔ حالانکہ دیکھنے اور چھونے میں وہ جھاڑی
 بالکل اصلی تھی تھی۔ اس نے انہیوں کے لچک ہاتھ ایک طرف
 پھینکا اور مارک کی طرف جھاڑی کو پہلے دائیں اور پھر بائیں
 جانب حرکت دی۔ نتیجے میں ایک بار پھر وہ خطا سوار ہو گیا جو
 کچھ دیر پہلے اس نے دیکھا تھا۔ اس نے اپنی جگہ کھڑے
 کھڑے تھا میں جھانک کر دیکھا۔ لوہے کا مضبوط زینہ بیچے
 جا رہا تھا اور اندر لٹکتے مسمی روکنی میں وہاں کسی ڈی ٹکس کا
 نام لکھا نہیں تھا۔ اس نے لہر کا نام لے کر میزبانی پر قدم

پتھر و سنیسی حیرت داستان جاری ہے
 مزید واقعات آئندہ ماحول حلقہ فرمائیں

مقام اور پیلے ہی رہے تھے اور ان کا گل سا مانا اسے سمیت ہی کر کے میں تھا جو مانتے ان کے لیے شخص کیا تھا۔

اور فرغانہ کو انہوں نے کر کے میں موجود ملکی بنیے پر آرام کے لیے لایا تھا۔ مانتے اپنے پاس سے انہیں چند چینی گڑ بھی دی جس سے کھانے سے وہ خاصا کاکڑھوس کر رہے تھے۔

"مقام واکر صاحب کے پاس روگو۔ میں ذرا گھر کا جائزہ لے کر آتا ہوں۔" مانتے کو روانہ ہوتے چند منٹ ہی گزر دے تھے کہ شہر یا ماریٹی جگہ سے گھبرا ہوا گیا۔ ہے ایک مانتے نے انہیں اس کر کے تک گھر دھو رہے کی ہدایت کی تھی اور وہ خود بھی اس ہدایت کی خلاف ورزی کی کار اوٹھیں رہتا تھا لیکن حالات کا کتنا تھا کہ وہ اپنے اور گرو سے باہر نکلے خبر نہ لی۔ مانتے انہیں اپنی بنا ہوا گاہ کے بارے میں تو عمل معلومات ہوتی چاہیے تھیں۔

کر کے سے باہر نکل کر وہ احتیاط سے گھر کا جائزہ لینے لگا۔ سب سے پہلے اس نے بیڈروم میں جھانک کر مانتے کو دیکھا۔ وہ ابھی تک ٹہنی تانے سو رہا تھا۔ اس کی طرف سے ٹہنی ہونے پر اس نے ہائی گھر کا جائزہ لیا۔ سامان سے اعزازہ اور لیا تھا کہ سب جگہ مانتے کیوں کا ہی ہے کیونکہ مانتے کا زمانہ گھر وہ دیکھ چکے تھے۔ وہاں ہزار سا مانا بہت پرانا اور مہتمت حال تھا اور انہوں نے گھر میں کتنی ہی ہی چند چیزیں ابھی حالت میں دیکھی تھیں۔ ان میں سے ایک تو مانتے کی کتابیں تھیں اور دوسرے چائے کے برتن۔ چائے کے وقت انہوں نے چائے اگلی نہیں پیا لیکن میں ہی تھی جو پیلے بھی دیکھ بیٹھے تھے۔ کتابیں بھی ایک کمرے میں گھر آگئیں لیکن ان کی تعداد پچھلے کے مقابلے میں کم ہو چکی تھی اور نتیجہ اس کے پچھلے سال کا ہی ہوا تھا۔ وہ پہلے ہی مانتے کی کتنی کتابیں بچ چکا تھا اور ان کتابوں کے ساتھ ہی مانتے کی طبیعت استاد بھی بنی تھی جس کی وجہ سے اس نے چاری تو لیکچرنگ نکلے تک ہول میں دیکھ کر اس کی حالت گھبراہٹ مانتے کی چھوڑتے وقت انہیں اعزازہ نہیں تھا کہ مانتے کو وہ ہوا بھی ایک دوسرے سے ساتھ ہوا۔ پہلے ہی کی طرح ایک اور اتفاق نے ان کی ملاقات وہ ہوا کہ روادی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس وقت مانتے مشکل میں تھی اور آج وہ اس کے گھر میں پناہ گزین تھے۔

استور میں آیا۔ استور گرو آلو تھا۔ شہر کے اندر موجودیت کی وجہ سے مانتے ابھی تک اس طرف سے کسی اطلاع نہ تھی۔ دیکھنے لگی یہاں زیادہ تر کاکڑھوس کر رہے تھے۔ اسے اپنے کام کی طرف ایک چیز نظر آئی اور وہ یہ تھا کہ ہزاروں۔ اس نے ایک جھتی عرصہ وقت پر پڑنے لگا کہ ہزاروں سے باہر جھانکا۔ یہاں سے ہر ایک انہیں دیکھ کر ہلکا ہلکا نظر آ رہا تھا۔ گیت پر اب بھی وہی راستہ وہاں ہزاروں موجود تھا لیکن اس کے ساتھ موجود وہ ہزاروں چائے کے ساتھ موجود کی آواز شہر تک تھی۔ وہ ہزاروں چائے کے ساتھ باہر رہے تھے جس کا وہ ڈھنڈو سے گرجا رہا تھا۔ ان کے درمیان ہونے والی گفتگو میں یہ سن کر ان کے دل پر بھی تھا کہ شہر یا ماریٹی کے بارے میں کتنو ہو رہی ہے۔ کتنو کے کسی انعام تک پہنچنے سے قبل ہی اسے اس میں بہت کاحساس ہوا۔

وہ جلد ہی سے لیے اگر کہ استور کے دروازے سے نکلے اور وہیں سے جھانک کر دیکھا۔ یہ کمان تھا جو اتر کر مانتے کے بیڈروم میں پہنچ گیا تھا اور ہاتھ دھو کر نہیں ہونے دھت کے بلیر بن میں کھڑے سے کھڑے ہی بیٹھے۔ باہر صاف گر رہا تھا۔ وہ ایسے رہے کہ گھر کا کمرہ پورے ہاتھوں سے نکل کر کر کے میں جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ مانتے کی نظروں میں آ جاتا، چنانچہ اس نے بھی صاف سب کچھ دیکھا۔ استور میں ہی اٹھا رہا ہے۔ مانتے سے فارغ ہو کر مانتے کو آہر ہوتا تو وہ وہاں کر کے میں چلا جاتا لیکن وہاں نہ جانا کہ مانتے کے بعد کمان نے جانے کا سبب ہاتھ میں تھا۔ لاؤنج میں آ بیٹھا۔ اب تو شہر یا ماریٹی کا راستہ باہر نکل کر مانتے چلا تھا۔

کمان نے ٹی وی کھول لیا تھا اور یہ نہیں تھا کہ خبریں دیکھ رہا تھا۔ آواز بلند ہونے کی وجہ سے استور بھی صاف کٹھی رہی تھی۔ زیادہ تر خبریں وہی تھیں جو سب سے ہی سن چکے تھے۔ ان خبروں کو دیکھ کر مانتے کے ہاتھ ساتھ نیز اٹھ کر اس بات پر بھی گفتگو کا اہتمام کر رہے تھے کہ ایک طرف کہ ہم کو چھوڑا کر لے جانے والے وقت گرو پر پہلے ہی نصف روٹھیں سے نہ اٹھنا اور اسے باہر سے لے داریں۔ ابھی تک آزاد کھم ہے۔ اب وہ گرو کی کیا ہوتی سنا کہ اس وقت شہر میں ہی موجود ہیں یا یہاں سے نکل کر اور شہر کا رخ کر چکے ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں پر کڑی تنقید کی جا رہی تھی کہ ان کی تاحض منصوبہ بندی

ہونے کی وجہ سے وہاں سے کھلے میں نہ آ سکا۔

"مجھے ہوگی میری پڑیا۔" اسی لیے سامنی اس کر کے نو لاک کر کے لگی ہے۔ "وہ روزہ نہ لکھا تو اس نے خود ہی اعزازہ کا نام کر لیا۔ اپنی شب بھری نہ ہونے کے لیے میں وہو کی بار جی کو سامی کے علاوہ بھی نہ جانے کیا کچھ بنا چکا تھا۔ شہر یا مانتے نے دل ہی دل میں مانتے کے واسطے کوہر ہوا ایک گھڑی لاکٹ کو چھوڑ کر ایسے آدمی کے ساتھ سر چھوڑ رہی تھی اور ساتھ حالات کے باوجود وہیں نہیں تھی۔

"سالانہ روزہ ہی تو ہوتا ہوں۔" روزانہ کھولنے میں ناکافی ہوتی تو اس نے اپنا اور عطا کر لیا اور فوراً ہی اس پر عمل پیرا ہو گیا۔ کی ہول سے آگے لگے ہاتھ کا پھر کا پھر دیکھنے شہر یا مانتے دیکھا کہ وہ روزانہ سے سے ذرا دور جا کر کھڑا ہوا اور گھر دوڑ کر آ کر اسے گتھے سے کی ایک ضرب لگائی۔ اب وہ وہی کھی بیروتو تھا جس کی اس کی ایک ضرب سے روزانہ کھڑا ہوا جا کر گت۔

گتھی کوئی کھینچنا روزانہ سے کے لیے اس کے نٹے سے وہ فر جسم کی ضرب کھینچی۔ اڑھی البتہ دھول میں خود کمال کے شائے پر جو ضرب لگی اس نے اسے چھیننے پر مجبور کر دیا۔ صبح کے بعد اس کے منہ سے مانتے اور روزانہ سے دونوں کے لیے مہظظات کا ایک طوقان برآمد ہوا لیکن پھر وہاں اس نے کوشش نہیں کی اور وہاں سے بہت گروہ سے کر کے میں چلا گیا۔

اس کے پلے جانے پر شہر یا مانتے ذرا سکون محسوس کیا کیونکہ اب اسے ذرا محسوس ہونے لگا تھا کہ کھیں اس شور شرابے کین کر گئی اس طرف تو ہند ہونا ہے لیکن پھر اگلے ہی لمحے اس کا یہ سکون نارت ہو گیا کیونکہ کمان کر کے سے ہاتھ میں کر رہی کا ایک ٹوٹا ہوا دست لے کر برآمد ہوا تھا۔ اس نے یہ دست لاکر روزانہ سے کے لاک والے جھبے میں ضرب لگائی۔ دست کی ضرب لاک کا تو کیا کیا لاتی لیکن شور ضرور پیدا کیا۔ ڈاک ہی پر ہار مانتے کے مانتے کمان پر جھانکنا جاری ہو گیا کیونکہ لاک اور روزانہ سے نے اس کے ہاتھ پر چھین پڑے گروہ کو تھا کہ اس کی مطلوبہ شے ہی کر کے میں ہے۔ شہر یا مانتے کو کھینچ لیا۔ ہاتھ کا سے دیکھنے کے لیے کیا کر کے۔ لاک پر ضرور لگے جانے کی وجہ سے اسے اپنی آگے بھی کی ہول سے چھاتی پڑی تھی۔

ہونے کی وجہ سے وہاں سے کھلے میں نہ آ سکا۔

"مجھے ہوگی میری پڑیا۔" اسی لیے سامنی اس کر کے نو لاک کر کے لگی ہے۔ "وہ روزہ نہ لکھا تو اس نے خود ہی اعزازہ کا نام کر لیا۔ اپنی شب بھری نہ ہونے کے لیے میں وہو کی بار جی کو سامی کے علاوہ بھی نہ جانے کیا کچھ بنا چکا تھا۔ شہر یا مانتے نے دل ہی دل میں مانتے کے واسطے کوہر ہوا ایک گھڑی لاکٹ کو چھوڑ کر ایسے آدمی کے ساتھ سر چھوڑ رہی تھی اور ساتھ حالات کے باوجود وہیں نہیں تھی۔

"سالانہ روزہ ہی تو ہوتا ہوں۔" روزانہ کھولنے میں ناکافی ہوتی تو اس نے اپنا اور عطا کر لیا اور فوراً ہی اس پر عمل پیرا ہو گیا۔ کی ہول سے آگے لگے ہاتھ کا پھر کا پھر دیکھنے شہر یا مانتے دیکھا کہ وہ روزانہ سے سے ذرا دور جا کر کھڑا ہوا اور گھر دوڑ کر آ کر اسے گتھے سے کی ایک ضرب لگائی۔ اب وہ وہی کھی بیروتو تھا جس کی اس کی ایک ضرب سے روزانہ کھڑا ہوا جا کر گت۔

گتھی کوئی کھینچنا روزانہ سے کے لیے اس کے نٹے سے وہ فر جسم کی ضرب کھینچی۔ اڑھی البتہ دھول میں خود کمال کے شائے پر جو ضرب لگی اس نے اسے چھیننے پر مجبور کر دیا۔ صبح کے بعد اس کے منہ سے مانتے اور روزانہ سے دونوں کے لیے مہظظات کا ایک طوقان برآمد ہوا لیکن پھر وہاں اس نے کوشش نہیں کی اور وہاں سے بہت گروہ سے کر کے میں چلا گیا۔

اس کے پلے جانے پر شہر یا مانتے ذرا سکون محسوس کیا کیونکہ اب اسے ذرا محسوس ہونے لگا تھا کہ کھیں اس شور شرابے کین کر گئی اس طرف تو ہند ہونا ہے لیکن پھر اگلے ہی لمحے اس کا یہ سکون نارت ہو گیا کیونکہ کمان کر کے سے ہاتھ میں کر رہی کا ایک ٹوٹا ہوا دست لے کر برآمد ہوا تھا۔ اس نے یہ دست لاکر روزانہ سے کے لاک والے جھبے میں ضرب لگائی۔ دست کی ضرب لاک کا تو کیا کیا لاتی لیکن شور ضرور پیدا کیا۔ ڈاک ہی پر ہار مانتے کے مانتے کمان پر جھانکنا جاری ہو گیا کیونکہ لاک اور روزانہ سے نے اس کے ہاتھ پر چھین پڑے گروہ کو تھا کہ اس کی مطلوبہ شے ہی کر کے میں ہے۔ شہر یا مانتے کو کھینچ لیا۔ ہاتھ کا سے دیکھنے کے لیے کیا کر کے۔ لاک پر ضرور لگے جانے کی وجہ سے اسے اپنی آگے بھی کی ہول سے چھاتی پڑی تھی۔

نزدائی ضرور ضروری کر دی تھی۔۔۔ کیونکہ اس نے ماہ بانو کو سمجھایا تھا کہ اگر وہ چست و توانا رہتا چاہتا ہے تو اپنے کھانے پینے سونے جاگنے اور کام و آرام کے درمیان توازن قائم رکھنا ہوگا۔ ڈاکٹر نے اسے چند ایسی خصوصیات روز میں بھی بتائی تھیں جو حاملہ خواتین کی صحت کے لیے مناسب ہوتی ہیں۔ اس کے مطابق ماں کو اپنی حرکت اور چست ہو، دلچسپی کا مکمل ارتکاب آسان ہو جاتا ہے۔ اپنے موجودہ ماحول کو قبول کرنے کے بعد اسے ڈاکٹر کی ہدایات یاد آئے گی جس اور وہ ان پر عمل بھی آتی تھی۔

روزانہ اس کے چیک آپ کے لیے وہاں آنے والے ڈاکٹر نے بھی اس کے معمولات کو سراہا تھا اور طبی وی تھی کہ اس کا بے بی بالکل ٹھیک ہے اور ایک صحت مند بچے کی طرح نشوونما پا رہا ہے۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مارک وقت پر اسے روزانہ بھی لہجہ مبرا کرنا تھا اور اس وقت تک اس کے سر پر کھڑا رہنا تھا جب تک وہ اس وقت تک رکھا کر پانی کا گلاس ملتی سے پیئے نہیں اتار لیتی تھی۔ دو تین دن تک اس نے فریہم کی جانے والی دو ادویہیں بغیر حواست کے کھائی تھیں لیکن پھر اسے خیال آیا کہ یہ لوگ جو اسے انہما کر کے یہاں لانے کے بعد برطرف کرائیں آرام فراہم کر رہے ہیں ان کو کوئی قصور ضرور ہوگا۔ اسے خود کو دیکھ کر وہ اپنی وجہ سے بھی کہہ رہا تھا کہ اس کی بیٹھک میں نہیں ہوتی جس میں سے انہیں ان کے نام یاد فراسو لے جانا چاہئے۔ چنانچہ اس نے یہ ترکیب استعمل کی کہ جب مارک اسے کوئی ٹولی کھانے کو دیتا تو وہ اسے زبان کے نیچے چھپا کر لوہے سے پانی کا گلاس لی لیتی اور مارک کے باہر جانے کے بعد اس کو واش روم میں پھینک کر پانی سے بہا دیتی لیکن اس کے پاس ان آلگیشن سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں تھی جو برہمن دن بعد اسے باقاعدگی سے لگاتے چاہئے تھے۔ اس نے ان سے بچنے کے لیے حواست کی کوشش کی تھی لیکن اس کو کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ مارک جیسے تو آبی کے سامنے اس کی کوئی ٹیٹن نہیں مٹتی تھی۔ اس نے تین دنوں میں اسے اپنے پیٹ کے ڈاکٹر کے حضور بھی کر دیا تھا کہ وہ اسے آگیشن لگا دے۔ مارک طاقتور اور چست تھا جبکہ وہ اس کے مقابلے میں کمزور ہونے کے علاوہ ایسی حالت میں تھی جو احتیاط کی مستحاضی تھی۔ ضرورت سے زیادہ حواست کی کوشش میں اگر کوئی اوجھل ہو جاتی تو ہونے والے نقصان کا قابل ہوتی تھی ہو سکتا تھا، اس لیے اسے بارنائی پڑی۔ ویسے بھی بظاہر کوئی

ایسی طاعت نظر نہیں آ رہی تھی جس سے بچے کو اسے پانے والے بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ہاتھ سے بچے کو گھسیں کیا تھا کہ اس کی صحت پہلے کے مقابلے میں بہت اچھی ہو گئی ہے اور بچے کی MOVEMENTS سے بھی تازہ و ترقی کردہ بالکل ٹھیک ہے۔ ایسے میں حالات سے کھینچ کر اپنی ہی مناسبت تھا۔

ایک ماں کی حیثیت سے اسے بس اپنے ہونے والے بچے کی زندگی اور صحت کی فکر تھی۔ اس وقت بھی وہ اچھوڑ کھاتے جو ہنس اسی بارے میں سوچ رہی تھی، انہیں آواز نہ اسے چلا دیا۔ آواز بہت بلند تھی۔ اس وقت تک مارک بہت دور سے چلے آ رہا تھا۔ وہاں تک کہ وہ لوہے والے کے الفاظ بھی نہیں سمجھ پاری تھی مگر جی برقی طرب ہو گئی تھی۔ اسے لگا تھا کہ آواز اس کی ہے۔ اسلم کے اپنے آس پاس ہونے کا احساس اتنا خوش کن تھا کہ وہ بے ساحت اپنی جگہ سے اٹھ کر وہاں سے کسی طرف لگی۔ ونڈل بھاننے پر جب وہ آواز دھکا تو اسے یاد آیا کہ سارے بچے و آرام کے باوجود وہاں ایک تیری کی حیثیت میں ہے لامتناہی حواست سے اس کی سر سے وہاں سے باہر نہیں آتی تھی۔ آواز بہت آ رہی تھی اور اسے نہیں ہوتا جا رہا تھا کہ اسلم ہی ہے جو ہوسے کے عالم میں قہقہہ پاتا رہے اور کسی وجہ سے وہ اس کی آواز واضح طور پر نہیں سن پاری ہے۔ شدید چہ بانی کیفیت میں اس نے کمرے کا دروازہ کھولا جس کا فوراً درج عمل کا رخ ہوا اور وہ دروازہ کھول کر مارک اندر داخل ہوا۔

"اپنی پرالم میں ہے؟" اندر داخل ہونے کے بعد اس نے اپنے پیچھے دروازے کو دھارہ بند کر دیا تھا لیکن اس نے کھلے اور بند ہونے کے علاوہ کچھ نہیں یاد ہوانے کے لئے وہ خاص سے سوچا تھا کہ اس کی آواز بھی اور اب کوئی ٹنگ و شہنگ نہ ہونے لگا کہ وہ اسلم ہی ہے۔ "یہ آواز کس کی ہے؟" مارک کے لیے کی درخشندہ خاطر میں اسے فہم اس نے نہ پہنچا۔ "تمہیں اس سے کیا فرض؟ یہ ہمارا اپنا معاملہ ہے۔" مارک نے دکھائی سے جواب دیا۔ "یہ تمہارا اپنی معاملہ نہیں ہے۔ میرا اس سے کوئی ہے کیونکہ وہ میرا شوہر ہے اور جیتنے بچنے کوشاں ہے جو یہاں آیا ہے۔ تم کو تو نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے؟ یاد ہو کہ اگر تم نے اس کے ساتھ برسلو کی تو میں کسی بھی بات کی پروا کیے بغیر تمہارے ساتھ قہقہہ کرنا چھوڑ دوں گی۔"

یہ لڑکھائے کے جواب پر اسے ہلکا سا زخم پہنچا اور اس نے فطرت سے اسلم کی طرف مڑ کر دیکھا۔ "اس طرح تم اپنا ہی نقصان کر رہی ہو اور اپنے ساتھ ساتھ اس بچے کی زندگی خطرے میں ڈال رہی ہو۔" مارک نے اس کی طرف اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اس کے اسے ہی سمجھنے سے لگا۔ اس کی وہ سکتی ہن کر ایک لمبا کے لیے تو وہاں کوسم تک پہنچ کر اس نے کھوکھو سننا لگا اور لپکڑا کر کہ پڑی۔

"لگے ان سب باتوں کی پروا ابھی ہے۔ میں اپنی اور بچے کی زندگی کو اپنے شوہر کی زندگی سے زیادہ اہم سمجھتی ہوں۔ ایک کھلی ہے اور ایک دوسرے کے بغیر ہمارے

وجود۔ یہ تو روح چریت والا نہیں لگتا ہے۔ جو دیکھنے سے اور یہاں نہیں کون نہیں۔ لیکن ہے اس کی ہر قسم کا کوئی نہ ہو اور اسٹوری میں کوئی نہ ہو اور ضروری ہو اسٹوری میں وہ دن میں پہلے سے وہ سب باتوں کی پروا ابھی نہیں ہے۔ میں اپنی اور بچے کی زندگی کو اپنے شوہر کی زندگی سے زیادہ اہم سمجھتی ہوں۔ ایک کھلی ہے اور ایک دوسرے کے بغیر ہمارے

وجود۔ یہ تو روح چریت والا نہیں لگتا ہے۔ جو دیکھنے سے اور یہاں نہیں کون نہیں۔ لیکن ہے اس کی ہر قسم کا کوئی نہ ہو اور اسٹوری میں کوئی نہ ہو اور ضروری ہو اسٹوری میں وہ دن میں پہلے سے وہ سب باتوں کی پروا ابھی نہیں ہے۔ میں اپنی اور بچے کی زندگی کو اپنے شوہر کی زندگی سے زیادہ اہم سمجھتی ہوں۔ ایک کھلی ہے اور ایک دوسرے کے بغیر ہمارے

وجود۔ یہ تو روح چریت والا نہیں لگتا ہے۔ جو دیکھنے سے اور یہاں نہیں کون نہیں۔ لیکن ہے اس کی ہر قسم کا کوئی نہ ہو اور اسٹوری میں کوئی نہ ہو اور ضروری ہو اسٹوری میں وہ دن میں پہلے سے وہ سب باتوں کی پروا ابھی نہیں ہے۔ میں اپنی اور بچے کی زندگی کو اپنے شوہر کی زندگی سے زیادہ اہم سمجھتی ہوں۔ ایک کھلی ہے اور ایک دوسرے کے بغیر ہمارے

وہ اس اعجاز میں بات کر رہا تھا جیسے انسانوں کے جواب زیر تجزیہ جانوروں کا ذکر کر رہا ہو۔ اس کے جواب نے جہاں ماہ بانو کو یہ کھلی دی کہ قوری طور پر اسلم کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے، وہیں دوسرے ایجنٹ میں بھی گرفتار ہو گئی کہ جاتے اسے یہاں لائے کا کیا قصور ہے اور اب وہ لوگ یہاں تک جاتے والے اسلم کے ساتھ کیا کرنے والے ہیں۔ "لو کے، میں جانتا ہوں۔" اس کی دگرگوں ہوئی حالت پر ایک خطرے کی نظر ڈالی کہ مارک نے دروازے کا رخ کیا۔ ماہ بانو اس اتالیق نہیں تھی کہ اسے روک پائی۔ وہ جیڑش پر گفتگوں کے عمل سے گریزی طرف رو پڑی۔ "کیوں اتنی شدت سے چاہے ہو مجھے کہ میرے

ساتھ اپنی جان کی پروا ابھی نہیں کرتے؟ کیا ضروری تھا کہ تم میری تلاش میں یہاں تک پہنچنے اور اپنی جان صحت میں پھنسانے۔ تمہاری اتنی محنت کا فرض میں کیسے ۱۰۱۱وں کی؟ میں تو اس قابل بھی نہیں ہوں کہ جواب میں تم سے اتنی ہی محنت کر سکوں جتنی محنت تم مجھ سے کرتے ہو۔" روتے ہوئے وہ ہاتھ اسلم سے مخاطب تھی جس کی محبت نے واقعی اسے بہت ترش کر دیا تھا۔ اسے کبھی نہیں آتی تھی کہ ایسی بے لوث محبت کا جواب کبھی دے سکے گی۔ اس کے پاس اسے دینے کے لیے بس دعا مینا ہی سمجھی تھی جو وہ اسے دل کی گہرائیوں کے ساتھ نوازتی رہتی تھی۔ اس وقت بھی اس کا دل پھرتی شدت سے اس کی سلماتی کے لیے دعا گو تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس لمبوں ڈاکٹر طارق کے لیے دعا مینا بھی نکلتی رہی تھی جس نے دوسری بار اسے حوا کا دیا تھا اور ابھی کھلی پر سکون زندگی سے اٹک کر کے اس خیال میں پھنسا رہا تھا۔



"نام کیا ہے تم کو توں کے؟" جاہ پڑتی کے مخاطب وہ صورت اور دونوں بیٹے تھے جو اس کے سین سامنے بیٹھے تھے اور ان کے چھوڑ پر خوف و تم تھا۔ خوف کی ایک وجہ تو وہ کن تھی جو ایک آدمی ان کے دوا میں طرف لیے کھڑا تھا اور اس کا رخ ان تینوں کی طرف تھا۔ دوسری وجہ وہ دلیرانہ تھا جس کے تحت انہیں یہاں لایا گیا تھا۔ یہ اتالیق انہی نی والوں نے انہیں میں اس وقت اسٹے کے زور پر قابو کر کے یہاں کھٹل کر دیا تھا جب صورت بچوں کو اسٹوں چھوڑنے کے لیے جاری تھی۔ یہ صورت کو دیکھنا ہی اس آدمی کی بی بی تھی جسے اس کے خلاف آپریشن میں وہ لوگ ذہنی حالت میں گرفتار کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ گوڈا کو سر پر چھت آتی تھی جس کی

وجہ سے وہ کئی گھنٹوں تک اسپتال میں رہے ہوئی کی حالت میں گزارا ہوا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد ڈاکٹرز نے اس کا طبی معائنہ کیا تو انہوں نے اس کے ذہن کے علاوہ اسے عمل فٹ قرار دیا تھا لیکن گودھا کا رویہ عجیب و غریب تھا۔ وہ کسی بھی بات پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کر رہا تھا اور بظاہر یوں لگ رہا تھا کہ سر کی چمٹ سے اس کے دماغ کو متاثر کیا ہے۔ ڈاکٹرز اس حوالے سے اس کا ہرچہ رزٹ کر رہے تھے لیکن وہ کسی طور تاقیہ پر آباد نہیں تھا۔ اس کے رویے کی وجہ سے ایک سینئر ڈاکٹر نے یہ ہدف ظاہر کیا تھا کہ شاید وہ جان بوجھ کر اس طرح کا رویہ اختیار کیے ہوئے ہے اور اس کا دماغ متاثر نہیں ہوا ہے۔ گودھا کے اس اعلان کا پل کھولنے کی ترکیب سلمان کو سوچنی تھی۔ اس نیس کی مختلف جزئیات پر کام کرتے ہوئے وہ یہ جاننے میں کامیاب ہو چکا تھا کہ گودھا کا گھر کہاں ہے؟ گھر معلوم ہونے کے بعد دیگر معلومات حاصل کرنے کی مشکل تھا۔ نتیجتاً آپ اس کی خوب صورت بیوی اور دونوں بیٹے بیان موجود تھے۔ بیٹوں کی عمریں بالترتیب نو اور بارہ سال تھیں اور دونوں ہی ماں کی طرح خوب صورت تھے۔

”دیکھو، تمہیں کوئی نئی تھکنی ہوئی ہے۔ ہم زیادہ روپے پیسے والے لوگ نہیں تھا۔ میرے بچے کا چھوٹا سا بڑھاپا ہے جس سے ہمیں بس اتنا پرافٹ ہوتا ہے کہ ہم اپنے ایک اسٹائل کو مین ٹین کر سکتے ہوئے بچوں کو اچھے اسکول میں پڑھا رہے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی خاص بینک بٹنس نہیں ہے اور نہ ہی میرے پاس بہت سی زمینیں زیادہ تھیں ہیں۔ اس لیے تم میرے بچے سے ہماری رہائی کے بدلے کوئی بڑا سودا حاصل نہیں کر سکتے۔“ عورت نے اس کے سوال کا جواب دینے کے بجائے خود ہی پانچ سو روپے لگا کر کہہ دیا اور اسے سو دان کی واردات کا انکار ہوا ہے۔ پورا شروع کر دیا۔

”میں نے تم لوگوں کے ہم چمچھے ہیں۔“ جواب میں ملی نے فرما کر اپنا سوال دہرایا۔

”میرا نام راجنی ہے اور یہ میرے بیٹے ہمیش اور ہمیش ہیں۔“ آپ نے ہاؤس میں چلے گئے اور ان کا لہجہ اتنا اثر انداز ہوا کہ اس نے ایک ہی سانس میں جواب دے دیا۔

”تمہارا شوہر کہاں ہے؟“ یہ بڑے عجیب کی بات تھی کہ گودھا اس کی عراست میں تھا لیکن اس کی بیوی پر اس کا کوئی اثر نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ روزانہ اپنے معمول کے مطابق بن بھن کر بچوں کو اسکول چھوڑنے اور لینے جاتی رہی تھی۔

اس کے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں تھا کہ وہ اپنے شوہر کے نہ آنے پر تشویش کا شکار ہو۔ اسی لیے جاؤ چلی گئی اس کے یہ سوال کیا تھا۔

”وہ بڑھنس کے سلسلے میں سیانگٹ گئے ہوئے ہیں۔“ اس نے بے پرواہی سے لہجے میں جواب دیا۔

”اس کی وہابی کب ہو گئی؟“

”دو تین دن تک وہاں آجائیں گے۔“ راجنی کے جواب سے واضح ہو گیا کہ وہ کیوں تشویش یا پریشانی میں جو نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کے حساب سے تو اس کا شوہر کاروباری دور سے پر تھا۔

”گودھا کب سے راکے لیے کام کر رہا ہے؟“ اپنی ایک نئے سوال کرتے ہوئے جاؤ چلی گئی اپنی لگائی پھرتی طرح راجنی کے چہرے اور آنکھوں پر مرکوز رہیں۔

سوال کن کر وہ سخت تیرت میں نظر آئی۔

”میں آپ کا سوال نہیں۔ میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میرے بچے بڑھنس میں تھا اور آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ کب سے راکے لیے کام کر رہا ہے۔“ اس کے تاثرات بالکل جھٹکتی تھے۔

”تمہارے بچے کی بیوی ہو کر تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارا شوہر کیا کرتا ہے حالانکہ ایک سیکرٹ ایجنٹ کے معمولات ایسے ہوتے ہیں کہ اس کی بیوی کو ضرور چنگوٹا چاہیے۔“ ان کی داغی چہ چہ بولی نے طرز آہمزجرت کا اظہار کیا۔

”بھگوان کی سائنہ مجھے بالکل نہیں پتا۔ ان کی روشنی پر میں کئی بار چرچی ضرور لیکن پھر اس وجہ سے چپ ہو گئی کہ میں نے ان کی کئی ایسی نیکی فون کا لٹریچر میں جو جنرل کی تھیں اور مجھے لگا کہ ان کا ان صورتوں سے سمجھ نہ سکتے۔ گودھا پر شک ہونے کے باوجود میں نے بھی ان پر اپنا شک ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ابھی جو تازہ چہری کا سے میرے زبان کھولنے کے بعد کہیں کھل کر سامنے نہ آجائے۔ میری ماں بھی تھی کہ جب تک مرد کی چہری بگڑی نہ جائے۔ ان کا آنکھ میں کچھ لاج رہتی ہے۔ چہرے جاننے پر وہ شرمندہ نہیں ہوتا بلکہ اتنا ہیڈوری پر اثر آتا ہے اس لیے ایک گاہک۔“

”... فنی کو چاہیے کہ اسے جھپٹیرے پتھر ہوشیاری سے اعلیٰ طرف پلانے کی کوشش کرے۔“ اس نے ذرا آہستہ سے اپنے اظہار ہونے کی وضاحت کی۔

”ہاں، میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ تمہیں پاکستان میں رہ کر بھارت کے لیے کام کرنے والے ایجنٹ کی بیوی ہونے کا کچھ نہ کچھ پتا۔“

تھوڑا سا سلسلہ شروع کیا تو میرے لیے تکلیف کو سہنا پھیلنے کے
 مقابلے میں بہت آسان ہو گیا۔ میں ہر روز کو بس اس لیکن
 کے ساتھ سہارا ہوا کہ وہ کارمازا ہے، ایک نہ ایک دن مجھے
 ان حالات سے نجات ضرور ملے گا اور میں وہاں جا کر اس
 پاک سرزمین کی خدمت کر سکوں گا اور وہی اللہ کے نام پر ہی
 تھی سے اور نئے اسلام کا قہقہہ بھانپتا ہے۔ میرے اللہ نے
 مجھے جو علم دیا ہے اس کی مدد سے میں اس قہقہے کی فصلیوں کو
 بلداور مضبوط کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکتا ہوں، وہ ضرور
 کروں گا۔۔۔ اور اللہ کے فضل سے ہمیں میرا وہ کارمازا کبھی
 دیا۔ تم اللہ کی طرف سے میری مدد کے لیے بھیجے گئے ہو اس
 لیے مجھے کمال یقین ہے کہ چاہے کتنے ہی ہمسافر حالات
 سے گزرتا ہوں، ایک دن اللہ اللہ میں اس بھرتی پر قدم
 ضرور رکھوں گا جس کا قرعہ اتارنے کے لیے میں نے اپنی
 زندگی اور دنیا کی بہت سی چیزیں مانگی ہیں۔

کمال بیرون کی پڑ پڑنے کے بعد بالکل شانہ ہو گیا
 تھا اور اب انہیں باہر سے اس کی ڈرا بھی آواز سنائی نہیں
 دے رہی تھی اس لیے کافی دیر وہاں بیٹھے رہنے کے
 بعد انہیں یہ موقع مل گیا تھا کہ انہیں میں نکلتی کر سکیں۔ ڈاکٹر
 فرحان کو اسپتال سے لے کر فرار ہونے کے بعد یہ بیلا موقع
 تھا کہ وہ ان سے ان کے بارے میں پوچھ رہے تھے اور
 سن کر حیرت ہو رہے تھے کہ کچھ لوگ کتنے خوش قسمت
 ہوتے ہیں جنہیں خیر کرانے کے لیے نہیں بلکہ سہانے اور
 سناور بننے کے لیے لگائی جاتی ہے۔ واقعیت ان کے پاس
 پہلے بھی تھی لیکن قیہ و بندگی مسوہوں نے انہیں ہماری پیٹ
 کر کے بن جانے والے سونے کی طرح عمل کر دیا تھا۔

”آپ کا یقین تھوڑا نہیں ہے۔ اللہ اللہ جلد آپ
 ارپہ واپس کر دیں گے۔“ شہیار نے ان کے دونوں ہاتھوں
 کو اپنے ہاتھوں میں لے کر ہاتھ ہاتھ یقین دہانی کر دینی
 تو وہ مسکرا رہے۔ اسی وقت انہیں باہر سے کھٹ پٹ کی
 آواز سنائی دی۔ سولہ جلدی سے لپک کر دروازے کے
 قریب گیا اور وہی ہول سے باہر بھاگا۔ اسے مانتا نظر آئی جو
 لڑکی کے وسط میں کھڑی پریشان نظروں سے وہاں کی اہل
 حالت کو دیکھ رہی تھی۔ چند لوگ تک وہیں کھڑے رہنے کے
 بعد اس نے اپنے بیٹروں کا رخ کر لیا۔

لوگوں کو اطلاع دی اور خود ہمدردی ہول سے اٹھ گیا
 رہا۔ بیٹروں سے مل گیا کہ مانتا اب اس طرف ہی آ رہی تھی۔
 اور وہ ان سے بہت کرگوار ہو گیا۔ مانتا نے ہی ہول میں

پانی ڈال کر کھائی لیکن نورانی دروازہ کھولنے سے
 آہستہ سے دھک دئی۔

”کم ان۔“ شہیار نے دھک کا جبر کیا
 کے طور پر اپنے تھے کہ وہ اس کے لیے پتھر کی گھونٹی
 تھا۔ غیر معمولی حالات میں بھی وہ خود پر کھڑا رہتا تھا
 جانتی تھی اور اپنی کپڑوں میں چھائی تھی جس سے نہ ہرگز
 ابھی ترسے کے ساتھ ساتھ وہ مضبوط قدموں پر اپنی
 ٹانگہ ہے۔ ورنہ نام لوگ عموماً غیر معمولی حالات میں
 سہا پڑ جا بھول جاتے ہیں۔

”سو رہی، مجھے اختلاف سے بچو، دروازہ
 کھلا کر لوگ بتا دیں میرے پیچھے کوئی پریشانی نہیں ہوئی
 دروازہ کھول کر اندر آنے کے بعد اس نے نور
 اور ساتھ ہی ان کا احوال بھی پوچھا پوچھا۔
 ”کوئی خاص پریشانی نہیں ہوئی، بس تمہارے
 نے تھوڑی سی گڑبڑ کی تھی جس کے بعد ہم ہال باہر آئے
 شہیار نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے تسلی
 آکا، کیا کہیے کمال بیرون کی طلب میں اس کو
 دروازہ توڑنے پر تل گیا تھا وہ نتیجے میں پتھر کی ہول
 متوجہ ہوئی تھی۔

”باہر چکھو اور تم نے بھی مجھے اس بارے میں
 تھا۔“ سارا قصہ سننے کے بعد مانتا نے پانچ سوچا
 ایک بڑی سانس لیجے ہوتے ہوئے بولی۔ ”کمال اتنی بڑی
 نیش کی است میں جتنا ہو چکا ہے کہ اسے بچھڑا اس نے
 اور نہیں کیا جا سکتا۔ میں کوشش کر رہی ہوں کہ اسے
 اس کی یہ عادت چھڑاؤں اس لیے اس کی زبانوں پر
 رہتی اور لیکن بعض اوقات یہ عادت طلب ہوئے پتھر
 زہر کوڑھلا لگاتا ہے۔ میں ابھی اسے دیکھ کر آ رہی ہوں
 بالکل بے سہارے پڑا ہوا ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ اسے
 سے پہلے جائے گا۔ یہ چیز اس کے لیے ابھی نہیں ہے
 کہہ کر تے کرتے ایک چمک دو بارہ پیچھے کی طرف چلا
 ہے۔“ اس کی آنکھوں میں بھی ابھی یقین تھی۔

”تھے میں جیسا کہ بیٹروں کے ساتھ وہاں ہی رہتا
 ایسے افراد کو پھر پھر ملاحظہ اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے
 تمہارے ساتھ مسئلہ ہے کہ تم چاہ کر رہی ہو۔ پیچھے
 کھڑے اور کھڑا جاتا ہے اور کوئی اس کی نگرانی سے
 نہیں ہوتا۔ پھر تو یہی ہے کہ تم اس کا عمل ملانے
 اسے کسی ایسے ادارے میں داخل کروا دو جہاں اسے
 کے رہنے کا انتظام ہوتا ہے۔ اس طرح تم بھی بچ کر

کے چنگل میں وسدے گا کہ یا ایک پاکستانی سائنس دان جس
 اور اپنی پڑھائی کی وجہ سے مراد لے چاہتے تھے کہ جو پتھر
 پاکستان کے لیے کر رہے ہیں، وہ وہاں کے لیے کر رہی
 کم از کم پاکستان کے لیے بچھڑا کرنے کے قابل نہ ہیں۔ اب
 بھی انہیں تم لوگوں سمیت بچھڑنے کی پوری کوشش کی جا رہی
 ہے۔ شہر کے اعلیٰ اور خاندانی راستوں پر سخت پینٹنگ ہو رہی
 ہے۔ بہت مشکل ہے کہ تم لوگ ان سمیت یہاں سے نکلے
 میں کامیاب ہو سکو۔“

”اللہ نے چاہا تو راستے کی ہر رکاوٹ دور ہو جائے
 گی۔ تم بے تباہ نہ پھانسیں جانتے کے بعد تو تم ہماری مدد کے لیے
 تیار رہو۔“

”ہاں لیکن یہ کچھ نہیں آتی کہ میں تمہاری کیا مدد کر
 سکوں گی اور کیا اس کے بعد خود میں اور میرا خاندان محفوظ
 رہے گا؟ مسلمانوں سے ویسے ہی جہاں انتہائی سٹوٹک کہا
 جاتا ہے۔ وہ تو میرا خاندان مانی طور پر بہت مضبوط ہے اس
 لیے میں زیادہ پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا لیکن کمال سے
 شادی کے بعد میں اپنے خاندان کا حصہ بھی نہیں رہی ہوں
 اس لیے کمال، مجھے اور میری بیٹی کو اس کی بہت بڑی قیمت
 ادا کرنی پڑے گی۔ معاملہ اگر صرف میری ذات کا ہوتا تو
 میں پڑا نہیں کرتی لیکن میں کمال اور اپنی مصمص بیٹی کو کسی
 تکلیف میں جھکا نہیں کرنا چاہتی۔“ اپنی تمام تر خصوصیات
 کے باوجود وہ حال وہ ایک عورت تھی اور اپنے قریبی لوگوں
 کے لیے فکر مند ہو رہی تھی بات تھی۔

”اس سلسلے میں تم فرم کر دو۔ ہم تم سے بس اس حد
 تک مدد نہیں گے جو تمہارے لیے پریشانی کا سبب نہ بنے۔
 یوں کچھ لوگ اس سلسلے میں تم کو بھی سہجہ عام پر نہیں آتی۔“
 اس کے محسوسات کو سمجھنے والے شہیار نے اسے کئی دینی چار
 دیں۔ ”لا رہا ہوں تم ہمارے خلاف کچھ ضرور لکھتے ہو کہ تم نہیں
 بھی لکھو گی تو اور بہت سارے لوگ تمہیں گے البتہ لیکن
 صورت میں یہ ہوگا کہ تمہاری پوزیشن اور بھی مضبوط ہو جائے
 گی اور تمہاری حبت اولیٰ پر پھر دیا گیا جائے گا۔“

”مطو سے کا شہر ہے لیکن شہر میں اس پر عمل نہ کر
 سکوں گی کیونکہ توڑنے سے قاتل کے لیے مجھ سے اپنے تمام
 کی کھپائی کا سودا نہیں ہو سکتا۔“ وہ بات کوئی عوامی ہوئی تو
 شہر بڑا مسکرا دیا۔ مانتا کو اب تک اس نے جتنا جانا تھا اس
 کے بعد اس سے ایسی جہاں اب کی تو جی تھی۔

”کچھ تو میرے لیٹ ہونے کی وجہ سے کول ہو گیا
 ہے۔ اب میں ایسا کرتی ہوں کہ جلدی سے فریاد کر لیتی ہوں

کے شہر کے غریبوں سے مشورہ دیا۔
 ”تمہارے کہہ ہے لیکن ابھی میں اس پوزیشن میں
 نہیں ہوں۔“ وہ اسے بہت برائی نہیں سمجھتے تھے اور
 اس کی جانب سے مجھے اتنی کم نہیں ہوتی ہے کہ روزمرہ
 کے حالات سے ہلکا ہونے کے علاوہ میرے فرخ بھی اٹھا
 رہا ہے۔ یہاں چھوڑ دو۔۔۔ میرا یہ مسئلہ ہی نہ کی کل ہو رہی
 ہے۔ تمہارے نام بتاؤ کہ اپنے لیے کیا ہو چکا ہے؟“ نہایت
 کھلی سے اپنی بھاری بھاری کرنے کے بعد اس نے
 اپنی ہنسنا مٹھو چل دیا۔

”تمہارے فیصلے کے شکر ہیں۔ تم نے ابھی تک یہ
 کہا کہ تمہارا ساتھ دینا یا نہ دینا ہے تمہارے لیے کیا
 فیصلے کی بنیاد پر ہی ہم اپنے لیے کوئی
 فیصلہ دے سکتے ہیں۔“ شہیار نے اسے جواب
 دیا۔ ”اس دوران ایک کرسی پر کھٹک جاتی تھی سوچے میں پڑ
 رہا تھا کہ کیا کرے۔“

”میں دیکھ رہی تھی۔“ ڈاکٹر صاحب
 کے بارے میں ہر طرف وہی خبریں گردش
 کر رہی تھیں۔ خود بھی لگاؤ دین پڑا دیکھتی تھیں۔ لیکن
 اس حقیقت سے جس جانتی ہوں کہ اس قسم کی خبریں
 کی بنیاد پر ہی کوئی جانی ہیں کہ بہت اس سر تک
 نہیں ہونے لگے۔ اس لیے میں نے خبروں پر عمل
 کرنے کے بجائے اس کی تصدیق کرنا ضروری سمجھا۔
 ”وہ بہت اچھے اور بے کا
 ہے۔“ اس کی سستی اور انہوں سے لے کر آئی
 ہے۔ تمہارے معاملے کی کھپائی جانتے
 سے پہلے کیا اور کیا اور بھانپنا بنا کر مجھے اس
 کے لیے خبر لیجئے گا۔“ اب تمہارے پاس تھے
 ہے تاکہ میں فیصلہ کر سکوں کہ مجھے یہ
 ہے۔“ اس نے جہاں کہہ کر اسے اس دور کا فریضہ
 ہے۔ اب کی کل بھی لوگی میں شہر اور یوں کی
 اور مجھے چاہ کر تے ہونے سے روزگار
 میں بھی پڑا نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے چاہ سے
 کے لیے خبر لیجئے گا۔“ وہ بات کوئی عوامی ہوئی تو
 سے واقف بھانپ کر تے مجھے ایک
 کی حقیقت سے وہ سب کچھ بتا دیا جس سے
 کی تصدیق ہوتی ہے۔ پریم چھ اور اور جن
 سے ڈاکٹر صاحب کو پھنسا کر ما

تاکرم لوگ جلدی کمانی سکو۔ دیکھو کیوتو بھی جانے کے ساتھ
 کچھ بلا پھانگا باقی ہوں، دفتر تیار ہوئے تک سہارا ہو جائے
 گا۔ " کمرے سے باہر نکلے سے نکل اس نے سہان داری میں
 ناکام رہ جانے والے پیر پاں کی کسی شرمندگی سے کہا۔
 "کھانے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تمہاری چوکی ہوئی
 کافی اور اسٹیکس سے ہمارا اچھا گزارہ ہو گیا تھا۔ ویسے بھی
 ہم کوئی چنگ پر نہیں نکلے ہوئے کہ کھانے پینے کی فکر میں
 بلا رہے رہیں۔ تم جا کر آرام سے فریش ہو جاؤ اور جاہو تو
 توڑی دیر پر سہت کرو۔ دفتر کے لیے وال چاول یا چھوٹی
 بھی کوئی بھی کھانی چھٹی آسان ہی ڈش تیار کر لیا۔ اس طرح
 ہمارے مصروف پر زیادہ پورے سے گا۔ نہ ہی تمہیں تنگ
 میں زیادہ وقت صرف کرنا پڑے گا۔ " شہزیار نے کھلے دل
 سے اسے جواب دیا تو وہ ہنس دلی بھر پوری۔
 "اب میں اتنی بھی بڑی پیر پاں نہیں ہوں کہ سہان کو
 دن بھر بھوکا رکھنے کے بعد واحد کھانا کھاؤں وہ بھی وال
 چاول یا چھوٹی کی جگہ میں ہو۔"
 "ہم سہان ہی بھی کب؟ ہم تو بلا سے جان بن کر
 زبردستی تمہارے کمرے میں آ گئے ہیں۔ " شہزیار نے یہ
 سادگی سے اسے جواب دیا تو وہ بخیر ہو گئی۔
 "بلیز مجھے شرمندہ مت کرو۔ پہلے ہی میں ڈاکٹر
 صاحب کے سامنے شرمندگی محسوس کر رہی ہوں کہ انہیں
 میرے شک میں اسے علم کا نشانہ بنا لیا گیا اور میں ایک معمولی
 ہونے کے باوجود کل کر اس عمر کے خلاف احتجاج نہیں کر
 سکتی کیونکہ ایسا کرتے ہی میری جگہ کے ساتھ وہ داری
 مٹھوک ہو جائے گی۔ حالانکہ جی پھر تو مسلمان ہونے کے
 باوجود میرا اور میرے گھروالوں کا رویہ بھی ان بہت سے
 ہندوستانی مسلمانوں کی طرح نہیں رہا جو ہندوستان میں رہ کر
 پاکستانی میم کی حیثیت پر غور ہوتے ہیں اور جنہیں پاکستان
 کے ساتھ اپنا ایک ہندوستانی تعلق محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے سچینا
 سے سبھی سچے سچا کہا ہے کہ ہندوستان کیونکہ ایسا ملک ہے جہاں
 بہت سے مذاہب اور رنگ و نسل سے متعلق رنگین والے لوگ
 رہتے ہیں۔ ہم نے ملک مسلمان ہی لیکن ہماری وہ قادریاں
 اسی سرزمین سے ہوتی چاہئیں جہاں ہم رہتے بیٹے ہیں
 کیونکہ دنیا میں یہی ملک ہماری شناخت ہے۔ " اس کے سب
 دلچسپ میں سنی ادبی بتا رہی تھی کہ ڈاکٹر فرمان والے والے
 کی چٹائی نے اس کے احساسات پر گہری ضرب لگائی ہے۔
 "اے کہ میڈم! تمہارا جوں چاہے بناؤ، پلاؤ اور
 کلاؤ۔ ڈاکٹر صاحب کے فیصل میں بھی پیش کر لیں گے۔"

ڈاکٹر صاحب نے اسے جواب دیا کہ... اور اب میں اپنے اس ارادے میں
 بھی پختہ ہو گئی ہوں کہ مجھے اپنی استطاعت کے مطابق آپ
 لوگوں کی خدمت کر دینی ہے کیونکہ یہ ہے کہ آپ کو
 کر کے اس کا مقصد گروہ کو بچانے کا ہے۔ ہم نے سچینا
 کے ساتھ اپنا ایک ہندوستانی تعلق محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے سچینا
 سے سبھی سچے سچا کہا ہے کہ ہندوستان کیونکہ ایسا ملک ہے جہاں
 بہت سے مذاہب اور رنگ و نسل سے متعلق رنگین والے لوگ
 رہتے ہیں۔ ہم نے ملک مسلمان ہی لیکن ہماری وہ قادریاں
 اسی سرزمین سے ہوتی چاہئیں جہاں ہم رہتے بیٹے ہیں
 کیونکہ دنیا میں یہی ملک ہماری شناخت ہے۔ " اس کے سب
 دلچسپ میں سنی ادبی بتا رہی تھی کہ ڈاکٹر فرمان والے والے
 کی چٹائی نے اس کے احساسات پر گہری ضرب لگائی ہے۔
 "اے کہ میڈم! تمہارا جوں چاہے بناؤ، پلاؤ اور
 کلاؤ۔ ڈاکٹر صاحب کے فیصل میں بھی پیش کر لیں گے۔"

ڈاکٹر صاحب نے اسے جواب دیا کہ... اور اب میں اپنے اس ارادے میں
 بھی پختہ ہو گئی ہوں کہ مجھے اپنی استطاعت کے مطابق آپ
 لوگوں کی خدمت کر دینی ہے کیونکہ یہ ہے کہ آپ کو
 کر کے اس کا مقصد گروہ کو بچانے کا ہے۔ ہم نے سچینا
 کے ساتھ اپنا ایک ہندوستانی تعلق محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے سچینا
 سے سبھی سچے سچا کہا ہے کہ ہندوستان کیونکہ ایسا ملک ہے جہاں
 بہت سے مذاہب اور رنگ و نسل سے متعلق رنگین والے لوگ
 رہتے ہیں۔ ہم نے ملک مسلمان ہی لیکن ہماری وہ قادریاں
 اسی سرزمین سے ہوتی چاہئیں جہاں ہم رہتے بیٹے ہیں
 کیونکہ دنیا میں یہی ملک ہماری شناخت ہے۔ " اس کے سب
 دلچسپ میں سنی ادبی بتا رہی تھی کہ ڈاکٹر فرمان والے والے
 کی چٹائی نے اس کے احساسات پر گہری ضرب لگائی ہے۔
 "اے کہ میڈم! تمہارا جوں چاہے بناؤ، پلاؤ اور
 کلاؤ۔ ڈاکٹر صاحب کے فیصل میں بھی پیش کر لیں گے۔"

ڈاکٹر صاحب نے اسے جواب دیا کہ... اور اب میں اپنے اس ارادے میں
 بھی پختہ ہو گئی ہوں کہ مجھے اپنی استطاعت کے مطابق آپ
 لوگوں کی خدمت کر دینی ہے کیونکہ یہ ہے کہ آپ کو
 کر کے اس کا مقصد گروہ کو بچانے کا ہے۔ ہم نے سچینا
 کے ساتھ اپنا ایک ہندوستانی تعلق محسوس ہوتا ہے۔ ہم نے سچینا
 سے سبھی سچے سچا کہا ہے کہ ہندوستان کیونکہ ایسا ملک ہے جہاں
 بہت سے مذاہب اور رنگ و نسل سے متعلق رنگین والے لوگ
 رہتے ہیں۔ ہم نے ملک مسلمان ہی لیکن ہماری وہ قادریاں
 اسی سرزمین سے ہوتی چاہئیں جہاں ہم رہتے بیٹے ہیں
 کیونکہ دنیا میں یہی ملک ہماری شناخت ہے۔ " اس کے سب
 دلچسپ میں سنی ادبی بتا رہی تھی کہ ڈاکٹر فرمان والے والے
 کی چٹائی نے اس کے احساسات پر گہری ضرب لگائی ہے۔
 "اے کہ میڈم! تمہارا جوں چاہے بناؤ، پلاؤ اور
 کلاؤ۔ ڈاکٹر صاحب کے فیصل میں بھی پیش کر لیں گے۔"

ہی کہتا ہے کہ میں نے اس کی سزا کی اور وہ میری سزا کی

سنگرز نشتر

نمبر 2013
کی مہینوں

متاع کاروان

تحریک آزادی کے اولین مجاہد کا تذکرہ جسے لوگ بھول رہے ہیں

مسنوں گر

حیل کی دیکھ کر ایک حیرت انگیز شخصیت کا قصہ

مبرا بھائی

دشت گردی کی ایک نئی شکل کیسے پیدا ہوئی

گورنر

سرگرمی افیل ایڈیٹر کی نئی واٹر اور بہت ہی آپ بیٹیاں تک بیٹیاں سے تھیں انوکھے واقعات

آج ہی نزدیک ایک اسٹال پانچا شہرہ مندر مختصر کر لیں

میں نے آئے گا کہ وہ سونا بھول کر کھیل میں لگے گا۔ اور وہ اسی زمانے سے اس کا کھانا کھانے لگی۔ وہ جگن سے دو قدم کے فاصلے پر ہی تھی کہ وہ اٹھی۔ تلی تو ان میں جگہ رکھا تھا وہاں سے وہ دو بار واپس آئی اس لیے کال پر سیر کر رہی۔

”تیسری ہو کشور؟ میں جہاں رہا ہوں مراد شاہ کو بتا دوں۔ اس کی بیوی کے جراب میں دوسری طرف سے کہا تو اس نے ایک گرمی سا لمس لی۔ حالات ہی اتنے ٹیپ کے کہ کسی اپنے سے بات کرنے کی غرضاً پر اندیشہ نہ آجاتے تھے۔

”اسلام ٹیکہ لالہ... میں ہائل ٹیکہ لالہ ہوں۔ بتا دیجئے گا میری جہاز پر بیٹھی کیسے تھی؟“ خود کو سنبھال کر ان کا اخلاقی سے بھائی کی بات کا ردیاب دیا۔

”وہ دونوں ہائل ٹیکہ لالہ۔ شاہدہ حسینہ کی طرف سے تھی۔ کبھی وقت ملے تو اس سے بات کرنا۔ یہ سب وہاں بیٹھا رہنے کے باوجود عمل سحر پر عیاں ایسا نہیں لگتا تھا۔ جگن میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اس کی ہر حرکت پر توجہ دینا اور ایک ٹیپ کرنے کی سزا دینا ہوتا تھا۔

”آپ کا انتظار کروں گی ال۔“ بڑی ہنسی سے جگن نے کہا اس نے سیر کر کے دل پر وہاں رکھ دیا اور وہاں سے اس کی اور وہاں وہ ایک دیوار سے ٹک کر کھڑے ہوئے۔ غرضی رشتوں سے دوری کا نام ہی اس کا کھانڈھری میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی دل زور کے احساس سے اجاہت نہیں پاتا تھا۔

”شہزاد جلدی آ جاؤ گی۔ امید کو بہت ہو کہ گگ سے روکنے کی ہے۔“ آقا بچہ سے فون سے سنا تھا جگن اپنی ہوں۔ لیکن آپ کی تو کوئی جبر کی نہیں ہے۔ آپ وہاں لوٹ کر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ آپ کو تو دل سے استقبال ہوگا۔ میری طرف سے آپ کو دل والوں کے مجرم تو ہوتی ہیں۔ آپ تو وہاں کے والے ہیں جس کا سب کو برسوں سے انتظار ہے۔“ وہ اس کے احساس سے اس کی آنکھوں میں نمی امتداد آئی۔

”مجھ کی تو نوبت مختلف ہے۔ ورنہ مجھ کو نہیں ہوتی۔ میرا بھی بہت دل چاہتا ہے کہ انہوں کے پاس رہوں۔“ جگن کو حائل کیا ہے اس سے اپنے دل پہنچاؤں لیکن مجھے معلوم ہے کہ ابائی کے ساتھ میری نہیں مجھے کی ایک جگہ۔ وہ جگہ کہتے ہیں ۱۰۰۰۔

”وہ تو خیر انہوں نے صحیح کیا ہے۔ پولیس نے ماہ مار کے معاملے میں کون سا کچھ کہا ہے جو اس سے اس کے مسئلے میں مدد ملی جائے۔“ کشور نے منہ مانتا ہے وہ سہرا کیا۔

”وہ بات اپنی جگہ ہے لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ مصطفیٰ خان جان بوجھ کر پولیس کو اس معاملے میں ملوث کرنے سے گریز کر رہا ہے۔ اس کا تعلق کچھ مشکوک سا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ کشور اس کی بات سن کر حیران ہوئی۔

”میں اپنے اس فلک کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ بس میری چھٹی حس ہے جو بتا رہی ہے کہ مصطفیٰ خان کا کردار پر اصرار ہے اور وہ جہاز نظر آتا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔“

”کیا آپ کو لگتا ہے کہ ماہ مار اور اسلم کے نامہ ہوتے ہیں مصطفیٰ بھائی کا کوئی کردار ہے؟“ کشور نے بے یقینی سے پوچھا۔

”اگر نہیں، ایسا کوئی فلک میرے ذہن میں نہیں ہے۔ وہ اس کی تہم باطل دے ہی ان دونوں کے لیے پریشان ہیں جیسے ہم... میں مجھے یہ لگتا ہے کہ مصطفیٰ خان کو ان دونوں کی کشمکش کے پیچھے پیچھے بیٹھ کر وہ اس وجہ سے وہ اسلم کی کشمکش کو اور اپنے چھاپا ہے۔ شاید اسے یہ یاد ہے کہ پولیس اگر اسلم تک پہنچی تو ماہ مار کو اپنی بازیابی مشکل ہو جائے گی۔ وہ پولیس تک پہنچ جانے سے روک کر اسلم کو آزادی سے کام کرنے کا موقع فراہم کر رہا ہے۔“ اس نے اس پار کی قدر وضاحت سے مصطفیٰ خان کے مسئلے میں اپنے فلک کی وضاحت کی۔

”یہ تو واقعی ذرا عجیب سی بات ہے۔ بہر حال، ابھی بات یہ ہے کہ مصطفیٰ بھائی کا کردار کچھ نہیں ہے اور وہ آپ کی پہلی بات سن کر تو میں ڈری گئی تھی۔“ اس کی وضاحت پر کشور نے سکون کا لمس لیا اور آقا بچہ کی گود میں موجود امید کے گال پر ہنسی لیتے ہوئے بولی۔ ”سو نے کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کوئی ویہ باپا کے ساتھ کھینے میں تمہارے کھانے کے لیے پھرتے گرائی ہوں۔“ امید جو واچی ان کے درمیان جاری کشمکش کے دوران اوجھنے لگی تھی، ماں کی بات پر یوں منہ سوراخ ہوئی تو اس کو اسٹراب کھا جانا پندرت آیا ہو۔

اس کی اس ہوا پر مسکراتے ہوئے آقا بچہ اسے بھاننے لگا کہ کشور مطمئن سی جگن کی طرف بڑھ گئی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی وہاں تک آقا بچہ اپنی کو بھلا کر اس سوا نہیں مجھے کی ایک جگہ۔ وہ جگہ کہتے ہیں ۱۰۰۰۔

”وہ تو خیر انہوں نے صحیح کیا ہے۔ پولیس نے ماہ مار کے معاملے میں کون سا کچھ کہا ہے جو اس سے اس کے مسئلے میں مدد ملی جائے۔“ کشور نے منہ مانتا ہے وہ سہرا کیا۔

”وہ بات اپنی جگہ ہے لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ مصطفیٰ خان جان بوجھ کر پولیس کو اس معاملے میں ملوث کرنے سے گریز کر رہا ہے۔ اس کا تعلق کچھ مشکوک سا ہے۔“

”کیا مطلب؟“ کشور اس کی بات سن کر حیران ہوئی۔

”میں اپنے اس فلک کی وضاحت نہیں کر سکتا۔ بس میری چھٹی حس ہے جو بتا رہی ہے کہ مصطفیٰ خان کا کردار پر اصرار ہے اور وہ جہاز نظر آتا ہے اس کے علاوہ بھی کچھ ہے۔“

”کیا آپ کو لگتا ہے کہ ماہ مار اور اسلم کے نامہ ہوتے ہیں مصطفیٰ بھائی کا کوئی کردار ہے؟“ کشور نے بے یقینی سے پوچھا۔

”اگر نہیں، ایسا کوئی فلک میرے ذہن میں نہیں ہے۔ وہ اس کی تہم باطل دے ہی ان دونوں کے لیے پریشان ہیں جیسے ہم... میں مجھے یہ لگتا ہے کہ مصطفیٰ خان کو ان دونوں کی کشمکش کے پیچھے پیچھے بیٹھ کر وہ اس وجہ سے وہ اسلم کی کشمکش کو اور اپنے چھاپا ہے۔ شاید اسے یہ یاد ہے کہ پولیس اگر اسلم تک پہنچی تو ماہ مار کو اپنی بازیابی مشکل ہو جائے گی۔ وہ پولیس تک پہنچ جانے سے روک کر اسلم کو آزادی سے کام کرنے کا موقع فراہم کر رہا ہے۔“ اس نے اس پار کی قدر وضاحت سے مصطفیٰ خان کے مسئلے میں اپنے فلک کی وضاحت کی۔

”یہ تو واقعی ذرا عجیب سی بات ہے۔ بہر حال، ابھی بات یہ ہے کہ مصطفیٰ بھائی کا کردار کچھ نہیں ہے اور وہ آپ کی پہلی بات سن کر تو میں ڈری گئی تھی۔“ اس کی وضاحت پر کشور نے سکون کا لمس لیا اور آقا بچہ کی گود میں موجود امید کے گال پر ہنسی لیتے ہوئے بولی۔ ”سو نے کی تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم کوئی ویہ باپا کے ساتھ کھینے میں تمہارے کھانے کے لیے پھرتے گرائی ہوں۔“ امید جو واچی ان کے درمیان جاری کشمکش کے دوران اوجھنے لگی تھی، ماں کی بات پر یوں منہ سوراخ ہوئی تو اس کو اسٹراب کھا جانا پندرت آیا ہو۔

اس کی اس ہوا پر مسکراتے ہوئے آقا بچہ اسے بھاننے لگا کہ کشور مطمئن سی جگن کی طرف بڑھ گئی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی وہاں تک آقا بچہ اپنی کو بھلا کر اس سوا نہیں مجھے کی ایک جگہ۔ وہ جگہ کہتے ہیں ۱۰۰۰۔

"زندگی سچی ابھی تکتی تھی۔" کئی لمحے میں پڑی چار پائی پر شاہ کے برابر دوڑ کر اس کے شانے پر گر لگاتے ہوئے چاندنی نے سسکتاے لہوں سے اپنے چہنچہا کی تائید چاہی تو شاہ نے اس کے وجود پر ایک گہری نظر ڈالی۔ اس نے سمجھنے سے پہلے ہی ہر رنگ کا سونے جیڑا انہیں دکھا دیا اور چہرہ ایک آپ سے بالکل عادی تھا۔ زہرہ کے دم پر بھی اس کی ناک میں ایک ٹوکا اور کانچوں میں کافی کی چڑیاں تھیں۔ اس کے ہاؤس جو وہ اسے اس چاندنی سے کئی گنا زیادہ خوب صورت دکھائی دیا جیسے دو گئے پر تک سب سے تیار لٹری قیمت لہاں اور زہرہ رات میں سو سونگی کی نال پر بیروں میں ٹھنڈے ہوا سے تماشہ تیزوں کے سامنے ٹھس کرنا دیکھنا تھا اور تماشہ بین اس کی ایک ایک ادا پر دل کھول کر دیا دیتے ہوئے اس کے قدموں میں ڈیروں کو تھلا دیتے تھے اور پائی اس کی ہلا بھی لیتے ہوئے ان دونوں کو سنبھالتی رہتی تھی۔ شاہ نے کئی پر برسوں گزارے تھے اور اپنی کئی مین کو بھی ایسے ہی لوگوں کے سامنے دیتے دیکھا تھا اس لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اسے اس سارے عمل سے کوئی ناگوار ہی محسوس نہ ہوتی لیکن شاہ پر رگوں میں دوڑتے شریف ماں باپ کا خون تھا جو شہر کی ہر کوئی دیکھنے سے بہت پہلے ہی کھٹے کی زندگی کا حصہ بن جانے کے باوجود وہ اس سب کو بھیند کرنا تھا۔ ماں اس ہاؤس پر بیٹے کی کے اٹھارہ کی برائت نہیں تھی کہ پائی کی کے پائے ہوئے ٹھنڈے ٹھنڈے ڈرا سے اشارے پر آدی کو روٹی کی طرح دھتک کر رکھ دینے میں ماہر تھے۔

گم سنی سے دل میں بیچھا ان فنکاروں کا خوف اسے دل پر بھر کر کے اس ماحول میں رہنے پر مجبور کیے ہوئے تھا۔ وہ تو حالات دیکھا ایسے ہی تھے کہ اس کے اندر اس جہنم سے نکل چکے تھے کی صحت بڑھ گئی۔ لیکن سے چودھری کی حوصلی میں گل ہونے کا سدھرو بیٹے ہی اس کے دل سے لگا ہوا تھا چنانچہ جب چاندنی نے تیار کیا کوئی سے جو اس جگہ سے لگتے ہیں ان کی حد کرنا چاہتا ہے اور اس کی مین کے کالج کو بھی کبھی کر دیا رنگ بچکانے کا کام رکھتا ہے تو اس نے ہزار خوف کا جھٹکا اور چاندنی کے ساتھ وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ انہیں وہاں سے نکال کر لانے والا جگہ خود تو محضر سے بہت گرا لیکن وہ دونوں میرا آندھی جیسے اٹھ کر سر پستی میں آگئے لیکن سے سر پستی فیکری۔ ان دونوں کی کورٹ میرٹ اور شاہ اور چودھری کے خلاف ایک آئی آر کھانے جیسے تمام کاموں کا سارا بندوبست کروانے کے باوجود وہ

خود نہیں بھی حشر پر نہیں آیا تھا کیا بظاہر ایک۔ لیکن یہ ساری ذمے داری سنبھال لی تھی اور اب وہ وہاں سے ہاتھ کے پھرتے کہ چودھری بھارت سے وہاں آئے اس کے خلاف کوئی کارروائی ہو سکے۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟" اس کے مسلسل کئی سو تک اپنی طرف تکتے رہنے پر چاندنی نے شہانے سے لہجے میں پوچھا۔

"دیکھ رہا ہوں کہ تو نے یہ اتنا سارا نہیں کہاں کہاں رکھا تھا۔ گونے پر تو تو اتنی خوب صورت نہیں تھی۔" چاندنی اٹھکے ہوئے حوالے سے گل کرناں نے بات بنائی۔

"وہاں میں کتنی ہی سخی ہوئی تھی۔" اس نے اسے غصے سے جواب دیا۔

"ہاں وہ تو تھا اور وہ تو تجھے دیکھتے تھے انہیں میرا وہ روپ بہت اچھا لگتا تھا۔" اس نے جواب دیا۔

"تو تو مجھ سے بھی محبت کرتا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"دیکھ سے زیادہ مجھے میرا اصل روپ اچھا لگتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"وہاں میں چاندنی نے بڑے دلگھلانا انداز میں پوچھا۔

"تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" اس نے بول کہا تجھے میری طرح سے زندگی ابھی نہیں لگتی تھی کیا جانے ان میں میں کیا وسوسہ آیا کہ اس نے ذرا تھوڑے سے اپنے سوال کو بڑھایا۔

"کچھ تو ہوتا.... بھلا مجھے یہ زندگی کیسے ابھی لگتی تھی جس میں ہم دونوں دن رات ایک... سے لگتی تھی اور کچھ میں کوئی عالم سانی بھی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"چاندنی نے کہا تو اس کے ہاتھوں کی ایک موٹی سی انگلی نے اس کے سر پر تکی بھری نظروں سے اسے غور سے دیکھا۔

"گلی لیکن شاہ نے اس کے گرد اپنے بازو کا سہارا بنا کر ہونے اس کی یہ پوچھنا کام بنادی۔

"بھلا تو مجھے دہلی بتاتی ہے۔" وہ بول گیا۔

بازو میں کسمپاسی کے سوا کچھ تھا اس قید سے آزاد ہونے کوئی تھا نہیں ہے۔

"رہنے دے، روٹی میں تھوڑے سے بے آؤں اور ابھی تو تو تھی تو ملی وہیں ہے۔ میرے بھانے کسی میرے پڑے خاندان کے مرد سے جیسا جانی تو سہا جانی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"دونوں بھی سے ہی لگتے تھے دھرنے دیتے اور تیر سے لگتے تھے اور میرا ناز اٹھانے۔" اس کے لہجے میں ایک سرسبھی کی تھی۔

شاہ نے اپنے اس خاندان کا خیال آگیا تھا جس کے ہاتھ

وہاں میں چاندنی نے کہاں کہاں کوئی کام کرنے دیا جاتا تھا جس سے میں بڑا ابھی بڑی بڑے۔ وہ تو ہزاروں کو بھی پھیل گیا تھا۔ کات کات کھسکاتے دیتی تھی کہ کتنی کھلی سے آگے آگے لگ جاتے اور آگے بڑھنا نہ آتے تھے۔ لیکن کچھ تو دیکھنے میں وہ آرم کی زندگی کے جھانے زندگی کا یہ وہ بہت خوب صورت لگتا ہے جس میں میری تر لاری کے ہوتے میری اٹھیاں بھی زندگی ہوئی ہیں اور کھانچوں پر گم تھے اور پچھلے سے جگہ بھی تکتے تھے۔ میں ان کے ہاتھوں نے انہیں کو بھی تھی ہوں تو کھانچے ان سے جگہ کر کے اس عمل کو بھی میں ہوں جس سے بڑھ کر اس روئے میں زندگی کوئی خوب صورت ہے اور زندگی خوش قسمت۔"

چاندنی نے جواب دیا۔

"تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" اس نے بول کہا تجھے میری طرح سے زندگی ابھی نہیں لگتی تھی کیا جانے ان میں میں کیا وسوسہ آیا کہ اس نے ذرا تھوڑے سے اپنے سوال کو بڑھایا۔

"کچھ تو ہوتا.... بھلا مجھے یہ زندگی کیسے ابھی لگتی تھی جس میں ہم دونوں دن رات ایک... سے لگتی تھی اور کچھ میں کوئی عالم سانی بھی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"چاندنی نے کہا تو اس کے ہاتھوں کی ایک موٹی سی انگلی نے اس کے سر پر تکی بھری نظروں سے اسے غور سے دیکھا۔

"گلی لیکن شاہ نے اس کے گرد اپنے بازو کا سہارا بنا کر ہونے اس کی یہ پوچھنا کام بنادی۔

"بھلا تو مجھے دہلی بتاتی ہے۔" وہ بول گیا۔

بازو میں کسمپاسی کے سوا کچھ تھا اس قید سے آزاد ہونے کوئی تھا نہیں ہے۔

"رہنے دے، روٹی میں تھوڑے سے بے آؤں اور ابھی تو تو تھی تو ملی وہیں ہے۔ میرے بھانے کسی میرے پڑے خاندان کے مرد سے جیسا جانی تو سہا جانی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"دونوں بھی سے ہی لگتے تھے دھرنے دیتے اور تیر سے لگتے تھے اور میرا ناز اٹھانے۔" اس کے لہجے میں ایک سرسبھی کی تھی۔

شاہ نے اپنے اس خاندان کا خیال آگیا تھا جس کے ہاتھ

وہاں میں چاندنی نے کہاں کہاں کوئی کام کرنے دیا جاتا تھا جس سے میں بڑا ابھی بڑی بڑے۔ وہ تو ہزاروں کو بھی پھیل گیا تھا۔ کات کات کھسکاتے دیتی تھی کہ کتنی کھلی سے آگے آگے لگ جاتے اور آگے بڑھنا نہ آتے تھے۔ لیکن کچھ تو دیکھنے میں وہ آرم کی زندگی کے جھانے زندگی کا یہ وہ بہت خوب صورت لگتا ہے جس میں میری تر لاری کے ہوتے میری اٹھیاں بھی زندگی ہوئی ہیں اور کھانچوں پر گم تھے اور پچھلے سے جگہ بھی تکتے تھے۔ میں ان کے ہاتھوں نے انہیں کو بھی تھی ہوں تو کھانچے ان سے جگہ کر کے اس عمل کو بھی میں ہوں جس سے بڑھ کر اس روئے میں زندگی کوئی خوب صورت ہے اور زندگی خوش قسمت۔"

چاندنی نے جواب دیا۔

"تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" اس نے بول کہا تجھے میری طرح سے زندگی ابھی نہیں لگتی تھی کیا جانے ان میں میں کیا وسوسہ آیا کہ اس نے ذرا تھوڑے سے اپنے سوال کو بڑھایا۔

"کچھ تو ہوتا.... بھلا مجھے یہ زندگی کیسے ابھی لگتی تھی جس میں ہم دونوں دن رات ایک... سے لگتی تھی اور کچھ میں کوئی عالم سانی بھی نہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"چاندنی نے کہا تو اس کے ہاتھوں کی ایک موٹی سی انگلی نے اس کے سر پر تکی بھری نظروں سے اسے غور سے دیکھا۔

"گلی لیکن شاہ نے اس کے گرد اپنے بازو کا سہارا بنا کر ہونے اس کی یہ پوچھنا کام بنادی۔

"بھلا تو مجھے دہلی بتاتی ہے۔" وہ بول گیا۔

بازو میں کسمپاسی کے سوا کچھ تھا اس قید سے آزاد ہونے کوئی تھا نہیں ہے۔

"رہنے دے، روٹی میں تھوڑے سے بے آؤں اور ابھی تو تو تھی تو ملی وہیں ہے۔ میرے بھانے کسی میرے پڑے خاندان کے مرد سے جیسا جانی تو سہا جانی ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"دونوں بھی سے ہی لگتے تھے دھرنے دیتے اور تیر سے لگتے تھے اور میرا ناز اٹھانے۔" اس کے لہجے میں ایک سرسبھی کی تھی۔

شاہ نے اپنے اس خاندان کا خیال آگیا تھا جس کے ہاتھ

گرداب بڑے گمن سے امداد میں سامن کی قبلی چلے پر دکھ کر اس کے لیے بھی آگ جلائی اور دھڑکھانے لے کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ دھڑکھانے پر نہیں، گھاس اور پانی کا جگہ رکھتے تک سامن گرم ہو چکا تھا۔ اس نے اسے کوزے میں ڈالا۔ شاہ کی پسند پر آج اس نے پہلی گوشت پکایا تھا لیکن نیکھتے تھی کہ ہانے اچھا ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضرور جانتی تھی کہ کچھ بھی ہوا، شاہ اس کا پکایا کھانا ذوقی وضو سے ہی کھائے گا۔ اپنے اس بھینے کے ساتھ سامن کا کھانا ہاتھ میں لے کر وہ کمرے میں چلی تو اتنی بڑی طرح لرزی کہ میرا ہوا کھانا ہاتھ سے گھوٹ کر پھینکے جا کر۔ ہاتھ میں بھرا لیے دھار سے لگے۔ لگے لگے جو شخص اس کے سامنے کھڑا تھا، اس کے لیے کھلی ابھی نہیں تھا۔

"دلبر خان... تھمت... تھمت... تم.... یہاں؟" خوف سے شل ہونے لگے۔

"ہاں چاندنی بے لیاہی ہے میں ہی ہوں دلبر خان۔"

لیکن تم گھٹو کچھ گرا تھی، ان کیوں ہر وہی ہو کر جاتی نہیں ہو کہ دلبر خان پائی کی کے کونے سے اڑی ہوئی کسی بھی چیز کو زیادہ دن آزادی سے کھلی ہوا اس میں اڑتے نہیں دیتا اس کے پچھلے کر دہلیس بچنے میں پکھلا دیتا ہے۔ تمہاری جگہ کا نظروں سے اسے غور سے ہونے دلبر خان نے نظریہ لگایا اس سے کہا تو وہ رنگ کا ب گرد گئی۔ دلبر خان کی سنا کی سے اس سمیت کونے پر وہ بڑھ کر پڑی سی واقف تھی۔

"میں وہاں کہاں نہیں جاؤں گی۔" خوف زدہ ہونے سے لگا بھڑا اس نے اپنے کام کا اٹھارہ کر دیا۔

"تمہارے نہ کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب دلبر خان مجھے لے جاتا ہے تو ساتھ لے کر ہی جاتے گا۔ ویسے بھی تو نے کوئی ایک چرم تو کہا نہیں ہے۔ صرف بھانے کی سزا تو پھر بھی ہو گئی لیکن تو تے تو پائی اور چودھری صاحب کے خلاف پڑ چکے تو انہیں۔" پائی کی کے کوزوں پر شاہ کر جان ہونے والا وہ میرا قصم کیا لگتا ہے کہ اس جیسا کھانے کا ٹوکھا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پائی کی نے کوئی بھی کوئی نہیں جھیل رہی تھی۔ پولیس والوں کے اپنی چھت چڑھنے سے پہلے ہی اپنی محتاط کا بندوبست کر لیا تھا اس نے۔ مرنے لگا کر خالی ہاتھ چاہا چ ان سالہ روٹی والوں کو۔"

دلبر خان کے لہجے میں سخت فیکری تھی۔ چاندنی کو یہ جان کر ہاجی ہوئی کہ پولیس ہائی کی کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ مقدمہ کا اصل ختم چودھری اٹھ کر پہلے ہی محضر سے لٹا تھا۔ بے لیاہی کے شدہ احساس کے ساتھ

اس نے غیر اختیاری طور پر برونی راستے کی طرف سفر ڈالی۔ شاہد گھر سے روٹیاں لینے گیا تھا اور اب تک اسے آجاتا ہے۔ قاضیوں کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔

شاہ کی راہ دیکھ رہی ہے، ہاتھ لگ رہا ہے۔ اسی جہی میر سے آئی وہی ہتھیاروں کے جہاں تھے جاتا ہے۔ وہاں بلکہ قبر میں بھی دونوں سکی جھول ساتھ ہی رہتا۔ سٹاک سے بولتے ہوئے اس نے چاندنی کی طرف قدم بڑھائے تو بے حلق اندر سے اس کی حالت ادھر ہو گئی لیکن اس نے دلیر خان پر اپنی یہ کمزوری ظاہر نہیں ہونے دی اور مستحضر لچکے میں بولی۔

”تم زبردستی مجھے یہاں سے کہیں نہیں لے جا سکتے۔ میں شور مچا کر لوگوں کو اکٹھا کروں گی۔“

”تو چھاؤ شور، میں بھی دیکھتا ہوں میرے اندر کتنا دم ہے۔“ دلیر خان نے اسے جواب دیا۔ اس سے کئی کہ اس کے منہ سے کوئی آواز برآمد ہوئی، دلیر خان اس کے سر پر پتھر کر اسے اپنی گرفت میں لے لیا اور پھر سے کی لٹا۔ چاندنی کی گردن سے لگا دی۔

”شور مچانے کی دھمکی دے رہی تھی۔۔۔۔۔ اب چلا شور۔ زخمی کا کت کر رکھ دوں گا۔“ اس نے فرما کر دھمکی دی۔

”قالی اب آگے۔۔۔۔۔ باہر چلے جا جانے کے لیے گاڑی کھڑی ہے۔“ بولنے کے ساتھ اس نے چاندنی کو دھکا دیا تو وہ ٹکھڑا تے قدموں سے آگے بڑھی۔ گٹے پر سے تیز دھار پھر سے کی سو جوگی میں اندر کی تاب ہی کہاں رہ گئی تھی۔ پھر شاہ بھی واہل نہیں لونا تھا۔ اگر وہ ان لوگوں کی تہ میں چلا گیا تھا تو وہ آزار دہ کر کیا کرتی؟ اسے بھی اس کے پاس جانا تھا۔ وہ کسی جہاز کی طرح بے جان قدموں سے باہر نکلے۔ دونوں جیسے ہی کمرے کے دروازے سے باہر نکلے، کوئی بہت زور سے دلیر خان سے گرا اور اسے اپنے ساتھ لیتا ہوا فرش پر جا گر۔ دھکا چاندنی کو لگی لگا تھا اور وہ کھڑی کئی جہی لیکن اس نے خود کو گرنے سے بچا لیا اور اس جانب دیکھنے لگی جہاں دلیر خان اور نوراد آہٹ میں غمگین تھے۔

دلیر خان کا پھر اس سے کافی قاطعے پر جا کر تھا۔ وہ اپنے مقابلے سے ملنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ پھر سے تک پہنچنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ چاندنی نے صحبت کر پھر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دو ایک پار پھر پھر تھا تو کئی۔ نوراد اس کے لیے اپنی تھا اور اسے اس کی چھٹی دیکھتی قاطعی دونوں گھوس ہو رہی تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنے دل میں کوئی

خوف محسوس نہیں کر رہی تھی اسی لیے یہاں سے نکلنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ اسے ان دونوں کے درمیان ہنس مٹھانے کی رہی گی۔ نوراد بتدریج دلیر خان پر غالب آ گیا۔ باہر آتے وقت تو اس کا دل پانچ پانچ ہوا تھا جب دلیر خان کے گھونٹے کے جواب میں نوراد نے اس کے زور سے ہاتھ تھوڑے تھوڑے نمونوں کی زد پر رکھا اور تھپتھپتے میں دلیر خان کے منہ سے خون کے ساتھ ساتھ کئی دانت بھی باہر آ گئے۔ یہ اور کئی زور اور تھا کہ دلیر خان چکرا کر رہ گیا اور نوراد نے اپنی قاتلہ ادا کر اس کے دونوں بازو دیکھنے کی طرف سوار کر کے دونوں پھیلیں لٹا کر اس میں پھینکی ڈالی۔

”اسے لے جا کر گاڑی میں ڈالو۔“ چھتھی جگہ کے بعد اس نے دونوں ہاتھ لی چھانٹنے کے اندر میں بلکے اور گھبراہٹ میں یہ اتو چاندنی نے بے ساختہ پیچھے ہٹ کر اس کے قاطعے کو دیکھا۔ وہ پولیس کی بیٹھاری میں بیٹھ کر افراد تھے نہ نہ جانتے کہ اس کے پیچھے آگے سے ہونے تھے اور اسے اندازہ نہیں ہو سکتا۔

”تم بھی ہمارے ساتھ چلو بی بی۔۔۔۔۔ تمہارا شور قاتلے میں ہے۔ اس پر بھی قاتلانہ حملہ ہوا تھا لیکن ہمارے ایک ساتھی کی کھاطلے پر وہ بال بال ڈٹی گیا ہے۔ تم اس سے دلیر نہیں ہو سکتی۔“ ”میں غلام میں نہیں پولیس والے۔ میرا جانتے ہوئے باہر لے گئے تو وہ کھس کھس جس کے پاس سے اسے چاندنی کو لیتا ہوا تھا کہ وہ بھی پولیس والے ہیں۔ اس سے قاطعے ہوا۔ شاہ پر قاتلانہ حملے کا سن کر ان کا دل دھک سے رو گیا۔

”شاہد ٹھیک تو ہے۔۔۔۔۔ اسے کوئی پتہ نہ دیا ہو۔ میں پائی؟“ اس نے گھبراتے ہوئے لچکے میں پائی۔ ”وہ بالکل ٹھیک ہے بی بی۔ تم ہمارے ساتھ قاتلانہ چلانی تو خود دیکھ لیتا۔“ اس نے اظہر سے انداز میں جواب دیا تو تیار چاندنی کو لگی باہر کی طرف قدم اٹھانے پر۔ باہر ایک پولیس واہن چھوڑی وہ اس میں سوار ہوئی۔ وہاں میں سوار ہوتے ہوئے اس نے دیکھا کہ اور گرو کے گھروں سے کئی افراد باہر بھاگتے رہے تھے۔

رات کے وقت ہونے والے ہنگامے نے کئی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا اور پچھتے انہیں محسوس تھا کہ چند روز قبل ہی اس گھر میں آ کر بیٹے والی عورت کو پولیس واہن میں کیوں لے جایا جا رہا ہے۔ لیکن پولیس کے گاڑی کی وجہ سے وہ لوگ دور رہنے پر مجبور تھے۔ اس نے اس منظر کو دیکھا ایک گہری سانس لی۔ عزت کی زندگی چند دن سے لیا

تھی۔ اسے پھر بھی اسے قاتل نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ان دونوں کی نظروں میں قاتلانہ رہی گی۔ کئی نظروں سے لگا ہی چلا کر اس نے اپنا ہاتھ لگنے کے اندر کی طرف سوزایا۔ وہاں فرش پر کئی ہاتھ لگنے والے خون کے قطرے تھیں جنہوں سے اس کے ہاتھ لگنے اور وہ آج اس کے گھر میں قدم نہیں رکھا تو اسے اندازہ ہو گیا۔

اس کا پتہ تھا کہ ان چھین واہلوں کے ہمارے قاتل ہیں۔ میں حالات میں بڑا زور جاؤں گا تو پائی بی بی کی بات سن کر وہ بے پروا ہو گئی تھی یہاں تک کہ اس نے اس کے گھر میں سے اس کے ہاتھ لگنے کی اور تو ایک پار پھر اسی کو لے پھرتی ہوئی تھی۔ اپنے ہاتھوں سے تیری کھال دیکھنے کی۔“ اس نے نظریں تو دھکی لیں دینے لگا۔

”تمہارے دلدار و امراہم کے ختم۔ حالات بدل کر ہم گھر میں آئے۔ کئی کئی گھنٹوں میں مار خان ہے۔ تو جیسے بیکروں میں آئے۔ وہ صحت میں کمال کرنا کہ میں رسی ڈالی ہے۔ تو لگی ہاتھ لگنے کی طرح ہمارے منہ سے چلنے لگا۔“ اس نے چاندنی کو دھکی لیا دیتا پولیس والوں کو پتہ نہیں تھا کہ اس میں سے ایک نے دلیر خان کو زور و زور سے دھکا دیا اور کئی واہن اسے لٹا کر لے گئی تھی۔ اس بات اور دھمکی کے جواب میں دلیر خان زبان سے کچھ نہ بولا۔ بس گیند توڑ کر کھڑے ہو کر رہ گیا۔ منہ سے نکلنے والے خون نے اسے کھینچ لیا تھا۔ اسے ہاتھ لگنے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ آنکھوں کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اس میں اشارہ نہ کیا۔ چاندنی کا دل دھک سے رو گیا۔

”شاہد ٹھیک تو ہے۔۔۔۔۔ اسے کوئی پتہ نہ دیا ہو۔ میں پائی؟“ اس نے گھبراتے ہوئے لچکے میں پائی۔ ”وہ بالکل ٹھیک ہے بی بی۔ تم ہمارے ساتھ قاتلانہ چلانی تو خود دیکھ لیتا۔“ اس نے اظہر سے انداز میں جواب دیا تو تیار چاندنی کو لگی باہر کی طرف قدم اٹھانے پر۔ باہر ایک پولیس واہن چھوڑی وہ اس میں سوار ہوئی۔ وہاں میں سوار ہوتے ہوئے اس نے دیکھا کہ اور گرو کے گھروں سے کئی افراد باہر بھاگتے رہے تھے۔

”تم دونوں تھوڑی دیر یہاں بیٹھ کر انتظار کرو۔ صاحب اب ہمیں خود تم سے بات کرنی گے۔“ چاندنی کے ساتھ وہاں آئے والے سپاہی نے قدر سے نرم لہجے میں کہا اور خود پلٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ جانتے ہوئے وہ دروازے کو باہر سے بند کر گیا تھا۔

”تم ٹھیک ہو نا شاہ؟“ سپاہی کے جاننے کے بعد چاندنی اس سے قاطعے ہوئی اور یوں اس کا جانو لینے لگی جیسے کسی ناچہ جوت کا کوٹھن لگائے گی۔

”میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ تو میری فکر نہ کرو یہاں آ کر آرام سے بیجو۔“ شاہد اس کا ہاتھ قلم کر اسے کرسی تک لے گیا اور دونوں بازو قلم کر اسے ایک کرسی پر بٹھانے کے بعد خود کئی اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

”مجھے پتا چلا کہ تم پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے تو میں ڈر گئی تھی۔“ اس نے نہایت مصیبت سے شاہد کو بتایا۔ ”میں ہم بلاغت ہاتھیں کب سے تاک میں کھڑے تھے۔ میں کمرے سے نکل کر گئی کے کڑکھتی ہی پہنچا ہوں گا کہ مجھ پر حملہ ہو گیا۔ دور سے ایک آدمی کئی کر ہو شیار میں کھڑے تو میں مارا گیا تھا۔ اس کے چلنے سے حملہ کرنے والا بھی مارا گیا اور اس کا نشانہ چمک گیا۔ بعد میں اسی آدمی نے اس طبیعت کو کاہل میں کیا پچھسہ اس نے پولیس کی گاڑی منگوا کر اسے اور مجھے گاڑی میں بٹھا کر قاتلانہ پہنچا دیا۔ میں تیرے لیے فکر مند تھا کہ اور واہن آ جا پتہ نہ لیکن اس نے مجھے کئی دی گہری حفاظت کا بھی پورا بندوبست ہے۔ بس اس کے بعد سے میں یہاں بیٹھا تیری راہ دیکھ رہا ہوں اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوں کہ اللہ کے فضل سے تو بالکل ٹھیک ہے۔“ شاہد نے اسے خود پر گزرنے والی چھانٹائی اور اس بات پر فکر گزارائی کا اظہار کیا کہ وہ کج سلامت ہے۔ جوانا چاندنی نے اسے وہ سب کچھ کہتا تھا جہاں پر گزرتی گی۔

”گھیب بات ہے آخر اچانک پولیس والے ہماری مدد کے لیے پہنچ گئے اور ان لوگوں کے ہارے میں تو کئی مشہور ہے کہ یہ واردات کے بھی کئی عٹھوں بعد جانے لگا تو پھر پہنچے تھیں اور ہم نے تو انہیں اپنی مدد کے لیے بلا دیا بھی نہیں تھا۔“ چاندنی کی زبانی سب کچھ جان کر شاہد نے تھمت کا اظہار کیا لیکن ظاہر ہے چاندنی کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ دونوں بیٹھے اپنے اپنے انداز سے لگاتے رہے اور پھر اس کام سے بھی بے پروا ہو گئے۔ چائے فراہم کرنے کے لیے آنے والے ایک سپاہی سے انہوں نے اپنے گھر واہن جاننے کی بات سوال بھی کیا لیکن اس

لاڈلے کے کن کھنکھانے کوئی کونسی لالہ لالہ گھر میں

گھر بیٹھے

رسالے مامل کیجیے

جاسوسی ڈائجسٹ سنسنس ڈائجسٹ

ماہانہ پابندی نامہ سرگزشت

دو برس کی سہ ماہی سرگزشت ہونے پر اور ان سے

ایک رسالے کے لیے 12 کا 7 رسالوں

(شعبہ رینڈ 33 اکٹری)

پاکستان کے کسی گھر کا کارڈ کے بے 700 پ

امریکا، نیویڈا، میڈیکل، نیویڈا لینڈ کے لیے 8,000 بے

بیٹے کی حالت کے لیے 7,000 بے

آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے ناام
رسالے کے چار سال تک چیتے ہیں۔ تم ہی حساب
اور سال کریں ہم فوراً آپ کے لیے ہوتے ہے پ
رینڈ ڈاک سے رسالے بھیجا شروع کریں گے۔

ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک

ہر دن ملک سے کارکن صرف ۵ منٹ میں پوچھنی کر ہم کے
ذرا سے تم ارسال کریں۔ کسی اور دیے سے تم بھیجے پ
ہماری ہینک نہیں مایہ ہوتی ہے اس سے کہ پڑھا میں۔

اجلا شرجیاں (فون نمبر 0301-2454188)

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

C-263 ۱۱ پبلسٹیٹی اینڈ پریس ڈیپارٹمنٹ، کراچی، پاکستان

فون: 35862511 جس 35862551

مگر بڑ ہوئی دیکھ کر خود ہاتھ دھو چلانے کے ساتھ
پولیس کو بھی بلا لیا تھا اور اس وقت پولیس کے
ساتھ کسی کی پولیس والوں کے ہاتھوں ایک ایک
ہی ہے پولیس والوں نے اس نے اسٹیشن کو
جی نے چوہری کے کئی گھنٹے کے ساتھ ساتھ
پہنچو، بنایا تھا کہ شاہ کو گولی کروا جائے اور
کر کے وہیں کو بھی پہنچا دیا جاتا ہے اس طرح
میلہ ہی دب جاتا۔ تمہارے بعد کون سا ہے اس
کے کل حکمتہ کی پوری کرنا اور ہے اس کی
کوہی دینے عدالت پہنچتی.... ہوں سا، افسری
جانا۔ ویسے بھی بالی بی نے اور چاہیں میں
اس نے تمہارے خلاف چالہ کی کے افواہ ان
کھوانے کے ساتھ ساتھ یہ پورٹ میں
کوشے سے انہوں کی اہلیت کے ذریعہ اس کے
ہوئے ہور چھٹن تھا کہ اس جرم میں
کیا چاہتا ہوتا بیان میں نے خلاف عمل اور
کے فی الحال اس چال کا توڑ کر لیا ہے۔ اب
چوہری کے پاکستان وہیں آنے کے بعد
انتظار کرتے ہیں۔" ممبر نے ان کی
کیا جن میں ان کو وہوں کے چر سے لہر
نہی۔



"مجھے ہمت افسوس ہے جاننا میں یہ سب کچھ نہیں
چاہتا تھا مگر تم نے مجھے سنبھالی ہو کہ ہمارے پاس اس کے سوا
کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اپنی جان بچانے کے لیے ہم
کو ایک گھنٹہ بیٹھا ہوا تھی کہ اسے بھجور لیا۔" ممبر نے
ہاتھ جوڑے کے ساتھ اپنے سامنے کھڑی مائٹنگ
میں ہاتھ جھکاتے ہوئے حضرت خواجہ صاحب نے کہا۔ پھر
کہتے ہوئے اس بات کا اشارہ دیا کہ وہ اس
کو بھی سنبھالی ہو کہ یہ کل ظاہر ہے ایک جہاں کی حیثیت سے
میں سے اگر میں اپنا اصرار لیتا جاتا تو یہ سب کچھ
غنت تھکتی ہوں اس حرام کے مال پر۔ میں آپ
ساتھ ملائی ہوگی روٹی تھا کہ میں خوش
نے جذبہ باقی تھا، ہم سب کئی ہی۔

"میں اس حقیقت کو کہتا ہوں میں یہ
کم دوں کو ہوا میں نے کہ اپنے آئی آر
بھجور کرنے کے لیے وہ لوگ ہر چال
میں معلوم کرتے لوگ ان چالوں کے
یا نہیں لیکن میں یہ بتا دوں کہ اس
رہے گی۔ جب تک تم وہوں ڈنڈے
گئے تو میں کچھ نہیں کر سکتا گا۔
میت کی وجہ سے بند ہے ہوتے ہیں
میں کے ساتھ یہ کیا کرنا کہ یہ

نے کوئی واضح جواب دیا بلکہ انہیں انکار کرنے کا مشورہ
دیا اور خود باہر نکل گیا۔
وہوں نے اب تک رات کا کھانا بھی نہیں کھا یا تھا
لیکن جن حالات سے وہ وہاں ہوتے تھے وہ اس میں بھوک
مرگئی تھی مگر اب چائے کے ساتھ بیکٹ دیکھ کر وہ بارہ چک
اگی۔ ایک ایک کر کے وہوں نے سارے بیکٹ پت کر
ڈالے۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد وہی انہیں کوئی ایک
گھنٹہ انکار ہی سوئی پڑھتا ہوا نکھر نکھر کر کمرے کا دروازہ
کھلا اور اس کھلے دروازے سے ممبر آگئی اور وہاں ہوتا
دیکھ کر وہ وہوں ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی
ممن ہنا کے لیے ہے وہ لاکھ احترام تھا۔ کھڑے ہو کر
استقبال کرنے کے ساتھ ہی وہوں نے ایک زبان سے
سلام بھی کیا۔

"ہیکم اسلام.... بیٹھو۔" اس نے جواب دیتے
ہوئے انہیں وہیں بیٹھے کا اشارہ کیا اور خود بھی ایک کرسی
سنبھالی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تم لوگوں کو اتنی
یہاں انکار کرتا ہے۔ لیکن میں تم وہوں سے ملنا ضروری سمجھ
رہا تھا اس لیے میں نے اپنے بیٹھے تک نہیں یہاں رکھانے
رکھا۔" بیٹھے کے بعد اس نے شاک سے آنسو آ کر کیا۔

"کوئی بات نہیں.... ہمیں کون سا وہاں جا کر
کوئی پڑھنا دھونے سے۔" نام تو آپ کا نہیں ہے اور یہ آپ
کی مہربانی ہے کہ آپ ہم سے ملے یہاں آئے ہیں۔" یہ
جان کر کہ انہیں اب تک ممبر کے انکار میں روکا گیا تھا،
ساری کوفت دور ہوئی تھی اس لیے شاہ نے بڑے اخلاق
سے جواب دیا۔

"میں اس لیے تم سے ملے آیا ہوں کہ تم وہوں کو تپتی
اسے سکوں۔ خود پر ہونے والے سٹلے کے بعد بیٹھا تم
وہوں گھمراہے ہوئے ہو گے لیکن اطمینان رکھو....
پھر سے آئی مسلسل تمہارے مگر کی گھرائی کر رہے ہیں اور
سکی کے لیے سب آسان نہیں ہوگا کہ میں انہیں پھینکا۔
نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والوں کو آج کی طرح من
کی کھائی پڑے گی۔"

"اوہ.... تو آپ کے آئی ہماری گھرائی کر رہے
تھے؟"

"ہاں، مجھے پہلے سے ہی اس بات کا علم تھا کہ تم
وہوں کو اپنا کھانہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اس لیے میں
نے اپنے آئیوں کی اہلیت لگائی ہوئی تھی۔ انہی لوگوں نے

ہو سکتا رہے پر واقع ایک سنگی اسٹوری فلماٹھی جس میں کھلا صحریت زیادہ تھا اور ایک ڈیر کی مصنوعات بنانے والی کھنی کے لوگو والی چار پانچ گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ اچانک میں موجود فلماٹھی سے دروازے کے قریب کھلی کر ڈراما کرنے کا ڈیر روک لی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ ایسی فیس کو کھنے دیکھ کر وہ افراد ایک کر قریب آئے۔ ان میں سے ایک نے پھیلا صحریت کو ہر طرح پر لینے ڈاکٹر صاحب کو سہارا دے کر باہر نکلے میں درودی۔ ان کے پیچھے مائیک بھی لڑائی اور پھر سٹیج اسٹیج کو پتا کہ اس کے نیچے سے نکل آیا۔ دوسرا آدمی شہریار کی طرف متوجہ تھا جو اپنے قدموں میں رکھا وہ ایک لے کر نیچے اترا تھا جس میں ان کے ضروری سامان کے علاوہ اسٹیج پر موجود تھا۔ راتے میں اگر کھنی پھیس سے نہ پھیلے ہو جاتی تو وہ اس اسٹیج کا پورے استعمال کرنے سے ہرگز گنجی کر پڑیں کہ اسے تو بارود یا مرچاؤ والی صورت حال تھی۔ وہ تصادم سے بچنے کی اپنی کوشش ضرور کر رہے تھے لیکن ضرورت پڑنے پر مقابلہ کرنے کے لیے بھی پوری طرح تیار تھے۔

"ہمارے ساتھ موجود خاتون کو کسی آرام وہ جگہ ظہرا دو اور صبح ہونے کے بعد انہیں ان کی مرضی کی جگہ پر پہنچا دیتا۔ یہ خاتون ہماری ساتھی تھیں وہ ہمیں انسانیت کے ناطے ہمارا ساتھ دینے پر راضی ہوئی تھی۔ اس لیے پورا خیال رکھنا کہ انہیں کوئی نقصان نہ ہونے پائے۔" اس شخص کے حوالے کے لیے جڑے ہوئے ہاتھ کو تمام کر اس نے سب سے پہلے مائیک کے سٹیج میں ہدایت دی جس پر وہ فوراً ہی کی کو آواز دینے لگا۔

"مئی سہرا بھائی! نکارا جانے والا فوراً خدمت میں حاضر ہو گیا۔

"دیوبی کو اندر لے جا کر حجت سے ظہراؤ۔" اس نے گھما کر لہجے میں کہا اور پھر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"مہربان بھائی نے دو دن پہلے ہی اپنے کونوں کر کے پورا تھا کہ اگر آپ لوگ راپڈ کر تو آپ سے پورا خاتون کرنا ہے۔ آپ نے جو پولا وہ ہم نے کر دیا۔ اب آگے بتاؤ کہ کیا کرنا ہے؟" ان لوگوں کو اپنے ساتھ فلماٹھی کے اندر لے جاتے ہوئے سہرا نے بے لگھی سے بتاتے ہوئے فوراً ہی آگے بڑھ کر ہم کو بھی بچھا دیا۔

"میں اس شہر سے باہر نکلتا ہوں۔" شہریار نے اسے

"تو نقل جاؤ۔۔۔ کیا براہم ہے؟"

"براہم یہ ہے کہ ہم وہ لوگ تھے جن کے لیے پورے شہر میں کھلی ہوئی ہے اس لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ پھیس ہمیں یہاں سے آسانی سے نکلے۔" اب وہ ایک ایک کمرے میں کھلی پکے تھے جو ایک معمولی پتھر کے اندر میں سما ہوا تھا۔ اپنے پیران کے ساتھ ان تینوں نے بھی وہاں پڑی کھڑکی کی کرسیاں سنبھالی تھیں۔ شہریار نے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کا ایک پاؤ درانی ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ پوری طرح حیران نہیں تھی۔

"بہت زبردست۔" اس کے انکشاف پر وہ اپنے پہلے خور سے ان کے چہرے کا جائزہ لیا پھر وہ اپنے ناک۔ تم لوگوں نے تو فریب نہیں دیا ہے۔ میں اتنی بار سے کھنی نہیں بچھاؤں گا کہ تم وہی لوگ ہو۔ ایسے بہرہ منوں کے لیے لگنا کیونکر ممکن ہے۔ تم جو سے سے میں کا ترین میں بھی جھ کر گئے تھے۔"

"نہیں۔ یہ آسان نہیں ہے کیونکہ ہمیں تلاش کرنے والے لوگ بھی تم خاطر نہیں ہیں۔ سچے کی تبدیلی سے باہر بھی ان لوازم سے متفرک کرنے پر ہمارے پکار لینے سے کہ چانسز ہیں کیونکہ ہمیں کا اندازہ بھی نہیں ہو گا کہ ہم اپنے کی ذریعے سے نکلنے کی کوشش کریں گے اس لیے نہیں نے ہمیں اذوں اور ریٹے اسٹیشن پر بیٹھوں آدمی لگانے کا نامے ہوں گے اور یہ وہ آدمی ہوں گے جن کی کھنڈوں اور سے بھی اصل اور ایک ایک ذہن سے میں فریق کرنے کی تیار ہوں گی۔"

"اور یہ تو بڑا گزیر کھلا براہم ہے۔ آپ کو ان کے ذہن میں چھپ کر نکلنے کی کوئی ترکیب موجود ہے کیا؟"

تکوشش کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنا انہی سے متوجہ پر مچی۔

"میں نے سنا ہے کہ بھائی جی کا لطف سامان مختلف ذرائع سے یہاں آتا رہتا ہے۔ اگر تم اس سامان کے ساتھ ہی ہمارے یہاں سے نکلنے کا انتظام کر دو تو بہت بہتر رہے گا۔" اس نے اپنے ذہن میں موجود تجویز پیش کی۔

"سامان تو واقعی آتا ہے۔ یہ ذریعہ تمام بھی بھائی جی کی ہی ملکیت ہے اور اہل خانہ سے آج ایک ڈک ڈال لے کر یہاں سے نکلی جائے گی وہاں سے لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ اس سے چالنے پر تم پکارے نہیں جاؤ گے؟" عام حالات میں تو فحش کی ہی مت نہیں ہے کہ ہماری گزیر کی

نکلنے کے لیے لیکن اعلیٰ جنس والوں کی موجودگی میں یہاں سے نکلنے کی کھنڈ ہو جاتے ہیں اور انہیں وہی کرنا پڑتا ہے جو پورے شہر میں ہے۔ تم پکے گئے تو ہمارے ساتھ جو گراما کھنڈ گواہ بھائی جی کی بھی پرانی ہو گی۔" ڈورا اناجھک کا لہجہ تھا۔

"اس کا مطلب ہے کہ تم ہمارا ساتھ دینے سے انکار کر دے گی؟" شہریار نے سچے ہوئے تاثرات کے ساتھ پوچھا۔ اس کے ساتھ فائز نے اپنے سوا اور ڈاکٹر صاحب کے پاس بھی کھنڈ کی کیفیت پوچھا تھی۔

"نہیں میں نے ایسا نہیں کیا لیکن ایک بار اپنی کو چھٹی بھائی سے بات کرنی پڑے گی۔ تم لوگ یہاں نہیں۔"

"اب اس کے آتا ہے۔" وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے نکلنے سے ایک عازم شہر دات سے بھرنی ہوئی ٹرالی لے کر اندر داخل ہوا۔ ٹرالی میں انواع و اقسام کی شراہوں کے ساتھ ان کے ہمراہ لڑائی بھی موجود تھی۔ اس کے علاوہ ایک بگڑا ہوا ٹرکس بھی تھیں لیکن ان میں سے کسی کو کسی چیز کی غرض نہیں تھی۔ سہرا نے کہہ دینے سے یوں نکلے گا تھا کہ پھر اس طرح کھنڈی سے بچنے کے لئے ہم وہ لوگ ایک بار کھنڈ کی میں آگے سے ہوئے ہیں جہاں سے نکلنے کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتی۔

اس اصراری تھکا کے ساتھ لذت کام و دہن میں مصروف ہو جانے میں تھیں تو وہ کچھ کھنڈ نہیں۔

شہریار نے ذہنی رجحان سے نہیں کھانے تھے۔ ان دنوں ہی سب سے زیادہ میں کیا دیکھی تھی۔۔۔ البتہ ذہن یہ فیصلہ کرنے میں ضرور مصروف تھا کہ یہاں سے انکار کے بعد ان کے لیے کون سا راستہ باقی رہ جاتا ہے۔ چند منٹوں کا انتظار ہی تھا کہ بہت بھاری نر اور اور جب سہرا یا وہاں لوٹ کر آیا تو اس کی کھنڈ کھینچنے لگے۔

"مہربانک ہو، مہربان بھائی نے ہر حال میں تمہارا شکریہ کا اظہار کیا ہے۔" سہرا نے تاثرات سے لگے ہوئے لہجے میں ہم کو ن کر فحش نہیں ہے لیکن اوپر سے نکلنے کے لیے تم کو اپنے ذہن میں موجود تجویز پیش کی۔

"شکریہ ہے تو تم مجھے وہ ڈک دکھاؤ وہاں سے نکلنے کے لیے سہرا نے کہا ہے۔ میں اسے دیکھ کر خود بخود کھنڈ کر لیا۔" اس نے کہا کہ اس میں ہماری کھنڈی کیسے بن سکتی ہے۔ اس کے جوابات میں وہ ایک کھنڈی وہ لہجہ میں بھرا ہوا گیا۔

"میں نے اس کی کھنڈی کی۔"

"میں دونوں باہر جا کر معاملات لٹاتے ہیں، آپ

میں آرام کریں۔" اس نے ڈاکٹر فرمان سے کہا اور خود سہرا کو ساتھ لے کر سہرا کی رہائشی میں باہر نکل گیا۔ اچانک میں وہ بھی اسی اور کچھ افراد اور وہ کھنڈوں کے کارڈن اور سے اٹھا کر باہر لڑا کر کھینچے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ان کا ڈنڈز کو بچنے ان ٹرکوں میں لود کیا جاتا تھا جن پر ایک مشہور کھنی کا لوگو نظر آ رہا تھا۔

"اس کھنی کے مالک بھائی جی ہیں اور یہاں سے دو دن بعد اس کھنی کو اور وہی سمیت ویش کے ہر بڑے شہر میں پہنچائی گیا جاتا ہے۔ ذریعہ خود ویش بنانے والی کوئی دوسری لوکل کھنی اپنے بھائی جی کی کھنی کا متبادل نہیں کر سکتی۔ ایک دن اسے دن کوئی کا مال دیا ہے اور۔" سہرا نے کہا کہ اسے بتاؤ وہ کھنڈ پر لڑا کر وہ گیا۔ اسے ابھی طرح معلوم تھا کہ بھائی جی کی طرح کے جرائم پیشہ لوگ اپنے کالے ذہن کو سنبھالنے کے لیے ساتھ میں اس طرح کے کارڈر بھی کرتے ہیں اور بڑی ایمان داری سے کرتے ہیں کہ اصل کھنڈی تو انہیں نہیں اور سے ہو جاتی ہے اور ایسے کارڈر سے زیادہ سے زیادہ فیصل حاصل کرنے کے لیے بے ایمانی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

"پھر ڈک مال لے کر نکلتی جائے گا۔" ایک بڑے ڈک کے قریب کھلی کر سہرا نے اسے آگاہ کیا۔ اس ڈک میں لوڈنگ کا کام ابھی شروع ہی ہوا تھا اور ضرور ایک شدہ ڈاکٹر بیک ترتیب سے رکھتے پارٹ تھے۔ ڈک کا پچھٹا حصہ بالکل بند تھا اور اس میں کوئی کھنڈ بھی موجود تھا۔ شہریار کے ذہن میں پہلے ہی سے ایک خیال تھا۔ اس نے فوری طور پر سہرا سے بات کی تو اس نے لوڈنگ کرتے ضروروں کو روک دیا۔

"یہ عام ضرور تھا۔ آپ جو چاہتے ہیں اس کے لیے مجھے خاص آرمیوں سے کام کرنا پڑے گا اور اس کے لیے مناسب وقت وہ ہو گا جب ہائی ٹرکوں میں لوڈنگ کا کام مکمل ہو جائے۔ اس دوران میں آپ آرام یا جو بھی چاہتے کر سکتے ہیں۔" ضروروں کے بننے کے بعد اس نے بتایا تو شہریار نے سر کو کھینچ کر پیش روئے وہاں سے لیے قدم اٹھا لیے۔ وہاں فلماٹھی کی طرف جاتے ہوئے وہ سہرا یا کو بے تفصیل سے بتا دیا کہ وہ لوگ کیا اور کس گاڑی میں کرنا چاہتے ہیں۔ سہرا نے پھر سوالیہ جواب کے غور سے اس کی بات سنا کر دیا۔

شہریار نے اپنے سٹیجوں میں تبدیلی کے لیے بھی کہاں سمیت چند دوسری چیزوں کا مطالبہ کیا جن کے بارے میں

سوربانے اسے یقین دلایا کہ تمہاری دیر میں میرا کردی جائیگی۔ شہریار نے اس سے چند روزوں کی بھی فرمائش کی جن کے بارے میں سوربانے بتایا کہ پہلے سے ہی موجود ہیں۔ گفتگو کرتے ہوئے وہ وہاں اسی دفتر نما کمرے میں آگئے جہاں ڈاکٹر صاحب موجود تھے۔ سوربانے دو اور فرام کیوں تو اس نے سلو کے اسے اپنی ڈاؤن ریٹ کا کام لگا دیا۔ زخم ان دونوں کو بھی آئے تھے لیکن ڈاکٹر صاحب کے زخم ان کی نسبت ڈراشدہ نوعیت کے تھے اور انہیں زیادہ توجہ کی ضرورت تھی۔ ان کی مرہم پٹی کے ساتھ انہیں کھانے کے لیے تین گرامر اور زخم کھانے والی ادویات بھی دی گئیں۔ شہریار کے انوار سے کے مطابق اس جگہ کو صرف ڈیرنی مصنوعات کے کاروبار کے لیے ہی استعمال نہیں کیا جا رہا تھا بلکہ بھائی جی کے لوگ بھی فور کے لیے استعمال کر رہے تھے۔ بہت ممکن تھا کہ ان پر ڈاکٹر کی سپلائی کی آڑ میں مصنوعہ ایشیا جیسے اصل اور شہاب وغیرہ کی سپلائی بھی کی جاتی ہو۔ ہیروئن کے لیے تو بھائی جی نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کاروبار میں ملوث نہیں ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی ڈاؤن ریٹ عمل ہونے تک سوربانے انہیں لباس اور دوسری ایشیا بھی فرام کر دی تھیں۔ انہوں نے باری باری مختلف ہاتھ رہیم میں جا کر لباس تبدیل کیے۔ یہ لباس دعویٰ اور کرتوں پر مشتمل تھے جو اس علاقے میں اس کاروبار سے وابستہ لوگوں میں عموماً مستعمل تھا۔ لباس کی تبدیلی کے بعد ایک بار پھر میک اپ کا مرحلہ چلایا گیا۔ میک اپ کے سامان میں خاص طور پر مصنوعی پاشنوں کا سیٹ منگوا لیا گیا تھا۔ ان پاشنوں کو ایک سلوٹ کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی اگلیوں پر چسپاں کرنے کے بعد اتنی خوب صورتی کے ساتھ تراشا گیا کہ وہ اصلی ہی معلوم ہونے لگے۔

”معدرت چاہتا ہوں سو..... واڑھی سے مروی کے بعد آپ کو کچھ عرصے کے لیے ان مصنوعی پاشنوں کو بھی برداشت کرنا پڑے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان پاشنوں کی وجہ سے آپ دشواری کر پائیں گے لیکن ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان میں اللہ سے معافی کی امید کی جاسکتی ہے۔“ شہریار نے ڈاکٹر صاحب سے معدرت کو اپنا بچھے میں کہا۔ ”تم پریشان نہ ہو۔ میں ان باتوں کو سمجھتا ہوں اور فی الحال تو مجھے کوئی پریشانی بھی نہیں ہے۔ میں نے وضو کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نماز تو ہی وضو سے ادا ہو جائے گی۔ آگے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کوئی سبب بنا دے گا۔“ انہوں نے نہایت رسواں سے اسے جواب دیا۔

”آپ کو ایک زخم اور بھی اٹھانی پڑے گی۔ دوران سفر ہم آپ کو منظر پر رکھنے کی کوشش نہیں کر سکتے ہیں۔ لیے میں نے یہ بندوبست کر دیا ہے کہ ٹرک میں ڈاکٹر صاحب اور میکانک جگہ خالی رکھی جائے جہاں آپ چھپ کر رہ سکیں۔ گاڑی میں ڈیڑھ گنڈ بیٹھو موجود ہے اس لیے آپ کو کوئی وغیرہ کا مسئلہ تو نہیں ہوگا لیکن جگہ کی کجی برداشت کرنا پڑے گی۔ اس کے لیے میرے پاس کوئی حل نہیں ہے۔“

”میرے لیے اتنے فرائض صحت ہو یا..... میں خاصا صلحہ جان ہوں۔ اگر وہ ۲۰۱۲ تو اسے سال ۲۰۱۱ میں قید میں رہ کر سلامت کیسے رہتا؟ جس رپ نے اتنے عرصے بہت سی وہ اب بھی حوصلہ دے گا اور چند گھنٹوں کا یہ سڑکی گزر رہی ہے۔ اس کی تشریح کو دیکھتے ہوئے نہیں نے اس کا شاید چھتیا ہے۔ وہ تسلی دہی تو وہ منکر اور اپنی ذاتی تیاری عمل کرنے لگا۔ دعویٰ اور کرنے سے مانو ان دونوں نے اپنے سروں پر کپڑی بھی بانہی تھی اور ان طبقے میں اتنے تلف نہ تھے کہ کسی قسم میں کسی کے لیے بھی انہیں شائبہ نہ کرنا آسان نہیں ہو سکتا تھا۔

”میں نے ٹرک میں کاٹھن ڈھک کر دیا ہے۔ آپ چاہیں تو خود دیکھ لیں۔“ سوربانے آکر اطلاع دی تو شہریار اس کے ساتھ باہر نکل گیا۔ ٹرک میں کاٹھن اس کے لیے کے مطابق ہی لوز لینے گئے تھے۔ ان کا ڈھنکڑی تڑپ یا کسی گہاگے حصے میں ایک دوسرے کے اوپر بٹھا کر رہنے کے کا ڈھنکڑی اور اور ہی بنا کر ان کے درمیان خلا سا چھوڑا گیا تھا اور پھر آٹریٹک کا ڈھنکڑی بنا کر کچ میں وہاں تک پہنچنے کا راستہ چھوڑا گیا تھا۔

”ٹرک کے ساتھ ہمارے دو آدمی جاتے ہیں۔ ایک ڈرائیور اور دوسرا اس کا ماٹھی۔ اس لیے آپ میں سے ایک اسی جگہ چھپ کر سٹر کرنا پڑے گا۔“ اسے ٹرک کا ساتھ کروانے کے بعد سوربانے کہا تو وہ ڈراڈھ بپ کا ہاتھ گیا۔ کسی بھی طرح کی خراب صورت حال سے بچنے کے لیے وہ سلو کو اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہتا تھا۔ اگر اسے بھی ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اس جگہ ضمرا دیا جاتا تو کسی ناگہانی کی صورت میں وہ اس بند جگہ سے اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ درمیانی خلا تک پہنچنے کے لیے جو جگہ چھوڑی گئی تھی وہ بھی سڑک کے آغاز سے پہلے کا ڈھنکڑی رکھا ہوا ہوا۔ ایسے میں سلو اگر چاہتا بھی تو کسی صورت باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ اس لیے کہ باہر سے کوئی کاٹھن بنا کر اس کے باہر نکلنے کے لیے راستہ بنا تا۔

"کیا درانچہ کے ساتھ ایک کے چھانے وہ افراتفر نہیں کر سکتے؟"

"کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن یہ ہماری روغن کے بالکل خلاف ہوگا اور آپ لوگ جس خطر سے دوچار ہیں، اس میں پوری احتیاط کرنی ضروری ہے۔" اس کے سوال کا سورا نے نہایت صاف کوئی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، ایسا ہے تو ایسا ہی سمجھو۔ وہ مذہب کی کیفیت سے فوراً ہی نکل کر آتی ہے جس میں پرلا۔ تھوڑی دیر میں ڈاکٹر فرحان اور سلو ٹوک کے اس حصے میں پہنچا دیا گیا۔ سلو ٹوک اس طرح سڑک پر آگیا جہاں ٹیکس لگ رہا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ شہر یار کے ساتھ رہے یا پھر اسے ہی اکیلے ڈرانچہ کے ساتھ سڑک کرنے کی اجازت دے دی جائے لیکن شہر یار کے ہم کے سامنے اسے زیادہ بحث کرنے کی طاقت نہیں تھی اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی اس اگلی جگہ پر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سڑک کرنے کے لیے رضی ہو گیا۔ اس موقع پر وہاں سوری اور شہر یار کے علاوہ کوئی بھی موجود نہیں تھا اور ایسا شہر یار کی خواہش پر ہی کیا گیا تھا۔ وہ یہ بتاتا تھا کہ کم سے کم لوگوں کو ہی اس بات کا علم ہوگا اس ٹرک میں پورے افراد چھپ کر سڑک رہے ہیں کیونکہ زیادہ لوگوں کے ہاں ہونے کی صورت میں خطرات اور مشکلات بڑھ جاتے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب اور سلو ٹوک اور پوچھے تو اس نے اور سوری نے مل کر ہی باقی کی جگہ پر ڈاکٹر صاحب سے رکنے اور پھینکا حصہ بند کر کے ٹالا لگا دیا۔ اب کوئی ٹالا کھول کر اندر بھاگتا بھی تو اسے اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس انا اناات بھر سے ٹرک میں وہ افراتفری ہوتے ہیں۔ کام مکمل ہونے کے بعد سوری نے ڈرانچہ کو بھی وہاں بلا لیا۔ رازداری کے خیال سے اسے بھی ٹرک میں سلو ٹوک اور ڈاکٹر صاحب کی موجودگی سے اطلاع رکھا گیا تھا اور شہر یار کے بارے میں بھی صرف اتنا بتایا گیا تھا کہ یہ بھائی جی کا خاص بندہ ہے جسے سب تک پہنچانا ہے اور راستے میں کسی افراتفری کی صورت میں اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہے۔ شہر یار نے ایک دنگو کو سوجا تھا کہ وہ خود ڈرانچہ کی جگہ لے لے اور سلو ٹوک اپنی واپسی جگہ سے دے لیکن یہ محاسب نہیں تھا۔ اسٹے لے سڑک میں وہ بھی جڑ ٹرک کے ڈرائیو کیا جا رہا تھا۔ تو یہ کار ڈرانچہ کی مناسبت تھا کیونکہ ایسا ڈرانچہ نہ صرف راستوں سے باخبر ہوتا ہے بلکہ راستے میں بڑے والی چڑکیوں اور ٹانگوں سے ٹھٹکے گا بھی تجربہ رکھتا ہے۔ اور یہ تو بھر تھا بھی بھائی جی کا بندہ جس نے ازان پڑھ کر حفاظت کے عمل پر ہر جگہ تحفظات بتا رکھے ہوں

کے اور کوئی اسے روکنے کی کوشش نہ کرے۔ وہ گھبراہٹ سے حالات میں پورا اندازہ زیادہ آسانی سے یہ بیٹنک میں بھی چکر کھال سکتا تھا۔

ڈرانچہ نے اپنی سیٹ سنبھالی تو وہ بھی سنبھلا ہوا ٹرک میں سوار ہو گیا۔ فوراً ہی ٹرک میں بڑے سے گیٹ سے گزر کر باہر نکل گئے۔ ابھی ٹرک پوری طرح نہیں چھینکا تھا لیکن زندگی ہاں شروع ہو چکی اور ایسے لوگ جو ایشیا یا افریقہ کے کاموں سے واپس اپنے گھروں سے لھٹا شروع ہو گئے تھے۔ شہر کی سڑکوں پر سب سے پہلے کالنگ اپنی بھاری بھاری جہازوں کو جمع کرنے کی لڑائیوں کے ساتھ کام کے آغاز کے لیے تیار تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" ڈرانچہ نے اس سے پوچھا۔

"گوئدر۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"تم صاحب، ناگہن سوری صاحب نے یہ وہاں پہنچنے سے متعلق کیا تو تمہیں میں نے اس لیے نام دیا ہے کیونکہ یہ ضرورت پڑی تو تمہیں کبھی لگا کر نہیں پڑے گا۔" ڈرانچہ نے وضاحت دی اور گھر خاموشی سے اسٹے کام میں مصروف کیا۔ لی اعلان وہ شہر کی سڑکوں ہی سے گزر رہے تھے جہاں کسی کی جگہ انہیں نہیں والے نظر آئے لیکن کبھی انہیں روکا نہیں گیا اور ہاں تو وہ اس سڑک پر تھکتے تھے سے باہر جاتی تھی۔ یہاں انہیں دور سے ہی ڈرانچہ کے ٹرک کے پڑے تھے والے اشارے پر ڈرانچہ کو ٹرک بڑا۔ ٹرک رکتے ہی شہر یار کو اپنے اصحاب میں سے کسی کو بلایا اور ہاتھ بے ساختہ ہی کرتے کی اس جانب طرف چلا گیا جس میں ایک رازدار اور کھاتا۔ لی اس شخص کے نام پر اس کے پاس نہیں وہاں وہ راج اور کھاتا۔ لی اس شخص کا رازدار کھانا چننے اور باقی کا اسٹروٹوں نے چھینا رکھا کہ وہ بیگ سلو کے پاس ہی رکھو یا تو یہ بیکار راستے میں ٹھٹک ہونے پر یہ چیزیں سامنے آئیں وہ اس طرح دھر لیے جاتے تھے کہ کسی چیز میں بھی ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال سے فرار کر داتے ہوئے اسٹیشن تھے اور ان کی موجودگی میں کسی دوسرے شہر کی شہر کی طرف نہیں آتی۔

"بچو آؤ۔" جیسے ہی ٹرک دکھا دو لوگوں کی جانب سے سپاہی آگھرے ہوئے اور غمزدہ۔

"کیا بات ہے ہادشا..... کیا اس وقت تم کوئی

جانتے ہوئے سپاہی کی نظر شہر یار پر پڑی تو اس نے ڈرانچہ سے دریافت کیا۔

"ہاں بخاندہ ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی نوکری پر چڑھا ہے اور آج بجلی جا رہی میرے ساتھ جا رہا ہے۔" ڈرانچہ نے بتایا تو سپاہی نے کھلی آنکھوں میں مڑا اور خود کھیلے حصے میں چلا گیا۔ وہاں اس نے ٹالا کھول کر دو واڑہ کھولا اور لالاب کا ڈنڈے سے بھرے ٹرک کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"انور، اے، آکاش..... یہاں آؤ اور میرے ساتھ ان کا ٹرک لانا، تمہاری سیٹ میں دھک کر دو۔" اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ اسے بھی یہ طاقت گراں کر رہی ہے لیکن حکم حاکم حرکتی حفاظت کے قصہ عمل کرنے پر مجبور ہے۔ اس کے آواز دینے پر اس کے سامنی اس کے پاس نکل گئے۔

"تم لوگ بھی ہمارے ساتھ آ جاؤ۔ اس طرح کام چلانی تبت جائے گا اور تم یہاں سے جلد روانہ ہو سکو گے۔" اب تک ساری مشکوک کرنے والے سپاہی نے ان دونوں سے خطاب ہو کر کہا تو ڈرانچہ کے ساتھ شہر یار بھی مڑتا کیا ت کرنا کے مصداق اس جانب بڑھ گیا۔ سپاہیوں نے کا ٹرک نکال کر باہر رکنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ شہر یار نے ان کے ساتھ شامل ہونے سے قبل اندر موجود سلو ٹوک سے کا کاشن دیا۔ اس کا کاشن کے نلکے کے بعد سلو ٹوک ہوجاتا اور پتھیرا چار کر کے اس پر ڈنڈن میں آجاتا کہ خود کو کوئی نقصان پہنچنے سے پہلے دوسرے پر قیامت بین کر لوٹ سکتے۔ ڈرانچہ اور اس کے شامل ہونے سے کام کی رفتار مزید بڑھ گئی اور ٹرک کے باہر تھوڑی سے کا ڈنڈے کا اچھر لگنا جا رہا تھا۔ اسے طور پر وہ خوشی سے ہی کام کر رہا تھا لیکن اپنی سب ٹوکوں کو جلدی تھی۔ ہنوک کا ڈنڈے کو کھول کر بھی دیکھا گیا تھا لیکن ظاہر ہے ان میں سے دو دو کے لڑائیوں کے سوا کچھ لگا تھا۔

ٹرک سے سامان اُتارنے کا عمل چاری تھا کہ وہاں وہ اور حیرت گزریاں نکل گئیں اور ان کا ڈنڈے کو بھی ان کی طرف روک لیا گیا۔ ان گاڑیوں کے سواروں سے مشکوک کے لیے وہ سپاہی اور ان کے ساتھ وہی تیسرا سپاہی جس نے ان کے ساتھ بھی مشکوک کی تھی وہاں سے ہٹ گئے۔ اس طرح کا ڈنڈے اُتارنے کا عمل باکوسہ ہو گیا لیکن اب زیادہ وہ نہیں تھی جب وہ ان کا ڈنڈے ہاتھ ہونے اس حصے تک پہنچ جاتے جہاں ڈاکٹر صاحب اور سلو ٹوک تھے۔ گہری تشویش میں جگہ شہر یار نے کام کی رفتار کو مزید سے کرنے کے لیے اپنے ہاتھ روک لیے اور اپنے پیچھے آ کر کئے والی گاڑیوں کا جائزہ

ڈرانچہ نے اپنی سیٹ سنبھالی تو وہ بھی سنبھلا ہوا ٹرک میں سوار ہو گیا۔ فوراً ہی ٹرک میں بڑے سے گیٹ سے گزر کر باہر نکل گئے۔ ابھی ٹرک پوری طرح نہیں چھینکا تھا لیکن زندگی ہاں شروع ہو چکی اور ایسے لوگ جو ایشیا یا افریقہ کے کاموں سے واپس اپنے گھروں سے لھٹا شروع ہو گئے تھے۔ شہر کی سڑکوں پر سب سے پہلے کالنگ اپنی بھاری بھاری جہازوں کو جمع کرنے کی لڑائیوں کے ساتھ کام کے آغاز کے لیے تیار تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" ڈرانچہ نے اس سے پوچھا۔

"گوئدر۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"تم صاحب، ناگہن سوری صاحب نے یہ وہاں پہنچنے سے متعلق کیا تو تمہیں میں نے اس لیے نام دیا ہے کیونکہ یہ ضرورت پڑی تو تمہیں کبھی لگا کر نہیں پڑے گا۔" ڈرانچہ نے وضاحت دی اور گھر خاموشی سے اسٹے کام میں مصروف کیا۔ لی اعلان وہ شہر کی سڑکوں ہی سے گزر رہے تھے جہاں کسی کی جگہ انہیں نہیں والے نظر آئے لیکن کبھی انہیں روکا نہیں گیا اور ہاں تو وہ اس سڑک پر تھکتے تھے سے باہر جاتی تھی۔ یہاں انہیں دور سے ہی ڈرانچہ کے ٹرک کے پڑے تھے والے اشارے پر ڈرانچہ کو ٹرک بڑا۔ ٹرک رکتے ہی شہر یار کو اپنے اصحاب میں سے کسی کو بلایا اور ہاتھ بے ساختہ ہی کرتے کی اس جانب طرف چلا گیا جس میں ایک رازدار اور کھاتا۔ لی اس شخص کے نام پر اس کے پاس نہیں وہاں وہ راج اور کھاتا۔ لی اس شخص کا رازدار کھانا چننے اور باقی کا اسٹروٹوں نے چھینا رکھا کہ وہ بیگ سلو کے پاس ہی رکھو یا تو یہ بیکار راستے میں ٹھٹک ہونے پر یہ چیزیں سامنے آئیں وہ اس طرح دھر لیے جاتے تھے کہ کسی چیز میں بھی ڈاکٹر صاحب کو ہسپتال سے فرار کر داتے ہوئے اسٹیشن تھے اور ان کی موجودگی میں کسی دوسرے شہر کی شہر کی طرف نہیں آتی۔

"بچو آؤ۔" جیسے ہی ٹرک دکھا دو لوگوں کی جانب سے سپاہی آگھرے ہوئے اور غمزدہ۔

"کیا بات ہے ہادشا..... کیا اس وقت تم کوئی

لیجے گا۔ ان میں سے ایک مٹی لڑک تھا جس پر پردیاں کی لہری ہوئی تھیں جبکہ دوسری ہائی ایس لٹا گاڑی تھی جس میں خواہن، مرد اور بچے سب سوار نظر آ رہے تھے۔ اتنی سر سے یوں گاڑی بھر کر نکلے والے وہ لوگ معلوم نہیں کہاں جا رہے تھے۔ ان کی منزل دریا کے کنارے کوئی چنگ پوائنٹ بھی ہو سکتا تھا اور یہی ممکن تھا کہ وہ کسی دور کے مہلاتے میں کسی شاہی میں شرکت کے لیے جا رہے ہوں جہاں وقت پر پہنچنے کے لیے انہیں اسے سویرے لگانا پڑا ہو۔ سپاہیوں نے چنگ گاڑی کے سواروں کو پیچھے اتروا لیا تھا اس لیے وہ اس طور پر ان کو توں کو دیکھ سکتا تھا۔ عورتوں نے زیادہ تر گہرے رنگوں کے خوشنما لباس پہن رکھے تھے اور انہیں میں بانوں میں مصروف تھیں۔ بچے کھیلے میں آنے کے بعد ڈراہے گا رہے ہوتے جا رہے تھے اور انہیں گاڑی میں رکھنے کے لیے ان کی ماڈل کو ڈانٹ پھانگ سے کام لینا پڑا۔ ہا تھا۔ مرد حضرات سپاہیوں سے مذاکرات میں مصروف تھے اور شاہیہ یہ خواہش رکھتے تھے کہ انہیں شاہی کی خدمت سے گزرنے سے بھیجی یہاں سے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ اس سوجھ بوجھ پر مرد و زن سب ہی کوفت زدہ نظر آ رہے تھے۔

”جلدی ہاتھ چلانا ادا ہے۔۔۔ یہ کیا کو عورتوں پر آنکھیں پینچنے میں لگا ہوا ہے۔“ کام کی لڑائی سے بچا ہوا سپاہی نے اسے قاریغ کھڑا دیکھ کر توجہ نہ لگا کر کہا۔

”فصل ہاتھیں نہ کرو۔ میں کیوں عورتوں پر آنکھیں پینچنے لگا۔ تھک گیا تھا اس لیے رک گیا۔“ شہزاد نے سخت لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا اور ایک کارڈن اٹھانے کے لیے بھاگا۔

”یہ کیا ہے ادا۔ تو جیب میں اٹھ لے کر گھوم رہا ہے۔“ سپاہی کی نظریک دم اس کے گزرتے کی جیب میں پڑے رہے اور پڑی پڑی تو دور سے چنگا اور اس کی گدی بکلائی۔

”اے سنتی کوئی! یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ چادے نے ہتھول رکھا ہے کوئی کسی پر کوئی تو نہیں چلائی۔ اب بھائی جی کے آدی اپنی جیب میں ہتھول نہیں رکھیں گے تو کیا رام جی کی صورتی رکھ کے گھومیں گے؟ آنکھیں تو پتا ہی ہے کہ اپنے سوجن تو سو دشمن تہ۔ دشمنوں سے بچاؤ کے لیے اپنے کوچہ انتقام تو رکھنا پڑتا ہے لیکن تم کا بچہ کو چھتا کر رہے ہو۔۔۔ تم تو اپنے بچن ہو۔“ اور انہی نے فوراً ہی مدافعت کرتے ہوئے بچے بچاؤ کر دیا۔

اس دوران شہزاد نے بہت شہد سے کام لیتے

ہوئے اپنے ہاتھ بیروں کو کھینچ کر رکھا اور وہاں سے بھگتا کھڑا ہو سکتا تھا اور وہ کل از وقت کوئی بھگتا کرنے سے بچنا چاہتا تھا اور اس امکان تو یہی تھا کہ سپاہی کی آخری تھار بھی مٹ جائے گی اور اگر ان کے فرعون کے منظر پر آ جاگیں گے تو وہاں خون کی نہریاں بہ جائیں گی لیکن اس دور آخری حد آنے تک تصادم سے بچنا چاہتا تھا یہ تصادم ہی ہونے کو ہی تھا۔ آٹھ دن کا سفر جس سے بچنا پڑا ہو گا۔

”حالات بہت نازک لگتا ہے۔۔۔ تم لوگ کچھ نہیں رہے ہو۔ اگر اتنے خراب حالات نہ ہوتے تو ہم لوگ سپاہی کو اتنی محنت کرنے میں لگتے۔ ابھی تھوڑی سی پہلے ہی سے ایک بڑے امیر صاحب کے پاس پہنچنے کے لیے صاحب کو کھینچنے سے حکم دیا ہے کہ کوئی کتے ہی بھڑکے گا انہی کے پاس نہ ہو وگرنہ ان کے علمبرداروں سے نہیں لگانا پڑے۔ تم نے کیا معلوم کیا اپنی کسی مصیبت آئی ہوئی ہے۔ سارا لوگوں کی طرح گاڑیوں سے سامان اتارتے اور چڑھاتے رہتے ہیں۔ وہ ان سے اچھک سے کھانے بھی کھانے نہیں لگے ہیں ہوا۔ ایسے میں طبیعت چ پڑتی نہیں۔ انہی تو دیکھا ہو گا؟“ مہر اور صورتوں میں ڈراہے ہوئے سپاہیوں والوں سے دوستی تعلقات کام آنے اور سپاہی بات کو بڑھانے کے بجائے اپنی ہی بیانی کا رد کرنے لگا۔

اس اہلی شہزاد کی توجہ اس کی طرف سے بہت گہری کی جانب ہوئی۔ ناکے پر موجود نینت لگا کر۔۔۔ سے ہونے والے دو امراؤں میں سے ایک کے جسم پر پلٹ کر اور وہی تھی جبکہ دوسرا ساہو لہاس میں تھا اور اس ساہو نے دیکھ کر وہ بڑی طرح چنگ کیا تھا۔ اس بات میں اسے شبہ نہیں تھا کہ پولیس یونٹ فارم میں بیویوں کے کھنڈے کو ساہو پوش انسپکٹر پریم ناتھ ہے۔ اس کی لگا ہوں کے لگا ہونے میں یہ پریم ناتھ کو بھی دیکھے جانے کا احساس ہوا اور انہوں نے رخ سوز کر شہزاد کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے سے ٹکیں اور شہزاد نے اپنے جسم میں کچھ بھی نہیں رہتی ہوئی محسوس ہوئی۔ لگا ہوں کے اس تصادم سے اسے یہ بھی فراموش کر دیا تھا کہ اس کے پیچھے کچھ نہیں ہے اس سے اب کچھ بھی کاٹھرنے کی اور بھی پھر یہ سارا کچھ ہو جاتا اور انہیں ایک دوسرا خوشی میں شریک کر دیتا۔

بہ بڑی بیچ و سنی حیدرستان جاری ہے
مہر و افغان آہندہ ماحول حائل فرمانی



اسحاق دہلوی

قسط: 53

معارف سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے، جب اس کی رنگ و بو نہ ہو تو اس کے معنی میں بدل کر وہ جہاز میں مختلف اشکات میں تقسیم اس نظام قانون کے وہی کئی رخ ہیں، بالآخر جہاز کی جانوشوہدی میں قانون کی اصل تھریفہ تشویر میں ٹھہرتی ہے یہ فتنہ یہ قانون میں نہیں، روایتوں میں تجویز ہوتی ہے۔۔۔ ایسی روایتیں جن میں قانون جیسے ایک ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جہاں کا سا ہے جہاں طاقتور چھینتی جاتا ہے کتوں کو اور گریوہ جھیلی میں کٹر نکل جاتی ہیں۔ پھینستا وہی ہے جہاز میں جہاز میں جو محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طفقوں میں تقسیم دعا میں نہ تھرتی ہے کہ محبوب کا انتہا کرتی ہے، یہ تو میں ہو جاتی ہیں۔ مال طفقوں میں ہر ایک کو تار اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ رکھتی ہے، ایسا ہے ایسا ہے ایسا ہے ہر ایک میں تار ہے، رنگی کی سماطوں وقت کے دھارے میں قسمت کی دائر اور طفقوں کی چالیں ہیں۔۔۔ کہیں ہی پلٹتے ہیں جاتے ہیں۔ مینا وقت تو نہیں جانتا کہ مقرر ساتھ ہے جانا ہے۔۔۔ اس وقت تک بیلوں کے پیچھے سے بندھنا پانی کے چمکا ہوا ہے۔ جو ہم افسوسناک و جاگیر داری اور پیاں نہ محور کر گے ہاتھوں میں مانتوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

ازدستہ اسحاق کا خلاصہ

معارف سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے، جب اس کی رنگ و بو نہ ہو تو اس کے معنی میں بدل کر وہ جہاز میں مختلف اشکات میں تقسیم اس نظام قانون کے وہی کئی رخ ہیں، بالآخر جہاز کی جانوشوہدی میں قانون کی اصل تھریفہ تشویر میں ٹھہرتی ہے یہ فتنہ یہ قانون میں نہیں، روایتوں میں تجویز ہوتی ہے۔۔۔ ایسی روایتیں جن میں قانون جیسے ایک ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جہاں کا سا ہے جہاں طاقتور چھینتی جاتا ہے کتوں کو اور گریوہ جھیلی میں کٹر نکل جاتی ہیں۔ پھینستا وہی ہے جہاز میں جہاز میں جو محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طفقوں میں تقسیم دعا میں نہ تھرتی ہے کہ محبوب کا انتہا کرتی ہے، یہ تو میں ہو جاتی ہیں۔۔۔ اس وقت تک بیلوں کے پیچھے سے بندھنا پانی کے چمکا ہوا ہے۔ جو ہم افسوسناک و جاگیر داری اور پیاں نہ محور کر گے ہاتھوں میں مانتوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ



قورباہی و ہزاروں بھی کر دیے۔ اس نے اس پار بھی پہنچنے کی کوشش کی لیکن صرف جزیوی طور پر ہی کامیاب ہو سکا اور کھو پڑی کے ایک جانب سے یہاں برداشت کرتے پڑے۔

اسلم نے جہاں کی کی چھائی پر چڑھ بیٹھا تھا اور اسے اپنے کاموں میں دے دیا تھا، تیسرا اور چھٹے کن وار کیا۔ اس بار داری کی شدت آتی زیادہ تھی کہ کھو پڑی کی پڑی نوٹ کر اندر گھس گئی اور اسلم کو اپنے پیر سے پر غورن کے پھینکنے برداشت کرنے پڑے۔ وہ آستین سے خون صاف کرتے ہیں اور اس کی چھائی سے اٹھ گیا۔ احتیاط کے نتیجے میں وہ اپنے ہتھیاروں کو استعمال کرنے سے گریز کر رہا تھا کہ کہیں کوئی پہلے کی آواز دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کر کے ہوشیار نہ کر دے۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی احساس ہو گیا کہ گنی کی دہشت اپنی جگہ لیکن ان حالات میں گنجر زیادہ مناسب ہے۔ چنانچہ وہ گھس گیا کہ اس نے اپنے بیگ سے گنجر نکال لیا۔ گنجر نے کہ وہ اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں اس نے ایک آدمی کو مٹلے میں مصروف دیکھا تھا۔ اس کمرے میں بیٹو دروازے کے سینہ مقابل تھا اور وہ شخص بیٹو پر ہم دروازہ ہو کر مٹلے میں مصروف تھا، چنانچہ دروازہ مٹلے ہی متوجہ ہو گیا اور اپنے سامنے ایک اجنبی کو پار اس کی آنکھوں میں تیرھ اتر آئی۔ اسلم نے اسے حیرت کے پیر کے درمیں کا مظاہرہ کرنے کا سوچ نہیں دیا اور وہیں کھڑے کھڑے یوں تاک کر گنجر پھینکا کہ وہ سیدھا اس شخص کے دل میں جا پڑا۔ یہ گنراتی سرعت سے ہوا تھا کہ اس شخص کو اپنے ہاتھ کے لیے پہنچے گا بھی سوچ نہیں ملا اور وہ آنکھوں میں حیرت و دہشت کے رنگ لیے دیکھا سے سدھا گیا۔ گنجر دل میں کھب جانے کی وجہ سے اسے تڑپے اور چپٹے کا سوچ بھی نہیں ملا تھا اور وہ بہت خاموشی سے اپنی جان دے بیٹھا تھا۔ اسلم نے قریب جا کر اس کی موت کی تصدیق کی اور اس کے سینے میں گھسا گیا گنجر نکلی کر باہر نکلا۔ گنر مٹلے ہی تیزی سے غورن کا اہراج ہونے لگا جس کی پردا کے بغیر وہ مٹلے کے کپڑوں سے ہی گنجر کو صاف کرنے لگا۔ گنجر سے خون صاف کرتے ہوئے اس کی کھراں کتاب پر پڑی جو مرنے والا اپنی موت سے کچھ بچ رہا تھا۔ وہ طب سے مٹلے کوئی چھتھائی کتاب تھی۔ اسلم سمجھ گیا کہ یہ شخص ڈاکٹر ہے اور اس نے اپنے ہی کی ڈاک کا آپریشن کرنے میں سے کوئی نکالی ہوگی لیکن اب وہ دنیا کے سب سے بڑا تک مرض موت کا شکار ہو کر خود لا علاج ہو گیا تھا۔ اس شخص کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد اب اس کے سامنے صرف ایک فرور رہ گیا تھا اور وہ تقریباً گاہ میں مصروف عمل آدمی۔ اس گنجر پر ابھی طرے جا نہ لینے کے

پھر اس کے لیے اس جگہ کا نقشہ کھینچتا ہوا نکل گیا۔ اس نے اپنی فہم چاہی تو وہ سیدھا ایک تک پہنچ گیا لیکن یہ دروازہ اس وقت سے بند تھا۔ گنجر اس سے منگنے لگا۔

"کون؟" اندر سے پوچھنے کی آواز سنائی دی۔

"ڈاک۔" اس نے کوشش کی کہ ڈاک لیکن اس کی آواز نکال نہ سکے۔

"کھن آئے ہو؟" جانے ہو میں مصروف نہیں اور ڈاکٹر ہونا پھرتے گئے۔" اس کی چھتھا بہت تھی کی مثال ہوتی۔

"سوری سزا لیکن میں مجبور ہوں۔ اس لٹھنی کی طبیعت غراب بھری ہے۔" وہ کوشش کر رہا تھا کہ ڈاک کے لب و لہجہ پر قرار دے کہ لیکن اسے شکاری کی مثال آتی تھی اور اسے اندازہ تھا کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہے لیکن اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اندر سے وہ اس نے اس کی آواز پال دیکھی سے تو ہوا وہ اس خانہ کو ابھی وہی جہاں سے سنائی گئی، چنانچہ دروازہ آتی تیزی سے کھلا کہ اسلم خود بھی بڑبڑا سا کیا۔ دروازہ کھولنے والا اپنے ہاتھ میں شیشے کا ایک گونڈا ٹکڑا لے کر اندر آئے۔ اس نے کہا کہ اس نے ڈاک کی جگہ کی اور وہ اپنے سامنے بیٹو تو خطرناک نظر آئے گا۔ اس نے اس کے طور پر اسے ڈاک لگا دی تھی، اس نے اپنے ہاتھ میں گنجر کی پیشانی سے ہا کر کھرایا اور گنجر کیوں میں تھمتہ ہوتے ہوئے اس کے ہاتھ کو گنی کر ڈالا۔ گنجر سے جا رہی ہونے والا غورن سے گل فدا تک میں وہ غورن کے نام کے پیر سے کھنچو دیا۔ غورن نے ہر دو بار اسے اسلم کو اپنی سی آگئی۔ دوسری طرف اس کے مقابلے سے شروع کا نام اٹھ کر ایک بار پھر دروازہ بند کر دیا۔ اسلم نے یہ دیکھا کہ آستین سے چھو صاف کرنے کی کوشش کی اور پھر ایک گنجر نکالی۔ اس کے حساب سے یہ جہاں موجود ہے اور اس سے آخری فرور تھا چنانچہ اب کسی امید کی ضرورت نہیں تھی۔ گنجر نکال کر اس نے ڈاک والے سے کہا کہ اس نے اپنی آواز کو گنی کی آواز بہت زور سے گنی رہا تھی ڈاک میں نوٹ کیا۔ اس نے زات مار کر دروازہ کھولا۔ دروازہ مٹلے ہی آگئی تھی کہ وہ جہاں استعمال ہونے والی شیشے کی گتھ اپنی ہی ہوتی تھی اور وہ سے اسے کئی چہرے تو آگئے تھے لیکن اس میں سے وہ گنجر کی اندر موجود شخص کے پاس کوئی ہتھیار موجود نہیں ہے اور وہ اس کا استعمال کرتا۔ اس میں جہاں کے ہتھیار دیکھنے اور اسے معلوم ہو گیا کہ گنجر اس پر تان کر فرار ہونے میں اب سکون سے کھڑے ہو جاؤ وہ شہانے دور سے اسے مٹلے کی

کھانا کھانے کے۔

"...گنگ... کہا؟ تم نے سب کو مار ڈالا؟" وہ

اسلم نے اپنے لٹھنی کی آواز کو بڑبڑا کر کہا۔

"... اسلم نے اسے ہتھیاروں کی ہمت سے اور یہاں وہ ایک اہم ریسرچ کر رہا ہے۔ میں اس کا سب سے خاص اور زہین شاگرد ہوں اس لیے اس نے اپنے اسٹنٹ کے طور پر میرا انتخاب کیا ہے۔ یہاں آنے سے قبل اس نے مجھے صرف اتنا بتایا تھا کہ اس کی حکومت کی خواہش اور تعاون پر اسے ایک خطیہ تجربہ گاہ میں خاص قسم کی تحقیق کرنی ہے اور اس ریسرچ میں اس نے مجھے اس کے معاون کا کردار ادا کرنا ہوا۔ میرے لیے یہ خوش قسمتی کی بات تھی کہ میں ڈاکٹر اسلم سے جسے کامل آدمی کے ساتھ مل سکتی ہر قسم کی اہم ریسرچ میں حصہ لوں اس لیے شکیات جانے بغیر میں نے فرار ہی ہائی ہوئی لیکن جب یہاں آکر کام شروع کیا تو اندازہ ہوا کہ جو کام ہوا ہے، وہ کسی طور بھی انسانی اظہا قیوت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ میں نے ڈاکٹر اسلم کے سامنے اس مسئلے میں احتیاج کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ اب میرے پاس اس کا ساتھ دینے کے سوا اور کوئی آپشن نہیں ہے۔ میں یا تو یہاں رہ کر اس کی مدد کر سکتا ہوں یا ڈاک کے ہاتھوں اپنی جان گنوا کر کسی مقام قبر میں اتر سکتا ہوں۔ ساتھ دینے کی صورت میں ہر گز میرے کاؤنٹ میں ایک پڑی رقم منتقل کر دی جاتی۔ یہ رقم اتنی زیادہ تھی کہ میرے بچائی بچان کے اخراجات پورے ہونے کے بعد بھی اتنا بچا ہاتا کہ جب میں یہاں سے فرار کیا جاتا تو قاسم احمد آدم سے چند کھرا سکتا تھا۔ مجھے یہ بھی پیشکش کی گئی کہ اس خدمت سے فارغ ہونے کے بعد مجھے میری خواہش پر مزید اپنی تعلیم کے مواقع فراہم کیے جانے کے علاوہ کسی کھلی ادارے میں بڑھتیش ملازمت بھی مہیا کی جائے گی۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ ان حالات میں میرے پاس ہائی بھر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اپنی اس رضامندی کے بعد میں پورے بارہ سال سے یہاں ہوں اور مجھے صوبہ کی روشنی تک دیکھنے کا سوچ نہیں ملا ہے۔ بچائی بچان سے ملنے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غورن یا اعریب پر بھی مجھے کسی سے رابطے کی اجازت نہیں ہے اور میں صرف خطوط کے ذریعے انہیں اپنی نگریت سے آگاہ کر سکتا ہوں۔ جہاں میں وہ بھی مجھے خلا لکھتے ہیں اور خطوط کا یہ سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ مجھے یا میری بچائی کو ایک دوسرے کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے کہ ہم کہاں موجود ہیں۔ ان لوگوں نے میری بچائی اور بچان کو ساتھ

رہا اس سے کہیں اور عقل کے مجھ پر یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر
میں کسی طرح یہاں سے بھاگ نکلے تو کامیاب بھی ہو گیا تو
ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتوں گا اس لیے بھاگے کہ میں
تھاں جاری رکھوں اور اجازت پنے پر ہی یہاں سے
اجازت طریقے سے روکا جائے۔ لیکن وہاں کا وہ مہینا اور
سال لے چکا ہے۔ مگر مگر مجھے لگا ہے کہ میں کئی لگانا
سائس لے چکا ہوں دن بھر میں جہازوں کا اور میرے گھروالوں
کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو
گئے تھے اور وہ بچوں کی طرح جھوٹ جھوٹ کر رو رہا تھا۔
"تم نے یہ نہیں بتایا کہ یہاں کسی قسم کی ریسٹریکشن
ہو رہی ہے؟" "اسلم نے اپنے لیے سے ایسا کوئی اثر نہیں دیا
کہ اسے اس کے آنسوؤں نے حاکم کیا ہے اور وہ ان سے
متاثر ہو کر اس کے لیے کسی نرم سلوک کا سہو کر رہا ہے۔
"اگر اس وقت تو مولود بچوں پر توہین کر کے آگیا تاکہ
انکی جلوس میں تیرا دل کرنے کی کوشش کر رہا ہے جس کی ہوسانی
معر تو نظر آئے لیکن اتنی طور پر وہ اس کی حالت میں سے بھی
زیادہ بچو دار اور ذہین ہو۔ اس مقدمہ کے لیے پہلو متلف
اداروں سے وہ سچے حاصل کیے گئے ہیں کا کوئی وارنٹ نہیں
ہوتا اور ان کے نائب ہونے پر احتساب کو کسی قسم کی جواب
دہی نہیں کرنی پڑتی۔ یہاں لاتے جانے والے ان بچوں کی
مردود چاروں سے زیادہ نہیں ہوئی تھی اور اکثر ان پر تلفظ
اور بات کے تجربے کر رہا تھا لیکن بد قسمتی سے اسے کامیابی
مائل نہیں ہوئی اور نہ تجربے سے مرمت ہے۔ اس کا کافی
کے بعد ڈاکٹر نے فیصلہ کیا کہ وہ بچوں پر ان کی پیدائش سے
کسی قسم نادر میں ہی تجربے کا آغاز کرے گا۔ تو مولود بچوں
کے مقابلے میں حاملہ خاتون کا حصول زیادہ مشکل تھا لیکن
ڈاکٹر کی ذہنی طرح اس مقدمہ میں بھی کامیاب ہو گیا کہ میر
بھی اس کا تجربہ جڑی طور پر ہی کامیاب ہو سکا اور جو سچے
ہو رہا ہے وہ ہے تلف ذہین تو ہے لیکن ان میں پر ہی کسی کو
وہ حمل طور پر سچے نظر نہیں آتے تھے۔ پارٹنر کی گونا
ان کی وقت سے پہلے واڈی مومیں لگ آتی تھیں اور وہ ہنس
طور پر بھی بات مرد جیسے جذبات رکھتے تھے۔ کچھ کی قاست
بھی اپنی اصل عمر کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔ سب سے
پڑی بات یہ کہ ان میں سے کوئی بھی جن چار سال سے زیادہ
نہیں تھی۔ گا اور ڈاکٹر کی دوا کی کا سلسلہ جاری رہا۔ اب بھی
یہاں میں ایسے سچے مولود ہیں۔ ان میں اپنی سب سے بڑھ
سے اس اسی حساب سے ڈاکٹر کا چننا بھی ہے۔ اس میں سیکھنے
اور عمل کرنے کی صورت انگیز صلاحیت ہے۔ اس کے علاوہ

چر سے ہے یہ بھی مہسوم نظر آتا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان کی
واڈی مومیں بہت تیزی سے بڑھتی ہیں اور وہ بھی کئی طرح
بھی سب سے زیادہ ہو چکی ہے۔ یہاں ان کی پیدائش کی
بھی صورت کو دیکھ کر وہ بے قرار ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں میں
رکنا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ بہت تھک گیا ہے۔ اس کے
سوال کے جواب دے رہا تھا۔
"یہاں جو صورت موجود ہے اسے ہی اس مقدمے
لے لیا گیا ہے؟" "اسلم نے پھکارنے کے ساتھ اس کی ہر حرکت
دکھن کا پ سا کیا اور زبان کے سنا لے کر اس کی پہلی بکلی
میں ہی جواب دے گا۔
"بچوں کی پیدائش کے بعد ان کی ماں کا کامیاب
ہے؟" "خود پر ہے وہ شدید کرتے ہوئے اس نے اس کے
سوال کیا تو اس نے فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا جس سے
انہوں نے ہولکا مگر مطالعات بہت فرما دیے۔
"تم نے تم سے کچھ بچھارے؟" "خیر نہیں۔
"ان میں سے کچھ تو کئی کے مرثیے سے ڈر کر
اسی جان سے بھاگی تھیں اور کچھ تو ان کے پاس اپنی
مطلوبہ کسی نے ان کے ساتھ کیا سلوک کو پیش کر کے ہے
وہ یہاں سے زندہ نہیں لوٹ سکی ہوں گی۔ ان میں سے کچھ تو
پڑ یاں بھگتے ہوئے نکل چکے۔
"اور تم... تم کو کھلی اپنی جان جاننے کے لیے ان
مکان کے نام میں پہری طرح شامل رہے؟" "اسم کے نام
میں اسکرین پر دیکھا ہوا اور اس نے وہ وہ تھا۔ اب اس نے ہولکا
تجربہ گاہ میں پہری دہلی سے مصروف پایا تھا۔
"میں مجھ کو تھا۔" اس نے اپنی منہاں لگائی۔
"اپنی جان بچانے کے لیے سب کچھ کرنا
مثال دہنا کی طور قابل قبول نہیں ہو سکتا۔" "اسلم نے ہولکا
اس کے چر سے پر خوف کی زد ہی چھائی۔
"تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے... نام خوف میں
نے اسلم کو یاد دہانے کی کوشش کی۔
"مجھے اچھا لگا رہا ہے۔ میں نہیں۔" "تم بھی کوئی نئی
باروں گا اور یہاں زندہ چھوڑ کر پڑاں گا۔" اس کی بات
کاتے ہوئے اسلم نے ایک بار بھرا اپنے۔ اس کی بات
تو وہ راضی ہو گیا۔
"اس قسم کے سچے تیار کرنے کا کیا مقدمہ ہے؟
"نہ وہ سب سے اہم سوال کیا جا رہا ہے اس سے فنانس کی
وجہ کو کھول دیتا۔
"ایک تو ڈاکٹر کی اپنی اپنی اپنی سبب سے فنانس کی

بھی نے ابھی تک نہیں کیا، اور میرے امریکا اور
مکتوبہ مکتوبہ۔ یہاں تجربے کے لیے زیادہ تر ایسی
ان کے بچوں کو استعمال کیا جاتا ہے جن کا تعلیم
بلا ایسے سماج سے ہے جو امریکا اور اسرائیل
میں ہے۔ ان بچوں کی پرین واکٹ کر کے گانا نہیں انہی
بچوں کو استعمال کرنے کا پروگرام ہے۔
"یہاں ہر قسم کی کھلی کھلی ان بچوں کو اہم
تجربہ فراہم کرنے کے لیے اس کی حد سے اہم بھی راز
دیکھ رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی جاری ہے کہ یہ جاسوسی
اور دیگر امور سے ذرا تعلق کے مقابلے میں نہیں
مطلوبہ ہوں گے۔" "اس نے اسے حقیقت سے
تو وہ ضرور آہ مگر گورہ کیا۔ امریکا اور اس کے وطن
میں ایسی کئی کئی ایسی انسانیت کے سدھارے سے
کے لیے لگا ہوا ہے کہ وہ خود کو ہر پاد سے گئے ہیں حقیقت
میں کسی زیادہ پر فطرت اور اہم کوشش کی افغانیات
میں وہ اسے تمام تر اپنی ترقی کے باوجود کسی طور بھی
پہنچا کرتی وقت نہیں گزرا دے جا سکتا۔

کے لیے نہیں ہر بات کی تیار ہے۔ اب تو تم مجھے
کہنے لگا۔ "وہ بھی اس قسم کا ایک ٹیوٹا تھا جسے اپنے
کے لیے بچے نظر نہیں آتا تھا چنانچہ اس وقت میں وہ
اپنی زندگی کی ایک مانتے میں مصروف تھا اور اسے
میں کوئی بھی پرہا نہیں کسی کہ وہ کتنے کون سے جرم میں
میں لگا رہا ہے۔ اس کا سوا کوئی نہیں اور عوارضات اور اس کی
میں کوئی بھی حمایت چھ چھانے کے باوجود وہ اپنے لیے
مطلوبہ تھا۔
"تم نے یہاں سنا ہے یا نہیں کہ پھوڑ جہازوں گا۔ آگے
گئے کہ جہاز سے ساتھ کیا ہوتا ہے۔" "آخر کار اسلم
تھاں ہوا اور اس کی ٹیٹے پر عمل کرتے ہوئے اسے
اپنے ایک نام سے یاد کر دیا کہ پابا لنگ گیا۔ اب ان کا
بھی ایک طرف تھا جس میں ہوا تو تجربے کی تھی۔ وہ
اپنے اہل ہوا تو اسے ہی پوزیشن میں ہوتا ہوا
کچھ دیکھا تھا اور یہ تھوڑا سا شاک ہوا تھی۔ تم
نے دیکھا کہ اس وقت کے تجربے میں تو اسے اٹھ جانا
مطلوبہ تھی کے عام میں اس کی طرف بڑھا اور اس
میں کچھ نہیں جس کے بعد یہ ہمیں جانے ہو گیا کہ وہ
مطلوبہ تھی اور اس کی بڑھ رہی ہے۔ اس کی گوری نیند
مطلوبہ کی دوا کا اثر کئی تھی۔ اپنے ملک کی
کے لیے اس نے اسے آواز دینا دیتے ہوئے

مکرواہ
دوسرے سے ہلا گیا لیکن وہ ذرا سا کسمسا کر وہ پارہ ہو سکتی۔ اب
اس کے پاس اسے زیادتی بگانے کے سوا کوئی چارہ نہیں
تھا چنانچہ وہ مرد مگر بھرتک گیا اور اس میں سے تباہت پانی
کی بھگ لنگر اس پر اٹھیلی دی۔ پانی کا ٹھٹھا تھا کہ
باقا فراسے جھرمجری لے کر اس میں پڑا۔ چند سیکڑوں تک تو
وہ بے تاثر آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھی رہی لیکن پھر اس
کو ذہن نے بچان کے مراحل طے کر لیے اور وہ "اسلم"
پکارتی ہوئی تیزی سے اس کے ساتھ چل گئی۔ وہ اسے اپنی
پاؤں کے حصار میں لے کر وہ اسے ساتھ لے کر اپنے گھر میں
ایک مانتے جا کر وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پائی گئی
اور مسلسل آنسوؤں کے ساتھ رو رہی گئی۔
"تم سے کام لہو یا تو یہی جذبات سے زیادہ ہوش
سے کام لینے کا وقت ہے۔ میں جلد از جلد یہاں سے لنگھا ہو
گا۔ میں نے فی الحال یہاں موجود اثر کو ہوا میں کر لیا ہے
لیکن معلوم ہوا ہے کہ ان کے مزے سا مائی یہاں آنے والے
تھا۔ ان کے آنے سے پہلے یہیں یہاں سے لنگھا ہوگا۔ تم خود
کو سنبھال کر یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو۔ میں ذرا اس
بیشالی تجربہ گاہ کو تیار کرنے کا بندہ ہست کرنا ہوں۔" ماہیا تو کا
تو ذرا سا غبار نکل گیا تو اس نے اسے بھاننے کی کوشش کی۔
وہ مجھ وار اور بھاؤ لڑکی تھی جس نے اپنی چھوٹی سی عمر میں ہی
زندگی کے بہت سے تھیب و لڑائی دیکھ لیے تھے اور ہر طرح
کے حالات سے بھاؤ سی سے کھٹی گئی تھی۔ چنانچہ اس بار
بھی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ اتنی زیادہ جذباتیت کی بھی
شہ پر یہ وہ بھی کہ ایک ماں کی بیٹی ہے اسے وہ توں تک
شہ پر خوف کے حصار میں رہی گئی۔ اسے یہ سوجھیں کھاتی
رہی تھیں کہ ان لوگوں کی وجہ سے اس کے ہونے والے سچے کو
کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ سچے کے باپ کو سامنے پایا تو یہ
سادگی بخش اور غبار آنسوؤں کی نگل میں بہ لگا۔
"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کو جو کرنا ہے کر لیں۔ اتنی دیر
میں میں اپنے یہ کپڑے تبدیل کر کے تیار ہوتی ہوں۔"
سٹھنے کے بعد وہ سٹھوٹ سچے میں اسلم سے پوچھی اور نورانی
بہتر چھوڑ دیا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر اسلم کرے سے
باہر نکل گیا اور وہ تیزی سے اپنا لباس تبدیل کرنے لگی۔ لباس
کی یہ تبدیلی اس کے لیے ضروری تھی کہ اس کی نظرواپائی وال
کر چگانے کی کوشش نے ان کے لباس کو گھبرا کر پاتا اور وہ
رات کے اس آخری پہرے پہنے لباس کے ساتھ بھگن میں نکل کر
خود کو چھار کرنے کا خطرہ نہیں مول سکتی تھی۔ پانٹ سوٹ
تبدیل کر کے ان سے جو لباس پہنا، وہ لڑاؤ اور اپنی

ہائے وہاں کامیابی حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن موجودہ حالات میں بہر حال بھارتی ایجنٹوں کو برتری حاصل تھی۔ ڈاکٹر فرحان کو ان کی سرحدی حدود سے نکال کر لے جانے کی کوشش کی جاتی تو وہ اپنے اختیارات کا پورا پورا استعمال کر سکتے تھے جبکہ پاکستان والوں کو بہر حال سب کچھ چھپا کر کرنا تھا۔ اسے ایک بار یہ بھی تھا کہ گاندھی گرسے سٹی کے لیے لکھے ۱۱۰ آری سٹی کا ٹرک اگر احمد آباد میں رکتا تو بہت سوں کے کان کھڑے ہو جاتے اور فوری طور پر ان کے گرد گھبراہٹ کرنے کی کوشش کی جاتی اس لیے بہتر تھا کہ ٹرک جس روٹ پر لگا ہے، اسے اسی پر ستر کرنے دیا جائے تاکہ فلک کے سوا کچھ پھانسا نہ ہوں۔ ڈاکٹر فرحان کو ایک بار یہ حفاظت سمجھتی پہنچانے کے بعد وہ ان کی بھارت سے واپسی کا بہنو تکہ بندوبست کر ہی لیتے۔ فی الحال تو موجودہ حالات سے نکلنے کا مسئلہ اور چلتی تھا۔ خوش قسمتی سے ان کا یہ ستر تیلے دھونی انہماں کو پہنچا۔ راتے میں کچھ مقامات پر معمول کی چنگھ ضرور ہوتی لیکن ٹرک کی اس اعجاز میں کھائی لینے کی کوشش نہیں کی گئی کہ جبکہ چکر پر سے ٹرک کے کارٹر اترائے اور دھوکھاٹے جاتے۔ طویل ستر نے کر کے وہ بھی کئی حد و میں داخل ہوئے تو شہر پارکوٹھڑا سکون محسوس ہوا اور اس نے عہد الزمن سے رابطہ کر کے اسے اپنی موجودگی سے باخبر کیا۔

”ٹرک جس جگہ لے جایا جا رہا ہے وہاں جانے دو۔“

ابن ابھی وہاں سے تھامسے اور دوسروں کے نکلنے کا بندوبست کرتا ہے۔ اطلاع سن کر عہد الزمن نے اپنے مخصوص اہلکار میں سٹی دلی چنا چھو ایمپٹان سے اس جگہ چکی گئے جہاں ٹرک کو ان لوڈ کیا جاتا تھا۔ اس کام کے لیے اس نے ایک حد تک تو وہاں موجود ٹورنڈی کی مدد لی لیکن جب سٹو اور ڈاکٹر صاحب کے کووار ہونے کی حد آتی تو وہاں موجود دونوں ٹورنڈوں کو کھانٹے سے ہٹا دیا۔

”فکر سے اس قید سے نجات تو ملی... ہائیں اکر مٹی جس ایک پلانٹ میں پڑے پڑے۔“ کارلو بیچے ہی سووار ہونے والے سلوٹے کھر کھر ادا کیا۔ چھٹا ٹرک کے اتر کھڈے بیٹھ ہونے کے ہاں چورنگی اس تک ہی چکے میں چکر کر ستر کرنا ان دونوں کے لیے کتنا تکلیف دہ ثابت ہوا تھا۔ زہراہ کے طور پر رنگی گئی پانی کی بوتل سے انہوں نے پانی بھی سے حد تک قہار میں بیٹھا تھا کہ پانی پینے کی صورت میں اس کے اطراف کا مسئلہ چلی آجاتا۔ اٹھالی جانے والی اس صورت نے سلو سے زیادہ ڈاکٹر فرحان پر اثر ڈالا تھا۔ وہ سلو کی نسبت عمر میں کافی زیادہ تھے اور سب سے بڑھ کر

بازگ نے اس کی تاک میں کوئی ماں نہیں۔ پھر میں انہوں آپ نکل کر کے نکال لی گئی تھی لیکن ہر سال اپنی اس بات نہیں تھا کہ اپنی زندگی تاک سے ساتھ ہو سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے تو اسے آزاد کروانے کے لیے اپنی تاک سے الٹ کر دیکر تک کا قاصد بھی نہ جانے تھی تو جس سے بے نظیر اس کی اس مشکل کا اعجاز اس بات سے گا یہ ہو سکتا تھا کہ وہ بارہ اس جگہ سے بلا نہیں تھا تو نہ حال اسباب تک وہ ایک ویار سے پشت لگائے بیٹھا تھو۔ دیکھا جائے تو اس حالات میں وہی اسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کی جان سے بھاگ نکلنے کی کوشش نے اسلم کو زہرین چکر چھوڑی سے باخبر کیا تھا اور وہی تھا جس نے اس کی ہاتھوں سے چھوڑا ڈاکٹر کے اس کی رہائی کا انتظام کیا تھا۔ اس ضمن کو وہ پہلا نظر کھرا اور ڈاکٹر صاحب نے پندرہ سولہ اپنے کونہ سے برافرا اور اس کو سب سے پہلے زہراہ کو صبر دیا۔ بانی اوجہ پہلی پہنچے تاکہ وہ زہراہ کے قدم دونوں محزوزی دیسے اور ان کا نام۔ میں اس کا عمل کر کے ابھی وہاں آتا ہوں۔ آگے جااتے سے کہ کر سے سے باخبر نکل گیا۔ یہ پانچویں بار ہے۔ پھر اس نکلنے کی تیار کر رہی تھی، ایذا کی کو دیکھنے کی۔ اس کا ڈاکٹر نظر آئے وہ اچھو وہ خاصا خون بہہ جانے لے۔ باٹ بھاگ گیا تھا لیکن بہر حال وہ وہی مسوس اور بے ہوش لگا۔ وہاں جیسا اس نے اسے نکال پور بیٹھے پر پانچویں ایذا کی سہا پہلی ملاقات یاد آئے ہر اس کے کچھ دن پہلے ہی ڈاکٹر نے اس اور یاد آگیا کہ ایذا کی کے کس نے اس کے ہاتھ احساس دہ گیا تھا۔ وہ اپنے محبوب و مرید سے کے ساتھ پچھ پانچے نامور تھا جس سے ایک دوست کی حیثیت سے ایک کلمہ خاک کی ہو رہی تھی۔ مسلسل فکر و سزا کر رہے تھے انہوں نے شاید اس کی یہ کیفیت بھاپ لی پتا پچھریں اٹھانے ہی اصرار سے ہائے لگا۔

”آئی ایم سواری میں آئی میری دل سے اس سے آپ کو چھینا کافی وقت اٹھانی پڑی تھی لیکن نہیں کرتے تھے بہت شرمندہ ہوں اور آپ سے عذر سے پاتا ہوں۔ امیر سے کہ آپ میری مجبوری کو سمجھتے ہوئے مجھے عذر دیں کیونکہ میری ماں بھی بائیں اسلم کی طرف تھیں۔ عورت کی ہرمان لوگوں کی قید میں وہ ستر سے چھوڑنے سے کونہ دینے پر مجبور ہو گئی تھی۔ میں ہوں اور اسلم اس میں قدرت سے زیادہ انسانی اہمیت کی چھوڑتے تصور ہے جو اپنے نہ جانے کس متہد کے سوال کے

بارگ نے اس کی تاک میں کوئی ماں نہیں۔ پھر میں انہوں آپ نکل کر کے نکال لی گئی تھی لیکن ہر سال اپنی اس بات نہیں تھا کہ اپنی زندگی تاک سے ساتھ ہو سکے۔ ڈاکٹر صاحب نے تو اسے آزاد کروانے کے لیے اپنی تاک سے الٹ کر دیکر تک کا قاصد بھی نہ جانے تھی تو جس سے بے نظیر اس کی اس مشکل کا اعجاز اس بات سے گا یہ ہو سکتا تھا کہ وہ بارہ اس جگہ سے بلا نہیں تھا تو نہ حال اسباب تک وہ ایک ویار سے پشت لگائے بیٹھا تھو۔ دیکھا جائے تو اس حالات میں وہی اسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کی جان سے بھاگ نکلنے کی کوشش نے اسلم کو زہرین چکر چھوڑی سے باخبر کیا تھا اور وہی تھا جس نے اس کی ہاتھوں سے چھوڑا ڈاکٹر کے اس کی رہائی کا انتظام کیا تھا۔ اس ضمن کو وہ پہلا نظر کھرا اور ڈاکٹر صاحب نے پندرہ سولہ اپنے کونہ سے برافرا اور اس کو سب سے پہلے زہراہ کو صبر دیا۔ بانی اوجہ پہلی پہنچے تاکہ وہ زہراہ کے قدم دونوں محزوزی دیسے اور ان کا نام۔ میں اس کا عمل کر کے ابھی وہاں آتا ہوں۔ آگے جااتے سے کہ کر سے سے باخبر نکل گیا۔ یہ پانچویں بار ہے۔ پھر اس نکلنے کی تیار کر رہی تھی، ایذا کی کو دیکھنے کی۔ اس کا ڈاکٹر نظر آئے وہ اچھو وہ خاصا خون بہہ جانے لے۔ باٹ بھاگ گیا تھا لیکن بہر حال وہ وہی مسوس اور بے ہوش لگا۔ وہاں جیسا اس نے اسے نکال پور بیٹھے پر پانچویں ایذا کی سہا پہلی ملاقات یاد آئے ہر اس کے کچھ دن پہلے ہی ڈاکٹر نے اس اور یاد آگیا کہ ایذا کی کے کس نے اس کے ہاتھ احساس دہ گیا تھا۔ وہ اپنے محبوب و مرید سے کے ساتھ پچھ پانچے نامور تھا جس سے ایک دوست کی حیثیت سے ایک کلمہ خاک کی ہو رہی تھی۔ مسلسل فکر و سزا کر رہے تھے انہوں نے شاید اس کی یہ کیفیت بھاپ لی پتا پچھریں اٹھانے ہی اصرار سے ہائے لگا۔

وصالی شربت پر مشتمل تھا۔ اس قسم کے میوہ سات سے انہی لوگوں نے فراہم کیے تھے اور وہ عادی نہ ہونے کے باوجود پینے پر مجبور تھی۔ ہاں اس لباس پر بھی وہ اپنا وہ واحد پنا ضرور اوزدگئی تھی جہاں آتے وقت اس کے جسم سے پٹنا تھا۔ اس وقت بھی اس نے وہی ۱۲ سادہ پٹا پہنے کر لیا اور اپنی کچھ کے حساب سے چند ایسی چھوٹی موٹی چیزیں ایک چھوٹے سے بیگ میں جمع کر کے لگی تھیں جہاں کے حساب سے ستر کے دوران کارآمد ہو سکتی تھیں اور جن کا پورا پورا وہ خود پ آسانی اٹھا سکتی تھی۔

اگر اسلم، بارگ کے کر سے بھی مصروف تھا۔ اس نے اس کی الماری میں رنگی ڈاکٹمنٹ اسلمس نکال لی تھیں اور اب بھر پور توجہ کے ساتھ انہیں نصب کرنے کے ستر پڑا کا پورہ ضرور کر رہا تھا۔ ڈاکٹمنٹ کے ساتھ تزار سے ہونے اپنی زندگی کے کئی سالوں میں اس نے سب پتا تجربا حاصل کیے تھے۔ اسلو اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا اور ہاسی کے ماحول کی وی اسکرین پر پٹنے کی بھی سکن سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ دو تین ڈاکٹمنٹوں میں ایسا بھی ہوا تھا کہ یہیں نے کئی اچھی دیواروں والی مشہور وحشی کے اندر گھسنے کے لیے ڈاکٹمنٹ کا استعمال کر کے اپنے لیے راست بنا دیا تھا۔ ایک ضعیفی سیٹی کی خبروں والی ٹوری کا ٹمبر اس سے نہ اٹھا پانے کی صورت میں بھی ٹوری کا وہ اندازہ اڑانے کے لیے ڈاکٹمنٹ ہی کام آتا تھا چنانچہ وہ اس کے استعمال کے عادت تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس وقت استعمال کیے گئے ڈاکٹمنٹ کے محتایے میں موجود اسلمس زیادہ پھیرا اور طاقتور محسوس ہو رہی تھیں۔ ان کو تجربے گا کہ ہر جگہ میں پھیلا چ ہوا وہ اس کر سے تک کٹی گیا جہاں ایذا کی اور اس کے وہ ساگی جانوروں کی طرح جھگرے تھا بیروں میں موجود تھے۔ وہ اس سارے گھسے کے سب سے مظلوم کردار تھے اور وہ بزرگی انہیں کچھ اور بہر ہونے والی تھیں کا حصہ نہیں بنا سکتا تھا چنانچہ بلند آواز میں انہیں ہونے والی کارروائی سے آگاہ کرتے ہوتے ان کے بیروں کے لاک کھول دیے اور یہ مزہ بنا کر آگے سے وہ آزاد ہوئے اور جہاں چاہے چاہے تھا۔ باقی دو تو پھر بہت خوش ہو کر رہی لیکن ایذا کی کے چر سے پھر ایک سردی سڑکا ہوا ہی آگے۔

”کیا بات ہے ایذا کی؟ کیا تم یہاں سے نہیں جانا چاہتے؟“ اسلم نے تلخ لہجے میں اس سے پوچھا۔

”جانا جاتا ہوں لیکن کیسے جا سکتا ہوں؟“ اس نے اپنی تاک کی طرف اشارہ کیا تو اسلم کو اس کا مسئلہ یاد آیا۔

ابھوں نے اپنی زندگی کے کئی سال دریا جیسے دردوں کی تحویل میں گزارے تھے جنہوں نے ان کے جسم سے تمام تر توانیاں بے زنی کی پوری کوشش کر ڈالی تھی اور پانچ سال کے اس عرصے میں ان کی جسمانی صحت اپنی پہلی صحت سے تین گنا زیادہ بڑھ چکی تھی۔ وہ وہ جوان آدمی نہیں رہے تھے جو ملک و قوم کے مفاد کے لیے اپنی تمام تر توانیوں کے ساتھ کام کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ ان کا وہ حال کر دیا گیا تھا کہ وہ بارہ کام کے لائق ہونے کے لیے انہیں ایک عرصہ چاہیے تھا۔ شہزاد نے بڑی محبت اور احترام سے سہارا دے کر انہیں نیچے اتارا اور اس کمرے کی طرف لے گیا جہاں اس عمارت کے شیر کی تختی تھی اور مہرا زمین کی چابوت کے مطابق اس کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں تھا۔ انہیں اسی کمرے میں رو کر اچھا کرنا تھا۔ اس کمرے تک خود کو تھکر کھینے والے شخص نے ہی ان کی راہنمائی کی تھی اور شہزاد کو یقین دہانی دیا تھا کہ یہ شخص باہم سا کاروباری شہر نہیں ہوگا بلکہ ان سارے درد مندوں میں کسی حد تک ایسا ہوگا جو چھائی کی آنتنی کاروبار کرتے۔

شیر کے کمرے میں انچید ہاتھ کی سہرت بھی موجود تھی۔ ان تینوں نے باہمی باہمی اس سہرت سے ناکام و اٹھایا۔ ان کے فریٹس ہو کر وہاں آہستہ تک شیر ان کے لیے ٹانھتے کا بندوبست کر دیا تھا۔ وہ بچہ دار آدمی تھا جو ان کے ہر ممکن آرام کا تو خیال رکھتا تھا لیکن کسی شخص کے سوال جواب کی زحمت میں نہیں ڈرتا تھا۔ ابھی وہ لوگ ٹانھتے کے آخری مراحل میں ہی تھے کہ اطلاع ملی وہ ان کے لیے گاڑی بھیج دی گئی ہے۔ ان تینوں نے پہلو بہ پہلو اٹھنا شروع کیا اور شہزاد کی راہنمائی میں ہی سیاہ شیشوں والی اس گاڑی تک پہنچے جو ایک کن مین اور ڈرائیور کے ساتھ انہیں لے جانے کے لیے آئی تھی۔ شیر سے مصافحہ کر کے وہ تینوں گاڑی کی پہلی آرام دہ نشست پر براہمان ہو گئے۔ سترے گاڑی کی پہلی گاڑی سبک رفتاری سے سڑکوں پر رواں رہا وہاں پہلی۔ پہلی جیسے اہم اور بڑے شہر میں جہاں یہ تینوں ایک بڑی بڑی سڑکوں اور شاہراہوں پر بڑی ہی وقتی تھے وہ تین ٹھکانے منسوب افراد صرف اس لیے مزے سے سڑک کرتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچنے کے لیے وہ سڑکوں کی طرف سے سڑک رہے تھے وہ پہلی کے ایک ایسے خطے کی ملکیت تھی جس کا راجہ انڈیا اور لندن میں تسلیم کیا جاتا تھا۔

”واہ میرے شیر جوانو۔ انہیں دیکھ کر اپنے کو بڑی خوشی ہوئی۔ اپنا پہلی ہی جانتا تھا کہ تم اپنا کام مکمل کر کے ہی واپس لوٹے گا۔“ کوئی ہی پر غیظ میں مہل نے عملی باتیں

سے اس طرح ان کا استقبال کیا جیسے وہ اس کے بڑا بھائی ہوں۔ یہ وہ بھی نہیں تھی جہاں اب تک انہیں سنا گیا تھا۔ دوسری چوٹی۔

”کام کا کیا حال ہے؟“ اس سے معائنہ کرنے کے بعد شہزاد نے سب سے پہلا سوال اپنے راجہ کے پاس سے کیا۔ ”تاک میں لگنے والی گولی کے باعث وہ اسے یہاں چھوڑ کر جہاں پر پھرتا ہو گئے تھے لیکن اس کا یہ بیان بہر حال رہا تھا۔

”وہ ایک دم فرسٹ کلاس ہے۔ ابھی انڈیا میں کراچی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔“ مہرا زمین نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر زمین دلا دیا اور اپنے ساتھ ہی لے کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

”پہلا انڈیا صاحب کے آرام کا انڈیا کر دیا جاتا ہے۔ یہ بہت اچھے ہوئے ہیں۔“ مہرا زمین ان کو ان کے لیے لے کر گاڑی میں آ کر شہزاد کے ساتھ گیا۔ اس سے وہ کہتا تھا کہ یہ تو تم بھی آرام کو سنبھالو۔

انہیں دیکھ کر سہرت ہوئی۔ اس نے اپنی اپنی طرف سے ان کے انکار کو دیکھا جو کچھ بھی تھی۔ ہاتھ پر ہاتھ کر پیچھے ہٹنے کے باعث ہوئی تھی۔ بعد میں اپنے بھرتے اور ہاتھ پر کھولنے کا موقع ملا تو وہ خود نوٹ لکھنے لگا۔ شہزاد بھی اس کی نظرت سے واقف نہ بنا سکا اور نکلنے کے بعد وہ بارہ آرام کے لیے اسرار میں گیا اور انڈیا کے ایک ملازم کے ساتھ خوب گاؤں میں گیا۔

”تمہارے لیے ایک بڑی خبر ہے۔“ انڈیا فرما کر کے وہاں سے جانے کے بعد مہرا زمین نے اپنے چائے کے ساتھ انہیں اطلاع دی۔ شہزاد نے اسے دیکھا لیکن ابھی اس کی بڑی خبر سننے کے لیے بہتر وقت نہیں آتا تھا۔ ”تم لوگ جس بڑی جانک سے کان میں پہنچے ہوئے تھے وہ وہاں ایک حادثہ پیش آ گیا۔ یہ نہیں پتا تھا کہ کون سے کہے ہو اس چوکیدار نے مکان سے آگ کے پھیلنے دیکھے تو شور مچا دیا اور ہانکے انہیں کے مہلوں کو بھاگنے کو کہا۔ اپنے طور پر بھی کوشش کی اور گاڑی لے کر بھی نکلا لیکن آگ بجھانے میں اتنی دیر ہوئی کہ وہاں موجود گاڑی بھی تباہ ہو گئی تھی۔ کوئی بھی گاڑی کی کمانڈر ٹونگ کے حادثے کی اطلاع نہیں لیکن اس کا وہ پک آف تھا۔ حادثے نے جانک کا کردار خود ہی مشکوک کر دیا۔ وہ وہاں سے جانے سے اپنے بھائی کو ابھی نہیں میں ڈال رہا تھا۔ یہاں سے لے کر لیکن اس کے صبر سے اس کے بھائی کی بھی اپنی اپنی

پہنیں نے اپنا تلوں سے پرچہ چھوڑی تو کہیں کسی اسپتال سے
 مانگ کر پتا نہیں ملا۔ گاندھی گھر میں تم لوگوں کی وجہ سے جو
 حالات پیدا ہو گئے تھے اس کے بعد یہ ایک چمکا دینے والا
 واقعہ تھا۔ چنانچہ پولیس پوری شدہ سے مانگ کر تلاش کرنے
 لگی۔ ابھی بات یہ ہوئی کہ مانگ کے کڑی قیام سے گل کر
 اپنے گھر کی طرف روانہ ہونے سے پہلے ہی حادثے کی خبر
 ملنی واپس پر آئی اور میرے آدھیوں نے صورت حال
 واضح ہونے سے پہلے اسے جانے سے روک لیا۔ حالات پتا
 چلنے کے بعد تو اسے جانے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا
 تھا۔ اس لیے اب تک وہ وہاں ہے اور بہت پریشان ہے۔ وہ
 اپنے بچے کے جنازے میں شرکت کے لیے جانا چاہتی ہے
 لیکن ہم اسے روکنے پر مجبور ہیں۔ اگر وہی تو لازمی اہمیت
 کرنی چاہئے گی اور اس کے بعد پولیس کے لیے یہ چاہنا اکل
 بھی مشکل نہیں ہوگا کہ تم لوگوں کو گاندھی گھر سے نکالنے میں ہم
 لوگوں کا ہاتھ ہے۔ بھائی کی بہت طاقتور اہل خانہ ہیں لیکن بھی
 اس طرح کے معاملات میں ان کا پولیس اور ایجنٹوں سے
 کوئی نظروں میں ہونا ہے وہ چاہتے ہیں کہ ان کا نام کسی
 طور سامنے نہ آئے۔ اپنے پاس اس مسئلے کا ایک ساڑھ سالہ تو
 یہ تھا کہ بڑی کڑی کارروائی کی گئی تھی جس سے ایک دہائی تک وہ
 پاس اور نہ سب سے باہر تھیں لیکن اپن نے ایسا کوئی اثر صرف
 اس لیے نہیں دیا کہ تم کو کٹا دیا یہاں تک گئے۔
 ”تم نے اچھا کیا کہ یہاں نہیں گیا۔ مانگ بھاری محسن
 ہے اور ہمیں اپنی محنت کو نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔
 تم بس اتنا کرو کہ جب تک محسن ہوا اسے پولیس کی ہتھی سے
 دور رکھو۔ مجھے امید ہے کہ تمہارے دونوں میں اس سبب کی
 وجہ دور جانے کی تو ہم مانگ کو وہاں سے نکالنے میں
 کامیاب ہو جائیں گے۔ ابھی تو ایک ہفتہ ہی ہم ہاتھ بٹھا رہے
 اور اس نے بہت بگاڑ ڈال رکھا ہوگا۔ وہ وہاں آج آئے تو
 مانگ کو وہاں سے نکالنے کی سوچ۔“

اس نے عہد شکنی کی پوری بات نہایت اطمینان سے
 سنی اور شعوروں سے نوازا۔ حقیقتاً اسے عہد شکنی کی مانگ کو
 گل کر دینے کی تدبیریں بہت طے سے آقا تھیں وہ محسن اس
 لیے عہد شکنی کا ایک توجہ داتا تھا کہ اگر تم کو دنیا کے اوپر
 ضابطہ لگا رہے ہی ہوتے ہیں۔ وہاں لوگوں سے کام نکال
 لینے کے بعد انھیں کا رقصہ رکھنا چاہتا ہے اور مانگ کو ایک ایسا
 کردار تھا جس کی وجہ سے خود انھیں نقصان پہنچنے کا احتمال تھا
 اس لیے اگر عہد شکنی کے قتل کی بات سوچنی ہی تو یہ
 انوکھا نہیں لگتا تھا۔

”ٹھیک ہے، عہد شکنی کا وہ ہے۔ محسن کو یہ خبر
 کہ اس بڑی کامیاب مسئلہ ہو جائے لیکن تم نے اپنی
 ہی کے مسئلے کا کامل سوچا ہے؟ ان کا کہنا ہے کہ وہ
 ترقی کر رہا ہے اور بھائی کی چاہتے ہیں کہ اس کا
 دیا جائے۔ وہ آگے جا رہا ہے کہ وہ ان کے لیے کافی پریشانی
 کھڑی کر سکتا ہے۔“

”اب ہمیں اسی مسئلے پر توجہ دینی ہے۔ اس کا
 بہت اچھی طرح یاد ہے لیکن تم خود سوچو کہ اس وقت
 صاحب کے عہد شکنی سے نکلنے کا انتظام کس کو ہونا چاہیے
 کسی دوسرے مسئلے میں کیسے پھنسا سکتے ہیں۔ اس طرح
 کے لیے حالات اور بھی غراب ہو جائیں گے۔ اپنے بھائی
 مشکل ہے۔ حالات کاروبار دیکھتے ہوئے ہی ہم نے اس
 شرعی مہیاپ کے واسطے سے نکالنے کی کوشش نہیں کی اور
 جسے ہم سے یہ شہر میں لے کر آئے تھے۔“

”وہ بندہ بہت بھی میں کرووں گا لیکن یہ ہمارے
 انگریزوں میں شامل نہیں تھا۔ یہ ان خیال ہے کہ اس کام کا
 نہیں بھائی کی کوسا وضہ چاہئے۔“

”ٹھیک ہے۔ اور میں ان کے بارے میں سوچ رہا
 لے کر آئے تھے۔ وہ تم لوگ۔ تمہارا۔“ وہ بھائی کی بات کا
 مطلب فوراً ہی سمجھ گیا تھا۔ اس کے بعد ان کی بات
 کے گھر کا ردی کرتے ہوئے وہ لوگ اس کی تجویز سے
 بہت بڑی رنج اور جھڑپ سے جو بہت ہی ہاتھ لے آئے
 تھے۔ یہ سارا مال عہد شکنی اور بھائی کی کے پاس
 رکھا ہوا تھا اور ظاہر ہے اتنی دولت دیکھ کر ان لوگوں کی نیت
 غراب ہو رہی تھی اس لیے موقع دیتے ہی ان دولت کو اپنے
 قبضے میں کرنے کی تدبیر بھی سوچنی پڑی تھی۔ شہر بار کے
 لوٹ کے اس مال کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لیے بھائی اس
 سے دستبردار ہونے کو تیار ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ سب
 سے جتنی ۱۵۰۰ روپے ڈاکٹر فرمان نے تھیں وہ ہر حال میں
 یہاں سے زخمی سلامت لے جاتا چلا تھا۔

”میں بھائی کی کو تیار ہی اس آفت کے بارے میں
 بتاؤں گا۔ انہیں دولت کی کوئی کمی نہیں ہے لیکن میں لوگوں کے
 ذریعے یہ کام کر دیا جائے گا۔ انھیں بہت بھاری کوئی
 پڑے گی تب ہی وہ کام پر راضی ہوں گے۔“

”بھائی کوئی
 کے جواب نے خوش کر دیا لیکن وہ اپنی بھائی کے
 رکھنے کے لیے ایسی وضاحتیں دے رہا تھا۔ شہر بار کے
 سے کوئی فرق نہیں چاہتا تھا جس کی بھی وضاحت کا احتمال تھا
 پھر ایک بار پھر کام سے لینے کی خواہش ظاہر کی۔ اس نے

سولنے سب کٹائی کرتے ہوئے اپنے فٹو شاہزادہ کا
 ”انہیں منہ دکھائے۔ وہ ضرورت پڑے ہے۔ وہ کھوتے ہو
 بندہ بہت ہو ہی جائے گا۔“ شہر بار نے اسے تسلی دی لیکن
 حقیقتاً ان تمام پیشہ افراد کے ہاتھوں میں سینہ خود سے بھی
 کھل رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

ایڈی کا وزن زیادہ نہیں تھا لیکن علم نے اس کے
 ساتھ ہی اپنا بیگ بھی اٹھایا ہوا تھا۔ پھر بہت دنوں کی یہ
 آرامی اور آوارہ گردی بھی تھی جس نے جسم سے ہر قسم
 حصن بھر دی تھی چنانچہ اس کے جسم کی بڑی کھیرا چھٹا سا
 محسوس ہونا تھا لیکن وہ اسے نیچے نہیں اتار سکتا تھا۔ ایڈی
 اپنی زخمی ٹانگ کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں تھا اور ان کے
 سامنے طویل وشار مسافت تھی۔ یہ ایڈی ہی تھا جس کی وجہ
 سے وہ اپنا نو سمیت زہر زین تھوڑے پگاہ سے نکلے جس کا
 ہاتھ تھے اس لیے ایڈی کو سب سے زیادہ دگر چھوڑ دینے کا
 سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔ اسے ہاتھ کی طرف سے بھی مگر
 اتارنی تھی۔ وہ جس حالت میں تھی اس کے لیے یہ شقت بہت
 کڑی تھی۔ لیکن کا یہ سڑکی سیدھی ساوی شاہراہ پر چلنے
 نہیں تھا۔ یہاں قدم قدم پر کادھیں اور دشواریاں تھیں۔
 کہیں راستہ بھاری تھا تو کہیں زمین اس حد تک نرم کہ پاؤں
 دھس جاتے۔ زمین پر بھی جھکی تھیں پھندے کی طرح
 جڑوں سے لپٹ کر قدموں کو بکڑتی تھیں تو جڑوں کی
 سرسبزیت کے ساتھ ہی قریب سے کسی خطرناک سانپ یا
 جانور کے گز رہانے کا گمان ہوتا تھا۔ اس سب کے باوجود وہ
 ہاتھ بہت ہمت اور بندہ حوصلے سے آگے بڑھ رہی تھی کہ
 اچانک ہی برقی طرح لاکھڑا کر گئی۔ اس سے وہ قدم پیچھے
 چلے اسلم نے فوراً ایڈی کو پیچھے اتار دیا ہاتھ کی طرف لگا۔
 وہ دونوں بے گری ہوئی ہولے سے کرا رہی تھی اسلم نے دیکھا
 کہ اس کا دایاں پاؤں ایک تیل میں اچھوٹا تھا جس کی وجہ
 سے وہ گر گئی تھی۔ اس نے اپنا بھرتا لگا کر تیل کو کاٹا اور پھر ماہ
 ہاتھ کے اس گھٹنے کی طرف دیکھا تھے وہ بکڑ کر کھینچی ہوئی تھی۔
 گرنے کی وجہ سے اس کا گھٹنا گھل گیا تھا اور گھٹنے سے
 پھٹ جانے والے ٹکڑوں میں سے خون کی سرخی نظر آ رہی
 تھی۔ اس کا خون پختہ دیکھ کر اسلم کے دل کو دھچکا لگا۔ ہاتھ
 وہ عورت تھی تھے وہ عیش چلوں کی بیچ سے پھٹا تھا چاہتا
 تھا۔ جس نے اس کے اندر وہ بارہ زندگی بیچنے کی جاہت پیدا
 کی تھی اور جس کی خاطر وہ اپنی تمام تکریمیں اور دشمنیاں
 فراموش کر چکا تھا لیکن جب سب کی تھی کہ اپنی تمام تر خواہش

تھیو اور پکی کا ہونا اور ایسا تھا کہ چوری قوم کو اس پر ماتمی ضرورت تھی۔

”میں جانتا ہوں کہ جمہاری حیثیت کی ہے لیکن کچھ چھوٹی چھوٹی کامیابیوں سے سکون نہیں جتا اس لیے خود بھی تمہارے لیے ایسے کامیابی کر رہتا ہوں جن سے تمہاری اولاد میں کی سکنین ہو سکتے۔“ ڈیپٹن نے یہ بیان شروع کیا تو جاوید علی اہرٹ ہو کر بچھ گیا اور اس کی بات نور سے سنتے گئے کیونکہ اس بات سے ظاہر تھا کہ اس کے لیے کوئی کام لگایا ہے۔

”کچھ پر پہلے ہی مجھے اطلاع ملی ہے کہ جمہارت سے چہرہ اسے سے ہمراہ ایک کنٹریز پاکستان لایا جا رہا ہے۔ یہ اصطلاح جاوید پر اور بلا تک تیز ہے کہ اس کا معنی میں کھینچنا ان وقت گروہوں کی چاہی کر دے گا جس کا مقصد ہی پاکستان میں جمہاری ویرا دی کھیلا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس اسٹے کو پاکستان کے مختلف شہروں میں پھیلنے سے کئی ہی سرحد پر روک لو۔“

”میں حاضر ہوں سر۔“ ڈیپٹن کی بدانت کریں نے کسی فون کی کسی مستعدی ڈرا بہ اور اسی سے جواب دیا۔

”بارڈر پر اس مسئلے میں ملاحظہ کرنا ہوا کہ کوئی تھیو اور نو لوگ اپنے طور پر ہونے لگی رہیں گے لیکن یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ کسی بھی قسم کی اسٹیکٹ کرنے والے اپنے درجوں چھوڑنا سوتوں سے واقف ہوتے ہیں جن پر قانون اور فوج کی نظر نہیں ہوتی۔ میرا مشورہ ہے کہ اسٹے سے ہر اور کنٹریز بھی ایسے ہی کی راستے سے پاکستان لایا جانے کا اور زمینیں پر حال میں اسے بکرا ہوگا۔“ ڈیپٹن نے اس پر زور دیا۔

”آئی دل فرامی مائی بیسٹ سر۔“ بھاب میں جاوید علی نے اسے عقین دہانی کر دئی اور اس معاملے میں اپنی چھٹی دلچسپی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا۔ ”کیا اس مسئلے میں آپ کے پاس کوئی کلیجہ ہے سر؟“

”بھگہ خاص نہیں۔ بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ اسٹریٹس میں کنٹریز سے لایا جا رہا ہے، وہ جمہارت کے ایک ایسے فروٹ قلم کا ہے جس کا ناکہ کھنی کا ایک بہت بڑا فنڈ اٹھک بتایا جاتا ہے۔ اس کنٹریز میں بھلا بہ فروٹ ہی ہوں گے لیکن خفیہ قانون میں اسٹریٹس چھپا دیا گیا ہوگا۔ اس اسٹے کے لیے جمہارت چاکر چھوڑی انکار عالم نے اسٹک سے لیا کی ہے۔ وہ خود تو فی الحال کھیتی میں ہی ہے لیکن یہاں ظاہر ہے کہ اس کے آدمیوں میں سے ہی کوئی اس معاملے کو دیکھے گا۔ جمہار سے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے ایک بڑے نیلے کاپڑ کا انتظام کر دیا ہے جو زمین لے کر کسی قریب سرحدی گاؤں تک

پکھلایا ہے۔ اس کام کے لیے تم اپنی برادری کو سب سے پہلے ہوا اور اس کے علاوہ بھی جس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ ڈیپٹن نے ... علیحدگی کے ساتھ اس صورت حال سے آگاہ کیا۔

”حقیقت میں جمہارتی سب سے بہتر شہر نور میں کھیلوں گا لیکن ہو سکتے تو آپ میرے لیے ایک ایسے سسٹم کا انتظام کریں جو جمہارت اور پاکستان کے درمیان ہونے والی اسٹیکٹ سے منسلک ہو۔۔۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ راستہ نیک رسائی کے لیے ایک ایسے راستے سے گزر کر رہی راہنمائی نہیں کر سکتے گا۔“ اس نے اپنی خوش خیالی کی تو ڈیپٹن کے ہوتی ہی ہنسنے لگا۔

”دو ہی ناکس دو ہم نے بالکل ٹھیک سوچا ہے۔ اسی کا بندہ بہت ہوجائے گا لیکن ظاہر ہے وہ آدمی نہیں اس وقت سے کہ جب تم سرحد کے قریب پہنچے گے۔ ایک دو تین کاکلی مقامی بندہ ہوگا۔“ جاوید علی کو سہانے ہونے اس نے اسے بھاب دیا۔

”میں زیادہ راست کسی سرحدی گاؤں تک نہیں جلی گاؤں سے جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ اچھا۔ گاؤں میں نیلے گاؤں اترنے سے لوگ بڑے ہو جائیں گے اور وہاں کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہماری آڑ زیادہ سے زیادہ ہو۔“ ڈیپٹن نے کاپڑ میں جاوید کے پاس کوئی ناکہ لگا دیا۔ ”پاک فون کا ایک نیلے گاؤں پر جاؤں کی ضرورت کا سامنا نہ کر رہا ہوں جا رہا ہے اس لیے کسی کو کھف بھی نہیں ہوگا کہ نیلے کاپڑ میں کس کو سہارا ہے۔“ سیکڑ ہونے کا جوتہ دیتے ہوئے وہ خود پر ہنس کر مسلمانانہ حاکمہ لے چکا تھا چنانچہ اسے نکل دی اور ... ڈیپٹن کو لگا ہوا۔

”نورس۔“ جاوید علی نے جواب دیا۔

”میں تو بھر جا رہی کرو۔ آؤدہ کھتے بعد تمہاری دعائی ہے۔“ اس نے گویا جاوید علی کو ملاقات کے اختتام کا اشارہ دیا۔ جاوید علی انکار اور اسے سہانے کرتے ہوئے اپنے نیک لپٹی نیک میں وہ زمین اظہار کو کھلی کر سکتا تھا۔ ان زمین کے علاوہ اسے حریف افراد کی قوت کی ضرورت پڑتی تو وہ سرحد پر تیجہات فوج کے جوانوں میں سے کسی سے رابطہ کر سکتے تھے لیکن ایسا انتہائی صورت میں ہی کیا جاتا ہے کیونکہ یہ انتہائی ایک انتہائی خفیہ ادارہ تھا جس کے بارے میں کوئی قوت نہ تھی کہ کو معلوم نہیں تھا اور اس فوج کے ہی چند خاص اہلے داروں کا ... کے بارے میں آگاہی تھی۔ یہ ایک لپٹے

ہی حواشی کے لیے ایک کارڈ ضرور جاری کیا ہوا اور اس کے علاوہ ہوا تھا کہ ایک ایسے ادارے سے منسلک ہیں جو ملک کے لیے بہت سے اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتے ہیں اس کارڈ کا استعمال انتہائی حالات میں ضروری تھا اور ایسی نی کوئی کورجان اسے وہ یہ دکھانے کے لیے استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

”کھٹ کر رہے میں جاوید علی کو کوئی مشکل پیش نہیں کی ہے ایک تو مسلمان ہی تھا۔ باقی دو بھی وہ نہیں کر سکتے اور یہ جوش کبھی جاتے تھے۔ ان کا مطلب اور دیگر سامان پہلے ہی ڈیپٹن کے سگم کے ساتھ لایا گیا تھا۔ جاوید علی نے بس ایک نظر اس سے لگا دیا اور اس کے کر دیا کہ اس میں ان کی سرحد سے موجود ہے۔ ٹھیک آؤدہ کھتے بندہ وہاں سے گئے تھے۔ منزل تک پہنچتے تھے ان چاروں نے اس وقت ان مشن کو دیکھنے اور ان پر ہنست کرتے تھے۔

”میں زیادہ راست کسی سرحدی گاؤں تک نہیں جلی گاؤں سے جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ اچھا۔ گاؤں میں نیلے گاؤں اترنے سے لوگ بڑے ہو جائیں گے اور وہاں کی کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ہماری آڑ زیادہ سے زیادہ ہو۔“ ڈیپٹن نے کاپڑ میں جاوید کے پاس کوئی ناکہ لگا دیا۔ ”پاک فون کا ایک نیلے گاؤں پر جاؤں کی ضرورت کا سامنا نہ کر رہا ہوں جا رہا ہے اس لیے کسی کو کھف بھی نہیں ہوگا کہ نیلے کاپڑ میں کس کو سہارا ہے۔“ سیکڑ ہونے کا جوتہ دیتے ہوئے وہ خود پر ہنس کر مسلمانانہ حاکمہ لے چکا تھا چنانچہ اسے نکل دی اور ... ڈیپٹن کو لگا ہوا۔

”نورس۔“ جاوید علی نے جواب دیا۔

”میں تو بھر جا رہی کرو۔ آؤدہ کھتے بعد تمہاری دعائی ہے۔“ اس نے گویا جاوید علی کو ملاقات کے اختتام کا اشارہ دیا۔ جاوید علی انکار اور اسے سہانے کرتے ہوئے اپنے نیک لپٹی نیک میں وہ زمین اظہار کو کھلی کر سکتا تھا۔ ان زمین کے علاوہ اسے حریف افراد کی قوت کی ضرورت پڑتی تو وہ سرحد پر تیجہات فوج کے جوانوں میں سے کسی سے رابطہ کر سکتے تھے لیکن ایسا انتہائی صورت میں ہی کیا جاتا ہے کیونکہ یہ انتہائی ایک انتہائی خفیہ ادارہ تھا جس کے بارے میں کوئی قوت نہ تھی کہ کو معلوم نہیں تھا اور اس فوج کے ہی چند خاص اہلے داروں کا ... کے بارے میں آگاہی تھی۔ یہ ایک لپٹے

کا ہے۔“ اس کے لیے جس پکا سا فرقہ تھا۔ شہار سے یہ بات پند نہیں آئی گی کہ بارڈر سے اسٹیکٹ کے معاملے کو دیکھنے کے لیے سرحد سے لوگ بھیجے گئے تھے۔ یہ ایک طرح سے انہیں نابل کبھے جانے کے حوالہ تھا۔

”ٹھیک ہے، ہم اسے چیک کر لیں گے۔ آپ یہ بتائیں کہ ہمارا مطلب یہ آدمی یہاں کئی کیا ہے یا نہیں؟“ میجر اسد کا توجہ سچے پر لگانے چکی کے انکار کی کچھ نظر انداز کرتے ہوئے اس نے اپنے مطلب کی بات کی۔

”جی ہاں، وہ موجود ہے۔ نورس۔۔۔ ملک کو لے کر آؤ۔“ میجر اسد نے اسے جواب دینے کے ساتھ ہی اپنے ماتحت کو حکم دیا۔ فوراً ہی ان کے سامنے نظر گیا چالیس سال کا ایک لپٹا لٹکا اور گونا گونا آدمی چل کر دیا گیا۔ یہ ملک بھان تھا جہاں اپنی مٹی موٹوں اور ڈالٹی کے باوجود خاصا چہرہ لگ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں تک آتے ٹھکرالے ہال بھی اس پر بڑے نہیں لگ رہے تھے۔ اس نے کلف گئے۔ خفیہ شہور نہیں پر عمر کی رنگ میں چار خاصا نماز سے آؤدہ کی مٹی اور یوں میں چلے کی کئی چیزیں لگی۔ اس کی انہیوں میں موجود آؤدہ میں جڑے نیچے کئی خاصے پیش قیمت معلوم ہوتے تھے۔ کچھ طور پر وہ خاصا خاصیت کا کلف تھا اور کسی

انگھر سے زیادہ زمیندار یا سردار محسوس ہوتا تھا۔

”اسلام میکم۔۔۔ فرمائیے کیسے خام کو یاد کیا؟“ میجر اسد کے تعارف کروانے پر اس نے جاوید علی سے پوچھا کہ اعزاز میں مصافحہ کرتے ہوئے وہ دریافت کیا۔

”ہم تم سے ان راستوں کے بارے میں جانتا چاہے ہیں جو غیر قانونی طور پر سرحد پار کرنے والوں کے استعمال میں رہتے ہیں۔“ وہ سیدھا مطلب کی بات پر آیا کیسے سن کر ملک بھان نہیں پڑا۔

”بڑی عجیب بات ہے۔ قانون کے دکھانا ایک مجرم سے اپنے مقصد کے لیے مدعا لگ رہے ہیں۔“

”صرف یہ سوچ کر کہ ملک بھان ہے ملک ایک اسٹیکٹر ہے لیکن ہے تو پاکستانی جو پاکستان کو مانی نقصان تو پہنچا سکتا ہے لیکن اسے تباہ ہوا نہیں دیکھ سکتا۔“ اس نے ملک بھان کے خطر کے جواب میں ایک چنڈا ڈار کیا جس کا اثر اس کی آنکھوں کے بدلنے کے اثرات کی صورت میں ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ ملک بھان اپنے وطن کی حفاظت کے لیے جمہاری ہد کرے گا۔ آپ بتاؤ کہ آپ کیوں ایسے راستوں کے بارے میں جانتا چاہے ہو؟“ اس نے گویا اپنے عقائد کا صفحہ پر اسے دیا۔ اس وقت وہ دونوں ایک ٹیبلے میں

تاہم ملکہ میں غماص ہو گئے تھے۔ سلطان اور اپنے باقی دونوں ساتھیوں کو اس نے شکر امد کے ساتھ اس کشمیر کا چکر لپٹنے کے لیے بھیج دیا تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ بکھوہ و گل اشک فروغی قادم کے گل لے کر آیا ہے۔ ملک کی آبادی یا کہ اس نے اسے دے آ گا کروا دیا۔

"نہیں، یہ ممکن نہیں۔" اس کی بات سن کر ملک نے زور زور سے ہنسی میں کہا۔

"کیوں ممکن نہیں؟ ہمارے پاس پکی خبر ہے۔" اس کے آثار پر جاہ رومی نے تڑپ لگے جس پر استدلال کیا۔

"دیکھو مرقی امیں ای ملائے میں پیا ہوا ہوں اور یہاں کے ہر راستے کو اپنے قہوں کی پیروں کی طرح پھینکا ہوں۔ یہ ممکن ہے کہ انکی بہت سی ہمیں لگا جہاں سے وہیں طرف کی فوجوں کی نظر میں آئے بغیر سرحد پار کی جاسکتی ہے لیکن یہ کوئی باقاعدہ راستے نہیں ہیں۔ ان راستوں پر سفر کرنا بھی کوئی پیمانہ کاکیل نہیں ہے۔ پڑی صارت اور کی واری کی ضرورت ہوتی ہے اور ذرا سی غفلت سے بندھو اپنی جان سے جاتا ہے۔ پورے اپنے نہیں ہیں کہ ان سے کوئی کشمیری یا پڑی گاڑی آرام سے گزارہ نہ کرے اور کی نظر میں نہ آسکے۔ ہم اور ہمارے جو لوگ ان راستوں پر سے گزرتے ہیں وہ زیادہ تر کھوٹے اور پھراستہل کرتے ہیں یا کچھ بھی بھی سینگ ہو جاتے پر جب استعمال ہو جاتی ہے لیکن کسی کشمیر کا آہٹ نہیں ہے۔" ملک بھان نے اپنی بات کی وضاحت دینی کی تو جاہ رومی صوفی صوفی پڑ گیا۔ یہ شخص ان بات کی کردہ تھا تو پھر حقیقت کیا گئی؟ کیا آپ کو اطلاع ملے کہ وہاں اطلاع ملے تھی؟ لیکن اس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہی تھی کسی بھی اطلاع پر شکر و بھنا ہرگز اسے اور اس کے ساتھیوں کو انکی دور نہیں دوڑا سکتا تھا۔ وہ بھی جانتا تھا کہ اس معاملے میں صرف سرحدی علاقوں پر نگاہ کرنے کے بجائے انہیں کیوں بھیجا گیا تھا۔ اسے کی اس دلیل میں چھوٹی تھی ملکہ تھا اور اگر وہ اسے پلانے میں کامیاب ہو جاتے تو چھوٹی جیسے ملک دشمن کے خلاف ایک اہم شہوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

"میرے بات کا چین کر میں سر! اگر مال کسی کشمیری میں آ رہا ہے تو پھر وہ کبھی سے گزارہ گا۔" اسے خاموش دیکھ کر ملک بھان نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیسے؟ یہاں یہ اتنی پڑی خاموشی کی تاہم ہے۔ یہاں اکتالیس سے سبیر کشمیر چپے گا تو کیا پلانہ نہیں جانے گا؟" اسے چین کرنے میں تامل تھا۔

"میں بھی نہیں جانتی ہوں جاتی۔" اس نے کہا۔

ملک بھان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ستر مڑھن کھا تو وہ چپک گیا۔ "کیا مطلب؟"

"مطلب صاف ہے۔ اتنی پڑی میں کوئی پھول سوتی رقم تو نہیں ملے گی اور جو لوگ پڑی رقم خرچ کر سکتے ہیں، وہ ان کو پلانے کا پورا بندہ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کڑوڑوں کا مال بھانے کے لیے اگر بندہ کھوہ ہوتا ہے تو اسے کرنے پڑ جائے تو کوئی کھانے کا اور نہیں کھانے کا اس کی سستی خوراک میں جا رہی کو کھانا پکانا ہی نہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ اس میں کوئی شہر نہیں ہے؟" ملک نے کہا۔

"وہ اچھا پھل ذکر ہے۔"

"میرا بھی مطلب ہے کیونکہ یہاں کوئی شہر نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ ان کے ساتھ بھی خاموشی اور تامل کی بزا روں ضرورت میں ہی ہوتی ہیں۔ کسی کسی صورت کے ہاتھ میں فرض کا سوا ہوا ہوتا ہے یہ ممکن نہیں ہے۔ "ملک کی بات انکی سٹی نہیں پر چین کرنے کو نہیں کھانے پکانے ہی ان کی حیثیت سے لگا بھی نہیں کہ جاسکتا تھا۔ ان وقت سلطان وہاں آ گیا۔

"پلانہ؟" اس نے پتھروں میں اس طرف دیکھا۔

"کشمیر میں کچھ نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ اگر اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔" اس نے وہی اصرار اپنی بات کو امید تھی لیکن شکر امد پہلے ہی پڑ گیا تھا کہ کشمیر پھلے سے اسے سلطان کے تاثرات سے متاثر ہو کر آ گیا تھا کہ اس کے پاس کوئی اہم خبر ہے۔

"تم یہاں کتنے ملک... میں... کوئی نہیں ہے۔"

"کرنا ہوں۔" وہ کچھ گیا کہ سلطان کے پاس کوئی خبر ہے۔

اسے ملک کے سامنے ظاہر کر کے اسے سنایا ہے۔

ملک کو جو پھوڑ کر خورشید سلطان کے سامنے رکھی گئی وہ اسے ہلے ہوئے ایک شہباز رنگ گھٹے میں رکھی تھی۔

"پاس کچھ نہیں ہے؟"

"کشمیر کی علاقہ کے دور ان میں انہیں نہیں ہے۔"

میں آئی گئی جیسے سزا دیکھ کر ملک نے کہا۔

"وہ کیا؟"

"مکلی بات یہ کہ کشمیر میں کسی شہر نہ پلانے جاسکے جس جو فی الحال خالی ہیں۔ ان علاقوں کے ہاں کھوکھری اور پانچہر کا موقف ہے کہ بعض اوقات اشک صاحب یا رنی سے بعض ساز و سامان جیسے زراعت وغیرہ ایک کچھ دوسری جگہ پہنچانے کا کنٹریکٹ کر لیتے ہیں اس وقت جب...

جی میں اور کسی کو امرانہ ہی نہیں ہو پانا کہ چلوں سلطان میں اور بھی کچھ جا رہا ہے، اس طرح مال پھول تک پہنچتا جاتا ہے۔"

"اس بات سے وہ نصیحت اپنے اسلحہ ہونے کا کر رہا ہے۔ اسے اسی الزام میں گرفتار کر لو اور اتنی گرفتاری کا کچھ بھی اگر ہے۔" سلطان کی بات نے اسے استغشاہت چکاتے ہوئے غصے سے کہا۔

"اسے پھیل کوئی قیمت نہیں ہے اور اسے وہ آرام سے کھڑا ہے۔ اگر ان لوگوں کو گرفتار کیا آسان ہوتا تو ملک بھان جو اکتالیس کراچی کے علاقے آرام سے ہم سے مذاکرات کے لیے آکر کھڑے ہوتے جانتے ہیں کہ وہ اسلحہ ہیں کوئی قیمت نہیں ہے۔ اس سے اس کے ہاتھ ان لوگوں میں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے ان کے جوش کے لحاظ سے میں سے اسے کچھ کہہ دیا۔" وہ اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر شہر قروٹ قارج سے لگتے ہوئے اس پر واقعہ اس قادم کے نام کے اسلحہ چکاتے ہوئے اس کشمیر میں ضرورتوں لانے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض ہیں یہ اشک فروغی قادم کے اسلحہ چکاتے ہیں اسے بھی اس لیے بھی نہیں ہے۔ بڑے قہر میں اس بات کا سامنا کر رہا ہے۔ یہاں صرف اکتالیس ہیں۔ میں اسے اس میں سے ایسا اکتالیس لاش کرنے میں کامیاب ہوں جس پر اشک کے معاملے آنند فرست کر چکا ہوا ہے۔" سلطان کا یہ اختلاف خاصا حسنی تھا جس نے تیری مشکوک بات بھی بتا دی۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔ اسے اس کی طرف ہلکے سے دیکھا۔ اس نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

"میں نے تو کہہ دیا تھا کہ اس میں اتنی ہی ہے۔ اس میں اسے کسی بھی شکل میں نہیں ہونے ہیں۔" سلطان نے کہا۔

تجربہ کار تھا۔

"باہل، ایسا باہل ممکن ہے۔" سلطان نے اس کی تائید کی۔

"میرے خیال میں اس مسئلے میں ملک داری مدد کر سکتا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔" وہ سلطان کو لے کر وہاں اس جیسے کی طرف چلا گیا جہاں ملک بھان اس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

"ملک! یہ بتاؤ کہ تم ہمارے اس طرف کسی آنند فروغی قادم کے بارے میں جانتے ہو؟" اس نے جیسے کے اندر جاتے ہی ملک سے سوال کیا۔

"باہل! جناب! یہاں اس طرف ہی تو ہے۔ سرحد سے سب سے قریب آنند فروغی قادم ہی پڑتا ہے۔" ملک نے ان کے خیال کی تصدیق کرنی اور یہ واضح ہو گیا کہ کسی کسی طور پر چھپتی ہو جانے کی وجہ سے آنند فروغی قادم پر کشمیر روک کر اس سے اسلحہ اسلحہ اس کی تک پہنچاؤ کیے گئے۔

"ابھی یہ بتاؤ کہ اگر آنند فروغی قادم اسلحہ اسلحہ کیا ہونے والے ہیں اسے اس کی اندر بیٹے سے اسے اس سے لگے؟"

"کیوں نہیں، ہمارے یہاں تک کا قاصد ہے ہی اسلحہ کو بھی مشکل ہو۔ یہاں کسی کے قاصد ہونے کی صورت میں ذرا تھم کر کسی دوسری پڑی گاڑی میں بھی سہائی کی جاسکتی ہے ورنہ عام روایتی طریقے تو موجود ہی۔ پھر، اگر وہ کچھ کھوڑے سب اس کام کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ آنند فروغی قادم سے یہاں تک کا قاصد جو کہ ساتھ لے کر لیتا ہے ان چاندوں کے لیے باہل بھی مشکل نہیں ہے۔" ملک کے جوابات ان کے خیال کی تصدیق کرتے جا رہے تھے اور انہیں اس کے لیے بھی بہت کچھ سوچنے کا موقع مل رہا تھا۔

"یہاں اس علاقے میں کون ہو سکتا ہے جو آنند والی سپاہی کو وصول کرے۔ ظاہر ہے یہاں تک مال آننے کے بعد سرحد حاکموں میں نہیں بکھلی جائے گا۔ یہاں آننے کے بعد مال کی آگے سپاہی کے لیے کسی مقامی بندے کی مدد کی ضرورت پڑے گی۔" وہ باہل صحیح خطوط پر سوچ رہے تھے۔

"یہاں صرف وہ بندے ہیں جو اسلحہ دیکھ کر اسلحہ میں اٹاوا لیں اور جا رہے ہو کبھی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ آگے مال کی سہائی کے لیے انہیں وہ اسے کسی ایک سے معاملہ لے کر لیا گیا ہو گا۔" ملک بھان نے پورے اصرار سے جواب دیا۔

"ان دونوں بندوں کے نام بتاؤ۔" جاہ رومی نے فوراً اطلاع دیا۔

ان میں سے ایک تو اطمینان بخش ہے جو ہر ماہ
والے گاؤں میں ہی رہتا ہے۔ دوسرا ملک تو قریب ہے لیکن اس
کا گاؤں یہاں سے ڈرا اور چتا ہے لیکن ہے سرحدی پٹی
کے ساتھ ہی۔ وہ ان لوگوں سے پورا تعلق کر رہا تھا۔

ایک اور اہم سوال... جو فروٹ بھارت سے آیا
ہے، اس کی پہچانی یہاں کس نے مٹوائی ہے؟ ظاہر ہے اسے
کے اسٹور خود ڈرائیوٹ چال وغیرہ مٹوانے سے ہے۔ اس
قسم کی چیزوں کے بیچ پار کے لیے ایک بھارت اور کھانا
کی ضرورت ہوتی ہے جو ظاہر ہے کوئی ایسٹے کا ڈپلر تو فراہم
کرنے سے روز لانا کوئی کاشت کاری یا پہاڑی سے حاصل
ہندو ہی پر کام کر سکتا ہے۔ جاوا چلی نے خاص طور پر سوال کیا۔
اب تک ان کا سارا ڈور اسکل ہو کر آئے وہ اپنے ایسٹے کی
پڑا پٹی پر ہی رہا تھا اور وہ اس بات پر غور کرنے کی زحمت
نہیں کر رہے تھے کہ اتنی بڑی مقدار میں آنے والے پھل
یہاں کون وصول کرے گا؟

میں اس بار سے میں تمہیں سے کچھ نہیں کر سکتا۔ اس
طرح کے کام یہاں بہت لوگ کرتے ہیں۔ بڑا اچھی زبرد
ڈیکھتے ہیں و س سے لے کر فریٹ فروٹ، سبزیاں اور ذرواتی
فروٹ تک جس چیز پر بھی پرافٹ ملنے کی امید ہو، اس کی
اسٹاک دووں طرف سے ہی ہوتی رہتی ہے۔ پھلوں اور
سبزیاں کی اسٹوریج اور انھیں محفوظ طریقے سے آگے بٹھانے
کے لیے یہاں دو چار بندے ایسے لگائے جوں کے پاس سارا
الکام ہے۔ یہ لوگ خود بھی ڈرائیوٹس اس بیچ پار میں حصہ لیتے
تھا اور دوسرے بیچ پاروں کو بھی معاوضہ کے کر یہ کھانا
فراہم کرتے ہیں۔ تم اپنے مطلب کے بندے کے بارے
میں چاہتا چاہتے ہو تو سیدھے سیدھے کنٹینر کے ڈرائیوٹر سے
پوچھو کہ وہ فروٹ کی یہ پٹائی لے کر کس کے پاس پہنچے گا۔
تک بھان نے ڈرائیوٹس سے اس کے سوال کا جواب دیا۔

وہ میں معلوم کر چکا ہوں۔ اس کا کام اسحاق علی
ہے۔ سلطان نے درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے بتایا تو
تک بھان کی آنکھوں میں ہنک آئی۔

اسحاق علی تو اچھا خاصا بڑا زمیندار ہے اور ہم میں
سے کسی کی سرپرستی بھی کرتا ہے۔ میرے خود بھی اس سے اچھے
تعلقات ہیں لیکن یہ تعلقات کا وہ باری نہیں ہیں۔ میں کسی کی
سرپرستی کے معاملے آزاد رہ کر اپنے زور و بازو پر کام کرتا زیادہ
پندرہ گز ہوں۔ البتہ تمہیں یہ بتانا چاہوں کہ اسحاق علی کے
اخریاب اور تو قریب دونوں ہی سے بہت اچھے تعلقات ہیں اور
ان میں سے کسی کو دیکھنا ہی کی ہی نکت سے یہ کھپ آری

ہوگی۔ تک بھان ان کے لیے کتنا ہوا...
اور اس نے انہیں ان کی تمام ضرورتیں...
کے فراہم کر دی ہیں۔ اتنی مدد و شایستگی...
گردانی اہل لشکر ہو چکا تھا۔ انہیں...
تک بھان نے کہا... تم نے...
میں آگے بھی تمہارے تھکان کی...
الٹا ایک کام کرو۔ اپنے...
اتنے لگا دو کہ وہ ان راستوں کی...
پارہ اور جانوروں کے...
کوئی اطلاع ملے تم مجھے...
میرے سامنے لیج لیں گے۔

جاوا چلی نے فوراً ہی قسمت کھلی...
کے اور تک کے درمیان رابطے کا...
تک مصافحہ کر کے وہاں سے...
کرتے ہوئے جاوا چلی نے...
ہوں یہ کہ یہاں پہنچنے والے...
کسی بھی دوسرے شخص کو...
بھان اور اس کے ساتھیوں...
معاوضہ دیا جائے گا۔...
یہی شرط رکھ کر...
روپے پیسے کی تنگی...
اس لیے ان سے بلا معاوضہ...
لینا مشکل تھا۔ دوسرے...
پابند ہو جاتے کہ اپنی...
دی۔ وہ قانون کی...
ضرور ہوتا ہے کہ جس...
تک ضرور پہنچاتے ہیں۔

تک کو زحمت کرنے کے...
سے ملا۔ اس کا سوا...
قانون رکھنے کے لیے...
کنٹینر آتے چاہ گیا...
کا آڈیو کیا۔
آپ کے ساتھیوں نے...
اس لیے اسے جاننے کی...
کافی زیادہ وقت کے...
اہل جیسے نازک چال...
کی صورت میں...
تھکان اٹھانے چاہتے...
آپ کے ساتھیوں نے...
اس لیے اسے جاننے کی...
کافی زیادہ وقت کے...
اہل جیسے نازک چال...
کی صورت میں...
تھکان اٹھانے چاہتے...
آپ کے ساتھیوں نے...

اس لیے اسے جاننے کی...
کافی زیادہ وقت کے...
اہل جیسے نازک چال...
کی صورت میں...
تھکان اٹھانے چاہتے...
آپ کے ساتھیوں نے...
اس لیے اسے جاننے کی...
کافی زیادہ وقت کے...
اہل جیسے نازک چال...
کی صورت میں...
تھکان اٹھانے چاہتے...
آپ کے ساتھیوں نے...

اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...

اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...

اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...

اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...
اس نے ایک طرح سے...
ہو گیا اور...
اس طرح کی...

اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...
اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...

اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...
اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...

اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...
اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...

اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...
اس کے لیے پانچ منٹ...
صرف پانچ منٹ...
اور پانچ منٹ...

"کون تمہیں ایک نوجوان سوار اور ایسا کوئی آدمی
 صاف نہیں کر سکتے جو کسی شاد کت سے ہمیں کشتیز کے پختے
 سے پہلے ہی وہاں پہنچا دے۔"

"کیوں نہیں؟ حصولِ سعادت ملے تو ملک بھان بر کام
 کر سکتا ہے۔ یہ ملک کا جواب تھا۔"

"سنا ہے تم گھڑ کر دو، بس لوری طور پر گاڑی اور
 بندہ پہنچاؤ۔" اس نے ملک کو گاہک اور دوگ اس کے آدمی
 کو کس جگہ لیں گے۔

"تم کیا کرنا چاہو ہے؟" سلطان جو مستقل اس کی
 بات میں تیرا ہاتھ مارا جب سے پوچھنے لگا۔

"ہم کشتیز کے حوزہ پر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں
 ڈرا تیرا اور گھڑ کو گواہ کر لیں گے اور بھران سے لگھو لیا گئے
 کہ حقیقت کیا ہے۔" اس نے اپنا پروگرام بتایا۔

"یہ کام تو انہیں چکی پر روک کر بھی کیا جا سکتا تھا۔
 انہیں جاننے کی اجازت دینے کی کیا ضرورت تھی؟" سلطان
 اس سے بحث شروع کر رہا تھا لیکن اس نے جب کارواں اس
 طرف کر لیا تھا جہاں جا رہی تھی نے ملک کے آدمی کو گاڑی
 سمیت لہرایا تھا۔ وہ جس علاقے میں ستر کر رہے تھے وہاں
 ابھی تک انہیں آبادی نہیں آئی تھی البتہ کافی فاصلے پر ایک
 گاؤں کے آثار تھے جس کے بارے میں ان کے پاس موجود
 معلومات کے مطابق یہاں آبادی نہیں ہوتی تھی۔

"چوکی پر روکے تو ان کی گرفتاری قانونی ہوتی جس
 کے لیے ظاہر ہے ہمارے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں تھا۔
 اب ہم غیر رسمی کارروائی کرنے کے لیے چوری طرح آزاد
 ہیں اور کسی کو ان بندوں کے سلسلے میں جواب دینے کے لیے
 پابند بھی نہیں۔" اس نے اپنے لہجے کی وجہ بتائی اور مزید
 وضاحت دیتے ہوئے بولا۔ "وہیں بھی یہ خیال میرے ذہن
 میں ابھری ہی آیا ہے۔ ملک کے ذمے نگہداشتوں کی نگرانی
 کا کام لگانے کے بعد میں خود ہی فرصت تمہیں کر رہا ہوں۔
 مجھے یقین ہے کہ خیر راستے سے اسطے آئے میں ابھی بوقت گئے
 گا۔ آخر فروت قادم پر ہنگامی طور پر کشتیز کو اس سے خالی
 کرنے کے بعد اس میں فروت رکھوانے میں ان لوگوں کا
 خاصا وقت صرف ہوا ہوگا اور آگے کے انتظام کے لیے بھی
 انہیں خود ہی مہلت چاہیے ہوگی اس لیے وہ اپنی جلدی چلائی
 نہیں کر سکیں گے۔ اس دوران قارح پختے سے بھر نہیں ہے
 کہ ہم بگڑا کر دی و کھا دیں؟"

"فہمک ہے ہاں... جیسا تم بولو۔" سلطان نے اس
 کی تائید کر دی۔ پیچھے بیٹھے سعید اور بخیری تو دیگی بھی زیادہ

معاہلت کرنے والے بندے نہیں تھے۔ انہیں جو عمر ہے
 اسے چوری توجہ سے چھاننے کے علاوہ کسی بات سے لڑائی
 نہیں ہوتی تھی۔

"تم دونوں یہ جیسے لے کر وہاں پہنچے پڑے۔
 سعید بھر پر نظر رکھے گا اور بخیری اتم... اس دوران
 لوگوں کو نکلنے کی کوشش کرنا کہ ان کی بھرا کے بارے
 میں کیا رہا ہے۔ اور ان میں سے کتنے اپنے دوست ہیں جو
 اس کے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑنے پر یہ بھی تمہاری مدد کر
 سکتا ہے لیکن اسے اپنی زیادہ توجہ بھرا کی طرف ہی رہنی چ
 گی۔ نہیں ایسا ہو کر حالت بگڑے۔ دلچسپ لڑائی کی کوشش
 کرے۔ اسے کسی صورت بھی ہارنا نہیں چاہیے۔" سلطان
 کو مطمئن کرنے کے بعد وہ پیچھے بیٹھے اپنے دونوں راجوں کو
 ہدایت دینے لگا۔ اس دوران میں وہ لوگوں ان سڑک میں چلی
 چکے تھے جہاں انہیں ملک کے بندے سے ملاقات کرنی
 تھی۔ یہ قریب قریب واقع دو ایسے نیا تھے جس کے
 درمیان ایک تنگ سی راہ کر موجود تھی۔ نچھتے نچھتے اور
 غیری تھے اور ان پر قاتلات کے زہر پر بند ایک کائے اور
 نمازیوں کی نظر آ رہی تھیں۔ حالانکہ ان کو کھانا کھا رہے
 سرسبز شاہاب تھا، اور وہ راستے میں بیٹھے تھے۔ آئے تھے
 کہ کھٹوں میں موجود تھیں بڑی شان سے چھاری تھی۔
 نیچے کے پاس کھینچی کر دو اور سلطان نے ان کے ذہن میں
 ڈرا تیرا تک سبب سنھال کر چھپ کر وہاں سے لے لیا۔
 وہ دونوں خود کو کسی کی نظر میں آنے سے بچانے کے
 لیے دونوں بھلوں کی درمیان کی راہ گاہ تک پہنچے اور وہاں
 پھر کر انتظار کرنے لگے۔ انتظار کے ان گزرتے ہی جی جی
 چلنے کے چھانے جا رہی تھی اپنے پاس موجود اس حالت کی
 تصویبات کا مظاہرہ کرنے لگا۔ یہ معلومات انہیں زمین کی
 طرف سے ہی فراہم کی گئی تھیں اور راستے میں انہیں وہ
 اور ان معلومات پر ہی غور فرماتے ہوئے آئے تھے۔
 اس کے نتیجے میں کھلی بار یہاں آنے کے بارہا وہاں علاقے
 کے بارے میں بہت کچھ جان چکے تھے۔ البتہ ان بھلوں کا کام
 انہیں اپنے مطالعے کے چھانے مشاہدے کے وقت ہوا تھا
 اور انہیں انہوں نے کھلی گاہری کی جی پور کے بندوں کے
 دیکھا تھا۔ انتظار کے کلاہت زیادہ طویل حالت میں ان کے
 ایک اٹھارہ انہیں سال کا لڑکا ساتھ رہا، ان کے پاس وہاں
 سواران تک آچھاپا۔ لڑکا کمر تھا لیکن سب اس نے چھوڑ
 ملک اور اونچے چھے راستوں پر بنا رہا۔ اس کے ایک ہی
 مہارت سے گاڑی دوڑائی تو انہیں قاتل اور بگڑا کر لیا اور

یہاں سے گاڑی سے بچے اتر آئے تھے اور وہ اپنی سیاہ
 ہلاہ پر یوں بہت سے ہاتھ بچھرتے ہوئے کھریے بال رہا تھا
 جیسے وہ گاڑی نہیں اس کی بچھو ہو۔

"اگے بھر فہمک ہے۔ تم انتظار کرو، ہم اپنا کام
 کرتے ہیں۔" جاہو چلی نے سٹرا کر اس سے کہا تو وہ وہاں
 ڈرا تیرا تک سبب پر جا بیٹھا اور گاڑی اشارت کر کے اسے
 واپس پیچھے اسی بگے راستے کی طرف لے گیا جہاں سے وہ
 سڑک پر چڑھے تھے۔ اس سڑک کی حالت بہت ابھی نہیں
 تھی لیکن ظاہر تھا کہ اس پر گاڑیاں کھتی رہتی ہیں۔ سڑک کے
 دونوں اطراف میں قاصطے قاصطے سے خاصے درخت بھی
 موجود تھے۔ وہ دونوں ایک چڑھے سے اٹلے درخت کے
 پیچھے جا کھڑے ہوئے تاکہ اگر کوئی گاڑی سڑک پر سے
 گزرتے تو وہ فوری طور پر نظر ہوں میں آ سکیں۔ بس اب
 انہیں یہ طے کرنا تھا کہ مظرب وہاں پہنچنے والے کشتیز کو
 روکنے کے لیے انہیں کیا حکمت عملی اختیار کرنی ہے۔ گاڑی تو
 ان کے پاس ہی نہیں گئی تھی۔ سڑک پر کھڑا کر کے کشتیز کا راستہ
 روک دیتے۔ چھانے ملک عراق کے وہ ہے جس کی یہ بات
 ظاہر ہو گئی تھی کہ وہ اپنی گاڑی خود کو سامنے لانے کے لیے
 راہی نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے اسے اور اس کے باپ کو کھنگھوہ کر
 اپنا "کاروبار" کرنا تھا اور وہ ایک باڈی زین دار ساتھی ملی
 سے برابر راستہ دھنی کا مظاہرہ نہیں مول لے سکتے تھے چنانچہ
 انہیں جو کچھ کرنا تھا اپنے مل بوتے ہی کرنا تھا۔

اپنا لڑکا کھیلنے کے لیے وہ دونوں ہی بخیری
 سے گروہ پیش کا جائزہ لینے گئے۔ وہیں سڑک کے کنارے
 موجود تھے اس کی چڑائی زیادہ نہیں تھی اور سڑک کی حالت
 کی وجہ سے یہ بات سمجھی گئی کہ یہاں سے گاڑیاں زیادہ دور
 سے نہیں گزرتی ہوں گی۔

"یہ درخت دیکھو رہے ہو جاہو؟" اپنا تک ہی سلطان
 نے اسے مخاطب کرتے ہوئے سڑک کے اطراف میں گئے
 حلقہ درختوں میں سے ایک کی طرف اشارہ کیا۔ وہ قاصدا
 پرانا اور کھرا درخت تھا جس کا پھیلنا ڈاکٹار یاد تھا کہ شامیں
 سڑک تک چلی گئی تھیں۔ بلندی کے اعتبار سے بھی وہ وہاں
 موجود درختوں کے مقابلے میں زیادہ بلند تھا۔

"اگر ہم اس درخت پر چڑھ جا سکیں تو کشتیز کے اس
 کے نیچے سے گزرتے ہائے آسانی سے اس کے اوپر
 پھلاگ لگا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ڈرا تیرا اور گھڑ کو کھرا کرنا
 زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔" یہ مشورہ دیتے ہوئے سلطان قاصدا
 پر جوش تھا۔ جاہو چلی کو اس کی ترکیب مناسب لگی لیکن ساتھ

یہ پانچ چیزیں تھیں جن کا کہنا تھا کہ گھنٹے سے پہلے وہ لوگ کامیاب نہ ہو سکیں اور
 ہاتھ لگانے کی ذرا سی گریڈ انہیں کام کر دے۔
 "دوست پر میں جانتا ہوں۔ تم وہاں آجے گا کہ چھپ
 جائے۔ اگر میں کامیاب نہ ہو سکوں تو تم وہاں سے انہیں روکنے
 کی کوشش کرو۔" بہت جلد ہی سے غور کرنے کے بعد اس نے
 سلطان کو مشورہ دیا جو اس نے فوراً قبول کر لیا اور اپنے ہتھیار
 سمیت دوڑا ہوا وہاں سے خاصا آگے چلا گیا۔ جاہر علی اس
 دوران میں درخت پر چڑھ چکا تھا اور اس نے اپنے لیے اس
 شاخ کا بھی انتخاب کر لیا تھا جس پر سے وہ سوگ پر سے
 گزرتے کشتیز پر چلا گیا۔ اس کا کام کے لیے اس
 نے جان پر جو کہ اپنا انتخاب کیا تھا۔ کسی لائق ہونے کا کافی پر
 چلا گیا تھا۔ خاصا اس کی عمل ہوتا ہے اور وہ بھرور نہیں ہوتا
 کہ بعد کامیاب ہونے کے چاہئے کھل کر چھپے ہی چاہئے
 اور گاڑی کے پیلوں کے لیے آگے بڑھنا چاہئے۔ یہاں تو سلطان
 بھی کشتیز کا تھا۔ ایسی دو تین جگہیں کے سامنے تو انسانی
 جان کی کوئی آفات سے ہی نہیں ہوتی اس لیے اس نے سلطان
 کے چہانے غور کو اس آفتے داری کے لیے منتخب کر لیا تھا۔
 دیکھتے ہی اس کی ذات اور اپنی عمر و تربیت پر بھرپور تھا کہ
 وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے گا۔ بندھی ہوئے کی وجہ
 سے وہ سوگ کا دور تک ہانڈو لینے کی پوزیشن میں تھا اور اس
 کی نظر میں مسلسل اس راستے پر ہی لگی ہوئی تھی جہاں سے
 کشتیز کو آنا تھا۔

ملک عراق کی باہر اور تیز رفتار ڈرائیجنگ نے
 انہیں وقت سے پہلے وہاں پہنچا کر اپنی صہلت دے دی تھی کہ
 وہ اپنا اگلا عمل لے کر کے اس پر عمل ہی اونے کے لائق ہو
 گئے تھے۔ آخر کار چھ منٹ کے انتقال کے بعد اسے کشتیز آنا
 ہوا نظر آیا۔ اس کے اعصاب ایک دم تھ گئے اور اس کا
 دماغ خود کا طریقے پر تیزی سے حساب کتاب کرنے لگا کہ
 اسے کس سے چلا گیا لگتی ہے۔ ہاتھ لگانے کی ذرا سی گریڈ سے
 شہرے نقصان ہو سکتا تھا۔ اسے اپنی جان کی گھڑیں تھیں لیکن یہ
 سمجھتا تھا کہ اس وقت اس کی کامیابی ملک و قوم کے مفاد کے
 لیے کئی ضروری ہے۔ آخر کار کشتیز ہیک شہر ہی سے چلتا ہوا
 اس درخت کے نیچے آ گیا جس پر وہ موجود تھا۔ اس نے اللہ کا
 نام لیا اور چلا گیا کہ وہی۔ اگلے ہی لمحے اس کے قدم کشتیز کی
 جھت سے گھرانے لیکن بھرور ہری طرح اگلا گیا۔ کسی لائق
 ہونے کا کافی پر اس طرح اچانک گود کر اپنے جسم کو آواز میں
 رکھا آسان تھیں تھا لیکن جہاں جہاں انسان کوئی جانے والی تھیں
 کی ملاہیت و خواہش دنیا میں جیب جیب مناظر دکھائی ہی

رہتی ہے، تو پھر اس کے مقابلے میں اپنے ہاتھوں میں لگ کر
 جاہر علی نے بھی بالآخر اپنے ہاتھ لگائے۔
 سنہال لیا۔ اس دوران میں بھی انہیں کافی تھیں تھیں اور
 اور کشتیز پر لڑنے کے لیے تیار تھے۔ وہ اس آٹری سائیس
 کے لیے کوشش نہیں تھا کہ اسے ہماری پہچان
 کھانے کا مال سمجھتا ہے۔ ڈرائیجنگ سے وہ دونوں لڑنا
 کرنے کے لیے تیار ہے۔ اسے مسلسل کھانا تھا اور ان
 کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کون کون تھیں ان کے
 ہاتھوں کا جواب دینے کی فرصت نہیں تھی۔ وہ
 اس سے دور ہٹ جانا چاہتے تھے تاکہ اگر کوئی
 کھانے لگے بھی چاہئے تو ان تک رسائی حاصل نہ کر
 سکیں۔ انہیں ایک آدمی کو اس طرح اتارنے
 سے روکا گیا۔
 جلدی سے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور
 جاہر علی نے تیز آواز میں اسے حکم
 دیا کہ اسے اس آواز میں آگیا۔ ان دونوں نے ڈرائیجنگ
 اور دونوں طرف سے اسے دیکھ کر خود
 اگلے ہی لمحے پر اڑا دیا تھی کہ سڑک پر

پتھر پڑا اور اس میں وہی لگی تھی اور اس کے جسم میں ڈرائیجنگ نے
 کشتیز کو روکنے کے لیے اسے اسٹیرنگ پر سے ہٹا دیا اور
 اٹھا کر اسے گھونٹا مارنے کی کوشش کی۔ جاہر علی نے کوئی
 طور پر اپنا ہتھیار چھپ کر لیا اور اس کی تاک میں ہی بیٹھ
 لگ ہی گئی۔ اس نے بھانپا کر لیا تھا کہ وہ اسے زور سے
 ڈرائیجنگ کر رہا ہے اور اس کے پیچھے کی کوشش کے نتیجے میں سیدھا
 اس کے منہ پر جا کر لگا اور کشتیز کی طرف سے سامنے کی روایت
 ٹوٹنے کے علاوہ وہاں بھی شہر چڑھی ہو گیا۔ ان دنوں اسے
 دور اپنے میں کشتیز اس جہت تک پہنچ چکا تھا جہاں سلطان چھپا ہوا
 تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے سب بچو۔ بچو۔ بچو۔ بچو۔ بچو۔
 کر مانتے آ گیا تھا۔ اور کشتیز کو بھی اس میں سے بچ کر گونج
 ہانا کامیاب ہے۔ کھیل تو یہی ہی شروع ہو گیا ہے۔ اس نے
 وہ آدھے راستے سے ہی واپس اتارنے کی کوشش کر رہا تھا
 سلطان نے آؤ دیکھا تھا اور یہ آؤ زور سے آؤ زور سے اس کی
 ہاتھ کا نشانہ لے کر فائر داغ دیا۔ کشتیز کے منہ سے ایک
 کرب تک نکلی اور وہ بے جاہر ہو گیا۔ جاہر علی نے
 چھپنے بیٹوں نے اس کے گرنے والے جسم کو اپنی زون میں
 کر لیا اور اسے اس کی کرب تک نہیں سے گونج گیا۔
 جاہر علی سے تھکے ہوئے کوشش میں زخمی ہو جانے والے
 ڈرائیجنگ نے بھی نہیں تھکے تو جہاں سے وہ تھکے اور زخمی ہو گیا
 لگا جڑا۔ اس کے بعد سلطان اور جاہر علی کو روکنے والا گلا

گردداد
 اور انہوں کی تصدیق بھی ہو گئی۔ اس نے چاہا کہ اپنی زبان بند
 رکھے لیکن اسے ایف بی کے تڑپتے ہاتھ یہ جہان جس کی صورت
 اسے رعایت دینے کے سوا کچھ نہیں تھے۔ اس بری طرح اس
 پر نولے کہ وہ خود کوٹ گیا اور ساری تکمیل کھڑکی۔
 "اس معاملے سے پہلے وہاں کے معاملات تھے
 اور انہوں نے لیکن وہاں تھا کہ معمولی سی جینٹلنگ کے بعد وہ
 ہمیں یہاں سے گزر جانے دینے کے لیکن میں سوچ رہا ہوں
 نے اطلاع دی کہ کسی طرح پاکستان کی فوجی اہلیہ جینٹلنگ یہ
 خبر تھی تھی کہ یہ چھپوں کی آڑ میں سرحد پار سے اسٹاپ کیا جا رہا
 ہے اور حکومت کے خصوصی سرگرمی سے خود اس معاملے کا جائزہ
 لینے وہاں بھی رہے ہیں اس لیے پھر سے کہ ہم وہیں رک
 جائیں۔ اگر ایسی ہی نہیں ہمارے کشتیز کو آخر فروٹ کا رقم پر
 روک کر اس سے اسٹاپ کیا گیا اور اس کی جگہ فرانس لوڈ کیے
 گئے۔ اب سارا اسٹاپ وہیں ہے اسے اور سن سب وقت دیکھ کر
 کسی بھی طریقے سے اسے یہاں آگیا کر دیا جائے گا۔"
 "یہاں کون... ایک ملک اسحاق اسٹاپ کو وصول کرے
 گا؟" جاہر علی نے تباہی سے پوچھا۔

Personality Development Dr. Online

1. سب سے پہلے اس کے ساتھ بہت سے کامیاب لوگ آئے ہیں۔
 2. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 3. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 4. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 5. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 6. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 7. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 8. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 9. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔
 10. اس کے ساتھ ہی اس کی طبیعت میں بہت سے تبدیلیاں آئی ہیں۔

Dr. Mustafa Malik

0321-6623001

0321-6623001

0321-6623001

"ہاں، جیسے مال وہی دلچیز کرتا لیکن ملک اصل آدی نہیں ہے۔ وہ کسی اور پارٹی کے لیے کام کر رہا ہے اور اس کا کام یہاں سے مال اس پارٹی تک پہنچا ہے۔ وہ دوسری پارٹی کو نہیں ہے، یہ میں نہیں جانتا۔" ڈرائیور نے انہیں بتایا۔ اس کے بعد بھی وہ اپنے ذہن میں آنے والے بہت سے سوالات اس سے کرتے رہے جس کے نتیجے میں انہیں بہت سی اہم معلومات حاصل ہو گئیں۔ جب انہیں لگا کہ اب ڈرائیور کے پاس انہیں بتانے کے لیے کچھ باتیں نہیں بچا ہے تو انہوں نے ملک عرفان سے گاڑی روکوائی اور ڈرائیور کو گاڑی سے اتار کر دوپٹوں کے جھنڈ میں لے گئے۔ واہسی میں ڈرائیور کو اپنے ساتھ نہ تھا۔ نوجوان ملک عرفان نے زبان سے تو کچھ بھی بولھا لیکن اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"میں سوچتا تھا کہ گاڑی اتنی اونچی ہے اسے ایک وطن زمین کے ناپاک خون سے گھنٹا نہ ہونے دینا۔" ڈیوڈ علی نے جلتی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی نظروں کے سوال کا جواب دیا اور اس کی پگھلی آنکھوں کو سہو چپ کا چپ دیکھا۔ مزہ سوال کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔ وہ برائے کی دنیا کا بندہ ضرور تھا لیکن ان کے ہنسنے میں جان لینے کی مہبت ڈراما ہی آتی تھی۔ وہ اسٹریڈھے اور زیادہ تر خود اپنی زبان داد پر لگا کر کام کرتے تھے لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ جن لوگوں سے اس کا واسطہ پڑا ہے۔ وہ کچھ خوف تھا۔ ان کے لیے جان دینا اور لینا دونوں ہی مشکل کام نہیں تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ یہ سب کچھ کی اپنی مفاد کے لیے نہیں کر رہے بلکہ اس کے پیچھے جہدِ حب الوطنی ہے۔ ان کے اعزاز سے ایسا لگتا ہے کہ وہ ہر ملک دشمن کو پتھر پھاڑ کر دکھانا چاہتے ہوں۔

ایک لمبا کے لیے اسے ان سے خوف بھی محسوس ہوا کیونکہ ہر حال وہ وہ اس کا پاپ بھی کوئی قانونی کام کرتے نہیں تھے۔ واہسی کا پانی راستہ اس نے عمل خاصگی کے ساتھ ملے کہا اور ان کی ہدایت کے مطابق انہیں انہی ٹیلوں کے پاس جہاں سے اس نے انہیں پک لیا تھا، اتارنے کے بعد خود ڈیوڈ چلو ہوا گیا۔ چادری والی اور سلطان کو اس کے احساسات کی اتنی پروا نہیں تھی۔ خصوصاً چادری والی بہت گہری سوچ میں تھا۔ اس نے وہی رنگ کر پھیلے لیکن اسے سوا پک لیا اور اسے اب تک کے حالات سے آگاہ کر دیا۔ سبھرا اس کے اس معاملے میں مٹھ ہونے کا اس نے شک کا دور اس نے لیکن وہ اپنی کروائی کی امداد چلے آجلا بندہ دست گردیا جانتے گا۔ ان کی ٹیم کے لیے بھی کا حکم کافی وہی رکے رہے اور

حالات پر نظر رکھنے کی کیا تھی۔ یہ بھی نے اپنے دماغ میں اسے کئی دہائی کہ وہ یہاں کے معاملات سے بھی متعلق ہے۔ اسے لگے گا۔ اس کے بعد ان کے ذہن میں ایک خاص قسم کی خود حالی کیفیت سے ہنس لگے گا۔ وہ انہیں سے ہمت سے بھاری تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" سلطان نے اسے متعلق کی کیفیت میں دیکھا تو مجھے ہلکے سے ہنس لگے۔ "میں سوچ رہا ہوں..." اس نے اپنے ذہن میں موجود خیال اس کے سامنے رکھ دیا۔ "یہ بہت خطرناک ہوگا۔ تاہم یہ اس سے بھی بڑی اس کی اجازت نہ لے۔" اس کا خیال سن کر سلطان نے کوئی بھی رد نہیں کیا۔

"تم اگر میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو مجھے کوئی اور چاہی نہیں لیکن میں نے جو سوچا لیا ہے اس سے ہرگز ہٹنے کی ہمت نہ کروں گا۔ اس کا ارادہ غیر متزلزل تھا۔ یہ بات سنی نہ کی۔" ناگہی ہوئے ہو گئے، وہ دیکھا کہ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ تم سوچ جانی جیسے کہتے ہو؟" اس کی بارش میں ہی اس کی رضا مندی بھی لگتی ہوئی تھی جسے ڈرائیور کے پاس بھی بھل لیا۔ "مجھے تم سے سبھی اُمید تھی۔" اس نے سہرے رنگ کی نظر کو اپنے گمے سے لگا لیا ہر بہت ہی زیادہ ڈرائیور نے اس کے ہاتھوں سے اس کا اٹھانے کی ہمت سے اس کا ہاتھ نہیں لیا۔

اس کے لیے مزید کچھ حیاوت دینی اور ہر ملک کے لیے اس سے قوی طاقت کی فرمائش کر لیا۔ اس کا دماغ گھبراتا رہا۔ گاڑی ابھی تک عرفان کے بھاگنے کوئی اور ہلا رہا تھا۔ وہ لوگوں نے تیرے سینے کو خوف زدہ کر دیا۔ وہ لوگ جس بھی نقصان پہنچاتے تھے۔ ان کا ہونے کے لیے اس کے ذہن میں اس کا خیال درست نہیں تھا۔ اس نے اس کے خیال درست کرنے کی فکر کی۔ "چادری والی نے تیری ہی سے یہ سب سب یاد دہانی کی ہے، اسے اس کے اثرات سمجھ رہے تھے۔"

اس نے اس کی ہمت پر ہنس لگا۔ "میں تو اس کی ہمت پر ہنس رہا ہوں اس لیے اس کے گمے کو تو کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے لہجہ تنبیہ کی سے سخن کے متعلق کا جواب دیا۔

"اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم اگر میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو مجھے کوئی اور چاہی نہیں لیکن میں نے جو سوچا لیا ہے اس سے ہرگز ہٹنے کی ہمت نہ کروں گا۔ اس کا ارادہ غیر متزلزل تھا۔ یہ بات سنی نہ کی۔" ناگہی ہوئے ہو گئے، وہ دیکھا کہ میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔ تم سوچ جانی جیسے کہتے ہو؟" اس کی بارش میں ہی اس کی رضا مندی بھی لگتی ہوئی تھی جسے ڈرائیور کے پاس بھی بھل لیا۔

کندھاب کے درمیان دفتر لانا خالی ہو چکا تھا۔ اس وقت گھوڑی کی سواریاں آٹھ کے بعد سے کوئی گھر نہیں گئیں تھیں اس لیے دفتر پر خالی تھا اور وہاں اس کے سوا کوئی دوسرا آدمی نہیں موجود نہیں تھا۔ البتہ وہ جانتا تھا کہ اس عمارت میں کئی ایسے دفاتر بھی موجود ہیں جہاں راست آٹھ اور نو بجے تک بھی کام چار رہتا ہے اور بعض میں تو کیا یہ سبکداری تک تھی۔ اس لیے یہ عمارت اس وقت بھی سنبھال نہیں سکتی تھی اور وہ اسے اس سے اچھالنے والی ہم آواز میں سن سکتا تھا لیکن اس کا اصرار ان آوازوں پر نہیں تھا اور وہ ایک بالکل تاریک کمرے کی کندھاب کے سامنے اساتذہ گن سمیت بٹا ہر پیر اور ہفت روزہ سے سونک پڑ کر آنے والے اسے شاہک پلازا کی طرف متوجہ تھا جس کی تعمیر میں ٹیٹے کا کلرٹ سے استعمال کیا گیا تھا اور نہایت عمارت سے لگے گئے برقی تقووں نے ان ٹیٹوں کی چمک کے ساتھ لکڑیوں کی آنکھوں کو بھیج دیا اور اپنے جھرمٹے میں کوئی کر ٹیٹوں چھوڑی تھی۔ عمارت سے خود بھی کئی بار اپنی آنکھیں چرچھلے ہوئی محسوس ہوتی تھی لیکن ہر حال وہ ایک مضبوط قوت اور اپنی مصائب کا ٹکٹھ نہیں تھا جو ہر طرف سے توجہ پانا کر اپنے ڈارٹ سے مرکوز کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا بلکہ یہ کتنا زیادہ صاحب تھا کہ وہ اس جگہ پر توجہ مرکوز کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جہاں اسے اپنے مطلوب نہیں دکھایا کرتا تھا۔

موجودہ شاہک پلازا کی نئی نئی عمارت اس کے برعکس اپنا بڑا ایک حصہ۔ شاہک پلازا کی یہ عمارت حال ہی میں مکمل ہوئی تھی اور آج اس کا قاعدہ افتتاح ہوئے والا تھا۔ افتتاح کا وقت مات ہو چکا تھے گیا تھا اور معلوم ہوا تھا کہ اس کام کے لیے شاہک نے اپنے کئی مشرور دست کو بلور مہمان خصوصی پر مرکوز رکھا تھا۔ اس حساب سے وہاں کئی روٹی کے بھی سخت اختیارات تھے اور اس کی غیر محتلفہ نفس کے لیے کچھ نہیں تھا کہ پلازا کی حدود میں داخل ہو سکے۔ انہیں جو کچھ کرنا تھا، اس کے لیے وہاں داخل ہونے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ سارا مشرور مہمانوں نے سپر گر کے لیے قادیانہ خصوصاً پورے عمل کے لیے اور کارڈ بھی ایسی کی فراہم کر دی تھی لیکن اسے ملے تھا کہ ان میں سے کوئی بھی شے اپنے بھائی ہی سے نہیں کوٹھا نہیں کرنی تھی۔ جسی گاڑی میں وہ دونوں یہاں تک آئے تھے، وہ چوری کی گیا اور چور بازار سے خریدنے کی اتنا غیر گنجی کسی گھر ڈرائیو کے ڈر پیرے حاصل کی تھی۔ وہ اپنا کام مکمل کر لینے کو کوئی یہ ہمت نہیں کر سکتا تھا کہ شاہک کی موت میں بھائی جی کا ہاتھ سے مخصوص اس صورت میں کہ سلوک یہاں سے

اس نے اس کی ہمت پر ہنس لگا۔ "میں تو اس کی ہمت پر ہنس رہا ہوں اس لیے اس کے گمے کو تو کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے لہجہ تنبیہ کی سے سخن کے متعلق کا جواب دیا۔

میں مگس رہا تھا۔" شہریار نے لیک اور کمرشل عمارت کی طرف اشارہ کیا جو پانچ منزلہ بلند تھی۔ اس بوری سڑک پر دونوں اطراف میں زیادہ تر کمرشل بلڈنگز تھیں اور چند ہی ایسی عمارتیں تھیں جو رہائشی فلینس کے طور پر استعمال ہو رہی تھیں۔ ان میں بھی گراؤنگ طور پر مختلف چھوٹے بڑے کاروباری مراکز ہی قائم تھے۔

"ہمیں فورس کو کال کر کے اس بلڈنگ کو گھیرے میں لینا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہاں اس شخص کے دوسرے ساتھی بھی چھپے ہوں۔" لیک پولیس والے نے ان سے گفتگو کر کے اپنے ساتھی کو مشورہ دیا جو یقیناً اسے پندرہ آیا اور اس نے وہاں نہیں نکال لیا۔ ان لوگوں کے لیے مزید انکار دیا گیا تھا۔ شہریار جس نے پہلے ہی اپنی جیب میں بڑے سائیکلنگ گگے کے عمل کو گرفت میں لے رکھا تھا، حرکت میں آ گیا۔ لیک ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کے عمل نے لگا تار پارک گولیاں اٹھیں اور وہ چاروں ہی پولیس والے اچھر ہو گئے۔ کمرے سے پہلے ان میں سے وہ کوٹہ آواز تک لگانے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ شہریار نے کوشش کی تھی کہ ان کے سروں کو نشانہ بنائے۔ اس کی یہ کوشش اس حد تک کامیاب رہی تھی کہ لیک کی بیانیہ ہیر تھوٹی سے سراسیمہ کیو تھا، دوسرے کی دائیں آنکھ سے کوئی اندھ میں گھر کے پچھلے حصے سے ہارنگل کی گئی اور تیسرے کی گردن میں جیسے جو گولیاں تھا۔ یہ تھا، البتہ ٹھوڑا رہا تھا، گولی اس کے کان کی ٹوکھڑائی ہوئی نظر آئی تھی۔ اس نے سب سے پارک باری گئی اور تیزی سے زمین پر گر گیا تھا۔ سلو نے اس کے سر کو محسوس کر لیا اور کہا کہ اس کے سر پر جا پہنچا۔ اس سے قبل کہ پولیس والا کوئی حرکت کر پاتا، اس نے اس کے بالوں کو دونوں مٹھیوں میں پکڑا اور پختہ سڑک پر زور سے دے مارا۔ پولیس والے کا سر کی تیز بازی طرح پھٹ گیا اور اس سے سرخ سرخ خون پینٹا گیا۔

"چھٹی کرو، ان کی ٹھیس اہل کر رہیں لو۔" شہریار جو خود بھی حرکت میں آچکا تھا، زور سے بولا اور پھر دونوں ہی تیزی سے ان دو کو ختم کرتے ہوئے ان کی ٹھیس اہل شروع کر دیں۔ ان دونوں کو انہیں ہونے لگی تھی۔ شہریار کے حصے میں عمل صاف تھری نہیں آئی البتہ سلو نے پولیس پائی، اس کے دائیں کندھے پر پتھر خون موجود تھا۔ یہ پولیس پہننے کے لیے انہیں اپنے کوٹ اتارنے پر مجبور تھے لیکن انہوں نے کوٹ وہیں پھینکنے کے بجائے اپنے ساتھ لے لیے تھے اور گولوں میں اپنے شہری سمان سمیت پولیس جیب میں منتقل ہو چکے تھے۔ گاڑی چوری کی گئی اس لیے اس کی انہیں پر انہیں تھی۔ سروں پر کیپ بنانے کے بعد وہ عمل پولیس والے ہی کہہ رہے تھے

البتہ کئی گھنٹوں پہلے کی مہلت نہیں تھی۔ ان میں سے کسی کی نظر میں ٹھک آئے کی۔ شہریار سے جو وقت گزرا تھا، وہی وہ زیادہ پر مہلت تھا۔ جیب کی آواز تک۔ جیب میں کئی گولیاں تھیں۔ شہریار کو فوراً طور پر سو ہانے ہی محسوس ہوا۔ وہ کہا تھا "شوٹ کہاں سے منا؟" راہبہ نے اس کے عمل کے آدمیوں میں شامل یہی جی کے تجربے سے اس نے عمل کیا۔ "وہ مشر صاحب کو رحمت کرنے کے بعد آپ ہی بھی یہاں سے نکل رہا ہے۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھیوں کے علاوہ پولیس والوں کی بھی انجی انجی ناس نازی جاملے والی ہے۔" معانے آتے آگے لیا۔

"گڈ اپ تو اچھی خبر ہے۔" سنیہانی اطلاع پر تھہر کر رہے ہوئے اس نے رابطہ متعلق کر لیا اور سنیہانی طرف متوجہ ہوا۔ "تم جی رہو؟"

"میں ہاں۔" سلو جو اس کے سر پر دم کو کھینچا تھا احماد سے بولا۔ اسی وقت سنیہانی نے اپنی ہونے لگی تھی۔ شہریار میں روز پانچ گھنٹوں کی انتظار کر رہی تھی وہاں کوئی اہم کارروائی نہ کر سکتا تھا۔ جیب سے اس کے ہاتھ اٹھا اور جھرا اس پولیس والے جی۔ اس کی ہتک لاشوں کی صورت میں جیبی سڑک پر ایک نیم تار پڑے ہوئے تھے۔ اس نے لگا۔ پولیس جیب نے ان کا کامیاب مددگار بنا دیا تھا۔ وہ آرام سے ٹھکرتے ہوئے ٹاٹ پتہ پڑا کے سامنے پہنچ گئے تھے جہاں سے شوٹ کی گولی برستے ہی وہ پوری گاڑیوں کے حصہ دار بن گئے۔ شہریار نے اپنی جیب بھی ان گاڑیوں میں شامل کر لی۔ یہ وہ گاڑیوں پر ہونے والی منتقلی وہ واقعہ وہاں سے روانہ ہوا۔ اس نے بھی فضا پولیس کی گاڑیوں کے ساتھ ان سے گونج رہی تھی۔ شہریار نہایت سکون سے فریج کر رہا تھا۔ گاڑیوں میں اس سڑک سے فٹ کر دوسری سڑک پر پہنچ چکی تھیں۔ شہریار بہت مہارت اور ہوشیاری سے اپنی جیب کو اس طرح آگے بڑھا رہا تھا کہ ان کی اور شوٹ کی گاڑی کا دورانیہ فیصلہ نہ ہائے۔ سنیہانی جگہ جگہ فضا مٹھی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔

"یہ ہلت پر وہ جگہ شاید یہ وہ گاڑی ہے۔" اس پر عمل کر کے اندر بیٹھے شوٹ کا نام لگنے لگا۔ سنیہانی نے سلو کو عمل کے لیے تیار تھا، تقریباً اسے گاڑی کا ہارنگ لیا۔ پڑنے والے کے اندر میں بڑا تو شہریار کی پتہ کیا۔ اس نے سوچا تھا کہ گاڑی پر وینڈ کر لینا یہ سارے تیار کر رہی تھی۔ شوٹ کا تیار ہو کر وہ صاف ہو گیا۔ ان کا تیار ہو کر رہا۔

میں تو یہ امکان ہی ختم ہو گیا تھا۔ اشوک کی گاڑی کے بارے میں اسے یہ اندازہ تو تھا کہ وہ ہلٹ پر وہی لیکن ہم پروف ہونے کی بات اس کے ذہن میں بھی نہیں آئی تھی۔
 "کوئی بات نہیں، ہم پھر بھی اپنا کام مکمل کر کے ہی رہیں گے۔ اشوک کو اس کے گھر پہنچانے دو۔" بہت پارنے کے بھانے اس نے فوراً ہی اپنا اگلا ہی ٹکڑے کر لیا اور سرکوشیوں میں سلوکو بتانے لگا کہ آگے کے لیے اس کا کیا پروگرام ہے۔ اللہ اللہ کہ وہ سرفہرست ہوا اور مٹی کے نہایت پائے ملائے میں کھلی کر گاڑیاں ایک ایک گیلے گیلے کرنا مٹکے کے سامنے ہمارے کسی نہ کسی طور پر اس ملائے کا سب سے شاعرانہ بلکا تھا۔

"یہ لہنی گاڑی اندر لے جائے گا اور ہائی گاڑیوں کو چھانک کے باہر ہی روک دیا جائے گا۔" سونے کی شکل میں بھرے لہجے میں اپنی رائے کا اظہار کیا جو درست ہی محسوس ہو رہی تھی۔ شہریار کے ہاتھ پر سلوکو کا جال ساٹن گیا لیکن اسی وقت کو یا ان کے لیے ٹھیک انداز آئی۔ وہ مینڈیا والے تھے جو گاڑیوں کے وہاں پہنچنے ہی ٹوٹ پڑے تھے اور اشوک کے ذرا بعد کے لیے ٹھیک ٹھیک رہا تھا کہ گاڑی کو گیت سے اندر لے جائے۔ اشوک کو سختی میں شہر کے علاوہ سوسل ور کر کی حیثیت سے بھی پہچانا جاتا تھا اس لیے اس پر ہونے والے حملے کے بعد اب مینڈیا کا یہ حق بنا تھا کہ وہ اشوک سے تھوڑی سی بات بڑھ کر کے اس بارے میں اس کی رائے سے عوام کو آگاہ کر دے۔ اشوک اب اپنی گل مار بائیں گاؤ کے سین سامنے تھا اس لیے جتنی طور پر اس کا ٹوف بھی خاصا دور ہو چکا تھا اس لیے اس نے گاڑی روکی اور ایک شیشہ کھول کر اپنا چہرہ باہر نکالا۔ باہر بہر حال وہ پھر بھی نہیں نکلا تھا اور اب اس مختصر مہلت سے فائدہ اٹھانا تھا۔

"شوٹ۔" شہریار نے سرسراہٹ ہوئی آواز میں ہم دیا۔ اشوک کے گرد مینڈیا والوں کے کلام کی وجہ سے اس نے وڈ گرینڈ کے استعمال کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ سلوکو اس کے پیچام کو کھینچا اور فوراً ہی کن کال کر لٹا۔ ہاتھ دھایا۔ کوئی سوچی بھی نہیں سکتا تھا کہ پولیس کی گاڑی میں اشوک کے خون کے جاسے موجود تھا۔ کوئی جلی اور سنسنائی ہوئی دور پر راز کے سروں کے درمیان سے گزر کر بین اشوک کی بیٹھائی میں جا گھسی۔ سلوکو نے شاہیہ اپنی زندگی کا سب سے سچا لٹا لیا تھا اور تھوڑے ہی اطمینان جانے والی ناکامی کے داغ کو دھو دیا تھا۔ پھر پھر کو شاہیہ کسی کی کبھی میں بھی نہیں آیا کہ کیا ہوا ہے لیکن پھر حق و پکار بچ گئی۔ شہریار نے اپنی جیب کا انجن اشارت ہی رہنے دیا تھا چنانچہ سلوکو کے کوئی چلاتے ہی اس

نے بہت خطرناک طریقے سے جیب سے اپنے پیچھے موجود گاڑی کو دھکا مارنی ہوئی تو کسی اور شخص نے مٹی۔ وہاں موجود دوسرے لوگ اس سے متعلق کچھ نہ کچھ تھے۔ تاہم توڑی گولیاں جیب سے نکلنے لگیں اور ان کے اسی وقت سے سنسنائی ہوئی گزر گئیں۔ اگر انہیں سچا اندازہ ہوتا تو پچھلے ہنگامے پر تو کوئی نہ کوئی شہر میں جیتے جیتے تھا جس نے اس وقت شہریار کے پاس اتنی مہلت ہی نہیں گئی کہ گاڑی کا رخ موڑ سکے۔ وہ اسے وہاں میں ہی رہی رہا۔ اس وقت سے پھر اس کا اور سلوکو ہنگامے ہنگامے ہی اندر قب میں آنے والی گاڑیوں کا راستہ روکنے کے لیے سسٹم کا رنگ لگا دیا۔ گاڑیوں کو بھی روکنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

"وڈ گرینڈ۔" آخر کار شہریار کو ایسا کرنا پڑا۔ ابھی لب صحافی بہت دور اور پیچھے روکنے تھے اور تھا کہ اس نے آنے والے پولیس والے یا اشوک کے آوی تھے۔ سلوکو اس کی ہدایت پر فوراً ہی ایک وڈ گرینڈ نکالا اور اس کی پیچھے کھینچ کر آگے کو پہلی گاڑیوں کی طرف ایجنل دیا۔ کان پڑے دھکا ہوا جس نے ان کی جیب دھکی دیا۔ وہاں پہلی شہریار نے ہاتھ نکال کر دیکھا۔ اس نے اس کو روک دیا اور وڈ گرینڈ چماتے تھے وہاں اس کا ہاتھ لگا کر اس کو روک کر اسے یہد چلائے تھے۔ اس وقت وہ اپنی زندگی کا سب سے ترین ڈراما تک پہنچا رہا تھا اور اس کوشش میں تم کو جھٹکا اور ان جگہ سے نکل کر اس جیب سے نوٹ حاصل کرنے میں اس سامنے سے آتی تھی۔ رفتار پولیس کی سروس نے اس کا نام لیا کہ اپنے ارادے میں کو مہیا نہیں ہو سکتا۔ اس نے ایک طرف کی طرف دیکھا اور ایشلسٹری پر وہاں باہر اور بڑھا تو جیب اس کی انتہائی رفتار پر لے گیا۔ پولیس سہا جس کا ڈراما اس کی دیکھی کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں کیا سکتا تھا اس لیے بری طرح بڑھلا گیا اور فیصلہ نہ کر سکا کہ تسام سے بچنے کے لیے کیا کرے۔ آخری لمحات میں اسے صرف ایک بات سوچی اور وہ یہ کہ وہ خوف سے اپنی آنکھیں بند کرے۔ گاڑی دونوں ہی برق رفتار گاڑیاں آؤں میں ٹھرا۔ اس کو ڈراما کھیلنے ہونے والی آنکھوں کے بیٹھ کے لیے بند ہونے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا لیکن اس خطرناک تسام میں صرف ڈراما کھیلنے کا ٹوٹ نہیں ہو سکتا تھا ان دونوں کو بھی تو کوئی نہ کوئی ٹھیک تھا جنہوں نے یہ خطرناک فیصلہ کیا تھا۔

پہلی اور دوسری سنسنی جیون داستان جاری ہے
 مزید واقعات آہندہ ماسٹرا حقیقت پر مبنی

میر سے ایک آدمی کا ہاتھوں میں حاصل رہے گا لیکن میں خود
بر اور است تمہارا ساتھ میں دے سکوں گا کیونکہ اس معاملے
میں ان لوگوں کو کہ خود کو کھڑے نہیں لانا چاہتا۔ میں اور
میر سے چند ساگھی یہاں دوسرے نئی اہم کام انجام دے
رہے ہیں اور اس معاملے میں ہاتھوں پر براہ راست مداخلت
سے گریز ہو سکتی ہے۔ پہلے ہی مجھے شک ہے کہ ماہ بانو کے
انحوارے والے تھے کہ بعد میری خیر کمرانی کی جارہی ہے۔
شاہد وہ لوگ دیکھنا چاہتے ہیں کہ میں اس کے لیے کیا کرتا
ہوں اس لیے میں نے بہتر سمجھا کہ خود براہ راست مداخلت
ہونے کے بجائے کسی اہم ان آدمی کو جس سے میرا تعلق بہت
نہ ہو یہ کام سنبھال دیا جائے۔

”اسی اصطلاحی وجہ سے میں نے تمہیں اپنے گھر کے
بچائے ہوئے میں بٹھرایا ہے اور یہاں سے جاننا ہی گاڑی میں
آنے کے بجائے گاڑی ایک ٹانگہ مال کی پارکنگ میں
چھوڑ کر خود گئی تھی تم تک پہنچا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس
طریقے سے میں نے کمرانی کرنے والوں کو نام نہاد بنا دیا ہے
اور اب یہ چاہتا ہوں کہ جلد از جلد ہمیں تصدیقات سے آگاہ
کر کے خود وہاں لوٹ جائیں۔“ شہیدی سے لنگھ کر کہتا ہوا
مصطفیٰ خان اسے بہت اچھا لنگ رہا تھا۔ شاہد اس لیے بھی
کہ وہ شہید پارک فراموش دست تھا۔

ابتدائی شہیدی لنگھنے کے بعد مصطفیٰ خان اسے دیگر
تصدیقات سے آگاہ کرنے لگا۔ اس نے تشویش کی حد سے
مشاہیرم خان کو آگاہ کیا کہ جنگل میں داخل ہونے کے بجائے
کون کون سے ہیں اور اسے کس مقام پر ماہ بانو کی مہجھوکی کا
شک ہے۔ مشاہیرم خان نہایت توجہ اور سنجیدگی سے ایک
ایک بات دیکھ لیکن کربار۔ آخر میں مصطفیٰ خان نے اسے
اپنے ایک ساگھی سے رابطے کے بارے میں بتایا جو اس کا
اس مشن میں ساتھ دیتا۔

”میر اور وہاں ان مشن کے لیے نہیں ایسے سبب
دیگر ضرورت کی ایشیا میں فراہم کرے گا۔ کئی ہی سچی شے
رکاوہ ہوا۔ اسے بتاتے ہوئے ہمیں صحت اور یہ یاد رکھنا کہ
میں نے بہت توجہ دیا اور اسلم کو تلاش کرنا ہے۔ پہلے ہی
بہت تاخیر ہو چکی ہے اور مجھے دے کہ گزرتا وقت نہیں
تقصیقات کو بچانا ہے۔“ مصطفیٰ خان غصا مضطرب
محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی اپنی بیوی یہاں نہ تھیں تو وہ خود اس
کام کے لیے نکل گیا تھا لیکن جانتا تھا کہ جو کچھ وہ یہاں رو
کر کر رہا ہے وہ وہی تم اہمیت کا حامل نہیں ہے اس لیے خود یہ
نہا کیے رہا تھا۔

”آپ تمہیں میرے میں اپنی طاقت
مطابق جو کچھ کرنا ضرور کروں گا۔ اس کام میں
جان بھی چلی جائے تو مجھے اس کی پروا نہیں ہوگی۔“
خان نے نہایت لگام و لٹوں سے لیکن وہ اپنی کمرانی
خان خوش دلی سے اس بات کے لیے روادار ہو گیا۔

”تم صرف وہ آدمی وہاں جا کر کیا کرنا
ہا دیڑی کے ساتھ لیے پر شک۔ یہاں نے اسے
ہوئے سوال کیا جیسے اس کے سر پر بیٹنگ لگ آئے
کوئی بالکل قابل فہم بات کر رہا ہوں۔“

”یہ ہمارا مسئلہ ہے شک اہم کیا کر سکتے
ہیں، یہ تو وقت بتائے گا۔ تم صرف اتنا کرنا
طریقے سے سرحد کے پاس پاراٹرن فرمیت فارم
ہم اس کام کا نہیں متحمل مواضع ہیں کہ اور
کا یہ صرف اور سے لیے ہوگا جہاں کام صرف
لے جاتا اور وہاں لانا ہے۔ وہاں کے لیے بھی
غراب ہوئے کی صورت میں حق پانڈ نہیں ہوئے
آزادی ہوگی کہ اپنی جان خطرے میں دیکھ کر نہیں
حال پر چھوڑ کر وہاں آجائے۔ ہم زندگی کی پروا
لوگ نہیں ہیں۔ مشن مکمل ہو گیا تو ہمارے لیے کسی
گا۔ موت کا کیا ہے وہ تو ایک دن آتی ہی ہے۔ تم شہید
صورت میں آجائے تو یہ ہمارے لیے خوشی ہے۔“

اس نے شک بھان کے حیرت میرے سوال کے جواب
جو پوچھا کہ اس کی تائید اس کے ساتھ
چے سے کے تاثرات سے بھی پوری تھی۔ یہ ہم
دیکھ کر شک بھان کے لیے جو پوچھ کر نہیں
”شیک ہے۔ مجھے آدھا گھٹا ہے۔“
حسبیں اطلاع دیتا ہوا۔ اس نے اپنی رشتہ مندی
ولی تو وہ دونوں بھی آگے کی منسوبی بندی میں
گئے۔ وہ جانتے تھے کہ جس نام کے لیے وہ
بھی لیے خطرناک صورت اختیار کر سکتے۔

جان کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کی عزت و آن کا تھا۔
سرزمین پر کوئی کارروائی کرتے ہوئے ہمارے
پاکستان کے لیے بہت بڑا ہوتا۔ ہمارے
ایسا تھا کہ وہ پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر
لیے آئے دن کوئی نئی ڈراما کرتے رہتے
ذروں کو بچھارت کرنے کے لیے اپنے
ثروت بھی فراہم کرتے رہتے تھے۔ اس معاملے

میں ہاتھ لگ جاتے تو انہیں تو بہت بڑا بچا ہوا
میں نے انہیں وہ دونوں سے نہیں چاہتے تھے۔ اپنی
ہوئے انہوں نے اس بات کا خاص خیال
کے پاس کوئی ایسا شے موجود نہ ہو ان کے
کا بہت سی تھی۔

اس شخص کو کچھ پتہ نہ تھے وہ انہوں نے اتنی
کر سلطان نے اپنی فریٹ کے کار کے ساتھ
بھی نکال پھینکا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ
کئی کی کئی کی کئی ہے۔ اس میں کے پاس پہلے ہی
تھی اس وقت تو ہر دور کے پاکستان کے ساتھ
سے زیادہ قریبی تعلقات تھے۔ اپنے پاس
نہیں، یہ تو وقت بتائے گا۔ تم صرف اتنا کرنا
طریقے سے سرحد کے پاس پاراٹرن فرمیت فارم
ہم اس کام کا نہیں متحمل مواضع ہیں کہ اور
کا یہ صرف اور سے لیے ہوگا جہاں کام صرف
لے جاتا اور وہاں لانا ہے۔ وہاں کے لیے بھی
غراب ہوئے کی صورت میں حق پانڈ نہیں ہوئے
آزادی ہوگی کہ اپنی جان خطرے میں دیکھ کر نہیں
حال پر چھوڑ کر وہاں آجائے۔ ہم زندگی کی پروا
لوگ نہیں ہیں۔ مشن مکمل ہو گیا تو ہمارے لیے کسی
گا۔ موت کا کیا ہے وہ تو ایک دن آتی ہی ہے۔ تم شہید
صورت میں آجائے تو یہ ہمارے لیے خوشی ہے۔“

اس نے شک بھان کے حیرت میرے سوال کے جواب
جو پوچھا کہ اس کی تائید اس کے ساتھ
چے سے کے تاثرات سے بھی پوری تھی۔ یہ ہم
دیکھ کر شک بھان کے لیے جو پوچھ کر نہیں
”شیک ہے۔ مجھے آدھا گھٹا ہے۔“
حسبیں اطلاع دیتا ہوا۔ اس نے اپنی رشتہ مندی
ولی تو وہ دونوں بھی آگے کی منسوبی بندی میں
گئے۔ وہ جانتے تھے کہ جس نام کے لیے وہ
بھی لیے خطرناک صورت اختیار کر سکتے۔

جان کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کی عزت و آن کا تھا۔
سرزمین پر کوئی کارروائی کرتے ہوئے ہمارے
پاکستان کے لیے بہت بڑا ہوتا۔ ہمارے
ایسا تھا کہ وہ پاکستان کو بین الاقوامی سطح پر
لیے آئے دن کوئی نئی ڈراما کرتے رہتے
ذروں کو بچھارت کرنے کے لیے اپنے
ثروت بھی فراہم کرتے رہتے تھے۔ اس معاملے

میں ان ساری پارٹیوں کو بچتے ہوں
اس لیے ہر بات کا احسان رکھتا ہے۔ اور میری یہ باتیں تو
یہ تو خود اس کا شک کا ہی مال ہے جس کی رجسٹریشن کی بھی
کے نام نہیں ہے۔“ شک بھان نے ان کی تسلی کروائی۔ اس کا
وہاں اور وہاں میں خاموشی سے غور رہا تھا اور اس کی توجہ بھی
اپنی ہانگ پر ہی مرکوز رہی۔ وہ یہی کہتا تھا کہ اس سے اس
کے باپ کی نسبت تم آجیڑی پایا تھا۔
”تو لیک ہے ہمارا شک کا نام لے کر سفر شروع کرتے

کے ساتھ کھڑا تھا۔ ان میں
سے ایک ہانگ پر ہانے بالوں کی لیکن انہی حالت میں بھی
تجید دوسری بالوں کی توئی تھی۔

”ان میں سے ایک ہانگ میری اور دوسری میرے
بچنے کی ہے۔ میرا وہاں خاتون میں مجھ پر گیا ہے اس لیے اس
کے شوق بھی میری طرف سے ہیں اور یہ میری ہر بات کو رونا
کچھ بھی چاہتا ہے۔ آپ کا کام جلدی ہاتھ ہے اس لیے ہم
نے ان ہانگس پر سفر کا فیصلہ کیا ہے۔ ہم اس مشن میں شروع
سے آخر تک آپ کے ساتھ رہیں گے کیونکہ یہ صرف آپ
کے نہیں، ہمارے وطن کا بھی معاملہ ہے اور میں چاہتا ہوں
کہ ساری زندگی اس وطن میں پیش کرنے کے بعد ہم اہم
ایک ہاتھ اس کا حق ادا کروں۔ مجھے یہ کہنے میں بھی کوئی عار
نہیں ہے کہ میرے اندر یہ خواہش آپ لوگوں کے حرم کو
دیکھ کر ابھری ہے۔ میں سوچتے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ جب
پہلی خاطر آئی پار جان واپار لگائی جاسکتی ہے تو ایک ہانگ
بڑے شخص کے لیے بھی سکتی۔“ ہانگس کے پاس رک کر
شک بھان نے اپنے ہنڈیا کا اظہار کیا تو وہ دونوں اللہ کی
گر شہ ساری پر اٹھتے ہاتھوں رو گئے۔ وہ مالک و عیار
کیسے کیسے کمال دکھاتا ہے کہ ایک اسمگر بھی ہم میں ہونے کا
کہ وہاں اور کرنے کو تیار ہو گیا اور ساتھ ہی اپنے اس بچے کو بھی
گا لیا۔ شاہد مشاہیرم میں اس کے وحشت سے کی ہانگ اور
سنبھالی تھی اور وہ اس شخص کے لیے تربیت کے مراحل سے
بھی زور ہاتھ۔

”آپ کا ہنڈیہ قابل تماشہ ہے لیکن ہمیں بہت سی
احتیاط نہیں بھی رہتی ہوں گی۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہم
میں سے کوئی کوئی پارستانی شہادت نہ لیا جائے۔ اس شخص
کے لیے شامی کا ہاتھ است سمیت ہم پر موجود وہاں اور جوتوں
تک کا احسان رکھنا ہوگا۔ ہاں، ان ہانگس کے استعمال
کے بارے میں بھی سوچنا پڑے گا۔“ اس کے ہنڈیہ کو
مرا جتے ہوئے جا رہی تھی اپنے تعلقات کا اظہار کیا۔
”گھر مت کرو۔ میں ان ساری پارٹیوں کو بچتے ہوں
اس لیے ہر بات کا احسان رکھتا ہے۔ اور میری یہ باتیں تو
یہ تو خود اس کا شک کا ہی مال ہے جس کی رجسٹریشن کی بھی
کے نام نہیں ہے۔“ شک بھان نے ان کی تسلی کروائی۔ اس کا
وہاں اور وہاں میں خاموشی سے غور رہا تھا اور اس کی توجہ بھی
اپنی ہانگ پر ہی مرکوز رہی۔ وہ یہی کہتا تھا کہ اس سے اس
کے باپ کی نسبت تم آجیڑی پایا تھا۔
”تو لیک ہے ہمارا شک کا نام لے کر سفر شروع کرتے

ہو۔" جاوہر علی نے باقاعدگی سے آواز کی مٹھوری دے دی۔ پرانی ہانگ پر تک سبحان کے ساتھ وہ خود ہی جھانک رہی تھی۔ عرقان کے ساتھ سبحان۔ دونوں باپ بیٹے نے ایک وقت ہانگ استارت کیں اور جب سفر شروع ہوا تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ دونوں میں سے ایک بھی دوسرے سے کم نہیں ہے۔ تک سبحان کی ذہنی جراتی میں کی طرح بھی جرات بیٹے سے کم نہیں تھی۔ اور نہ ہی جراتی سے کم نہیں تھی۔ جاوہر علی نے دل ہی دل میں دونوں کو دیکھ دیکھ کر ہانگ کے ہانگس پر سفر کے لیے گھبراہٹ کی۔ ان دونوں نے اپنی اصل مٹھری کی جگہ کی مٹھریوں کے بھرے ہوئے ٹین بھی اپنی اپنی ہانگ کے ساتھ لٹکائے تھے اس لیے کسی مرحلے پر مٹھریوں ختم ہونے پر پھینک نہیں سکتے تھے۔ ان کے سفر کا پیشہ بصر تک وہ بیان اور بی ہموار راستوں پر مشکل تھا۔ خوش قسمتی سے انہیں کبھی بھی روکٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ اور نہ تک سبحان کے مطابق کبھی بھاری راستوں پر بھی انہیں بھاری مٹھریوں کی منتہی پارٹی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ لوگ اپنے طور پر اپنی کئی پارٹی سے نکلنے کے لیے ہر لمحہ... پوری طرح تیار تھے لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی اور پورا سفر خوبصورتی سے ہوا گیا۔

"اب ہم آخر فریٹ فارم سے مشکل دس منٹ کے فاصلے پر ہیں۔" وہ بیان اور غرور راستوں کا لیڈر انہیں جب دیکھ کر دیکھ کر ہر سے ہر پارٹی میں چلنا شروع ہوا تو تک سبحان نے اسے آگاہ کیا۔ وہ بیٹے پر ہانگ کا اندازہ بھی انہیں نے بس ہیڈ ہینس کی روشنی میں نظر آنے والے سماں کو دیکھ کر ہی لگا تھا اور اب رات کا اندازہ اچھا نہ لگتا تھا۔

"بس تو پھر فارم ہاؤس سے کچھ فاصلے پر کسی محفوظ جگہ پر رک جائے۔ ہانگس کسی جگہ چھپا کر باقی کا فاصلہ ہم پہلے ہی طے کر لیں گے۔"

اس نے فوراً ہی تک سبحان کو ہدایت کی جس کے جواب میں اس نے شخص سرگواہت میں جھنک دی۔ دو ٹین منٹ بعد اس نے ہانگ کو ایک جگہ روک لیا جہاں بہت سی غور و جھانکیاں موجود تھیں۔ اس کے بیٹے نے بھی اس کی تکلیف دی۔

"ہم ہانگس ان جھانکیوں میں چھپا کر آگے جاسکتے ہیں۔ اچھا ہے کہ تھاری کارروائی کے دوران ان کے اٹھنے کو بھی غصا ہونے کا موقع مل جائے گا۔" تک سبحان نے اپنے بیٹے کی لاشکرار کیا۔

"فیک ہے تم لوگ یہ کام کرو۔" جاوہر علی نے بے

بھاری سے جواب دیتے ہوئے گروہ پیش کا جائزہ لے کر کوشش کی۔ اندر سے کسی وجہ سے گھبراہٹ محسوس کر رہے تھے چاند اور چمکتے ستاروں کی مدد سے روشنی میں بس زور دے کر ہی خود اذیت دیکھا جا سکتا تھا اور اس سے بہت سے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ گروہ میں آبادی نہیں ہے۔ آبادی ہوتی تو کبھی نہ نہیں سے کوئی جھنگ ضرور دکھائی دے جاتی۔ اس نے طے کر کے اس بات پر یقین کیا۔

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ یہ علاقہ غیر آباد ہے۔ البتہ فارم ہاؤس کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں سے کچھ لوگ فارم پر کام کاج کے لیے جاتے ہیں گاؤں بھی وہاں سے زیادہ قریب نہیں ہے۔" اس نے بہت اچھی طرح واقف لگنے والے جواب دیا۔ اس علاقے سے اس حد تک آگے تو کبھی کبھی آبادی بھی نہیں ہے۔ اس حد تک آگے تو کبھی کبھی آبادی بھی ہے۔ یہاں تک آگے تو... ہم نے صرف رائیسانی کے لیے تھاری خدمت طلب کی تھی۔ اس سے آگے کے مراحل میں تم جانا۔ اور پھر ضروری نہیں ہے۔ آگے جانے کا خطرہ ہے۔ اور اگر کوئی سنا کہ کئی حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" وہ بیان نے لیے بیول سفر پر روانہ ہونے سے قبل جاوہر علی سے تک سبحان سے کہا۔

"پورا نہیں۔ میں سب آگے چلیں۔ میں نے کوئی لوگوں کے ساتھ شامل ہوا ہوں اور اپنے بیٹے میں نے زبردستی نہیں کی۔ یہ سب جانے۔" جاوہر علی نے ساتھ آنے کے لیے رضامندی دیا۔

آوازوں جواہر علی نے آوازوں کے پاس مزید ہونے کی کوئی بھی رکھی اور انہوں نے خاموشی سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ علاقہ سبھاں تھا اس کے باوجود وہ اپنے سفر کا آغاز ہی کرتے تھے۔ آخر کار وہ صاف بند ہو گیا۔ اور وہاں وہاں تک پہنچ گئے جس کے اندر کبھی بھی کوئی آبادی نہ تھی۔

"ہمیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اندر جانا ہوگا۔" جاوہر علی نے سرگوشی میں کہا۔

"ہاں لیکن ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی آبادی ہو اور ہمارے کوشش کرتے ہی اندر والے لوگوں کا جانیں۔" سبحان نے خدشا ظاہر کیا۔

"جواب لوگلی میں سر دیا تو موصول سے کیا اور ان کے پاس سے کہ یہاں کوئی آبادی نہیں ہوگا۔ یہ ایک خاص قسم کا پتلا ہے جہاں چلوں کی کاشت کی جاتی ہے اور کبھی کبھی کھیتی بٹے نہیں ہوتے کہ ان کی حفاظت کا خیال رکھا جائے۔ یہاں بھی یہ فارم ہاؤس آبادی کے کافی قریب ہے اس لیے یہاں چوری چھانقاری کا خطرہ نہیں ہے۔ پالی دیکھی یہاں جاوہر علی نے سرگوشی میں اس کا تو یہاں اس کی آبادی کوک اندازہ بھی نہیں لگا سکتے ہیں۔ اس کے باوجود اس کی کوشش ہوگا تو وہ ان لوگوں سے ڈر کر چھپنے کی کوشش کرے گا۔" اس نے سبحان کے اندر اشارہ کیا۔

"تو پھر فیک ہے، اندر چلنے ہیں۔"

تو وہ جانا ہی ہے لیکن پہلے بھری جگہ باقی طور سے اس کے پاس بڑے ہتھیار موجود ہیں لیکن ان میں سے کبھی ان کے استعمال سے بچنا ہوگا۔ کسی بھی شخص سے کھڑک ہونے کی صورت میں اسے تھی ان امکان خاموشی سے کھانے کی کوشش کرنا اور نہ زیادہ سے زیادہ کوشش کرنا۔ آواز زیادہ دور تک نہیں جاتی ہے۔ یہاں سے ہر جگہ زیادہ دور نہیں ہے اس لیے کہ کھانے اور نہ ہی مرض پر ذہنی ایسے پناہوں تک نہیں لگتی اور وہ صورت حال جاننے کے لیے اس طرف کوشش کرنا ہی ہے۔ اور کھانے سے یہ ہمارے حق نہیں ہوگا۔ اس کی ضرورت زیادہ نہیں کی کہ وہ کسی جگہ سے ہٹ کر اس طرف اپنے ساتھیوں کو ہانگ دے۔ ہا

تو وہ ان میں سے ہر ایک کو بتایا کہ وہ جاوہر علی کی کوشش سے فارم ہاؤس میں داخل ہوگا اور وہاں موجود کوشش سے کوشش کرے گا۔

ان کے درمیان اندر سے میں ایک دوسرے کی کوشش کے لیے ملوکی آواز کا کواکھی سے ہوا اور پھر بھی ملے۔ اپنے اپنے کام میں لگے۔ ایک کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ سے کوشش کرتے تھے۔ وہاں کی کوشش کے لیے ایک دوسرے کی کوشش سے کھانے کے بجائے اپنے اپنے کام میں لگے۔

"ہمیں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اندر جانا ہوگا۔" جاوہر علی نے سرگوشی میں کہا۔

"ہاں لیکن ہوسکتا ہے کہ یہاں کوئی آبادی ہو اور ہمارے کوشش کرتے ہی اندر والے لوگوں کا جانیں۔" سبحان نے خدشا ظاہر کیا۔

کائنات موجود ہونے سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا اور اندر ہی حدود میں بھی کسی ایسے خطرہ موجود تھے جو صرف صورت و رنگ کر انہیں بیان کئے تھے۔

یہ ساری جزایات جاوہر علی کرتے ہوئے جاوہر علی اس حد تک سمجھ رہا تھا کہ کسی میں اس سے انکشاف کی جرات نہیں ہوگی اور اس نے ان کو فوری استارت کہہ کر انہیں حرکت میں آنے کا اشارہ دے دیا۔ وہ چاروں ہی اپنے اپنے طور پر کارروائی کے لیے تیار تھے اور ان کے ضروری سامان سے بھرے ہانگ کی پشت پر لہے ہوئے تھے۔

فارم ہاؤس کی چوڑی چوڑی قدیم اور پختہ اور ان کے لیے اس کے پارٹی جانا زیادہ مشکل کام تھا لیکن جب جاوہر علی نے اس کی گھر پر اپنے ہاتھ بھانے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ اس پر کاج کے ٹیکے لگے لگے تھے اور جہاں دستیابی نہیں رہی کر سکتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں کو زخمی ہونے سے بچانے کے لیے اس نے اپنا ہاتھ اتارا اور اس کی دہری تیار کر کے دیکھنے کے بعد دوسری طرف اترنے میں کامیاب ہو گیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھیوں نے بھی یہی طریقہ کار استعمال کیا ہوگا۔ یہ کچھ دیر پر چھوڑنے کے بجائے اس نے دوبارہ چھانک لیا اور وہ قدموں مرکزی عمارت کی طرف چلی۔ قدرتی کی۔ وہاں خاموشی کا راج تھا اور ارد گرد کی ذی نفس کی موجودگی کا احساس نہیں ہو رہا تھا لیکن انہیں اپنے طور پر احتیاط کرنی ہی تھی۔ تمام قدموں سے چھتا ہوا وہ مختلف درختوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔

فارم ہاؤس کے مرکز میں قائم عمارت کے اندر اپنی مدد و ہمتی اسے سمت کے یقین میں مدد فراہم کر رہی تھیں اور تو سوشلہ بتا رہی تھی کہ اس وقت وہ کن جگہ اور درختوں کے درمیان سے گزر رہا ہے۔ یہ وقت قریب سے اظہار و رفتار لگانے کے لیے اسے اندر سے سے ہوا اور اس کے یقین کرانے کا امکان نہیں تھا۔ مرکز میں تعمیر شدہ عمارت اور اطراف میں موجود درختوں کے درمیان ابھی خاصی زمین خالی پڑی تھی اور کبھی کوئی ایسی آواز نہیں تھی جو یہ درمیان ہی حصر ہو کر تے ہوئے تھنڈا فراہم کر سکے۔ واحد موجود افراد میں سے اگر کوئی گھبراہٹ کا فریضہ انجام دے گا تو جاوہر علی سے اس حرکت جسم کو کھینک کر سکتا تھا۔ جاوہر علی نے اس کا نام لیا اور درختوں کی آڑ سے نکلنے ہی زمین پر لپٹ گیا۔ اب وہ کراٹھ کرتا ہوا عمارت کے سامنے کے

وہاں کے لوگوں کی تو بھر بھی خبر تھی کہ اس کی آواز نہ زیادہ بلند نہیں ہوتی لیکن شامت گن کی دھماکے وار آواز تو وہاں کے جس خاصی دور تک جانے کا امکان تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جلد یا چرے وہ اس تباہ کن قہر سے بچا جائے گا۔ اس کا سامنا ہو جائیگا کہ لیکن کسی کے حضور ہو کر اس طرف نقل آئے گی صورت میں بڑی گویا ہوتی تھی۔ انہیں ابھی اپنے اصل کام میں مگن کر رہا تھا اور پھر سرحد پار آکر اپنی جگہ جانا تھا۔

”بس اب کن پھوڑ کر اپنے ہاتھ سر پر رکھو اور کوئی اپنی سہمی حرکت کیے بغیر سیدھے دھڑ پلو۔“ ناسوئی کا ایک معمولی سا دھڑا تھا جس میں انہوں نے سلمان کی فریاد کوئی آواز نہی اور پھر وہ ٹھانپا جی سے کہ اپنے بڑے نایاب گن کو وہاں سے لے کر خود لے کر آئے۔ اس سے بھی صورت سے یہاں داخل ہونا تھا اور اس حالت جاننے کے لیے اسے دوسروں کے مقابلے میں کافی لمبا پیکر کا نایاب ہو گا اس لیے وہ اس سے وہاں پہنچا تھا لیکن اس پر دیر آجے درست آئے وہاں بات سامتی آئی تھی۔ تاخیر کے باعث ہی وہ سمجھتا ہے وہاں سے جے کو پیچھے سے آکر آسانی سے قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

”اس سے بچو کہ اسٹوک کا مال کہاں رکھا ہے۔۔۔ اور ہاں اگر یہ بتانے میں ایک ٹھنڈی لٹی لٹی ہو کر لگے تو اسے کوئی مار دیتا۔ ہم خود مال تلاش کر لیں گے۔“ چاؤ چلی نے سنا کہ لہجے میں غم اور ساتھ ہی ٹھنڈی ٹھنڈی اشارہ کیا کہ وہ وہاں بچا کر اور گورنگھر کے تاکہ قزاقی آواز میں کر آکر گئی اس طرف آگے تو بردت پتا چل جانے۔

”اپنے کو مست مارنا صاحب۔۔۔ بہتو یہاں غالی ٹوکر ہے۔“ سلمان کی برتاؤ کا وہ بڑے سے کی کھ پڑی پر بڑھتا تو وہ ٹوکر لگاتے لگا۔

”بھڑ بھڑا ہے وہ بتاؤ۔“ اس کی فریاد پر کان دھر سے اظہیر چاؤ چلی نے اسے غم و یاد دے کر اپنے ہاتھ اور خود کو دھکی لگا پکا تھا کہ یہاں موجود تین افراد لڑائی بھڑائی کے لیے اور اظہیر خاصی میں چنگھوڑتی بہت شدت پر ضرور رکھتے ہیں لیکن انہیں مہارت حاصل نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ پھوڑے بھڑا تھا۔ ان میں سے کسی کو گان بھی نہیں ہو گا کہ انٹوک کے ایسے کی بھاری تھوڑی میں یہاں موجود کی کسی کو خبر ہوگی اور سرحد پار سے کوئی جان بچلی پر رکھ کر کارروائی کے لیے بھی دوڑا آئے گا اس لیے مزے پھیرے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی تھی اور سب کو معمول کے مطابق دکھانے کے لیے ان تین گھاسوں پر ہی اکتفا کر لیا گیا تھا جو یہاں اپنا

موجود رکھنے کا کام بنا یا اور وہ بھی اپنے ساتھی کے قہر میں چھتہ پڑا نظر آئے لگا۔

”گنگا میرے لیے ہر دوازہ کھولو۔“ صورت حال میں وہ بڑھ کر گرداب کی آواز سے غم و یاد اور غور سے چلتا تھا۔ وہاں وہ لڑائی میں لگا گیا۔ چاؤ چلی سے اسے اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا۔ وہاں وہاں سے آواز آئی تھی۔ اس لیے اس نے اپنے ساتھیوں کو اندر لے کر لڑائی میں لگا دیا۔

”میرے ساتھی! تم باہری غیر کر گھر رکھو۔ ہم اندر چلے جاتے۔“ اندر چلی روٹھیں میں اسے بائیں طرف کی ٹوکھی کے ساتھ کھڑے ٹھنڈی طرف کی جھنگ نظر آئی تھی اس لیے اس نے اپنے ساتھیوں کو اندر لے کر لڑائی میں لگا دیا۔

”میرے ساتھی! تم باہری غیر کر گھر رکھو۔ ہم اندر چلے جاتے۔“ اندر چلی روٹھیں میں اسے بائیں طرف کی ٹوکھی کے ساتھ کھڑے ٹھنڈی طرف کی جھنگ نظر آئی تھی اس لیے اس نے اپنے ساتھیوں کو اندر لے کر لڑائی میں لگا دیا۔

کہا تھا۔ اب معلوم نہیں کہ کب سے کوئی بے اختیار ہو گیا۔ اندر دیکھا۔ یہی وہی چاؤ چلی کے ساتھ جیسے وہ بچا۔ اس پر داخل کان کر کھڑا شخص تھا جس کے ساتھ یہ آدھی اور نظر آ رہا تھا۔

”میں کون ہوں؟“ چاؤ چلی نے کہا۔ ”میرے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا۔ ”میرے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔

”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا۔ ”میرے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا۔ ”میرے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔

”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا۔ ”میرے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں کون ہوں؟“ اس نے کہا۔ ”میرے لیے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ اس نے کہا۔

جسے کی طرف ہار ہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کب تک یہاں رہے گا اور اس کا چکر لگانا ہی نہیں چاہو۔ اسے آئے گا جبکہ سلمان کو متنب سے آتا تھا۔ یہ نئے مشورہ پر گرام تھا جس پر ہر ایک لڑا داخل کرے۔

اس نے احتیاط کے باوجود بہت تیزی سے حرکت کی تھی، اس لیے اظہیر کی گراہنے ساتھیوں میں سب سے پہلے وہی وہاں پہنچا ہوگا۔ شامت کا دورہ اور مشہور گزری کا قہار اور اس سے بڑھتا تھا۔ اس نے اپنے تھے اعزاز میں دو دنوں کے دھکا دے کر اس بات کا اعزاز کر لیا تھا کہ قوت کے لیے اس پر اس دورہ اسے کو کھونا ممکن نہیں ہوگا اس لیے ایک کوئی بھڑا فعل ہوگی۔ سامنے کی دیوار میں کوئی ٹوکھی بھی نہیں تھی جس پر وہ زور ڈال رہی تھی کہ اسے اندر تک رسائی حاصل کرے۔ وہاں وہ دنوں سے اسے ہر ایک روشن دن ضرور دیکھا تھا لیکن اس کا نظر اتنا کھینچتا تھا کہ وہ اس سے گزر کر اندر جا سکتا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ پہلو کی کسی دیوار تک جا کر کوشش کرے لیکن قزاقی اس نے اس خیالی کو دن سے بھٹک دیا۔ اس قسم کے ضمن میں ترقیب و تنظیم ضروری ہوتی ہے اور ہنگامی حالات کے علاوہ کسی کا اپنے نئے طے شدہ کردار سے بہت کر کام کرنا نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ سب سے اپنی جگہ بنا رہا البتہ اپنی کوشش ضروری کر دہا اسے کسی کی سہماری میں سے اندر جھانک کے لیکن اس کی کوئی بھڑی نہ تھی۔ اس کے اندر کی بے چینی اسے لگتی تھی کہ ہاتھ دھرے کھڑے رہنے کی بھی اجازت نہیں دے سکتی تھی۔

اندر سے بھی لگی آواز میں اظہیر شروع ہو گیا تو وہ بے چینی بھڑا اور سو ہو گیا۔ اس نے اپنے بیگ کی ترقیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھی کہ وہاں کی کسی کے ایک سرے پر بڑا سا بیگ بندھا تھا۔ بیگ کو کھلا کر دیکھنے پر وہ بھٹی گئی کوشش میں روشن دن میں پھانسانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہی کے سہارے پھر وہ روشن دن تک رسائی حاصل کرنا چاہا لیکن اسے اس سے بھی بلند مقامات پر اس طرح چڑھنے کی ترقیب کوئی تھی اور یہاں خود وہ اسے کی وجہ سے ایک اضافی قندہ پر لٹ گیا تھا کہ اسے وہاں میں بھرتے رہنے کے سہارے وہ دنوں سے کی کھڑی پر لٹنے کے لیے تھی اور یہ سہارا بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ اس نے روشن دن سے بھاگا تو اندر کا مظہر کیج کر چونک گیا۔ وہ بھٹی طور پر ٹھنڈی بھان تھا جسے ایک داخل بردار نے اپنی نڈ میں بے رکھا تھا۔ ٹھنڈی شام اس سے پہلے ہی وہاں چلی گیا تھا اور کسی ٹوکھی وغیرہ کے ذریعے اندر تک رسائی حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو

دعا بھی ڈھنگ سے کرنے کے اہل نہیں تھے۔

”ہاں بچے تھانے میں دکھا ہے۔ تھانے کا راستہ اور اس گھر سے میں سے ہے۔“ جبر سے نے بچہ کسی چھپا ہٹ کے سب انگ دیا تو اس نے سلمان نے آٹھ سے اشارہ کیا اور رائی سلمان کا ہاتھ حرکت میں آیا اور جبر سے کی آنکھوں کے آگے تارے داغ گئے۔ اگے ہی سے وہ بھی اپنے ساتھیوں کی طرح زمین میں تھا۔ وہ دونوں تیزی سے حرکت میں آئے اور جبر سے کی فراہم کردہ مصلحت کی روشنی میں تھانے کا راستہ تلاش کرنے کے بچے ہٹ گئے۔ وہاں اندھیرا تھا اس لیے انھیں اپنے ہتھ سے تاریکی نکال کر روشنی کرنی پڑی تھی۔ گاراج کی روشنی میں وہ دونوں سو جرد بیٹھیں تو کھانا دیکھ سکتے تھے۔ بیٹھوں کا انداز ایسا ہی تھا جیسے عموماً بچوں کی بیٹھیاں ہوتی ہیں لیکن یہی بچے کو کھول کر دیکھنے کی کوشش میں ہی انھیں اندازہ ہو گیا کہ وہ صرف ظاہری طور پر ہی بچوں کی بیٹھیاں سے ملتا ہے اور اسے خاص مشہور ہیں۔ اتفاقی سے انہوں نے جو بھٹی چنی تھی وہی اس میں سے ایک مٹھین کو اور اس کے مرادفہ زہل گئے۔ کچھ سوچ کر جا رہا ہی تھے اسے اپنے ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اس کام میں جت کما جس کے لیے وہ لوگ اتنا خطرہ مول لے کر یہاں آئے تھے۔ چند منٹوں کا یہ کام نکالنا نازک اور محنت طلب تھا۔ یہاں کے بیٹھیاں لیٹا ہوتے وہ جرد سے ظاہر تھا۔ اسس کام کے دوران سلمان نے ڈرامائی مداخلت نہیں کی تھی اور دونوں جا رہیں اپنے ہاتھ میں سنبھالنے سے روشنی فراہم کر رہا تھا۔

”اندھ۔“ آخر کار جا رہا ہی کے بچوں سے ملتا تو سلمان نے بھی سکون کا سانس لیا۔ ظاہر تو اس صابری کارروائی کے دوران اس کا کوئی تعلق نہیں تھا لیکن حیرت انگیز احوال اس کے بھی تھے ہوتے تھے۔

”اب یہاں سے نکل جاؤ۔ میں نے صرف اس صفت کا وقت دکھا ہے۔“ جا رہا ہی نے آہستہ سے کہا اور وہ دونوں ہی تیزی سے حرکت میں آگئے۔ اوپر ان تینوں میں سے ایک غرور جبکہ وہ بے ہوشی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے۔ ان کے پاس اتنی مہلت نہیں تھی کہ انھیں وہاں سے نکال پاتے۔ البتہ جا رہا نے دونوں کے پہلو میں ایک ایک زوردار ہاتھ رکھ کر کے ایک کوشش شروع کی تھی کہ وہ ہوش میں آ جائیں۔ کوشش کامیاب رہی لیکن یہ دیکھنے کے لیے رکھے گا ان کے پاس وقت نہیں تھا۔

پھر اگلے دن سلمان نے صبح سے اٹو کے ہاتھ بندھ آواز

تھی۔ یہ تک بھان اور فرقان کے لیے وہاں کا مکمل تر مکمل رہنے کے بعد وہ دونوں گھر سے اچھے تیزی سے نکلے۔ بچے خود بہرہ گرام کے ملاقاتی تھے ان کے ایک دوسرے سے ملنا تھا جہاں انہوں نے موطر مارا تھا پہچانی ہوئی تھی۔ پھر پھر اندھیرے کا راج تھا لیکن ان کی آنکھیں اس اندھیرے سے شامسا ہو گئی تھیں چنانچہ انہوں نے چاند چھوڑ کر ڈھرونی میں بھی وہاں کا راستہ دیکھنے لگے اور اس وقت تک چلتے میں کامیاب ہو گئے۔ جہاں پانکس پہچانی ہوئی تھی۔ انہوں نے پانکس نمازیوں سے باہر نکلاں اور اندھیرے میں ان دونوں باپ بیٹے کو دیکھنے کی سعی کرنے لگے لیکن کوئی نام و نشان انہیں تھا اور یہاں پر بار بار بیٹھیاں کی بات تھی۔ وہ دونوں نے آواز دی اور ان راستوں سے ہٹ گئے اس لیے ان کو اب تک یہاں نہ پہچاننا قابل فہم تھا۔ انھیں تو ان سے بھی زیادہ کم از کم ساتھ ساتھ تعلق جانا چاہیے تھا اور اب تو وقت بھی زیادہ گھسی ہو رہا تھا۔ دوسرے صفت اور غرور سے وہاں شروع ہو جائے اور کتنی بڑی مقدار میں وہاں اس طرح سو جرد تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ دوسرے تھی شدہ جو قیمت کے ہوں گے۔ گارم ہاؤس کی حدود میں ان کی کے زخمہ پہنچے گا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا تھا۔ ان حالات میں اگر تک بھان اور فرقان وہی سو جرد تھے تو یہ ایک انتہائی تشویشناک بات تھی۔

”اب ہم جڑ یہاں نہیں بٹھریں گے۔“ وقت کے بچا ایک سیٹھ کی سعی کرتے سلمان نے مضطرب لہجے میں کہا تو جا رہا ہی گاؤں سے اتفاق کر پڑا۔

”ہاں، ہمیں چلنا ہوگا لیکن ان دونوں کا یہ...“ ان کے لیے پانکس بھی نہیں چھوڑ کر چاہتے۔ یہ اندھیرے اور مکمل شدہ ہیں لیکن کھوج لگانے والے کھوج کاروں کے کہہ کر اس کے استقبال میں وہی تھی۔ لے جانے کی سہرت تھا وہ دونوں بھڑ میں آئے تو انھیں یہ بتائی ہوئی تھی۔ ان کے چہرے غرور وہاں سے روانگی کے فیصلے کے علاوہ اور بھی...“ ”ابنا کرتے ہیں کہ ہماری لگال یہاں سے لے جاتے ہیں پھر آگے نہیں جا کر ان کا اظہار کرتے ہیں گے۔“ ”خیر یہ کار اسمگلرز ہیں اور غیر قانونی طور پر سرحد پار کرنے کے طریقوں سے انہیں طرح وقت تھی۔ وہ اپنے بے ہوش کوئی راہ نکال ہی نہیں گے۔“ سلمان نے پتہ چلنے والی حالات کے حساب سے مناسب ہی تھی۔ یہاں ان کے ساتھ دونوں نے ایک ایک پانکس سنبھالی۔ اگلے صبح

کھانا کھا ہوا تھا کہ نہیں وہ دونوں کسی مسیبت میں تو نہیں پانکس کے لیے لیکن یہ کھانے کی آخری کھانے کے ساتھ کیا ہوگا۔ زیادہ امکان تو اس بات کا تھا کہ جب وہ بیٹھیاں تھانے میں تھے، اسی وقت کھانا کھا تھا۔ لیکن کھانا کھانے کے بعد انھیں کسی غیر معمولی بین کا اندازہ نہیں تھا۔ دوسری بات یہ کہ بین لوگوں نے ان کو پانکس پہنچانے کے لیے سنبھال دیا تھا۔ انہیں بھڑ میں ان بیٹھیاں کی راہ تھی تو ان کی پانکس وہ جھڑ آرام سے لے گئے تھے اور وہاں کی سڑ پر گھر لے گئے۔

تھانے میں گھر سے ان سڑ چاری تھا کہ پہلا گھر اور دوسرا کھانا دیا اور زمین اس بڑی طرح سے زردی زمین کی پانکس لہرا کر رہی تھی۔ اگر یہ عام پانکس ہو تھی تو اسے کھانے اور کھڑک ہی جاتا لیکن یہ زردی کی زردی زمین کے سوا ان کا کچھ نہیں بگاڑا لیکن دھواؤں کا سلسلہ شروع ہوا اور کھانا چلایا گیا اور پانکس ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کھانا کھانے میں ہیں جہاں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ پہلے چھانکے انھیں ہوشیار کرنا، پانکس تو ان کے پاس ہی پانکس کو کھڑکی میں رکھنا مشکل ہو جاتا۔ وہ اس وقت بہت دور چلی آئے تھے اور پہلے راست کسی کھانے کی راہ میں نہیں آسکتے تھے لیکن ساڑھے پانکس کا نشانہ دیکھتے تھے۔ کچھ دور انھیں روکنے کا فیصلہ کرنا پڑا اور نہ کھانے سے ان کو ہرجا ہوا سکتے تھے۔ اپنی جگہ کے رکے انہوں نے بچے کو روک دیکھا۔ عقب میں دور بہت دور آگ سے لگے ہوئے کھڑے آ رہے تھے اور ان شعلوں کی شدت بتا رہی تھی کہ آگ کا گرم ہواؤں، جہاں پاکستان کو سازش کا نشانہ بنانے کے لیے بیج لگایا گیا تھا، کا اظہار رکھا تھا۔ اب خاک کے گرمیوں کو روک دے گا۔ اپنی اس کامیابی کے لیے انھوں نے انھیں روک دیا۔ انہوں نے کچھ اور ان کی آواز سننے میں دیر نہیں لگی کہ سرحدی مخالف حرکت کی تھی۔ سب ان کا یہاں جڑ یہ غمراہان سب نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان کی ہوشی کی شدت کم ہوجانے کے باعث انھیں کھانے کی راہ تھی کہ انہوں تک بھان اور فرقان کے ساتھ ان کی کوشش بھی کر چکے تھے چنانچہ پانکس لے کر ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔

ان کے ساتھ وہ سفر کر رہے تھے۔ یہ کوئی ہاتھ بندھ رہا تھا۔ پانکس بھی تھی۔ ان کے دونوں ساتھ ہی تھی تو ان کی کوشش بھی وہاں سے بہت نہ

گھر دبا جائیں گے کچھ اپنے طور پر انہوں نے کوشش تو چوری کی تھی کہ راستہ زمین گین کر میں لیکن اندھیرے میں اور وہ بھی کسی ہاتھ بندھ رہا تھے پڑتوں کرنے کے باعث اس کوشش کے سوا فیصلہ کامیاب ہونے کا امکان کم تھا۔ وہ بھٹ جاتے تو سرحدی مخالفوں کے ہاتھ بھی چھو سکتے تھے۔ انہی اندھیوں کے تحت سفر کرتے باطل اپنا تک ہی ان کی آنکھوں پر تیز روشنی پڑی۔ روشنی پڑتے ہی وہ کی خود گرا۔ وہ بھٹ کے تحت داخل ہو گئے۔ جہاں میں نورانی بچے سے ٹکرا آیا اور گویا ان کے آس پاس سے سنسنائی ہوئی گزرتے گئے۔ جا رہا ہی وہاں طرف مڑا تھا اور یہاں زمین کچھ زیادہ ہی ہلکا رہی اور اس کی پانکس بڑی طرح کھینچی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے بیٹھیاں ہٹ کر وہی تھا اس لیے زیادہ امکان نہیں تھا کہ فائرنگ کرنے والے اس وقت تک نہیں پڑتے ہیں گے لیکن وہ پانکس کی آواز سے بھی مست کا اندازہ لگا سکتے تھے۔ دوسرے ان کے پاس بیٹھیاں بڑی تعداد میں اظہار ہو رہا تھا۔ ان کے اندھیرے کا اندھیرا فائرنگ کے جا رہے تھے۔ انکی شدت کی فائرنگ میں کوئی بھی کوئی اسے چاہ سکتی تھی یا پانکس کی بیٹھیاں بھی یا پانکس کا نشانہ بنا سکتی تھی۔ ان میں سے کوئی بھی بات خوش آتی، نقصان کا قابل سمجھتی ہو جاتا چنانچہ اس نے پانکس روک دی اور وہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ جہاں اس نے پانکس روکی وہاں بڑے بڑے چٹائی پتھر سے بڑے ہوتے تھے۔ پانکس کو زمین پر لگا کر وہ ان پتھروں کے ڈھیر کے پیچھے دیکھ گیا۔ دوسری طرف سلمان بھی بیٹھیاں ہی کسی مشکل کا نشانہ تھا لیکن زمینان کی بات یہ تھی کہ انہیں تک اس کے کالوں نے کوئی انسانی بیٹھ نہیں تھی جس کا مطلب تھا کہ اس کی طرح سلمان بھی انہیں تک مٹا دیا ہے۔ اس طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد اس نے اپنا کھولنے کے شروع کر دیا۔ یہ بے خطر تھی جہاں نے کوئی فائرنگ نہیں ہوگا کیونکہ وہ انہیں تک بھارت کی سرزمین پر موجود تھے اور بھارتی تعداد میں زیادہ ہونے کے علاوہ بھی بہت سی ہرجا ہٹ کی بنا پر ان پر بہت رکھتے تھے۔ بھانے کی صورت میں وہ بہر طور پکڑے جاتے اور زندہ ان دونوں کے ہاتھ آتا کسی طرح ان کے اور تک کے مفاد میں اچھا نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس نے باوریاں چاڑھ کے اصول پر بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا اظہار پشیم پانکس باطل مٹا دیا تھا۔ اپنی دور بار پانکس کو کھینچنے ہوئے وہ حرکت میں آ گیا اور ساتھ ہی تیزی سے دیکھتا ہوا وہاں اسی سمت جانے لگا

جہاں سے ایک بڑی گاڑی کی وینڈر انیس دیکھ کر ان لوگوں نے اپنی سبقت چلی گئی۔ وہاں سے اب بھی مسلسل گاڑی کی چابری گئی لیکن بدلتے ہوئے انداز سے اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوگ اب گاڑی تک محدود نہیں ہیں اور مارا مار کر پھیل کر گاڑی تک کر رہے ہیں۔ روشنی اب ان کی طرف بھی نہیں گئی جو بخار ہے انہوں نے اس خدشے کے تحت بجھادی تھی کہ روشنی میں خود ان کو ہی نشانہ بننا چاہتا ہے۔

دیکھتے دیکھتے جا رہی تھی اسے قائلے پر پہنچ گیا کہ اسے تاروں کی روشنی میں وہاں غازی جیب اور اس کے گاڑی کا بیڑا نظر آنے لگا۔ اس نے سینے کے نش زمین پر پڑنے سے قائلے کا تعین کیا۔ اس کی اور مار مار کر جہاں سے جیب کے ڈرامے اور لٹول ٹینک دونوں کو نکالنا نہ پتہ چلی۔ اسے بس اتھاپ کرنا تھا۔ اس نے ذرا ٹیٹ کر کے اتھاپ کیا کیونکہ لٹول ٹینک میں کوئی تھپتے تھے۔ بعد واپس دھماکے سے پختا اور پھر آگ جیب کو لپیٹ بیٹھا۔ کمر سے ماحول کو روکنے کی کوشش ہو رہی۔ موجودہ صورتحال میں ان کے لیے اندھا دھن ایک ٹھوس پتہ گاڑی تھا۔ اس کی اپنی دیوانے پر کوئی بیٹ کی سی رفتار سے ذرا بھری طرف بڑھی اور اس نے ہارلی سے اپنی پوزیشن تبدیل کر لی۔ ذرا دھن کی فتح ضرور ملی ہوگی لیکن گاڑی کے شور میں ساری ٹیکس روی۔ وہ بڑا ڈر کر رہے ہوئے اس کے دل میں ایک بار بار خدشات جاگ اٹھے۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ ذرا دھن کی طرح ہی مسلمان کی فتح بھی گاڑی کی آواز میں ہی وہ بپ گئی ہو۔ اسی وقت اس کے کانوں نے مسلمان کن کی آواز گواہی سے شناخت کیا اور ڈیروں و ڈیروں سکون دل میں اتر آیا۔ فارم ہاؤس سے اٹھنے کی مشین کو مسلمان کے پاس بھی اور اس کی آواز کو لیتے کا مطلب تھا کہ مسلمان تیرے جانچنے والا اور حرکت میں آچکا تھا۔ وہ غور پہلے سے زیادہ ہوئی وہ غوروش سے جگہ بدل بدل کر گاڑی تک پہنچا اور اسی وقت اسے احساس ہوا کہ گاڑی کی شدت میں بھاؤ اور اضافہ ہو گیا ہے لیکن حیرت انگیز طور پر یہ گاڑی ان کی طرف نہیں آ رہے تھے اور ایسا لگا رہا تھا کہ ان کے دشمن مشکل میں پڑ گئے ہیں۔

اس نے صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھاؤ اور پیش رفت کی اور پہلے سے زیادہ پہلے بھڑکھڑانے میں آکر گاڑی کرنے لگا۔ اسی وقت فضا میں اونچی کرپیا آواز بلند ہوئی اور اس نے سب سے اختیاراً ایک گہرا سانس لیا۔ وہ سمجھا کہ گاڑی ان کے مددگارین کر بھاریوں کے ساتھ ہیں اسے اترنے والے ٹھیک مسلمان اور عرفان ہیں۔ جن کاٹھ سمتوں سے گاڑی آئے

کی وجہ سے بھارتوں کا مظاہرہ ہو گیا تھا اور وہ بھلا ہوئے۔ ان کی خبروں میں تھے۔ ان کی تعداد اس بھی خاصی تھی کہ گئی تھی کیونکہ اب وہ پہلے کی طرح شدت سے گاڑی تک کر رہے تھے۔ صورت حال کی اس تبدیلی کو سمجھ کر جا رہی تھی نے جیب کے لٹول ٹینک کو نکال دیا تاکہ وہ لٹول لیا۔ لٹول ٹینک میں گولی تھی اور پھیر گیا کہ وہ دھماکا۔ وہ گاڑی کے نئی تقریبی سے پست کیا تھا اور اس وقت اس طرف جارہا تھا جہاں ہانک چوڑی تھی۔ ہانک نے گاڑی واپس دھن پہنچا تو گاڑی کا سلسلہ رک گیا تھا۔ پہلی تھی جیب کی وجہ سے ماحول خاصا روشن تھا اور اس روشنی میں ٹھیک مسلمان کو دیکھ سکتا تھا۔ ٹھیک نے بھی اسے دیکھا اور یہ کراں سے قریب آیا۔

“عرفان اور مسلمان کہاں ہیں؟“ اس نے دیکھا۔

“عرفان، مسلمان کو لینے اس طرف گیا ہے۔ مسلمان کے پاس میں کوئی تھی ہے۔ اس لیے وہ خود سے ہانک چا کر ان کے پاس نہیں سے۔ ٹھیک مسلمان نے اسے اچھتہ سے دیکھا اور اس سے دیکھنے لگا جہاں سے ان دونوں کی آمد شروع ہوئی۔

“تم دونوں یہاں تک بیٹھے رہو۔“ ٹھیک نے کہا۔

خود ہی اسی سمت دیکھتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

“فارم ہاؤس کی اوپن میں۔“ ٹھیک نے کہا۔

وین گیت کے پاس غازی نظر آئی تھی اور ٹھیک نے اسے دیکھا۔ اس وین کو اسے نکل جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ ٹھیک نے میری پہلی کس کا یہ اشارہ کام ورتے گیا اور اس نے کہا کہ آپ لوگوں کی مدد کرنے میں کامیاب رہے۔

“ہاں لیکن ابھی ہم خطرے کی حد سے باہر نکلے ہیں۔ یہاں اتنی شدت سے گاڑی ہوتی ہے کہ ہانک اپنے ہاں سے ہارے اور کار خیز کر رہے ہیں۔ اسی وقت ہی شایہ انہیں اس لیے ہوئی ہے کہ انہیں فارم ہاؤس میں آگے والے دھماکوں نے پہلے ہی بھڑکا دیا۔“

“آپ کا خیال ٹھیک ہے۔“ ٹھیک نے کہا۔

غور پر اٹھا ہوگا۔ آپ ہانک بچنے چاہتے ہیں۔ آپ سے زیادہ ان راستوں سے واقف ہیں۔

طرف سے آتے عرفان اور مسلمان کو دیکھتے ہوئے ٹھیک مسلمان نے منظر پر لپکتے ہوئے اس کے خیال کی تائید کی تو فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ پہلی جیب کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ ٹھیک عرفان کے پیچھے بیٹھے مسلمان کی آواز نہ سنے کے لیے کسی پڑ سے باہر کر خون روانہ کیا

گئی تھی۔ اسے مسلمان کی ہمدردی پر فرحمنوں ہوا کہ وہ لڑی ہونے کے باوجود مسلسل شہین کن جیسے ہتھیار کو استعمال کرتا رہا تھا۔

“فارم ہاؤس کی اوپن آگے گاڑی ہے لیکن میں اسے اپنے ہتھیار نہیں کر رہا کہ اس کی رفتار اب ہانک کے ہتھیاروں میں بہت کم ہو گی۔“ ٹھیک مسلمان نے ہانک کو دیکھا کہ آگے بڑھتے ہوئے اسے بتایا تھا تو اس نے ہانک کے ہتھیاروں میں سر ہار دیا۔ ان ہانک نے اپنے گاڑی کی رفتار کو اس کے ہتھیاروں کے ساتھ ہی ناکہ ہونے سے نکل کر ہانک کے ہتھیاروں کے ساتھ ہی ناکہ ہونے کے ساتھ وہ بہت چاہتے نہ جانتے کہ انہوں نے ہانک جھکی سواری پر سفر کرتا تھا۔

اس نے وین گرینڈ پیچھا تو کان پھاڑ دھماکے کے ساتھ ہی زمین بھی بری طرح لرزی اور ٹھیک مسلمان کے اچھی طور پر تیار ہونے کے باوجود ہانک بری طرح ہراگئی لیکن پھر تیزی کو کوئی حائل نہیں تھا۔

“ہانک روکو۔“ اسے امید تھی کہ وین گرینڈ نے پیچھے آنے والوں کی ہمدرد کو دھمکے میں ڈالنے کا پتہ نہ لگا۔ ان کا کام ضرور کیا ہو گا چنانچہ اپنے ذہن میں ابھرنے والے منصوبے کے دوسرے حصے پر عمل کیا۔ ہانک نے اس بار بھی ہتھیاروں کو ہتھیاروں کے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ہانک نے ہی وین گریٹے اتر گیا۔

“اب تم جانو۔ اترتے اترتے ہی اس نے ٹھیک کو حکم دیا لیکن اس بار اس نے ذرا ڈنک بپ کا مظاہرہ کیا۔

“میں نے کہا ہے جانو۔“ اس نے بگہ ایسے فرماہٹ آہیز لپکتے ہوئے کہا کہ ٹھیک مسلمان نے چاہنے کے باوجود اس کا حکم مانتے پر تیار ہو گیا۔ اس کے روتے ہونے سے ٹھیک کو حرکت میں آچکا تھا اور اسے سے ذرا ہتھیار کر پیچھے کی طرف جارہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام سے بھی گزر گیا جہاں وین گرینڈ کے کرنے سے زمین میں اچھا خاصا گہرا گڑھا بن گیا تھا۔ اس دوران میں ہانک قبیل میں آنے والی گاڑی نے بھی اچھا خاصا سلسلہ کر لیا تھا۔ وہ ایک جانب اٹھنا چاہتا تھا کہ اس طرف گیا کہ صرف اس کا سر زمین سے نمودار ہوا تھا اور اس کے اپنے ہاتھوں میں ایک اور وین گرینڈ موجود تھا۔ گہرے رنگ کے لباس اور رات کے اندھیرے نے اسے چھپا کر رکھنے میں بے حد معاونت کی تھی۔ ہانک قبیل میں آنے والی گاڑی کی وینڈر انیس دھماکے کے بعد بند ہو گئی تھی لیکن گاڑی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ رات کے اندھیرے ہونے کے باعث وہ پہلانی کیفیت میں بس اندھا دھند گاڑی کر رہے تھے۔ عرفان کے پاس اپنا کوئی موقع نہیں

گڑھاب

میں پیدا ہونے سے پہلے ہادی لڑیوں کے لیے اپنی طور پر تیار ہے اور ہانک پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے میں دشواری نہیں آئے۔ ٹھیک عرفان اور مسلمان والی ہانک ان سے ہتھیار آگے سفر کر رہی تھی اور ان کے رفتار کم کرنے کی وجہ سے یہ دو مقامی قاصد صحرا بڑھ گیا تھا۔ مسلمان کی ذمہ دہی ہانک کی وجہ سے وہ خودوں سے اس بات کا اعتراض ملتا تھا کہ وہ لوگ جلد از جلد یہاں سے نکل کر پاکستان کی سر زمین پر پہنچ چکے ہیں تاکہ مسلمان کو بھی اندازوں سے۔ کوئی تھی ذمہ دہی ہانک کے ساتھ وہ بہت چاہتے نہ جانتے کہ انہوں نے ہانک جھکی سواری پر سفر کرتا تھا۔

اس نے وین گرینڈ پیچھا تو کان پھاڑ دھماکے کے ساتھ ہی زمین بھی بری طرح لرزی اور ٹھیک مسلمان کے اچھی طور پر تیار ہونے کے باوجود ہانک بری طرح ہراگئی لیکن پھر تیزی کو کوئی حائل نہیں تھا۔

“ہانک روکو۔“ اسے امید تھی کہ وین گرینڈ نے پیچھے آنے والوں کی ہمدرد کو دھمکے میں ڈالنے کا پتہ نہ لگا۔ ان کا کام ضرور کیا ہو گا چنانچہ اپنے ذہن میں ابھرنے والے منصوبے کے دوسرے حصے پر عمل کیا۔ ہانک نے اس بار بھی ہتھیاروں کو ہتھیاروں کے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ ہانک نے ہی وین گریٹے اتر گیا۔

“اب تم جانو۔ اترتے اترتے ہی اس نے ٹھیک کو حکم دیا لیکن اس بار اس نے ذرا ڈنک بپ کا مظاہرہ کیا۔

“میں نے کہا ہے جانو۔“ اس نے بگہ ایسے فرماہٹ آہیز لپکتے ہوئے کہا کہ ٹھیک مسلمان نے چاہنے کے باوجود اس کا حکم مانتے پر تیار ہو گیا۔ اس کے روتے ہونے سے ٹھیک کو حرکت میں آچکا تھا اور اسے سے ذرا ہتھیار کر پیچھے کی طرف جارہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام سے بھی گزر گیا جہاں وین گرینڈ کے کرنے سے زمین میں اچھا خاصا گہرا گڑھا بن گیا تھا۔ اس دوران میں ہانک قبیل میں آنے والی گاڑی نے بھی اچھا خاصا سلسلہ کر لیا تھا۔ وہ ایک جانب اٹھنا چاہتا تھا کہ اس طرف گیا کہ صرف اس کا سر زمین سے نمودار ہوا تھا اور اس کے اپنے ہاتھوں میں ایک اور وین گرینڈ موجود تھا۔ گہرے رنگ کے لباس اور رات کے اندھیرے نے اسے چھپا کر رکھنے میں بے حد معاونت کی تھی۔ ہانک قبیل میں آنے والی گاڑی کی وینڈر انیس دھماکے کے بعد بند ہو گئی تھی لیکن گاڑی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا۔ رات کے اندھیرے ہونے کے باعث وہ پہلانی کیفیت میں بس اندھا دھند گاڑی کر رہے تھے۔ عرفان کے پاس اپنا کوئی موقع نہیں

قالہ سے ایک ہی اور نہ کہ تھوڑا بہت سوچی سمجھی گھر کھڑا تھا۔
وہ گاڑی کی آواز سے اس کے اور اپنے مانتین کم
ہونے والے قاصد کے چہرہ پر اسباب دکھ رہا تھا۔ ڈائٹر
تاروں کی چھاؤں میں اسے گاڑی کا بیج ڈانٹ کر آگیا اور دل
ہل میں اسے اندھا کی طرح روک گئے ہونے وہ آ پار کے لیے
تیار ہو گیا۔ گاڑی اور اس کے درمیان شاہ چتر کا قاصد اور
گاہ جب اس نے اپنی پہلی تو جہر کوڑے ہونے لگی، ہم
کی پٹن تنگی اور اسے پوری قوت سے گاڑی پر اچھال دیا۔
وقت ہم کے اپنے ہاتھوں سے نکل کر گاڑی تک پہنچنے کا تصور
ہل اس نے گویا ہلے سر ادا پر غور سے شخص کی کسی وقت سے
گزار اور اسے ہی ہلے مانی دینے والے کان چھاڑ دھماکے
کے ساتھ دونوں بازوؤں میں اچھا سر اور چہرہ چھپاتا ہوا
زمین سے ہانکن چپک گیا۔ زمین اپنے سینے پر اتارنے والی
اس آفت پر بری طرح تڑپتی ہوئی اور ایک ہلے کے لیے
اسے لگا کر شاہ اب اس کا وجود زمین کے سینے پر نہیں خبر
سکے گا لیکن اہستہ سے ہی فوراً ہی گڑبگڑ گیا اور اسے احساس
ہوا کہ چند تک رہیں وہ کچھ نہ کرے گا۔ اسے گرانے اور جسم کے
تھوڑا اٹھل بٹھل ہونے کے سوا کچھ نہیں ہوا ہے۔ اہستہ
مستقل کا بہت جگہ بگڑ گیا ہے اور وہ کسی فحاشی کی طرح
بگڑ کر رہ گئے ہیں۔ وہ دل میں اندھا کا فخر دیا اور اتنا ہی اپنی
جگہ سے اٹھا اور پوری قوت سے آگے کی طرف دوڑ پڑا۔
تک سبحان کو چلے جانے کا حکم دینے کے بعد اسے
اندازہ نہیں تھا کہ اب وہ خود پورے دو مانی قاصد کیسے ٹلے
کرے گا؟ لیکن اس بات کی غرض ضرور ہی کہ اس نے اپنا
بڑا خطرہ مول لے کر اپنے ساتھیوں کو وہاں سے اٹھنے کا موقع
فراموش کر دیا تھا۔ اب پیچھے بہت دور تک ان کا راستہ بالکل
صاف تھا اور کسی گاڑی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ لیکن
یہ ہی معلوم تھا کہ ہونے والی بنگلہ آ رہی جلد دوسری ہوگی
اس راہ پر لگا دے گی۔ اس وقت کے آنے سے پہلے وہ جتنی
دور نکل سکا تھا، نکل جانا چاہتا تھا۔ ابھی اس نے دوڑتے
ہوئے چند گز کا ہی قاصد لے لیا تھا کہ تک سبحان اپنی
بانگ سمیت آگرا گیا۔
"تم ابھی تک نہیں ہو؟" اس نے بانگ پر اس کے
پیچھے بیٹھے ہونے ڈراٹھکی کا لہجہ کہا۔
"مجھے لگا کہ مجھے آپ کے لیے روکنا چاہیے۔" تک
نے انکساری سے جواب دیا اور بانگ بھاگ دی۔ اب وہ پہلے
حق کی طرف تیز رفتاری سے سفر کرتے تھے۔ اس بار چہرہ پر
نے اسے پتہ نہیں کیا۔ اگر تک وہ چلتا تو دیکھتا کہ اس وقت

اس کے چہرے پر بڑی نرم اور خوب صورتی مسکراہٹ
تھی جو جتنا قریب آتی وہن کی کمی کی سوزش کو خیر نہ نکھار
سکتی کہ اس کے دل کی گہرائیوں سے ابھرتی گی۔
شہر پار نے بہت بڑا دستک لیا تھا۔ سامنے سے آنے
موبائل میں موجود پچیس والوں سے نکلنے کا واضع پتہ
اسے پورا تھا کہ وہ اپنی والی جیب کی دھاروں پر چڑھ کر
اسے پچیس موبائل سے غمراوے اور تمام سے نکل کر
سطح جیب سے چھٹاک لگا دی لیکن اتنی رفتار سے چلتی گاتی
سے چھٹاک لگا بھی کوئی خدائی نہیں۔ سب سے زیادہ تو
آئی کے لیے اپنے تازہ ترین ریکورڈنگ مشین ہو جاتا ہے۔
حرکت کے شدت و قوت میں اس کا سامنا کرنے کے لیے تو
چڑھتا ہے اور نتیجہاً چھتاک پرست کے جسم کی قوت بہت
کی صورت میں بھٹکتا پڑتا ہے۔ اسے اور سولو ہوگی۔ سب
معلوم تھا لیکن ہلے بھر میں ہونے والے ٹھیلے پر نکلنے
میں دونوں ہی نے لچکا پھرت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس وقت
کے پیچھے اس بھرے رفتار بہت تھی ہاتھ تو جھیر ہاتھ سے
فاروق اور سولے دا سے حاصل کی گئی لیکن اس سے بڑھ کر
یہ زمین کا راز تھا کہ وہ حق کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اتنی ہی
راہ میں چاہے جتنی بھی مشکلات آئیں، بہر حال اتنی چھا
جانے کے لیے وہ ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جانب سے
سڑک کے کنارے یا پھر گودے تو حقیقت میں صلہ نہیں تھا
کہ فضا میں مشعل جسم کو کیا پہنچا ہے؟ گالین دونوں ہی ان
اقتبا سے خوش قسمت ثابت ہونے کے شہر پار میں سب
کو وہاں بہت سارے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے
کے ہونے تھے۔ اس کا حرکت کرتا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
گرا۔ اسے زور دار ہونکا تو ضرور لگائے وہ کسی کسٹن انڈیک
پلاٹ سے محفوظ رہا۔ اہستہ چھوٹوں کے ساتھ وہ... ہوا
نے ضرور ہی جگہ رکھیں ڈال دیں۔ دوسری طرف سولے
زمین پر گرا تھا جو بڑے چھوٹے کاشت کرنے کے لیے ہوا
کر کے نرم کی گئی تھی۔ اس زمین پر گرنے سے اسے
قابری چٹ تو بالکل ہی نہیں آئی لیکن گرنے سے اسے
والے نکلنے سے بازوؤں اور دائیں شانے کو سوزنا ہوا
وہ جانتا تھا کہ اس قسم کی بڑھ چٹ فوری طور پر ہونے
کرنی لیکن بعد میں آدی کو فاضلی تکلیف پر اہستہ پر آئی
ہے۔ لیکن ان کے لیے ساری اہمیت ابھی کی گئی تھی۔ ان
دونوں کے لیے سب سے زیادہ غور اس بات سے ہی کیا
اور پچیس موبائل کے تمام کا فضا خوار ہوا۔

شہر پار نے بہت بڑا دستک لیا تھا۔ سامنے سے آنے
موبائل میں موجود پچیس والوں سے نکلنے کا واضع پتہ
اسے پورا تھا کہ وہ اپنی والی جیب کی دھاروں پر چڑھ کر
اسے پچیس موبائل سے غمراوے اور تمام سے نکل کر
سطح جیب سے چھٹاک لگا دی لیکن اتنی رفتار سے چلتی گاتی
سے چھٹاک لگا بھی کوئی خدائی نہیں۔ سب سے زیادہ تو
آئی کے لیے اپنے تازہ ترین ریکورڈنگ مشین ہو جاتا ہے۔
حرکت کے شدت و قوت میں اس کا سامنا کرنے کے لیے تو
چڑھتا ہے اور نتیجہاً چھتاک پرست کے جسم کی قوت بہت
کی صورت میں بھٹکتا پڑتا ہے۔ اسے اور سولو ہوگی۔ سب
معلوم تھا لیکن ہلے بھر میں ہونے والے ٹھیلے پر نکلنے
میں دونوں ہی نے لچکا پھرت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس وقت
کے پیچھے اس بھرے رفتار بہت تھی ہاتھ تو جھیر ہاتھ سے
فاروق اور سولے دا سے حاصل کی گئی لیکن اس سے بڑھ کر
یہ زمین کا راز تھا کہ وہ حق کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اتنی ہی
راہ میں چاہے جتنی بھی مشکلات آئیں، بہر حال اتنی چھا
جانے کے لیے وہ ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جانب سے
سڑک کے کنارے یا پھر گودے تو حقیقت میں صلہ نہیں تھا
کہ فضا میں مشعل جسم کو کیا پہنچا ہے؟ گالین دونوں ہی ان
اقتبا سے خوش قسمت ثابت ہونے کے شہر پار میں سب
کو وہاں بہت سارے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے
کے ہونے تھے۔ اس کا حرکت کرتا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
گرا۔ اسے زور دار ہونکا تو ضرور لگائے وہ کسی کسٹن انڈیک
پلاٹ سے محفوظ رہا۔ اہستہ چھوٹوں کے ساتھ وہ... ہوا
نے ضرور ہی جگہ رکھیں ڈال دیں۔ دوسری طرف سولے
زمین پر گرا تھا جو بڑے چھوٹے کاشت کرنے کے لیے ہوا
کر کے نرم کی گئی تھی۔ اس زمین پر گرنے سے اسے
قابری چٹ تو بالکل ہی نہیں آئی لیکن گرنے سے اسے
والے نکلنے سے بازوؤں اور دائیں شانے کو سوزنا ہوا
وہ جانتا تھا کہ اس قسم کی بڑھ چٹ فوری طور پر ہونے
کرنی لیکن بعد میں آدی کو فاضلی تکلیف پر اہستہ پر آئی
ہے۔ لیکن ان کے لیے ساری اہمیت ابھی کی گئی تھی۔ ان
دونوں کے لیے سب سے زیادہ غور اس بات سے ہی کیا
اور پچیس موبائل کے تمام کا فضا خوار ہوا۔

شہر پار نے بہت بڑا دستک لیا۔ سامنے سے آنے
موبائل میں موجود پچیس والوں سے نکلنے کا واضع پتہ
اسے پورا تھا کہ وہ اپنی والی جیب کی دھاروں پر چڑھ کر
اسے پچیس موبائل سے غمراوے اور تمام سے نکل کر
سطح جیب سے چھٹاک لگا دی لیکن اتنی رفتار سے چلتی گاتی
سے چھٹاک لگا بھی کوئی خدائی نہیں۔ سب سے زیادہ تو
آئی کے لیے اپنے تازہ ترین ریکورڈنگ مشین ہو جاتا ہے۔
حرکت کے شدت و قوت میں اس کا سامنا کرنے کے لیے تو
چڑھتا ہے اور نتیجہاً چھتاک پرست کے جسم کی قوت بہت
کی صورت میں بھٹکتا پڑتا ہے۔ اسے اور سولو ہوگی۔ سب
معلوم تھا لیکن ہلے بھر میں ہونے والے ٹھیلے پر نکلنے
میں دونوں ہی نے لچکا پھرت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس وقت
کے پیچھے اس بھرے رفتار بہت تھی ہاتھ تو جھیر ہاتھ سے
فاروق اور سولے دا سے حاصل کی گئی لیکن اس سے بڑھ کر
یہ زمین کا راز تھا کہ وہ حق کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اتنی ہی
راہ میں چاہے جتنی بھی مشکلات آئیں، بہر حال اتنی چھا
جانے کے لیے وہ ہے۔ وہ دونوں اپنی اپنی جانب سے
سڑک کے کنارے یا پھر گودے تو حقیقت میں صلہ نہیں تھا
کہ فضا میں مشعل جسم کو کیا پہنچا ہے؟ گالین دونوں ہی ان
اقتبا سے خوش قسمت ثابت ہونے کے شہر پار میں سب
کو وہاں بہت سارے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے چھوٹے
کے ہونے تھے۔ اس کا حرکت کرتا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
گرا۔ اسے زور دار ہونکا تو ضرور لگائے وہ کسی کسٹن انڈیک
پلاٹ سے محفوظ رہا۔ اہستہ چھوٹوں کے ساتھ وہ... ہوا
نے ضرور ہی جگہ رکھیں ڈال دیں۔ دوسری طرف سولے
زمین پر گرا تھا جو بڑے چھوٹے کاشت کرنے کے لیے ہوا
کر کے نرم کی گئی تھی۔ اس زمین پر گرنے سے اسے
قابری چٹ تو بالکل ہی نہیں آئی لیکن گرنے سے اسے
والے نکلنے سے بازوؤں اور دائیں شانے کو سوزنا ہوا
وہ جانتا تھا کہ اس قسم کی بڑھ چٹ فوری طور پر ہونے
کرنی لیکن بعد میں آدی کو فاضلی تکلیف پر اہستہ پر آئی
ہے۔ لیکن ان کے لیے ساری اہمیت ابھی کی گئی تھی۔ ان
دونوں کے لیے سب سے زیادہ غور اس بات سے ہی کیا
اور پچیس موبائل کے تمام کا فضا خوار ہوا۔

نہی کسی بڑا اور مومن ہوئی بھلی کر اس کے شجر سے ملو۔ میں
اسے تم دونوں کے بارے میں بتا دوں گا۔ آگے وہ خود سب
سنبھال لے گا۔" مہاراجان نے گویا بھلی بھاتے میں
مسئلہ حل کیا اور اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ "دورا
بھرنی سے کام لو اور اتنا... اٹکا بڑا مادہ ہوا ہے، ابھی پورے
شجر میں آگ بھڑک اٹھی کی اور کسی کے لیے کھنک آتا جاتا
مگر نہیں رہے گا۔"

"شہرک ہے۔" شہر یاد نے اس کے مشورے کے
جواب میں غصہ اٹھ کر مابہ قطع کر دیا۔ اس جی اسے
اساس ہوا کہ شہر کی فضا بلدی ہے اور لوگ بدحواسی سے
نظر آ رہے ہیں۔ تیزی سے بند ہوئی دکھائی دیکھوں سے
غائب ہوئی گاڑیاں اور گلیت میں پھول ہی کی تہ کی سمت
بھاگتے افراد لٹکتے ہی کہہ رہے تھے کہ اشک کے ٹپ کی خبر
نیز جھیلوں سے شہر کی جاگتی ہے اور لوگ اس شہر کے رزائل
سے خوف زدہ ہو کر اپنی جانوں اور ملک کا کھوکھلا کرنے کی
فکر میں ہیں۔ وہ ایک آنور کشا کو تکرار یا بڑی روک کر اس
میں سوار ہونے تو ہوا بھلی کوئی چلنے کی آواز سنا دی جس
پر حیرت جھلک اٹھی۔

"کہہ جاتا تھا ہے صاحب، ابھی این کوئی سوادہی
نہیں پہنچا ہے۔ شہر کے حالات شہرک نہیں ہیں۔ این وعدہ
بند کر کے ابھی اپنے گھر جانے گا۔" رکشے والے نے ان
کے اس طرح اپنے رکشے میں آگھنے کا سخت برا مانا اور
گلازے ہونے سڑک کے ساتھ بولنا چاہا۔ اس کی بات نہ سم
ہونے تک باقاعدہ ٹریفک کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور اس
کے ساتھ ہی چلنے والی لوگوں کی کچھ بچاؤ اور گاڑیوں کے
چلتے پڑنے لفظا کو ہر سنگین بنا دیا تھا۔ یہ سنگینی جتنی دور
پر رکشے والے پر بھی اثر انداز ہو رہی تھی اور وہ کمانے
دھمانے کی فکر چھوڑ کر اپنے گھر کی کھوکھلا چادر چادری تک پہنچنے
کے لیے بے چین تھا ہی لیے اسے یہ بڑی بدی کے سوا اور ایک
آگے نہیں بھا رہے تھے۔

"مومن ہوئی چلو۔" رکشا ڈرائیور کے احتجاج کو خاطر
میں نہ لاتے ہوئے سلسلے سے روکے میں اسے غم دیا اور
ساتھ ہی داخل کال کر اس کی گردن پر دھک دیا۔ سر دھیر لچکے
تو شہر رکشا ڈرائیور نظر انداز بھی کر دیتا لیکن گردن سے
لگے سر دھکے کو بے فکر اندازہ کر سکتا تھا جبکہ وہ جانتا تھا کہ اس
سر دھکے کی آگے تھی چمن بھری کوئی آدمی تو بیٹھ بیٹھ
کے لیے سر دھک رہتی ہے۔ اس کی گلی بندھ گئی۔
"جلدی چلو۔" سٹو ایک بار بھر فریاد تو وہ یہ چن و

چرا کے رکشے کو حرکت میں لے آیا۔ لیکن لوگوں پر غارت
گلیت اور بدست نے ٹریفک کو بچ بچا کر دیا تھا اور
جلد از جلد گھٹے کے چکر میں گاڑیاں بھٹی کر رہی تھیں۔
اسے آگے کس جاؤ گئے، ابھی شروع ہو گیا تھا۔
"روزہ چاہے صاحب! اور سے آگے جا...
راست نہیں ہے گا۔" رکشے والے نے فریادیں لپکتے میں
بھڑکی بیان کی۔ سٹو اسے بھلی کی بھلی ٹھنک دیکھنے سے
بہرہ عمل وہیں اندر دکھ چکا تھا لیکن اس کا رعب تو اسے کچھ
تاکم تھا۔

"دیکھو سوک سے مت کر کہیں اندر کی گلی میں
سے راست جاتا ہو تو وہاں سے نکال لو۔" اس بار شہر
اسے ڈرازم لپکتے میں گیا تو وہر ہلاکتا ہوا کوشش میں مشورہ
ہو گیا۔ بے ترتیب ہو جانے والے ٹریفک میں سے
نکالنے کے لیے راستہ بنا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ اسے پتہ
ارما تیار نہیں آ رہی کی کوشش کے بعد اس میں کامیاب ہوا
نور دیکھنے کو ایک پڑوسی گلی میں لے گیا۔ گلی کا رخ کرنے
والے وہ لوگ تھا کھنک سے سوک کی صورت میں سے
بایں ہو کر کھنک سے لوگوں نے اس طرف بھاگنے کی طرف
ہو حال وہاں سوک بھی غراب صورت حال میں تھی۔
خصوصاً اس اعتبار سے بھی کہ وہاں جلاؤ سمجھ اور کرنے والی
نے ابھی تک کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ ان کا بانی رات
آرام سے کھنک گیا۔

"صاحب! آپ بیلو تو ابھی اتار دوں اور
کر آپ اس سائڈ والی گلی میں جاؤ گے تو مومن نہیں آجی
اور اول جائے گا۔ سوک پر لے جانے میں مشورہ
ساتھ سے گلیاں چلنے کی آواز آ رہی ہے۔ یہ سنگینی
نے رکشا اور ایک سنگینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے
جاڑا لے لپکتے میں بولا۔

"شہرک ہے، ہم بھی اتار جاتے ہیں۔" شہر یاد نے
کہا اور اپنی بیٹی کی چپ سے دونوں کی ایک گلی کی طرف
اس کی طرف بڑھائی۔ ایک ساتھ چلتے چلتے
کر گئے والے کی آگے نہیں پھٹ گیا۔

"نہ نہ۔ یہ تمہاری خدمت کا اعزاز ہے۔
اسے غراب حالات میں ہمیں ڈرائی حوالہ تک پہنچانے
کے لیے تم ایسے ہی اقدام کے حق دار ہو۔" شہر یاد نے
سے کہتے ہوئے دونوں کی گلی میں اس کے ہاتھوں میں
ڈرامہ میں کرنے والے لپکتے میں بولا۔ "یہ رکشا
دن کی کوئی بات تمہیں بھول کر بھی یاد نہیں کرتی ہے

کوئی کھنک لپکتے میں اتارنا ہے اور نہ تمہارے ساتھ کچھ بڑا ہوا تو
اسے رکشے سے اتار کر خود ہو گئے۔"
"تیرے ہم بلی باپ۔" رکشے والے نے اس کے آگے
بڑھ کر بولا۔ اس دوران میں سٹو اسٹائل سا بھلا ہوا تھا۔
"شہر یاد نے اس کا شکریہ ادا کرنے سے بچھڑایا
نہیں اور سٹو رکشے سے اتارنے کے کالے نے بھاری
بھاری کھنک اشارت کر کے موز لپکا اور وہ دونوں اس گلی میں
چلے گئے جس میں ہوئی مومن کا گلی دور لڑا وہ تھا جس
میں وہ تھا جس کے ساتھ ہی ایک کال بلی تھی بولی تھی۔
"یہ کال بلی دہانے پر فریادیں ایک گاڑی کو سوار ہوا۔

"شہر سے ملتا ہے۔ ہمیں بھول نے کبھی ہے۔"
کی سوالیہ نظروں کے جواب میں شہر یاد نے بارمب
بھاری تو وہ بھوکھو ب نظر آنے لگا۔ "یہ جی یہاں
مومن کو سب بھول بھائی بھارتے تھے اور اگر کوئی
بھول گیا کہہ رہا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اس میں کوئی
بھول گیا ہے۔"

"آپ لوگ ایک منٹ ٹھہریں۔ میں شہر صاحب کو
بھوکھو کھنک۔" مومین کے بارہو دیکھ کر اسے احتیاط کا
بھوکھو اور شہر یاد نے اس میں کھنکے دلا اور جالی دار
بھوکھو کر رہی تھی سے چھانک کر وہ ان سے کھنک کر رہا
بھوکھو مشکل سے ایک منٹ ہی وہاں کھنک میں کھڑا رہتا
بھوکھو اور وہ ان کے لیے چل گیا۔

"شہر کھنک لپکتے۔ شہر صاحب آپ لوگوں کا
بھوکھو ہے۔" "ابھی بار کا ڈکالہ ہے۔" وہ بھوکھو
بھوکھو سے بھوکھو کر اندر آہل ہونے کے تو بھوکھو
بھوکھو کی کھنک نہی کر رہی تھی اور وہ ان سے میں میں
بھوکھو ہے جس نے ان کے پاس موجود اسے کی
بھوکھو کا اعلان کر دیا ہے لیکن کاروائی اسے بھوکھو کی طرف
بھوکھو دیا اور اسے غلاب و احترام سے لے کر
بھوکھو اس نے اور وہاں بھوکھو وقت مٹا رہا گیا
بھوکھو اسے بھوکھو اور وہاں بھوکھو کے کھنک کی طرف
بھوکھو اسے بھوکھو اور وہاں بھوکھو کے کھنک کی طرف
بھوکھو اسے بھوکھو اور وہاں بھوکھو کے کھنک کی طرف

"آپ کا کیا اندازہ ہے سر! اشوک صاحب کے گل
میں کن لوگوں کا نام ہو سکتا ہے؟" ایک شہر یاد چلنے پھرنے
والی رپورٹ نے بھائی جی سے سوال کیا تھے سن کر بھائی جی
سے پھر سے تاثرات جاری ہو رہے تھے اور وہ یہ تو اس
کی آواز میں پہلے سے زیادہ بھوکھو تھی۔
"ایک بڑا سن میں اسے لپکتے دوست اور زمین

بھائے اشوک روم کی طرز پر چاہا تھا۔ میں قیمت مشکل
صونے پر برامجان شہر نے فوراً ہی کھوٹے ہو کر ان کا
استعمال کیا۔ خوب صورتی سے بچے اس کر سے بھوکھو
شامدار پر سٹائل خوب بھوکھو کر رہی تھی۔ اس نے پیش قیمت نو
بھوکھو مکن رکھا تھا اور اس کے کھوکھو میں کھوکھو سے لے کر
بھوکھو میں موجود تو جس تک ہر شے ابھی نہیں تھی کہ وہ خود کو بلی
ہوئی پھٹ کے لیے بالکل بھوکھو صاحب مومین اور بھوکھو۔

وہ بھائی جی سے طاقت کر چکے تھے۔ کھنک کا نامی
گرمای خطا ہونے کے باوجود وہ اپنے رکھ رکھاؤ سے کوئی
نواب محسوس ہوتا تھا ایسے شخص نے اگر اپنے ایک شامدار
بھوکھو کے شہر کے طہرہ ساتے موجود کھنک کا انتخاب کیا تھا تو
یہ کھنک ان کی بات نہیں تھی۔ گرم جوش سے اپنے استعمال کرنے
اسے شہر سے معاف کر کے شہر سنبھالنے تک وہ دونوں
بھوکھو بھوکھو چکے تھے۔ حیرت سے کھوکھو اس نے بھوکھو
ٹاک کر سے کی دیوار پر نصب بڑی سی ایل ای ڈی اسکرین
نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اسکرین پر سنبھالنے کے پھوکھو
میں بھوکھو پڑھ کر غصیت رکھنے والے بھائی جی کو دکھایا جا رہا
تھا۔ بھائی جی کے ارد گرد جو مٹھرا تھا، اسے دیکھ کر بھوکھو
تھا کہ وہ کسی بھوکھو میں شریک ہے۔

"مجھے اشوک صاحب کی صورت کا بہت پسند ہے۔"
بے قاب ہم کارروائی کر رہے تھے لیکن انسانیت کے نامے
ان کا گل میرے لیے بہت بڑا دھک ثابت ہوا ہے۔ میں
خصوصیت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اس لاکھوتیت کا خاطر
کرے اور جلد از جلد اشوک صاحب کے تقویٰ کو کھنک کر
کے انہیں ان کے اہتمام تک پہنچانے کیونکہ اگر یہ قابل گرفتار
نہ ہوتے تو ان کے حوصلے اور جوش بلند ہو جا میں گے اور وہ
کھنکے تمام گل و خوارت گرنی کا بازار گرم کر دیں گے۔ عام
آدمی کو یہاں پہنچنے کی کوئی حق نہ حاصل نہیں ہے، تقویٰ کا
حوصلہ بڑھا تو وہ کھنک تقویٰ ان لوگوں میں پہنچے خواں تک بھی ہا
پہنچیں گے۔" بھائی جی اپنے مخصوص دھکے کے لیے میں بڑا
پڑ جوش بیان دے رہا تھا۔ ان دونوں کے ساتھ ہی بھوکھو
مومن کا شہر بھی دیکھی سے اسکرین کی طرف متوجہ تھا۔

"آپ کا کیا اندازہ ہے سر! اشوک صاحب کے گل
میں کن لوگوں کا نام ہو سکتا ہے؟" ایک شہر یاد چلنے پھرنے
والی رپورٹ نے بھائی جی سے سوال کیا تھے سن کر بھائی جی
سے پھر سے تاثرات جاری ہو رہے تھے اور وہ یہ تو اس
کی آواز میں پہلے سے زیادہ بھوکھو تھی۔
"ایک بڑا سن میں اسے لپکتے دوست اور زمین

باتا ہے، اس سے تو خود وہ یا اس کے قریبی لوگ ہی واقف ہو سکتے ہیں۔ اشوک صاحب سے میرا مقصد اس نوعیت کا نہیں تھا کہ میں ان کے اس قسم کے رازوں سے واقف ہو سکوں اس لیے آپ کو چاہیے کہ میرے سامنے ان کے قریبی ساتھیوں سے یہ سوال کریں۔ میں تو اس صورت حال میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ اخلاقی نقطے پر سے کروں اور وہ میں کر رہا ہوں۔ آپ سب نے دیکھ ہی لیا ہے کہ میں نے اس مسئلے کی اطلاع دینے ہی اپنی سہائی ہوئی شکل کا اہتمام کر دیا ہے اور اب اس کوشش میں ہوں کہ اپنے معزز مہمانوں کو یہ حفاظت ان کے گھر اور ملک پہنچانے کا اہتمام کر سکوں۔ شہر کے بڑے بڑے حالات میں یہ کام آسان نہیں ہوگا اور پہنچانے کی فراہم کو یہاں ہونے والے میں شہر آ کر ان کی پہچانی کرنی ہوگی۔" بھائی بی کے اظہار نے انہیں چڑا دیا۔ اس بات کا مطلب تھا کہ وہ امرین پر جو متحمل ہو رہے ہیں، وہ ہونے والی ہی کے ہیں اور بھائی بی بڑا بچہ خود وہاں موجود ہے۔ مول کے بارے میں کسی اندازہ لگانا یا جاننا تھا کہ وہ بھائی بی کے پاس یا کسی اور جگہ ہوگا۔

"کہنے والے تو یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اشوک صاحب کی موت کا آپ کو سب سے زیادہ فائدہ ہوگا کیونکہ اس شہر میں آپ کے سب سے بڑے حریف وہی تھے۔" ایک رپورٹر نے ذرا توجہ لگے جس میں یہ سوال کیا جس کو بھائی بی کے ہاتھ پر آگاری کی گھیر سی نظر آئی لیکن جب اس نے جواب دینے کے لیے متحمل تو سب معمول پر چلے گئے۔

"میں پتہ نہیں کہنے والوں کی زبان نہیں پکڑ سکتا لیکن اس بات کا مطالبہ ضرور کرتا ہوں کہ حکومت اس معاملے کی تحقیق و تفتیش کروائے تاکہ وہاں کا اور پانی کا پانی ہو جائے۔ فی الوقت میں اپنی صفائی میں صرف اتنا کر سکتا ہوں کہ ایک فرد کے چلے جانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ آج اگر اشوک صاحب گھر سے ہی تو ان کا کوئی قریبی ساتھی ان کی جگہ لے گا اور ان کا پتہ پتہ ہوگی میرا حریف ہی ہوگا اس لیے یہ بہانہ ہے کہ اشوک کے جانے سے میرا کوئی فائدہ ہے۔ حریف کی صورت اور نام چل جانے سے میری پوزیشن پر بہلا کر فرق پڑ سکتا ہے؟ ہم گل بھی ایک دوسرے کے مخالف تھے، آج بھی ہیں اور آنے والے گل میں بھی رہیں گے۔" اس آخری وضاحت کو سنی کرنے کے بعد بھائی بی سینہ پڑاؤوں کے سوالات کا سامنا کرنے کے لیے مزید وہاں نہیں رہا اور "پکڑنے والی" کہتا ہوا دھڑکے سے ہٹ گیا۔

اس کے گھر سے بیٹے ہی امرین پر ایک بریک پر تھکا ہوا دکھائی جانے لگا۔ یہ بریک نیرازان کے لیے بھائی بی کے بیان سے بھی زیادہ تھکن دینے والی تھی کیونکہ اس میں جو بی بی کی وہی فوج دکھائی جا رہی تھی، اس میں ہونے والے لوگوں کو دکھایا گیا تھا۔ فوج بہت زیادہ صاف نہیں تھی مگر یہی یہ امکان تھا کہ جن جن افراد نے انہیں موجودہ طریقے میں دیکھا تھا وہ انہیں شناخت کر سکتے تھے۔ فوج کو دکھانے کے لیے بھائی بی نے یہ فوج اس وزارت کے قلمی حصے میں رکھی تھی۔ گھر سے حاصل کی گئی ہے جس سے کھلی پارٹی کے صاحب پر کوئی چھائی گئی تھی اور وہ خوش قسمتی سے نکلے تھے لیکن قاتلوں نے متحمل حریف سے ان کا راز چھپا کر نہیں والوں کے گھر میں اپنے کام کر رہے۔

امگرین پر بار بار اشوک کے گھر کے سامنے سے مناظر دکھانے جا رہے تھے اور ایک ایک گیند کے گھومنے کتاب کے ساتھ تیار رہا تھا کہ قاتلوں نے کب اور کب اشوک کو نشانہ بنا جائے گا۔ نتیجے میں صرف وہ ہلاک ہو گیا بلکہ آگے جا کر فرار کی کوشش میں دوشت کروں گے اور امرین کی زندگیوں کو بھی داؤ پر لگا دیا۔ گھر سے میں ۲۰۰۰۰ تین تین گھنٹوں کے اندر اس کے لیے سب دیکھ رہے تھے۔ نیرازان نے امرین کی آواز کے ساتھ وہاں کوئی دوسری آواز سنائی تھی۔ نیرازان نے یہی سمجھا کہ اشوک کو ہلاک کرنے کے لیے تو وہ نیرازان نے ایک گھر بیٹھا رکھا تھا اور وہاں سے نکلنے میں وہ اس طرف قیامت بخشنے کے بعد صرف "او کے سر" کہہ کر فرار ہو گیا۔

"آپ دونوں کے لیے مہل بھائی کا یہ ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپ دونوں کو دھوکہ دینے والے ہیں اور یہ کہہ کر اپنی کھلی ہوئی ہمت بھائی بی کو سب سے بالاتر کر رہے گئے۔" نیرازان نے کہا کہ وہاں وہاں کی طرف توجہ نہ ہو اور اس کے ساتھ پیغام بھیج دیا۔ یہ وہاں کی کیزو بند تھا کہ کسی کو وہی فوج دیکھنے کے لیے کسی کام کا ڈرگٹ ظاہر نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس سے اس کا پتہ لیا تھا جو انہیں کرانے کے قابل سمجھنے کی صورت میں اسے روکنا چاہیے تھا۔ وہ متحمل انہیں معزز ساتھیوں کی طرح ہی دیکھ کر رہا تھا۔

"ہمارے چلنے کا یہ وہی آئی بی سویت آپ کو دکھائی دے گا۔" نیرازان نے کہا ہے۔ یہاں آپ کو اپنی صورت کی شکل دکھانی ہے۔ اگر کوئی کی محسوس ہوتی ہے تو اسے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں کوشش کروں گا کہ فرار سے پرہیز کروں گا۔

نیرازان نے اپنی اپنی انجام سے رہا تھا۔ "شیک بے سزا ہم دیکھ لیتے ہیں۔" شہر دار نے کہا۔

"میرا نام نیرازان ہے۔ یہاں زیادہ تر لوگ مجھے سمجھتے کیے ہیں۔" اس نے نیرازان کی اپنا تعارف کروایا۔

"تو تعارف کا یہ مرحلہ ملاقات کی ابتدا میں لے دیا ہے لیکن وہ لوگ آتے ہی خبروں میں مصروف ہو گئے تھے اس لیے کسی کو اس کا خیال نہیں آیا تھا۔"

"شیک بے سزا میں انی المال آپ کو تعارف سے متعلق ہے۔ میں کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا آپ سے رابطہ کرنے کے لیے۔" شہر دار نے اسے مزید بانٹنا نہیں دیا اس لیے اس سے اجازت لیا۔

"جانتے جانتے وہ ہوتا تھا کہ اگر کام پر داخل ہوتی ہے تو اس کے جانے کے بعد انہوں نے پورے سویت کا پتہ لیا۔" شیک بے سزا نے وہ پتہ دیا اور وہاں موجود تھے۔

شہر دار نے وہ پتہ دیا اور وہاں موجود تھے۔

"میرا نام نیرازان ہے۔ یہاں زیادہ تر لوگ مجھے سمجھتے کیے ہیں۔" اس نے نیرازان کی اپنا تعارف کروایا۔

"تو تعارف کا یہ مرحلہ ملاقات کی ابتدا میں لے دیا ہے لیکن وہ لوگ آتے ہی خبروں میں مصروف ہو گئے تھے اس لیے کسی کو اس کا خیال نہیں آیا تھا۔"

"شیک بے سزا میں انی المال آپ کو تعارف سے متعلق ہے۔ میں کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا آپ سے رابطہ کرنے کے لیے۔" شہر دار نے اسے مزید بانٹنا نہیں دیا اس لیے اس سے اجازت لیا۔

"جانتے جانتے وہ ہوتا تھا کہ اگر کام پر داخل ہوتی ہے تو اس کے جانے کے بعد انہوں نے پورے سویت کا پتہ لیا۔" شیک بے سزا نے وہ پتہ دیا اور وہاں موجود تھے۔

ان دونوں نے ہی اصل خانوں کا رخ کیا اور طویل بحث کے بعد پتہ لگے تو صرف تازہ دم ہو چکے تھے بلکہ اپنے حریفوں سے بھی تھکتے حاصل کر چکے تھے جو انہوں نے اپنے کام کو کرنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہاں سے اطلاع دینی کی کہ انہوں نے پتہ لگا لیا تھا۔

"ان دونوں نے ہی اصل خانوں کا رخ کیا اور طویل بحث کے بعد پتہ لگے تو صرف تازہ دم ہو چکے تھے بلکہ اپنے حریفوں سے بھی تھکتے حاصل کر چکے تھے جو انہوں نے اپنے کام کو کرنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہاں سے اطلاع دینی کی کہ انہوں نے پتہ لگا لیا تھا۔"

"ان دونوں نے ہی اصل خانوں کا رخ کیا اور طویل بحث کے بعد پتہ لگے تو صرف تازہ دم ہو چکے تھے بلکہ اپنے حریفوں سے بھی تھکتے حاصل کر چکے تھے جو انہوں نے اپنے کام کو کرنے کے لیے اختیار کیا تھا۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد وہاں سے اطلاع دینی کی کہ انہوں نے پتہ لگا لیا تھا۔"

یہاں لوگوں کی زبانوں میں یہاں تک کہ وہاں مطالعہ نہیں تھا بلکہ بہت سے بہت حیرانگی۔ ان دونوں نے خوب بات کر کے ان سے انصاف کیا کیونکہ انی المال انہیں کوئی حق نہیں دیکھتے تھے جس کی قسمیں وہ اپنے وعدوں پر پورا اٹانے سے گریز کرتے۔ شہر دار نے الیہ سلوی نسبت ہاتھ دیا اور ان کی کوشش کی کہ اپنی حیرت خوار کر کے زیادہ تھکاؤ نہ کرے۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ ایک بار پھر نیرازان کے گھر کے وہاں وہی خبریں مختلف انداز میں بار بار دکھائی جا رہی تھیں لیکن وہ بھائی بی کی آمد تک انتظار کرتا رہا اس لیے اس کی خبر دیکھنے جا رہے تھے۔ حیرت انگیز طور پر اس دوران میں کوئی بھی انکھانے کی چیز سمیٹنے کے لیے بھی وہاں نہیں آیا تھا۔ شاید کوشش کی جا رہی تھی کہ ان کا زیادہ افراد سے سامنا نہ ہو اس لیے کھانا بھی اس وقت گھرایا گیا تھا جب وہ غسل میں مصروف تھے۔

آخر کار انہوں نے انکھاری گھوڑوں میں قسم ہو گئی اور روزانہ سے پر بھی ہی اشوک کے ساتھ بھائی بی احمد داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے میرا انجان بھی موجود تھا۔ شہر دار اس طرح نے گھر سے ہو کر ان دونوں کا استقبال کیا۔ آپس میں مصالحت کے بعد چاروں نے شیشی سنبھال لیں اور سب سے پہلے بھائی بی نے شکرانے ہوئے کھٹکھٹکا کر آنا دیکھا۔

"بہت خوب۔ بہت ہی عمدہ۔ تم دونوں کی بھاری نے کامیابی کے بارے میں تم سے سبیل کرنے کوئی غلطی نہیں کی تھی۔" شہر دار نے انہوں کے مطابق اپنا کام انجام دینے کے بعد چاروں میں تم لوگوں نے جس بھارتی اور بھارتی کا مظاہرہ کیا، اس کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔ کچھ بچہ کہہ کر بچے تو اپنے کانوں پر چین ہی نہیں آیا تھا اور میں اس تم میں جھگڑا تھا کہ وہی ابھی منصوبہ بندی کے باوجود صرف ایک اخلاقی کی وجہ سے اشوک کا گیا۔ میں نے جب سنا تھا کہ اشوک کے کھانے کا ایک کیمرا میں لگا دیا گیا ہے تو مجھے لگا تھا کہ قسمت کی وہی اشوک کے ساتھ ہے لیکن تم نے ثابت کر دیا کہ آدمی باہمت اور تاہم ہو تو سامنے والے کی ابھی قسمت بھی دھوکا سے جاتی ہے۔" وہ بہت خوش تھا اور خوب کھل کر ان دونوں کی تعریف کر رہا تھا۔

"آپ کو مہنگا ہو کہ آپ اپنے دشمن سے نہایت پانے میں کامیاب ہو گئے اور وہ بھی اس غمگین کام کے اور آپ کے تمام انجام آدمیوں کے پاس جاتے اور بات سے دور نہیں اور موجود ہونے کا فحش ثبوت موجود ہے۔" شہر دار نے کہا کہ آج رات وہی جانے والی پارٹی خاص ہی

تھم کے لیے رچی تھی ہوئی۔ "شہزاد نے اس کی بات کے جواب میں یہاں شروع کیا تو اس کے ہاتھوں پر مسکراہٹ کا نام لگانا بھی نہیں تھا اور وہ معمول سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"تم نے ٹھیک اندازہ لگا دیا ہے لیکن نہیں اور ہینک دونوں کے لیے یہ کوئی پرکھانے والا وقت نہیں ہوگا کیونکہ میرا اشوک کا یہ معمول رہا ہے کہ ہم اپنے بہت سے اہم پروگرام اور پارٹیز ایک ہی دن رکھتے ہیں تاکہ ہر کسی اور مسئلہ یا ہمیں ایک وقت تو جو دینے پر مجبور ہو جائے اور خبروں میں کسی ایک کا نام دوسرے سے نمایاں نہ رہنے پائے۔"

بھائی جی نے اطمینان سے اس کی بات کا جواب دیا۔ "لیکن آج تو آپ اشوک سے اس معاملے میں گفتگو کیا گئے۔ آج تو ہر طرف وہی چھایا ہوا ہے۔" سلسلہ نے اسکرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بے ساختگی سے تبصرہ کیا۔ اسکرین پر اس وقت اشوک کی لاش کے کوزہ اور دکھانے جا رہے تھے البتہ آواز بڑھانے کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

"یہ آخری موقع ہے جو اشوک کو یوں اہمیت مل رہی ہے۔ آئے والے وقتوں میں لوگ اس کا نام تک بھول جاتے ہیں اور وہ بے سبب سبب سے بھائی جی کا نام پلے گا۔" عبدالرحمان نے وہ قدرتی کثرت دیکھتے ہوئے فوراً سلسلہ کی بات کا جواب دیا۔ "خوش ہو رہی ہیں بہت نظر آ رہا تھا۔"

"لیکن تم لوگوں کی طرف سے تو یہ بیان دیا گیا ہے کہ اشوک کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور بھائی جی کوئی اور اس کی جگہ لے لے گا۔" سلسلہ نے اعتراض کیا۔

"اسے وقت کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے کہا گیا ہے لیکن آنے والے وقت میں ہر بات کو دیکھنے کا کیسے اشوک کا ٹیکہ ٹھوکوں میں تقسیم ہوتا ہے اور اس کے آدمی تھے کی موت مارے جاتے ہیں۔ پتا نہیں صرف انہیں ملے گی جو بھائی جی کے تعلق دار ہو جائیں گے ہائی کو بھی سب جانتے ہیں تو زمین کے اندر ملے گی۔ زمین کے اوپر تو بس وہی رہ سکتے گا جو بھائی جی کے نام کی ماں ہے گا۔" عبدالرحمان نے آگے کا پروگرام بتایا۔ بھائی جی کے ہاتھوں پر کھلی دیکھی مسکراہٹ سے ظاہر تھا کہ وہ اپنے اس خاص پیلے کے ایک ایک لفظ سے متعلق ہے۔

"اوہ... پھر تو تم اپنی بیٹی پر بھرائی کی شکل مبارک یاد دلوانا شروع کر دو۔" جب یہ فوج آئے سب ہم کہاں ہوں۔" سلسلہ نے خوش مزاجی کا مظاہرہ کیا۔ وہ کچھ ہاتھوں پر

تھم یا اس وقت سلسلہ میں خاص دلچسپی لگتا ہے کہ اس لیے خلاف معمول خود ہلنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ "کھانا ہے پر خوردوار اور تم کچھ چپ چپ سے۔"

کوئی اطمینان یا پریشانی ہی نہیں تھا۔ "جیسا بائیں اہل نہیں لگ رہا کہ ہمارے جس دوست نے ہمارا اٹکا پڑا کام اسے خود اس طرح ایلچھا ہوا بیٹھا ہے۔" بھائی جی نے اس پر آوی اس کی نامی کو گھوس کر کہا۔ "یہ بچے ممکن تھا کہ بڑی محنت سے چ پھیندے گا۔ یہ اور بات کہ شہزاد اس وقت بھر سے لچھے سے دھوکا کھانے والا نہیں تھا اور جاننا کہ بھائی جی اس دنیا کا آدمی ہے۔ جہاں محبت سے وہ مفادات کوتر پہنچا دیتی جاتی ہے چنانچہ شہزاد کہہ لیتے۔ ہاں دل میں موجود فحشہ وہ تھا۔"

"ہمیں یہ اطلاع فراہم کی گئی تھی کہ یہ مفادات میرا سچی اشوک پر گولی چلانے کا اس کے منی کے لیے ہے۔ یہ کوئی بھرا سبب نہیں ہے لیکن اب جھڑپ کی حالت ہے اس لیے اس سے بچنا چاہیے کہ وہ اطلاع لگا دے اور یہ ہے یہ بات ہمارے مظاہر میں ٹھیک نہیں ہے۔" دل کی تیشوں سے تھم میری دکھائی یاد رہی۔ "تھم میری اس بات کو سننے میں تباہت کر کے گا کہ ہماری تباہی کرنی تو ہم تمہیں پڑ جائیں گے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے اور اب اس کا جبکہ کامیابی اس وقت کم کے قائل ہے رہی ہے۔ میں نے اسے نہیں لکھا تھا۔"

"تم بیکار میں گھر نہ رہو۔" تھم نے اسے دیکھا اور پھر اسے دیکھا۔ "تمہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا کہ تمہارے اندر کتنی فحشہاٹ ہے بنا دو۔" بھائی جی نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھیاں دھرنے کی کوشش کی۔

"دوسرے ٹھیک ہے لیکن آپ بیکار نہ رہیں۔" تھم نے کہا۔ "ان میں ایسے ایسے باہر موجود ہیں۔ تمہیں ان کے پیچھے موجود آدمی کا اہل چھو بھی لگتا ہے اور ہمیں تو نہ جاننے کتنے لوگوں نے دیکھ رکھا۔ ان لوگوں کو وہاں میں سے جو ایسے بھی ہوں گے نہیں لگتا۔" تھم نے بھائی جی سے یہی چند افرادوں بات کے گواہ بننے کی دعوت دے دی۔ ان میں سے کوئی بے شک تجزیاتی کام کرنے والوں ہاتھوں میں اپنے کسی تجربے یا رہنمائی کے ساتھ ساتھ تھم کو تھم کر سکتا ہے کہ اشوک کی موت کے بعد افرادوں میں سلسلہ سے ہو گئے ہیں۔

تھم نے اس بات سے کوئی راز اگر ایک بار لکھا ہو جائے تو اسے لکھ دیتا۔ "مگر تھم یہ اس کی جگہ چاہتا ہے۔" شہزاد اس کی تسلی سے لکھ لکھ لگا۔

"تم نے میرے بارے میں درست اندازہ نہیں لگایا ہے۔" تھم نے اس بات سے انکار کیا۔ "میں بھی جانتی ہوں کہ یہ کتنے بے شک تجزیاتی کر سکتے ہیں۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی حکمت ہے اور اگر کسی نے نہیں جانتا ہے تو اسے دیکھا بھی ہو گا تو وہ اپنی زبان کھلنے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ اس کی زبان خود اس کی طرح جانتا ہو گا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔"

"میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔"

"میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ تم لوگ اس وقت انتظار کرو۔ میں ابھی اس کا انتظام کرتا ہوں۔" اس کا ٹھیکہ من کر عبدالرحمان نے کہا اور پھر وہ اور بھائی جی وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اس موقع پر بھائی جی نے عمل خاموشی اختیار کیے رچی تھی اور ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"یہ لوگ ہمیں بے خوف بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی حکمت ہے اور اگر کسی نے نہیں جانتا ہے تو اسے دیکھا بھی ہو گا تو وہ اپنی زبان کھلنے کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ اس کی زبان خود اس کی طرح جانتا ہو گا۔"

"میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔"

"میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔"

"میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔" تھم نے کہا۔ "میں نے کہا ہے کہ ہینک کی موت بھائی جی کی طرف سے تو میرا یہ دوسرا ٹھیکہ تھا۔"

پورے ایمپان سے عام اطروہ کی طرح جائیں اور گاڑی میں چلو جائیں۔ "لوگ روم میں کھڑے کچھ نہیں بکھڑے اور ہدایات دیں اور پھر سڑکے ہونے مصافحے کے لیے ہاتھ اڑا دیا۔"

"میں آپ دونوں کو آف کرنے کے لیے آپ کے ساتھ باہر نکلتے ہوں۔ میں خوشی محسوس کرتا لیکن میرا دل آپ کے لیے مناسب نہیں ہوگا اور اس خصوصی سلوک کی وجہ سے اور اگر وہ سچے گھر سے آئے ہوں تو آپ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔" مصافحہ کرتے ہوئے اس نے وضاحت کر دی کہ وہ انہیں سڑک سے دھست کر رہا ہے اور ساتھ ہی وجہ بھی بیان کر دی۔

"ابھی لوک۔ ہم لوگوں کی زندگیوں میں ان قدر مداخلت کی کیا حاجت ہوتی تھی نہیں ہے۔" شہزادے نے تلخ لہجے میں اس کی بات کا جواب دیا اور قدم آگے بڑھانے سے منع فرمادیا۔ "تھکان کے لیے ٹھہریں۔ موجودہ حالات میں نام لوگ خود بھی بہت تھکتے ہیں۔ انہی تھوڑی دیر پہلے اطلاع آئی ہے کہ ریت میں جھانکی کے ایک ریسٹورانٹ کو آگ لگا دی گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ سڑک کے آدمیوں کا کام ہوگا۔ وہ لوگ دوسری جگہوں پر بھی ایسی کاروباریاں کر سکتے ہیں اس لیے مجھے اپنے اس ہونے کی بجائے ریتی کی طرف سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔" وہ منہ بند آدمی تھا اور بیٹھتا ہی اپنی اس خصوصیت کی بنا پر اس پوسٹ پر کام بھی کر رہا تھا۔

شہزادے نے ایک بار پھر اسے سمجھنا چاہی کہ وہ اس کی جبری کو گھنٹے ہیں اور ان کے دل میں کسی قسم کا گھٹو نہیں ہے۔

وہ لارسلو پہنچا آگئے۔ وہاں بڑے ہونٹوں کی سی خصوصیات خاموشی اور سکون طاری تھا لیکن سروں پر اسے نے کر رہا تھا۔ سڑک پر ایک کے چپڑے کے بھیجے اثرات دیکھ کر اتنا زہر ہوا تھا کہ سب اپنی اپنی جگہ اصحاب زہر ہیں اور وہ طبعی طور پر اس بات کے لیے تیار تھے کہ اسٹاک کی صورت کا وہ ٹول موبائل پر جسے اس صورت میں بھی نقل سکتے ہیں۔ چینی ٹھہرے اس مکان چلنے کے خطرے کے خلاف نظر وہاں تکبیر ریتی کے معقول انتظامات بھی کیے گئے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی نظر نہیں چلتی جاسکتی تھی کہ جب ایسا کوئی تسلیم ہوتا ہے تو نقصان دونوں طرف کے لوگوں کو ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ وہاں کم یا زیادہ کا فرق البتہ ہو سکتا ہے۔ وہ دونوں انہیں میں کوئی بات کیے بغیر لہجہ کی سے پتے ہونے ہوگی کی لاپہلی میں لگتی گئے۔

لاہلی کی سڑک بہت خوب صورت تھی اور بڑے بڑے آرام دہ اور پیش قیمت سونے لگے تھے۔ دعوہ پر ایک بڑا ایلی سی ڈی بھی موجود تھا۔ خبریں ہی بل کر دی تھیں اور خبروں کا موضوع چینی ٹھہر کے واقعات ہی تھے لیکن وہاں ان خبروں کو دیکھنے سے زیادہ اطرا اور سڑک گھٹ گئے۔ پوری لاپہلی میں گل تھیں اور صوفوں پر بیٹھے ہونے تھے۔ ان میں سے ایک نے یہ کہہ کر کھولے ہاتھ دکھائے کہ ہاتھ دوسرے کے سامنے اٹھائے اور خبروں والا مصلوٹا ہاتھ تھیرا۔ اگلے گھنٹے کے اندر انہیں خبر آگئیں کہ خبریں دیکھ رہا تھا۔ وہ لاپہلی سے گزرے۔ وہاں تینوں میں سے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور وہاں سے نکلے چلے گئے۔

باہر حسب اطلاع ان کے لیے ڈرائیور سمیت ایک گاڑی موجود تھی۔ ان دونوں کے بیٹھے ہی گاڑی چلتی رہی۔ آگئی۔ اس لیے کھلی باہر شہزادے نے غصہ کیا کہ وہ سب کچھ نہیں ہے اور باہر منتقل ہوا آگئے ہیں۔ دیکھنے کے لیے گھوم گھوم کر آئیے۔ وہ گھبراہٹ سے اسے دیکھا۔ اس نے تکیہ اسے اس لیے کہ وہ تکیہ اور یہ سب...

"آئی ہیلو! آگیا شہزادہ کو اس نے پوچھا۔ "بھلا تو۔ وہاں پہلی کی لاپہلی میں تھے۔ کہاں کر، کو دیکھا تھا۔" اس نے سہہ بہن سے گفتگو کرتے ہوئے شہزادہ کو اپنا غصہ ہوا کہ وہ اس صدمگہ طرف سے آگئی ہے۔ "کون ہے یہ کہاں کر؟" اس کے ساتھ وہ اپنے کے انداز میں ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے اس کے اور پابندی کیا البتہ آواز اتنی دہمی تھی کہ ڈرائیور نے اس کی بات سمجھ کر ہنسا ہوا۔

"را کا ایک اہم بندہ۔ مجھے تربیتک اس نے لیا تھا۔" اس نے بتایا تو شہزادہ کے مسخ سے اسے ہنسا۔ "جلی ہی گمراہ تھی۔ سلوٹھس آفٹ کو تربیت دینے اور اس کے معمولی آدمی کو نہیں بوسکتا تھا۔"

"کیا اس نے تمہیں دیکھ لیا تھا؟" شہزادہ نے پوچھا۔

"نہ پتہ تو اس کی توجہ میری طرف نہیں تھی۔" جیسے آدمی کے ہارے میں نہیں سے پتہ کہ اس نے اس کی آنکھیں بندھی ہوئیں تو مجھے کسی ایک۔ "اس کا منہ مجھے دیکھ لیا ہوگا۔"

"اب اس کی اپنی نظر ہی کی طرف متقلبا آئیے اور اس کا جائزہ لینے میں مصروف ہیں۔ چند منٹ کے بعد وہاں پہلی پہلی تھریں ہو چکا تھا۔ وہاں اب ہتھیاروں کا ہجوم تھا اور ہتھیار ہی بھارتے ڈرتے تھے۔ ہر قسم کی دکانیں، گھر گھروں اور دیگر رات گئے پینے والے کاروباری مراکز، ہوٹل، کھیلے ہوئے ایک ہوٹا سا مکان تھا۔ ایک آدھ گھنٹہ نہیں گزری تھی کہ گاڑی اور گاڑیوں کے ڈھانچے بھی ٹکرائے۔ ان کی گاڑی کے علاوہ سڑک پر سے سب اڑا گیا۔ گاڑیاں ہی تکرار ہو رہی تھیں۔ ایسے میں اگر کوئی ان کے مقابلے میں ہوتا تو اس کی نظر میں آتا ہوتا تھا اور ابھی تک اس کی نظر میں کوئی شخص گاڑی نہیں آسکتی تھی۔

"وہ جھلا گئے ہوتے نہیں ہو سکتے، ہاتھ ایسی جہان کر سولے آج سے بتا دو تو وہ بھی لگتی لگتی اڑا لیا میں سہرا لگا کر اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے کو دیکھا کہ اس کا ہاتھ اڑا کر لیا اس کی نظر پڑی تھی تو اس بات کا بہت زیادہ غصہ تھا کہ اس نے سلوٹھس کو دیکھا ہو تو یہ ہتھیاروں سے اس کے ہاتھوں میں ہی نہ بہت معمولی سا ایک اپ کر کا ہاتھ لگا کر اس کی ایکٹ ایکٹ کے لیے اسے معمولی ایک گھنٹے کے لیے پھیلے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ایک بیٹھتا ہوئی بڑی بات نہیں کی کہ اس کو سلوٹھس کو دیکھ کر پوری طرح چونک گیا ہوگا اور پھر بھی اس کی بات کو سامنے لے کر گم ہو گیا۔"

وہاںوں نے تو اپنی طرف سے برہوں کی محنت اور اس کی طرف سے ہر سلوٹھس کی شکل میں پاکستان کے خلاف ایک کام ہوا تھا کہ اس کے ساتھ وہ نہ جانے کتنی تباہی لگائی تھی اور نہ کتنے تھے لیکن خوش قسمتی سے پینڈے ہی مرتے ہوئے تھے اور انہیں اس کی نظر میں آگیا۔ ان دونوں نے اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ ساتھ یہ باور کروانے میں بھی کامیابی حاصل کر لی کہ پھیلے ہوئے کے خاندان سے تعلق رکھنے والے اس نے اس کے ہاتھوں کی جڑ کے کٹے سمندر سے فرار کر کے برسوں پہلے یہ ملک کی ہی اس لیے تھی کہ وہ اپنے ہی وطن میں پناہ لے گیا تھا۔ وہاں اس نے حالات سے بھی سلوٹھس کی بات سمجھی اور اب وہ چہرے غلوٹس کے ساتھ اس کے ساتھ رہتا تھا۔

"پتہ تو اس کی توجہ میری طرف نہیں تھی۔" جیسے آدمی کے ہارے میں نہیں سے پتہ کہ اس نے اس کی آنکھیں بندھی ہوئیں تو مجھے کسی ایک۔ "اس کا منہ مجھے دیکھ لیا ہوگا۔"

"ان تینوں میں سے کون کہاں کر تھی؟" اس نے پوچھا۔ "نہ پتہ تو اس کی توجہ میری طرف نہیں تھی۔" جیسے آدمی کے ہارے میں نہیں سے پتہ کہ اس نے اس کی آنکھیں بندھی ہوئیں تو مجھے کسی ایک۔ "اس کا منہ مجھے دیکھ لیا ہوگا۔"

اپنے سے لگتے تھے۔ وہ بکھرتے ہوئے طور پر کہہ رہا ہوگا۔ لیکن کیا...؟ یہ ابھی تک سامنے نہیں آتا تھا۔ پھر تو کوئی ان کا مقابلہ بھی نہیں کر رہا تھا۔

"سامنے ایک پابلیس جھپ کھڑی ہے اور اس سے ہمیں رکھنے کا اشارہ کیا جا رہا ہے۔" اچھا، ابھی ڈرائیور نے بندہ آواز میں آگیا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔ "کیا حکم ہے صاحب اب ہوا رہا ہے کہ نہیں؟" ڈرائیور نے اطلاع دینے کے ساتھ ہی غور سے دریافت کیا۔ اسی وقت شہزادے نے دیکھا کہ ایک گاڑی انہیں اور ایک کرنی ہوئی آگے لگی ہے اور اسے بھی رکھنے کا اشارہ کیا جا رہا ہے۔ "گاڑی روک لو۔ اگر کوئی خطر محسوس ہوا تو پھر کھل پڑا۔" اسے خیال آیا کہ شاید حالات کی وجہ سے شہزادے کی جانب جگہ کا بندھی کر کے پابلیس اپنی ڈرائیور کی کردی ہے۔ ایسے میں اگر وہ ٹھہری بہت بات چیت کر کے وہاں سے نکل جائے تو اس کا کام ہو جاتا تو اچھا تھا ورنہ پھر سڑک پر آگیا تو ہر صورت ہی ان کے لیے کھلا ہوا تھا۔ ڈرائیور جس نے فرار ڈھرے دیکھی کر لیا، اپنا ہاتھ اسے ہی پابلیس جھپ کے قریب جا رہا۔ جھپ کے باہر کی پابلیس اپنا سر جھک دیتے جن میں سے وہ پہلے رکھے والی گاڑی کے ڈرائیور کے ساتھ مصروف تھے جبکہ وہ ان کے قریب چلے آئے تھے۔

"کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟" ایک نے غار کی روٹی اندر مارتے ہوئے دریافت کیا۔ "یہ جیتا صاحب کے یہاں ہیں مراد میں ان کے ہم پری ایک جگہ پہنچا ہے جا رہا ہوں۔" ڈرائیور کے الفاظ نے ملک مہذبانہ تھے لیکن جیسے وہ کر رہا تھا جیسی بڑے آدمی کے خاص ملازمین کے لیے جس غور و خطو ہی آجاتا پتہ ہوا۔ وہ اپنے صاحب کی حیثیت کے ذم میں خود کو چھوٹے انہروں سے پہلی اور برتر لگتے لگتے تھے۔

"ہاں جیتا صاحب کے یہاں ہیں۔" ڈرائیور نے اسے لے کر جانا۔ "میں مصروف ہی ہوگا کہ آپ شہزادے کے حالات کتنے خراب ہیں۔ لیکن کوئی ان کے ساتھ شہزادے نہ کر جانتے۔" جیتا کے نام میں کوئی ایسا جاہلو تھا کہ پابلیس والے کا لہجہ غور و خطو ہی ہو رہا تھا۔

"چنانچہ مت کرو۔ اپنے شہزادے کرنے والوں سے بچنے کے لیے میں آگیا ہی کافی ہوں۔" ڈرائیور نے یہ بیانی سے جواب دیا اور پابلیس والے کے پیچھے بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھائی۔ پیچھے کسی بھی صورت حال سے بچنے کے لیے وہاں سے نکلے چلے گئے۔

اپنے سے لگتے تھے۔ وہ بکھرتے ہوئے طور پر کہہ رہا ہوگا۔ لیکن کیا...؟ یہ ابھی تک سامنے نہیں آتا تھا۔ پھر تو کوئی ان کا مقابلہ بھی نہیں کر رہا تھا۔

"سامنے ایک پابلیس جھپ کھڑی ہے اور اس سے ہمیں رکھنے کا اشارہ کیا جا رہا ہے۔" اچھا، ابھی ڈرائیور نے بندہ آواز میں آگیا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔ "کیا حکم ہے صاحب اب ہوا رہا ہے کہ نہیں؟" ڈرائیور نے اطلاع دینے کے ساتھ ہی غور سے دریافت کیا۔ اسی وقت شہزادے نے دیکھا کہ ایک گاڑی انہیں اور ایک کرنی ہوئی آگے لگی ہے اور اسے بھی رکھنے کا اشارہ کیا جا رہا ہے۔ "گاڑی روک لو۔ اگر کوئی خطر محسوس ہوا تو پھر کھل پڑا۔" اسے خیال آیا کہ شاید حالات کی وجہ سے شہزادے کی جانب جگہ کا بندھی کر کے پابلیس اپنی ڈرائیور کی کردی ہے۔ ایسے میں اگر وہ ٹھہری بہت بات چیت کر کے وہاں سے نکل جائے تو اس کا کام ہو جاتا تو اچھا تھا ورنہ پھر سڑک پر آگیا تو ہر صورت ہی ان کے لیے کھلا ہوا تھا۔ ڈرائیور جس نے فرار ڈھرے دیکھی کر لیا، اپنا ہاتھ اسے ہی پابلیس جھپ کے قریب جا رہا۔ جھپ کے باہر کی پابلیس اپنا سر جھک دیتے جن میں سے وہ پہلے رکھے والی گاڑی کے ڈرائیور کے ساتھ مصروف تھے جبکہ وہ ان کے قریب چلے آئے تھے۔

"کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟" ایک نے غار کی روٹی اندر مارتے ہوئے دریافت کیا۔ "یہ جیتا صاحب کے یہاں ہیں مراد میں ان کے ہم پری ایک جگہ پہنچا ہے جا رہا ہوں۔" ڈرائیور کے الفاظ نے ملک مہذبانہ تھے لیکن جیسے وہ کر رہا تھا جیسی بڑے آدمی کے خاص ملازمین کے لیے جس غور و خطو ہی آجاتا پتہ ہوا۔ وہ اپنے صاحب کی حیثیت کے ذم میں خود کو چھوٹے انہروں سے پہلی اور برتر لگتے لگتے تھے۔

"ہاں جیتا صاحب کے یہاں ہیں۔" ڈرائیور نے اسے لے کر جانا۔ "میں مصروف ہی ہوگا کہ آپ شہزادے کے حالات کتنے خراب ہیں۔ لیکن کوئی ان کے ساتھ شہزادے نہ کر جانتے۔" جیتا کے نام میں کوئی ایسا جاہلو تھا کہ پابلیس والے کا لہجہ غور و خطو ہی ہو رہا تھا۔

"چنانچہ مت کرو۔ اپنے شہزادے کرنے والوں سے بچنے کے لیے میں آگیا ہی کافی ہوں۔" ڈرائیور نے یہ بیانی سے جواب دیا اور پابلیس والے کے پیچھے بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھائی۔ پیچھے کسی بھی صورت حال سے بچنے کے لیے وہاں سے نکلے چلے گئے۔

کے لیے تیار تھے سلو اور شہزاد کے اصحاب بھی دیکھنے پر
 گئے۔ خلاف توقع پولیس والوں نے ان دونوں سے کسی قسم
 کا تعلق نہیں کیا تھا۔ رخصت ڈرائیج سے ہاتھ دھیت کر کے
 آگے جانے کی اجازت دے دی گئی۔
 "یہ جتنا کون سے جس کا نام ہے کہ پولیس والوں کے
 غبار سے میں سے ہوا اگل گئی تھی؟" گاڑی آگے بڑھی تو
 شہزاد نے ڈرائیج سے دریافت کیا۔

"فیڈرل لاڈ مشنر تھا۔ یہ گاڑی بھی انہی کی ہے۔
 اپنے بھائی بی کے اگلے دو ہفتوں میں سے وہاں رہتے تھے
 وہی میں لیکن ادھر گھر میں بھی ان کی ایک کوئی سبب نہیں
 بھائی نے آپ لوگوں کے لیے ایک آگاہی ان کی گاڑی سے
 منگوائی تھی۔" ڈرائیج نے ان کی مصلحت میں اضافہ کیا تو
 شہزاد اچھا سراہا کر رہ گیا۔ اسے سمجھا آگئی تھی کہ یہ ڈرائیج
 کے جان سے زیادہ وہاں کی گاڑی کا ڈر ہے کہ پولیس والوں
 نے بلبرین چنگ اور کشتیوں کے اگلے جانے کی اجازت دے
 دی۔ پولیس والے ان معاملہ میں بہت ہوشیار اور پائپر
 ہوتے ہیں اور بڑے آدمیوں کی گاڑیوں کو خوب دیکھتے
 ہیں۔ اس نے دل میں مچھولی کی دھواں نہ بنی کہ کوئی سراہا جس
 نے شہر کے خفیہ واقعات میں ان کے لیے ایسا مواد انعام
 کیا تھا۔ ان کا پانی سزا علیحدگی سے کمزور تھا۔ تقابلی طرف
 سے سو فیصد یقین ہو گیا کہ کوئی دیکھے نہیں ہے ورنہ سٹیشن
 سڑکوں پر پتھروں میں ضرور آجاتا۔

"سچ ہونے میں زیادہ پورے نہیں ہے۔ بھڑکے کہ ہم
 تھوڑی سی خفیہ لے لیں تاکہ آگے کی کارروائی کے لیے
 فریش ہو سکیں۔ اب تک تو ہمیں یہ یقین نہیں ہو گیا ہے کہ
 کھانا کرنے ہوئی کی لابی میں ہمیں نہیں دیکھا اور دیکھا ہے
 تو اس کے آدمی ضرور ہمارا تقاب کرتے۔ ان لیے بھر
 ہے کہ تم کوئی اسے اپنے ذہن سے بچھ دو اور پورے یقین ہو
 جاؤ۔" ڈرائیج انہیں ایک چھوٹے ٹھکے میں پہنچا کر چلا گیا تو
 شہزاد، سلو سے کاغذ ہوا۔ سلو بہت زیادہ پڑھنے کی
 مادحتوں میں بھی نہیں تھی لیکن اس وقت اس پر جو تجربہ سنجیدگی
 جاری کی وہ شہزاد کو بہت زیادہ غموں بوری تھی اس لیے
 اس کا شان چھٹکے ہوئے کئی دینے والے اعزاز میں بولا اس
 کی بات میں کرسلو کے اعزاز میں کوئی فرق نہیں آتا ہم اس
 نے اختلاف نہیں کیا اور پورا ہی اس کمرے کی طرف بڑھ گیا
 جس کی بطور خواب گاہ دکھنے پر موجود اعلیٰ درجہ سے نکاحی
 کی گئی۔ شہزاد کی سر بچھ کر اپنے لیے غموں خواب گاہ کی
 طرف بڑھ گیا۔

وہ تین بجے تک تیز رفتاری سے اپنا سفر جاری
 ہونے لگے۔ ذہنی ایڈی، اسلم کے شانے پر لہرا ہوا تو
 ہوا اپنے تیری سوئی کے باوجود اسلم کا ہاتھ تھکتا آگے
 رہی تھی۔ دیکھا جانتے تو ان تینوں میں سے کوئی بھی
 مشقت کا اہل نہیں تھا لیکن جنگل میں چھپنے والی آگ کی
 ان کے قدموں کو نہ نہیں دے رہے تھا۔ آگ اب بھی
 بہت دور تھی لیکن وہ بھی جانتے تھے کہ اس صورت میں
 آگ بڑھنے میں زیادہ دیر بھی نہیں لگے گی۔ اذیت ناک
 سوت سے وہ جا رہے تھے کہ خوف انہیں تباہت تکلیف
 قدم آگے بڑھاتے رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔
 "مجھے کھینچو اور دو سو سو۔ میرا ہاتھ پھرنی
 تم کہ رہا ہے تم کیوں میرے لیے ہائیڈرینڈی
 ڈالتے ہو؟" اسلم کے شانے پر لہرے ایڈی نے اسے
 ہونے ایک بار پھر اس سے استدعا کی۔
 "ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں جانتے ہوں کبھی
 انسان کو اس آگ کا شکار ہونے کے لیے نہیں
 جہاز سے ڈونڈی ماسٹی خود کار ساتھ چھوڑ گئے۔ تیرے
 انہیں بھی اپنے ساتھ ہی رکھنا۔ مجھ کو کہ جا رہا ہے۔
 ہے۔ اگر ہم اس مصیبت سے نکل گئے تو ساتھ نہیں
 ایک ساتھ ہی موت ہمارا مقدر ہے۔ اب تو وہ
 سے ایسا مطالبہ مت کرنا۔" اسلم نے ہاتھ کھینچنے سے
 اسے جواب دیا اور آگے کا سفر جاری رکھا۔

"اب اور کتنا چل رہا ہے؟" اس کا ہاتھ تڑپا
 ہانڈے کا بہت زور لگے جسے دریافت کیا۔ اس کی
 حالت اسکی تھی اس پر سے ہاتھ کی سوئی سے اس کی
 گردیا تھا۔ وہ سب حد صابر ہونے کے باوجود
 جوصلوٹا ہوا غموں میں تھا۔
 "بھت کرو۔ میں مجبور ہوں اور گے گی پورے
 یہاں سے نکلنے میں کا سبب ہو جائی گے۔" اسلم نے ان
 تکیوں کی لیکن جینکا اور خود اسلم سے خاصا پریشان تھا۔
 اعزاز ہو گیا تھا کہ نکلے اور کسی کی موجودگی سے
 کہیں غلطی کر بیٹھے ہیں اور جنگل سے باہر نکلنے
 تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہے۔
 "خشش ڈرا ایک وقت کرو۔" اپنا ہاتھ اپنے
 اس کے شانے کو دبوچتے ہوئے سرگوشی میں کہ تو وہ
 اور سوائے پتھروں سے اس کی طرف دیکھنے کا
 "مجھے ایک آواز آ رہی ہے۔ ایسا تک۔" ہاتھ

جس زیادہ ہاتھ کی آواز نہیں آتی۔ "تم بھر کے ہے
 اور اس کی خاص سمت میں حرکت کرنے کے بعد ایڈی نے
 سرگوشی میں ہی بتایا تو اسلم کی آنکھیں پھٹک گئیں۔ اسے یاد
 آئی کہ ایڈی کی آواز ہم کو دھونڈتے کے مطابق ڈیڑھ گھنٹہ
 پہلے ہی جنگل پہنچنے کے لیے بہتری اور طاقی ہاتھس کا
 استعمال کرتے تھے۔ اور وہ بھی اپنی حالت پر ڈر رہے تھے
 اور اس نے جنگل کے شور میں مٹی کی آوازوں کو آگ
 سے سمجھ کر نے میں کا سامنی ماسٹی کر لی۔
 "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اگر یہ وہی بہتری اور طاقی
 ہے تو ہم کو کھینچ کر کے نہ صرف انہیں ان کے ہاتھ تک پہنچا
 سکتے ہیں بلکہ ان سے ہاتھس حاصل کر کے خود آہنی آسانی
 میں ان سے باہر بھی نکل سکتے ہیں۔" وہ پرجوش ہو گیا اور
 اس کی سمت قدم بڑھا دیے۔ اس بار وہاں کوئی ایک سے
 اس کے ساتھ اس کے شانے پڑا تھی۔

"میرا کہو کہ تم مجھے سبھی اتار دو۔" اس نے ایڈی سے کہا
 "اب اس میں تم مجھے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔"
 اس نے ایڈی کی جو موجودہ حالت میں اسلم کو سب
 سے بہتر تھی ایڈی کی وجہ سے اس کی رفتار میں وہ بھی
 تھی۔ اس نے بہتری اور طاقی تک رسائی حاصل
 کی تھی کا سبب یہ تھا کہ وہ تو یہ نقصان بہت زیادہ
 کی تھی اور وہ جنگل کے جس سے اس سے آگ کی
 سے بہت دور تھا۔ اس کے ساتھ سامنی حاصل ہو جاتی تو وہ
 یہاں سے نکل کر اپنے ساتھ لے جا سکتا تھا۔
 "ٹھیک ہے تم دونوں یہاں چھوڑ دو۔ میں دیکھتا
 ہوں کہ تم کو کیا ہوا پاتا ہے۔" اس نے ایڈی کو کچھ اشارے
 کیے اور ایک وقت اس سے اور یاد ہانڈے سے کاغذ ہونے
 لگے۔ اس نے اس کے ساتھ چلے گی۔ "یاد ہانڈے
 کے ساتھ صاف لگا کر دیا۔
 اسلم نے کہا کہ تم دونوں سبھی کو۔ جہاز سے
 اور زیادہ رفتار سے میرے ساتھ نہیں دوڑ سکو
 گے۔ اسے اشارہ کر دیا اور حیرت بکھرتے ہوئے
 اس کے ساتھ چلے گی اس کی رفتار اس کے شانے سے
 اس کے ساتھ چلے گی اس کے پاس ہی تھا۔

ان دونوں کی بڑائی دیکھنے کے ساتھ ساتھ وہ پتھروں
 سمجھا تھا کہ اور گرد گرد گی جانوہ بھی جاری تھی۔ اسے یاد تھا
 کہ ایڈی نے وہ ہاتھس کی آواز میں سنی دینے کی بات کی
 تھی لیکن یہاں صرف بہتری اور اس کی ہاتھس موجود تھی
 2011
 2011
 2011

جانکے سامنے ڈاکٹر جانی کو بھی اس کے ساتھ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن حیرت کی بات تھی کہ وہ اطراف میں نہیں نظر میں آ رہا تھا۔ اگر وہ کوئی چلتے ہی خود کو نہیں چھپا لیتے تو کامیاب ہو گیا تو اب بھی اسے بہتری کی حد کے لیے تیار ہونا چاہیے تھا لیکن وہ نہیں نظر میں آ رہا تھا اور وہ انوائسڈ سے اپنی بین گاہ سے نہیں نظر رہی تھی کہ کہیں طارق انہی چیز سے کا تیر بن کر اسے نکالنا چاہتے۔ وہ جس جگہ بھی گئی وہی گئی ۱۰۰ پاؤں سے آگے جنگل زیادہ گھٹا تھی۔ طارق اور بہتری اور اسلم تقریباً مکمل حصے میں لڑ رہے تھے۔ یہ شاید جنگل میں آمد رفت کے لیے بنایا گیا راستہ تھا جو یہاں پہلے ہونے کے لیے تھی اور اس راستے کی دوسری طرف پر گھٹا جنگل تھا۔

اسلم اور بہتری ایک دوسرے پر دیشٹان مٹے کرتے اور ایک دوسرے کو رگڑتے ہونے لگے حصے سے بہت گہرے جنگل کے مکمل حصے کی طرف بڑھتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ ہوا ہوا کا اضطراب بھی بڑھ رہا تھا۔ وہ اسلم کی عدم روی کر کے محض اس کی مدد کے خیال سے یہاں تک آئی تھی لیکن کچھ کر نہیں پا رہی تھی۔ اسے اپنا یہ خاموش کوشاں والا کردار چھوڑ کر لگ رہا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ طارق کے ذمہ کو ذمہ سے جھک کر خود ہی اس میں اترنے کا فیصلہ کرتی، آپس میں برس بچا اور اسلم اور بہتری نے ایک وقت فٹنگ تنگ لگائی اور ایک دوسرے سے گرا کر دوڑ جا کر آئے اور پھر ماہ بانو کی آنکھوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ وہ دونوں گرنے کے بعد دو پارہ لگے تھے اور اسلم نے اسلم کے چھاننے زمین میں ڈھلے جا رہے تھے۔

"دلہل" اس کے ذمہ میں فوراً ہی یہ خیال ابھرا اور وہ خوف اور اندیشے کو بھول کر دو پارہ اور اپنی بین گاہ سے نکل کر اس سمت بھاگی لیکن ابھی وہ اس دلہل سے کافی فاصلے پر تھی کہ اس کے سر پر کوئی شے بہت زور سے آ کر گئی اور زمین و آسمان اس کی آنکھوں کے آگے گھوم کر رہ گئے۔ بے ہوش ہونے سے قبل اس نے جو آڑی منظر دیکھا وہ اسلم کے سر پر ڈھلے دلدل میں ہونے کا تھا۔

جاوید علی سید کے کسی کو امید نہیں تھی کہ وہ اپنے وطن کی سر زمین پر قدم رکھے گا تو وہاں ان کا استقبال کرنے کے لیے مسیحا اور خیر تھی کے ساتھ ساتھ مسیحا ایشیاں خود موجود ہو گا۔ وہ پاروں اتنی جدوجہد کے بعد کئی مشکل و جان لیوا مراحل سے گزر کر وہاں پہنچنے میں کامیاب ہوتے تھے کہ ان کی حالت اب ہو گئی تھی۔ ایشیاں نے انکی توری سوال

جواب کے سر سے ہرگز ان کے ہاتھ پہلے آتے۔ بہتر کرنے کی صحت دی اور پھر وہ ایک ٹیکہ میں گرا۔ چائے کی پیالوں کے ساتھ اٹھتے ہوئے تو سید کا ہونے ہی کا تھا۔

اس طاقت میں ٹک اور اس کے بیچے کی شہرت اور ضرورتی نہ تھکتے ہوئے انکی کھرجا جانے کی اہمیت اور اس گنتی تھی جبکہ سلمان اور ہارنلی، ایشیاں کے درون نے ایشیاں کے بیچے کے ہر سے ہر پیچہ کا اثرات تھے اور وہ اس نے خود سید بظہر اہم تھا کہ جلد ہی ایک بڑا کاروبار شروع ہوا۔ اس کے باوجود اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"تم دونوں مجھے یہاں دیکھ کر تیراں تو..."

اس نے خود بخود ایشیاں نے خود بخود ان کا اڑا لیا۔

"میں سر۔" دونوں ہی دھسکی آواز میں جہاں اس نے اپنا کمانہ کیا۔

"بھیری یہاں سے جہاں کی کی وہ نہیں بنا گیا۔"

اس نے آہستہ سے بات کی۔

"آپ سب سمجھیں تو بتا دیں۔" جاوید علی نے ہمت کر کے جواب دیا۔ ایشیاں نے ہر حال اسے پکارا کہ ایشیاں کا کاروبار۔ ہم ہے۔

"میں تیری ہی کال میں تھے پر اب ہر جہاں میں جہاں سے یہاں پہنچا ہوں اور وہ مجھے کال کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کو اس کا کام دونوں سے بدلتے ہیں اور ہارنلی اس میں ٹھیک ہے یہاں آئے تھے اس کے لیے نہیں بیٹھے۔ ان کی ضرورت نہیں تھی اور وہ اپنے طور پر ہی نتیجہ دے سوتے۔ اس سے اس سے نہیں نمٹ سکتے تھے۔"

ایشیاں کے الفاظ اس کے دل میں گونجنے لگے اور ان کی فکر ہوئی کہ اس کوئی اہم واقعہ تھی اور اس نے اسے "آئی ایچ آر" سوری۔ اس کا اپنے ہی منہ میں تکرار ہی شروع تھی اس لیے اپنے ساتھیوں سے بدلتے تھے لیکن ابھی ان کی صلاحیتوں پر یوم اور ہارنلی کے کامیابی کے حالات پر بھی طرح طرح نظر رکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا اس لیے جواب دہی کو فریڈنگ کی اسے ہی اس وقت سے دیکھتا ہے لیکن وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔

خود بھی کی صورت میں انہیں کیا لڑنے کی تھی اور ایشیاں نے تو یہاں کی باتوں میں ہم پہنچا۔

"کیا وہ مسیحا اس سے خود بھی کرنا۔"

حیرت سے سمجھنے نہ کرنے والے ایشیاں میں یہ بات ہوئی۔

"ہاں۔ ہو۔ اس کا سوسائٹیز نوٹ۔"

نے یہ کہا کہ ایک طاقتور اس کی طرف ہوا اور وہ

جواب کے سر سے ہرگز ان کے ہاتھ پہلے آتے۔ بہتر کرنے کی صحت دی اور پھر وہ ایک ٹیکہ میں گرا۔ چائے کی پیالوں کے ساتھ اٹھتے ہوئے تو سید کا ہونے ہی کا تھا۔

اس طاقت میں ٹک اور اس کے بیچے کی شہرت اور ضرورتی نہ تھکتے ہوئے انکی کھرجا جانے کی اہمیت اور اس گنتی تھی جبکہ سلمان اور ہارنلی، ایشیاں کے درون نے ایشیاں کے بیچے کے ہر سے ہر پیچہ کا اثرات تھے اور وہ اس نے خود سید بظہر اہم تھا کہ جلد ہی ایک بڑا کاروبار شروع ہوا۔ اس کے باوجود اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"تم دونوں مجھے یہاں دیکھ کر تیراں تو..."

اس نے خود بخود ایشیاں نے خود بخود ان کا اڑا لیا۔

"میں سر۔" دونوں ہی دھسکی آواز میں جہاں اس نے اپنا کمانہ کیا۔

"بھیری یہاں سے جہاں کی کی وہ نہیں بنا گیا۔"

اس نے آہستہ سے بات کی۔

"آپ سب سمجھیں تو بتا دیں۔" جاوید علی نے ہمت کر کے جواب دیا۔ ایشیاں نے ہر حال اسے پکارا کہ ایشیاں کا کاروبار۔ ہم ہے۔

"میں تیری ہی کال میں تھے پر اب ہر جہاں میں جہاں سے یہاں پہنچا ہوں اور وہ مجھے کال کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کو اس کا کام دونوں سے بدلتے ہیں اور ہارنلی اس میں ٹھیک ہے یہاں آئے تھے اس کے لیے نہیں بیٹھے۔ ان کی ضرورت نہیں تھی اور وہ اپنے طور پر ہی نتیجہ دے سوتے۔ اس سے اس سے نہیں نمٹ سکتے تھے۔"

ایشیاں کے الفاظ اس کے دل میں گونجنے لگے اور ان کی فکر ہوئی کہ اس کوئی اہم واقعہ تھی اور اس نے اسے "آئی ایچ آر" سوری۔ اس کا اپنے ہی منہ میں تکرار ہی شروع تھی اس لیے اپنے ساتھیوں سے بدلتے تھے لیکن ابھی ان کی صلاحیتوں پر یوم اور ہارنلی کے کامیابی کے حالات پر بھی طرح طرح نظر رکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا اس لیے جواب دہی کو فریڈنگ کی اسے ہی اس وقت سے دیکھتا ہے لیکن وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔

خود بھی کی صورت میں انہیں کیا لڑنے کی تھی اور ایشیاں نے تو یہاں کی باتوں میں ہم پہنچا۔

"کیا وہ مسیحا اس سے خود بھی کرنا۔"

حیرت سے سمجھنے نہ کرنے والے ایشیاں میں یہ بات ہوئی۔

"ہاں۔ ہو۔ اس کا سوسائٹیز نوٹ۔"

نے یہ کہا کہ ایک طاقتور اس کی طرف ہوا اور وہ

جواب کے سر سے ہرگز ان کے ہاتھ پہلے آتے۔ بہتر کرنے کی صحت دی اور پھر وہ ایک ٹیکہ میں گرا۔ چائے کی پیالوں کے ساتھ اٹھتے ہوئے تو سید کا ہونے ہی کا تھا۔

اس طاقت میں ٹک اور اس کے بیچے کی شہرت اور ضرورتی نہ تھکتے ہوئے انکی کھرجا جانے کی اہمیت اور اس گنتی تھی جبکہ سلمان اور ہارنلی، ایشیاں کے درون نے ایشیاں کے بیچے کے ہر سے ہر پیچہ کا اثرات تھے اور وہ اس نے خود سید بظہر اہم تھا کہ جلد ہی ایک بڑا کاروبار شروع ہوا۔ اس کے باوجود اس سے بات کرنے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"تم دونوں مجھے یہاں دیکھ کر تیراں تو..."

اس نے خود بخود ایشیاں نے خود بخود ان کا اڑا لیا۔

"میں سر۔" دونوں ہی دھسکی آواز میں جہاں اس نے اپنا کمانہ کیا۔

"بھیری یہاں سے جہاں کی کی وہ نہیں بنا گیا۔"

اس نے آہستہ سے بات کی۔

"آپ سب سمجھیں تو بتا دیں۔" جاوید علی نے ہمت کر کے جواب دیا۔ ایشیاں نے ہر حال اسے پکارا کہ ایشیاں کا کاروبار۔ ہم ہے۔

"میں تیری ہی کال میں تھے پر اب ہر جہاں میں جہاں سے یہاں پہنچا ہوں اور وہ مجھے کال کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ ان کو اس کا کام دونوں سے بدلتے ہیں اور ہارنلی اس میں ٹھیک ہے یہاں آئے تھے اس کے لیے نہیں بیٹھے۔ ان کی ضرورت نہیں تھی اور وہ اپنے طور پر ہی نتیجہ دے سوتے۔ اس سے اس سے نہیں نمٹ سکتے تھے۔"

ایشیاں کے الفاظ اس کے دل میں گونجنے لگے اور ان کی فکر ہوئی کہ اس کوئی اہم واقعہ تھی اور اس نے اسے "آئی ایچ آر" سوری۔ اس کا اپنے ہی منہ میں تکرار ہی شروع تھی اس لیے اپنے ساتھیوں سے بدلتے تھے لیکن ابھی ان کی صلاحیتوں پر یوم اور ہارنلی کے کامیابی کے حالات پر بھی طرح طرح نظر رکھ سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا اس لیے جواب دہی کو فریڈنگ کی اسے ہی اس وقت سے دیکھتا ہے لیکن وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکتے تھے۔

خود بھی کی صورت میں انہیں کیا لڑنے کی تھی اور ایشیاں نے تو یہاں کی باتوں میں ہم پہنچا۔

"کیا وہ مسیحا اس سے خود بھی کرنا۔"

حیرت سے سمجھنے نہ کرنے والے ایشیاں میں یہ بات ہوئی۔

"ہاں۔ ہو۔ اس کا سوسائٹیز نوٹ۔"

نے یہ کہا کہ ایک طاقتور اس کی طرف ہوا اور وہ

کی۔ ہوا بھی سنے سلطان کی مدد سے پورا رقص گولڑا کر دیا
تھے تھے ہوتے تھیں کسی ذیشان کے چہرے پر ایسے
تاثرات ابھرے تھے وہ ان کے اس کارنامے سے حیرت ہوا
ہو لیکن زبان سے اس نے اس کا انکار نہیں کیا اور پوری بات
ختم ہونے کے بعد تنبیہ سے بولا۔

”تم نے ایک بار پھر اہتمام بہادری کا مظاہرہ کیا
ہے۔ جو کچھ کم گزروں سے ہوا اس کا نتیجہ ہاتھ بھی گل سکا تھا
اور اس کے بعد حالات کیا ہوتے۔ یہ بھی کوئی کچھ متاثر
والی بات نہیں ہے۔ میں اس سب کے لیے تمہیں ڈے ڈے وار
کہتا ہوں چاہو یا نہ چیک ہے کہ یہ ایک ہی میں غرق نہیں
پاؤں پاؤں نہیں ہیں اور نہ ہی ہم نے اپنے دور کروں کے لیے
کوئی شخصوں مشاہیر مقرر کر رکھا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اس
بات کے لیے آزاد ہے کہ حالات کے مطابق اپنی
صوابیہ پر اقدامات کرے لیکن تم یہ اقدامات کرتے
ہوئے حد سے آگے نکل جاتے ہو۔ چاہو اپنے کی ہمت رکھنا
اچھی بات ہے لیکن میں ہر وقت جان بچانے کے لیے بھی نہ بھرا
کہہ۔ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں اور اب ایک بار پھر بتا رہا
ہوں کہ بہادری جان تار سے ہے بہت تھی ہے۔“ آخری
الفاظ تک آنے تک ایشیوں کا لہجہ قوم ہونا لگا۔ چاہو بھی تو
پہلی بار اعزاز ہوا اس کا اب تک وہ اس پر نہیں تھی کہ انہیں کرنا
رہا ہے، اصل میں اس کے پیچھے اس کی محبت تھی ہوتی تھی۔
وہ اتنی دیر ان کی صلاحتی کی طرف سے پریشان رہا تھا اس
لیے وہ گل میں ایسے رویے کا انکار کر رہا تھا۔

”میں آپ کے اسامات و چند بات کی قدر کرتا ہوں
مگر اور مجھے تسلیم ہے کہ میری جان آپ کے لیے تھی ہے لیکن
میں یہ بھی جانتا ہوں کہ محنتی صرف وہی آدمی ہوتا ہے جو ہر
گزرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ورنہ بے عمل آدمی کی
محبتیت تو راتوں کے پتھر سے بھی گزری ہوتی ہے اور لوگ
اسے ٹھکرانے میں بھی اپنے وقت کا زمانہ بگھتے تھے۔“
بہت مضبوط لہجے میں اپنے گل سے حق میں دلیل دیتا وہ
ذیشان کو بہت اچھا لگا۔

”لیکھ ہے جہاں اہم نے ایک طرح سے فیصلہ بنا
دیا ہے کہ تم اپنی روش پر قائم رہو گے سو ہم بھی دغا کے سوا
کچھ نہیں کر سکتے۔“ پوری محنت کے دوران ذیشان پہلی بار
سکرایا۔

”فیصلہ جو سزا دیا ہے زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت
بھی نہیں ہے۔ چاہو اپنی کے لیے میں چکا کر دوں۔“
اور وہ میں تم سمیت اپنی ہم کے ہر گھر کے لیے کرتا

ہوں کیونکہ تار ہر سماجی ادارے کے لیے بہت قیمتی ہے۔
چاہو بھی ہے یہ جملہ کہتے ہوئے ایشیوں کے
میں شرما رہا کیا خیال تھا جس نے فی الحال ان کا رابطہ ٹوٹا
اور وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ دشمنوں کی سر زمین پر گیا کر رہا
ہے۔ جس کو اعزاز سے ہی تھے جن کی فیلو پروگرام
کا مہالی کے لیے دیکھا گئے رہتے تھے۔

”مجھے نہیں ہے نہ کل بھارت سے نکلنے والے ہر
اعضائی کی مشرفیوں سے نمونہ اور آگ کی برسات ہوں میں
کی اور بہرہ رات جو گزری ہے، بھارت پر پناہی بھاری ہوتی
ہوتی ہوئی۔“ ان کی گفتگو کو طویل ثابت ہوئی تھی کہ مزاج
پوری آب و تاب سے گل آیا تھا۔ ذیشان نے سنے نکلے
والے اس صورت کی روشنی کو گھومنے کرتے ہوئے لہجے سے
لہجے میں یہ تبصرہ کیا تو چاہو اور سلطان دونوں چو تک گئے۔
”کیا مطلب؟“ دونوں نے ایک وقت سوال کیا۔
”کل گزری رات تو میں نے ایک چڑاؤ تھا۔ اس کے
ہوا ہے۔ وہی اشوک جو ایشیوں کی اس نیک کو پاکستان میں
کرتے میں ملوث تھا۔ اس کیفیت کے اپنے اچھا متک نہانے
کے نتیجے میں ہمیں سمیت بھارت کے کئی شہروں میں نگر
آرائی ہو رہی ہے اور اعزاز ہے کہ بھاری بھاری دانا انسان
کا ساتھ کر چکے گا۔“ اس نے بتایا تو ان دونوں کے
چہرے گل اٹھے۔ ایک طرف سرمدی گاؤں میں ہونے
والی ہنگام آرائی تو دوسری طرف شہر میں پھیلی بدلتی بھارتی
سرکار کو اتنی دیر کی چٹائی تھی۔

”شہر کو اس ہنگام پر وہ اور پر جوش رات کی
تھیں چاہے یہ کھنڈی تھا۔ یہ یابیاں میں اس میں
نے اچانک ہی موجود ہونے کی طرف متوجہ کر کے ان کی
کی ان یابیوں کی طرف منہ دل کروائی جن میں
کرنا گرم چاہنے کی تھی لیکن تنبیہ کی گئی تھی کہ
اپنی چاہنے سے نکلے اور فوجی ہوا کا تھا اور وہ بھی
رکھے اپنی گری اور تازگی کو کوشش بھی لیکن ان میں سے کسی
دل میں اس کے لیے ملال تھا نہ پروہ اس کا نام نہ لیتے
سے اور ان تینوں نے ایک وقت لگا لگا تھا۔

”اب آپ تھوڑی دیر ریٹ کر لیں۔ آپ
سمت کے لیے اچھا ہو گا چو دھری صاحب نے ان کے
میں کوئی ہنگامی تو نہیں ہوا رہی ہوں۔ میں آگے کے
ہوں اور بعد میں بھی آپ جب چاہیں مجھے ہانگے
تین لیکن اس وقت اگر آپ نے خود کو نہیں سہا تو مجھے

جسوس طاقت
22

میرے ساتھ آنے والی سب کا سورج نہیں دیکھ
تھی ظلم گری سے تعلق رکھتی تھی اور اس کی سب
بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ آج کل کی سب سے ہٹ
کی ہم گل بھی باقی تھی۔ کینے والوں کا کھنڈ تھا کہ
اس کی گل ستر سے اتنی فیصد اس بیرونی سے تھی ہے لیکن
جساری خوب صورتی کے معاملے میں وہ نہیں جملہ نہیں
میں نہیں کر سکتی اور یہاں یہ حال تھا کہ ہم جانتے تھے کہ ایک
بڑا کامیابیوں کی شکل سے زیادہ جساری خوب صورتی
میں کیا چلنا کر کے مل پر دیکھنے والوں کے دل
تک جاتے تھے اور سچے کا زیروہ مہاسوں کو قہم لگتا
تھے دھری کے پہلو میں موجود ان کا لگا لگا بیرونی کی بدلتی
کہ وہ اپنی جسامت کو قہم تر کوششوں کے باوجود غلط
کے مطابق نہیں بدلتی تھی۔ اصل میں وہ یہاں ایک بڑے
میں کھنڈ کا کھنڈ کر رہی تھی کہ ہزار کوششوں کے بعد
کوششوں کی حد تک قابل نہیں بن سکی تھی اور اس پر ہم
بھی تھے کہ اس کے اندر اور کاری کی صلاحیت بھی نہیں
تھی ہم بھی تھی۔ اپنی اتنی بڑی بڑی کامیابیوں کے ساتھ
تھی کہ ہم گری میں موجود دھری تو اس کی پہلی وجہ تو سچی
بہرہ دہری تھے کاشوں بلکہ جنوں پیدا کر دیا تھا اور
ہو چکے تھے کہ اس کا باپ اشوک کے لیگ میں تھا۔

تینوں نے اسے سمجھ کر کہا کہ اشوک کی سٹاروں سے
تھی کہ ہم گری میں پہنچاؤ اور یہاں ان کا تھی ان میں
تھی کہ ہم جہاں کے دل میں اپنی کوئی تھیں بنا
تھی کہ اس سب تک وہ نہیں رہیں گے۔ ہم نے اسے
تھی کہ وہ ان کی بری طرح لاپ ہو گئی تھی۔ اس
تھی کہ ہمارے میں ان کا خیال تھا کہ اس کے کو استاد کا
تھی کہ ہمیں کیا تھا۔

”اب آپ تھوڑی دیر ریٹ کر لیں۔ آپ
سمت کے لیے اچھا ہو گا چو دھری صاحب نے ان کے
میں کوئی ہنگامی تو نہیں ہوا رہی ہوں۔ میں آگے کے
ہوں اور بعد میں بھی آپ جب چاہیں مجھے ہانگے
تین لیکن اس وقت اگر آپ نے خود کو نہیں سہا تو مجھے

جسوس طاقت
22

جسوس طاقت
22

کام تھا لیکن روش مستقبل کے خواہوں نے اسے دل پر تیر
کرتے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ
چو دھری نے بھارت میں اپنے قہم کے آخری ایام میں
اشوک سے اس مشہور دھری کی رفاقت کی فرمائش کی تھی اور
اشوک نے اسے بتایا تھا کہ اس کی پندہ وہ بیرون اپنی ہم کی
شونگ کے سلسلے میں ازم بھی پندرہ روز تک گل سے باہر
رہے گی لیکن اسے اس سلسلے میں مہاس نہیں رہا چاہے یہ کنگ
الکا کی صورت میں اس کے پاس چو دھری کی پندہ وہ بیرون
کاظم انہیں موجود ہے۔ میں ان کا چو دھری کے ساتھ تھی اور
بیشکل اسے بحال رہی تھی۔ آخر کار جب اس کا خطہ جواب
اسے کیا تو وہ چند چلے گئے کہ اس سے قہم پر چلی گئی اور
اپنے ہمارے نام ہاس اور مت کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

”تم نے میرے ہار سے میں قہم اعزاز لگایا ہے
سوت ہارت۔ خدو میں اتنا مر سید ہوں چٹا دیکھنے میں
نگ رہا ہوں اور نہ ہی اتنا کڑوہ کہ جتنا تم گہری ہو۔ میں
تھیں سچ کرنا ہوں کہ میرے ساتھ تم اپنی زندگی کے ان
تجربے سے گزرو گی جن سے کوئی تو جہاں اور تو آ رہی تھی
تھیں آ رہی تھیں کہہ سکتا۔“ چو دھری کو ان کے پہلو
سے اٹھ جانے پر اچھن بھی ہوئی تھی اور اس کی سٹاروں پر
قیامت بھی چٹا چٹا ہنگام دے گئے تھے۔
”ہوسکتا ہے تم فیک کہہ رہے ہو لیکن اب میں تھک
گئی ہوں اور تھوڑی دیر رہیں کرنا چاہتی ہوں۔“ ان کا
تھی اہری سے اسے جواب دیا اور اپنے لیے ایک جام چہر
کرتے کے بعد اس اعزاز سے ہاتھوں سے لگا کر اس
کا جسم آرام دہ کر رہی پڑا چیلے حاصل اعزاز میں بکھرا ہوا تھا
پہرہ مریاں تھیں میز پر چو دھری کو دوست نگارہ وہ سردی
تھیں۔ قہم سے یہ بیٹھ گیا تھی وہ ایک صورتی جہاں
کی اس تھانی میں نشے سے چر چو دھری کو خوب ہی اپنی
طرف بھاری تھی۔ ان کا کی بیرون اور تھی کا سے خیال ہی
نہرہ اور سہری سے اتر کر ڈانگا تھا اس کی طرف بڑھا۔
اس وقت میز پر پڑا ان کا کاسل ٹون بچتے لگا۔ اس نے ڈھیلے
ڈھالے اعزاز میں ٹون اٹھایا اور اس پر کال کرنے
والے کا نام دیکھ کر راجہ گئے ہونے میں کاشن دیا۔

”اوہ ٹوہ۔“ دھری طرف سے جانتے اسے کیا
اطلاع دی گئی کہ وہ ایک دم سے بیٹے سے کھڑی ہو گئی۔ وہ
قدم کے قہم سے موجود چو دھری کو بھی اس کے تاثرات دیکھ
کر اپنے قدم روکے پڑے۔
”آئی کانت پلورٹ پاپا“ اس نے جہاں جملہ

جسوس طاقت
22

جسوس طاقت
22

کہا، اسے سن کر چودھری کو یہ تو اعزاز ہو گیا کہ فون کرنے والا اٹکا کا پاپ ہے جو اسے کوئی بے حد غیر مطمح اطلاع دے رہا ہے لیکن اصل بات کا اس کے فزیشنوں کو بھی گمان نہ گزرا۔ وہ تو جب اٹکا نے تجزی سے آگے بڑھ کر ٹیلی ویژن آن کی اور اسکرین پر دکھانے والے منظر کے ساتھ ساتھ کمرے میں بیٹھ کر دیکھنے والے آواز بھی تو اس پر یہ صحیح حقیقت تھی کہ مٹی میں اس کا میجران اشوک اب اس دنیا میں نہیں رہا ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ حواس باختہ ہو گیا۔ اٹکا کا اس سے بھی زیادہ برا حال تھا۔ وہ آنسوؤں کے ساتھ ہاتھ دھو سسکاپا لے کر رونے لگا۔ اب جانے یہ اشوک کے مرنے کا تم تھا یا اپنی مٹی دنیا میں جگہ بنانے کے خواب کے پتہ چاند ہو جانے کا خیال جو اسے یوں بری طرح ہزار ہا تھا۔ حواس باختہ چودھری اسے یوں ہلکے ہلکے کر دیتا دیکھ کر آگے بڑھا اور اہم دہری سے اسے گلے لگانا چاہا۔

”ڈولٹ بھئی۔“ اس نے زور سے چودھری کو دھکا دیا اور خود اس سے بھی زیادہ زور سے بھئی۔ اس کے بعد وہ ہٹا ہٹا چودھری کو کمرے پر کھینکے بیٹے کا موم دے دیے پھر تجزی سے حرکت میں آئی اور کمرے پر پڑا ہٹا کا ڈان اٹھا کر پینے کے بعد بیڑ پر اٹھا اٹھا پانچ اٹھا کر کھٹ کھٹ کرتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ ظاہر ہے وہ جس اشوک کی خوشنودی کے لیے چودھری کی نامور تربیت کو برا بھلا کہتی رہی تھی، جب وہی نہیں رہا تھا تو اسے یہ شہت اٹھانے کی کیا ضرورت رہا کرتی تھی۔ اس جیسا ہی کچھ حال چودھری کا بھی تھا جرنی ملی آکر بینا پر نظر میں جھانسنے سوچ رہا تھا کہ جب اس کا میجران ہی دنیا سے اٹھ گیا تھا تو مٹی میں مزید ایرا ڈالنے کا کتنے کا کیا جواز رہ گیا تھا۔ بس اب اسے یہ فیصلہ کرنا تھا کہ کہاں کا رخ کرے کیونکہ پاکستان سے نئے والی اطلاعات کے مطابق تو وہاں بھی حالات اس کے لیے سازگار نہیں تھے اور اس کے پیچھے طوائف کے کھنکھانے کا مقدمہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس قسم کے مصائب سے نمٹنا اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا لیکن اتنے بے لطف شب و روز گزارنے کے بعد اسکی خیموں کا سامان کرنے کا بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ ایسے میں یہی مناسب تھا کہ وہ وہی کا رخ کرے جہاں بھرتی ماہ رخوں سے ملاقات کے لیے اس کا دل کھتا رہتا تھا اور جگہ سے تو وہ دے دے بھیگی کر کے آیا تھا کہ جلد ایک بار پھر وہی کا رخ کرے گا اور ان ساری خواہشات کو پورا کرے گا جو اپنی اپنا کھ پکستان واپسی کی وجہ سے کندھ کھنڈ سے جا رہا ہے۔

شہر یاد کرنے کے ارادے سے خواب گاہ میں لیکن فوری طور پر سونے کا اور کچھ سوچ کر نئی ویدیاں لیا۔ وہاں گرا کر مچھروں کا سلسلہ ابھی تک جاری نہ سب سے زیادہ تر ترقی اشوک کے قتل اور اس کے بعد ہونے والی صورت حال کو ہی جاری تھی۔ جتنا وہ ان کے مطابق اس خبر کے پھیلنے کے بعد بڑے پیمانے پر ہائی مانی نقصان ہوا تھا۔ اشوک کے حریف اور حریف کے اہل و عیال اس خبر کو سن کر آپس میں بھاگنے لگے۔ مقتادات پر ہونے والے ان جھگڑوں میں بہت سے لڑکے زخمی ہوئے کے علاوہ کوئی کی جانی بھی گئی تھی۔

آج رات شہر میں زخمی اور گرنے والے ایسے بھی تھے جو کسی بھی گروپ سے منسلک نہیں تھے اشوک کے قتل کے بعد بھرتی والی خدشات کی ایک لپیٹ میں آ گئے تھے۔ شہر پارکوں اور گلیوں کے گوشوں میں لیکن یہ وہ بھی جانتا تھا کہ یہ پیش کا دستور ہے کہ گریں کے ساتھ من بھی کس جاتا ہے اور کوئی اسے روک نہیں سکتا خبروں سے اسے یہ بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ شہر کے حالات اسے خودوش جہاں تک امکانیہ حالات پر قابو پانے کے لیے دو تین دن کا زور کار ہوا ہے۔

خبروں سے اسے یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ شہر کی آگ صرف مٹی تک محدود نہیں رہی تھی بلکہ... لپیٹ میں آئے تھے لیکن سب سے زیادہ... تھا۔ اسکرین پر نئے والے کپ میں اشوک کے... وئی منظر دکھاتے ہوئے بتایا جا رہا تھا کہ... گروہوں کے ہاتھوں ہلاک ہوتے والے... رسومات کے لیے فی الحال کسی وقت اور جگہ... گیا ہے اور اشوک کے روتھ آپس میں صلوات... بعد ہی شہر کے حالات دیکھتے ہوئے کوئی... کے سپہ یا انوں کے روپے سے لگتی تھیں... بڑے خطرے سے نجات ملی ہے۔ وہ لوگ... کو بھلا ایک بڑے میں اور ساری کارکن... خبروں کے اس سلسلے میں ایک... پالیسی نے کسی کی تجویز پر ہوش سون پر... کے مطابق ایک مٹی شاید نے انہیں اطلاع دی... نے دو ٹھوک اٹھا اور کھٹے سے اتر کر... جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس اطلاع پر... انکشن لیا اور سون اہل پر دینے... عام حالات میں شاید بھائی جی کی طرف...

پر کسی کو اطلاع دینے لگا۔ دوسری طرف سے جانے اسے کیا جواب دیا گیا کہ اس نے "میں سہم" کہہ کر ہلکا قطع کر دیا اور اس کی پشت پر کھڑے شخص سے قاطب ہو کر ۱۲۔ "اسے لے چلو۔ سر خود اس سے بات کریں گے۔"

انگے ہی لے شہر یا ران کی عمرانی میں ملازم کے کمرے سے نکل کر کوہ پور میں چل رہا تھا۔ اس کے دونوں ہردوں میں ڈالے گئے کڑے آپس میں ایک ٹھنڈے ٹھنڈے سے خشک تھے اور اس زنجیر کے انحصار کی وجہ سے وہ بہت چھوٹے سے قدموں سے تقریباً گھٹا ہوا ہی آگے بڑھ سکتا تھا۔ بھاگنے یا باقاعدہ چلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

سست رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے دو سوچ رہا تھا کہ اس کی نیند بڑا دلچسپ ٹوٹی تھی۔ ان لوگوں کے ننگے میں داخل ہونے کے دوران میں بیٹینا کوئی آواز پیدا ہوئی تھی جس نے اس کے شعور تک تو رسائی حاصل نہیں کی تھی لیکن آنکھ کھلی گئی اور وہ ان لوگوں کے اپنے کمرے تک پہنچنے سے قبل ہی باہر نکل آیا تھا۔ اسی موقع پر ان لوگوں نے ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اسے ہائیڈرولک کے چھانے دور سے نظر رکھنے پر اٹھایا تھا اور شاید جس وقت وہ سلو کے کمرے میں موجود تھا، اسی دوران میں ملازم سے خاموشی سے سن لیا گیا تھا۔ انہیں اندازہ ہو گا کہ سلو کے کمرے سے نکلنے کے بعد وہ اسی طرف کا رخ کرے گا اس لیے اسے وہیں گھبرنے اور بے بس کرنے کا انتظام کر لیا گیا۔ سلو کی غیر موجودگی شاید پہلے ہی ان کے طہر میں آچکی تھی اس لیے انہوں نے اس کے کمرے کا رخ نہیں کیا تھا۔

اپنی حرکات و سکنات سے ہی کماؤز محسوس ہونے والے سیاہ پوش اسے اپنی عمرانی میں لیے ننگے کے ڈرانگ روم میں داخل ہونے تو اسے وہاں ایک آشنا صورت کو دیکھ کر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ یہ وہی شخص تھا جسے اس نے سون ہونے کی لابی میں دیکھا تھا اور سلو نے اسے پہلا تر قہار دیا تھا۔ یعنی سلو کا اندیشہ لگنا ثابت نہیں ہوا تھا اور ان کی تمام تر ہوشیاری کے باوجود پہلا کرنے ان تک رسائی حاصل کرنی تھی۔

"سلو کہاں ہے؟" اسے پہلا کر کے رو برو پیش کیا گیا تو اس نے سرد لہجے میں رو یا فت کہا۔

"کون سلو؟ میں کسی سلو کو نہیں جانتا۔" شہر یار نے

تعمی لاطلی کا اکتھا رکھ کر کہا "میں نے جانتے ہو لیکن میں تم سے اس لڑکے کے بارے میں جانکاری چاہتا ہوں جو ہول سون سے مہتا صاحب کی گاڑی میں سوار ہو کر قہار سے

ساتھ یہاں تک پہنچا ہے؟" پہلا کرنے اندر سے ہو جانے والی ٹھروں سے اسے گھورتے ہوئے پہلا کیا۔ جواب میں شہر یار یوں خاموش رہا جیسے اس ننگے سے قاصر ہو۔

"تمہارے پاس انکار کی کوئی گھانٹا نہیں ہے؟" میں نے غور سے تمہارے ساتھ دیکھا تھا اور میرے سامنے راستے میں قدم دونوں کو پیچھرنے کے چھانے صرف تمہارے سے ایک لڑکے کو پاس آنے کے لیے تمہارے پاس چلا گیا تھا۔ اس ننگے میں تمہارے پیچھے گئے۔ اس وقت میرے آدھوں نے اسے گھبرے میں لے لیا اور وقت صاب تک بھلا مسلسل ہماری عمرانی میں ہے۔ تو فوری طور پر بھی اندر داخل ہو سکتے تھے لیکن ان کی کھڑکی سے نکل کر وہ ان ہونے کا اندازہ نہ کر سکتے۔ مناسب سمجھا کہ سب کے سوجانے کا انتظار نہ کریں لیکن ہمیں وہ ننگے کی کھانٹ میں ہم یہاں تک آئے ملازم سے ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ یہاں ۱۰۰ لڑکوں گھبرے تھے اور وہ کمرے میں موجود ہیں۔ یہاں تک سبھی اندازہ ہوا ہے کہ تسلیم صرف سلو کو اسے لیا گیا ہے تمہیں بتا دے کہ وہ کہاں ہے۔ اور تم ان کی ہتھی سکتے ہیں۔"

پہلا کر کے باتوں نے کئی بوجھتیں پر اس کا دل دیا۔ وہ کچھ گیا کہ بظاہر ان کا قہار ہے۔ بے چارے باوجود ان لوگوں نے یہاں تک رسائی سے پہلے انہیں نہیں والوں کا راستے میں انہیں روکنا اور ان کی ہتھی کے آگے جانے کی اجازت دے دینا صرف اسے نہیں صرف وہ اس کاڑی سے چپکانے کی نیت سے ہوتی تھی۔ شاید راستے میں کھلی جگہ پر سلو کو کوشش اس لیے نہیں کی گئی تھی کہ ننگے ہتھی کر کے کے مقابلے میں اسے دھوکے سے ہی جگہ کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے۔ وہ لوگ سب سے پہلے کہ یہاں آچکی تھیں اور سوتے میں آسانی سے پائیں گے۔ لیکن کھلی اونگ کے کھینچنے سے پہلے سے اڑ چکا تھا۔ کہاں؟ یہ تو شہر یار کو بھی نہیں جاننے کا سوال مسلسل اس کے ذہن میں گردش کر رہا تھا کہ اس موقع پر اسے احتیاط میں کیوں نہیں لیا؟

یہ ڈیویج و سنسی خیر و داستان جلیقہ مزید واقعات اپنہ معاملا: حسنہ

پاکستان ویب کی پیشکش



پشاور کے لیے پاکستان ویب (Pakistan.web.pk) نے پیش کیا ہے۔

آئیے، آپ بھی پاکستان ویب کا ساتھ دلیں۔

پاکستان ویب پر ہمارے جو کہ اس کے ممبر ہیں، اس کا قابل فخر حصہ بنیں:

اپنے دوست اور اہل کلا پاکستان ویب کے بارے میں سب سے پہلے اور انہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان ویب پر اپنی ذات کو پبلس کر کے، اور دلچسپ اور نئی موضوعات پر بحثوں میں حصہ ڈالیں!

پاکستان ویب پر ان کے کردار میں پاکستان کا نام لیں، اس کا ساقی دلی سے انہیں بہتر بنائیے!

پاکستان ویب کے اہل کلا ہاں ادا کرنے میں اپنی کامیابی کے ساتھ فخر اور بہت مائی تانوں بھی لکھتے تاکہ پاکستان کی یہ

منظر ویب نامت اپنی بہترین خدمات پاکستان کو آپ جیسے شعبہ دلی پاکستان میں لکھنے پہلے ہو سکے!

ہواک ایلو!

www.Pakistan.web.pk

محبت وطن پاکستانیوں کی معیاری فیملی تفسیر سوشل ویب سائٹ!



www.Readers.pk

for all enthusiastic readers

اس سلسلے میں کوئی پریشانی نہیں، بالکل سہولت ہے۔

میں نے جہاں سے کہی، وہاں سے لیا، وہاں سے لیا، وہاں سے لیا۔

پاکستان ویب پر ہمارے جو کہ اس کے ممبر ہیں، اس کا قابل فخر حصہ بنیں:

اپنے دوست اور اہل کلا پاکستان ویب کے بارے میں سب سے پہلے اور انہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان ویب پر اپنی ذات کو پبلس کر کے، اور دلچسپ اور نئی موضوعات پر بحثوں میں حصہ ڈالیں!

پاکستان ویب پر ان کے کردار میں پاکستان کا نام لیں، اس کا ساقی دلی سے انہیں بہتر بنائیے!

پاکستان ویب کے اہل کلا ہاں ادا کرنے میں اپنی کامیابی کے ساتھ فخر اور بہت مائی تانوں بھی لکھتے تاکہ پاکستان کی یہ منظر ویب نامت اپنی بہترین خدمات پاکستان کو آپ جیسے شعبہ دلی پاکستان میں لکھنے پہلے ہو سکے!

آئیے، آپ بھی پاکستان ویب کا ساتھ دلیں۔

پاکستان ویب پر ہمارے جو کہ اس کے ممبر ہیں، اس کا قابل فخر حصہ بنیں:

اپنے دوست اور اہل کلا پاکستان ویب کے بارے میں سب سے پہلے اور انہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان ویب پر اپنی ذات کو پبلس کر کے، اور دلچسپ اور نئی موضوعات پر بحثوں میں حصہ ڈالیں!

پاکستان ویب پر ان کے کردار میں پاکستان کا نام لیں، اس کا ساقی دلی سے انہیں بہتر بنائیے!

پاکستان ویب کے اہل کلا ہاں ادا کرنے میں اپنی کامیابی کے ساتھ فخر اور بہت مائی تانوں بھی لکھتے تاکہ پاکستان کی یہ منظر ویب نامت اپنی بہترین خدمات پاکستان کو آپ جیسے شعبہ دلی پاکستان میں لکھنے پہلے ہو سکے!

پاکستان ویب پر ہمارے جو کہ اس کے ممبر ہیں، اس کا قابل فخر حصہ بنیں:

اپنے دوست اور اہل کلا پاکستان ویب کے بارے میں سب سے پہلے اور انہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان ویب پر اپنی ذات کو پبلس کر کے، اور دلچسپ اور نئی موضوعات پر بحثوں میں حصہ ڈالیں!

پاکستان ویب پر ان کے کردار میں پاکستان کا نام لیں، اس کا ساقی دلی سے انہیں بہتر بنائیے!

پاکستان ویب کے اہل کلا ہاں ادا کرنے میں اپنی کامیابی کے ساتھ فخر اور بہت مائی تانوں بھی لکھتے تاکہ پاکستان کی یہ منظر ویب نامت اپنی بہترین خدمات پاکستان کو آپ جیسے شعبہ دلی پاکستان میں لکھنے پہلے ہو سکے!

پاکستان ویب کی پیشکش



پشاور۔ آپ کے لیے پاکستان ویب (Pakistan.web.pk) نے پیش کیا ہے۔

آئیے آپ بھی پاکستان ویب کا راز دیکھیں:

پاکستان ویب پر جو کچھ آپ کے لیے ہے وہ پاکستان کا قابل فخر حصہ ہے!

اسے دوست اسباب پاکستان ویب کے بارے میں بتائیں اور انہیں بھی مجھے خبر دیتے!

پاکستان ویب کا، برقی نمائندگی اور پاکستان کے اردو اب کے فروغ کی کوششوں میں حصہ لے!

پاکستان ویب پر اپنی رائے دینا ہے تو پاکستان لائبریری اور اس بلاگ میں آتی تھیں بیٹے جاسیے!

پاکستان ویب کے اصرار ہاتھ اور اکرنے میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اب بہت مہانی تعداد میں بھی لکھنے تاکہ پاکستان کی یہ

منظر و جہان نامتو پیشہ برترین خدمات پاکستان اور آپ بھی مجھے خبر دینا ہادی لکھنے تاکہ!

جو ہر ایک انڈیو!

www.Pakistan.web.pk

عجب وطن پاکستانیوں کی معیاری تعلیمی تفسیر بھی سوشل ویب سائٹ!



www.Readers.pk

For all enthusiastic readers

ہر ایک میں لکھنے کے لیے سزا دینے کے لیے اسے
پیش کیا گیا اور اسے وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

اس لیے کہ اس کی ہر ایک میں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔
پاکستان ویب پر وہاں لکھنے سے گرا گیا۔

پاکستان ویب کی پیشکش



پہلے شمارہ آپ کے لئے پاکستان ویب (Pakistan.web.pk) نے پیش کیا ہے۔

آئیے، آپ بھی پاکستان ویب لانا شروع کریں:

پاکستان ویب پر سب سے پہلے آپ کو اس کے نمونہ میں کاپی لگا کر دیا جائے گا۔

اپنے دوست اور ساتھیوں کو پاکستان ویب کے بارے میں بتائیں اور انہیں بھی نمونہ پیش کریں۔

پاکستان ویب کا نام دینے کی اطلاع آپ کو ہر ماہ کے شمارہ کے ساتھ ہی پیشکش میں حاصل ہوگی۔

پاکستان ویب پر اپنی رائے اور تجاویز بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

پاکستان ویب کے اگلی شمارہ کے بارے میں اپنی رائے اور تجاویز بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

مذاکرہ ویب پر اپنی رائے اور تجاویز بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

پاکستان ویب!

www.Pakistan.web.pk

محبت وطن پاکستانیوں کی معیاری نمونہ کی سوشل ویب سائٹ!



www.Readers.pk

for all enthusiastic readers

تو اور اس سے بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہاں ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے آپ کو کوئی ایسی چیز ملے جس سے آپ کو کوئی ایسی چیز ملے جس سے آپ کو کوئی ایسی چیز ملے۔

پہلے شمارہ آپ کے لئے پاکستان ویب (Pakistan.web.pk) نے پیش کیا ہے۔

آئیے، آپ بھی پاکستان ویب لانا شروع کریں:

پاکستان ویب پر سب سے پہلے آپ کو اس کے نمونہ میں کاپی لگا کر دیا جائے گا۔

اپنے دوست اور ساتھیوں کو پاکستان ویب کے بارے میں بتائیں اور انہیں بھی نمونہ پیش کریں۔

پاکستان ویب کا نام دینے کی اطلاع آپ کو ہر ماہ کے شمارہ کے ساتھ ہی پیشکش میں حاصل ہوگی۔

پاکستان ویب پر اپنی رائے اور تجاویز بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

پاکستان ویب کے اگلی شمارہ کے بارے میں اپنی رائے اور تجاویز بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

مذاکرہ ویب پر اپنی رائے اور تجاویز بھی ارسال کر سکتے ہیں۔

پاکستان ویب!

اس کا دعویٰ بالکل درست ہے۔ ہوا تھا۔ واقعی وہ
دو عیروں سے سر جھٹکے بغیر ہے تھے لیکن باہر نکلنے کا راستہ
تلاش نہیں کر باہر ہے تھے۔ یہ عمارت ان کے لیے
پہرے داران میں تھی جہاں وہ گھنٹوں گروہ کئے تھے۔
باہر نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا، مین گیٹ اور وہ اس
راستے کو کھولنے والے ہانڈ کی "کل ہاسم" سے آگاہ
نہیں تھے۔

ہر طرف سر پھونڈنے کے بعد وہ ایک بار باہر سیاہ رنگ
کے گیٹ کے سامنے جا پہنچے لیکن وہ قسمت کے ہندو لے کی
طرح کھلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ ہانڈ نے اسے کھولنے کی
احاطہ سہلی کرنے کے بعد وہ بیٹھنے ہی گئے تھے کسی گاڑی
کے انجن کی آواز نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ گاڑی گیٹ
کے سامنے ہی آ کر رکی گی لیکن دو دروازے میں کوئی اور نہ
ہونے کے سبب وہ اسے دیکھنے سے قاصر تھے۔ شہر پارک
سویچ گھر پت آ رہے تھے، وہ مئی کی طرف بھاگا کیونکہ وہ کوئی نوا
مستقل کو نشانہ کرتا تھا اس لیے کبھی نہ ہی اس
وقت کسی مین گیٹ کا نظریہ نظر آتا تھا۔ اس نے ہانڈوں
کو پلٹی کیا تو کھلا ہوا دروازہ اور مین گیٹ کے باہر موجود گاڑی نظر
آئے گی۔ جس وقت اس نے گاڑی کو دیکھا تو وہ اس
بوری کی بھی پھر بھی اسے ڈراما تک سیٹ پر وہ جو بھلا کر لیا پھر
نظر آ گیا جس پر اس وقت شدید الجھن اور پریشانی کے
باثبات تھے۔ ایسی ہی دیکھتے گاڑی اس میں سے تائب
ہوئی اور سامنے سیاہ زین نظر آئے گی۔

"کیا جہاز؟ کون تھا ہانڈ؟" اس کے پیچھے آپریشن روم میں
آنے والے سولنے پر پھا تو وہ آہستہ سے اس کی طرف پلٹا۔
"بھلا کر۔" اس ایک نکل جواب میں سب بکھڑا۔
وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ بھلا کر کا یہاں تک آنے اور انہیں
پلٹ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ گیٹ نہ کھلے پر وہ سمجھ
گیا ہو گا کہ اندر کوئی ٹیڑھ ہو چکی ہے اور ظاہر ہے یہ اس کی
تصدیق اس لیے یہاں ہونے والی ٹیڑھ سے ٹھنڈے کے لیے وہ
موٹر اقدامات کرنے کی پوزیشن میں تھا جبکہ وہ دونوں
انکار کے ہوا پتہ نہیں کر سکتے تھے۔ اور یہ بالکل نامہ برونج
میں غمراہی تھی راجوں کا سا اتھار تھا کہ دیکھیں پردہ غیب
سے ان کے لیے جنت کے درختے کا اعلان ہوتا ہے یا وہ جہنم
میں دھکیلے جانے والے ہیں...!

یہ یورپ و سنسی خبردارستان جاری ہے
زیادہ واقعات آہندہ ملاحظہ فرمائیں

پلی جی تو اتنی بھی اس رنگ سے شرمی کر لینے کے بعد اس
کے دماغ پر کڑواری سے دھندلی چھانے لگی تھی اور وہ بھر پور
کوشش نہیں کر پا رہا تھا۔ سونے اس کی کیفیت کو بھانپ لیا
اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر میں وہ
واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ڈس روٹی اور دوہ کے ٹھہرا
پیک تھے۔

"یہ لو، جلدی ہے یہ کھا لو کہ کچھ کرنے کے لیے
تو اتنی مجال ہو سکتے۔" اس نے ڈس روٹی کے سٹاس کے
ساتھ ٹھہرا پیک اس کی طرف بڑھایا تو اس نے پکٹکٹ
دونوں چیزیں تمام کیں۔ شہتہ جسم کو اس وقت تو اتنی کی اتنی
شدید ضرورت تھی کہ وہ فی الحال دشمن کے اس ٹھکانے سے
نکلنے کی فکر بھی بھول گیا تھا۔

سلو دونوں چیزیں پھر تفریح سے نکال کر لایا تو اس
لیے بے حد غلطی ہو رہی تھی، اس کے باوجود وہ جلدی
جلدی سٹاس کو چپاتا ہوا کہ حد سے متعلق سے بیچے جا رہا
چلا گیا۔ دوسری میز پر چڑھ کر بیٹھا سولہ بھی اسی عمل میں
مصروف تھا اور اس کے انداز سے بھی ظاہر تھا کہ اسے بھی
کافی طویل وقت کے بعد ہانڈ خانے کو لایا ہے۔ ڈس روٹی
اور دوہ کے سٹیکوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد انہوں نے
ایک دوسرے کی طرف دیکھ اور ہارڈ سے ہنس دیا۔

"پلو چل کر یہاں سے نکلنے کا کوئی اور راستہ تلاش
کرتے ہیں۔" یہ تجویز سولنے چلنے کی جس سے اتفاق
کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ اگلے چند لمحوں
میں انہوں نے پوری عمارت میں گھوم پھر کر پلٹ لیا۔ کیمپ
تقدیرنا عمارت تھی جس سے باہر نکلنے کا مین گیٹ کے سوا کوئی
دوسرا راستہ نہیں تھا۔ کھڑکیوں پر لوہے کی اتنی مضبوط سٹاس
تھی جیسے کہ انہیں توڑنے یا کاٹنے کا سوا ہی پیرا نہیں ہوتا
تھا۔ ان دونوں نے پھر بھی اپنے طور پر کوشش کر کے دیکھی
لیکن نا کامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ عمارت کی بناءت کچھ ایسے طرز
کی تھی کہ جہت پر جانے تک کا راستہ نہیں رکھا گیا تھا تو وہ
وہاں سے ہی نکلنے کی کوشش کرتے۔ دوا عیروں تو ذکر کھانا بھی
مکمل نہیں تھا کیونکہ اول تو دوا عیروں بہت مضبوط تھیں۔
دوسرے ان کے پاس ایسا ساڑھ ساٹان بھی نہیں تھا جس کی
مد سے ایسی کوئی کوشش کی جا سکتی۔ شہر پارک کو اپنے مقابل
کے آخری اٹھالہ یاد آئے۔ اس نے کہا تھا۔ "میرا دشمن
کرو۔ یہ ہند تک تمہارے لیے جو سے ان ثابت ہوگی۔ تم
اس کی دوا عیروں سے سر جھٹکے رہ جاؤ گے لیکن اپنی مرضی سے
باہر نہیں نکل سکو گے۔"



اسماقادی

ہمارے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے جب اس کی یاگ ڈور یا اثر سماج کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کر رہ جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں ، بالآخر طبقہ کی خوشنودی ہی قانون کی اصل تعریف و تشریح ٹھہرتی ہے یہ تشریح کتابوں میں نہیں روایتوں میں تحریر ہوتی ہے ... ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ سفندر اور حال کا سایہ جہاں طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بیچ کر نکل جاتی ہے ۔ ہینسٹا وی بی ہے خود درمیانہ طبقہ سے ہو محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاش کا تجربہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے ، یہ تو بس ہو جاتی ہے ۔ دل طیفوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ رکھ سکتی ہے البتہ اسے آزمانشوں سے ضرور گزرنے پڑتا ہے ۔ زندگی کی بساط اور وقت کے بھارے سے قسمت کی باتیں اور مقدر کی چالیں ہیں ... کبھی بازی پلٹ بھی جاتی ہے ۔ بیٹھا وقت اوت تو نہیں سکتا مگر مقدر ساتھی ہے جانا ہے ... اس وقت تک بظور کہ نیچے سے دیت سا پانی گزر چکا ہوتا ہے ۔ جرم ، فسوس شامی ، جاگیر داری اور پھاؤ کے سحر کے گرد گومتا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

تسکیر کا نول گروہی
تسکیر کی پالپ تری پا
مستردا کسبل سے ملے اور
بچھڑتے والوں کی کسائی



کمرے کے دروازے سے اندر نکلی گئی۔ بیوی کمرہ تھا
جہاں سلو نے کھانے کے ساتھیوں کو جنم دید کیا تھا اور وہ
لاٹوں کی صورت لڑیں پر آئے ترچھے پڑے تھے۔۔۔۔۔
کمرے کے اندر آجانے کے بعد انہیں پہنچان ہو گیا۔۔۔
کہ وہ گمرانی کرنے والے کمروں سے مخلوط ہو گئے تھے
کیونکہ آپریشن روم میں روگ انہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ
کمرے صرف پر آموں کا منظر دکھاتے تھے اور ان میں
سے بیشتر کمرے خراب کھانے کا دروازہ تھے۔ البتہ
اس پر آمد سے والے کمرے کے بارے میں انہیں علم نہیں
تھا کہ کام کر رہا ہے یا نہیں کیونکہ کھانے کے یہاں تک پہنچنے
سے قبل ہی انہوں نے تین سو گز آف کر دیا تھا۔

”میں فرمت سے جا رہا ہوں، تم پیچھے سے پکڑنے کی
کوشش کرو۔“ سلو نے۔۔۔۔۔ تیزی سے آگے کی حکمت عملی
ملے کی اور ایک سینٹا کم وزن۔۔۔۔۔ کھس کی لاش اٹھا کر یوں
اپنے سامنے کرنی کر ڈھال کے طور پر استعمال کر سکتا تھا۔
دوسری طرف شہر پارک کے کی گزری سے باہر ہو گیا۔ اب
اسے عمارت کے نیچے کوڑھ نظر دیکھتے ہوئے آپریشن روم تک
پہنچنا تھا جہاں کھانے کو مورچا زن ہو کر پڑ گیا تھا۔ دوسری
طرف کوڑھ سے پہلے اس نے وہاں روشن حالت
دریاب کو کھانے کا نام۔ اب کمرے کے کام کرنے کی صورت
میں بھی کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور سلو نے بھی تیزی
سے حکمت عملی استعمال کی اور لاش کو اپنے سینے سے لگانے
آگے بڑھتا رہا۔ یہاں آسان کام نہیں تھا۔ ایک لاش کو اس
انداز میں حرکت دینے کے لیے اسے خاصی حالت صرف
کرنی پڑی تھی مگر یہی وہ کسی نہ کسی طور سے ساتھ لیے
آگے بڑھتا رہا۔ وہ خود خود سے قدموں ہی آگے بڑھ رہا تھا
لیکن لاش۔۔۔۔۔ کی وجہ سے بھی ہی آواز پھو اور ہی گئی جو
بے بناؤ خاموشی کی وجہ سے صاف سنائی دے رہی تھی۔ البتہ
لاٹوں کو نظر نہ پانا لینے کی وجہ سے ایک بار پھر اندھیرے کی
چتا ضرور مل گئی تھی۔

آپریشن روم میں موجود کھانے کو اس کے سوا کچھ نہیں
سوجھا کہ آہستہ پر نشانہ ڈالے۔ اس نے خود بھی آپریشن روم کی
لاٹیں بچھا دی تھی۔ چنانچہ دروازہ کھول کر آرام سے قاتل کیا
اور ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کی چٹائی ہوئی گولیاں اس کے
اپنے آوی کی لاش میں چوست ہو گئیں اور کاہر ہے اس کا
کچھ نہیں بھڑکتا تھا لیکن سلو نے چلائی سے کام لیتے ہوئے
لاٹ کو دکھانے کے بعد سے دور بچھا اور اپنا جسم دیوار کے
ساتھ سمیٹ لیا۔ لاش کے دور جا کر کرنے سے خاصی آواز

پھو آئی اور اس آواز پر کھانے کا نشانہ نہ کرتا، یہ کیسے
قاتل کرنے کے لیے اسے آڑ۔۔۔۔۔ سے لگانا پڑا۔
کے لیے سنہری سوچ تھا۔ اس نے گن کی فال
والے قھیلے پر نشانہ لیا اور گولی سیدھی کھانے کے
جست ہو گئی لیکن وہ ہوشیار آدی تھا۔ فوراً لاش کو
خود کو کھولا کرنے کے لیے حرکت میں آ گیا تھا اس لیے
چٹائی اور اسے شخص اپنے بازو میں کوئی کو کھنکھوتی
گولی کھا کر وہ بچے اور اور لاش مار کر دروازہ بند کر دیا
وہ آپریشن روم میں خود کو کھولا کر چٹا تھا۔ شہر پارک
گوم کر تھی گزری تک پہنچا تھا۔ یہ دیکھ کر مایوس ہو گیا
کمرے کی گزریاں ہلت پر وہ لگا اور وہ وہاں سے
کھانے کو کھانے نہیں بنا سکتا۔

”تم بچار کو ششیں کر رہے ہو۔ اس بلڈنگ
میری مرضی کے بغیر باہر نہیں نکل سکتے۔“ ابھی تک
نے اس کے کسی قاتل کے جواب میں قاتل نہیں کیا تھا اس لیے
وہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہاں اس کے مقابلہ کیلئے
پہلے وہ افراد ہیں۔
”فیک ہے لیکن اس صورت میں تم بھی یہاں سے
باہر نہیں نکل سکتے۔ میں نے اس کمرے کے دروازے
کے ساتھ ہم فرمت کر دیا ہے۔ تم دروازہ کھولو تو ہم
ہو جانے کا اور تمہارے جسم کے ساتھ ساتھ عمارت
کھڑوں میں تبدیل ہو جائے گی۔“ سلو جس دور میں
بہت خاموشی سے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔
کھڑی باہر سے بند کر کے بند آواز میں ہلا۔ اس کی
سن کر کھانے کا گھل پڑا۔

”سلو! تم۔۔۔۔۔ تم یہاں ہو؟“ وہ جیسے کھانے
ہو گیا۔
”کیا تمہیں اندازہ نہیں ہوا تھا؟“ سلو نے
پوچھا۔

”تم فیک کر رہے ہو۔ مجھے اندازہ ہونا چاہیے
کہ مجھ سے اس انداز میں مقابلہ کرنے والے صرف تم
سکتے ہو۔“ کھانے نے تسلیم کیا۔
”اور اب تمہیں بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ
یہاں آسکتا ہوں، یہی سب سے اونگھیں جاسکتا ہوں۔“
سلو نے اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں
اندھری اندھری لاش کو گھرا کر دیکھا اور فریغ کر دیا۔
”عامری کی کو باؤں کر رہی ہے۔“
”فکر کرو کہ میں تمہیں یہاں زندہ چھوڑ کر

سلو نے جواب دیا۔ حقیقتاً جس طرح کھانے
پہنچان روم سے باہر نکل کر اس کا کچھ نہیں پتا کر سکتا تھا۔
پہنچان جا کر اس کا کچھ پتا نہ لیا کیونکہ وہاں سے نہیں تھا۔
پہنچان ہی بات کہہ کر شہر پارک کو اشارہ دیا اور پھر وہ دونوں
ساتھ عمارت کے اس سے میں ہارے تھے جہاں سے
پہنچان نے کھانے کو کھولا ہوتے دیکھا تھا۔ یہ شہر پارک کے
درازے والا حصہ تھا۔ اس حصے کے کمرے خود کھانے کرنے
پہنچانے تھے اس لیے انہیں گمرانی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔
اور صرف اس طبقہ راستے کی تلاش میں تھے جہاں سے
پہنچان عمارت میں داخل ہوا تھا۔ یہ راستہ تلاش کرنے میں
انہوں نے کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ راستہ کھولنے
سے بند کھانے کرنے سے لگت میں بند نہیں کیا تھا۔ یہ راستہ
ان وقت خانے کی ایک الماری کے پیچھے تھا جس میں بہت
سے کتوں کے آلات بھرے ہوئے تھے۔ الماری کے کسی
نہ تک ذریعہ کی طرح ایک چابھ کھکا تے جانے کے
بے راستہ واضح ہو گیا تھا۔

تنگ سرنگ نما راستہ تھا جہاں سے وہ اندر سا
نہ نہ پہنچتے ہوئے ایک وقت نہیں گزار سکتے تھے چنانچہ وہ
وہاں ایک دوسرے کے پیچھے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔
پہنچان بھی سلو ہی آگے رہا۔ اصل میں شہر پارک کی جسمانی
بناوت کی وجہ سے اس نے اب تک زیادہ تر یہ خود ہی
نہا تھا۔ اب بھی آگے رہ کر کسی طرف صورت حال سے
بچنے کے لیے تیار تھا لیکن اس بار وہ کسی مشکل سے دوچار
نہیں ہوئے۔ غصے راستہ عمارت کے قریب ہی ایک ٹنگ
نہنے میں جا کر کھلا۔ اسے سے باہر کھانے کی گاڑی کوئی
نہی لیکن انہوں نے اس کا رخ نہیں کیا اور یہاں پہنچتے
نہ۔۔۔ وہاں سے دور دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔ بڑے
تیار رہیں گھروں میں لاکھتے تھے اس لیے وہ انہوں نے
نہی میں بھینک دیے۔۔۔۔۔ اب ان کے پاس صرف
بے اور ہے جو آسانی سے لباس میں چھپانے جاسکتے تھے۔
وہ نالے کے اندر ہی سڑ کر تے ہوئے خامے آگے
نہ سا بڑا ایک پارک موجود تھا۔ وہ جگلا ہلاکت کر پارک
میں داخل ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے دو گاڑیوں کا اندھی
نہانے کی طرح اس رخ پر جاتے دیکھا جہاں سے وہ ابھی
نہ تھے۔ چھپا کھانے اپنے ساتھیوں کو کال کر کے
دیا تھا۔ ان دونوں کے پاس ابھی خاصی تعداد میں موجود
نہ اندر سے بھرنے کی ذکوہ نہیں گئی، نہ ہی وہ لاش

کئی ضرورت محسوس کر رہے تھے اس لیے انہیں نظر انداز کر
دیا اور پارک کے کین گینٹ سے باہر نکل کر وہاں کوئی
نہیں میں سے ایک کار لیا۔ بگھر یہ پھر وہ وہی کسی میں
پہنچنے کی فری ہوئی کی طرف جا رہے تھے۔

کئی ضرورت محسوس کر رہے تھے اس لیے انہیں نظر انداز کر
دیا اور پارک کے کین گینٹ سے باہر نکل کر وہاں کوئی
نہیں میں سے ایک کار لیا۔ بگھر یہ پھر وہ وہی کسی میں
پہنچنے کی فری ہوئی کی طرف جا رہے تھے۔

ہوائی جہاز میں پوجنہ ہوائی کے زمین میں ایک وقت
کئی عیالات گزری کر رہے تھے۔ کئی وہ اپنی اس زندگی
کے بارے میں سوچتی جب فیملی آباد میں ہے ہے اور ہا
کے ساتھ کچھ کھن سے رہتی تھی۔ کئی ہی آباد میں لڑائی آنے
والے واقعات یاد آتے شہر پارک اپنی رو کر اور خود اس
کی بہت میں جگلا ہوا یاد آتا تھا۔ کئی وہ الم کے بارے
میں سوچتی تھی پائل اپنا تک اس کی زندگی میں آیا تھا اور
اجاک ہی چلا گئی گیا تھا۔ الم اس کی زندگی میں آنے والا
وہ گوارا تھا جس نے اسے بے تھا شامٹا دی تھی۔ حقیقتاً وہ
اس پر جان چھڑتا تھا اور لڑتی جان وار کر اسے ایک بڑی
صہیت سے نجات دلا دی تھی۔ الم کی لکائی کو چنے سے
لگاتے سے وہ اس کی بھول اور وہ بھولوں کو بغیر کسی ارادے
کے سوئے جا رہی تھی۔ الم وہ شخص تھا جس نے بغیر صلے کی
خواہش کے اس سے اپنی شہر بہت کی گئی کہ وہ اپنا دامن
اس کی بہت سے کچھ نہیں پائی تھی اور دل میں خود بخود ہی اس
کے لیے ایک نرم گوشہ پیدا ہو گیا تھا۔

یہ ایک کچھ تھا کہ شہر پارک کی بہت کی چیزیں اپنے بہت
اندھ تک اتری ہوئے کے باوجود اس وقت وہ الم کی چھائی
پر طول و مفہوم گئی۔ اس کے آنسو چھپ چھپکے اس کے دل پر
گر رہے تھے۔ ہم۔۔۔۔۔ تھا کہ ان حالات میں بھی اسے کہیں
سکون سے بچھ کر اپنا تم منانے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ مصطفیٰ
خان کا کہنا تھا کہ اس کا جلد از جلد آرینڈو سے گل ہانا
مناہب تھا کیونکہ ابھی جنگ میں گئی آگ کو بچھانے کی
کوششیں کی جا رہی تھیں۔ آگ بجھنے کے بعد جب زمین
فطری ہو جاتی تو جیتنا لیا رہائی والے حصے میں خصوصی
کارروائی کی جاتی اور بے شک وہاں سب کچھ گل کر رکھا ہو
چکا ہوگا لیکن چھ ساتھی ایجابات سے کھیں امرنی ماہرین
اس حقیقت کا کھنچ گانے میں کا سامنا ہو جاتے کہ وہاں
ہل کر مرنے والوں میں ہوا تو کی لاش موجود نہیں ہے۔۔۔
اور یہ جاتے کے بعد جیتنا وہ اس کی تلاش شروع کر دیتے۔
ان کے لیے اس اسپتال تک پہنچنا بھی زیادہ مشکل
تھی نہیں ہوتا جہاں ماہ بانو کا علاج اور بے کی دلچسپی
ہوئی تھی اس لیے پھر بھی تھا کہ اسے فوری طور پر وہاں سے

مخفی کر دیا جائے۔ مصطفیٰ خان کی خواہش پر ڈاکٹر نے مختصر عرصے میں اسے اسکی ادویات استعمال کروادی جس سے وہ یوں یارک تک کے فضائی سفر کے قابل ہو گئی تھی۔ رتوں کو چھپانے کے لیے اسے گاؤں نما ایک لباس لہا وہ پہنا دیا گیا تھا اور پیرے کے بچے کو چھوڑ کر اس نے اسٹارف اس طرح لیٹ رکھا تھا کہ بیشتر ڈیم چھپ گئے تھے۔ تاکہ کے قریب ایک ٹنگی کی غرائش نظر آ رہی تھی لیکن وہ اسکی نہیں تھی کہ کسی کو جاننے کا سبب بن جائے۔ اتفاق سے اس کے برابر واپسی میں خالی تھی اس لیے اسے کسی مسافر کے سوال جواب کا سامنا کرنے کی ذمیت نہیں اٹھانی پڑ رہی تھی۔ یوں بھی امر کی ڈار لے دیے اور پلے والے لوگ ہوتے تھے۔

یوں وہ بڑے سکون سے سفر کر رہی تھی اور جو بے سکوئی تھی، بس اس کے اندر ہی تھی۔ اپنے بیچے کے بارے میں اس کے ذہن میں بہت سے فکرات تھے۔ ایک ہاتھ ناکارہ ہونے کا تو پہلے ہی ظم ہو گیا تھا۔ مزہ ڈاکٹر نے یہ غرض بھی ظاہر کیا تھا کہ ٹنگیں بے سچی ڈاکٹر پر عمل بند نہ ہو۔ ایسے بیچے کے لیے تو یہاں ہی پریشان ہوتی ہے اور اس کی پریشانی اس لیے دوئی تھی کہ اس کی اپنی زندگی گرواب میں چھٹی ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں وہ اپنے بیچے کی سکون سے اٹھنے طور پر پردوش کیسے کر پائی؟ غرضات اور اندیشوں کے باوجود اس نے امید اور جوش سے گاؤں میں چھوڑا تھا اور زندگی کے اس اسیان سے بھی پوری ہمت سے گزر رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے دوران پرواز ڈاکٹر کی تجویز کردہ دوا بھی منترہ وقت پر لے کر ایک گلاس جس میں لے لیا تھا۔ وہ آگے کی جدوجہد کے لیے اپنی توانائی بحال رکھنے کی اہمیت سے خوب واقف تھی۔

اسے پستان کے طرف زراد میں اڑا لایا جا رہا ہو جانے والے مہران کی باتیں بھی نہیں ہوئی تھیں اور اندر نہیں یہ ٹنگیں موجود رہتا تھا کہ اس کی زندگی کی ہمت کے لیے اسے زہرہ دکھانا چاہتا ہے۔ اب بھی زندگی کی ایک ماہنگی ہی آئی تھی۔ اس کی زندگی کو طوفانوں کی زد میں لانے والے چورچی کے بیٹے مراد شاہ نے اسے اپنے تھانوں کی نگاہوں کی گئی۔ وہ خود اس کے ساتھ نہیں آیا تھا لیکن اسے اپنے اپارٹمنٹ کا پتہ دے کر یہ ٹنگیں واپسی کروادی تھی کہ وہاں اس کی بیوی شاہدہ اس کے استقبال کے لیے موجود ہو گئی اور واپسی اس کا یہ دعویٰ لگا بہت نہیں ہوا۔ وہ جب بیچے اور

اپنے چہرے سے سڑی جگہ کے ساتھ مراد شاہ اپارٹمنٹ پر پہنچی تو شاہدہ نے اسے خوشی سے استقبال کیا کہ اسے ٹنگیں آ گیا کہ زندگی کے بچھڑنے سے اسے کسکوں سے آگے کے بارے میں سوچ سکتی دیکھی وہ اتنی خوش نصیب تو بہر حال تھی کہ چوتھے دن میں بھی تنہائی کا طراب نہیں سے بچا جاتی تھی اور خود وہی قدرت کی طرف سے بہت سے سہارے جاتے تھے۔ اب بھی مصطفیٰ خان، انھیں، بشور، آگے مراد شاہ سمیت گئے تھے تھے جنہوں نے اسے قیام کیا اور وہاں سے گھر واپس کر سکتی تھی۔

☆☆☆

"میں سمجھتا ہوں کہ پھر نظر پڑے ہی کچھ کیا تھا کہ حاکم وقت شروع ہو گیا ہے۔ کوئی آواز نہ ملنے کے باوجود مجھے سمجھتا تھا کہ وہ ضرور ہمارے قریب میں ہو گا اور خیال نے مجھے اتنا حشودہ کیا کہ اس میں سونے کے لیے پریٹ ہی نہیں سکا اور میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے خاموشی گمرانی کرنی چاہیے۔ میں نے ستر پر مجھے بھا کر اوپر اڑھائی کر دیا اور خود صحت کے رولتے پڑوس کے ٹھکے میں گیا۔ مجھے اترتا کہ گمرانی کی حالت میں وہاں تک تو مجھے قائب یا کراس کا ذہن پڑوس میں ضرور جانے لے گیا تھا۔ میں وہاں بھی نہیں لگا رہا اور سامنے والے ٹھکے میں آگیا۔ بس مجھے اتنی ہی سہلت ملی۔ اس کے بعد میں وہاں دو گاڑیوں کو آ کر رکھ دیکھا اور مجھ گیا کہ میری غرضات کے مطابق چھان گروہ بھی بھیجا گیا ہے۔ وہ لوگ وہاں دیر تک ٹھکے کی گمرانی کرتے رہے اور میں سامنے والے ٹھکے سے سب دیکھتا رہا۔ وہ تعداد میں زیادہ تھے اور ستروں میں بیٹھے ہوئے تھے اور جب سے میں اٹھیا ان سب سے متاثر نہیں کر سکا تھا اس لیے ایک جگہ پر بٹھارہا۔

لوگ ٹھکے میں داخل ہونے تو میرے پاس سوچ تھا کہ اس سے فرار ہو جاؤں لیکن میں جانتا تھا کہ وہ نہیں گرتے تھے لے میں کے اور میں نہیں سے زیادہ دگا چھوڑ کر چلا گیا غور غریب نہیں دیکھا تھا چنانچہ سوچ دیکھ کر ایک گاڑی کی میں میں گیا۔

میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہاں کر کہ اس کے ٹھکے پر ہی انہام سے دو چار کروں گا۔ تمہیں جس گاڑی میں جانا چاہا گیا، میں اس کی ڈکی میں بٹھ ساتھ بیٹھ گیا لیکن غرضات میں چھل پھل ہونے کی وجہ سے مجھے فوری طور پر ڈکی سے باہر نکلنے کا سوچ نہیں ملا۔ کی محنتوں تک میں غصہ ہی نہیں

باہر تھوڑے سے کمرے میں چھانٹا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ میں جا کر چھانٹنے کے دوران سے باہر کا ہاتھ لپٹے مجھے تمہاری ٹنگیں سنائی دیں اور مجھ گیا کہ حسب غرضات انکو ان کے لیے کھدو سے کام لے رہے ہیں۔ غرضات کی آواز سے مجھ سمجھ گیا کہ انہوں نے کمرے میں آکر اس کے کمرے میں جا کر کھدو سے کام لے رہے ہیں۔ میں نے اس سے کمرے میں باہر نکل کر کھدو سے کام لے لیا۔ میں نے اس کے کمرے میں آکر اس کے کمرے میں جا کر کھدو سے کام لے رہے ہیں۔ غرضات کی آواز سے مجھ سمجھ گیا کہ انہوں نے کمرے میں آکر اس کے کمرے میں جا کر کھدو سے کام لے رہے ہیں۔

دوسرے کھانہ گمرانی میں جاگل اور ہاتھ اور کسی بھی طرح مجھے بچانا چاہتا تھا۔ میں نے خود اپنے کانوں سے اسے کئی جگہ ٹون کر کے دہانتیں دیتے ہوئے سنا۔ پھر وہ اپنے سامنے مانت کو وہاں سے روانہ ہونے کی اطلاع دے کر چلا گیا۔ اس کی غیر موجودگی سے مجھے نامساعد محسوس ہوا اور پھر ایک مناسب وقت سے میں نے کارروائی شروع کر دی۔ آگے کے سارے واقعات سے تو مجھ خود واقف ہو۔ ایک بہت عام سے ہوش میں کرا حاصل کرنے کے بعد وہ سکون سے بیٹھے تو سونے اسے ساری داستان کہہ چکی۔ اس ساری تحصیل کوئی کرشمہ یا کوہاساں ہوا کہ غرضات کوئی قدم قدم پر سولو کی ہم روک رہی تھی۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ سولو وہاں قیام کر رہا گاڑی کی ڈکی اور پھر کمرے میں چھان رہا۔ جہاں گمرانی کرنے والے کمرے نصب نہیں تھے۔ دوسرے رات والے خود اپنے ٹھکانے کے محفوظ ہونے کے ٹنگیں کی وجہ سے گمرانی کے معاملے میں بے پروائی برت رہے تھے اور مستقل طور پر یہ کام نہیں ہو رہا تھا اور نہ حالات

تعلق بھی ہو سکتے تھے۔

"ہم سمجھتا ہوں کہ یہ ہم کر کے وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے، اس بات پر وہ سخت محسوس ہو گا اور اس نے شہر میں ہر طرف اپنے آدمیوں کا جال بچھا دیا ہو گا اس لیے ہم اس ہوش میں بھی خود کو زیادہ دیر تک محفوظ تصور نہیں کر سکتے۔ ہمیں یہاں سے اہل ذہن کی محفوظ ٹھکانے پر ہاتھ لگانا ہو گا۔" وہ ہوش کھینچنے سے قبل کچھ دوا لے گیا مینہ ٹیکل اسٹور سے خرچے ہونے لائے تھے جن میں سے زیادہ تر چین کلرز اور اخفی بائیک تھیں اور ڈیم صاف کرنے کا کچھ سامان بھی تھا۔ رات پلٹے انہوں نے ٹیکلے پر پراتے پکڑے بیٹھے والے سے چند شرت کا ایک ایک جھڑا بھی خرچہ لیا تھا۔ وہیںوں کا مسئلہ نہیں تھا کہ سولو کے پاس اس کا پس محفوظ تھا لیکن کسی بڑی دکان کا انہوں نے جان بوجھ کر رسا نہیں کیا تھا کہ اسکی بیچوں پر گمرانی کا زیادہ ڈر ہوتا ہے۔ ہوش کھینچنے کے بعد سب سے پہلے شہر بارے کرم پانی سے غسل کیا پھر سونے اس کے رتوں کی صفائی کر کے ان پر مرہم لگایا۔ اچھی بات یہ تھی کہ شہر بارے کے سارے ڈیم ہم کے اپنے حصوں میں تھے جہاں اس میں چھپ گئے تھے اور نہ ذہنی آخر آنے کی صورت میں تو وہ لوگ فوراً ہی مشکوک سمجھ لیتے جاتے۔ انہوں نے کمرے میں ہی سادہ مگر نفاذ اہمیت کھانا منگوا یا اور کھانے کے بعد شہر بارے سے دوا بھی لے لیا۔ اس دوران میں وہ اپنے آنکھ کے لاکھٹل کے

بارسے میں بھی سوچتے رہے تھے۔
"میں عبدالرحمان سے رابطہ کرنا ہوگا۔ فی الحال وہی لوگ میں محفوظ رکھنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس اور میرا اپنے آدمیوں کے لیے تو ہمیں ویسے بھی ان کے پاس جانا ہی ہے۔" اس کا اشارہ اکثر فرغانہ اور کام کی طرف تھا۔
"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ فی الحال ہمارے لیے یہی سب سے زیادہ مناسب ہے۔ میں سمجھتی تھی کہ ہاؤس کی شہرکی لغت اب بھی معمول پر نہیں ہے۔ اشوک کے گلی کے اثرات اب تک محسوس ہوتے ہیں اور یہ ملک بازار میں گئے ہیں لیکن ان میں پہلے سے کیا کچھ نہیں ہے۔ لوگ زیادہ پھرتاؤ اور سے بات تک نہیں کر رہے ہیں۔" سلو نے اس کی تائید کرتے ہوئے حالات کی کچھ بھیجی تھی۔
"لوگ تھکا خیز و ملا کے ساتھ ہیں ان کے گل کے بعد کئی سیاحین شہر بھی فوراً معمول پر نہیں آسکا تھا اور ملنا بکھرا رہی تھی۔"
"میں عبدالرحمان سے بات کرتا ہوں۔ اس کا نمبر مجھے یاد ہے۔" اشوک شہر پانچواں کمرے کے کمرے سے باہر اٹھ گیا۔ اس کے پاس موبائل نہیں تھا اور اس موبائل میں گاؤں کو کمرے کے اندر لوگ کی سماعت نہیں ہوتی تھی۔
"میں ابھی کام ہو رہا ہے جس سے روم سروس سے رابطہ کیا جا سکتا تھا اس لیے اسے کال کرنے کے لیے انتظار کیا جا رہا تھا۔" اشوک نے اپنا چہرہ چھپانے کے لیے اس نے احتیاطاً چھپے ہی سے ٹریفک کی سینکڑوں گاڑیوں کو اس طرح جھکا کر لگا رکھا تھا کہ چہرے کا کافی حصہ چھپ گیا تھا۔ احتیاطاً ٹریفک نے اس کی فرمائش پر فوراً ہی ٹیلی فون سیٹ اس کی طرف کھینک دیا۔ اس نے یادداشت میں محفوظ عبدالرحمان کا نمبر ڈال لیا۔ دوسری منٹ پر کال ویسٹیو کر لی گئی۔
"میں بات کر رہا ہوں۔" عبدالرحمان کی آواز سن کر وہ احتیاط سے ہلا۔ اسے امید تھی کہ باہر نام بتائے بھی عبدالرحمان اسے صرف آواز سے پہچان جائے گا۔ اس کا اعزاز تھا کہ اسے نہیں ہوا۔
"وہی روگ میرے آئی خود نہیں لینے آرہے ہیں۔"
"جواب میں اسے عبدالرحمان کی نہایت سلیجے آواز سنائی دی۔ اس نے اس سے یہ تک نہیں کہا کہ وہ کہاں سے بات کر رہا ہے اور اپنی بات کہہ کر فوراً ہی ٹون بند کر دیا۔ شہر پار لہجہ ہوا کرے میں وہاں پہنچا اور سلو کو ساری بات بتائی۔
"ہو سکتا ہے عبدالرحمان اس ہاؤس کا فون نہیں پہچانتا ہو اس لیے اسے تم سے پتہ چلنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی

ہو۔" سلو نے اعزازہ لگا دی۔
"شاہ... لیکن مجھے عبدالرحمان کا اندازہ معمولی محسوس ہوا تھا۔" وہ ابھی تک تذبذب میں محسوس کی گویا کہ اس کا نام بھاری ہو گیا۔
"حالات جی ہی غیر معمولی۔ اشوک کے انٹرویو میں بھی کرنے والے بھائی جی سمیت اس کے کے برہم آؤی کے موبائل فونز۔" اشوک نے آواز بڑھائی ہے ہوں گے اس لیے عبدالرحمان محتاط ہوگا۔"
"ہات میں وزن تھا اس لیے اسے کال ہونا چاہا تھا۔" اشوک نے خیال سے ہنسنے پر لیت گیا کہ جب تک عبدالرحمان کے ہاتھ سے نہیں نکلتے، تو خود ہی وہ سستا لے۔ ابھی اسے ہونے مشکل سے اور وہ بھی نہیں گزرتے تھے کہ اشوک نے آواز سنائی دی اور پھر گویا ہاؤس میں آ گیا۔
"جی ہاؤس میں ہر طرح کا ہتھیار استعمال ہوا ہے۔ اسے صاف محسوس ہوا تھا کہ وہ گروہ آپس میں حصار میں ہیں۔ اشوک کی آوازوں میں لوگوں کی چیخ و پکار بھی آ رہی تھی۔
"یہ تو لگتا ہے کہ اس ہاؤس کے باہر فائرنگ ہو رہی ہے۔" سلو بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور آوازوں سے اعزازہ لگا کر بولا۔
"شاہ عبدالرحمان کے آئی بھی گئے ہیں۔ اشوک کسی سے متعلقہ ہو رہا ہے۔" شہر پار کی یہ کونسی آواز حالات کے تناظر میں اٹھنے لگی تھی۔ جب سے اشوک نے کال ہوا تھا بھائی جی اور اس کے گروہ کے افراد میں ہر طرح کی غمی ہوئی تھی اور وہ جگہ جگہ ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے۔ اب بھی ایسا ہی لگتا تھا کہ قرب و جوار میں اشوک کے ٹھیک کے افراد نے بھائی جی کے آوازوں سے پہچان لیا تھا اور دونوں گروہوں میں تصادم ہو گیا تھا۔
"باہر نکل کر جانور لیتے ہیں۔" اشوک نے انہیں گھر سے نکلنے کا فیصلہ کرنا چاہا۔ فائرنگ اتنی شدت سے ہو رہی تھی کہ باہر نکلنے والے ان کے کمرے تک وہ آئی۔... اسی فائرنگ میں وہ اپنے کمرے سے باہر نکلنے والے اشوک کے گروہ ہائی افراد اور وہ اسے بند کر کے اندر لوٹ گئے تھے۔ احتیاطاً کادھیر تک خالی چڑھا تھا اور تھینا ٹریفک جان بچانے کے لیے نہیں چھپ گیا تھا۔ پتیلوں کی آواز میں رہے اپنے اپنے رخ اور کے دستوں پر گرفت رکھ کر وہ ابھی ہال میں پہنچے ہی تھے کہ وہ افراد بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کال

فون ہیکہ دوسرا بھی مبینہ گن منہا لے ہوئے تھا۔ ان دونوں... عبدالرحمان کے ساتھ پہلے ہی وہ چکے تھے اس لیے وہ اپنی شناخت کر لیا۔ وہ دونوں بھی انہیں پہچان گئے۔
"ہم تم دونوں کو گور دیں گے۔ تم گیت سے راضی ہو جاؤ۔" اشوک نے ہنسنے پر موجود ہیکہ میجر ونگ نکلتے کی کوشش کر دی۔ ہری... مہل بھائی کا فون آیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمیں ہندی یہاں سے نکالیں ورنہ اور غریبی بھیجے جائے گی۔" ان سے ایک نے جلدی بھلائی ان پر صورت حال ظاہر کی تو... ہندی سے حرکت میں آگئے۔ باہر گولیاں بارش کی طرح پڑتی رہی تھیں اور انہیں ان پر پتلیوں سے فائرنگ کر گئی تھی۔ رسانی حاصل کرنی تھی۔ گیت سے باہر بھاگتے ہی... باہر گروہ میدان کا رزرو کار اعزازہ ہو گیا۔ دونوں طرف سے ایک ایک گاڑیوں کے علاوہ مختلف ہتھیاروں پر مورچہ چالنے... وہ گیت پر پہنچے تو سامنے موجود یہی تلوان کی چھت... ان پر فائرنگ کی گئی۔ دہلورا سامانوں میں دوپک گئے۔
"ہم دونوں پوری شدت سے سامنے اور لینت پر... باہر والے بھی ہزاری حد کر رہے تھے۔
"میں اس کا کہتا ہے کہ چند سینکڑوں گولیاں سے فائرنگ کا پتہ لگا۔
"میں نے ایک گاڑی ہٹا دی۔" سلو نے اپنے ہاتھوں سے فائرنگ سے فون کی آواز کے ساتھ فائر پھینکے گاڑی کا دھکا مٹا اور پوری رفتار سے فون سے باہر نکل کر اس نے اپنا فائرنگ کرنے والے نے رائل کی نال اندر کی اور وہ باہر شہر چھوڑا۔ کار اہمیتان سے بھاگ گیا۔ اسی وقت ڈراما کرنے میں روڈ چھوڑ دی اور میجر ونگ ایک کھلی موڑ پر موڑ دیا۔ اس کے بعد وہ اسے سامنے سڑکوں سے گھمرا کر ایک چوڑی گلی میں لے گیا کہ کسی سے بندے کے لیے سامنے کا صحن ممکن ہی نہیں تھا۔ گلی میں پہنچے گاؤں نے ایک گیت کے سامنے پارن دیا۔ نورانی گیت مل گیا اور میجر ونگ گیت سے اندر داخل ہوئی۔ وہاں پورے میں ایک گاڑی پہلے سے ہی کھڑی.... گلی جس کی ظاہر ہی حالت اتنی خراب تھی کہ لگتا تھا ایک اس سے سو گلی اور وہ اسے اسلوا کرتا رہا ہے۔ اسے وہ کچھ ٹریفک گزرتا تھا کہ وہ موڑ پر پہنچنے کے قابل بھی نہیں ہوئی اور وہ سے اتنی ہی کی طرح ہی ایک طرف پڑی رہتی ہوگی۔ میجر ونگ کے سامنے تو وہ بالکل ہی کھڑا محسوس ہو رہی تھی۔
"یہاں سے آگے تم لوگوں کو اس گاڑی میں چلا جاؤ گا۔" گاڑی کی حالت ڈراما کے گرفت سیٹ پر بیٹھے شخص سے یہ جملہ سننا انہیں بہت عجیب لگا تھا۔
"مہل کہاں ہے؟" شہر پار نے اس سے پوچھا۔ ہاؤس سے نکلنے کے بعد وہ کھلی پار ایک دوسرے سے

گھر جا رہے تھے۔
"میں نے ان کا ہال بھی بچا ہوا اور وہ تیزی سے وہاں سے نکلے پلے گئے۔
"ابھی وہ موڑ تک ہی پہنچے تھے کہ سامنے سے ایک پولیس جیپ نمودار ہوئی۔ پولیس والوں نے بھانپ لیا کہ گاڑی جائے بنگار سے فرار ہو رہی ہے چنانچہ اسے روکنے کا اشارہ دیا لیکن ظاہر سے قانون کے گھوٹالوں کے اشارے پر ہاتھ دلا وہاں تھا ہی کون ڈراما رہے گا۔ میجر ونگ کو آگے بڑھانا چاہا گیا۔ پولیس والوں نے مشکل ہو کر کئی گز دیکھے۔ ان کا فکرت درست بھی رہا ہو گا تو میجر ونگ کا گزرنے والا تھا۔ وہ آگے بڑھتی رہی، اور پولیس والے بھی پار ہانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ انہوں نے جیپ... ان کے پیچھے لگا دی۔
"انہیں سچا سمجھانا ہی چاہئے گا۔" ڈراما کے ساتھ فرنت سیٹ پر بیٹھے شخص نے عقب نما آئیے میں تھا تب میں آئی جیپ کو دیکھا اور بڑبڑاتے ہوئے اپنی ساڑھ کا شیوہ لگا لیا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں وہ ہتھیار رکھ رہے۔ رائل کی نال کو کھڑکی سے باہر نکال کر اس نے اپنا ڈراما سامنے لیا کہا اور سکون سے کھانا لینے لگا۔ چند سینکڑوں گاڑیوں نے فائرنگ کی آواز کے ساتھ فائر پھینکے گاڑی کا دھکا مٹا اور پوری رفتار سے فون سے باہر نکل کر اس نے اپنا فائرنگ کرنے والے نے رائل کی نال اندر کی اور وہ باہر شہر چھوڑا۔ کار اہمیتان سے بھاگ گیا۔ اسی وقت ڈراما کرنے میں روڈ چھوڑ دی اور میجر ونگ ایک کھلی موڑ پر موڑ دیا۔ اس کے بعد وہ اسے سامنے سڑکوں سے گھمرا کر ایک چوڑی گلی میں لے گیا کہ کسی سے بندے کے لیے سامنے کا صحن ممکن ہی نہیں تھا۔ گلی میں پہنچے گاؤں نے ایک گیت کے سامنے پارن دیا۔ نورانی گیت مل گیا اور میجر ونگ گیت سے اندر داخل ہوئی۔ وہاں پورے میں ایک گاڑی پہلے سے ہی کھڑی.... گلی جس کی ظاہر ہی حالت اتنی خراب تھی کہ لگتا تھا ایک اس سے سو گلی اور وہ اسے اسلوا کرتا رہا ہے۔ اسے وہ کچھ ٹریفک گزرتا تھا کہ وہ موڑ پر پہنچنے کے قابل بھی نہیں ہوئی اور وہ سے اتنی ہی کی طرح ہی ایک طرف پڑی رہتی ہوگی۔ میجر ونگ کے سامنے تو وہ بالکل ہی کھڑا محسوس ہو رہی تھی۔
"یہاں سے آگے تم لوگوں کو اس گاڑی میں چلا جاؤ گا۔" گاڑی کی حالت ڈراما کے گرفت سیٹ پر بیٹھے شخص سے یہ جملہ سننا انہیں بہت عجیب لگا تھا۔
"مہل کہاں ہے؟" شہر پار نے اس سے پوچھا۔ ہاؤس سے نکلنے کے بعد وہ کھلی پار ایک دوسرے سے

بات کر رہے تھے۔

”یہ گاڑی تم لوگوں کو جہاں پہنچانے کی مہول بھائی وہاں تم سے خود کشیاں کر کے لے گا۔“ اس نے انہیں بتایا۔
گھٹکوں کے اس چھوٹے سے سطلے کے دو دروازے تھے اور بائیں اور دائیں طرف سے ہر طرف سے گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ ان سے گھٹکوں کے تختوں نے اپنی جگہ سے ٹھک کر رات بھر تک سیٹ سنبھال لی تھی۔ وہ لوگ بگھڑے کی جگہ پر ابٹنوں کے ساتھ گاڑی کی تہہ بلی کے لیے لایا گیا ہے۔ یہ آئی پیجروں کو لے کر کسی طرف چل جاتا اور وہ دوسری گاڑی میں کسی اور سمت اٹل جاتے۔ اس بار انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا اور خاموشی سے بچے اتر گئے۔ پیجروں کا انہیں فوراً بھاری ہوا اور ان کے گاڑی میں چھینٹے تک وہ کھلے گیٹ سے باہر نکل گئی۔ وہ جس کھپاڑا گاڑی میں سوار ہوئے تھے اس کا انہیں بھی فوراً ایک فریٹ کے ساتھ بھاری ہوا اور پیجروں کے پیچھے ہی وہ بھی باہر نکل گئی۔ گاڑی کے نکلنے ہی کیٹ پیجروں سے بند ہو گیا۔ گاڑی اپنی ظاہری حالت کے مقابلے میں چلنے میں بہت شاندار تھی اور بہت دوڑانی سے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ لوٹ کر رہے تھے کہ ڈرائیور مرکزی شاہراہوں سے گزرنے سے کسی ایسا مکان گریز کر رہا ہے۔ یہاں کے حق میں بھڑکتا۔ بڑی شاہراہوں پر چھینٹے گاڑی پادھ خٹروں سے ہے۔ گاڑی کے سطر کی سمت سے انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ سامنے ملائے کی طرف لے جاتے جا رہے ہیں۔ لٹاؤں کے آنے والی تہہ بلی نے بھی اس اندازے کی تصدیق کر دی۔ سامنے ہی ہواؤں کا کس اور خوشبو ایسی چھا گئی ہے کہ آدھی کو آنکھوں پر پتی پاندھ کر بھی لے جایا جائے تو وہ بتا سکتا ہے کہ سفر کے قریب ہے۔

دروازے سے لگا ان کی آمد کا شکر ہو۔

”آپ لوگوں کو یہاں پر رہنا ہوگا۔ مہول بھائی بھائی خود آپ سے رابطہ کر لیں گے۔“ ڈرائیور نے پیچھے جھڑکنے والوں کو اطلاع دی اور پھر مکان سے نکلنے والے اس اور دوسری گاڑی کی طرف حوجہ ہو گیا جس نے قانون والی گلی سے ساتھ ساتھ ایک بیانیہ لیکن رنگی گلی۔

”صاحب لوگوں کا خیال رکھنا ناچھو! یہ مہول بھائی کے خاص مہمان ہیں۔“
”تم بے فکر رہو۔ ہاچو ان پر اپنی جان دلاؤ۔“
”اچھے چلے چلے پلے پلے اوقات نکال کر اس نے شاید سگھانے کی کوشش کی مگر لیکن اس کی آواز لائی کہ کشتی کی کڑواہٹ سے اس کا دل نہیں اچھڑتا۔ ان دونوں کے پاس سوال بھاری بھاری گھبراہٹ نہیں تھی اس لیے خاموشی سے گاڑی سے اتر کر باہر کی صیحت میں مکان میں داخل ہو گئے۔ ہاچو انہیں نہیں کمرے میں لے گیا۔ اس کی حالت مکان کی بیرونی حالت کے مقابلے میں بہت اچھی تھی۔ وہ اسی کا رنگ وہ وہاں کے بے شک ڈرائیور تھا لیکن فریٹ پر کابینوں والی کراس پر کئی صاف ستھری چادر بچھائی تھی مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔ انہوں نے ان گاڑیوں سے کھانے لگائے ڈاکٹر فرحان اور کلام کو یہ کھانا تو ہونے چاہیے۔

”آپ دونوں یہاں کب پہنچے؟“ شہزاد نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔
”انہی پندرہ منٹ پہلے ہی مہول بھائی کے آدھی گلی میں پہنچا کر گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ تم دونوں یہاں پہنچنے والے ہو۔“ ڈاکٹر فرحان نے جواب دیا تو وہ اس کے لیے میں بھی بھڑکتا۔ وہ سب محسوس کر رہے تھے کہ حالات میں کوئی بہت بڑی تبدیلی آئی ہے۔ جب سے وہ گاڑی میں بیٹھے ہیں اور مہول سے رابطہ ہوا تھا، ان کے شکالے ایک جیسے رہے تھے لیکن ابھی ابھی انہیں پیجروں پر گاڑیوں میں رکھا گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ایک ایسا ایسا پیمانہ ہستی کے ایک ایسے مکان میں موجود تھے۔
”کوئی بہت بڑی لڑائی ہوئی ہے جو ہمیں یہاں بٹھا گیا ہے۔ میں پھر سے چین سے بیٹھ کر رہوں گا۔ پھر پیجروں سے آدھاس ہستی میں ان کو بہت جراتم پیش نظر ہوئی ہے۔“
”اسے نہ خیال کا کھد کرنے کے ساتھ دینی کیا۔“
”میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا کیونکہ جڑے کیونکہ ہر طبقے میں اپنی رسوائی رکھتے ہیں اور ان کی بڑھتی طرف تھکتی... ہوتی ہیں... لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے

یہاں سے کہاں پہنچا گیا؟

”فرار کروانے کے لیے۔ وہ ہمیں سندھری راستے سے گانے کی کوشش کر رہے ہیں۔“ اب تک خاموش بیٹھے ہوئے اس سوال کا جواب دیا تو وہ سب جھپک گئے۔
”یہاں ہاچو ان کا خیال اس جگہ پہنچانے کا بھی مقصد ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی کو اس بارے میں کچھ نہیں کیا گیا تھا اور بہت بخوبی سے اس شروع ہو گیا تھا۔ یہاں ہی جرائم کی مصلحت کا بے باق بادشاہ بننے کے لیے ان لوگوں کو وہاں سے نکال دینا چاہتا تھا جنہوں نے اس کا ناکارہ لگایا تھا۔

”جائے صاحب۔“ وہ چاروں سوچ بچار میں مصروف تھے کہ ہاچو ایک لمبے میں جائے کے چادر کب سے چھڑاؤ۔ پھر پھر آنے والے وہ کب صاف ستھرے بیٹھے ان کے انہیں اس میں موجود وہ بیٹھے جائے کو پتے نہیں پتے تھے۔

”مہول بھائی قانون آیا تھا، بولے جب تک میں نہیں آتا، یہاں کوئی وی دکھاؤ اور خاطر دہا کر دو۔“ انہں آپ اس کے لیے مرنے لگا کر کے بچاؤ گئے۔ آپ کا سن بڑھ گیا ہے۔ کوئی بچاؤ نہ چھوڑا۔ پھر وہ کسی سے لے کر لاتی نہیں رہتا ہے۔“ ڈاکٹر صاحب کا لہجہ مٹی بھر گیا تھا۔
”بگھڑ نہیں چاہیے۔ تم لی وی کھول دو۔“ اس کی پیشکش کا شہزاد نے ٹھیکہ کی سے جواب دیا تو وہ بھی حیرت سے بگھڑ کر گئے۔ اس کا کیا اور ایک پیجروں پر کھینچے کے لیے اس نے وی کی کتاب نکالی کہ اس کا سن بڑھ گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ کہتے ہوئے اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اس میں کھانے کی وی کھانے پر حیرت کا پیمانہ ہے۔ انہوں نے اسے بیان لینے کے باوجود چین کرنا مشکل تھا۔
”اب اس میں ہر طرف توجہ سے لی وی دیکھئے گئے۔ جو تھکات ہے اسے ان کے مطابق بھائی نے کھائے سے چند منٹ پہلے کھائی تھی۔ لاش سب سے پہلے اس کے الٹی ملازم سے بھی گئی جو یہ معلوم کرنے اس کے کمرے میں گیا تھا کہ اس کے اوقات نہ ہونے کے باوجود بھائی ہی کھینچے وہ کھانے کوئی کال کیوں اٹھائیں کہ ہاچو۔ پھر اس نے جو کچھ سچائی کی تھی، اس کے مطابق کرنے کی ہر چیز ترتیب سے ہو رہی اور ایسے کوئی ڈاکٹر نہیں آتے تھے جس سے اس نے یہ کھانے کو اس خود گئی میں ہی دوسرے فرد کا ہاتھ نہ لگتا اور وہ بتایا گیا تھا کہ بھائی ہی نے خود گئی سے

نہیں بڑی مقدار میں شراب نوشی کی تھی۔
”جون و ملاں کی تصویر بنا مہول بھائی خیروں میں لہاں تھا جس نے تم آنکھوں کے ساتھ بتایا تھا کہ وہ صرف تمہیں کھانے لگا بھائی ہی کے ساتھ تھا اور اسے مکان بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ خود گئی کر سکتے ہیں۔ یہ خود گئی بھائی ہی کی موت کی خبر تو اسے فخر کرنے کے ساتھ ساتھ لطف طرح کے تجربے کے بارے ہے تھے۔ اظہار و روئے کے وہ بڑے صاحب کی اسے خود گئی سے اسات نے بھول چکا تھا۔ اسے یاد دہا کر دیا تھا۔ سوالات اٹھانے ہاچو رہے تھے کہ یہ اسات کی سازش کا نتیجہ ہی یا محض اتفاق؟ ان حالات میں جبکہ بھائی ہی کھانے کا بے باق بادشاہ بننے ہاچو ایسے کیا اسباب بنے کہ وہ خود گئی پر مجبور ہو گیا؟ بھائی ہی کی خود گئی کے حوالے پر خود گئی کرنے کے ساتھ ساتھ وہی زبان میں یہ کیا اس آرائیوں کی گئی جا رہی تھی کہ یہ خود گئی کے حوالے لگ سکتا ہے اور اس عمل کے محرکات میں اشوک کی موت کے بدلے سے لے کر کسی کو بھائی ہی کی موت سے زیادہ فائدہ پہنچاؤ؟ ان ساری باتوں کا وہی زبان سے ہی کیا جان کر لیا جا رہا تھا۔ ان چاروں کے لیے ہی یہ صورت حال نہایت سمجھ اور عجیب تھی اور وہ بھی لطف طرح کی باتیں سوچ رہے تھے۔

ان کی سوچوں اور گھبرات سے بے نیاز ہاچو ان کی مہمان داری کے انتظام میں مصروف تھا۔ آوازوں سے انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ ہاچو کے ساتھ اس کی بیٹی بھی اس مکان میں موجود ہے جس نے مرنے لگا کر کرنے کے دوران سماں کو بے شمار ہوا شہنشاہی تھی۔ کمال ہے تھا کہ اس کی آواز بھی ہاچو کی طرح ہی کر گئی اور پات داری اور چھوٹے سے کمرے میں کوئی بھاری تھی۔ وہ ہاچو ان کے سامنے نہیں آئی تھی لیکن اس نے ان سے یہ وہ بھی نہیں کیا تھا۔ وہ چاروں حہ ہاتھ دھوئے اور دوسری ضروریات کے لیے ہاچو کی رہائشی میں ہاتھ دھو کر گئے تھے تو اس صورت سے بھی سامنا ہوا تھا۔ وہ ہاچو کے مقابلے میں خاصی کم عمر لیکن مشہور ہاتھ چروں کی دیکھ کر اسے معلوم ہوئی تھی۔ مرنے اس نے دیکھی انداز میں مگر حیرت انگیز تھی۔ وہ وہی خود پرانے ہوئے تھے وہ تھے تو اس سے کچھ طور پر انصاف کر سکتے تھے لیکن ابھی تو صرف بیٹے کی آگ بھاننے کے لیے ہی کھانے تھے۔

”اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائی صاحب؟“
کھانے کے بعد ہاچو ایک بار بھران کے لیے چائے کے

آیا تو عاجزی سے اور ہمت کیا۔ ہوئی سے لگتے ہوئے وہ شہزیاد کی دوا میں ساتھ لٹکا لے سکے تھے۔ سلو نے ماچھو سے ان کے بارے میں معلوم کیا کہ کیا وہ کسی میڈیکل اسٹور سے مل سکتی تھی۔

”میڈیکل اسٹور جاننے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ آپ نام لکھ کر دے دو۔ ادھر بتی میں سے ہی سب مل جائے گا۔ ادھر کا ڈاکو بھی سارا حساب کتاب جانتا ہے۔ آپ یارو تو اسے یہاں لے کر آجاتا ہوں۔ اپنا ہی آوی ہے۔“ عجاب میں ماچھو نے دلچسپی کی لیکن انہوں نے صرف دواؤں کے نام لکھ کر دینے پر ہی اکتفا کیا۔ وہ پڑے کے رگ باہر نکل گیا اور ان کی توقع کے خلاف صرف دس منٹ بعد ہی دواؤں کے ساتھ دواہن آ گیا۔ شہزیاد نے پانی کے ساتھ دواہن کھائیں۔ دلوں کی حریم بنی دواہن کرنا فی الحال ضروری نہیں تھا۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے ڈاکو فرما کر کلام کو زبردستی سونے کے لیے لایا۔ اس کا انتظام چھوڑ کر گیا تھا۔ سلاو و شہزیاد بھی ہسٹریئم ورن ہونگے۔ یہاں وقت گزارنے کے لیے ان کے پاس لی وی دیکھنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ اچانک ہی وہاں ایک بریڈنگ یونٹ چلے گی۔ اس یونٹ کے مطابق بھائی بی کے دیر پر ساتھی مہد امرحان نے اس کی عیوضی کی اور تلاش کر لی تھی۔ وجہ پاکستان سے آنے والی ایک ایسی سٹیجی جس کے مطابق پاکستان میں تنہم بھائی بی کی عیب جاگی دیا سرحد کی تھی۔

اسے دیکھ آوی کی موت کی ایسی وجہ سامنے آنے پر بڑے بڑے مہمروں کے فہرے سے ہوا نکل گئی۔ وہ خود بھی بھائی بی کی داستان عشق سے واقف تھے اس لیے وجہ سامنے آنے پر نیک بھری سانس لے کر رو گئے۔ بھائی بی نے انہیں یہاں سے نکالنے کے جو دھرمے دینے کیے تھے، اس کے لیے بس وہ مہد امرحان سے امید کر سکتے تھے کہ وہ ان دھروں کو نچا کر دے گا۔ آج ادھی ایسے ہی غموں ہوتے تھے۔ آنے والی اس فتنہ پر کچھ دیر تھوڑا کرنے کے بعد پالا ٹرودہ دونوں بھی سونے کے لیے لیٹ گئے۔ شہزیاد اور سلو کو تو نہ جانے کتنے گھنٹوں بعد سونا نصیب ہوا تھا چنانچہ وہ بہت گرتی خند ہوئے۔ رات کے آخری پیر آجوں پر ان کی آنکھیں کھلیں۔ وہ مہد امرحان تھا جہاں سے ملے آیا تھا۔

”تم لوگوں کی خند مزہب کی اس کے لیے ہو رہی۔۔۔ پر اپن سالہ بھی کیا کرتا۔ مینہ پادالے ایسے جو تک سواتی چمٹ گئے تھے کہ جہاں پھر ان مشکل ہو گئی۔ فرصت ملنے ہی سب سے پہلے ادھر آیا ہوں۔ معلوم ہے تم لوگ بھی اس

بھینٹن پر بڑا پریشان ہو گا۔“ ان کے قریب ہی سلاو سے پہنچے ہوئے اس نے پولا شروع کر دیا۔

”ہاں ہم پریشان تو تھے لیکن تھماری مصروفی بھی اعزازہ تھا۔ بھائی بی کی اچانک موت کا بہت افسوس ہوا۔ ہمیں معلوم ہے کہ تم اس سامنے پر بہت افسوس گئے۔ بھائی بی کے بعد تو ساری ڈنٹے داری تھماری مصروفی آگئی ہو گی۔ اس موقع پر ہنگ کو سنا ہوا، گنگ کو رکنا اور مینہ پادے مشتادھی آسان نہیں ہے۔“ شہزیاد نے ہمدردانہ لہجے میں بولتے ہوئے اس کا ہاتھ لیا۔ وہ ضرورتاً کچھ نہیں قدم دھڑکھیں آ رہا تھا کہ بھائی بی کے قریب ترین ساتھی کی حیثیت سے اسے نظر آنا چاہیے تھا بلکہ اسے یوں محسوس ہوا تھا کہ اس کی بات سنتے ہوئے مہل کے ہاتھوں پر ہماری پسر اسرار کھٹ بھی پائی تھی۔

”لیکن اس سارے نظریے سے منس لگے۔ ایک دن تو ایسا ہی تھا۔ تم کی ہو کہ نام پر ہو گیا تھا۔ تمہارے لیے ادھر سے نکلنے کے راستے اور بھی کھلی جاتے۔“ مہد امرحان کے یہ الفاظ اختلاف کا دوچہرہ بن گئے تھے لیکن بہت جگہ وضاحت طلب تھا جو اس نے ان کے سوالوں پر واضح کیا۔

”اپن کے دھرمے کا رول ہے کہ کام کوئی بھی بڑے بھڑ سامنے والی پادنی سے ہینٹک نہیں کرتا۔ اپن تم لوگوں کا احسان مہر تھا کہ ایک موقع پر تم نے وہاں سے نکلنا۔ بعد میں تمہارا بھائی بی سے بھی ہینٹک ہو گیا۔ اس نے وہ کہہ کر تم کو ایشک کا کاکٹا لال دتا ہے تو وہ تمہارے ساتھیوں سمیت ادھر سے نکال دے گا لیکن تمہیں اس کی نیت چل گئی۔ اپن کو بتانے بھیرا رادو لوں کے کھینک کیا اور اس سامنے لھنا کر سے ایشک کر لیا کہ تمہارے اس کو ایشک کے کہیں سے الگ کر دتی ہے تو وہ وہ دہشت گردوں کو گرفتار کرنے میں اس کی مدد کر کے سامنے سارا ہیٹک ایسے بنا کر تم کو کھٹ ہی نہ ہو کہ اس میں اس کا ہاتھ ہے۔ بعد میں جب اپن کو پتا چلا کہ وہاں ہو گیا ہے تو اپن بہت گرم ہوا اور بھائی بی کو اپنے دھرم کے اصول یاد دلانے لگیں وہ سالہ اپن کی بات کو ایسے دیا جسے اپن کوئی سڑک چھاپا لٹھا اور۔ یوں لگے مہل کا نام ہے۔ ملازمہ مجھے دلچسپی مت دے۔ اپن نے ایڈر کر لیا کہ اسے بتا دے گا کہ مہل کے بھیرو وہ کچھ ہے۔ اس کے پاس پاس کی کڑی ضرورت لیکن اس کے پرہمانے دیکھنے والا تو مہل تھا؟ گنگ میں چہرہ کھپ

توں ہو گا جو مہل کی بات پر بھائی بی کی بات کو اہمیت دے۔ سب سلاو لوگ جانتے ہیں کہ جو مہل بھائی بی سے بولی کرتے ہیں کہ اب بھائی بی کی بات کو سمجھیں آئی۔ کھٹ مہل کے واسطے اپن نے بہت سر پھولا، پر وہ نہ مانا۔ تم اپن بھائی بی کی قہر سے گل کر جس ہوئی میں گھبرے تھے، بھائی بی کے ہنرے نے تمہیں دیکھ کر اطلاع دے دی تھی۔ جب تم نے اپن کو ہاں سے فون کیا تو اپن تمہیں اس وقت سے نکالنے کی ترکیب ہی کر رہا تھا، بھائی بی پہلے ہی اپنی نیار کر کے تمہیں بکھڑے کھٹ چکا تھا۔ آگے تو تم نے اپنی نیاروں سے دیکھا ہو گا کہ میرے آدمیوں نے کتنی مشکل سے تمہیں وہاں سے نکالا اور یہاں بیٹھا دیا۔“ وہ کہنے لگا۔ یہ ساری داستان سن رہے تھے۔ مہل کے ہاتھوں کی خاطر اپن کی خاطر اپنے پاس کے مقال کھڑا ہو گیا۔ یہ عجیب ہی انہونی ہو گئی لیکن جہازم کی دنیا کا یہ عجیبہ کار دیکھا جائے تو یہ ایسی اونچی بات بھی نہیں گئی۔ اپن نے شہزیاد کی تلاش ہوتی ہے کہ وہ شہزیاد کی جگہ لے لے۔ اس کے لیے وہ اندرون خانہ کو خوش بھی کرتا رہتا ہے۔ مہد امرحان بھی پھیلا کرتا رہا تھا اور بھائی بی کے ہاتھوں کو اپنا دھار بنا رکھا تھا۔ شہزیاد کی جگہ لینے کے لیے جہازم سے چار مہد امرحان کو بہانہ بھائی بی نے خود لیا اور کر دیا۔ اس نے اپنے پاس ہونے کے ذم میں مہد امرحان کی انا کو بھی پہنچائی اور جانتے چلک پڑا۔ اگر بھائی بی اس موقع پر تھی اور مصلحت سے کام لیتا تو مہل تھا تو اپنی کچھ برس اور بھی چل جاتی لیکن اب تو وقت اپنی چال سے بنا تھا۔

”ان حالات میں کیا ہم کچھ کتے ہیں کہ بھائی بی کی بات خود ہی کے ہمانے کی گئی؟“ مہد امرحان کی آنکھوں میں ہوا راستہ دیکھتے ہوئے شہزیاد نے اس سے پوچھا۔ ”میں نے کہا نا کہ تم لوگ بھی ہو۔ تمہاری لگ نے کات کام آسان کر دیا۔ بھائی بی کی داستان عشق تمہیں پتا ہے۔ وہ کچھ اپنی کچھ پر بہت مرتا تھا اور راضی دلچسپ تھا۔ سارا کچھ شروع ہوا تو اس کے مرنے کی خبر آئی۔ خبر سن کر بہت آداس ہوا اور تم لٹھ کرنے کو شراب پر شراب پونے لگا۔ اپن کو اس کا دکہ پر دہشت نہیں ہوا اور اسے تھی دوا دی۔ کچھ بے ساتھ ساتھ وہ انکھے پر وہ خوش ہو گیا اور وہ اس کی دلوں کی دلوں کا لہن ہو گیا ہو گا اور اس سے نہ نہ کر اپن اس کے لیے کیا کر سکتا تھا؟“ بھولی صورت

کے ساتھ یہ سوال کرتا ہوا مہد امرحان انہیں اپنا ایک اور روپ دکھا گیا تھا اور نہ اب تک تو وہ اسے بھائی بی کے دھار کے طور پر ہی دیکھتے آئے تھے۔



بھوکہ سے بعض مقامات سے یہ افکات تل رہی تھیں کہ رات بھی تاخیر کی صورت میں گاؤں کو پر چائیں ہتی۔ انکھوں کی کارکردگی بھڑکانے کے لیے بھاری گزارش ہے کہ پر چانٹنے کی صورت میں اس سے کوئی نیا فون کے ذریعے مہد امرحان کی مصلحت ضرور فراہم کر لیں۔

☆ کیا آپ کو بھی یہ پتا ہے؟
☆ شہزیاد کی مہم
☆ مہد امرحان کی مہم

ماہنامہ اور مزہبہ معلومات کے لیے
نصر عباس
03012454188
جاسوسی ڈائجسٹ ویب سائٹ کی پیشکش
سبسکریپشن، پاکستانی پابلیشرز گروپ
35802552-35386783-35804200
ای میل: jdpgroup@hotmail.com

ان کا کچھ لہاؤں دیکھیں تو اس لیے شہزاد نے براہ راست اپنے اور اپنے ساتھیوں کے حوالے سے سوال کیا۔
 "انگریزوں کے ہاتھوں ہوتا تو تم لوگوں کو یوں بار بار دہشت گردوں کی جہازیں لگاتے ہی کیوں آئے پھر سے چار بندے سے کام آگئے ہی نہیں وہاں سے نکال کر لائے تھے۔ آگے بھی بہت کچھ دیکھنا پڑے گا۔ پر تم جھگڑت کرو۔ اور تم ایک دم ٹھکراؤ۔ اس جہتی کا کچھ بچہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ کسی جہتی کے لال میں اتنا دم نہیں ہے کہ جہاز کی اجازت کے بغیر اس جہتی میں قدم رکھ سکے۔ اگر کوئی غلطی سے آگے گیا تو اس پر وہ زبان نہیں ہے جو تمہارے پاس ہے میں ایک شہوت بھی اہل تھے۔" اس نے سید شوکت کو دیکھا۔

"تم میں یہاں سے نکلنے کے لیے کیا انتظام کر رہے ہو؟ کیا ہمیں مسدود کے راستے سے پیچھے والے ہو؟" شہزاد کے لیے مطمئن ہو کر آسان نہیں تھا۔
 "ایک دم ٹھیک سمجھا تم نے۔ ابھی تفصیل میں جاننے کا عزم نہیں ہے۔ لیکن کوہا نہیں لگتی جاتا ہے۔ لیکن دن کا سارا انتظام اپنی کوئی دیکھنا ہوگا، پر تم گھڑت کرو... تمہارا کام بھی چلو ہے۔ لیکن ہاتھیں گھٹنے سے زیادہ نہیں ادر نہیں گھبرا پڑے گا۔ لیکن ایک بار باہر تم سے کہتا ہے کہ بے ہنگم ہو کر رہو۔ کھاؤ پیو اور خوب دل بھر کر آرام کرو تاکہ آگے سفر کے لیے فریض ہو جاؤ۔" وہ بلا کچھ اچھا لگا تھا اور اس کے انداز سے لگتا تھا کہ واقعی ہر چیز اس کے کنٹرول میں ہے۔

"تم کہتے ہو تو ہم بے فکر ہو جاتے ہیں۔ بس اتنا خیال رکھنا کہ ہمارے لیے بیڈنگ کی اور صحت سے بھی بڑھ کر ماحول ہے۔ ہمارے جہازیں چاہے جلی جاں لیکن ہمیں ڈاکٹر صاحب کو یہاں سے بھلافت نکالنا ہے۔" شہزاد نے اسے احساس دلایا تو وہ عجیب سی اس کا شانہ چمک کر جانے کے لیے کھڑا ہوا گیا لیکن کچھ دیر کے بعد پڑا۔
 "وہ جہاز کبھی گھر میں مائیکرو کی بڑی تم نے ڈیری فارم پر چھوڑی تھی، وہ بھی ادر بھی آگئی ہے۔ اشک کی موت کے بعد ہر جگہ ہوا تھا، اس کا کاکہ ادا کھیر سے بندوں نے اسے گانگی گھر سے نکال دیا۔ وہ تم لوگوں سے ملنا چاہتی تھی اس لیے وہ اسے سمجھنے لے آئے لیکن میں نے اسے روک رکھا ہے۔ اگر تم چاہو تو تمہاری اس سے بات کروا دی جائے گی۔" اس موقع پر مائیکرو کے پاس سے شہزاد نے اپنی جگہ لی کر دیا۔ یہاں کے ہنگاموں

میں مائیکرو تو اس کے ذہن سے محو ہو گئی تھی۔ ان کی کے جرم میں اس بے چاری نے بڑا نقصان اٹھایا تھا اس کی تو زندگی ہی اٹل کر رہ گئی تھی۔ اس کا شوہر بھی جس کی خاطر اس نے اپنا سب بچھوڑا اور لگاؤ پا تھا وہاں سے چلا گیا تھا اور وہ داخل میں سیم اپنی انگریزی جتنی بھی محروم ہو گئی تھی اس سے سزا دہ کرنے کی صورت میں خود غمگینوں میں آ جاتی اور پاکستانی دہشت گردوں کی زندگی کرنے کے جرم میں ذلت و سزاؤں کے ساتھ ساتھ شہزاد کی سزا بھی چھٹی پڑتی۔ اس مائیکرو کو وہ سچ شہرہ دار میں کہہ کر کیے جاسکتے تھے۔

"اس سے میری بات کروا دینا۔" فیصلہ کر لیا۔
 میں ہی ہو گیا۔ مائیکرو سے جو بھی مطالبہ کرتی وہ تسلیم کر لیا تھا کہ اس کا قرض اتارنے کی یہی صورت تھی۔



پاکستان کے ایک اہم انٹرنیشنل دہشت گردوں کے معنی کی خبر بہت جیت اور وہ کہہ کے ساتھ ہی گئی۔ کرنے والے دہشت گرد بے حد تربیت یافتہ اور اسے سے لیس تھے اور انہوں نے اتنی منصوبہ بندی کی ہو چھاری سے یہ کام کیا تھا کہ لگتا تھا وہاں کے بچے سے پوری طرح واقف ہوں۔ انہیں اس کو روک دینے کے بارے میں بھر پور آگئی تھی جہاں سے وہ انٹرنیشنل داخل ہو سکتے تھے۔ وہ نہ صرف نہایت آسانی سے مملوہ حدود میں گھس گئے تھے بلکہ اپنے لیے کئی صورتوں سے حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے۔ حملے کے پہلے ہی گھنے میں انہوں نے وہاں کھولنے جہازوں میں سے ایک کو مکمل طور پر تیار کر دیا تھا اور دوسرے کو بڑی نقصان پہنچا تھا۔ وہاں موجود سبھی افسران اپنی دہشت گردوں سے ملنے کی بھر پور کوشش کر رہے تھے لیکن انہیں شہرہ دار کے ساتھ ساتھ ایک گھنے کے اندر اندر وہ اپنے نین جہازوں کی جہاز کے ساتھ ہی کے ذہنی ہونے کا مصداق اٹھانے تھے۔ حساس اداروں کو پوری طور پر اس واقعے کی اطلاع دی گئی تھی۔ کرنل توحید تک بھی جو اعلیٰ ترقی کے تھے، یہ خبر پہنچی۔ فوراً ہی وہاں ہنگامی صورت حال پیدا ہو گئی

تکن کی مدد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جانے لگی کہ وہ کس طرف سے ہوا ہوگا۔
 مرقا رونق بھی اس بیگ میں شامل تھے۔ انہوں نے تمام چیز نیا ت کو سامنے رکھتے ہوئے کہا۔
 "میرے خیال میں اس وقت ہمارے لیے سب سے اہم یہ ہے کہ لی ایل ہم انٹرنیشنل کو قسمن کے آدمیوں سے نانی کروا دیں اور اپنی سالیبت پر پڑنے والی اس کا پی شرب کا بھر پور جواب دیں۔ ہمیں حالات پر مائیکرو کے ہاتھوں میں چھٹی کو بر لگنی مائیکرو کا تاج فراب ہوگا۔ ایک طرف دہشت گردوں کے حوصلے بلند ہوں گے تو دوسری طرف حوام کا سوال کرے گا اور وہ سوچیں گے کہ پوری جہاز اپنی حفاظت میں کر سکیں، وہ تک تو تم کے لیے کیا

مرقا رونق کی بات دلیل سے پر تھی، چنانچہ کرنل نے سب بھی خسر چھوڑ کر عملی اقدامات میں مصروف ہو گئے۔ ان سے در پردہ تعاون کرنے والے بہت لوگ تھے۔ انہوں نے ہی ایف پی جیسے خفیہ ادارے کی بنیاد پائی تو نہیں رہی تھی چنانچہ جب انہوں نے کام شروع کیا تو انہوں نے مطلوبہ معلومات و تصدیقات سکھوں میں ایک تک پہنچنے میں بڑھ کر کار میں موجود ہر فرد اس وقت لیے حد تک واقف تھا۔ ان کی گفتگوں سے پتہ چل گیا تھا۔ دھوا دھوا گھس گھس گھس کی جگہوں پر ہوتی تھی۔ اس سارے عمل کی کرنل نے سب کو نوکری کر رہے تھے۔ ایف پی اور مرقا رونق اور ان کے دیگر ساتھی بھر پور معاونت کر رہے تھے۔ کرنل نے اپنے تعلقات کی بنیاد پر ہی یہ منظوری حاصل کر لی تھی کہ اس معاملے کو ہی ایف پی بھی چھل کر کرنے میں مدد کرے گی۔ آپریشن کے لیے دو کارنامہ اسباب و اسباب کا انتظام کیا جا رہا تھا۔ وہ لاہور سے دو جہازوں کی مشینیں بنی کا پھرنے کے ذریعے روانہ ہونے تو ان میں سے ایک جہاز کو وزیر آباد نامی گاؤں میں جبکہ دوسری کو مائیکرو میں اتارنا تھا کیونکہ انہوں نے اندازہ لگایا تھا کہ ان دونوں میں سے کسی گاؤں سے ہی انٹرنیشنل تیار ہوا تھا۔

انہوں کے اندر سے میں بنی کا پھرنے کی یہ ہوا ز فوری تھی لیکن باہر پالکس نے کامیاب لینڈنگ کی۔ انٹرنیشنل ہزاری لاکھوں اور دھوا گھس کی آوازیں اور دگر کے آوازوں تک پہنچی تھی اور وہاں کے لوگ خوف زدہ نظر

مگر وہاں

آ رہے تھے۔ مورخین گھروں کے اندر اپنے بچوں کو گرووں میں چھپانے کی کوششیں تو مرد ہر ماہ سے باہر لوگوں کی شکل میں تھے اور اس نہ کچھ آنے والی صورت حال پر غصہ جھمرے کر رہے تھے۔ ہی ایف پی کے افراد کے علاوہ بھی وہاں فورسز کے دوسرے افراد موجود تھے جن کے گھیرے کی وجہ سے دیہاتی ایک حد سے آگے بڑھ کر انٹرنیشنل کی طرف نہیں جاسکتے تھے۔ جمال پورہ میں اتارنے والی ٹیم میں جاوید علی اور سلمان بھی شامل تھے۔ انہیں اطلاع ملی تھی کہ دہشت گردوں کی طرف سے پاکستان کی مختلف جیلوں میں بند پانچ ایسے دہشت گردوں کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا ہے جنہیں چھپنے چھپا کر لیا گیا تھا اور ان پر چاسوی، بیوہ دھاکوں اور انہیں جیسے عظیم جرائم کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔ اپنا مطالبہ پورا نہ کیے جانے کی صورت میں انہوں نے انٹرنیشنل پر موجود دیگر طلباءوں کو بھی تیار کرنے کی دھمکی دی تھی۔

"یہ بڑی عجیب سی پیمائش مانتے آتی ہے۔ انتہا بڑا اور مہم صرف پانچ دہشت گردوں کو رہا کروانے کے لیے کرنا میرے نزدیک تو حماقت ہے۔ اس کے مقابلے میں تو یہ گھن آسان لگتا کہ ہر لوگ کسی عوامی ادارے پر قبضہ کر کے وہاں کے لوگوں کو قتل بنا لیتے یا پھر قتل توڑ کر اپنے آدمی آزاد کروا دیا بھی آسان رہتا۔ آفران لوگوں نے یہ دہا ہی کیوں اختیار کیا؟" جاوید علی کے قریب موجود سلمان نے اسے والی اطلاع پر چہرہ کیا۔

"مجھے لگتا ہے کوئی اور پیکر لگتا ہے۔ جس انداز سے حملہ ہوا ہے، وہ کسی مقامی تنظیم کے بس کی بات نہیں تھی۔ مجھے سمجھتا ہے کہ اس معاملے میں بڑی طاقتیں انوالو ہوں گی اور ظاہری مقصد سے زیادہ اصل مقصد دنیا کو یہ باور کروانا ہوگا کہ پاکستان میں نیکی رتی کی صورت حال کتنی ناقص ہے۔ پھر بعد میں یہ انتہا اٹھایا جائے گا کہ اپنی ناقص اور سزا دہنے والے ملک کو انتہا ہم جیسا خطرناک سمجھا اور کھنے کی اجازت دینا دنیا کے امن کے لیے نقصان دہ ہے۔ دہشت گرد بھی بھی اسی انداز میں کچھ تک بھی رسائی حاصل کر لیں گے اور پھر دنیا میں قیامت برپا ہو جائے گی۔" وہ دونوں نے شہو پر دگرام کے تحت لحاظ رومی سے اس برساتی تالے کی طرف بڑھ رہے تھے جس کے ساتھ ساتھ قائم انٹرنیشنل کی باؤ نظری وال میں نقب لگا کر دہشت گردوں نے

دانتوں کے درد، موڑھوں سے
 خون آنا، ٹھنڈا گرم لگنا اور
 دیگر تکالیف کے لیے

10 پیرا بلیم کا 1 حل



Dr. Atta-ur-Rehman
 Dental Surgeon
 AL-TANAKH INSTITUTE OF DENTAL MEDICINE

مریض کا بہرہ وراثت ڈاکٹر

ڈاکٹر کا بہرہ وراثت 26 سال سے

وہاں تک رسائی حاصل کی تھی۔
 پشت پر بند سے تھلیوں کے ساتھ کچے جانے والے
 اس پیدل سفر میں انہوں نے ننگے پاؤں چلنا جاری رکھا ہوا
 تھا۔ چاندی کی پشت پر اس کے قبیلے کے علاوہ صرف پورا
 بھی ننگے پاؤں چلنا تھا جو اس نے خود فرمائش کر کے اپنے لیے منگوا لیا
 تھا۔ مسلمان کے علاوہ اس کے دوسرے ساتھی مختلف نسلوں
 میں ملت کر اپنا طے شدہ کردار ادا کرنے مختلف سمتوں میں
 روانہ ہو گئے تھے۔ وہ برساتی نالے کے قریب پہنچے تو اس کی
 پر شور آواز پوری طرح سنائی دینے لگی۔ پچھلے دنوں بہت
 شدید بارشیں ہوئی تھیں اس لیے نالے میں خاصی طغیانی
 تھی قریب تک پہنچا تو پتلی نے یوں سے پورا ہاتھ دھو کر
 کام شروع کر دیا۔ بجلی کی طرح وہ ایک اور خطرناک تجربہ
 کرنے جا رہا تھا۔
 آخر کار چاندی نے اپنا کام مکمل کیا اور نالے میں
 چلا گیا۔ آسمان پر موجود چاند کی مدد سے روشنی میں
 مسلمان نے اس کا وجود دیکھا۔ وہ احتیاط نالے کے پانی پر
 اپنے قدم جمانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور نالے کے
 چڑے سے پاٹ کو عبور کرنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ وہ
 تقریباً وسط میں پہنچا ہوا گا کہ گولی پھینکی تو آواز سنائی دی۔
 گولی کی آواز کے ساتھ ہی وہ جس طرح ہنسا مسلمان کو گا
 کہ وہ گولی کی زد میں آ گیا ہے لیکن اگلے ہی لمحے اس نے
 ایک شاعرانہ لہجہ بازی لگائی اور وہ اپنی ساہج پوزیشن سے
 کافی دور چلا گیا۔ اس دوران میں مسلمان امانت لگا چکا تھا
 کہ فائرنگ سے کیا جا رہا ہے۔ وہ حتیٰ دیوار کے
 قریب موجود واقع گھر تھا جہاں سے کسی فرد نے فائرنگ
 کی تھی اور اب بھی مسلسل کر رہا تھا۔ مشکل ایک ہی تھی
 کہ استعمال کی وجہ سے مسلمان بچ گیا کہ وہ کس تھا ہے۔
 ظاہر ہے انہیں اس طرف سے کسی کی آمد کی امید کم ہی ہو
 گی اس لیے ایک آدمی بھی کافی سمجھا گیا ہوگا۔ بھر وہ آدمی
 تھا بھی پتھر پوزیشن پر وہ وہاں سے دور دور تک نکل کر
 کرانے والوں کو روک سکتا تھا۔ فاصلہ بہت زیادہ ہونے
 کے باوجود مسلمان نے اس کی توجہ پانے کے لیے اپنی
 رائفل سے فائرنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس کی یہ
 ترکیب کسی حد تک کارگر رہی اور اس آدمی نے آوازوں
 سے اس کی موجودگی کی نسبت کا امانت لگا کر جاپنی فائر
 مارا۔ اس دوران چاندی پتلی کو کچھ دور آگے بڑھنے کا موقع
 مل گیا۔
 ”حتیٰ واقع گھر پر ایک آدمی موجود ہے اور ہماری
 طرف فائرنگ کر رہا ہے۔“ مسلمان نے اپنے آپ پر
 غمراہی کے ساتھ کہا۔
 ”اس کی توجہ اپنی طرف کیے رکھو۔ ہم اسے
 پانے کی کوشش کرتے ہیں۔“ اسے یہ جواب دینے
 کے بعد وہ فوری طور پر اس کی ہم کے ساتھ بحال پورا آگے
 ہی اس لیے کہ کمانڈر ہے تھے۔ مسلمان جو پہلے ہی فائرنگ
 کے ذریعے واقع گھر پر موجود بندے کو اسٹرب کر رہا
 ان کی حمایت پر حیرت زدہ سے فائرنگ کرنے لگا۔
 چاندی کا گولی پانی پر سفر جاری تھا۔
 اسے امانت لگا تھا کہ جیسے جیسے فاصلہ کم ہوگا
 اور والے کے لیے اسے نشانہ بنانا آسان ہوتا جائے گا
 لیکن اس ڈر سے وہ اپنا سفر نہیں روک سکتا تھا بلکہ
 شاید سر سے سے تھی انہیں۔ وہاں تو پھر اس کا
 پتہ گاڑ لیے تھے کہ وہاں کے دشمنوں کو ان کے
 حیرت میں کامیاب نہیں ہونے دیتا ہے۔ اس دوران
 وہ اس کوئی کبھی خاطر میں نہیں لایا جو اس کے کان کی
 تقریباً چھوڑ گئی تھی اور جس کی گواہی اس نے
 ابھی طرح محسوس کی تھی۔ اگر صرف ایک ایسا
 جانتا تو کوئی اس کی تکلیف میں اتار سکتی تھی۔ اس نے
 سے قلابازی لگا کر اپنی پوزیشن تبدیل کرنے کی کوشش
 کی۔ اس کوشش میں اس کا تڑپاں پڑا اور وہ خود کو
 سے پتے پانی پر جمانے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔
 اسی وقت اس نے فضا میں نیلی کا پتھر کی آواز سنی۔ وہ
 تھا کہ اس نیلی کا پتھر میں پائنت کے ساتھ حیرت
 لہجے پتھر اور ان سے خطاب ہوا۔
 ”اسے ہمت مت کیجئے گا مرنا میں میرے
 اہماتے رہیں۔“
 ”اوکے“ حیرت زدہ نے اسے جواب دیا۔
 ہی نیلی کا پتھر لہجے پتھر آنے لگا۔ نیلی کا پتھر
 اور والے کے اوسان تھی طور پر خطا ہوئے اور
 کو بھول کر اس سے جان چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔
 کی پوری کوشش تھی کہ نیلی کا پتھر کو مار گئے لیکن
 نے اسے محفوظ قائلے پر رکھا ہوا تھا اور ہمارے
 اس کا رخ بدل لیتا تھا۔ پائنت کے ساتھ موجود
 کن ہٹنے لگا، رگ کی کہ واقع گھر والے کو راز ہی تھی کہ
 بھی لیے نشانہ بن سکتا ہے لیکن حکمت انہوں نے ایک
 فائرنگ کیا تھا جو اسے نشانہ بنا سکے بلکہ قائلے کی
 سے نشانہ بنائی نہیں سکتے تھے۔ وہاں اپنے لاکھ

انہوں نے اسے گھن چکر ضرور بنا کر رکھ دیا تھا۔ چہ منوں کے اس جھیل میں جاوے گی بہت تیزی سے ڈالا جوڑ کر کے پاؤں زری وال کے اس جیسے تک پہنچ چکا تھا جہاں سے دہشت گردوں نے قبضہ لگایا گی۔ پاؤں زری وال سے واقعہ دور تک کا قصہ طے کرنا بھی اس کے لیے زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا۔ وہ اوپر پہنچا تو سر پاتا سیاہیوں میں نہیں قاب پڑی تیلی کا پٹر سے ٹھنٹے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ میں پھسل گئی کو پکارا رہا تھا لیکن دوسری طرف سے اسے کوئی جواب نہیں دیا جا رہا تھا۔

”بس اب ہتھیار چھوڑ دو... یہاں تمہاری مدد کے لیے کوئی نہیں آئے گا۔“ اس نے اپنی کنی کی نال قاب پڑی کی کھوپڑی سے لگاتے ہوئے کہا۔ یہ کن اس نے پاؤں زری وال سے اندر داخل ہونے سے گلے اپنے جیک سے لگائی تھی جبکہ سر جھک پر دکھانے والے سے تڑپ سی ہاتھ کر جھیک آیا تھا۔ قاب پڑی نے سر سے گلے کن کے باوجود اس کے جسم کی قبیل نہیں کی اور ہلکے کر اس کی طرف پلٹ گیا لیکن جاوے گی اسے اتنی مہلت دینے والا نہیں تھا کہ وہ اس پر ہاتھ کر سکے۔ اس نے اپنی کن کو پوری قوت سے اس کے ہاتھ پر مارا۔ ہاتھ کے زخمی ہونے کے ساتھ ہی وہ ہتھ پھینکی ہو گیا۔ پھر بھی اس نے تعال جرات سے کام لیا اور خالی ہاتھ ہی اس سے ہلر گیا۔ جاوے گی اسے کوئی مار سکتا تھا لیکن مارنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے یہ شخص زندہ ورکار تھا چنانچہ خود بھی کن ایک طرف اچھال کر اس کے نعلے کا جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ قاب پڑی اپنے جسم کی پوری قوت صرف کر کے اسے واقعہ تار سے نیچے دھکا دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ خاصا توانا آدمی تھا اور جاوے گا وزن اس کے مقابلے میں نہیں کم تھا لیکن اس موقع پر اس نے ہوشیاری سے کام لیا اور قاب پڑی کے چہرے میں تازہ خون زخمی ایسے کے مارے کر اس کی قوت کم ہوئی اور وہ اپنے ہتھ پھینکی کی کوشش کرنے لگا۔ اس موقع پر جاوے نے اپنے سر سے اس کی ناک کو ٹکاتا بنا دیا۔ وارکاری تھا چنانچہ اس کی ناک سے خون بہہ کر قاب پڑی کو تر کرنے لگا۔

جاوے گی کے بازو اس کی گرفت سے آزاد ہو گئے اور پلٹ پھر کے لیے اسے یوں لگا کہ وہ شخص پکارا کرتے والا ہے لیکن یہ صرف ایک دھماکا تھا۔ اس نے گرتے گرتے بڑی ہوشیاری سے ناک کے ساتھ بندھا پھر کھینچ نکالا تھا۔ جاوے گی کو نلے پھر کے لیے پھینکی چبک دکھائی دی اور پھر اس کے بازو میں درد کی لہری دوڑ گئی۔ اگر وہ خود کار روئل کے طور پر

واپس جانب چمک گیا ہوتا تو پھر سیدھا اس کے دل سے اترتا۔ اس جان لیوا حملے سے بچنے پر وہ اپنے شہر کی ہلک بھڑک اٹھا جس پر کسی قابل نگار نے اسے کوئی چلا کر اسے کر دیا ہو۔ اپنے ان پھرے ہوئے تھروں کے ساتھ قاب پڑی پر بھجنا تو پھر وہ اسے سہارت بنا۔ جاوے گی حملوں میں اتنی تیزی تھی کہ وہ دفاع کی کوشش میں لڑا ہو گیا لیکن نہ تو وہ بازو اس پر حملہ کر سکا اور نہ ہی اپنے دل میں کامیاب رہا۔ جلد ہی اس نے ہاتھ پھینکا اور اپنے

”بس نے اسے قاب کر لیا ہے سر۔“ اس نے حق اذن سانسوں کے دوران طرف روٹ کر اطلاع دی۔ ”مہم کو دیکھتے ہیں جہاں۔ تم وہی خبر دو۔ ہم قاب پڑی کے لیے تھی روہے ہیں۔“ انہوں نے اسے جواب دیا۔ وہ مطمئن ہو کر کھلی بار اپنے بازو کے زخم کی طرف حوجہ پھر کوشش میں پانچا خاصا تڑپ گیا اور زخم سے حوجہ بہر رہا تھا۔ خون روکنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ ”انہیں کے خلف حسوں سے قاب پڑی آواز میں ابھی آدمی نہیں لیکن ہر فرد کا دائرہ کار ہٹ گیا تھا اور وہ یہاں سے ہٹ کر کہیں اور چل اٹھا۔ زخم کی اہانت نہیں دیکھتا تھا۔ ویسے بھی بے ہوش شخص قاروق کے حوالے کرنے سے پہلے اس کا یہاں سے ہٹا ہوا طور ممکن نہیں تھا۔ جلد ہی وہ اس تک پہنچ گئے۔

”آری نے انہیں کو تھرا پیا کبھی کر دیا ہے۔ بندے کو ہم اپنے ساتھ لے کر چاہی گئے۔ اس سے بہت سی اہم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں لیکن خیال رہے کہ اس بات کی خبر نہ ہونے پانچے۔ دہشت گردوں کے لیے یہ شخص ہمارے سے زیادہ مہنگی ہے۔ اپنے وارحہ حالت کے لیے وہ اسے ہم سے بچھینے یا اس کو ہلاک کر کے کوشش کریں گے۔“ بے ہوش حالت میں گردن پاری چابک دستی سے تیلی کا پٹریں منتقل کرنے کے دوران قوت نے اپنے ساتھیوں کو جاہت دی جس پر سہرے ایک زبان ”بس سر“ کہا۔

”جاوے گی تم زخمی ہو اس لیے تیلی کا پٹریں تھری ساتھ واپس جاؤ گے۔ میں اور باقی ہم یہاں کے محافظ فضا کر رہے ہیں واپس آئیے گے۔“ ان کا دوسرا حکم جاوے گی کے لیے تھا جس پر عمل کرنے میں اسے اس اعتراف نہیں تھا کہ وہ اپنے جھکے کا نام سنا ہیام و سنے اور اطلاعات مل رہی تھیں کہ حالات اب اڈر ونگروں کے جلدی سب بیچ کر لیا جائے گا۔



... بانو نے پارک میں سر اڈرنگ کے اڈرنگٹ میں سے تھروں کی... وہ یہاں لگتی تھی تو بہت دگلی اور گھٹ گئی۔ شاید نے پورے نظروں سے اس کی دل جڑی اور نہ مت کی۔ تھی عالی بھی اس کا دل پہلانے کا ایک سبب تھی۔ اپنی باری باری ہاتھوں سے وہ غٹوں اس کا دھیان دیتی تھی اور انکڑوں کی نہ کوئی ایسا حسرات جملہ بول دیتی تھی۔ ہاتھ کے غٹوں پر حسرت آتی تھی۔ پھر اس کا اپنا جانا بھی نہ نہیں کا جسمانی سبب سے دگلی کہتا تو دوسری طرف وہ اس سے ہاتھ کاٹھرا کر گئی کہ اسے ہمسارہ حالات میں بھی نالک نے اس کے بچے کی زندگی محفوظ رکھ کر اسے بچا کر اڈرنگٹ کر دیا تھا۔ وہ یہاں آئی تو ہاتھ لگ کر کم تھی۔ یہ سب کے سب کا وہی شخص دکھ پائی تھی۔ شاید نے اس کے دل کا دھیان دیا اور ساتھ ہی ہر اہر بھی کیا تو اس سے تڑپ گئے کہ اس کا نام جاوے گا۔ وہ دیکھ لیا میں آنے سے ہی اپنی جاکے لیے جاوے گا کہ تار ہا تھا اور نہ جانے اسے کھم نہیں جاری اس جہد مسلسل کے دوران کن کن گھٹ سے گزارا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ ناکارہ ہو گیا تھا۔ ماہ بیا تھی کہ آگے بھی اسے اپنی جاکے جنگ لڑنے کے لیے بہت جہد کرنی ہوگی۔ اس کے ہتھ پڑے وہ زمین سے تھروں سے اس کی گود کی گری سے محروم کرنے کی کوشش کرتے۔ وہ ان غٹوں سے بچتا جاتا تو بھی اسے نال کو گوں میں پہنچا۔ جہد کو تسلیم کرانے کے لیے سخت محنت وہ جہد کر رہی تھی اس لیے اس کا نام جاوے گا ہاتھ لگ گیا تھا۔

اس کے لیے پارک واپس آنے کے جاوے گا ہر سر اڈرنگٹ میں واپس آ گیا... اس سے انکڑے وہ خبر میں جس جہد میں نہیں کر سکتا تھا۔ خبروں سے انکڑے تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس میں بھی آگ پر قاب پالیا گیا ہے اور آگ بجھنے کی کوشش نہ ہو سکتی لگا جا رہا ہے۔ جھل میں زبردست کسی کوشش پاری کے جہد کو قاب پڑی سے وہ تسلیم نہیں کرنے والے تھے۔ اس لیے ان کے لیے یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ وہاں ہونے والے ہاتھوں کی خبر میں یا کوئی تھروں میں حالات میں زیادہ سے زیادہ بات کا تھا کہ آگ بجھنے کی وجہ قدرتی عوامل کو دیکھا جائے گا۔ البتہ دونوں خانہ جہد کا دائرہ اتناں چل رہی تھی کہ خبریں سر اڈرنگٹ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ آگ بجھنے کی محنت کم ہونے کے انکار میں امر کی منتقلی ہو رہی تھی۔ اگرچہ انہوں نے اپنے ہی اور طرف کی لاشوں کے علاوہ پانچیں تک اڈرنگٹ میں ہی

دروانی حاصل کر لی تھی لیکن یہ نہیں سمجھ سکے تھے کہ لہا ہارنی میں کیا مزید ہوئی ہے۔ اپنے کی کے علاوہ انکڑے باقی خبر باقی بچوں کی قبلی ہوئی لاشیں بھی مل گئی تھیں۔ انہوں نے لہا ہارنی کے تھرو ہونے اور پھر مل کر قاب پڑی ہونے کے باوجود بہت سے تھروں کا تذکرہ نہیں کرتے۔

اپنی حقیقت سے وہ یہ بھی جان چکے تھے کہ جس وقت لہا ہارنی تھرو ہوئی، پروفیسر پھری وہاں موجود نہیں تھا لیکن وہ پروفیسر اور اس کی دلدل میں وحش جانے والی لاشیں دریافت نہیں کر سکے تھے۔ اس بارے میں جو چند لوگ آگاہ تھے، ظاہر ہے وہ انکڑے حقائق سے آگاہ کرنے والے نہیں تھے اور کوئی اتفاق ہی آنے والے وقت میں ان لاشوں کو پھر پر لاسکتا تھا۔ بہر حال، وہ یہ جان چکے تھے کہ اس حادثے سے پہلے وہ انوہاں سے گل جلی تھی کیونکہ وہاں انکڑے اس کی سر جوڑی کے کوئی ۵۶۲ تھروں ملے تھے۔ اس انکشاف پر وہ یہ نتیجہ اڈرنگٹ کرنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ سارا فساد وہ بانو کو وہاں سے لائے گا تھا۔ چنانچہ اس کی تلاش میں انہوں نے سب سے پہلے مصطفیٰ خان کا دائرہ اڈرنگٹ کیا۔ ظاہر ہے اس نے اس کے بارے میں لاشی کا اظہار کیا اور بتایا کہ اس کا نام اور وہ بانو کو اس نے ہمدردی ہونے کے ناطے اپنے پاس ملازمت اور بے ایک گھنٹ کی سہولیات ضرور دے رہی تھی لیکن وہ ان کی تھی زندگی... سے تھروں سے واقف تھا۔ بانو کو کے شکیاب پر اس نے اختلافی طور پر قانون کے دائرے میں رہنے ہونے اس کی مددگی کی تھی لیکن اس سے آگے کے حالات سے وہ واقف تھا کہ بانو کو کا وہ انوہاں شہر اڈرنگٹ میں لائی تھی اس لیے وہاں کہاں کہاں بھٹکار ہوا اور اس نے کیا بھٹکار کیا۔

مصطفیٰ خان کے پاس لہری کاروباری اور ملازمتی سرورہات کی ایک خوبی تھیں تھی جس کی روشنی میں اس نے یہ بات کرنے کی ہر جہد کوشش کی کہ ان سرورہات کے بعد اس کے پاس کسی اور سرگرمی میں حصہ لینے کی قبلی ضرورت نہیں تھی۔ مصطفیٰ خان ایک معزز آدمی تھا جو ایک اچھے جہد سے ملازمت کرنے کے علاوہ لہریاں کاروباری خصوصیت بھی تھا۔ اس اختیار سے اس کے ہونے چکے میں اچھے تعلقات بھی تھے اس لیے تعلیمی اداروں نے اس سے زیادہ کلائی تو بہت سختی سے قبلی کی لیکن وہاں میں نے اس میں ناکام رہے۔ البتہ اس کی فخریہ گمرانی کی جاری تھی جس سے مصطفیٰ خان واقف نہیں رہا تھا۔ پانچیس والوں کا دوسرا نکتہ آداب اور کثرت تھے جن کے دونوں ہی خاندانوں سے

دوستان مہرام تھے۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی یہی
موافقہ اختیار کیا کہ وہ بے شک باہو کے چاک قاسب ہو
جائے پر پتھان تھے لیکن پولیس سے مدد کی توقع رکھنے کے
سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ اہم کے بارے میں ان کا بھی
یہی بیان تھا کہ باہو کو کھال کرنے کے ہون میں وہ کہاں
کیا انہیں اس کا کوئی طریقہ نہیں۔

آفتاب سناٹی طور پر کوئی بہت مضبوط آدمی نہیں تھا
لیکن ایک سماٹی تھا جس نے امریکا کے مقامی اخبارات میں
بھی اپنی جگہ بنائی تھی۔ ایک سماٹی کو وہ غیر ضروری طور پر
تھک کرتے تو انہیں بھی مہرام کو اس سوال کا جواب دینا پڑتا
کہ جنگ کی آگ اور باہو اور اہم کے قیام کے درمیان
کیا تعلق ہے؟ اس لیے بی ایف ایف ان کی طرف سے کوئی سخت
قدم نہیں اٹھایا گیا تھا لیکن کچھ والے کچھ تھے کہ یہ
صرف وہی خاموشی ہے اور وہ لوگ انہی آسانی سے چپ ہو
کر بیٹھتے آئے نہیں تھے۔ اپنی خاموشی کو کسی نتیجہ تک پہنچانے
کے لیے وہ ہر امکان پر کام کرتے جیسا کہ انہوں نے
اس طور پر باہو اور اہم کے کوئی کوئی تون شروع کر دیا تھا اور
ان سب باتوں سے بہت گریہ جانتے میں بھی کامیاب ہو
گئے تھے کہ جنگ والے حادثے کے فوراً بعد باہو نے
آریٹھو سے بچ پارک تک کا سفر کیا تھا لیکن اس کے بعد وہ
تاریخی میں تھے اور انہیں اس بات کا پتا نہیں چل رہا تھا کہ
بچ پارک میں باہو کہاں تھی۔

”وہ بہت اداوارت تھی۔ تمہارے کیس میں چند
ادھارت نے انہیں ہتھیاری تکہ پہنچنے میں تاخیر کا فائدہ کر دیا
ہے لیکن وہ جس اعزاز سے کام کرتے ہیں، ہمیں ان سے یہ
امید رکھنی چاہیے کہ وہ کسی بھی وقت یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔
ابھی انہیں نہیں مطمئن لیکن جلد وہ جان لیں گے کہ جن
تاریخوں میں یہ سب کچھ ہوا، گنگ ہنگ انہی تاریخوں میں
کشتہ کار بھائی مراد شاہ نے بچ پارک سے آریٹھو کیا تھا میرے
باس و ہاں جانے کا جواز موجود ہے اور میں یہ بھی ثابت کر
سکتا ہوں کہ تمام مہرام سے میں اپنی اپنی کھلی کی طرف سے سوا
کیے گئے ہوں گے کہ میرے میں بھی نہیں اور میں نہیں جانتا
تک نہیں... بلکہ میرا ذاتی خیال ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ سے اپنے
بہن بہنوں سے بھی نکل جاتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی آسانی سے
میرا بھی نہیں چھوڑیں گے۔ ان پر اپنی کھلی ثابت کرنے
کے لیے ضروری ہے کہ میں نہیں یہاں سے نہیں اور شہت
کردوں۔“ اسے حالات سے آگاہ کرنے کے بعد مراد شاہ
نے اپنی رائے پیش کی کہ وہ چھوڑی ہی حاصل ہوگی۔

”کہاں... اسے چھوڑنے سے بچ کے ساتھ میں
کہاں رہوں گی؟“ اس کا اندرونی اضطراب اس کے
میں در آیا۔
”مجھے خود بھی اس بات کا احساس ہے لیکن میں
بچنے کی خاطر بے غیر ضروری ہے۔ تم فکر نہیں کرو۔ میں
جس جگہ پہنچ کر ہوں گا، وہاں تمام نکتہ سہولیات بھی ہوں گی
دوں گا تاکہ تمہیں کسی بھی وجہ سے پریشان نہ ہو اور اس
نہ پڑے۔“ مراد شاہ نے اسے تسلی دی۔

”پھر بھی وہ یہاں میرے ساتھ دن قیام کا میرا
لگائے ہیں؟“ اس نے تشویش کا اظہار کیا۔
”اس کے لیے مجھے میں نے سوجھا لیا ہے۔
چیک کر لیا ہے کہ کوئی گینٹ پر نصب کیے گئے تو اس
تصویر لی ہے، وہ واضح نہیں ہے اور کوئی بھی چاہے اس
شرٹی صورت دیکھی ہی دکھائی دے سکتی ہے لیکن اس
تصویر میں نظر آ رہی ہے۔ تمہارے لیے ایک ایسی تصویر
کہ شاہدہ کی ایک پاکستانی دوست بھی حال ہی میں اس
پہ اور ہم نے اسے اس بات کے لیے راضی کر لیا ہے۔
کئی پچھو کچھ کے جواب میں یہ کہہ دے کہ ان کی
میں وہ یہاں آئی تھی اور شاہدہ کی بھیمان رہتی تھی۔
کا ہوم ورک مل تھا۔ دراصل اسے کچھ مشورے
نے بھی دیے تھے جن کی رو سے میں اس نے یہ سب کچھ
دے والا تھا۔ نہ بنیادی طور پر تو وہ سیدھے سے
پر پہلے وہ صاحب سحر سے کردار کا آدمی تھا۔
چاہا زبیروں سے کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ اپنے چاہا
باپ سے دراصل میں کچھ نہیں لے سکا تھا۔

”میں آپ کا کس حد سے فخر یہ ادا کروں
صاحب! مجھے امید نہیں تھی کہ ان حالات میں آپ ایسی
مدد تک ہر کر رہیں گے کہ خود کو مشکل میں ڈالیں۔
بانہ نے دل کی کہ انہوں نے اس کا فخر یہ ادا کیا
چاہتی تھی کہ اس سب کے بدلے مراد شاہ کو پر
ساتھ کرنا چاہے۔“
”تمہیں میرا فخر یہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں
ہو! میں تو خود تمہارا متروض ہوں اور میں اس قدر
حصہ ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“
”میں اس وقت صرف وہ دونوں ہی لاؤنگ میں
کر رہے تھے۔ شاہدہ بکن میں صرف بھی بیٹھ
بچہ کے ساتھ گئی ہوئی تھی۔ چھ دن کے بچے سے

کی باتیں کرنا ان دونوں اس کا سب سے پہلے وہ ملاحظہ تھا۔
”آپ شاہدہ سانپ کے لسنے والے دانے کا ڈاکٹر
ہیں۔ میں نے تو بہت معمولی سی مردگی جراثیم کے
بے نیچے کسی بھی شخص کی گری ہو چاہے تھی۔“ اپنی نگلی میں
پتھر سے ہر ہر ہر ہر کوئی کو دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔ یہ
بیماری اسے ہمیشہ گل بنانی یاد دلاتی تھی۔
”اس حد کے حوالے سے بھی میں تمہارا متروض
ہوں۔ لیکن اصل قرض تو تمہ پر اپنی نے چاہا ہے۔ کشتہ
بے نیچے بھی ہے کہ تمہاری زندگی کو یہاں تک لانے میں
میں نے کتنا بھاریا کھڑا کر دیا ہے۔ ان کا پتا ہونے کی
بیماری سے میں خود کو تمہارا مجرم و متروض تصور کرتا ہوں اور
میں کھتا ہوں کہ ان حالات سے نکلنے میں تمہاری مدد
میں اس کے لیے اگر مجھے کچھ مشکل اٹھانی پڑتی ہے تو
میں نہیں۔ احساسی حسادت کے حوالے میں یہ بوجھ
میں ہوا۔“ اس کی ہرے ہرے ظہر سے کچھ بات نے ہاں
تک کر دیا۔ یہ تو شیطان کے بیٹے میں وہی دانی محض
ہے اور میری جیسے سفاک آدمی کا پتا کتنا حساس ہو سکتا ہے،
اسے کراں بھی نہیں مگر راقم۔

”آپ کی صورت میں میں بچا ہوا کا مصیبتی روشن
ہوں۔“ اس نے بہت بر چھٹی سے اپنی رائے کا
نی الحال تو میرا ہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔
محل میں خود کو باہل میں منت غمیں کرتا ہوں۔“
”انہوں نے شانے اپنا کرا جواب دیا۔
”نہیں، آپ کو اس اعزاز سے نہیں سوجنا چاہیے۔
لے کے لیے ہاں آپ جیسے شخص کی بہت ضرورت
ہوئی مادرت کے مطابق وہاں سے کھانے کی۔

میں میں بھی ایسا سوچ آیا تو میں اپنے ہارے
ان شخص کو یاد رکھوں گا۔“ مراد شاہ نے کہا اور
ہوئے اس کے چہرے پر ایک گہری نظر ڈالی۔
میں نے اسے اسے خاصا کھور کر دیا تھا اور وہ ان کی
تاریخوں کو یاد رکھتا تھا لیکن وہ جس کی قدرتی
میں نے اسے اس کے ساتھ بھی۔ مراد شاہ
سے حشر ہوا تھا اور ایک مرد کی حیثیت سے اس کے
میں میں کھش بھی محسوس کی تھی لیکن اپنے باپ کی
میں کام چاہتا ہے۔ نہ ہونے والا نہیں تھا۔ خاطر
میں نے اسے اس نے شاہدہ کے ساتھ زندگی
بہت کچھ کیا تھا اور پوری ادا دہائی سے یہ عہد بھرا

کرتے رہتا تھا پتا تھا چنانچہ پوری اپنی نظروں کا رخ سوزایا۔
”آپ نے یاد رکھا تو یہ میری عزت افزائی ہوگی۔“ ہاں
بانہ جو اس کی نظروں کا محور پر غمناک اور ہر پتا محسوس کر رہی تھی،
پورے انداز سے بولی۔ حالات نے اسے اپنی صلاحیت تو عطا
کر دی تھی کہ وہ کھانوں کی زبان کچھ تھکے مراد شاہ کی نگاہوں
میں اس کے لیے کوئی نیا کچھ نہیں تھا۔

”اوسے ہاں میں نہیں ایک اہم خبر تو یہاں بھی
کیا۔ پاکستان میں تمہارا ایک شا سا مشاہیرم خان ہوا کرتا
تھا۔ وہ بھی آج کل یہاں امریکا میں ہے۔ مصیبتی خان نے
مجھے تمہارے لیے یہ ویٹام دیا تھا کہ چند مشاہیرم خان
تمہارے پاس ہوگا اور اس کی موجودگی سے تم خود کو کافی
مکتوب تصور کرو گی۔“ مراد شاہ کو یاد آیا تو اسے ویٹام دیا۔
مشاہیرم خان کا نام کرا کو کچھ خوش ہوئی۔

”اگر خان یہاں موجود ہے؟ وہ تو بہت بہادر اور
تک دہل آدمی ہے۔ آپ کی اس سے ملاقات ہوئی ہے؟“
”نہیں۔“ اس کے ہتھیارت سے پوچھنے کے سوال کا
اس نے نگلی میں جواب دیا۔ ”میں اس سے ملا نہیں ہوں، میں
مصیبتی خان نے مجھے اس کے بارے میں نہیں بتائے تو کہا
تھا۔“ اس جواب کو نہ کرا ہوا سوچا میں پوچھنی کہ کہا کیوں
ہو گیا ہے کہ جب وہ کسی مشکل میں ہوتی ہے تو شہریار سے
دراپت کوئی نہ کوئی شخص اس کی مدد کے لیے ہر گزرم ہوا جاتا ہے۔
مصیبتی خان نے بھی تو اب تک شہریار کے حوالے سے ہی
اس کی اپنی مدد کی اور اب مشاہیرم خان اس کا کافی خیال کر
آنے والا تھا۔ یعنی وہ جس نے اس سے اپیل کی تھی کہ عہد
لیا تھا خود اس کے حال سے فخر نہیں رہتا تھا اور کسی نہ کسی
طور اپنی موجودگی کا احساس دیا جاتا تھا۔

”تم کہاں کو چکی ہو؟“ اس نے پوچھا
آ رہی ہے۔ اسے کوئی پراہم نہیں ہے۔ شاہدہ بھی کھانے
کے لیے آواز دے رہی ہے۔ بچے کو یاد کر لیا اور کچھ بچل پر
آجائے۔ ساتھ کچھ کھا کر کھاتا ہے۔ لیکن پھر میں تمہاری دوسری
رہائش کا بندہ ہوتے کہ لگ جاؤں گا۔“ مراد شاہ کی آواز
اسے اس کی سوچ سے باہر نکال کر لائی تو وہ ”تھی“ کھتی ہوئی
جزئی سے وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گئی۔ شہریار معاملہ کو اس
کی گھر گئی نہیں، اس بات سے بند ہوا وہ اب اسے اس بات کی
فکر کرتی تھی کہ وہ اہم کے بیٹے بچہ کی ماں ہے جس کی اسے
بہرہ مناعت کرنی ہے۔

☆ ☆ ☆
”میں آپ سے بہت شرمندہ ہوں مگر انہی راز کی وجہ

سے آپ بہت مشکل میں پڑتی ہیں۔"

"مجھے آپ کے شرمندہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ آپ کی شرمندگی میری زندگی کی مشکلات کو دور نہیں کر سکتی۔ میں اپنے ملک میں ابھی ہوئی ہوں اور خود کو جاننے کے لیے چروں کی طرح کھینچ پھری ہوں۔ میرا کوئی مشکل نہیں ہے۔ میری بات نہ کریں آج کہ میں اپنے وطن پر ملک دشمن کا وارنٹ لے کر اب اس ملک میں کیسے رہ سکتی ہوں؟ یہ تو کچھ تو مجھے بتان بہت بنا دیں گے اور میں اپنے عزت و اہمیت اور باپ کے لیے تکلف کا کیا کینا جاؤں گی۔"

میری بیٹی ابھی چھوٹی ہے لیکن وہ اس لئے کہہ سکتے ہوئے پڑی ہوئی کہ اس کی ماں ملک دشمن تھی تو وہ بھی مجھ سے لڑتے کرے گی۔" وہ جو بہت شہید دانی تھی، اس کی آواز سننے ہی بہت پڑی۔ شہر یا اس کی کلیت کو ابھی طرح بھڑک سکتا تھا۔ ان کی مدد کے وہ اپنا سب کچھ توڑنا چاہتی تھی اور اسے دونوں سے ایک ماہری کا نام پر دم تھکے کے احساس کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ پہلے اس کی زندگی کا ایک مقصد تھا۔ وہ کمال کا ملاح کر دیا کرتے تھے کی حالت سے آزاد کروانا چاہتی تھی پھر اس کی بیٹی تھی جس کے لیے یقیناً اس کے دل میں بہت افسوس اور غم تھا۔ یہ یقیناً ایک دم سب کچھ ہو گیا تھا اور وہ ملک کی تمام شہرانی جا چکی تھی۔ اپنے حالات میں جبکہ خود اس کے لیے یہاں کی زندگی تک پڑ چکی تھی وہ کسی اور کے لیے کیا کر سکتی تھی۔ اس کا پریشان ہونا بالکل منطقی تھا۔

"کیا آپ ہمارے ساتھ یہاں سے نہیں گئی؟"

"میں پوری زندگی سے آپ کو یہ پیش کر رہی ہوں۔ ہم لوگ مغرب یہاں سے نکلنے والے ہیں اور آپ کا وطن تو آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا۔ لیکن یاد رکھیے کہ یہ سزا خطرناک بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ ہم اپنی زندگیوں کے ریسک پر یہاں سے نہیں گئے۔" اس نے تنہائی سے اپنی پیشکش کو دہراتے ہوئے اس پر صبر سے حال بھی واضح کر دی۔

"زندگی کا ریسک تو مجھے یہاں بھی ہے۔ میں قانون کے ماتھے آگئی تو وہ توگ کوئی مجھے پہلوں کے ہار تو نہیں پہنا سکتے گے۔ ذات بھری موت یا موت سے بڑھ کر میری میرا نصیب ہوگی۔" اس نے باہمیت زدہ لہجے میں حقیقت پندری کا مظاہرہ کیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے، آپ ہمارے ساتھ کامیابی سے منزل پر پہنچ جائے گی صورت میں کم از کم سے مرے سے عزت و زندگی کے آقا کا موقع ملے گا۔"

"لیکن میری بیٹی... اس ملک سے نکل جانے صورت میں مجھے ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دے گا اور اس کی چھوٹی بیٹی جیتے جی مار دے گی۔" وہ ایک بیٹی سے چھوٹی کا خیال ہی اسے توڑ دینے کے لیے کہتی تھی۔ "ابھی آپ اپنی زندگی جاننے کی کوشش کریں انسان زندہ رہے تو بہت سے امکانات کے درمیان سے لے لیں۔ لیکن اس کی حالت تو آپ کے لیے یہ یقیناً کافی برا ہے۔ آپ کی بیٹی خیریت سے ہے اور ایک ایسے اسکول میں رہ رہی ہے۔ اس کے والد بھی یقیناً اس کی خبر گیری کر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھیں کہ اسے آپ تک پہنچانے کا بندوبست کر دیا جائے گا۔ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔ اپنے زندہ نہ رہنے کی صورت میں بھی پورا کرتے ہیں۔ میں اپنے لوگوں کو پانچ کروڑوں کا۔ میری ذات سے بڑھ کر تمہارا بیٹا ہے۔ اس کی کافی پیسے میرے پاس ہیں۔ صورت ہے۔" بہت مضبوط لہجے میں کہنے لگی۔ "میں نے مانگا کچھ ڈیڑھ کے لیے سوچ میں ڈال دیا۔"

"شک ہے۔ میں راہی ہوں۔" آخر کار اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔

"اگر وہ اب آپ مہلک یا اس کا جو بھی ساتھ لے کے قریب ہے۔ اس سے میری بات کرنا سیکھ لیں۔ اس نے اس سے کہا۔ اگے ہی کے ہاتھ لہرا رہی تھی۔

"مہلک سے کہنا کہ یہ گورنر بھی ہمارے ساتھ جاتے گی اس لیے اسے بھی ہمارے پاس ہی جانا چاہئے۔ اور ہاں، اس کے علاوہ مجھے ایک لیپ باپ بھی لے کر اپنی عزیزت و اہمیت کے ساتھ چاہیے۔ کیا اس کا نام ہے؟" اس نے سین سے برہم راست اپنے ہاتھ کی بات کی۔

"بالکل سراسر مہلک بھائی سے بات کرنا چاہئے ہے کہ ایک نئے ہندوؤں آپ کے پاس ہوں گے۔ اشارہ مانگا اور لیپ باپ کی طرف تھا۔ شہر یار نے کھانے کے سلسلے میں کیا اور وہاں ہاتھ کے حوالے کر دیا۔ اس کا ہی سیت تھا جو اس نے مانگا کی کال آنے پر لے لیا تھا۔ پھر جب اسے سیت صحیحاً تو وہ لہجے میں ہنس کر...

پہلے وہ کیا تھا کیونکہ ایک سری تھا لیکن ہمارے کچھ آگئی تھی کہ ہاتھ کے ساتھ "ہاں" کا کب کب بکھڑا آتے ہیں "وہ" جانتا تھا۔ اس کا ظہر فریب زندہ کرانے والی تھی میں ہے۔ وہ فریب نظر آنے والا وہ پھر اچھا کھانا کا خاص آدمی تھا جو شہر میں ان کے کنگ کے اسٹاک کے بہت سے معاملات سنبھالتا تھا۔ اس لیے وہ قانون کی نظر سے بچنے کے لیے ایک سری ہی تھا۔ منہ ڈیٹ ہسپتال کر سکتا تھا۔ وہ بے بھی لیکن تھا کہ مہلک نہیں ان کی وجہ سے اچھا کھانا سنبھالنے کے لیے اس کی وجہ سے بہت تجربہ کار بندہ ہونے کی وجہ سے وہ قانون اور تحقیقاتی اداروں کے طریقے کار سے بھی خوب واقف تھا اس لیے اس نے اگر نہیں یہاں چھپایا تھا تو چھپانے رکھنے کے لیے محتول اقدامات بھی لازمی کیے ہوں گے۔

"مانگا کو ساتھ لے جا کر کہیں ہم مشکل میں نہ پڑیں۔" بے شک وہ ہر حالت میں صورت سے لیکن اس طرح اس کے سامنے خفیہ طور پر نکلنے میں کوئی بھی ہارتین واقعہ نہ تھا۔ وہ ایسے حالات کو دیکھے نہیں کرتے کہ "وہ کال کے تاریخ اور اتوار سونے اس کے پھیلنے پر اعتراض کیا۔"

"اس کے سوا... کیا دوسرا راستہ بھی تو نہیں ہے۔" اس نے کہا۔ "مہلک کو بھی وہ ماری جائے گی۔" سونو کو کسی معاملے میں یہ باہم احمادی کرنے کی عادت نہیں تھی اور شہر یار جانتا تھا کہ وہ کچھ لگا نہیں کہہ رہا ہے اس لیے فری سے اسے جواب دیا۔

"یہ بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے سواں۔ ہم اس بیٹی کو...

کہہ رہے ہیں اس لیے تمام خواہش و خواہش سے اٹھنے کی جاتی ہے کہ اسے اطراف پر گہری نظر رکھیں اور جہاں تک ممکن ہے ان کو نظر آگئے اور اس طرح وہیں۔ اطلاع دینے کے لیے کسی عملی اور خبر دہی ہوتے تھے پھر معمول کی خبریات اور خبروں کے دور میں ان کے خفاؤں کے ساتھ یہ اٹھنا بار بار دہرائی جاتی رہی۔

ان کے لیے یہ غیر متوقع نہیں تھا اس لیے زیادہ پریشان نہیں ہوئے۔ البتہ ڈاکٹر فرمان کے چہرے پر ضرور کچھ اضطراب نظر آنے لگا۔ شہر یار نے ان کا ہاتھ قلم کر دیا ہے وہ انہیں خاموش ٹھہرا کر دیا۔ اس کے علاوہ کچھ کچھ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ جب تک وہ یہاں سے نکل نہ جاتے، ان کے لیے حالات بہت مشکل ہی تھے۔ ایک کھیل سے کچھ حد اور پر گورنر سے تھے کہ ہاتھ لے اپنے گھر کا دروازہ کھولا۔ ہاتھ ایک گاڑی کھڑی تھی جس سے مانگا باہر نکل آیا۔ اس کے پیچھے ہی ایک اور جو ان شہر یار کا مطلق سامان لے کر اندر داخل ہوا۔ مہلک میں اس نے پورا سسٹم سیت کر دیا۔ لیپ باپ کی بیٹری پوری طرح چارج تھی اور اسے فوری طور پر ہسپتال کیا جا سکتا تھا۔ اس کے باوجود شہر یار نے سب کچھ کا مظاہرہ کیا۔ مانگا کے ساتھ آنے والا اپنا کام لپٹا کر گورنر کو روانہ ہو گیا لیکن جانے سے نکل ہی گیا کہ کسی بھی ضرورت کے تحت اسے کال کیا جا سکتا ہے۔ وہ فوراً حاضر ہو جائے گا۔ وہ دیکھنے میں بہت اہمیت تھا اور کسی ٹھیک کا بندہ نہیں لگتا تھا لیکن جس طرح اس نے ان لوگوں سے کھلے سے بنا زاری برتی تھی اور اپنے کام سے کام لگتا تھا۔ اس سے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ ٹھیک میں پڑے تھے اور ہر صورت وہ انوں کو بھی اس قسم کی ضروریات کے لیے دیکھا گیا ہے جو شاید بارہا ہوا تو نہیں کر پاتے ہوں گے لیکن اپنی پیچیدگیوں کی ابھی قیمت وصول کرنے کے بعد ٹھیک سے اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے ہوں گے۔

گورنر ان چلا گیا تو وہ مانگا کی طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ پہلے کے مطالبے میں بہت کمزور ہو گئی تھی اور اس کے رنگ و روپ پر بھی فرق پڑا تھا لیکن بہت حال اب بھی اپنی عمر سے کئی کم اور تو عمری لڑکی ہی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ وہ بارہا وہی کھنگوڑا سی تہ لہی کے ساتھ ہوتی جو وہ پہلے ہی خون پر بھی کر چکے تھے۔ ہمارے ماچھو کی بیوی کے پاس لگا دیا گیا تاکہ وہ مردوں سے بہت کمزور ایمینان سے آرام کر لے۔ وہ لپٹا سفر کے خیالی سے وہ سب ہی آرام اور جسمانی توانائی بحال کرنے کو ترجیح دے رہے تھے۔ سونو

کو چھوڑ کر ان تینوں نے طاقت کی اور باقی ہی کی جس میں ساتھ ہی ہاتھ بچھوٹنے کے لیے کچھ مہینے سے قبل بھی چھلکے روز دراز بھی کر ڈالی تھی۔ وہ خود کو سطر کے لیے نگاہ طور پر ہفت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ شہزیار نے ایک دن میں ہی اچھا خاصا سنبھالنے لیا تھا اور اس کے ذمہ بھرنے لگے تھے۔

ڈاکٹر قرمان اور کام پر بھی بھائی بی بی کی اسے دن کی بیرونی نے اچھا اثر ڈالا تھا اور امید کی جا سکتی تھی کہ وہ سطر کی تکالیف کو برداشت کر جائیں گے۔ سلتو غیر قابل ہاٹل فٹ کیونکہ وہ خود کو فٹ رکھنے کا پھر جاننا تھا اور کسی بھی مشق کے دوران ہونے والی چھوٹی موٹی الجھری سے خود ہی شٹ لیتا تھا۔

ظہر کے وقت ٹی وی پر بھائی بی بی کی نماز جنازہ اور تدفین کی خبریں دکھائی گئیں۔ جنازے میں لوگوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی تھی اور کئی افراد چھوٹ چھوٹ کر روئے نظر آئے تھے۔ خود عبدالرحمان بڑا دل گرفتہ نظر آ رہا تھا اور قریب کرنے والوں سے عاجزی سے مل رہا تھا۔ وہ سبک ماچھو نے دسترخوان لگا دیا۔ اس بار مائیک کے ساتھ ماچھو کی بی بی بھی دسترخوان پر پہنچی اور اپنی کرخت آواز میں بیرونی کے لڑکھائیں افسوس مندی رہی۔ کھانے کے بعد انہیں ان کی فرمائش پر سبز کھانے میں لیا گیا اور پھر وہ لوگ قیام کے اعلان کے ساتھ گھبراہٹ سے نکل کر گیم راز ہو گئے۔

اس وقت شہزیار نے لیپ ٹاپ کھولا اور اپنا خاص اکاؤنٹ کھول کر پاکستان میں رابطہ کرنے لگا۔ اس اکاؤنٹ سے ہی جانے والی کال چلنے آسان نہیں تھا۔ اگر مبین کی گفتگو سن سکی لی جانی تو نوٹیشن کا مبین اس سے بھی زیادہ مشکل تھا۔ اس کے باوجود بھارت آنے کے بعد اس نے مشکل سے ایک آدھ باہری اس سہولت کا استعمال کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہر جگہ بڑے بڑے ماہر تھے ہیں اس لیے احتیاط کرتا رہا تھا۔ پہلی ہی کوشش میں اس کا پاکستان میں رابطہ ہو گیا۔ توجہ کے مطابق کال ریسیو کرنے والا ڈیشیون ہی تھا۔

"کیسے ہو یا راجا؟ حال ہے تمہارا؟ تم نے تو کئی دنوں سے اپنی کوئی خبر نہیں دی۔" اس کی آواز سن کر وہ جہاں بیٹھا ہو گیا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں اور اے اے اے ہم کامیابی کے ساتھ جلد واپس آ رہے ہیں۔" اس نے ڈیشیون کو خوش خبری سنائی۔

"شاید... یہ تو تم نے واقعی بہت بڑی خوش خبری سنائی۔ پھر آؤ ہم کب تمہارا استقبال کریں؟" وہ آواز سے ہی بے حد خوش محسوس ہو رہا تھا۔

"ابھی فائل پر پروگرام میرے سامنے نہیں ہے۔ امکان نہیں ہے کہ ہم آج رات ہی یہاں سے روانہ ہو سکیں گے۔ جو پارٹی ہمیں یہاں سے نکلنے میں مدد دے رہی ہے، اس نے وہی ٹیکہ پہنچانے کی آخری کوشش ہے۔"

"یعنی تم لوگ سندھ کے راتے نکلنے والے ہو؟"

ڈیشیون نے فوراً ہی انداز لگا لیا۔

"یہ سب سہاوی ہے۔" اس نے تصدیق کی۔

"بندوبست کیا ہے؟ یہ تو تو تم لوگ مشکل میں جاؤ؟"

"پارٹی اسٹرونگ ہے، باقی اس طرح کے کاموں میں دیکھ کر ہوتا ہی ہے۔" اس نے حقیقت پسندی کا اظہار کیا۔

"تم فائل پر پروگرام ملنے کے مجھے بتاؤ۔ میں تم سے یہ بھی کہہ سکتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں بتا دوں گا لیکن سلتو نے اسے پریشان مت ہو۔ اے اے اے ہم سب سے صحت مند کامیاب ہو جائیں گے۔" اس نے ڈیشیون کو تسلی دی۔

"اے اے اے۔" اس نے جہاں اس طرف اشارہ کیا۔

"تم سلاٹھاری طرف کیا خبریں لیاؤ؟"

جہاں گیا۔

"خبریں تو خاصی گرما گرم ہیں۔ تمہارے پیچھے بھی بہت کچھ ہوتا رہا ہے لیکن ابھی تک اس کا کچھ نہیں ہے۔ تم لوگ واپس آ جاؤ تو پھر آرام سے بیٹھ کر شپ کریں گے۔" وہ اسے بتاتا گیا۔

"یہاں خبروں میں اتنی ہی پرہیزگار سے لے کر ڈاکٹر کیا ہے، وہ کیا پکڑے؟" بھائی بی بی کی سوت کی خبر کے ساتھ چند خبریں سننے پر یہ پکڑ جانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

میں سے ایک خبر یہ کہ پاکستان کے ایک ایجنٹ نے ہوشیار کے قتلے کی خبر بھی سن لی تھی۔ سن کر وہ لوگ بے حد متوجہ ہوئے تھے اور اب وہ ڈیشیون سے اس بارے میں پوچھ رہا تھا۔

"وہ... ڈیشیون نے ایک گہری سانس لی۔

ہمارے انجی کرم پرائزوں کی سہرائی ہی جن سے ہم پر ہر جگہ تھی۔ فکر ہے ہم اس سبب جن سے کامیاب ہو گئے اور ہوشیار کو اپنے انجام تک ڈیشیون کی کوشش تھی کہ اس سے سامنے کوبہت کچھ ہونے لگا۔ اس کی پیشکش میں اضافہ ہوا۔"

"ہاں ابھی بات ہے لیکن جو وہاں وہ بہت ملال تھا۔ اسے دیکھا تو ہمارے بارے میں بہت غلط فہمیاں پھیل گئیں۔" وہ اسٹرو تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن ہماری ہمتی یہ ہے کہ ہم اپنی سازشوں کے ساتھ ساتھ انہوں کی غمخیزی کے ساتھ ہی انہیں اٹھاتے رہے ہیں۔ اس بار بھی ایسا ہی ہو گا۔"

ڈیشیون نے گویا کسی جرم کا اعتراف کیا۔ اپنے ہی سامنے بڑی قدرتی نے اس کے شانے جھکا دیے تھے۔

"خیر، بہت اسٹرو تھا۔"

"جانے دو، یاد رہے کہ ہماری دھرتی کے وقار اور شانہ و شوکت کو ان کے انجام تک پہنچاتے رہیں۔ اس نے فوراً ڈیشیون کی دلچسپی کی پھر ایک بار پھر جہاں گیا۔

"باقی دوسرے معاملات تو ٹھیک چل رہے ہیں؟"

میں نے اسے تسلی کی کہ تمام اہل کی طرف والوں کی خبریں بہت اچھے لے سکوں۔" اس کا اشارہ امریکا میں خیم اپنے سامنے کی طرف تھا۔

"ہاں وہاں بھی خبریں بہت اچھی ہیں۔ ڈیشیون اسے اہل والوں کے بارے میں حکایات سے آگاہ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے مختصر بنا دیا۔ اس نے بھی مزہ یہ نہیں چھوٹی اور ضروری چیزیں معلوم ہوجانے کے بعد وہ بارہ رابطہ کرنے کا کہہ کر پتہ چھپا کر دیا۔ کرسمس میں سونچا اس کے سامنے اپنے سامنے ہی جی لیکن کسی نے کوئی اشارہ نہیں کیا اور اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہے۔ لیکن ابھی اچھے ہوئے شام ہو رہی تھی۔ ڈیشیون نے انہیں شام کی جانے لگتی۔ چائے کے ساتھ خود کو اپنے اپنے طور پر فریش کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ سلتو یہ تھا کہ ماچھو کا سر زیادہ بڑا نہیں تھا۔

اس نے بالکل ہی برائے نام تھا اس لیے وہ اس بڑے جسم کی طرف سے ہر دور رہنے پر مجبور تھے جہاں انہیں سمجھا رہا تھا۔

میں نے سلتو کے مطابق ہی بھی لگتی لگتی کر رہے تھے۔

جہاں بھائی نے بولا ہے آج رات رہا ہی ہے۔

اس نے یہ بھی سمجھنے کی فرمائش کی کہ وہ آپ لوگوں کو کس وقت تک رہے گا۔ سندھ میں لگائیں پتہ چھوٹی ہیں۔ آپ کو کس وقت تک رہنے ہے؟

"مغرب کے بعد آج کل ہمیں پیغام دیا تو سب ہی سمجھ رہے تھے۔ انہیں یہ بھی سمجھا گیا تھا کہ سلتو کے سر پر روانہ ہونے کے بعد اس میں کامیابی اور ناکامی کے امکانات کے

تجاسب کا اندازہ بھی نہیں لگایا جا سکتا۔

"ایک بات تو بتانا چاہوں۔ گل سے ہم لوگ یہاں لے کر تمہارے گھر پہنچنے کے لیے آ جا رہی ہیں۔ لوگ حیران تو ہوتے ہوں گے؟ حکومت کا کوئی خبری ادارہ موجود ہی ہے؟ خبر لیکر آؤت کر سکتا ہے... خیر، ادارہ تو اس قسم کی باتوں پر خصوصی نظر رکھتے ہیں؟" وہ گل سے اس بارے میں سوچ رہا تھا اس وقت ماچھو سے بے چہری ایٹھا۔

"کی... میں جرات نہیں ہے کہ یہاں قدم رکھ سکے۔" اس نے ایک بڑی گالی کے ساتھ دعویٰ کیا۔ "اپنی کارروائی کا ان کا آدمی ہے اور کوئی ایسی سالہا اور ہر جگہ بھی نہیں سکتا۔ کوئی کھلی سے بھی ادھر آجائے تو اس کا سبب لگا بچھلا لگا کر ہی اس کی زندگی موت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ انہوں نے پہلے ہی تم سے کہا تھا، ایک دوسرے کو بھاری بھاری سے پکڑ کر ادھر رہو۔ اب تک پہنچانے تک اپنی تمہاری گل گارٹی لیتے۔ ادھر سے آگے دو ٹوک معاملہ سنبھالنے کا جن کا عمل بھائی نے ڈیوٹی لگایا ہوگا۔" اسے اپنے اظہار کی مستحکم پر پورا پورا تھا اور سلتو نے قیام نہیں کیا۔ ایک ایسی ہیٹی میں جہاں سب کے معاملات ایک دوسرے سے وابستہ ہوں اور سب ایک ایک کے لیے ہی متعلق رکھتے ہوں کی ایسی ہی کے لیے داخلہ دینی ممکن نہیں تھا۔ وہ ماچھو سے ہر کوئی سوال نہیں کر سکا البتہ ڈیشیون سے رابطہ کر کے اسے اپنے پروگرام سے آگاہ کر دیا۔

"سیرمی کر لیں صاحب سے اس سلسلے میں بات ہوئی ہے۔ انہوں نے آگے کہیں باور پائیاں بھائی لہا اور بات چا کا تک پہنچ گئی ہے۔ لیکن کا ایک خبری ادارہ اس وقت ایسی ہی میں موجود ہے اور وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم لوگ وہی کارروائی کرنے کے سہانے ان تک پہنچ جائے۔ وہ تم لوگوں کو ریسیو کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں تک پہنچانے کا بندوبست کر دیں گے۔"

ڈیشیون نے اسے ایک بالکل ہی حیران کن خبر سنائی۔ لیکن کی پاکستان سے وہی میں کوئی خبر نہیں تھا لیکن مبین کی طرف سے انہیں ایسا پورے لگے گا اس کی وہ ایک لیڈ بھی امید نہیں رکھتا تھا۔

"سیرمی کچھ نہیں آ رہا۔ آخر یہ معاملہ چا کا تک پہنچا کیسے؟ اور وہ ہماری اس طرح کی مدد کے لیے کیوں تیار ہے؟" اس نے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

"ڈاکٹر صاحب کی وجہ سے۔" ڈیشیون نے جواب دیا اور پھر ڈاکٹر کیسٹل سے بتایا۔ "ڈاکٹر صاحب جن حیران کن ہتھیاروں کی تیاری پر کام کر رہے تھے، وہ اصل میں ہمیں

نہیں لیکن کو روکا جائے۔ میں لکھ کر لیکن نے ڈاکٹر صاحب کی خدمات تھاری حکومت سے مسترد مانگ دی تھیں۔ خود ہمارے لیے تو اس طرح کے تجربات شاید بیکار ہی ثابت ہوئے کیونکہ نکلنے میں ہمارا سب سے بڑا حریف بھارت اور تقریباً ایک جیسے ماحول..... کی وجہ سے ہم اس کے خلاف یہ بھیجھا راستہ نہیں کر سکتے۔

”اور آئی کی۔“ اسے اس معاملے میں چانکا کی دلچسپی کی وجہ سے لکھی۔ یعنی طور پر پاکستان کی حکومت اس تعاون کے بدلے لیکن سے بھی بہت کچھ حاصل کر رہی ہوگی اور اس صورت میں ڈاکٹر فرماں کا کج ملامت بھارت سے انتظار اور بھی ضروری ہو گیا تھا۔ یہ تو ہی ملاحظی اور اپنے سب سے بھر دیکھ کے ساتھ دوستی کا معاملہ تھا۔

”تم رداگی کے بعد بھی مجھ سے رابطے میں رہنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ تم لوگوں کی لوکیشن سے واقف رہو۔ ساتھ ہی میں تمہیں ایک فریکٹس بھی نوٹ کروا دیتا ہوں۔ لاٹچ کے کھلے سمندر میں پھینچنے کے بعد تم اس فریکٹس پر پہلو راست چانکا والوں سے بھی رابطہ کر سکتے ہو۔“ ڈیٹن نے اس فریکٹس کے ساتھ کو روڈ اور ڈیٹن بھی نوٹ کروانے اور پاروں نے ایک دوسرے کے لیے ٹیک ٹن اس کا اظہار کرتے ہوئے رابطہ قطع کر دیا۔ تو پہلے انہیں رات کا کھانا کھلا دیا گیا۔ اب ان کے پاس انکار کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ فی وہی کھول کر خریدیں اور چنانہ بھی بیکار لگ رہا تھا کیونکہ اب مقامی خبروں میں ان کی دلچسپی کا کوئی مضربانی نہیں رہا تھا۔ یوریت اور اعصاب زدگی کی اس کیفیت میں وقت دیکھ دیکھ کر گزر رہا تھا۔ ان پانچوں میں صرف ڈاکٹر فرماں تھے جنہوں نے وقت کا بھلا صرف تلاش کر لیا تھا۔ نماز وہ پانچوں وقت ہی پابندی سے پڑھتے تھے۔ آج عشاء کی نماز پچیس سے زیادہ طویل آئی اور ساتھ ہی خصوصی تلاش بھی آئی۔ خوشی کے بعد نہایت وقت سے طویل دعا مانگنے کے بعد بھی وہ مسلسل تسبیحات اور وردہ میں مصروف رہے۔ ماحکو بھی زور چروا لیے شاید زہر بیک کچھ پڑھ رہی تھی لیکن ان پر واضح نہیں تھا۔ مچھو نے ان پانچوں کو سڑک کے لیے لباس فراہم کر دیے تھے جن کی رنگت سیاہ تھی اور وہ چست تینز اور سیاہ جوتوں پر مشتمل تھے۔ ماحکو بھی ایسے ہی لباس میں بیٹھیں ان کی اور مزے اسلٹ اور چنگ گہری تھی۔

سوا بارہ بجے کے قریب یہ اعصاب زدہ کر رہے تھے اور انکار ختم ہوا اور انہوں نے دو دانے پڑے پر کسی گاڑی کے

رکنے کی آواز سنی۔ مچھو نے اپنی جوں جوں کسی بھاری سے ہار کر دوڑا دکھلا اور بھرا بھر آ کر انہیں تاناکا ان کی کا وقت ہو گیا۔ وہ ٹوٹ ایک ایک کر کے گاڑی سے اتر گئے۔ یہ سیاہ رنگ کی لیزر کر روز کی جرات کی صورت میں کہ نہایت خاموشی سے اپنی منزل کی طرف دوڑ گئی۔ گاڑی میں انہیں پرہیز کرنے کے لیے جسٹس کی قیادت وہی سون ہوئی کا شفیق سامیہ جس کے پاس سے عدلیہ جان کے رات کو ہونے کا اختلاف بھی ان کے ہاتھ کے ہاتھ جینز اور فی شرت پہن کر گئی۔

”مچھو کر پانچوں کی طرح آپ لوگوں کو اس طرح رہا ہے۔ اس کے بازو میں کوئی بھی ٹیک نہیں لگائی ہوگی۔ باوجود اس نے آرام سے جینز تو لیں نہیں کیا ہے۔ مچھو بھائی کے پاس بھی آیا تھا۔ ان سے آپ کے پاس پر پھتا رہا۔ اگلے چھ گھنٹے میں وہ بھی وہی کر کے اس طرف سے آپ لوگوں کی مدد کی تو ٹیک کا کام چھوڑ دیا وہ اس حوالے سے خاص طور پر توجیہ کرتا رہا کہ اس کو ہوش کے سامنے ہمارے ہی ٹیک کے دو گروہوں کے ساتھ میں تصادم کیوں ۲۰۱۲ مہول بھائی نے اسے ہال میں آہن کی دیکھ کی وجہ سے ہوا تھا۔ ٹیک کے دو گروہوں میں کسی ٹری کی وجہ سے رات تھی۔ ان میں سے ٹیک کے ساتھ ہوش کے کمرے میں تھا کہ دوسرے کو ہوش تھی اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوش پر چلے گئے پہلے والے نے بھی اپنے ساتھیوں کو بلا لیا اور پھر وہی ہوش ہاتھ پر جڑا جھڑا کھڑا ہو گیا۔ لوگوں کو اس سلسلے میں پہچان کر دیا گیا تھا اس لیے کہ ان کے آدھوں نے ہوش پر چھاپا ہے کی تو انہوں نے بھی یہی کہانی سنا لی۔ ہوش کے ساتھ سب بچ رہے ہیں کہ اب سب کچھ مہول بھائی کے ہوش کے لیے ہر ایک وہی کہے گا جو وہ چاہتا ہے۔ مہول بھائی نے ایک ایسا کام کیا ہے کہ شاک کی جگہ اس کا ٹیک مہول بھائی کے پاس ہے اور وہی کہتا ہے ہمارا سب کا ہاتھ بڑا ہمارا سب کا ہاتھ ہے کہ آپس میں جھگڑے بغیر ہر ایک ایسا کام کرے گا تو دونوں ہی فائدہ سے ہمیں رہیں گے۔ اس کی طرف سے ہمیں پہنچ جراب آیا ہے۔“ راستے میں حسین انہیں سے سے گاہ کر کے لگا۔ انہیں مقامی حالات سے بھی پہچان لیکن یہ سمجھ رہے تھے کہ اگر بھارت کو زمیندار جاننے کے لیے تو وہ اپنی آسانی سے ان کا بھی نہیں چاہو گے گا۔

رسائی کی کوئی دلہ ضرور صورت دیکھی ہوگی۔ اس وقت

نہاں حسین کے سامنے بھی کر دیا گیا۔ ”ہم اس امکان کو رد نہیں کر سکتے۔“ حسین نے جواب دیا۔ ”مچھو کی حد تک تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہاں کسی اپنی کی کھانسی نہیں لیکن یہ اعزازہ لگانے کے بعد کہ آپ ایک سمندر کے راستے فرار ہونے کی کوشش کریں گے، لیکن کہ وہاں ضرور کوئی کارروائی کرے گا۔ اس خدشے کو سامنے رکھتے ہوئے مہول بھائی نے انتظام کر دیا ہے کہ اپنی کی سمندری حدود تک ان کے آدھی لالچوں میں آپ اپنی کی حفاظت کے لیے موجود رہیں گے۔ اس کے بعد اپنے سمندر میں خطرہ اتنا زیادہ نہیں رہے گا۔“ اپنے طور پر وہ اپنے تئیں دے رہا تھا لیکن وہ لوگ پوری طرح مطمئن نہیں تھے۔ لیکن کہ چاہتا تو کھلے سمندر میں بھارتی بیوی سے مدد سے کران کو گرفتار کر سکتا تھا۔ عدلیہ جان بھی بیوی سے مدد سے نہیں کہتا ہو گا اس لیے اس نے آگے کی مدد سے اپنی اپنی ٹیک کی بھی ایک طرف سے یہ اس کی ڈنڈے کی بھی تھی۔ اس نے ان کو بھارتی حدود سے نکال دیا اور وہاں چھوڑ دی ڈنڈے واری سے پورا کرنے کا تھا۔ باقی تو انہیں اپنی تقدیر پر اور ذہن پر ہی سب بھارتی تھا۔

”آپ لوگوں کو جن لوگوں کے ساتھ رہنا ہے چاہا ہے وہ وہی کیوں کا ایسا فیصلہ ہے جن کی زندگی کا بیشتر حصہ سمندر کے پینے پر گزارتے ہوئے گزارا ہے۔ یہ لوگ اپنی اپنی جگہ کے ساتھ سڑک کرتے ہیں اور خوشی و دم موت و کھلی سب سمندر میں ہی جانا پسند کرتے ہیں۔ سمندر سے ان کے ساتھ اسلٹ پر بھی ان کی گزارا وقت کا اور وہاں سے ہر طرح کی اچھائی کے ساتھ ساتھ انسانی اسلٹ بھی حاصل ہے۔ لیکن آپ لوگ ان کے کہہ رہے ہیں ہوں کہ پونچھا فراہم کیے ہائیں گے اور یہ اختیار ہو گا کہ ان کی ناک سوچ پر خود لاپٹ کر دیں۔ وہ لوگ آپ کو اپنی خواہش پر مشورے اور تہذیب ضرور دے سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان سے معاملات طے ہو چکے ہیں۔ اگر انہوں نے تمہارا اظہار پڑا تو اس کی اور اپنی مہول بھائی کے ساتھ ہے۔ اسباب سے لے کر ہر ایک کچھ ہر شے کی نسبت تا حسین پہلے سے کیا چاہتا ہے۔“ حسین انہیں جو بات بتا رہا تھا، انہیں من کر اعزازہ ہو رہا تھا کہ انہوں نے سمجھو وقت میں بڑا کام کر دکھایا ہے ماحکو کی طرف سے پوری طرح پہنچا ہوا تھا۔ ایک طرف سے ان کی آخری رسوائی کا سلسلہ تھا تو دوسری طرف اس

کی موت کے بعد پورا ہونے والی صورت حال سے نکلنے کا مرحلہ تھا۔ پھر پچیس اور پچیسوں کا ہوا ڈانگ ہوگا۔ شہر بارے راستے میں ہی ڈیٹن کو ہی سبیل کر کے اپنی عزیز بھین اور چانکا والوں کی مدد قبول کرنے کے فیصلے سے آگاہ کیا۔ اس کا اعزازہ تھا کہ انہیں بھارتی حدود کے ہاتھ کھلے سمندر میں کھینے کی کوشش کی جانے گی۔ کال کرنے سے کہ یہ جوں کیا تھا کہ وہ حسین کے علم میں بھی یہ بات نہیں لانا چاہتا تھا کہ آگے ان کی مدد کے لیے کوئی اور سوچ ہوگا۔ گھات پر پہنچ کر حسین نے گاڑی روک لی۔ وہاں کچھ اور لوگ ان کے منظر سے جو پوری طرح سنا تھے۔ انہیں بھی ان کی پیٹھ کے مطابق دکھانا اور بھارتی چہرے کا اظہار فرار دینی سے فراہم کر دیا گیا۔ ماحکو کی زندگی میں جینا یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی بھارتی ہمدار میں اسلٹ کھری گی چنانچہ اس کے پیچھے سے ڈاکٹریٹ میں خوف کی پر پھانیاں لٹایاں تھیں تاہم اس نے بھی ایک ماحول لے کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

گھات سے حسین ان سے صاف کر کے دھشت ہو گیا اور انہیں لاٹچ میں سوار کروا دیا گیا۔ یہ ایک بڑی لاٹچ تھی جس میں پہلے ہی سے ایک خاندان موجود تھا۔ ان کے چروں کی بھلی ہوئی رنگت اور ہاتھوں کی سختی کو ہی دیکھ کر ہی انہوں نے اپنی زندگیوں کا بیشتر حصہ سمندر میں سخت ہمدرد کرتے ہوئے گزارا ہے۔ ان کی لاٹچ کے ساتھ ہی دوسری لاٹچ بھی تھی جس میں مہول بھائی کے آدھی سوار ہونے تھے۔ خود انہوں نے الگ الگ لاٹچوں میں سیم ہونے کے ہاتھ ایک ساتھ رہنے کو ترجیح دی تھی۔ دونوں لاٹچوں نے ایک ساتھ سڑک آغا کیا۔ بے انتہا بوز سے نھر آنے والے ایک آدھی نے ان کے پاس آ کر بلور سرد اور اپنا تعارف کر دیا اور پھر نظر اظہار میں یہ بات سمجھائی کہ ان کے ساتھ سڑک کرنے کے لیے ان لوگوں کا ان جیسا نگر ضروری ہے۔ وہ لوگ بوز سے ہی بات سے فوراً متعلق ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی ان پڑوں میں بیٹھ نھر آنے لگے جو بوز سے انہیں فراہم کیے تھے۔ یہ کپڑے انہوں نے اپنے پہلے والے لباس کے اوپر ہی پہن لیے تھے۔ ہاتھوں اور چہرے کی رنگت کی تبدیلی کے لیے انہوں نے وہ ٹولز استعمال کیا جو بوز سے کے ہم پر ایک نوجوان نے ان کے سامنے ہی تیار کیا تھا۔ اس نے ایک بڑے چالے میں تھیل ڈال کر اس میں راکھ بھی کوئی شے ڈالی تھی۔ انہوں نے یہ ٹولز اپنے جسموں پر ملا تو رنگت تو

ہے ایک تہریں ہوئی لیکن تھلی کی رو نے طبیعت کندہ کردی۔ وہ شاہرہ عالمی کا جمل تھا جس سے بچ کر آ رہی گی۔

بہر حال ماٹھیں اسے برداشت کرنا پڑا۔ ماٹھ کو الوداع بہت دیر تک ہنگاموں آتی رہیں۔ وہ ناز و غم میں ملی بڑی ایک بڑے گھرانے کی لڑکی تھی جس نے شاہرہ کی گمان بھی نہیں کیا ہوا کہ اس کی زندگی ایسے مراحل سے لگی گزرے گی۔ ان کا سفر جیزی سے جاری رہا۔ آگے جا کر ان کے ساتھ حریہ دو لاٹھیں شامل ہو گئیں جن کے بارے میں یاز سے نے بتایا کہ ان کا تعلق بھی اس کے خاندان سے ہے۔ لاٹھوں کو طاقتور انجن چلا رہے تھے اس لیے فاصلہ جیزی سے ملے پور ہوا تھا۔ سندھ دیکھ کر خوشی سے بے سون تھا اور اس سے زیادہ اضطراب وہ اپنے اندر محسوس کر رہے تھے۔ یہ اضطرابی کیفیت اس وقت حریہ بڑھ گئی جب اچانک ایک بڑی لاٹھ سامنے سے نمودار ہوئی اور انہیں رکنے کا اشارہ کیا جانے لگا۔ ان کے ہاتھ خود بخود ہی اپنے ہتھیاروں کی طرف بڑھ گئے۔

"نہیں، کوئی جگہ نہیں کرے گا۔ پہلے مجھے آنے والوں سے بات کرنے دو۔" یاز سے نے گھما کر دیکھے میں کہا پھر لاٹھ کی رفتار کم کرنے لگا۔ وہ سب اپنی اپنی جگہ دیکے صورت حال کا اندازہ لگانے لگے۔ یاز صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور بڑی مہارت سے اپنا توازن قائم رکھے ہوئے تھا۔ دوسری لاٹھ قریب پہنچی تو اس نے ان سے گفت و شنید شروع کر دی، وہ کوسٹ گاڑا والے تھے جنہوں نے یاز سے کوشش مت کر لیا تھا۔

"رنگنا! تم ہم؟" پچھاننے والے نے اسے اس کے نام سے پکارا۔

"ہاں، میں اپنے پروردگار کے ساتھ سفر پر جا رہا ہوں۔" یاز سے نے یاد دہانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ کہیں سے لگی گھبراہٹ اور محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"اس بار تم نے جلدی سڑکا آواز نہیں کر دیا؟ تم تو ہتھیار کے لیے ٹھہرنے والے تھے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس بار ہمارا سامان مال وقت سے پہلے ہی دھو دھو گیا ہے اس لیے ہم نے حریہ کو تھکا کر تھکا کر خیر ضروری کیا۔" ہتھیاروں کے نام پر ہتھیاروں کے نام سے یاد دہانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ کہیں سے لگی گھبراہٹ اور محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"اس بار تم نے جلدی سڑکا آواز نہیں کر دیا؟ تم تو ہتھیار کے لیے ٹھہرنے والے تھے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس بار ہمارا سامان مال وقت سے پہلے ہی دھو دھو گیا ہے اس لیے ہم نے حریہ کو تھکا کر تھکا کر خیر ضروری کیا۔"

"نہیں، تم ہم؟" پچھاننے والے نے اسے اس کے نام سے پکارا۔

"ہاں، میں اپنے پروردگار کے ساتھ سفر پر جا رہا ہوں۔" یاز سے نے یاد دہانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ کہیں سے لگی گھبراہٹ اور محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"اس بار تم نے جلدی سڑکا آواز نہیں کر دیا؟ تم تو ہتھیار کے لیے ٹھہرنے والے تھے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس بار ہمارا سامان مال وقت سے پہلے ہی دھو دھو گیا ہے اس لیے ہم نے حریہ کو تھکا کر تھکا کر خیر ضروری کیا۔"

"نہیں، تم ہم؟" پچھاننے والے نے اسے اس کے نام سے پکارا۔

"ہاں، میں اپنے پروردگار کے ساتھ سفر پر جا رہا ہوں۔" یاز سے نے یاد دہانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ کہیں سے لگی گھبراہٹ اور محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"اس بار تم نے جلدی سڑکا آواز نہیں کر دیا؟ تم تو ہتھیار کے لیے ٹھہرنے والے تھے؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس بار ہمارا سامان مال وقت سے پہلے ہی دھو دھو گیا ہے اس لیے ہم نے حریہ کو تھکا کر تھکا کر خیر ضروری کیا۔"

نظریاتی بیوی

بیک چوری کے الزام میں پکڑے جانے کے بعد بیک نے اس جلی ہوئی۔

بیک نے سوال کیا۔ "اس بات کو قبول کرتے ہو کہ تم نے مجھ پر پکڑنے کی دکان میں چوری کی؟"

"جی جنتاب میں قبول کرتا ہوں۔" بیک نے جواب دیا۔

بیک نے پھر سوال کیا۔ "کیا تم بتاؤ گا کہ وہ کس کے کیا جرم نے مجھ پر چوری کی؟"

بیک نے جواب دیا۔ "جانی جنتاب! میں نے خود کوئی ایک شرٹ چوری کی۔"

"صرف ایک شرٹ؟" بیک نے پوچھا۔ "مگر تم نے تو تین بار ایک دکان میں چوری کی؟"

"جی جنتاب! میں تین بار دکان میں داخل ہوا۔ وہ بار میں دکان میں اس لیے گیا کہ چرائی ہوئی شرٹ واپس کروں۔"

"واپس لادو؟ میں سمجھا نہیں۔" بیک نے کہا۔

جس پر بیک نے جواب دینے سے کہا۔

"جنتاب جانی چوری ہی کی گئی یا کوئی اور چیز کا؟" بیک نے پوچھا۔

بیک نے جواب دیا۔ "جی جنتاب! میں تین بار دکان میں داخل ہوا۔ وہ بار میں دکان میں اس لیے گیا کہ چرائی ہوئی شرٹ واپس کروں۔"

کچن کے اصول

حارہ زارہ نازہ کا کچن سے ذرا رخسوا تھا۔ اس سٹیلے میں ایک بڑی گھنٹی میں لڑکی کی دور غراست دی۔

انکرواج کے لیے کمرے میں داخل ہوا تو ماگ نے مادہ کو دیکھتے ہی فریاد کیا۔

"ہماری گھنٹی کے اصولوں میں ایک اصول یہ ہے کہ کام کرنے والے کو صاف ستھرا رہنا ضروری ہے اور میں امید کرتا ہوں تم سے کہ جب تم میرے کمرے میں داخل ہوئے تو تم نے اپنے جوتے کو باہر کے پانچاں پر اٹھنی طرح رکھ کر صاف کر لیا ہوگا؟"

"جی جنتاب! میں نے ایسا ہی کیا۔" حارہ نے جواب دیا۔

اس پر ماگ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک اور چیز میں بتا چلوں گھنٹی کے اصولوں کے مطابق کچن کا کام ضروری ہے اور وہ اس کے باہر کوئی پانچاں نہیں ہے، تمہاری اطلاع کے لیے۔"

(چاؤ بھگائی، کراچی)

مائل نہیں کر سکے۔ وہ جو اپنے تئیں شاہِ اتر میں کوکھڑ بنانے کے خواہشمند تھا، ہندوستان میں جا کر ہی سے ہندو کرنے لگا۔ اس کی یہ باجی اتنی لگائی نہیں گئی۔ اچانک اس کے سامنے جو پلان دکھا تھا، اس کے مطابق تو ان کے کمانڈرز کو اتر میں پر ٹھیک ٹھاک تباہی پھیلانے کے بعد وہاں سے زخم و سلاست گل جانا چاہیے تھا۔ اس سلسلے میں اندر موجود بڑوں میں سے ایک نثار سے معاملات طے ہو گئے تھے لیکن انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی کہ اس نثار کی تصویر بھی مرنے والوں میں شامل تھی۔ چنانچہ کیسے وہ زخمی ہو گیا تھا لیکن ان کا سامرا پلان الٹ کر دیا گیا اور وہ اپنے کئی کمانڈرز سے مر دم ہو گئے تھے۔

”نثار... ہم سو لیکر بھی ناکام نہیں رہے۔ تم آنے والے دنوں میں غیر ملکی ذرائع ایسا کر کے تمہارے ساتھ لیجئیں گے کہ سب تمہارا ہو کر ایک ہی بات کہیں گے کہ پاکستان دہشت گردوں کا مرکز ہے اور اس جیسے ملک کے پاس ایٹم بم کی موجودگی کا عالمی امن کے لیے سخت خطرناک امر ہے۔“ اچانک کے بارہ ہاتھ اچھے پر ہنسی بار مسکراہٹ دوزی۔ پانڈے نے بھی اس کے خیال کی تائید کی لیکن اپنی پاکستان دشمنی میں شہدت کی وجہ سے وہ اپنے پر قابض نہیں کر سکتا تھا اور اب تو اس پر اپنے کمانڈرز کی ہدایت کا بدلہ لینے کی دہش بھی سوار تھی چنانچہ اچانک کو قائل کرنے میں کامیاب رہا کہ انہیں کوئی اور کارروائی بھی کرنی چاہیے۔

”میں ایک کام پہلے سے سوچ کر آیا تھا۔ اپنے خاص ایجنٹس سے مجھے جوہر پرورش ملی تھی، ان میں کرل تو حیدر آبادی ایک شخص کا خصوصیت سے ذکر ہوا تھا اور ہم یہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ ہمارے سامنے موجود خفیہ ایجنٹوں کے علاوہ جو ایک یا معلوم خفیہ ادارہ کام کر رہا ہے، اس کا کرل تو حیدر سے تعلق ہے۔ ہمیں کسی بھی طرح اس شخص تک رسائی حاصل کرنی ہوگی۔“ اچانک نے بہت سوچ بچھو کر اسے اپنے اگلے قدم سے آگاہ کیا تو وہ چونک اٹھا۔ کرل تو حیدر کا نام اس کے لیے اپنی نہیں تھا۔

”آپ نے بالکل صحیح لپولہ کیا ہے جناب۔ یہ شخص تو پہلے ہی ہندوی مسٹ پر موجود ہے۔ اس کی وجہ سے ہندوی ایک ذہین ایجنٹ ڈاکٹر ماریا ہادی تھی۔ ڈاکٹر ماریا کی ماں مسلمان ہندی سینئر ایجنٹ تھی اور اس نے کرل سے چلنے کے لیے اسے بم بلاسٹ میں مردانے کی کوشش کی تھی لیکن کرل اپنے خفیہ گارڈز کی کارکردگی کی وجہ سے بچ گیا۔ اور میں ہم ایک تک رسائی کا موقع نہیں تلاش کر سکے اور

انقلاب سے ہندوی کا بل ایجنٹ مسلمان ہوا جس سلسلے میں سے زیادہ اکتیجی ہو گی، ایک شخص کے دوران ہلاک ہوا ہمارے کئی مقامی ایجنٹس بھی لاپتہ یا ہلاک ہو گئے اس ہم آج کل یہاں کچھ مصلحت کا شکار تھے۔ آپ کو ہمارے ساتھ آنے سے اس نے ہمیں بہت امیدیں دی ہیں لیکن جو تھوڑی بہت کامیابی ہمارے حصے میں آئی ہے۔ کیا ہمیں ہندوی قیمت ادا کرنی پڑی ہے۔“ پانڈے نے جتنا نہیں بھولا تھا کہ اس کے منصوبے پر عمل کرنے سے اس کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا تھا۔ اس موقع پر اچانک نے اپنا ضروری فیصلہ سمجھا کر ڈاکٹر ماریا اور مسلمان خفیہ طور پر ایجنٹس میں جو طویل عرصے تک رہا میں اور کرل ایجنٹ کا کردار نبھانے پر توجہ سے اسے ادا کرتی رہی تھی اور وہ ان خاص ایجنٹس کی وجہ سے بھی کرل تو حیدر تک پہنچا تھا۔

”ٹھیک ہے مگر ہم اپنے اپنے ذرائع سے کرل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب دونوں کے پاس قابل ذکر معلومات مل جاتی ہیں ایک میز پر بیٹھ کر پلان ڈیسک کریم کے اور اس کے برادری کی بنیاد پر پوری ہلاکت میں حصہ لے کر اسے ناکامی کی صورت میں کسی ایک فریق کو ذمہ دار قرار دیا جاسکے۔“ اچانک نے منوں میں سارا پروگرام طے کر کے پانڈے کو بتا دیا کہ وہ سارا اہتمام خود پر لے لے گی کوشش کر کے کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ پانڈے کے پاس ہندو میں کچھ کنبے کی کوشش نہیں تھی چنانچہ جب اچانک نے اس سے روانگی کا قصد کیا تو وہ اس سے مصافحہ کر کے احوال کر کے ہوا کہ نہیں کر سکا۔ البتہ اچانک کے پاس سوچنے اور کرنے کے لیے بہت کچھ تھا۔ وہ کرل کو اٹھا کر روانے میں اسے دیکھی رکھنا تھا کہ اپنے ان دشمنوں تک رسائی حاصل کر سکتے جو یہاں ان کی کامیابی میں مسلسل روزے لگا رہے تھے اور وہ یہاں بہت کچھ کرنے کے پانڈے کو صلاحات کا مکمل طور پر اپنے قابو میں کرنے میں ناکام تھے۔ چنانچہ ان کے کمانڈرز کو خاموشی سے گزار کر کے جتنا جان سکتے تھے، کرل کے ہاتھ آ جانے کی صورت میں نہ صرف ان کا نام اٹھا جاتا بلکہ ان میں کئی کئی زیادہ مصلحت حاصل ہونے کا امکان بھی کرل ان کے ہاتھ آ جاتا۔ اس کے بعد تو وہ مارواڑی بھی تھامس ڈانے والا نہیں تھا۔ راکھ ساتھ تو نہیں اس نے اپنے مصلحت کی خاطر قبول کیا تھا کہ اس سلسلے میں پانڈے سے اتنی فطرت رکھنے والا دوسرا کوئی کارآمد حلیف تلاش

نہیں کر سکتا تھا۔

شکل تھا۔

”ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں سارا پانڈے کی اور سیاست دونوں کی ذمہ داری ہے کہ انہماں کو اس کے کامیاب کرنے کے لیے کوشش کریں۔ ہم تو صرف ایجنٹ ایکٹو لینے والے لوگ ہیں۔“

”یہ تمام ٹھیک کہہ رہے ہیں، یہ بتاؤ کہ جو بندہ کچھ کر گیا ہے اس نے کچھ لگا دیا نہیں؟ اس کے معاملے سے مجھ پر بڑی ذمہ داری ہے۔ میں نے دوسری ایجنٹوں کو اس بات کی اطلاع کئے دی ہے کہ ہم کسی بھی کو ذمہ دار قرار نہ لائے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مجھ سمیت کئی کے کس چند افراد ہی اس شخصیت سے باخبر ہیں اور یہ جاننے کے لیے سب کچھ کرنا ہے کہ اس شخص سے کیا مصلحت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہو۔“ انہوں نے ڈرامائی انداز میں پھیلاتے ہوئے دریافت کیا۔ ان کا زیادہ تر وقت ہی ایف بی کے بل کو اڑ رہی تھی گزر رہا تھا۔ کسی ضروری میٹنگ میں شرکت کرنی ہوتی تو وہاں سے جاتے دن نہ بھی موجود تھے۔ اس عرصے میں انہوں نے آرام بھی بہت کیا تھا۔ ایشیا سمیت باقی سلسلے کا بھی سیکھا حال تھا۔

”احتیاج کرنے والے بھی اپنی جگہ لگائے ہیں۔“

”ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں سارا پانڈے کی اور سیاست دونوں کی ذمہ داری ہے کہ انہماں کو اس کے کامیاب کرنے کے لیے کوشش کریں۔ ہم تو صرف ایجنٹ ایکٹو لینے والے لوگ ہیں۔“

”یہ تمام ٹھیک کہہ رہے ہیں، یہ بتاؤ کہ جو بندہ کچھ کر گیا ہے اس نے کچھ لگا دیا نہیں؟ اس کے معاملے سے مجھ پر بڑی ذمہ داری ہے۔ میں نے دوسری ایجنٹوں کو اس بات کی اطلاع کئے دی ہے کہ ہم کسی بھی کو ذمہ دار قرار نہ لائے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مجھ سمیت کئی کے کس چند افراد ہی اس شخصیت سے باخبر ہیں اور یہ جاننے کے لیے سب کچھ کرنا ہے کہ اس شخص سے کیا مصلحت حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہو۔“ انہوں نے ڈرامائی انداز میں پھیلاتے ہوئے دریافت کیا۔ ان کا زیادہ تر وقت ہی ایف بی کے بل کو اڑ رہی تھی گزر رہا تھا۔ کسی ضروری میٹنگ میں شرکت کرنی ہوتی تو وہاں سے جاتے دن نہ بھی موجود تھے۔ اس عرصے میں انہوں نے آرام بھی بہت کیا تھا۔ ایشیا سمیت باقی سلسلے کا بھی سیکھا حال تھا۔

ابن اب تک کی حاصل شدہ معلومات فراہم نہیں۔

"اس پر کثرت نثار کے بارے میں میں جاننا ہوں جس نے دولت کی خاطر خلیفہ دین کا سودا کر لیا تھا۔ وہ عیبت اپنے اردنی کے ہاتھوں ہی انہماں کو پہنچا۔ اس سے بڑے عہد سے دار کے متعلقے میں ایک معمولی اردنی نے اپنی حب الوطنی کو ثابت کر دکھایا۔ آپریشن کے بعد جن زلیوں کو اسپتال پہنچایا گیا وہ ان میں دو شدید زخمی اردنی بھی شامل تھا۔ اس نے اپنے جیان میں بتایا کہ اس نے اپنے صاحب کی کسی سے کی جانے والی مشکوکوں کی گئی۔ وہ کسی سے دھوکہ دہا تھا کہ اس کے آدمیوں کو وہاں سے بھٹاقت نکالنے کا انتظام ہو جائے گا اور اس کام کو کبھی بتانے کے لیے وہ خود قربانی بن کر ان کے ساتھ جانے کا عہد دین اردنی سے اپنے اسر کی یہ شکل پروداشت نہیں ہوئی اور وہ بیعتان کر اپنی بیعت کا خیال کیے بغیر اس سے سال جراب کرنے اس کے سامنے سا کھڑا ہوا۔ اس نے پہلے تو اسے بھی لالچ کے چال میں پھنسانا چاہا لیکن جب کامیاب نہیں ہوا تو دیکھیں پر اتر آیا اور اردنی کو چاک کرنے کی کوشش کی۔ اردنی اس سے بڑا دھمکتا تھا۔ وہ اس اور اس شخص کو جنم رسید کر دیا لیکن اس اثنا میں وہاں کارروائی شروع ہو چکی تھی۔ اردنی بھی وقار کے لیے بلانے والوں میں شامل ہو گیا اور گولیوں کا نشانہ بنا۔ اس کی جان شاید اسی لیے اگلی ہوئی تھی کہ یہ حقیقت بیان کر سکے۔ وہ اسپتال میں جام شہادت نوش کر کے دفن کا چاہتا ہونے کا حق ادا کر گیا۔ میرے بس میں ہوا تو اسے انہیں توپوں کی سلاخی دیتا اور اس کی قبر پر کتبہ لگا تا کہ یہاں دفن کا قائل ٹھہر چکا ہو۔ ہاں یہ لیکن میری بھوری دیکھو کہ میں نثار دفن کے تابوت کو کئی میز پر چم میں لپیٹ کر دفن ہوتے دیکھوں گا اور دنیا کو یہ حقیقت نہیں بتا سکوں گا کہ یہ شخص دفن دفن سے اور بڑھتی ہی اس لائق نہیں کہاں کے ناپاک دھوکہ دہا ہے۔ ملک کے پاک پرہیزگار میں لپیٹ کر اس کی حقیر میں دفن کیا جائے۔ میرے بس میں ہوا تو میں اس شخص کی لاش کے ٹکڑے کر کے کھلی کوڈوں کو کھانے کے لیے دینا لیکن اسوں میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا کہ مجھے اس خاکی اردنی کی عزت بھی پہنچانی ہے۔ میں ایک نثار کے کرتوت سامنے لا کر حرام کا نام ڈر مزہ سے اتار فتح نہیں کر سکتا اسی لیے یہ کوڈا گھونٹ پینے پر مجبور ہوں۔"

کرنل توجہ اس کے سامنے یہ حقیقت بیان کرتے ہوئے شدید جذباتی ہو گئے تھے۔

پر قسمت ثابت ہوئے تھے کہ ہر بار انہوں ہی کی نثار ہو کر ہوا جاتے ہیں۔ اگر ہمارے درمیان نثار کے انہماں کی سازشیں کیا جا سکتی تھیں۔ ہم تو وہ درنصیب تھے اپنا آدھا وطن خود کر بھی کوئی حق حاصل نہیں کر سکتے اور ان حالات سے گزر رہے ہیں کہ ہر شخص آنے والے وقت سے خوف زدہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں اس وطن کے دشمنوں سے ہرگز نہیں ہوں لیکن جب میں بہت سے دشمنوں کو ان کو دیکھتا ہوں جو اس وطن کے لیے جان بچھاؤ کرنے سے نہیں بچھڑتے تو مجھے اندازہ میرے بس نہیں کرتیں ہی پھوٹی غصوں ہوتی ہیں۔ جاہد ہی، صلوات شہید... حتیٰ کہ میرے سے میرے پاس ان افراد کی سب کچھ بھول کر اس وطن کے لیے جیتا اور اس پر حراست چاہتے تھے۔ پھر کیوں میں اپنے وطن کے مستقبل کی فکر سے باہر ہوں؟" ڈیپٹننٹ کی آنکھوں میں ہلکے تھی۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کرنل توجہ نے اس کی تاکید کی اور کافی کے اس کپ کے طرف حوجہ ہو گئے جو ڈیپٹننٹ نے اس شکل کے دورانیہ انٹرنک کھیل میں تیار کرنے کے بعد ان کے سامنے رکھا تھا۔

"میں شہر پارٹی والی ہی کا شدت سے کھڑے ہوں۔ اس کے بیان آنے پر میں کہ کچھ اہم معاملات لٹا میں اس عرصے میں ہم چودھری والے معاملے میں خاطر توجہ نہیں دے سکے تھے اور دوسرے معاملات میں لگے رہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں چودھری سے بھی کھڑے ہی لڑنا چاہیے۔ ایک شخص کا کردار سامنے ہوتے ہوئے اس کی کھڑت دینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ وہ صرف ایک کالم و جاہد جا کھڑا ہوا تب بھی گوارا تھا لیکن شکایت اسے کی اسٹنگ سے اس کی دانیشی نے کوئی کھڑت نہیں چھوڑی ہے کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت کی جائے۔ کالی پینے ہوئے وہ کرنل صاحب کے ساتھ اپنا مستحق پروگرام دیکھنے کرتے گا۔

"تم ٹھیک سوچ رہے ہو لیکن ابھی شاید شہر پارٹی

تاریخ میں ہمیں کچھ کچھ گزر رہی ہے۔ ڈیپٹننٹ نے اپنے غصوں سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

"اللہ اللہ... وہ ضرور ہمیں آئے گا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وطن کو تھمارے اور اس جیسے جوائوں کی ضرورت ہے۔ کرنل صاحب نے بھی غلطی نہیں کی ہے اس کی تائید کرتے ہوئے امید کا اظہار کیا۔ ہاں یہی اور دعا بھی ہے کہ یہ بہت دور مسدود کا سینہ چر کر آئے بڑے والے زمینوں کے لیے لڑو اور اپنے والی ہیں۔

☆ ☆ ☆

"آہ... خالی نے اس کے بازو پر پھری ہائی کھولی اور آہستہ سے کہا۔ پتلی ڈیم سے چپک گیا کسی اس لیے کہ کرتے ہوئے غمزدی تکلیف ہوئی تھی۔

"اسے بڑے بڑے ذمہ فروعی سے کھالیے اور زمین کی طرح آواز دینا قابل رہے ہو۔" خالی نے ڈیپٹنٹ کے اہماں میں کہا تو وہ ہنس دیا اور ڈیم میں شریقی نہیں لگتا ہاں میں یہ تو وہ تھے ہیں جو بڑے حب وطن کا سمیت بن کر وطن کے ہاتھوں خود ہی اپنے عہد پر چک جاتے تھے۔

"اس حساب سے تو ہمیں دشمنوں ہی کو دعا بھی دینی پڑے گی۔ تم ڈیپٹنٹ ہوتے ہو تب ہی تو کھر کا رخ کرتے ہو۔

کھڑا ہوا۔ "کیا ای نے تم سے اس مسئلے میں کوئی شکایت کی ہے؟" جاہد پتلی نے ذرا اٹھائیں سے پوچھا۔

"نہیں۔" خالی نے ٹکی میں سر کو جھنک دیا۔ وہ کھڑے کھلیات کرنے والی خاتون نہیں ہیں۔ میں نے خود یہ بات محسوس کی ہے۔ وہ میرے ساتھ تھماری باتیں کرتی ہیں۔ تھماری پیدائش سے لے کر ایک ایک کھڑا ایسے اذہر ہے جیسے یہ سب ابھی ابھی ان کی نظروں کے سامنے ہوا ہے۔ تم کچھ کچھ شوق سے کھاتے ہو۔ تمہیں کون سا رنگ پسند ہے۔ تم کئی خوش الحانی سے قرأت کرتے ہو۔ ان کی زبان پر ہر وقت کئی باتیں ہوتی ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کئی شدت سے تمہیں سس کرتی ہیں۔ میں سوچتی ہوں کہ میں یہاں ہوں تو انہیں مجھ سے اپنے دل کی بات کہنے کا موقع تو مل جاتا ہے۔ میں بگنی تھی تو وہ پھر سے تھما ہوا مجھ کی اور خود ہی کئی کھڑا لہلہ لہنے لگے کھڑا یا کر دے۔ اس کی ذہنی رنگ کرتے ہوئے وہ وہی سے لکھ میں پتلی جاہدی تھی۔

"تو تم یہاں سے جانے کا کیوں سوچتی ہو؟ ہمیشہ کے لیے نہیں رہنا چاہتا۔" جاہد پتلی نے بہت سے ساتھی سے اس سے فرمائش کی تھی کہ اس کے کچھ کچھ چھاپائی تھے والے نقوش میں شہرت چاہتی۔

"میں ہمیشہ یہاں کیسے رہ سکتی ہوں؟ تم نے مجھے مشکل حالات میں سہارا دیا اس کے لیے میں دل سے تھماری فکر گزار ہوں لیکن مجھے ساری زندگی تم پر بھروسہ کر رہنا گوارا نہیں۔" اپنی شہرت پر قابو پا کر اس نے جاہد پتلی کو جواب دیا۔

نہیں ہے۔ گناہ سے بچنے والے سے گناہ کا ہونا والا اللہ کے پاس کسی نوبتوں کے لئے نہیں ہے۔ گناہ سے بچنے والے کو گناہ کا ہونا والا؟

میں تو بس اس لڑکی کو ہانا ہوں جو میرے گھر میں ویسے ہی رہتی ہے جیسے کسی شریف لڑکی کو ہانا چاہیے۔ میں میرے گھر کو ہانا ستوارا اچھا لگا ہے۔ جو میری ماں سے میری بہن کے کھانے پینے کا کھانا ہے۔ جس سے میری ماں کی ہاتھ پائیوں ہانٹ لی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو کئی انکس تھا چھوڑ کر بیٹھے نہیں جاتے کی اور میں جب بھی وہیں گھر آؤں گا، مجھے اپنی شہرے کی۔ بہت شہرے کی سے بڑے بڑے وہ آٹھیں ڈراما نیم مزاج لہجے میں بولا تو غالب نے اسے گھر کر دیا۔

"ابھی سے بیویوں جیسی خالہ نظروں سے تو مت گھورنا... ابھی تو میں نے نہیں صرف پرہیز کیا ہے۔" وہ ڈرنے کی ادکاری کرتے ہوئے سترے پن سے بولا تو غالب کے ہاتھوں پر بے ساختہ سکرہٹ دزنئی تھے اس نے چڑی سے چھاپا لیکن یہ سکرہٹ تو جاہلی کے دل پر کھلی جی شازمین جہرے تھوڑے سے کے لیے اس کی زندگی میں آئی تھی، ایسے ہی تو سکرہٹ کی۔ تاہم اس میں اور سکرہٹ کا حکم عرس شازمین اور یہ کہ کچھ جاپانی تفریح رکھنے والی بخت مر غالب سے بھی واحد قدر شکر تھی جو جاہلی کا دل اس کی طرف مچھلی تھی۔ غالب کی سکرہٹ اسے شازمین کا سکرہٹ یاد آوری تھی۔ شازمین کو وقت کے جبر نے اس سے بچنے لیا تھا لیکن وہ غالب کو اپنا کر اسے تو ایک ہی زندگی دے سکتا تھا۔ بڑی جرمنا ہوں کی دولت سے مل آئی تھی۔ اگر اس کا ساتھ پا کر ہمیشہ کے لیے ٹھوڑے مامون ہو جاہلی تو یہ سورا کوئی پرانے وقتوں کا ہے گھر کو غالب جیسی خیال رکھنے والی لڑکی کی ضرورت تھی۔

"تو پھر میں اسی سے بات کروں؟" اس نے غالب کی نیم رضامندی کو محسوس کرتے ہوئے اسے بگاڑنے کے انداز میں پوچھا۔

"ہو سکتا ہے انہیں اجازت ہو۔ وہ ماں ہیں، انہوں نے تمہارے خالے سے کچھ اور خواب دیکھ رکھے ہیں گے۔" وہ کسی بیٹی کی طرح مشرب اور خوف زدہ نظر آئی۔

"تو پھر انہیں یہ بات سمجھ کر لیتے ہیں۔" وہ اتنی تیزی سے اجازت سے ان کے پاس گیا تھا کہ اس کے سر سے ہاتھ پائے گیا کہ غالب "اسے اسے روکو کسی" بانی ہی وہ گئی اور وہ اس کرے میں جا پہنچا جہاں جاہلی کی والدہ بھی تھی

چڑھنے میں مصروف تھی۔ جاہلی، غالب کا گھر تھا وہ اس کو اتوروں دونوں کی طرف حوجہ ہو گئی۔

"میں آپ سے یہ پوچھنے آیا تھا اسی کے کہ غالب کو اپنی بہن بنانے میں کوئی اجازت ہو سکتی غالب کے جبر ہونے کی پرہیز کیے تھے اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔" ان کے جواب نے اس کی شرفی دہلی غالب کا چہرہ بھی زبرد چ گیا۔

"مجھے یہ اجازت ہے کہ میرا لائق چاہوں تو میں اسے دونوں بعد اپنی شکل دکھاؤں؟ میری بہن کو بھی اس کے لئے گا اور اسے چاہی کی زندگی بھی میری طرح ہونے والا ہو دیکھتے ہوئے ہی گزرا جاتا ہے۔ اگر یہ اس صوبہ میں کوئی لڑکی ہے تو پھر مجھے کوئی اجازت دے لیکن پھر میں مجھ سے کوئی گھوم نہ کرے کہ مجھے خبر ہو گیا۔" ان کی نہایت شہرے کی بات کا اظہار زبرد سکرہٹ پر ہوا تھا۔ ان دونوں کی رکی ہوئی حالت حال ہو گیا۔

"تو وعدہ... میں بھی آپ سے شکایت نہیں کر سکتی۔" غالب بے ساختہ جا کر ان سے لپٹ گیا۔

"یہاں... بڑی نے ہاں کر دی۔" جاہلی نے اس کا مظاہرہ کرنے کے لیے دونوں بازو ہاتھوں میں کوشش کی لیکن زخم کو کچھ والے ہونے کے لیے وہ نہیں تھکتے۔ انہوں نے بھی جواب میں اپنی لالچ کی توجی میں اضافہ کر لیا۔ اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ انہیں روکنے کے لیے فائر کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ گولیوں نے پیچھے آئے والی لالچ کا کوزہ لٹا دیا لیکن ان کی طرف سے دوبارہ ایک اور فائر کیا گیا۔ اس بار لالچ اس لالچ کے قریب آ کر گر کر رہ گیا اور اس کی حرکت میں اور سچے بڑی تعداد میں تھے۔ لالچ کو روکنے کی وجہ سے سمندر میں بیٹھا ہونے سے۔ عوام نے لالچ کو یہی طرح ڈونے پر بھجور کر دیا۔ انہوں اور بچوں کے ساتھ سے بے ساختہ ہی مچھلی بند ہو گیا۔ ایک انہوں نے ایک بچے کو لالچ سے سمندر میں ڈال دیا۔ اس مچھرو کو کہہ کر انی مردوں کے ساتھ سے بھی لپٹ گیا۔ سچے حالی تین سال سے زیادہ کا نہیں تھا۔ سمندر میں یہی طرح لڑکیاں کھا رہا تھا۔ بچہ ایک سولنے گیا۔ وہ سچے موجود مچھلی اور سمندر میں کود گیا۔ وہ اچھا لگا۔ جب ہی اس نے یہ حالت کی تھی لیکن سمندر

نہیں کے احساس نے ان کی آنکھوں میں ٹپک ٹپکا کھارا تارا دیا۔ ایک ایک کر کے وہ سب غلڑے چلے گئے۔ پھر دوبارہ آنکھ ایک زبردست ہنگامے سے مچھلی بہا کر بڑا کر گیا۔ مچھلی سمندر ہونے لگی تھی اور رات کی تاریکی میں جاہلی کے والد سمندر سے بھی لپٹ کر مچھلی کی چارہ لڑی تھی۔ دو رات ہی پر چوتھی سورت کی لڑکیوں سے چاندنی میں لپٹے پڑے صوبہ لذت کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

"وہ اور... اور ایک لالچ ہے، اس پر سے لالچ ہونا ہے۔ عمار لالچ بال بال چاہا ہے۔" بڑے دکھاوا لہجے سے اشارہ کرتے ہوئے ایک لالچ کی طرف اشارہ کیا۔ لالچ خامے قاپلے پر مچھلی لیکن اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ ان کے ذہن ہی سار ہیں۔ ان سب نے تیزی سے مچھلی سمندر لیے۔ دکھاوا اپنے خاندان کے مردوں کو بھی لپٹ دیا۔ شہر چارے لپٹ گیا اس کو سب راتھل ہاتھ میں لپٹ کر پڑھنے کی اور اس لالچ کی طرف دیکھنے لگا۔ چلا پڑھنے کی تیزی کے لیے استعمال ہونے والی ایک عام لالچ لپٹ گیا۔ اس سے اس پر موجود سچے لالچ کو کھرا رہے۔ ایک شخص سے کہا کہ شہر چارہ تھا لیکن اتنی دور سے لالچ آج نہیں لپٹے۔ ان کی لالچ چلانے والے نے لالچ کا کارڈ لاساہل لپٹنے کی روتھ چارہ کی تھی، اس وجہ سے قاپلے میں حرید ہونا ہو گیا تھا لیکن وہ بھی اتنی آسانی سے بچھا چھوڑنے سے نہیں تھکتے۔ انہوں نے بھی جواب میں اپنی لالچ کی توجی میں اضافہ کر لیا۔ اب ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ انہیں روکنے کے لیے فائر کریں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ گولیوں نے پیچھے آئے والی لالچ کا کوزہ لٹا دیا لیکن ان کی طرف سے دوبارہ ایک اور فائر کیا گیا۔ اس بار لالچ اس لالچ کے قریب آ کر گر کر رہ گیا اور اس کی حرکت میں اور سچے بڑی تعداد میں تھے۔ لالچ کو روکنے کی وجہ سے سمندر میں بیٹھا ہونے سے۔ عوام نے لالچ کو یہی طرح ڈونے پر بھجور کر دیا۔ انہوں اور بچوں کے ساتھ سے بے ساختہ ہی مچھلی بند ہو گیا۔ ایک انہوں نے ایک بچے کو لالچ سے سمندر میں ڈال دیا۔ اس مچھرو کو کہہ کر انی مردوں کے ساتھ سے بھی لپٹ گیا۔ سچے حالی تین سال سے زیادہ کا نہیں تھا۔ سمندر میں یہی طرح لڑکیاں کھا رہا تھا۔ بچہ ایک سولنے گیا۔ وہ سچے موجود مچھلی اور سمندر میں کود گیا۔ وہ اچھا لگا۔ جب ہی اس نے یہ حالت کی تھی لیکن سمندر

"ہمارے پاس بہت کچھ ہے۔ اپنی جان کے لیے رکنا پڑتا ہے اور اس بار تو مہل جہانی کی بھی مہربانی تھی۔ انہوں نے پیغام بھیجا تھا کہ یہ میرے خاص مہمان ہیں، ان کی حفاظت کے لیے جو چاہتا ہے، تاکہ لے لیکن کام پورا کرنا۔" زنگھانے سادو سے کچھ نہیں جواب دیا۔
 "فکر ہے وہ کچھ بھی کیا۔ اگر اسے کچھ پوچھنا تو مجھے بہت ہنس دیتا۔" پگلی اٹیج کی طرف دیکھتے ہوئے شہزیار نے تبصرہ کیا۔

"وہ سمندر کا بیٹا ہے میرا پوتا... ہم سب سمندر میں رہنے کے لیے ہی پیدا ہوئے تھے۔ سمندر ہمارا دوست ہے۔ یہ ہمیں بھی نقصان نہیں پہنچاتا۔ میرے بعد میرا بیٹا اور پھر پوتا سرور ہوگا۔ آج وہ سمندر میں ڈوبنے سے بچا ہے، کل اس کی لہروں نے کھینچا پھرے گا۔ تمہارے ساتھ ہی کی ہوگا فگرہ کی لہریں اگر وہ جلدی نہ کرتا تو تم دیکھتے کہ ہمارا اپنا کوئی جوان اسے بچانے کے لیے سمندر میں کود جاتا۔ تم اسے احسان فرما سوتی مت بھتا۔ میں ایک بار پھر تمہارا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔" بیڑا جاہت تجربہ کار اور کھردرا تھا۔ اسے بات کرنے کا سلیقہ تھا۔ شہزیار کو وہ چھانچا تھا۔ عام آدمیوں سے ذرا لطف اور قدر سے بھرپور مراد۔

"آؤ چل کر ہٹا کر تے ہیں۔" پیچھے سے کسی عورت کی آواز سنائی دی تو وہ شہزیار کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔
 "مجھے میں انہیں کسی خاص اعزاز سے ہی پگلی، خشک ڈیل روٹی اور چائے پیش کی گئی۔ یہ ناشان کے لیے بہت محنت تھا لیکن یہ انہیں لگا۔"

"مجھے بتایا گیا تھا کہ مجھے اس سفر میں ٹھیکے کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔" نائٹے کے بعد شہزیار نے بیڑے سے ایک بار پھر گھومنا آواز کیا۔

"ہاں۔" اس نے نظریہ جواب دیا۔
 "بہر حال نہیں جانا چاہتے اس لیے تمہیں اپنے سفر کی سمت تبدیل کرنی ہوگی۔" شہزیار نے اپنا سلاخ لپٹ لیا۔
 "کس طرف جانا ہے؟" بیڑے نے پتھر کی بحث کے اس سے دریافت کیا۔

"یہ میں تمہیں سمجھاؤں گی وہ میں بتاؤں گا۔ اس سے پہلے تم مجھے یہ ٹھیک لے چلو۔"
 "ٹھیک ہے آؤ۔" اس نے اس بار بھی اعتراض نہیں کیا اور اسے اپنے ساتھ روپے دو روپے لے گیا۔ شہزیار نے ڈیشان کی بتائی ہوئی فریکسٹی سلاخ اس پر راہ لپکایا اور دوسری طرف سے ضروری معاملات طے کرتا رہا۔ اس کام سے

لا رہ ہو کر اس نے بیڑے کے اپنے سفر کی سمت بتائی۔
 "ٹھیک ہے لیکن کیا تم ضروری دیکھتے ہو کہ میرے سفر کی دوسری دونوں لائیں بھی ہمارے ساتھ ہوں؟" بیڑے نے اس سے دریافت کیا۔

"نہیں، وہ اپنے معمول کے راتے پر چائے تھے۔ شہزیار نے اسے اجازت دی۔ اسے ویسے بھی اس عملی سے وحشت ہو رہی تھی کہ معصوم بیٹے اور عورتوں کے ساتھ کتنا ذہنی جاگم۔ بیٹے کے لالچ سے گرنے کا خطرہ اس کے ذہن سے نکل نہیں رہا تھا۔

"اس لالچ میں سوچو جو عورتوں اور بچوں کو بھی دوسری لالچوں میں سمجھ دو۔" اس نے بیڑے سے مطالبہ کیا کہ اس نے حضور کر لیا۔ پگلی کے اس عمل میں کچھ دیر کے بعد ان کا سفر کار اور پھر انہیں مخالف سمتوں میں روانہ ہو گیا۔ کچھ دیر تک وہ ایک دوسرے کو نظر آتے رہے پھر دھندلاہٹ غالب آئی۔ اب ان کے پاس توڑا کھانے سمندر کو دیکھتے یا ایک دوسرے سے لائیں بائیں کر سکتے تھے۔ سوا کوئی کام نہیں تھا۔ وہ اب بھی اندر سے ڈوبنے سے ڈرتے تھے کہ پھر پھر سے جا میں گے لیکن فی الحال کوئی خطر نہیں تھا۔ پھر پگلی کو موسم میں تبدیل ہونے لگی۔ آسمان گہرے پہلے چند ایک ہی اادل کے ٹکڑے نظر آ رہے تھے، پگلی سیاہ بادلوں سے ڈھک گیا اور سورج کی کرنیں ان تک نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

"شاہی بارش ہونے والی ہے۔" شہزیار نے اشارہ کیا۔

"نہیں۔" بیڑے نے اس کی تردید کی۔ "طوفان آنے والا ہے۔" اس کے تجربہ کار لہجے میں کیے گئے اس اعلان نے سب کے روٹھے کھڑے کر دیے۔ ان میں سے کوئی بھی سمندر میں سڑکا تجربہ نہیں رکھتا تھا اور کہاں ایک لالچ میں کھلے طوفان کا سامنا کرنا۔ اسی وقت ایک دوسری اقدار ٹوٹی جب کنٹرول روم میں ایجنی دیتے محض نے بیڑے کو آ کر بتایا۔

"ہماری لالچ کو گھبرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" میرے اعزاز کے کے مطابق تمہیں بڑی لائیں تھیں۔" اس خبر کو سن کر انہیں اعزاز ہوا کہ ابھی تک ان کا بیڑا نہیں چھوڑا گیا ہے۔

۱۶ یو ایچ وی سنسی خیز داستان جاری ہے
 مزید واقعات آئندہ Macmillan حائلہ فرماری

ٹیوکی لائبریری اینڈ آرکائیو
 سائڈ سٹیم اور جیلہ سازی کی خدمات موجود ہے
 سے اور پانے اور کھانے کی ضرورتیں
 دوکان



قسط: 57



اسما قادری

ہمارے سماج میں قانون کتابوں میں
 لکھا ہوا ہے جب اس کی مانگ اور مائثر سماج کے
 روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی میں بدل کر رہ
 جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے وہی کسی رخ
 ہیں، یا لائے طبقہ کی خوشنودی ہی قانون کی اصل تعریف و تشریح
 نہیں رہتی یہ بہ تشریح کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے... ایسی
 روایتیں جس میں قانون سمجھ کر لے ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جال کا سماں
 جہاں طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی مچھل کر نکل جاتی ہے۔
 ہمسایا رہی ہے جو ہر معانی طبقہ سے ہو محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں
 سے تقسیم معاشیوں کا تجزیہ کر کے محدودیت کا انتخاب کرتی ہے، یہ تو یہس ہو جاتی
 ہے۔ دل شغور کی پروا کو تو ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے ایک
 اس آزمائشوں سے ضرور گزرتا پڑتا ہے۔ زندگی کی بساط اور وقت کے
 رہارے سے قسمت کی ہاتھ اور مقدر کی چالیں ہیں... کبھی ماری پلٹ
 جاتی ہے۔ بیٹا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقدر ساتھ رہ جاتا ہے
 اس وقت تک یوں کہ بچھ سے بہت سا پانی گزر چکا ہوتا
 ہے۔ حرم، سرشاری، جاگروہ آری اور پیار کے محور
 کے گرد گھومتا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی
 لامتناہی سلسلہ

تشریح کی اور لائی
 اس کی پالیسی
 اس کا سبب
 اس کے بارے میں



ہاشمی عرقِ گلاب

تکلیفیں Sparkling
چہرہ Glowing

گلاب کی تازہ کاری سے تکیہ پڑھانی عرقِ گلاب
کا روزانہ استعمال آنکھیں اور چہرہ کو
شہہ ہوگی ملامت کردہ اور دل و جسم کو
نہات دلا کر عرقِ گلاب تازہ کاری اور ماحول کے
مطابق ہونے کا احساس دلاتا ہے۔

Mohammed Hashim Tajir Surma
E-mail: hashim@surma.net.pk Web: www.surmanet.com
All rights reserved. All trademarks are the property of their respective owners.

ہوتا۔ وہ اپنے جسم کو ہماری طرح استعمال کرنے کے قابل نہ
ہونے کے باعث آخر تک تک سمندر کی موجوں سے لاسکا
تھا۔ اور یہاں تو یہ حال تھا کہ اسے اپنے ساتھ ساتھ کھانا
کے جسم کا بوجھ بھی اٹھانا تھا۔ پامردی سے اس صورت حال کا
مقابلہ کرتے ہوئے وہ اپنی زندگی کی جنگ لڑتا رہا۔ لالچ پر
لگا تھا کہ صورت حال قابو میں آجی ہے اور جگنی قابل
آجی ہے کیونکہ فزکک کا سلسلہ اب تقریباً یک چکا تھا اور
لالچ پر سے لوگوں کے ہونے اور چلنے بھرنے کی آواز میں
ساتی دے رہی تھی۔

”ہیلپ۔“ نیکے کا چیخ ہونے پر اس نے پندرہ آواز
میں مدد کے لیے پکارا۔ موجوں کے شور میں اس کی آواز
کہاں تک پہنچی، اسے یہ اندازہ لگانے کی مہلت نہیں ملی
کیونکہ چانک ہی اٹھنے والی ایک موج نے پھانک کر سمیت
اس کے وجود کو دور لے جا کر رکھ دیا۔ اس چانک لٹاؤ پر وہ
ذرا سا بولا گیا لیکن یہ اس کو نہ کا وقت نہیں تھا اس لیے
تیزی سے خود کو سمیٹ کر موجوں سے لڑنے لگا۔ اس کی
کوشش تھی کہ لالچ سے اپنا قاسمہ ہی طرح کم کر سکے۔ اس
چہرہ کے دوران اس نے روشنی کی چیز شامیں ہی اپنی
طرف اٹھے دیکھیں۔ اس نے فوراً کیا تو اندازہ ہوا کہ ایک
لاٹک بوٹ اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ جوں جوں لالچ
بوٹ نزدیک آتی گئی، اس میں سوار افراد بھی واضح ہوتے
گئے۔ لالچ بوٹ پر وہ افراد سوار تھے جن میں سے ایک کو
اس نے شہریار کے طور پر شناخت کر لیا۔ اس کے ہاتھ میں
طاقتور عرقِ لالچ تھی اور وہ اسے مختلف سمتوں میں بھرتا
دھتے دھتے سے اسے آواز میں لگی دیتا جا رہا تھا۔ اس کی
آواز میں ایک تڑپ سی تھی۔

”تیس یہاں ہوں۔“ سلو نے اپنے بھیکڑوں کی
پوری طاقت سے اسے اپنے پار سے منس آگاہ کیا۔ اس کی
آواز شہریار تک پہنچی یا نہیں، بہر حال وہ خود روشنی کے
واڑے میں آ گیا۔ وہ لوگ لالچ بوٹ کو اس کے نزدیک
لے آئے اور پھر اسے بوٹ میں سوار کروانے کی کوشش کی
جائے گی۔ عام حالات میں سلو کے لیے مشکل نہ ہوتا کہ وہ
بھیر کی سہارے کے خود سے اوپر چڑھ جاتا لیکن کسی
حطرت کی طرح اس کی ناگوں سے پکڑی پھانک کر کی لاش نے
اسے مشکل میں ڈال رکھا تھا۔ شہریار اور اس کے ساتھ موجود
گھنٹی سپاہی نے اسے بوٹ پر چڑھایا تو اس کی وقت کنڈائی
پر جبران ہو گئے۔

”یہ کیا ہے؟“ شہریار نے حیرت سے اس سے

پوچھا۔
”یہ وہ مکمل ہے جسے میں تو چھوڑنا چاہتا ہوں۔“
نیکے نہیں چھوڑتا۔“ سلو نے جواب دیا۔ وہ گھیب گھیب
میں لالچ کی طرف بڑھتی لالچ بوٹ پر چڑھ گیا۔
”یہ خود تو سر پکا ہے پھر تم اس کی ناگوں سے
ناہیں آزاد کیوں نہیں کر دیا ہے؟“
شہریار کھنکھن کر سلو کی لگائی تھی شہریار کی شہرت کی بات
سے بے ہوش ہو گیا تھا اور پھر سمندر میں چھوڑتی چھوڑتی
کے باعث زندگی کی بازی ہار بیٹھا تھا لیکن یہ ہاتھوں میں
صورت میں بھی اس نے سلو کو گرفت میں لے رکھا تھا۔
”اس نے جس واڈ میں مجھے چھوڑا ہے وہ اس
میں تمہارا کو آواز نہیں کر دیا سکوں گا۔ تمہیں عرقِ گلاب
پڑے گی۔“ سلو نے ذرا پست آواز میں اسے آگاہ کیا
چھوڑا پھانک کر سے مقابلہ کرنے میں اسے دانتوں کی
تھکاوٹ پھر سمندر میں گر رہا ہے ہونے وقت نے جسم کی
کسی توانائی بھی سب کر لی تھی۔ جب تک حالات بھیر
تھے وہ صحت کا مظاہرہ کرتا رہا لیکن اب مختصر وقت کے
اٹھتانا نے اسے بچھا دیا تھا۔

”تمہیں دیکھتا ہوں۔“ شہریار اس کی اور پھر
ابھی ہوئی ناگوں کو بیکراٹک کرنے کی کوشش کرنے لگا۔
تجے میں سلو کے منہ سے ایک زوردار سکاری لگتی
وقت گھنٹی سپاہی نے فوجی کمانڈر کی میں بچا گیا جس کا
یہ تھا کہ شہریار اس لاک بٹورنے کی کوشش نہ کرے۔
کے ساتھی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ مجبوراً سلو کو اس حالت
اشہرے سوار کر دیا گیا۔ اس شخص کے لیے شہریار اور
دونوں کو اس کی مدد کرنی پڑی۔ ان کے سوار ہوتے ہی
تڑپ میں آ گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب آسمان پر
بادلوں نے چھٹا شروع کر دیا تھا اور تاریکی کی
ہوتی جا رہی تھی۔ اشہرے سے وہ بھری چار میں
گئے۔ اس وقت تک روشنی کافی بھیر ہو چکی تھی اس
نے دیکھ لیا کہ کلام زندہ حالت میں جہاز پر
جا رہا۔

”یکلام...؟“ اس نے اوجھڑا سا سوال کیا۔
”ہاں، کلام فزکک کی زد میں آ گیا۔ اس کی
میں گولی لگی تھی جو جان لیوا ثابت ہوئی۔“ شہریار
جواب دیا تو اس کے لیے سچے سچے تھک کر تھا۔ برسوں
خانہ میں سے کٹ کر بھارت میں اپنے وطن کے لیے
وراندہ فرمائش انجام دیتے کلام کے دل میں جیتنے پر

خیال تھا کہ ان سب مصائب سے نجات کرا دیک اور وہ اپنے گھر پہنچے گا اور گھر والوں کے درمیان وہ گزندگی کی خوشیاں کھیند کرے گا لیکن وہ اپنی ساری حسرتیں دل میں ہی لیے اس دنیا سے ہاتھ توڑ گیا تھا۔

”مادھو کے بھی بازو میں گولی لگی ہے اور وہ خاصی خوف زدہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب انکی صبر پائی سے گفتگو کر رہے اور ہمارے لیے غرضی کا حکم ہے کہ تم نقصان اٹھانے کے باوجود محنت میں کامیاب ہو کر واپس لوٹ رہے ہو۔“ خاموشی کے چھوٹے سے اٹنے کے بعد شہزاد نے اسے اپنی صورت حال سے بھی آگاہ کیا۔ سولے ماہ پہلے وہ اس کی ساری بات سنی۔ اس میں وہ کام کی موت کے وعدے کے ذریعے پڑا تھا۔ پھر عرصے کے ساتھ کے باوجود اسے اپنے اس سادگی کی موت پر ہلکا سا لگا تھا۔

”آری کی دوسرے نکاح کی باتوں کو کات کر تھمادی ہانگوں سے الگ کیا جائے گا۔ یہاں موجود ایک بیہوش کے مطابق اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ سوچا نہیں ہے۔“ ان کی چہ نظریں میں شکی اور کام کی لاش مردگانے میں پہنچا دی گئی۔ ڈاکٹر فرحان کو ایک اہلی اطراف سے ساتھ ایک کنبھن میں لے گیا۔ شہزاد کی ڈسے وار سے گفتگو کرنے لگا اور سولہ ماہ کا شو کو اس بڑے سے ہال میں منتقل کر دیا گیا جو چھ مہینے پہلیات سے لیس چھوٹے سولے اسپتال کا کثرتی تھا کر با تھا۔ وہاں ماٹھ کو تو لوری میں لدا دینی تھی اور اس کے بازو سے گولی ٹانے کا انکھام کیا جانے لگا۔ اب سولہ ماہ کس تکلف تھا اس لیے اسے ایسے ہی ایک بیٹے پر لادیا گیا۔ یہ ایک بیٹے کی وصال دو بیٹے کو لگا کر بنا دیا گیا تھا کہ کون کونسی منت کیا جائے۔ شہزاد نے اسی امر میں اسپتال میں سولہ مہینے سے آگاہ کیا تھا۔ ڈرامہ میں ایک ڈاکٹر برقی آری کے ساتھ وہاں آ پہنچا اور اپنا کام شروع کر دیا۔ سولگی ہانگوں کو زخمی ہونے سے بچانے کے لیے اسے بہت احتیاط سے کام کرنا پڑا تھا۔ تقریباً پچیس مہینے میں اس نے اپنا کام مکمل کیا تو کھٹا کر کی دونوں ہاتھوں کی حسوں میں سیم بھونکی تھیں۔ ہانگوں کے ہین گروں اور کان کے اوپر ہی وجوہ کو مسترد کر دیکھے جانے کا مہر سولہ ماہ شہزاد نے خود اپنی آنکھوں سے گرتے پر جا کر دیکھا۔

یہ وہ وقت تھا جب بادل مکمل طور پر چھٹ چکے تھے اور آسمان ایک بار بھر روشن اور صاف تھا۔ اس روٹنی میں انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو پھر سے سمیت جسم کی حسوں میں چھوٹے سے زخم نظر آئے۔ بگڑنم

ان کے دلوں پر بھی گئے تھے لیکن یہ تو ہوتی ہی ہے۔ مقاصد کے حصول کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ وقت کا ایک نئے شہہ اصول ہے کہ وہ زخموں کو کھیند کرے آگے بڑھا جائے۔

☆☆☆

”میں نے تمہیں ایک خاص کام کے لیے بلایا تھا۔ کام ایسا ہے جس میں تم جیسے ہی وار بندے کا ساتھ ساتھ رہو۔ گا لیکن میری طرف سے تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ تم انکار کرنے کا پورا پورا حق رکھتے ہو۔ میں بھی برا نہیں ہوں گا اور اگر تم جانتے ہو تو تمہیں کام کا حصول معاوضہ دیا جائے گا۔“ میرا آخری لہجے کے ساتھ مذہب پیٹھے ہوئے سے بچنے کے لیے تو اس کے چہرے پر رنجت پتھر کی طرح ہوتی چلی گئی۔ صاف محسوس ہوتا تھا کہ میری بات کے درمیان معاملت کی خواہش رکھتا ہے۔ جواب کی وجہ سے اس کے ہاتھ مکمل کر لینے تک تھکتا رہنے پر مجبور ہے۔

”شہزاد صاحب، مختار خان کی صورت میری پاس ایک اچھا سا گھوڑا کر گئے تھے لیکن حالات اسے مجھ سے دور کر دیا۔ میرا خیال ہے عبداللہ خان کی طرف سے تمہیں آری ہے لیکن وہ انکھائی مسائل میں تو میری مدد کرے گا لیکن غیر معمولی حالات میں اس سے مدد مانگنا اس کے ساتھ ممکن ہوگا۔ ان حالات میں ایک تم ہی رہ جاتے ہو۔ میں تمہیں ساتھ دینے کی امید رکھتا ہوں۔ تم پہلے ہی مجھ سے اپنی اہلیت ثابت کر کے ہو لیکن اب جس حالت میں تمہیں مدد دینا ہے، اس کی نوعیت ایسی ہے کہ میں تمہاری رضامندی کے بغیر محض صورت میں تمہیں اس میں شامل کرنا چاہتا۔“

”آپ کا ہوتا میں سرتی، میری طرف سے اس سوال میں نہیں پیدا ہوتا۔ شہزادوں کے ہاتھ کے سینے میں جان لیا اور دینا دونوں بہت جلدی طرح جانتا ہوں۔ میں آپ میں مجھے سمجھ رہی۔ مجھے اپنی جان کی پروا ہے۔ میں کی۔ شہزاد صاحب نے میرے چتر کی جان بچا کر مجھے بے دام کلام بنا لیا تھا اور آپ انہی کے کام کو جاری رکھنے کو کہتے ہیں۔ چک پہنچیں تو آپ لوگوں کے ساتھ کام کر کے مجھے جو بھی غرضی تھی ہے، وہی کام میں نہیں ہے۔ شہزاد صاحب کا احسان اپنی جگہ لیکن جب میں آپ لوگوں کے ساتھ کام کرتا ہوں تو گنتا ہے کہ کی زندگی بھی کسی کام ہے۔ اپنے آکا کے حکم پر حق باقی بگڑ بھی دیکھے بغیر جا

چلیں گے۔ والے کو جب اس حرتی میں کی کھلائی کے لیے پھر کرنے کا موقع ملتا ہے تو چک پہنچے دل انکھوش ہوتا ہے۔ میں ہر سب سے بگڑ پھوڑ پھوڑا کر آپ لوگوں کے ساتھ ہی بیٹھنے کے لیے بڑھانے کی خواہش ہوتی ہے۔“

و ایک پانچ سائست دان کے مطابق کی حفاظت کرنے کے لیے انکھوشا تھا لیکن اس وقت اس نے جس طرح اپنا دل کو ل کر میرے سامنے رکھا وہ تھا، اس سے مجھ بہت متاثر ہوا تھا۔ چک پہنچا کر اب سے پہلے اس نے بگڑ کے اس پتھر پر غور ہی نہیں کیا تھا کہ اس کے اندر بھی لیکن سنی کا جذبہ ہے۔ وہ تو میں اسے ایک عام سا لٹرا لکھتا تھا جو شہزاد کا احسان اتارنے کے چکر میں بگڑ کرنے کے لیے تیار ہوا تھا۔

”مجھے تمہاری عمر اعلیٰ جان کر غرضی ہوتی ہے۔ مجھ سے نہیں تک ہوتا اس خواہش کو پورا کرنے کی کوشش بھی نہیں کی کہ کب تک میں بگڑتا ہوں کہ کوئی شخص میری مدد کی بات نہ آتا ہے تو اسے حق حاصل ہوتا ہے کہ اس کی مدد کی۔ اور بہتر میں سوانح فراہم کیے جائیں۔“

”بہت شکر ہے سرتی، آپ نے میری بات سمجھی۔ اس لیے میں آپ کا احسان مند ہوں کہ کبھی چک پہنچیں تو آپ سے اپنی زندگی سے دل بھر گیا ہے۔ ہر جڑ اور ہا ہے، وہ ہر جڑ اور ہا کی تو میرے لیے اس کے سامنے کھرا ہوا مشکل رہا ہے۔“

”گرمت کر دو۔ تم نے نیت کر لی ہے تو بگڑاؤ۔ خود دینی سب شکر کر دے گا۔“ میر نے اسے تسلی دی۔ ہر جڑ و خیال آنے پر چھان۔ ”بگڑ تمہارا اصل نام تو نہیں ہو گا۔“

”سرتی میں اس لیے تو جہاں دل نہ ہو گا تھا، پتا نہیں ہے بگڑ کر بگڑ ہو گیا۔“ اس نے بتایا بگڑ ہوا۔ ”میر کی ہر جڑ سرتی، آپ بتائیں کہ آپ نے کیسے پانچ لہا مانا؟“ ”میں بگڑ میں جاتا چاہتا ہوں۔ چاندنی اور شہزاد کے بیان بدل دینے سے مجھے غمت مایوسی ہوتی ہے۔ میں ان کیس میں چھری کو گھیر کر اس سے دوسرے حقائق بھی نکھانا چاہتا تھا لیکن یہ امید اب دم توڑ گئی ہے اور میرے لیے اتھو پر ہاتھ رکھ کر چلنا ممکن نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ بگڑ میں میرا لکڑن نظر اپنے ساتھیوں سمیت پراسرار طور پر بگڑ ہو گیا تھا۔ وہ میرا سب سے عزیز دوست بھی تھا اور جان سے چار ماہ بھی گئی۔ اس کی موت کا لمحہ مجھے ایک نئے سکون سے پہنچے نہیں دیتا اور میں جانتا ہوں کہ جب تک

کھڑا رہا۔ اس کے کانوں کو کھینچ کر ہر ایک میں پہنچاؤں گا، مجھے سکون نہیں ہے گا۔ حالات کے تجویز سے مجھ پر چک بھی لایا۔ چک پہنچا ہے کہ اس کی موت کے پہلے کوئی ایسا راز ہے جو بگڑ میں ہی چھپا ہوا ہے اور بگڑ تک نہیں جو اس راز کی حفاظت کے لیے انسانی جانوں کی ہیبت لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پھر اور اس کے ساتھیوں سے پہلے بھی بگڑ کو بگڑ میں پراسرار طور پر مردہ پانے گئے ہیں اور میں بگڑ ہوں کہ ان کی موت کی بھی وہی وجہ تھی جو پھر اور اس کے ساتھیوں کی زندگی ختم کرنے کا سبب تھی۔ مجھے وہ دو حقائق کرتی ہے اور اس کام کے لیے میں تمہارے ساتھ بگڑ میں جا کر اپنے طور پر چھان لینا کرنا چاہتا ہوں۔“ میر نے اسے خود سے کھیلنے سے اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں لیکن میری بگڑ میں ایک بات میں آپ کو بگڑ میں بگڑ میں راز اور چھری کو آٹھ میں نہیں جڑ ہے۔ ہا ہے۔“ بگڑ جو اس کی بات خود سے کن ہاتھ انے سوال اٹھایا۔

”اس کے پیچھے دو وجوہ تھی۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ بگڑ کے ساتھ جو گاؤں دیہات منتقل ہوا، ان سب میں چھری انکار ہی سب سے بازو اور ہا ہے اور بگڑ میں کوئی بھی کارروائی کرنے والوں کے لیے اس کا اختیار ہونا ضروری ہے۔ دوسری اس سے بھی بڑی اور اہم وجہ چھری کے اس غلام کے آخری الفاظ ہیں جو پھر اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہی ہلاک ہوا تھا۔ مرنے سے پہلے اس نے بگڑا ہے الفاظ ادا کیے تھے جن سے یہ اشارہ ملتا تھا کہ بگڑ میں جو بگڑ تیار آیا تھا، اس میں چھری کا ہاتھ تھا کہ اسے تم بھی اس کا کوئی نہ کوئی تعلق ضرور تھا۔ اسی لیے پہلے چھری کوشش تھی کہ کسی طرح چھری کو گھیرے میں لیا جائے لیکن اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ لی الحال وہ سحر سے بھی قاسب ہے اس لیے میں اس کا حیران انکار کرنے کے بجائے بگڑ کا ایک بگڑ کر دیکھنا چاہتا ہوں۔ ساتھ لے جانے کے لیے تمہارا انتخاب کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہوں کہ اس کام میں جان کا خطرہ ہے۔“ میر نے بہت وضاحت سے اسے جواب دیا۔

”تو میں ٹھیک ہے، میں آپ کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوں۔ آپ یہ بتائیں کہ کب چلنا ہے؟“ بگڑ نے اسے اپنا حکم قبول کیا۔ ”میں کل تک نہیں گے۔ روانگی کے سلسلے میں بگڑ تیار ہوں رہتی ہیں، وہ میں انکھوشا دلت تک مکمل کر لوں

گاہم اس دوران جا کر گھر والوں سے ملاقات کر کے آجائے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہاں سے سیدھے سیدھے آئے ہو اور ابھی اپنے گھر بھی نہیں گئے۔" میرے سکر اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس جیسے آدمی کو یہ جرات اس آنس میں ہی ملتی تھی۔ پہلے شرمیلے پار تھا اور اب تمہارے ہاتھ دوڑوں اپنے کام سے ہی تھے لیکن عزت دے کر بچے جس سیاست دان کی وہ ملازمت کرنا تھا وہ اس کے ساتھ فلاسوں کا سا برتاؤ رکھتا تھا۔ چنانچہ اس کے ہاتھ لے کر اسے اپنے کام سے ہٹا دیا اور اس کے لیے کام کر کے اسے بھڑکائی ہوئی تھی۔

میں پاکستان واپس جانا چاہتی ہوں۔ وہاں سے میں اور اہم، شہریار صاحب کے سنے پر صرف اس لیے یہاں آئے تھے کہ یہاں سکون کی زندگی گزار سکیں لیکن حالات نے بہت کر دیا ہے کہ جس کے نصیب میں سکون نہ ہو، وہ دنیا کے کسی بھی ٹھکانے میں چلا جائے یہ پیمانہ ہی رہتا ہے۔ وہاں میں پھر جی رہی اور اس کے گروہوں سے بھائی بھرنی تھی اور اہم کو قانون کا خوف تھا۔ اہم تو رہا ہی نہیں لیکن میرے نصیب کی بھانگ دوڑ جاتی ہے۔ یہاں میرے گروہ سے بچنے کے لیے وہ پھر میری سے زیادہ چالاک اور با اختیار ہیں اور مجھے ہر سٹے پر لڑ رہتا ہے کہ وہ کسی بھی وقت مجھ تک پہنچ جائیں گے۔ ان لوگوں کے خوف سے میں سکون سے سو بھی نہیں سکتی۔"

مشاہیرم خان کے گروہ وہاں خیالات کا اظہار کرتی ماہ بانو کی آنکھوں کے گرد گہرے ہوتے تھے اس کی بات کی تصریح کرتے رہتے۔ مشاہیرم خان نے تاحسب سے اس۔ پھر لڑائی کو دیکھا جس نے اپنی عمر کے دو عشرے عمل ہونے سے گلی ہی دنیا کے جانے کون کون سے رنگ دیکھ لیے تھے اور کون کون صاحب سے گزر گئی تھی اور اب بھی مشکل میں ہی گامی ہوئی تھی۔ وہ کل رات ہی نیو پارک پہنچا تھا اور سیدھا اس اپارٹمنٹ آ گیا تھا جہاں ماہ بانو کو گھر اور شاد نے منتقل کیا تھا۔ سوشل اور بے شک ماہ بانو کو مشاہیرم خان کی یہاں موجودگی سے خاصی تنگدستی تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ گوارا سر پر لگی ہوئی ہے اس لیے اپنی تنگدستی اور غواہوں دونوں کا اس کے سامنے اظہار کر رہی تھی۔

"میں سب بھی سیکھی چاہتی تھی کہ جہیں وہ بارہ پاکستان منتقل کر دیا جائے۔" مشاہیرم صاحب سے اس سلسلے میں میری خاصی طرفی دلچسپی ہوئی ہے اور ان کا بھی سیکھا خیال ہے کہ موجودہ حالات میں تمہارا یہاں کے ہاتھ لے میں

پاکستان میں رہنا زیادہ مناسب ہو گا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں یہاں سے پاکستان منتقل کرنا بھی اتنا آسان کام ہے۔ یہاں کے خلیفہ ادارے کنوں کی طرح تمہاری رہنمائی کر رہے ہیں اور وہ لوگ بھی اس بات کو سمجھتے ہیں کہ تمہاری پہلی کوشش سچی ہوگی کہ کسی طرح امریکا سے نکل جاؤ اور یہاں سے اترنا ہے کہ راستوں پر ان کی پوری توجہ ہوگی۔ حالات کو دیکھتے ہوئے مسیحی صاحب امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ کسی طرح تمہیں یہاں سے نکالا جائے۔ جب تک انہیں کوئی محفوظ راستہ نہیں ملتا تاہم یہاں یہاں بھیجی رہے لیکن تم گھبراؤ نہیں۔ میں ہوں نا تمہارا دوست اور تمہاری حفاظت اور مدد کے لیے تمہارے ساتھ رہوں گا۔" اس پر حالات کو واضح کرنے کے بعد مشاہیرم خان نے اسے اپنی گلی دی لیکن وہ جانتی تھی کہ امریکا کے اوروں کی طاقت کے ہاتھ لے میں مشاہیرم خان اپنی بہادری کے باوجود کچھ نہیں کر سکتا اس لیے اس کی پر ہوشوں پر ایک جھکی سی مسکراہٹ سامنے آنے کے سوا کچھ نہ کر سکتی۔

"راج مسٹ ہو میری لیکن۔ جو اظہار میرے خیال حالات میں تمہاری مدد کرتا رہا ہے وہ اب بھی تمہیں اپنی پہاڑ سے گا۔" اس کا اعجاز دیکھتے ہوئے مشاہیرم خان نے اسے بھائیوں اس نے سر کو جھکی پیش دی اور پھر مشاہیرم خان نے اسے اس کے بارے میں سوال پوچھنے کرنے لگا۔ ان سوال جواب کے سچے میں اسے علم تھا کہ گلی جتا کی شادی مشاہیرم خان سے ہوئی ہے تو وہ وہاں نہیں ہوئی۔ اسے خوب صورت اور سادہ حجاب گل جتا بہت دلگلی تھی اور وہ جانتی تھی کہ سچے سچے گیترا اگر مشاہیرم خان کی صحبت سے اس جاری ہی لڑائی کو بہت دگنی کر دیا ہو گا لیکن مشاہیرم خان سے اس کی شادی کا سن کر اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ اس کے دکھوں کا پھر جتن مٹا دیا ہو گیا ہے۔ مشاہیرم خان نے صاف دل اور کھرا آدمی تھا۔ گل جتا کو بھی لڑائی اس صاحبانہ شخص کے ساتھ بہت جلد اپنے جنت ہو کر زندگی کی خوشیاں چاہتی تھی اور مشاہیرم خان کے لیے کا سکون بنا رہا تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ اپنے جنت کر چکے ہیں۔

"تو تم نے بہت بڑی خوش بختی سیکھی۔" میرا دل گل جتا سے ملنے کے لیے بے چین ہو گیا ہے۔ پاکستان جا کر پہلی فرصت میں اس سے ملاقات کر کے "شہرور۔" مشاہیرم خان اس کی بے چینی محسوس کر سکیا۔

"ایک بات ہے گل جتا۔" مشاہیرم خان کا خیال تھا کہ وہ اس کی جتا کی بات کچھ بچھے جا رہی ہے۔ اچھے سے دیکھو کہ اس کے ہاتھ اور دونوں ہاتھ اطمینان سے اپنے ہاتھ پیٹ رہے تھے۔ ہاتھوں کو ہاتھوں سے بھڑکائی کرنا اور اس لیے اس کی گلی کوئی مصروفیت نہیں تھی۔ "تمہیں شہریار صاحب نے یہاں بھیجا ہے؟" وہ بہت بچھتے ہوئے اپنا سوال لیا۔ "اہم نے شاد کی مدد سے پہلا موقع تھا کہ اس کے گروہوں پر شہریار کا کام آیا تھا اور اس نے اس کے حلقے کچھ جاننے کی خواہش کی تھی۔ اس کا بیان کہ مشاہیرم خان کا چہرہ بھرا گیا اور وہ پوری طور پر بے چین کے قائل تھا۔"

"کیا بات ہے خان۔ تم چاہنا کہ اسے اور اس کی گلی کے ساتھ ساتھ دیکھ کر ہانا مشاہیرم ہوئی۔" تم نے سوال ہی ایسا کر دیا۔ "مشاہیرم خان کے پاس سے ایک آدمی آئی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تو اس اتالی ہی پوچھا ہے کہ کیا شہریار صاحب نے یہاں بھیجا ہے؟" وہ حیران ہوا۔

"کاش میں تمہارے اس سوال کا جواب ہاں میں دیتا لیکن کچھ ہے کہ میں شہریار صاحب کی وجہ سے ہی یہاں آئے ہوں۔" مشاہیرم خان کے لیے کی باتیں ہی حیران کن ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے خان۔ تم اتنی ابھی ابھی باتیں کیا کر رہے ہو؟" اس کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ "تمہاری بات سے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ تم حالت سے واقف نہیں ہو اور میں سوچ رہا ہوں کہ تمہیں آگاہ کر کے تمہارے دکھوں میں حیرت اضافہ کیسے کروں؟"

"میں سب میں لگد لگ رہا تھا۔" "کیا ہوا ہے خان، مجھے بتاؤ؟" میرے دیکھی ہونے کی بات کو دیکھ کر وہ کچھ سنبھل گیا۔ "میں نے ہیرا دیکھا۔"

"میں نے شہریار صاحب کی گاڑی ایک زبردست ہونے کا اظہار ہوئی تھی۔ اس حادثے میں شہریار صاحب کو زخمی کر دیا گیا تھا۔" مشاہیرم خان اپنا جملہ عمل بیان کر رہا تھا۔ "کیا اور ماہ بانو کو بھی اس کی سانسیں رک گئیں؟" وہ مشاہیرم کی ہر کھڑکی پر تھی۔ "تمہیں کیا ہوا تھا؟" اسے علم نہیں تھا کہ وحشت

کے اس کی آواز چھٹی گلی سے۔ "ان کی زندگی بچاؤ کی لگن ایسے کہ وہ زخموں میں ہی اور زخموں میں۔ وہ کو ماں چلے گئے تھے اور گلی ماہ سے اسپتال کے بستر پر بیٹھوں کے سہارے پڑے ہوئے تھے۔ ہم سب دن رات انہیں یہ دعا کرتے تھے کہ کسی روز گلزور ہو اور وہ بستر سے اٹھے۔ مگر وہاں اور شاد اکثر کوئی امید نہیں دلاتے تھے۔" مشاہیرم خان نے بہترائی ہوئی آواز میں بتایا تو وہ گرنے کے سے انداز میں دوبارہ چلے گئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ شہریار اتنی بڑی مشکل سے دو چار ہے اور اس کے دل کو فریب نہیں ہوتی۔ لیکن مشاہیرم خان بھی تو جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔ اس کے چہرے پر جھوٹ دکھائی اس کی اپنی ثابت کرنے کے لیے کافی تھا۔

"مصلحت کرو رہا ہوں۔ اس طرح دل چھوڑ دینے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ان کی صحت اور زندگی کے لیے دعا کرو۔" انہیں ہم سب کی دعاؤں کی شہہ ضرورت ہے۔" اس کی کلیت کو دیکھتے ہوئے مشاہیرم خان نے اسے بھائی لگن وہ اس کی بات کا جواب دے بغیر ہی حالت میں اپنی جگہ چھٹی رہی۔ میں ڈھب ڈھب دیکھتا ہوں اسے اتنی دیر گزار گئی، اور بارہ وہ ہاتھ کے بے تھکا شاد نے پھر اس میں دیکھ لی۔

مشاہیرم خان بچے کو گود میں لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے روئے ہوئے بچے کو اس کی طرف بڑھا دیا تو اس نے میکانیکی انداز میں بچے کو گام لیا اور اسے پہلانے کی کوشش کرنے لگی لیکن کچھ دیر میں اس کی ہر دھڑکن کام ہو گئی۔ تو بچہ لیزہ کر رہا تھا اور نہ ہی اس اور طرح سے مکی رہا تھا۔ وہ پیمانہ ہی اس کے پیسے ہم کو کھول کر چیک کرنے لگی کہ تو مسئلہ کیا ہے۔ پھر انہیں سے نے گلاب تک وہ کسی اتنی ہی طرح نہیں رہا تھا اس لیے اسے زیادہ پریشانی ہو رہی تھی۔ اپنی ناخوشگوار کی وجہ سے وہ کوئی درست نتیجہ بھی اٹھ نہیں کر پا رہی تھی۔

"کیا بات ہے۔۔۔ یہ چپ کیوں نہیں ہو رہا؟" مشاہیرم خان جرات سے بچے کو غور سے دیکھ کر پوچھا تو وہاں سے آنے پر بھی بچے کو اسی شدت سے دہرا دیکھ کر کھولنے سے بچنے لگا۔

"پتا نہیں کیوں چپ نہیں ہو رہا ہے۔ شاید اس کے جوتے میں درد ہے۔" بچے کے قدم سے سخت اور پھولے ہوئے جوتے پہاڑ دیکھتے ہوئے ماہ بانو نے اپنا اندازہ بیان کرتے ہوئے پریشانی کا اظہار کیا۔ "اسے ڈاکٹر کے پاس لے چلے۔ تم تمہاری گود

جب تک میں کب کا بندوبست کرتا ہوں۔" مشاہیر خان نے کہا اور جیڑی سے ہاتھ لگا لیا۔ وہ انہوں نے جلدی جلدی بچے کو تار کیا اور ایک بیگ میں ضرورت کی چند چیزیں رکھنے کے بعد اس کی بارگاہ میں ہی اس کا اعتراف پر مشاہیر خان نے اسے کب آجانے کی اطلاع دی۔ وہ گفت کے ذریعے جیڑی سے بچے چلے گئے۔ مشاہیر خان کب میں اور انچور کے ساتھ وہاں نشست پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے لیے بچھلا اور اڑھکلا ہوا تھا۔

اس کے پینچے ہی کب حرکت میں آئی۔ وہ لوگ بچے اور ہی چلے گئے اور مشاہیر خان نے بیگ وچھڑا کر ایک بیگ میں اس کو اپنی پارٹمنٹ بڈنگ کے سامنے رکھ دیکھا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ظاہر تھے۔ عام حالات میں شاید وہ پردہ بھی نہیں کرتا لیکن ابھی تو انہیں پوک پوک کر برقرار اٹھانا تھا۔ اسپتال بھی کر اس نے ہاتھ باندھ کر اپنے سمیت انہیں بھی لے گیا اور خود ایک بیگ ہاتھ سے مرادشاہ سے راہدہ کرنے کا راہدہ ہونے کے بعد اس نے پتھر اسے اپنی تشویش سے آگاہ کرنے کے بعد صحیح صورت حال معلوم کرنے کی فرمائش کی۔ مرادشاہ نے اس سے آدھے گھنٹے بعد فون کرنے کا کہہ کر راہدہ چھین کر دیا۔ مشاہیر خان وہ ہاتھ باندھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ یہاں ایک لڑکی ہلا کر بچے کا جناح کر رہی تھی۔

"زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے۔ بچے کے چہرے میں کس اور ہی سے جس کی وجہ سے اسے پھینک دیا گیا ہے۔ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔" بیگ سے ڈاکٹر نے نرم لہجے میں صورت حال سے آگاہ کر کے نکل دی۔ اس کے بعد بچے کو پارٹمنٹ دی جانے لگی۔ آدھے گھنٹے بعد مرادشاہ کے موبائل پر کال آئی۔ اس نے کال دیکھی۔ مسیحا توجہ دہری طرف مرادشاہ تھا جو اسے فون ہاتھ سے کال کر رہا تھا۔ یہ طریقہ کار انہوں نے پہلے ہی طے کر رکھا تھا کہ ایک دوسرے سے رابطے کی ضرورت پڑی تو اپنے ذاتی نمبرز استعمال کرنے کے بجائے بیگ ہاتھ کا سامرا کریں گے۔

"تھمرا اہم اور درست تھا۔ پچیس ماہ ہانوی کلوش میں ہی وہاں چلے گی۔ انہوں نے کسی طرح اسے ٹریس کر لیا تھا۔ اس وقت میں وہ اپارٹمنٹ میں موجود ہیں۔ تم بتاؤ کہ وہاں تم دونوں کی کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس سے پھر میں مشکل کھڑی ہو جائے؟" مرادشاہ نے اس کے اندھیلوں کی تصدیق کرتے ہوئے پریشانی سے دریافت کیا۔

"نہیں۔ مصطفیٰ صاحب کی ہدایت کے مطابق اپنے کاغذات بروقت اپنے ساتھ رکھنے ہیں۔ اپنا منظر پر مشرور ہونے کا بھی سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ ہدایت کے مطابق رہ کر ہر ایک دستاویز کا استعمال جاری رہا ہے۔" مرادشاہ کے سناٹے میں اس کا ہاتھ نہیں ہلکا پڑ سکتا تھا کیونکہ اسے خود ہی حالات سے نکلنے کے لیے عادت تھی۔

"تھیک گا۔ اب یہ بتاؤ کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟" مرادشاہ کی تشویش کا سلسلہ ابھی گرم تھا۔

"اس کے لیے آپ فرمائش ہوں۔ ہم کبھی بندوبست کر سکیں گے۔" مشاہیر خان نے اسے واضح طور پر دینے سے گریز کیا اور ایک بار پھر ہاتھ باندھ کر اس کا اعتراف کیا کہ اسے کال کرنے کے لیے وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ "کیا ہمارے کوئی مسئلہ ہے؟" بچے نے پھر تشویش نیدر سر ہاتھ باندھنا اور انہوں نے مشاہیر خان کو کیا تو سوال کیا۔ "ہاں تھوڑی گریز ہو گئی ہے۔ اپارٹمنٹ پر بچے نے رخ کیا ہے۔ ہم وہاں وہاں نہیں جاسکتے لیکن فون پر پریشانی کی بات نہیں ہے۔" مصطفیٰ خان نے اپنی ایک ہاتھ گاہ کی چابیاں بھیجے وہ رکھی تھیں۔ ہم وہاں نشست چاہیں گے۔" اس نے جواب دیا۔

"لیکن ہمارے پاس ضرورت کا سامان نہیں ہے۔ خاص طور پر بچے کے لیے بہت سی چیزیں چاہیے ہوں گی۔ ہاتھ باندھنے سے بتایا۔ اس نے حالات کے اسے مرادشاہ سے سنے کہ اب عادی ہی ہو گئی تھی اور پتھر اٹانے کے لیے فوری طور پر رسائل کی طرف رجوع ہوتی تھی۔

"سامان کا کوئی مسئلہ نہیں۔ ہم بازار سے خریداری کر لیں گے۔ وہ بچے بھی ہمیں وہاں لکانے دینے کا سامان سامان لے کر جاتا ہوگا۔" مصطفیٰ صاحب نے بتایا تھا کہ وہ بچے کو ضرورت فراہم کرنے کے لیے لکانے والی آرام سے بیٹھا دوسرے گا۔" مشاہیر خان نے اسے جواب دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اسپتال سے روانہ ہو رہے تھے۔ بچے کی حالت کلی طور پر تھی اور اسے اسپتال میں داخل رکھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ ابھی تھوڑی دیر ہو رہے تھے۔ بچے کی حالت کلی طور پر تھی اور اسے اسپتال میں داخل رکھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ ابھی تھوڑی دیر ہو رہے تھے۔ بچے کی حالت کلی طور پر تھی اور اسے اسپتال میں داخل رکھنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ ابھی تھوڑی دیر ہو رہے تھے۔

ان دنوں میں اس کو ہاں کے ساتھ ساتھ زندگی کی ہلکے پھلکے سے گھر کا کھانا پڑ رہا تھا۔ گرواب میں گھری جانے کے بچے کے نصیب میں گرواب کے سوا اور کچھ کچھ کھانا نہیں تھا۔



"کامیابی کے ساتھ اپنی سرزمین پر وہاں ہی مہاراجہ نے زمینیں خریدیں۔ گرواب میں گھری جانے کے بچے کے نصیب میں گرواب کے سوا اور کچھ کچھ کھانا نہیں تھا۔

"کامیابی کے اس سفر میں سلیم میرا رہبر ہی ہے۔" بیگ بچے کی پھوڑا ہوا ہاتھوں سے اس کی حاضر دہی اور گھرتی ہی کی وجہ سے ہم بال بال بچے گئے۔" زمین سے اٹک ہونے کے بعد اس نے اپنے ساتھ موجود ہاتھ باندھنے سے فریاد کیا۔

"پھر تو میں مسٹر سلیم کا دل سے شکر گزار ہوں۔" دست کا مسن ہاتھ بھیجے تھے۔ "زمین نے سلو سے بھی گرم جوشی سے ہاتھ باندھا۔ وہ دونوں ابھی ابھی زمین سے ہاتھ باندھنے تھے۔ وہ طرف نظر مارتے تھے کہ وہ سے ان کا یہ نہایت آسان ثابت ہوا تھا اور زمین کی گھٹاؤں میں سامنے بچے ہی ان کے لیے غلط دوست کو استقبال کے لیے سامنے ہاتھ باندھنے سے فریاد کر رہا تھا۔

"یہ مسٹر مادل کی سرمانی ہے کہ انہوں نے مجھے اس کو بھلا دیا تھا تو یہ ہے کہ میں ان کی نظر گرم ہی ہے جو آج میں ایک مجرم کے چہرے دوست کی کیفیت سے آپ کے ہاتھ باندھوں۔" سلو نے ہاتھ باندھنے کا اشارہ کیا۔

"میرا گھر تو صرف اتنا ہے کہ میں نے میرے کو بچا اور ہاتھ باندھنا۔ حالت میں بھی اسے بچان لیا اور۔" مسٹر اس طرح ہم کا کہنے میں ہی رہے۔ "شہر باندھنے کے سوا کاشا نہ چھوڑا۔ تھوڑے دنوں کے ساتھ نے اس کے دل میں سلو کے لیے جتنی محبت پیدا کر دی تھی اور کچھ تو یہ تھا کہ اس پتھر حرم سے سلو کے اندر بھی غیر محسوس انداز میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں اور اس کے اندر گاہ دوست زادہ سا روپ بھی قائم ہو گیا تھا جس میں مرادشاہوں نے اسے احوال کرنا پاکستان کی تباہی کے لیے بچھا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہائی ہاتھ بھی ہوتی رہیں گی، پہلے یہاں سے بچے ہیں۔" زمین نے زبردستی شہر باندھنے کے ہاتھ سے اس کا سفری بیگ لے لیا۔ اس پگھلنے سے بیگ کا

وزن بہت ہی کم تھا۔ اس میں تو ان کے پاس کوئی سامان تھا ہی نہیں۔ اس بیگ کا اہتمام بھی سلو کے ہاتھوں سے ہی کرنے کے لیے کیا گیا تھا جس میں ایک جوتے اور استعمال کی معمولی چیزوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ زمین کے ساتھ بچے ہوتے وہ پارٹنگ میں آئے اور اس کی گاڑی میں چڑھ گئے۔ شہر باندھنے اس کے ساتھ وہاں نشست سنبھالی جبکہ سلو بچے چڑھ گیا۔

"بچا تو یہ سوج سوج کر دل خوش ہو رہا ہے کہ ہمارے کو کسی گھری چوٹ لگی ہے۔" بیگ سارا وقت پاکستان کے خلاف سازشوں میں لگے رہے تھے۔ اب انہیں خود اس کی ضرورت ملا اور وہاں کچھ کچھ کتابوں نے بھی کوئی کاتھیں میں چڑھیں نہیں لیکن وہ بھی تھا۔ "اسٹریٹنگ سنبھالنا زمین بہت خوش تھا۔

"چوٹ تو ان کو ضرور لگی ہے لیکن یہ بھول جاؤ کہ انہوں نے کوئی سنی کیا ہوگا۔ وہ اپنے اندر ہرے کیلے اور انہوں سے بچ رہے۔ انہوں نے کچھ کچھ کتابیں سنا سنی کرنے سے بھر پوری باتیں آگیاں گے۔" شہر باندھنے حقیقت جان کی۔

"کرنے دو انہیں سازشیں۔ اپنی ہر سازش کا انہیں سزا دے رہا ہے۔ ہمارے پاس بہت دھولہ دکھانے اور تقریبات دینے والوں کی کئی تھیں۔" اس نے دونوں ہاتھ سے اپنے سامنے پا کر زمین بہت ترنگ میں تھا۔

"یہ تم نے ٹھیک کہا۔ ہمارے لوگوں میں لاکھ براہیں ہوں لیکن جب زمین کی سلامتی کی بات آتی ہے تو سب قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں ہمارے ایجنٹ کام نے جیسے ہر طرح کے حالات میں ہمارا ساتھ دیا وہ اسے میں بھی فرمائش نہیں کر سکتا۔ میری دلی خواہش تھی کہ وہ پاکستان آئے اور انہوں کے ساتھ زندگی اچھے کرے لیکن اس کی زندگی ہی نے وہ نہیں کی۔" کلام کو یاد کرتے ہوئے وہ اٹھ اٹھ گیا۔ اس کی لاش کی احوال پاکستان نہیں چلے گی اور گرواب کا ہاتھ باندھنا تھا کہ اسے طرح سے اسے پاکستان پہنچا دیا جائے گا کہ وہ لوگوں کا ان غیرت ہونے پائے کہ وہ اسے حرم سے ہمارے ہاتھ میں تھا اور ہمارے ہاتھ ہوتے ہوئے موت کا ظاہر ہوا۔ فی الحال یہ کہانی زبردستی کہ کلام ایک کھلی کھلی میں ملازمت کرتا تھا جہاں وہ ہمارے کا ظاہر ہو گیا اور اس کے سامان کی سلامتی لینے پر اس کا پاکستان لایا نہ نہیں ملا جس پر اس کے عزیزوں

نرم و ملائم Smooth شیون!

میں نے Confidence حاصل کر لیا ہے۔

Toufy Umar

My Secret to Win!



شیوننگ کریم

سے دیکھ کر کے اس کی بات پاکستان بھرانے کے امکانات کے بارے میں ہے۔ یہ کہانی اس لیے سنائی جاتی کہ کام بھارت جاتے ہوئے کسی کو آگاہ کر کے نہیں کیا تھا اور اپنے عزیز واقارب کے لیے ایک معائنہ ہوا تھا کہ چاہے وہ کہاں غائب ہو گیا۔ یہ کہانی سامنے آتی تو مسائل ہو جاتا لیکن بہر حال یہ محض منسوب ہندی نہیں تھی۔ ہر پہلو کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جاسکتا تھا۔

”وہ تو ہم سے زیادہ خوش نصیب ہے یا، اس کے جیسے میں تو ہمیشہ کی زندگی آگئی۔ اس کی ذات قابل نہیں تھی قابل رنگ ہے۔“ ڈیٹان نے گواہی سے کہی تھی۔

”ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ شادی کی تم تو ہم میں سے ہر ایک کے دل میں چل رہی ہے۔“ شہزاد نے اس سے اتفاق کیا مگر موضوع گفتگو بدلتے ہوئے کہنے لگا۔

”اور سناؤ یہاں میرے پیچھے کیا ہوتا رہا آئی وی کے ذریعے تو زنی بہت سن گئی تو خوش رہی لیکن اصل حالات تو تم ہی بتا سکتے۔“

”یہاں بہت کچھ ہوا اور شہزادے کے ہم بڑی بڑی مٹھلوں سے نکلنے میں کامیاب رہے۔“ اس نے اسٹے کی اسٹیک کی ناکام کوشش سے لے کر بھارت کی حدود میں اس اسٹے کی تازگی اور ایئر لائن پر چلنے تک کی ساری کہانی طعنه لفظ میں کہہ سائی۔ مستحیا کی صورت کا قدر بھی ذیہر مٹھلو

آئی۔

”جاوید علی بہت اچھا چارہ ہے۔ اس کی خصوصی تربیت کرواؤ۔ آگے چل کر وہ کوئی اور پیرا ثابت ہو گا۔“ ساری بات سن کر شہزاد نے شہزادے کو دیکھا لیکن ان میں سے ہر دانتے میں جاوید علی نے نگہبندی کر دیا اور کہا تھا۔

کرتے ہیں کامیاب رہا ہوں۔ ہنگل کے ساتھ جو گاؤں
دیانت لگتے ہیں، ان میں ہی آبادی ایسا گاؤں ہے جہاں
سے ہنگل تک پہنچنے کا راستہ سب سے آسان ہے۔ ایک
راستہ اٹھ آباد سے بھی جاتا ہے لیکن خود اٹھ آباد پہنچنے کا راستہ
بہت لمبا ہے اس لیے لوگ اس طرف کا رخ نہیں
کرتے۔ دوسری طرف ہالی والاں اور دوسرے چند گاؤں
ہیں لیکن وہ ہنگل کے سرسبز حصے کے بجائے خشک پھاڑی
حصے سے ملے ہوئے ہیں اس لیے وہاں سے بھی آمدورفت
مثلاً اور ہی ہوتی ہے لیکن بہر حال راستہ سب سے آسان ہے۔ اس
لئے میرے وقت کیا۔

”اب ہم سوائے کو اس زادے سے دیکھیں کہ کچھ
لوگ ہنگل میں کوئی غیر قانونی کام چاہی رہے ہوئے ہیں
اور وہ کس چاہتے کہ لوگ ان کے کام میں مداخلت کریں تو
خود کرنا چاہتے گا کہ انہوں نے مداخلت کاروں سے بچنے اور
آگاہ بننے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہوگا؟“

”سب سے پہلے تو انہوں نے موجود راستوں پر
نگرانی کا انتظام کیا ہوگا تاکہ کبھی ہی کوئی ہنگل میں داخل
ہو، انہیں معلوم ہو جائے۔ چنانچہ نقشے کی مدد سے میں نے
بہت سوچا چاہے کہ ہمدانیکہ ایسے راستے کا انتخاب کیا ہے جو
دھواں تو ضرور ہے مگر وہاں نگرانی کا امکان نہیں ہے۔ اس
وقت ہم اس راستے کی طرف جا رہے ہیں۔ اب سوائے کا
دوسرا پہلو سامنے رکھتے ہیں۔ ہنگل میں تلف و جہالت کی بنا
پر تلف افراد کا آنا جانا لگ رہا ہے اور وہ سارے افراد
وہاں جاوے گا کھار کھیں جو جاتے۔ خاصی اموات کے
باد جو ہنگل میں جانے اور سلامت واپس آجانے والوں کی
تعداد اوشنیا بہت زیادہ ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موت
صرف انہی کے حصے میں آتی ہوئی ہوگی جس کی خاصی راز سے
واقف ہو جاتے ہوں گے۔ یہاں ہمیں یہ بات غیر نظر رکھنی
ہوگی کہ کسی مگر راز سرگرمی کے لیے ہنگل کو ٹھکانا چاہنے والے
ہنگل کے کسی خاص حصے پر ہی قابض ہوں گے لیکن ظاہر ہے
اسے بڑے ہنگل میں ہم کی خاص مقام کا زمین آسانی سے
نہیں کر سکتے۔ اہلیت میں نے کچھ اندازے ضرور لگائے ہیں۔

”پھر اور اس کے سائیموں کی لائیں ہمیں یہاں
سے نہیں اور صرف اچھی طرح چیک کیا گیا تھا اور یہ بات یقینی
ہے کہ وہ حصہ بالکل صاف ہے۔ یعنی ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں
کہ انہیں مشکوک ہے کہ وہ راز کھول گیا تھا۔ پھر موت
کی وجہ ہنگل جانوروں کا مٹنا لیکن بہت بدلم کی رپورٹ

”اس حصے میں زمین بہت نرم اور قدرے دلدلی
ہے۔ میں نے سنا ہے کہ کسی زمانے میں یہاں ندی ہوتی تھی
لیکن ندی سوکھ گئی اور زمین اب تک دلدلی ہے۔ لوگ زمین
کی ساخت سے واقف ہونے کی وجہ سے اس حصے کا رخ
کرتے ہیں جرات نہیں کرتے لیکن مجھے میرے اہلکاروں میں
میں ایک لڑکے نے بتایا تھا کہ ایک جگہ سے ماہ گزر رہی
ہے جس پر ہل کر ہنگل کے اندر تک پہنچا جا سکتا ہے۔ میں
اس سے دو راستہ اچھی طرح سمجھ چکا ہوں مگر یہی احتیاط
نہیں لے لی تھی کہ راستہ چیک کرتے ہوئے آگے
بڑھیں۔ راستے پر میں آگے بڑھ گیا مگر ٹھیکے ٹاکرنا۔“ قدم
زبان سے نکل میرے ہاتھ کو کھڑے رہ گیا۔

”ٹھیک ہے سر... لیکن آگے بڑھنے کے بعد وہی ورن
مجھے تھے کہ کاس میں بڑی ہوں اور سارے خطروں کا آپ
بے ساختہ کھڑے ہیں۔“ ٹھیکے نے سر ہلایا اور ساتھ ہی ایک
نکتہ بھی کر دی۔

”نہیں یاد آیا یہ بڑی اور بہادری کا چکر نہیں ہے۔
تیسری بہادری ہیانت شہ ہے۔ میں آگے صرف اس لیے
بڑھ چاہتا ہوں کہ مجھے تمہارے مٹانے میں راستہ زیادہ
اچھی طرح معلوم ہے۔“ میرے نے ڈراما میں کراسے بگھایا
اور وہ اٹھی ہو گیا۔

طرح ہوتے صورت کی بہت بگلی روشنی میں سڑکا
بڑا تک شرط شروع ہوا۔ یہ راستہ واقعی دھواں تھا۔ دانگ
نہیں لے اس راستے پر چلتے ہیں ان کی بہت مدد کی۔ جہاں
بھی زمین ایک حصے سے زیادہ نرم تھی، اسٹاک کے حوضہ نے
نہیں از وقت آگاہ کر دیا لیکن مگر یہی ایک جگہ میرے پاس گیا۔
روشنی تھی سے وہ صرف کچھ گڑھی میں نے دلدلی کی شکل اختیار
نہیں کی تھی۔ جگہ کے سہارے اور پارہاڑھ کر چلنے کے قابل
ہو گیا۔

آخر کار انہوں نے نہایت سست رفتاری سے ہنگل کے
اندروں رسائی کا یہ مشکل راستہ طے کر لیا۔ اب صورت بوری
شرح طرح ہو چکا تھا لیکن مجھے درختوں کی وجہ سے اس کی
شعاعیں ہنگل کے اندر گہر اور رسائی حاصل کرنے میں
ناکام تھیں۔
میرے نے ایک درخت کے نیچے دوکر کر نشہ لگا اور
تاریخ کی روشنی میں اس کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ کپاس
کی مدد سے اپنی سمت کا زمین کیا۔ جو پڑھا جا سکتا ہے نہیں تھا
اس لیے اس قسم کے مداخلت میں مدد کرنے سے قاصر

کرتے ہیں کامیاب رہا ہوں۔ ہنگل کے ساتھ جو گاؤں
دیانت لگتے ہیں، ان میں ہی آبادی ایسا گاؤں ہے جہاں
سے ہنگل تک پہنچنے کا راستہ سب سے آسان ہے۔ ایک
راستہ اٹھ آباد سے بھی جاتا ہے لیکن خود اٹھ آباد پہنچنے کا راستہ
بہت لمبا ہے اس لیے لوگ اس طرف کا رخ نہیں
کرتے۔ دوسری طرف ہالی والاں اور دوسرے چند گاؤں
ہیں لیکن وہ ہنگل کے سرسبز حصے کے بجائے خشک پھاڑی
حصے سے ملے ہوئے ہیں اس لیے وہاں سے بھی آمدورفت
مثلاً اور ہی ہوتی ہے لیکن بہر حال راستہ سب سے آسان ہے۔ اس
لئے میرے وقت کیا۔

”اب ہم سوائے کو اس زادے سے دیکھیں کہ کچھ
لوگ ہنگل میں کوئی غیر قانونی کام چاہی رہے ہوئے ہیں
اور وہ کس چاہتے کہ لوگ ان کے کام میں مداخلت کریں تو
خود کرنا چاہتے گا کہ انہوں نے مداخلت کاروں سے بچنے اور
آگاہ بننے کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہوگا؟“

”سب سے پہلے تو انہوں نے موجود راستوں پر
نگرانی کا انتظام کیا ہوگا تاکہ کبھی ہی کوئی ہنگل میں داخل
ہو، انہیں معلوم ہو جائے۔ چنانچہ نقشے کی مدد سے میں نے
بہت سوچا چاہے کہ ہمدانیکہ ایسے راستے کا انتخاب کیا ہے جو
دھواں تو ضرور ہے مگر وہاں نگرانی کا امکان نہیں ہے۔ اس
وقت ہم اس راستے کی طرف جا رہے ہیں۔ اب سوائے کا
دوسرا پہلو سامنے رکھتے ہیں۔ ہنگل میں تلف و جہالت کی بنا
پر تلف افراد کا آنا جانا لگ رہا ہے اور وہ سارے افراد
وہاں جاوے گا کھار کھیں جو جاتے۔ خاصی اموات کے
باد جو ہنگل میں جانے اور سلامت واپس آجانے والوں کی
تعداد اوشنیا بہت زیادہ ہے اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ موت
صرف انہی کے حصے میں آتی ہوئی ہوگی جس کی خاصی راز سے
واقف ہو جاتے ہوں گے۔ یہاں ہمیں یہ بات غیر نظر رکھنی
ہوگی کہ کسی مگر راز سرگرمی کے لیے ہنگل کو ٹھکانا چاہنے والے
ہنگل کے کسی خاص حصے پر ہی قابض ہوں گے لیکن ظاہر ہے
اسے بڑے ہنگل میں ہم کی خاص مقام کا زمین آسانی سے
نہیں کر سکتے۔ اہلیت میں نے کچھ اندازے ضرور لگائے ہیں۔

”پھر اور اس کے سائیموں کی لائیں ہمیں یہاں
سے نہیں اور صرف اچھی طرح چیک کیا گیا تھا اور یہ بات یقینی
ہے کہ وہ حصہ بالکل صاف ہے۔ یعنی ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں
کہ انہیں مشکوک ہے کہ وہ راز کھول گیا تھا۔ پھر موت
کی وجہ ہنگل جانوروں کا مٹنا لیکن بہت بدلم کی رپورٹ

طرح ہوتے صورت کی بہت بگلی روشنی میں سڑکا
بڑا تک شرط شروع ہوا۔ یہ راستہ واقعی دھواں تھا۔ دانگ
نہیں لے اس راستے پر چلتے ہیں ان کی بہت مدد کی۔ جہاں
بھی زمین ایک حصے سے زیادہ نرم تھی، اسٹاک کے حوضہ نے
نہیں از وقت آگاہ کر دیا لیکن مگر یہی ایک جگہ میرے پاس گیا۔
روشنی تھی سے وہ صرف کچھ گڑھی میں نے دلدلی کی شکل اختیار
نہیں کی تھی۔ جگہ کے سہارے اور پارہاڑھ کر چلنے کے قابل
ہو گیا۔

آخر کار انہوں نے نہایت سست رفتاری سے ہنگل کے
اندروں رسائی کا یہ مشکل راستہ طے کر لیا۔ اب صورت بوری
شرح طرح ہو چکا تھا لیکن مجھے درختوں کی وجہ سے اس کی
شعاعیں ہنگل کے اندر گہر اور رسائی حاصل کرنے میں
ناکام تھیں۔
میرے نے ایک درخت کے نیچے دوکر کر نشہ لگا اور
تاریخ کی روشنی میں اس کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ کپاس
کی مدد سے اپنی سمت کا زمین کیا۔ جو پڑھا جا سکتا ہے نہیں تھا
اس لیے اس قسم کے مداخلت میں مدد کرنے سے قاصر

دور تھی انھوں سے لگتی۔ ان کے دیکھنے اور دیکھنے والوں کوئی نئی چیز نہیں تھی کہ جہاں کی لال کو چھڑا کر رکھا۔ جنگ کی زندگی میں یہ نظر رکھنا نہیں تھا لیکن انہیں بہت بات تھی اور وہیں ہوئی ۱۰۰۰ کی جنگی کارروائیوں کے نتیجے میں پڑے ہوئے تھے اور وہ کسی طور جنگی کتے نہیں لگ رہے تھے۔ جنگی کتوں کے لگے میں ہڈوں کی موجودگی کا حال ہی میں انہیں بتا تھا۔ کتے بے نیچا بہت ہو گئے تھے۔ ان کے دیکھنے اور دیکھنے والوں نے انھیں نے اچھے سے سمجھتے ہوئے بہت مدد برن کو چھڑا کر انہیں ہڈیاں تک چھڑائے۔

اسی وقت جنگ کی فضا میں ایک جڑی بوٹی کی آواز کوئی اور کتوں کے جسم ایسے ساکت ہو گئے جیسے ان کے جسموں کو کوئی ناوہ چا پک پڑی ہو۔ انہوں نے اپنے منہ میں دہلی پڑیوں کو گھونڈنا گھونڈنا اور بالکل میاگی اعلان میں پلٹ کر واپس اس سمت بھاگے جہاں سے سوار ہوئے تھے۔ اب لگ بھگ وہی کوئی گھاس پانی میں رہی تھی اور بے لگے ہو گیا تھا کہ وہ تربیت یافتہ سوار ہوتے کتے تھے۔ انھیں اور اس کے ساتھیوں کی موت بھی یقیناً انہی کتوں کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اس سحر نے ان پر یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ جنگ کے اس حاس سے جس میں کتے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

پہرا ہر گریوں کا کر ہے۔
 "اب میں بہت احتیاط کرنی ہوگی۔" ہم دیگر زون کے قریب پہنچے تھے اور ڈرامی بھی لگتی تھی ہمارے لیے موت کا پیغام بھی ملتی ہے۔ "اس نے اپنے آپ پر شہ پار جو کوا طلب کیا۔"

"جی سراسیمہ کچھ کیا ہوں۔" جگہ نے اسے جواب دیا۔ اس کے بعد میرا سے بتانے لگا کہ وہ آگے کے لیے کیا اور دور نکلتا ہے۔

"مجھے اعزازہ ہو گیا ہے کہ ہمیں کتے کا صلے پر وہ کر اپنا کام کرنا ہوگا۔ میں آگے بڑھوں گا اور حاکم جاننے کی کوشش کروں گا۔ تم اپنی جگہ پر روک کر کتے کو رو دیتے رہو گے۔" ہذا وہ ہم میں سے کوئی بھی اپنی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈالے گا۔ ٹھیک ہے؟" اپنی بات کے اختتام پر اس نے جگہ سے سوال کیا۔

"ٹھیک ہے سراسیمہ آپ کا حکم۔" وہ اس کی کھل فرماہواری کر رہا تھا۔ اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میرا درخت سے اترا اور ٹھیک ٹھیک کر قدم اٹھا تا اس سمت بڑھا جہاں اس نے برن کوئی ناوہ موجود تھا۔ سگرا کر لکھتے دیکھا تھا۔ وہ کچھ چکا تھا کہ یہ ماسک کا کوئی کر شہ تھا اور جنگ

کے ایک شخص سے کسی درونی مخالفت سے محروم رہنے کے لیے اپنا حصار بنا گیا تھا کہ جیسے ہی کوئی لڑی اور اس کے لیے اس کے دل کو کوشش کرے۔ اسے انہیں کتوں کی جنگی کتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ شاک کتے کے سامنے تھے۔ مردہ یا نیم مردہ ہو چکا تھا اسے آخری انجام تک پہنچانے کے لیے اس پر کتوں کو چھڑا دیا جاتا۔ یہی قصہ تمام جنگی حیرتوں نے اپنی نگہروں سے اس مقام کا کھن کر لیا تھا۔ برن کو کھٹکا تھا چنانچہ بے قہار سے اسے ہتھیار سے لگتی تھی جگہ جاتا ہے۔ وہ اس کے آس پاس کی ایک درخت کی شاخ میں قہر بہت بلند ہوا اور اس پر چڑھ گیا۔ وہ تک ہانڈا لے سکے۔ آخر کار اسے ایک ایسا درخت ملا گیا۔ اس نے احتیاط سے درخت پر چڑھا شروع کیا۔ درخت بلند ہونے کے ساتھ اس کا تانگنا بھی مناسب حد تک نیچے اس پر چڑھنے میں مشکل پیش آ رہی تھی۔ کئی بار وہ کھینچنے پھینچنے یا آخری کوشش میں کامیاب ہو گیا۔ ایک بلند شاخ پر پہنچ کر اس نے پہلے اپنی ہاتھوں میں لپیٹ لیا اور ایک تھکی سے پانی کی برتن نکال کر کھونٹ بھرے بھر کر دن سے لگی اور جینوں کو کھینچنے سے کھنٹ کر اطراف کا ہانڈا لینے لگا۔ جلد ہی اس کی نظر اس حیرت کو پانچیں جس نے اس پر جنگ کا راز کھول دیا۔ وہ ہانڈا ہت لگا کر بٹ لگا کر بٹنے جن کے ساتھ ہی کتے بھی نظر آ رہے تھے۔ جنگ میں کتے پڑی جگہ کی بات تھی۔ اس نے ٹیس کر ڈوم کیا تھا اعزازہ ہونے کے لیے کتے کے کتے تھے لیکن درست اعزازہ لانے سے قاصر ہوا۔ دیکھا تو اس نے اسے جین فٹوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا نظر آنے والے پادے سے ان میں سے کسی سے بھی مماثلت نہیں دیکھ سکتے تھے۔

یوں بھی کئی کئی مشرور پڑی تھی کہ چالوں، گندم یا کھجور جیسی کئی فصل کو جنگ کے ساتھ ہی راز داری سے کھن کرنا۔ فصل کے جانور کے دوران اس سکتے پر غور کر کے ہوئے اسے نظروں کے ساتھ ہرنے والے چوہری کے ساتھ بہرام کے آخری الفاظ یاد آئے۔ اس نے مرے وقت میں چند الفاظ یاد کیے تھے، ان میں سے ایک لفظ شاید "تھوڑا" تھا۔

"اور مانی گاؤ؟ یہ لوگ یہاں الین کا شہت کر رہے تھے۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ شہ پار میرے پاس آیا کیونکہ تمام لوگوں کی طرف وہ بھی بھی جاتا تھا کیونکہ پادے غلط سے داخل میں پہاڑی علاقوں میں لگاتے جاتے تھے۔ کتے کا شبلی حصر اور مختلف نستان کا نام اس میں

یہی توڑے تھے میں آقا تھا لیکن یہاں تو کچھ انوکھی سی صورت حال تھی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ کھن کر رہ گیا اور پارک کی بنی سے اس کی جگہ ہانڈا لینے لگا۔ دور بین سے جہاں کتے کا نظروں سے دکھائی دے رہا تھا، اس میں اسے چہرہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کھنوں میں کام کرنے والے تھے۔

"یہ بہت خطرناک کھن کھلا رہا ہے۔ وہاں جا کر ہر زبان سے رابطہ کرنا ہوں۔ اس میں آپ کو تباہ کرنے کے لیے تو بہت بڑے خطرے پر کارروائی کی ضرورت ہے۔" دل میں سوچتا ہوا وہ ابھی کے ارادے سے درخت سے اترنے کی فکر تھا کہ اسے چہرا نظر آنے لگا۔ جنوں نے اپنے سروں پر گھوڑی کی منڈیاں اٹھائی ہوئی تھیں اور ان میں ایک خالی جگہ پر ایک کے اوپر ایک ترتیب سے لگے ہوئے تھے۔ ان منڈیوں کی موجودگی کا مطلب تھا کہ یہاں سے متفرق ہال لے جا رہا ہے والا ہے۔ اسے جو جگہ بتا اور کھن تھا، کچھ چکا تھا چنانچہ کسی قسم کی مخالفت کا نشانہ نہیں اٹھایا۔ اسے معلوم تھا کہ اس قسم کے جین آپ سے ملنے کے لیے بڑے خطرے پر کارروائی کرنا ضروری ہے۔ کوئی تھا نہیں یا چھوٹا سا کھن ان لوگوں کا تجربہ نہیں بنا سکتا۔ بہت سختی سلطنت آسانی سے حاصل ہو جانے کی خوشی اور خوشی دل میں لہو درخت سے لگے اترا لیکن زمین پر قدم رکھنے کے بعد ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا تھا کہ ایک سال کی نالی کی گردن سے آگے۔

"تھوڑا کھن کر دوں گا تھوڑا اور اٹھاؤ۔" حکم اپنے دل سے لگا ہوا اس کی نالی سے بھی زیادہ مر رہا۔ میرا کہنے کے حکم کی کھن کر لینی پڑی۔

"کون ہو تم؟ کیا ڈاکو ہو؟ اگر ڈاکو ہو تو یاد رکھو کہ جسے پاس کوئی مال و دولت نہیں ہے۔ میں ایک گھاری اور میرے پاس بس ہتھیار کا ہی سامان ہے۔" اپنے منہ کو لہو میں رکھتے ہوئے اس نے جان بوجھ کر اس شخص کو آواز فرار دیا جاتا کہ وہ کچھ چکا تھا کہ یہ شخص کون ہو سکتا ہے۔ انگریزی کے لیے چہرہ کی آلات استعمال کرنے والوں نے کتوں میں اپنے آلات پر بھی سولہ ہر دو ماٹیں کیا تھا اور ان کے پیروں سے دو رنگا رنگا اطراف کا چکر لگاتے رہتے تھے۔ درخت سے اترتے ہوئے وہ ایسے ہی ایک پیروں سے لڑی نظر میں آ گیا تھا۔

"کچھ اس بندہ کو۔ گھاری قہاری طرح کے نہیں ہوتے۔ ویسے بھی ہمیں ابھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس

جنگ میں کب اور کون سا فلاحی کس سے میں آئے گا۔ تم چھپ کر آئے ہو، اس کا مطلب ہے کہ کسی اور کھن کر رہا ہے۔" اس شخص نے فرار کر جواب دیا جس سے اعزازہ ہو گیا کہ انہوں نے اپنی طاقت کا کتنا حصول انتظام کر رکھا ہے۔ اگر وہ لوگ موجود ہوتوں سے جنگ میں آئے ہوتے تو یقیناً میں دھر لے جاتے۔ پھر تو وہ اب بھی کہا تھا لیکن امید تھی کہ جگہ کے نظروں سے اٹھانے کی وجہ سے جگہ کی کوئی صورت نظر آئے گی۔ اس کی یہ امیدیں بالکل ٹھیک تھیں۔ جگہ نے واقعی دیکھ لیا تھا کہ اس کے ساتھ کیا پیش آیا ہے۔ وہ بہت خاموشی سے اس درخت سے نیچے اترا جس پر چھپا ہوا تھا اور احتیاط سے گھومتا ہوا میرا کھن دیکھنے لگا۔ شخص کے عقب میں پہنچ گیا۔ اس آدمی کو بہت تاخیر سے اعزازہ ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے۔ وہ جب تک بھاگ کر پلٹا، جگہ مل کر چکا تھا۔ اس کے ہاتھل کا دست پوری قوت سے اس شخص کے سر پر چڑا اور وہ تھک پڑا ہوا ہے کہ گیا۔ اس کی یہ سچ ان لوگوں کے لیے خطرناک ثابت ہوئی۔ فرار ہی بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور ان سے اعزازہ ہوا کہ وہ کم سے کم بھی

دو تھے۔
 "بھانگو... لگ رہا ہے۔" میر نے جگہ سے کہا اور خود بھی اپنی نیچے پڑی راہل اٹھا کر بگٹ بھاگا۔ بھاگتے ہوئے بھی اس نے دھیان رکھا تھا کہ وہ درست سمت میں سفر کر رہا ہے کہ وہاں کی کھنوں کے ساتھ کتے بھی لگے ان کا قہار کرنے والے ان سے بھی تیز دوڑ رہے تھے اور سال میں ہوا تھا کہ جلد وہ انہیں آگے لگا چکا تھا۔ ہی ان لوگوں نے قانڈنگ شروع کر دی۔ گلیاں ان کے آس پاس سے سنسنائی ہوئی گزرنے لگیں۔ میرا انہیں بھی رک کر جھالی کا ذکر کرنے پڑے۔ ان کا زون سے خاطر خواہ اٹھا گیا۔ پیچھے آنے والے قہار ہو گئے کہ اس طرح اندھا دھند قہار کرنا ان کے لیے بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ احتیاط نے ان کی رفتار سست کر دی جس نے میرا اور جگہ کو تیزی سے بھاگنے کا موقع فراہم کیا۔ سر پٹ بھاگتے ہوئے ایک وقت ایسا آیا کہ انہیں کان کے پیچھے کوئی نہیں ہے اور وہ پیچھے آنے والوں سے جان بچرانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

انہوں نے ڈاراک کر اپنا سانس بحال کیا۔ اب وہاں کا وہ خطرناک راستہ سامنے تھا جس پر سے کھن کر گزرا ضروری تھا۔ دونوں نے اپنے جگہ سے کب کی مدد سے لگائی تھی

”تم ٹھیک تو ہو تم میرا یہ بار دار تمہاری آواز ڈوب
کیوں رہی ہے؟“ اس نے پریشانی سے دریافت کیا۔

”جی ٹھیک ہوں۔ شادی منگوانے کے پرہیز کی وجہ سے
میری آواز بگ طرح نہیں نکلتی رہی ہے لیکن اب آپ وقت
خانے کے بغیر میری بات خود سے سکیں۔“ وہ رو پر کان پانے
کی کوشش کرتے ہوئے اس نے ایک بار مگر تھکاتے ٹوٹ
کردہ آواز شروع کر دی۔ اور اب تک سیٹ پر بیٹھے جانے
اسے حلیت سے دیکھا اور ایک لمحے سے خون فرما دینے
اور گردانے والے کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کے
دو قطرے لڑھک گئے۔ وہ غصے کی رنگت کا کہ وہ جذبہ جو
انسان کو اپنی جان کی فکر سے بھی آزاد کر دے سکتا تھا اور
تسرم ہوتا ہے۔ اس نے جیب کی رولر حریہ بڑھا دی۔
اپنے جھانکے بیٹھے ایک بڑا کارنامہ انجام دینے والے شخص
کے لیے اپنی دلالت دہا تھی کر سکتا تھا۔

عبدالمنان ابیر نہیں کے ساتھ جس وقت سڑک پر
سوار ہوا وہ وہی یاد تک آنے والے راستے کو نظر پانے کے
چکا تھا۔ ابیر نہیں کو روکا کہ اس نے ذوال حال سے میر کہ اس
میں غفلت کروا کر اب تو پریشان عبدالمنان نے اس سے کئی سوال
کر لائے۔

”ابھی سوال جواب کا وقت نہیں ہے صاحب۔۔۔
پہلے آپ اسے کسی صاحب کی جان بھاننے کی فکر کریں۔“ انتہ
نے اسے صرف اتنا جواب دیا جو عبدالمنان کے دل کو بھی

”ذمہ تو تم بھی ظاہر لگ رہے ہو؟“ ابیر نہیں میں
واپس پھینچے ہوئے اس نے جھوٹے زخموں کو کھولنے سے
دیکھا۔

”یہ زیادہ خطرناک رقم نہیں ہیں لیکن اسے سی
صاحب کا بہت خون بہ گیا ہے۔“ اس نے ایک بار مگر
مورسہ جالی کی نزاکت باور کردہ اپنی تو عبدالمنان بھی حریہ
بخت میں نہیں چڑا اور ڈراما راجہ کو گاڑی چلانے کا اشارہ کر
دیا۔ ہولر چھائی ابیر نہیں تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ جھونکی
وہ بارہوا راجہ تک سیٹ پر آ بیٹھا۔ جیپ اشارت کر کے آگے
بڑھانے کے ساتھ ہی اس نے اپنا سوساں نکال لیا۔ وہ بھی
ڈیٹان کا ہی نمبر آؤں کر ہاتھ لگا کر اسے اپنی باتوں سے آگاہ
کر سکے جو سمیر نے جان بوجھ کر چھپائی تھی۔ وہ کہتا تھا کہ
ڈیٹان کو سمیر کی حالت سے آگاہ ہونا چاہئے تاکہ وہ اس کے
لیے بہترین انتظام کر سکے۔ اس کی خواہش تھی کہ یہ شخص
شہزاد کے ہر عرصے تھی سے ملے والے اس دور سے اسے



”بھانچے بھانچے اب تو میں سمجھنے کی گئی ہوں۔۔۔
نے جیپ تکلیف دہا دل اختیار کر لی ہے کہ کہیں گھر کے
فصیح ہی نہیں ہوں۔“ اس بھانگہ روز میں، میں اسے گھر
پاروں کو کھولتی ہوں لیکن مشکلات کا سلسلہ ہے کہ
کئی ہوں۔“ چانے کے ساتھ تیار شدہ بیٹرو پڑ۔ مظاہر
کے سامنے رکھے ہوئے وہ بہت دل شدہ نظر آ رہی تھی۔

”اب اس صحت۔۔۔ ٹھیک ہے کہ کچھ لوگوں کے
میں آنا نہیں راز یاد ہی آ جاتی ہیں لیکن پٹے ہے کہ
جینیں تکلیف دہتا ہے، انہیں وصلہ کی دہتا ہے کہ کچھ
کا دہ ہے کہ وہ کئی ذمی قسم پر اس کی برداشت سے
بہر نہیں آتی۔۔۔ جو آنا نہیں کو سمجھے ہیں وہ تو اشد کے
تخیر کردہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں آنا نہیں کی بھی میں
بنانے کے لیے جوہلا جاتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری
ذمگی کا یہ دور چرانی بہت تکلیف دہ مگر ہی ہوتا ہے۔ تمہاری
خصیبت سامنی کر رہا ہے اور آگے جلی کر نہیں بہت کچھ
ہے۔“ بھانڈوں کا پورا خود زبانی سے بہت کچھ کہنے چکا
حب ہی تو ایسے الفاظ اسے سنی دینے کے لائق تھا۔

”چائیں میں کیا کر سکتی ہوں اور کیا کروں گی۔۔۔
تو میرے جیم کا وہاں مردوں شہزاد صاحب کے لیے
کر رہا ہے۔ ہمارے ملک کو بھی جیسے شخص لوگوں کی ضرورت
ہے اس لیے میں دعا کرتی ہوں کہ چاہے میں اور میرا
ہائی نہ رہی لیکن وہ ٹھیک ہو جائیں۔ وہ ایسے آدمی ہیں
سے بہت سے دوسروں کو زندہ رہنے کا آسرا ہوتا ہے۔
اس شخص کو کیسے فراموش کر سکتی تھی جو اس کا اولین صاحب
نہیں جس کی تھا۔

”ان کے لیے تو ان سے ذرا بہت ہر شخص دعا کرتا ہے۔
انہیں نے کتنوں کی زندگی بچا رہی صاحب پر دانے کا
کارنامہ انجام دیا ہے اور کتنے ہی لہا جب بھی ان کے
کچے اقدامات سے نہیں اٹھا رہے ہیں۔ ان کے پاس
لیاقت رہا اس عرصے میں ہی ان کی ضرورت کے گئے پڑ گئے
کی گرائی کر رہے ہیں اور خوش قسمتی سے ان کی تک جھیلانے
سی آ رہا ہے، وہ بھی اپنا جہاز ہے جہاں کے سی نہیں قدم پر
چل رہا ہے۔“ مظاہر خان نے ابھی تک بیٹرو پڑ کا ہاتھ
نہیں لگا تھا حالانکہ وہ دونوں ہی بہت ہلکے تھے۔ سچ کے
بکھے بکھے ہاتھ کے ہاتھ انہوں نے ہتھو کی کھانیا جینیں
اور کئی نکلے بھاگ روز میں گزر گئے تھے۔ اسپتال سے

”جہ انہوں نے گمراہی کی ضروریات کے مطابق
توزین کی شاپنگ کی تھی اور مگر اچھا سا مٹریں وصلہ
کر کے اس مگر تک پہنچے تھے۔ مگر یہ بہت زیادہ عرصے
سے پڑا ہوا تھا اس لیے اسے قابل استعمال بنانے کے
لیے بھی انہیں خاصی محنت کرنی پڑی تھی۔ ورمناں میں کئی بار
پاروں نے کئی دیکھا تھا اور اب انہیں ہا کر فری
ہونے کے بعد انہیں یہ سوچ ملا تھا کہ مٹریں سے پڑ کر کچھ کا
پائیں۔ باقاعدہ کھانا تیار کرنے میں وقت لگنا اس لیے وہ
مستحقا چھائی شہزاد صاحب کے گھر سے دوست

”لیکن انہوں نے کئی لمحے سے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ
شہزاد صاحب کو کئی حادثہ بھی آچکا ہے۔“ اس نے مظاہر
نے سے اپنی آنکھیں میاں کی۔

”انہوں نے جان بوجھ کر لیا کیا ہوگا کیونکہ گھر سے
حالت کی حیثیت سے وہ جانتے ہوں گے کہ صاحب نہیں
تکلیف دہ باتوں سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔“ مظاہر خان
نے جواب دیا ہوا تو کادل زور سے دھڑکا۔ شہزاد کے بہت
تعب رہنے والے ایک شخص کے منہ سے اس کیلے کو سنا
تے اپنی اہمیت و وقعت باور کروا گیا تھا۔ دکھوں اور
پریشانیوں سے انہیں حق تو چھپایا جاتا ہے جو بہت مزاح
لیکن جیپ ختم کرنے کی کئی ایک دوسرے کو بڑھ گئے والے
یہ لوگ ہمیشہ ایک دو سے دور ہی رہتے تھے۔ یہاں
تک کہ کئی آہیں میں حال دل بھی نہیں کر سکے تھے۔ دکھ
نے احساس سے اس کا دل بٹھکتا اور وہ آنکھوں میں اشکی
”توڑوں کی چٹک کو مظاہر خان سے چھپانے کے لیے اپنی
ہایت پر چٹک تھی۔ مظاہر خان نے کئی جان بوجھ کر اس
کا کواں چھپا گیا اور ایک سیدھے اظہار کا روتوں سے
ختم لگا۔

اسی لمبے اور تھلی کی آواز گونجی۔ وہ دونوں ہی چٹک
گئے۔ عرصے سے خالی چڑے اس مکان کی اور تھلی بھاننے
ن زمت آخر کس نے کئی مظاہر خان تجوی سے اپنی
تبد سے اظہار دینے قدموں چھٹا ہوا روز سے تک پہنچا۔
اور آئی سے آگے گھر اس نے باہر جھانکا۔ سادہ سے فرنیچ
ٹریٹ میں دو افراد سامنے کھڑے تھے جن میں سے ایک کا
-یاب ہاتھ پشت کی طرف تھا جبکہ دوسرے کی نہیں پر موجود
ہمارا کسی اسٹے کی موجودگی کا پتا نہ رہا تھا۔ اس نے ہات
کر اشارہ سے سے ہاتھ اٹھو خطر سے سے آگاہ کیا اور خود آنے
اولوں سے غائب ہوا۔

”کون ہے؟“

”میں ہم محل کھلی کے آفس سے آئے ہیں اور چاکا
چاہتے ہیں کہ عرصے سے خالی چڑے اس مکان میں کون
لوگ موجود ہیں۔“ وہ شخص جس نے اپنا ہاتھ پشت پر دکھا ہوا
تھا جواب میں بولا۔ ”مظاہر خان کا کوئی بیٹا تھا کہ اس کے اس
ہاتھ میں کوئی ہتھیار موجود ہوگا جبکہ خود اس کے پاس کوئی
ہتھیار موجود نہیں تھا۔

”اس مکان کا ناگ ہمارا دوست ہے اور اس نے
لوگ بگھر سے قیام کے لیے میں اپنے مکان کی چابوں دی
ہیں۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ ہم کتنا خود کردہ ہیں داخل نہیں ہوئے
ہیں اس لیے بلکہ ہمیں شک مت کرو۔“ مظاہر خان نے
قدر سے دو گئے لمحے میں اسے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے مگر کئی ہم ایک بار چٹک کرنا چاہتے
ہیں۔ یہ جاننے کے لیے دارکی ہے۔“ مظاہر خان کو کچھ ملتا تھا
کہ نرم لہجے کے باوجود اس شخص کے چہرے کے عضلات
میں سختی در آئی ہے۔

”بھلے ہے تم مانگ سے رابطہ کر کے ہمارے
بارے میں خود ہی کرلو۔ اس طرح ہم اور تم دونوں زحمت
سے بچا جائیں گے۔“ مظاہر خان نے اسے مشہور دیا جس
پر اس کا حراج حریہ ہو گیا۔

”میں حضور رہنے سے بھلے ہے تم سامنے آکر ہم
سے بات کرو۔ میں کیا کرنا ہے، ہم تم سے بھل جاتے
ہیں۔“ اس ہراس کے لمحے میں کئی تھی۔

”تم تو اس امر سے بیات کر رہے ہو جیسے ہم مجرم
اور تم پولیس والے ہو۔ یہ سب کھلی کے کی خازم کو پتی نہیں
پہنچا کہ وہ حوت دار شہزادوں سے اس طرح کا سلوک
کرے۔“ انہیں کھنگو میں ابھانے مظاہر خان نے دیکھا
تھا کہ وہ پانے سے بچے اور اس کی ضروری چیزوں کا ایک
سنبھال لیا ہے۔ اس نے ہاتھ کو مکان کے پھیلے حصے میں
موجود کھڑکی سے گل جانے کا اشارہ کیا۔ اور اسے تذبذب
کے ہاتھ حرکت میں آ گئی۔

”ہم ایلی بی آئی سے ہیں اور اگر اب تم روزانہ
کھول کر سامنے نہیں آئے تو ہم فائرنگ کر کے اس کا لاک
توڑ دیں گے اور تمہیں قانون سے تھانوی نہ کرنے کے
ابرام میں گرفتار کر لیا جائے گا۔“ ڈاکٹر ملی ٹھیلے سے باہر
آگئی۔ اس وقت تک ہاتھ کو کھڑکی پہنچا تک کہ کھلی طرف اتر
چکی تھی۔

”ٹھیک ہے، میں روزانہ کھول رہا ہوں لیکن اب میں

تھیں اس لیے اس سٹاک کی وضاحت کرنی ہوگی۔" مظاہریم خان نے اپنے لہجے میں بے نیازی سوتے ہوئے جواب دیا اور اچانک ہی دورانے کو آن ہاک کر دیا۔ وہ دونوں دھمکتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ ایک نے مظاہریم خان کو اپنی پہلی کی زبیں لیا جبکہ دوسرا مکان کی کاشی لینے لگا۔

"لو کی ٹکس کئی ہے۔" کاشی لینے والے نے ذرا سی دیر میں اعلان کر دیا کہ وہ لو کی کی طرف حوجہ رواں۔

"وہ کونسی ہے ٹکس کہ بھائی ہے۔" اس نے فوراً ہی صورت حال کو دیکھ لیا۔ باہر سے انہیں مکان کے کئی حصے میں کونکی کی موجودگی کا اس لیے علم نہیں ہوا تھا کہ پوری کاشی دیوار کونکی سمیت اس ٹکس سے لٹکی ہوئی تھی جو بے شک کالی تو کسی انسان نے ہی ہوگی لیکن اسے مرے دیکھ بھال نہ ہونے کے باوجود وہی قدرتی طور پر ہی کاشی بھرتی اور بڑھتی رہی تھی۔

"لو کی کہاں گئی ہے؟" مظاہریم خان پر ہتھیار تاننے کے لیے غصے نے اسے ایک زوردار چھوڑ دیا کرتے ہوئے پوچھا جبکہ دوسرا کونکی سے دوسری طرف لو کہ رہا ہونے کے لیے پیچھا چاٹتا تھا۔

بچے کو پتہ نہ تھا کہ بھائی کی ماہانہ نے اسے اپنے پیچھا چاٹ دیا کیا تھا۔ اس کی سمیت اس کی ٹکس گئی کی کہ وہ ایک جہان اور غصہ آوی ہو گا جسے میں کھلت دے سکتی چنانچہ بچہ نہ سوجھا تو ایک مکان کے نمبر واکیٹ سے اندر گھس کر اسے بند کر دیا۔ اس کے پیچھے آنے والا اسے مکان میں داخل ہونا دیکھ چکا تھا۔

وہ گھس لان سے گزر کر اندرونی عمارت کی طرف بھاگی۔ اندر سے موسیقی کا بے تھاٹ شور باہر آ رہا تھا اور آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت سارے لوگ اندر موجود ہیں۔ شاہرہاں کوئی پارتی ہو رہی تھی۔ مکان کے باہر اس نے کئی بائیس اور دو کاریں کھڑی دیکھی تھیں۔ وہ گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئی تو موسیقی کی لہے پر پانچ افراد کی نظر اس پر پڑی۔ موسیقی تو جاری رہی لیکن پانچ افراد ساکت ہو گئے۔ اس نے دیکھا ان افراد میں زیادہ تر تعداد سیاہ فام مردوں کی ہے لہذا وہ چار گوری ہلاکی والے بھی نظر آ رہے تھے۔

"ہے بھئی ان لوگ ہوتے؟" ان کا ہر جھٹ سے نکلے ہوئے قدم والے ایک مشہور نام کے سیاہ فام نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔ اپنی گوری سیاہ رنگت کے باوجود وہ پُرکشش بے شک تھا۔

"پتلا میرا دور کرد۔" بھوک بھگے اور میرے بچے کو

تھکان پہنچانا چاہتے تھا۔" ماہ بانو نے بے ساختہ اس سے اٹھا کیا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ درخواست کر کے اسے اس کی آنکھوں سے آنسو کی بہاؤ ہے لگا۔

"تم آن اور لگ ایساں آڈ اور ڈرا آرام سے کر تھارے ساتھ کیا پر اہم ہے۔" ایک بے حد ڈانگ اور دلکش طریقہ کا ہلاکی اس کے قریب آئی اور اس کا ہاتھ تھامے ہوئے نرمی سے بولی۔ اس دوران میں کسی نے میز پر کھڑک کر دیا تھا اور اب وہ سب کے سب اس کی طرف گھوم رہے تھے۔

"وہ میرے پیچھے ہے۔ وہ ہمیں مار دے گا۔" ماہ بانو رہائیس ہونے کے بجائے بذاتی انداز میں بھٹی اور کھسک کر ہی مرد کے مشہور نام کے پیچھے کھپ گئی۔ اصل میں اس نے اپنے پیچھے آنے والے شخص کی ٹھنک دورانے سے میں دیکھ لی تھی۔

"پلیس... پلیس کا معاملہ ہے اس لیے بھرتی کر تم میں سے کوئی دل دو۔" نائل سمیت دورانے میں کھڑے شخص نے اپنا بیٹا برتے ہوئے اعلان کیا۔

"اس لو کی اور اس کے مصمم بچے نے کیا جرم کیا ہے؟" سیاہ فام میں نے سب سے پہلے ماہ بانو کو مخاطب کیا۔

قادر میں نے پیچھے دیکھی ہوئی تھی، انیس سے پوچھنے لگا۔

"میں نے پتا نہیں ضروری نہیں ہے۔" تھار ان میں سے کہ قانون سے تقاضا کرو۔" مشہور نام انیس کو دیکھ کر بڑھاپا کالوں کی اس دہشت کے باعث جس کا مقابلہ وہ صرف ایک نائل سے نہیں کر سکتا تھا۔

"سوری آخیر اہم اس لو کی کو پتا دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔" سیاہ فام نے اعلان کیا جس پر پولیس آفیسر کے چہرے کے نقش بگڑ گئے اور وہ کھنگی دینے والے انداز میں بولا۔

"تھیں اس سادقت کے تکی بھٹتے پڑیں گے۔"

"ہمیں تم سے ملنا آتا ہے تم جو چاہو کر سکتے ہو۔"

سیاہ فام نے سخت لہجے میں جواب دیا۔ آخیر نے چند لمبے اسے کیڑے تو زخموں سے گھرا اور پھر پیچھے ہٹ گیا۔ شاہرہاں نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ تھا بچہ نہیں کر سکتا اس لیے اپنے دو گارڈوں کو پٹانے کا ارادہ رکھا تھا۔ پیچھے ہٹنے ہونے سے اندازہ ہو چکی نہیں اور وہ لو کہے کا ایک گولہ سا آکر اس کے سر سے گرایا۔ غریب اپنی شانہ بھگی کہ وہ پتلا کر کے بچے کر گیا۔

"تھنک یو کار لوں۔" پُرکشش سیاہ فام نے ایک شخص کی طرف رخ کر کے اس کا گھر پر ادا کیا اور پھر ماہ بانو

کی طرف حوجہ ہو گیا۔

"لو کے بی بی اب تم بتاؤ کہ تم کیا جرم کر کے بھائی ہو گئے۔"

"کوئی نہیں۔ اصل میں تو یہ لوگ اپنا جرم چھپانے کے لیے مجھے میرے بچے سمیت تھکان پہنچانا چاہتے ہیں۔" شاہرہاں نے جرات کھیلنے سے بتاؤں کی لیکن پہلے تم میرے پاس کی کی حد کر دو۔ وہ یہاں سے بگڑ دور اس کے سامنے کے ساتھ ایک مکان میں موجود ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ مشکل میں ہوگا۔" اس نے تیزی سے خود کو نشاں لیا۔ جان بچانے کا ایک موقع ملتا تھا جس سے فائدہ اٹھانا ضروری تھا۔

"لو کے تم مکان کا نمبر بتاؤ۔ ہم دیکھ لیتے ہیں۔"

اس شخص نے کہا۔ ٹھوڑی دیر بعد وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مستقلی خان کے اس مکان کی طرف جا رہے تھے جہاں شاہرہم خان موجود تھا۔ ان لوگوں نے تیزی سے صورتحال جان لیا کہ پتلیں اور جلد مظاہریم خان سمیت وہاں آ گئے۔ دونوں آخیر ذرا گہرے ہوئی کی حالت میں وہ اسی مکان کے اندر بند کر آئے تھے۔

"اٹھ کا گھر ہے کہ تم غمیت سے ہو۔ وہ آخیر ذرا زیادہ صحت جان تھا اس لیے میں اس سے جان بچا کر کوری خود پر قہاریہ رو کے لیے گھس گیا تھا۔" ماہ بانو کو غمیت سے دو بچ کر اس نے سکون کا سانس لیا۔

"بھرتی ہوگا دوست کہ پہلے تم میں حالات سے آگاہ کر دو کہ کچھ بے شک ہم کسی سے اڑتے نہیں ہیں لیکن یہ وہ قانون کھنی کر کے خود کو سمیت میں ڈالنے کو بھی اصل مندی نہیں بگھتے۔" سیاہ فام نے مظاہریم خان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے کہا۔

"جان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میرا نام جڑوی ہے اور یہ میرا مکان ہے۔ ہم یہاں جان کی برتو ڈے کا کٹکشن کر رہے تھے۔ آگے کھلی کر کھینچ ہوئی تو مجھے بھی پولیس کے بہت سے سوالوں کا جواب دینا پڑا ہے گا۔" ہڈک اندام طریقہ کا ہلاکی کے چہرے پر گھڑکتا۔

"ہمیں اس میں سے کچھ ہم آپ کے لیے پر چٹانی کا سبب ہے۔ آپ چاہیں تو ہمیں گرفتار کرنا سکتے ہیں لیکن یہ گرفتاری عیناً ہی اور چند ڈے دار افراد کے سامنے ہونی چاہیے تاکہ ہمارے ساتھ ماہ بانو کے قانون سٹوک نہ کیا جاسکے۔" ماہ بانو نے اب خود پر عمل قابو پایا تھا اور مشہور لہجے میں بول رہی تھی۔

"دو پچھ... ہم قہاریہ یہ خواہش پوری کر کے نا

کہیں آپ کو اعصابی کمزوری تو نہیں؟

آجکل تو ہر انسان ذہنی تھکرات، ناقص غذاؤں بے صبری، بے اہمیتیاں اور بد پر بیڑی کی وجہ سے اعصابی کمزوری کا شکار ہو چکا ہے۔ اعصابی طور پر کمزور لوگ تو بیش تر صحت کی زندگی گزارتے ہیں۔ آپ کی اعصابی کمزوری ختم کرنے، بے پناہ اعصابی توت دینے کیلئے ویسی طبی یونانی قدرتی جزی پتوں اور کستوری حیر زعفران سے ایک خاص قسم کا ہربلز اعصابی کورس مقوی اعصاب کورس کے نام سے تیار کیا ہے۔ اپنے ازدواجی تعلقات میں کامیابی حاصل کر کے لطف کو دو پالا کرنے کیلئے اور اپنے خاص لحاظ کو خوشگوار بنانے کے لئے آج ہی یونان پرانی تمام ملامت سے آگاہ کر کے گھر بیٹھے بذریعہ ڈاک وی پی پی مقوی اعصاب کورس منگوائیں۔

المسلم دار الحکمت (جشڑ)
 (ویسی طبی یونانی دواخانہ)
 ضلع و شہر حافظ آباد پاکستان
0300-6526061
0301-6690383

خبردارت کر سکتے ہیں لیکن پہلے تم میں اپنے حالات سے آگاہ کرو۔" سیاہ فام میں کامیاب رہا مہمان مہتمم تھا۔ ہر صبح آگے میں بیٹھا تو اس نے اسے حالات سے آگاہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اچھے الفاظ میں اسے سزا دینے کی کوشش اور ہر ضروری داستان سنا دی۔ اس کے علاوہ باقی ماضی بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

"پھر ۱۹۰۰ء۔ ان کی فطرت ہے انسانوں کو کوئی چک کی طرح استعمال کرنے کی کیونکہ یہ اپنے سماجی کو انسان سمجھتی ہی نہیں تھی۔" سارا قصہ سن کر جان نے فطرت زدہ لہجے میں تجرہ کیا۔ وہ فطرت کے اس اظہار میں قانع نہ تھا کیونکہ اس کی قوم نے ان طریقہ فاسوں کی صدیوں کی فکالی بھنگائی تھی اور اب بھی امتیازی سلوک کا نشانہ بننے لگے تھے۔ انسان دوست راجاؤں کی جہد جہد کے نتیجے میں اگرچہ معاشرے کی سوچ میں کافی تبدیلی آئی تھی لیکن اب بھی سولیلڈ لوگوں کی سوچ میں بدلتی تھی۔ مڑل میں سیاہ فام بھی انہیں حقیر ثابت کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی کارروائی کرتے رہتے تھے جس کے نتیجے میں انہیں اپنے جہاں، گھوڑ اور چھوٹا جیسے اقلیات سے تو ازاجا تھا تاہم انہیں یہ اہم نہیں تھی۔ صدیوں کی فکالی جھیلنے کے بعد وہ آزادی کا یہ لطف اٹھانا چاہتے تھے۔

"تم لوگ ہمارے ساتھ پارلیمنٹ چلو۔" راجا ملاقات ہے اور وہاں تمہارا کوئی بھگتوں کا دستا۔" راجا نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔ ادا ہے تو مجھے کا سہارا کے صدقہ ۱۹۰۰ء دونوں راضی ہو گئے۔ یکے اور دوسرے ایک گاڑی میں سوار وہاں سے روانہ ہو رہے تھے۔ دوسری گاڑی اور موٹر سائیکلوں پر پائی کے دوسرے شراکاء سوار تھے۔ سڑکوں پر بڑے بڑے گھوڑے اس چارے سے گاتے گاتے گزرتے دیکھ کر کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ سچے اپنے ساتھ ان افراد کو لے کر جا رہے ہیں جو امریکا کے چھپتے اسرائیل کو بڑی شدت سے مطلوب تھے۔ ماہانہ اور سترہ مہینے کو جس گاڑی میں بیٹھا گیا تھا۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ جڑی نے سنبھالی تھی جبکہ جان موٹر سائیکل پر سوار تھا۔ جڑی نے وہاں کی فیلڈ ہو جانے پر اپنے مکان کو لانا لگا کر ان کے ساتھ چل پھرتا تھا۔

"جان اور میں کس فیصلہ پر ہیں۔" ماضی مشکلات کی وجہ سے وہ اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکا تھا لیکن ہماری دوستی آج تک برقرار ہے۔ اصل میں ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں لیکن میرے والدین ایک کالے کو اپنا اولاد بنانے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے میں نے ان کا گھر چھوڑ دیا۔

دیا اور اب اس کے لئے مکان میں رہ رہا ہے۔" کوری ہوں۔" تعلیمی اظہار بہت برداشت کرنے کے لیے پابست نام چاہ کر پٹی ہے۔ اس کے بعد بھی ہماری مدد کرتا ہے۔ شادی ہم ہمیری تعلیم عمل کے بعد کر رہے۔"

دانتے میں جڑی نے نہیں بتا یا تو وہ لوگ نہیں گئے۔ تاہم کوری جڑی نے ہم کو ہم جان کا بظاہر آگے میں جڑی میں تھا لیکن ان دونوں نے انسانوں سے ہر طرح کی جان میں ایک دوسرے کو کھینچا تھا تو پتہ نہیں چلا کہ ہوئی۔ ویسے بھی وہ انسانوں کے آپس میں خطاب کے اہم وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کو کھینچتے ہیں۔ دل کی تولیت کے بعد باقی سامری باقی ہو جاتی تھی۔

"جان بہت اچھا انسان ہے۔ دوسرے انسانوں پر برا کرتا ہے۔ اس کی آواز بہت چارہ ہے۔" فریڈ نے کوئی آسٹراٹک کی طرح بتاتا ہے۔ مجھ سے بہت محبت ہے۔ پھر سے ہر قسم کی مسکراہٹ لے لے وہ انہیں جانتی تھیں۔ اسے آگاہ کر رہی تھی۔ محبوب کا ذکر کرتے ہوئے اس کے ہر فرد کے لیے شایہ اپنی زندگی کا سب سے خوشی کی رہا ہے اس لیے جڑی بھی بہت دیر تک انہیں جان کی طرف سے آگاہ کر رہی۔ ساتھ ہی وہ وہاں کے ساتھ چلی گئی۔ والے واقعات پر بھی افسوس کر رہی تھی۔ اس کی باتوں سے انہیں اندازہ ہو گیا کہ وہ ہمد فطرت رکھنے والی سادہ مزاج لڑکی ہے۔ اس کی باتوں کے دوران انہوں نے طویل فاصلے پر تیزی سے طے کر لیا۔ کم از کم کھسکی تھی جو اور جب وہ جڑی سے اس وقت کے اختتام پر شکم اٹھیں پوچھا اور یہ جڑی نے کھینچتی ہوئی آواز میں کہا۔

"دیکھو تو جی ہاں۔" اس کے اس بھلے کے بعد انہوں نے اظہار کا چارہ لیا تو وہ لگا کہ کچھ بارک سے نکل کر کسی دوسری دنیا میں داخل ہو گئے ہوں۔ وہ ملاقاتی شہر سے باہر تھقف اور مترو تھا۔ انہوں نے یہاں سے گھر جاہ کام مردوں کو کھنچا اقسام کے شوش رنگ لہاؤں میں گھومتے دیکھا۔ گورنمنٹ کلاب سے لے کر بازاروں، عمارتوں اور عریاں بر حالت میں تھیں۔ کچھ حال مردوں کا بھی تھا۔ کوئی اپنے بھلے سے باہر کی لنگھ تو کسی پر بڑے کامن ہوتا تھا۔ دکاتوں اور ڈنٹ پاتھوں پر ہر طرح کا مینگا ستارہ عموماً وہی عموماً سامان کئے عام تک تھا۔ مکانات زیادہ تر تخت حال اور پرانی طرز کے تھے لیکن کچھ جدید طرز کی

گورنمنٹ بھی نظر آ رہی تھی۔ اس گورنٹ کو کچھ ماہانہ گورنٹ ہاؤس۔ کیے تھے جس رو کی جس پر جڑی مسکراتے ہوئے ہوا۔"

"ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اصل میں اپنی برسوں کی بنیاد کے بعد انہوں نے آزادی کی آئی تقدیر ہے کہ ہر حد سے میں خود کو اور دوسروں کو باہر آڈر تصور کرتے ہیں۔" جڑی نے ایک اور مرض سے بچنے کا حق دیتے ہیں۔" جڑی نے ان کی آئی صبح طرز جنات کی توجیہ نہیں کی تھی۔ اس کا فیصلہ دوست ہوا ضروری نہیں تھا۔ یہ اس کے نہیں کی گیاں جس میں اسے مزاج ہونا لازمی تھا۔ خود وہ بھی ان سیاہ فاموں سے ایک خاص قسم کی اہمیت محسوس کرتے تھے کہ گھوڑوں کے دہن میں انہیں ان کانوں کے اور جان ہی پتا ہی تھی۔



"آخر کون ہے وہ لوگ جو جنگ میں ایک ایسے بھلے سے داخل ہوئے جس پر گرائی کی ضرورت ہی نہیں تھی کی کسی کی؟ ان کے اس طرح چرہ کی بچے جنگ میں داخل ہونے کا آخر کیا مقصد تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ تہذیب سے آدمیوں کی فطرتوں میں آنے کے باوجود کھینچتے ہیں کامیاب کیے ہوئے۔" جنگ کے سنجیدگی انہیں کھینچنے کے سامنے محاب دہی کا سر طرز نہیں تھا۔ وہ اس بات پر پختہ تھا کہ ہر غیر معمولی واقعے کی رپورٹ ایڈ کو ضرور کرے۔ ان کے پاس رابطے کا ایسا محظوظ ذریعہ موجود تھا کہ رپورٹ صحیح پام پر آئے پھر دنیا کے کسی بھی بھلے میں جڑی تک پہنچ جاتی تھی جبکہ سنجیدگی انہیں جاننا تھا کہ ایڈ کہاں موجود ہے۔

"وہ لوگ جس راستے سے داخل ہوئے، اس کے سامنے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی وہاں سے بھی نکل سکتا۔ رہائی حاصل کرنے کی کوشش کر سکا۔ کچھ یہ ہے کہ مجھے جنگ کے بارے میں معلومات فراہم کرنے والے فراہم نے اس راستے کا سر سے سے ذکر ہی نہیں کیا تھا۔ ان دنوں کے اس طرح چرہ کی بچے یہاں آنے کا کیا مقصد تھا۔ یہ بھی مجھے معلوم نہیں ہے لیکن ایمپان کی بات یہ ہے کہ وہ زیادہ زون میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اگر ہوتے تو ہمارے جاتے اس لیے آپ بھی ایمپان رکھے کہ کوئی آکر وہاں جاتے میں کامیاب بھی ہو گیا ہے تو ہمارا سیٹ اب بالکل محفوظ ہے۔" وہ بڑی کوشش دیتے تھے۔

"تم نے بتایا کہ آنے والے دونوں افراد کو کون

کے ذریعے بھی قابو کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مجھے انہیں ڈنگی کرنے کے باوجود ہانک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"میں سر اس واقعے میں نہیں اپنے تئیں جتنی کوشش سے باہر ہونا چاہا ہے۔" انہیں نے اعتراف کیا۔

"توں کے بھلے سے ڈنگی ہونے والوں کو لازمی طور پر کسی اسپتال کا رخ کرنا پڑے گا۔ اس خطے میں ایک ہی بڑا اسپتال ہے، تم اسپتال میں ایسے ریٹھوں کے بارے میں معلوم کرو جو کسے کے کانے کا علاج کرانے آتے ہیں۔ اس طرح ہمیں ان افراد کے بارے میں معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔" توں نے سر نے کی اطلاع پر کوئی ڈب بھل ظاہر کیے بغیر بڑھانے سے منظور ہوا۔

"اگر سر اس میں کام کرنا چاہیں۔" انہیں نے مستعدی سے جواب دیا۔

"یہ کام فوراً اور بہت ہوشیاری سے ہونا چاہیے۔" انہوں نے اسے سمجھایا۔

اسے کوئی بھی بات کہیں نہ اختیار کرنا پڑے۔
 "گلو! گلو! نے اسے سراہا اور مہلک مہلک کر دیا۔
 ابھی اسے دوسرے ام کام بھی انجام دیتے تھے۔ جہ طرف
 سے پریشان کن خبریں اس تک پہنچ رہی تھیں۔ وہ مسلسل
 تصانیف افکار سے تھے۔ انہیں تیار ہونے کے لیے جسے جس بھی
 جبری نوآوری حاصل ہونے تھی اور کوئی بھی کٹاؤ نہ کی
 جانوں کے نقصان کے علاوہ ایک کٹاؤ کی ذمہ داری کا
 بھی بھین تھا۔ اس گرفتاری کی وجہ سے انہیں اپنے نقصانے
 گناہوں سے بڑے بڑے تھے اور اس کا وہ جان کبہ ہا تھا کہ ان
 ساری ناکامیوں اور پریشانیوں کے پیچھے وہی گروپ کا فرما
 ہے جس کے ادارے کی ذمہ داری گروپ کو سنبھالنے کی رہی
 تھی۔ اس لیے فیصلہ کر لیا گیا کہ اس خطے کی سبھی یا گروپ جو
 بھی تھا، اس تک رسائی کے لیے کرنل پر ہاتھ ڈالنا ضروری
 ہے۔ اس کے آجوں نے کرنل کی طبیعت کو کڑی کرنی شروع کر
 دی تھی۔ وہ اس کی عمل کو حرکت سے تو روکتا نہیں ہوسکتے
 تھے لیکن اس کا مشورہ ہو گیا تھا کہ کرنل اسے کسی حالت میں
 حرکت کے لیے کوئی بھی کھینچ رہا ہے۔ ان کے لیے کرنل کو
 ٹھہرنے کا یہ بہترین موقع تھا اور وہ اس حوالے سے مشورہ
 بدلی میں مصروف تھا۔

☆☆☆
 "کیا بات ہے تم کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"
 شہزاد اپنے ماموں یا وقت رات کی کھلی سے طاقت کے لیے
 گیا تھا تھا۔ وہ ماہ بانو کی مدد کے لیے نیو یارک روانگی کا
 ارادہ رکھتا تھا اس لیے کچھ وقت قاتلانہ دلوں کے ساتھ
 گزارنا ضروری تھا۔ وہ لوگ اس کی طرفیں چھلنی بیٹے کے
 بعد خدمت سے اس کے منتظر تھے۔ خصوصاً اس کی عملی
 آفرین کا تو اس میں ہی امید ہی افکار جتا تھا۔ انہوں نے گناہ اور
 کی طرح اس کی بددوش کی گئی اور اپنے نئے جے سپورڈان اور
 پائی جی کی موت کے بعد شہزاد ہی ان کی بیٹوں کا واحد گور
 و مرکز رہ گیا تھا۔ احتیاط کے تمام تر تحفظوں کے باوجود
 شہزاد کو ان بیٹوں کا حق ادا کرنے کے لیے جانا پڑا تھا لیکن
 دل کو بھی تو قرار نہیں تھا چنانچہ موقع ملنے ہی اسے اپنے بی کے
 دفتر پہنچ گیا تھا جہاں وہ بیٹان کے پیڑے پر نظر پڑے ہی
 اسے غیر معمولی صور حال کا ادراک ہوا۔
 "میرے کانون آیا تھا۔۔۔ اس نے پیام کا دست اسے
 سارا تھ کہہ سٹایا۔
 "مگر کیا ممکن ہے کہ وہ ہے؟" ساری بات خود سے
 سننے کے بعد اس نے ٹھیکر کی سے بیٹان سے سوال کیا۔

میری کرل صاحب سے بات ہوئی ہے۔
 آپ پریشان کرنا ہے اس سے تو وہ بھی متعلق تھا۔ گوری
 کارروائی شروع کرنے کی گئی تھیں وہاں کرل صاحب نے
 ہے سب کچھ کرے کرے نہیں ہو جائے گا۔ جہ سے چلے
 آپ پریشان کرنا پڑے گا جس میں اس بات کا بھی وہ جان رکھتا
 کہ ہمیں انسانی طاقت کے ساتھ ساتھ جو یہ لیٹا ہو گیا
 متاثر کرنا ہے۔ کرل صاحب اسے کسی کوشش میں حرکت
 لیے کر لیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد وہ ہمیں کوئی بھی
 دیا ہے۔" بیٹان نے اسے نیلے سے آگاہ کیا۔
 وہ چہ بانی قابلین خود بھی یہ بات سمجھتا تھا کہ اس
 کے آپریشن کے لیے وہ فوری طور پر ہاتھ کر لیں چاہتے تھے
 اجازت اور انکشافات میں تھوڑا وقت ضرور لگنا تھا۔
 "ایک کام کرو بیٹان۔۔۔ میرے کو فوری طور پر
 سے نکالو۔ وہاں اسے زیادہ بھی نہیں ادا ہو سکتی تھی
 اور ہر وقت سر پر یہ کھو رہی تھی رہے کی کہ دشمن اس کی
 سوجھتے ہوئے اسپتال تک پہنچ جائیں گے۔ وہ بہت دور
 دار اور پُریشانیوں کا ہے۔ اس جیسے جتنی لوگوں کا علاج
 بہت ضروری ہے۔" شہزاد اس سوجھتے کے بعد اس نے
 بیٹان کو مشورہ دیا۔

"فیک ہے، میں یہ افکار کر رہا ہوں۔" بیٹان
 فوراً حرکت میں آ گیا۔ میرے کو نوکرت سے لا اور کھلی کے
 فوری انکشافات کرنے کے بعد اس نے جگہ سے اہلکار کیا۔
 "کہاں ہے اور تمہارا کیا حال ہے؟" اس نے جگہ سے
 سوال کیا۔
 "اپنے گھر پر ہوں اور بالکل فیک ہوں۔" بیٹان
 لہجوں سے اچھا طبع ہو رہا ہے۔" شہزاد نے جواب دیا
 اس کے لیے سے کڑوری کا اظہار ہو رہا تھا۔
 "مفتوں تجربات میں وقت ضائع مت کرو اور نوکرت
 طور پر نوکرت کے اسپتال پہنچو۔ وہاں سے میرے کو لا
 منت کیا جا رہا ہے۔ تم بھی اس کے ساتھ ہی جانا آ
 گے۔" بیٹان نے ٹھکانے لیے جس کبہ کر لیں ہوئی کی بات سے
 رابطہ مہلک کر دیا۔ جگہ کا وہ ہی نتیجہ بی کا حصہ تھا
 لیکن اس کی خدمات ایسا نہیں کہ وہ اسے کسی صورت
 نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔
 "یہ کام تمہا ہو گیا ہے۔ یہ لوگ اور پہنچ جائیں تو
 ان کی طرف سے اطمینان ہو جائے گا۔ تم بتاؤ کہ منتقلی کا
 مظاہرہ خان کی طرف سے کوئی رابطہ ہوا ہے؟" اس نے وہ
 سوال کیا جو دل میں لیے جہاں تک آیا تھا۔

مستحق سے بات ہوئی تھی۔ وہ کسی نہ کسی طرح
 کے ساتھ ملے ہوئے ہونے سے اس کی طرف سے
 جہاں حالات ملتی تھیں، وہ بھی پریشان کن تھا۔ ماہ بانو اور
 بیٹان کو اب تک وہ ماہ بانو کا گھر نہیں کر لیا تھی
 جہاں تک یہ نہیں ان کے مسئلہ کو بھی ہوئی ہے۔ اس میں
 "مستحق اور مرہوشا کی بھی مسئلہ گھرائی کر رہے تھے
 بیٹان نے ان کے لیے مطمئن کر مشکل میں ہونا کہا بانو اور
 بیٹان یہاں موجود ہیں۔ مستحق کے ایک مکان پر تو انہوں
 نے ایک بی آئی کے ایجنٹ کی حیثیت سے باقاعدہ ان
 رہائش کو مہر نے کی کوشش کی تھی لیکن مستحق سے وہ
 رہا نہ پاس سے گئے جس کا صاحب ہو گئے اور اب پارل میں
 ہیں۔ وہاں ایک نو جوان جہاں تک نے انہیں ہاتھ سے رکھی
 ہے۔ وہ ایک شریف نو جوان ہے لیکن اس کے بچپن کا ایک
 بہت اچھا خاصا ادا ہے اور وہ ضرور ہونے پر اس
 کو ہاتھ دے رہا تھا۔ یہ نیو یارک کی پولیس کا اعزاز ہے
 اس نے پارل کے علاقے میں جا کر کارروائی کرنے
 کی کوشش کی تو حالات خاصے بگڑ جائیں گے۔ اس لیے وہ
 نہ سیر کا مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن ظاہر ہے، باہل ہاتھ پر
 ہاتھ دے کر تو کھلی بیٹھے ہیں گے۔ ان کی کوئی ٹول پروف
 تک چل رہی ہوگی اور میں اس سے پہلے ہی بگڑ کر ہوا
 بیٹان نے حالات اس کے سامنے رکھے تھے جتنی طور
 سے خود تھے۔

"کیا ہمارے پاس کوئی بیان موجود ہے؟" شہزاد
 نے پوچھا۔
 "مستحق نے ایک تجویز پیش کی ہے۔" بیٹان اسے
 تجویز کے بارے میں بتانے لگا۔
 "آئی ایس آئی کے تعاون کے بغیر اس تجویز پر عمل
 نہیں ہوگا۔" پوری بات سن کر اس نے کوشش سے تمہرہ
 "اس خطے میں میری کرل صاحب سے بات ہوئی
 ہے۔ انہوں نے تعاون کی بھین دہانی کر دئی ہے۔ یہ تو تم
 نہیں سمجھتے ہو کسی ایجنٹ کی نوع کا ہی ایک ذمہ ادا ہے
 جس میں سبھی گھرانوں کی فکر سے پوشیدہ رکھ کر پوری طرف
 خیر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور کا کثافات میں کئی اس کا
 ذرا بھ نہیں ہے لیکن نوع کے سرکردہ افسران اس کی پشت
 پائی کرتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم نہیں بھی کچھ بھی
 کرنے کا اختیار نہیں رکھتے تھے۔ اس میں بھی لاوارز آئی
 کی آئی ہمارے ساتھ تعاون کرنا پڑے گا۔" بیٹان نے

اسے چھین رہا تھا۔
 "اس کا ہوا جو میں مطمئن نہیں ہوں کہ ہم کامیابی
 سے یہ ایمل کر سکیں گے۔ ہمارا دشمن چار کھی ہے اور طاقت
 کے ذمہ میں ہمیں کماں ڈالنے کو تیار نہیں ہوا۔" اس نے
 اپنے تصانیف کا اظہار کیا۔
 "رہے تو وہاں ہے لیکن میں کوئی نہ کوئی اشیاء تو
 لیا ہی ہوگا۔"
 "فیک ہے لیکن اس سارے معاملے کو بائزر کرنے
 میں خود تجویز پارک جانوں گا۔ میرے وہاں کھینچے کا افکار
 ہونے سے پہلے ہم شروع مت کرنا۔ میں ماہ بانو کو اپنی
 گھرائی میں رکھوں گا۔" اس نے فیصلہ سٹایا۔
 "فیک ہے یہ سب عام جاہ۔" بیٹان اس کی کیفیت کو
 سمجھتا تھا اس لیے اختلاف نہیں کیا۔
 "مستحق کو تو وہاں کوئی پریشانی نہیں ہے؟ اس
 معاملے کی وجہ سے گھر اس کا برسوں کا بائیسٹ اپ فٹ
 ہوا ہے۔" مستحق خان کی زبان سے اس کا اس نکل
 ضرور رہا تھا لیکن اس سے وہ بارہ رابطہ کی ایجنٹ کے توسط
 سے ہی ہوا تھا۔ وہ بیٹان کے لیے یہ کہتا تھا کہ کسی زمانے
 میں اپنی کلاس کے دیگر جہانوں کی طرح ہے۔ وہ لاہوری تفر
 آنے والا مستحق ایک مہر سے امریکا میں رہ کر آئی اس
 آئی کے لیے کام کر رہا ہے اور اس نے وہاں بہت زیادہ
 تعلقات بنا رکھے ہیں۔ وہ بہت خوشامیاری سے ہاتھ دے جا کر
 کام کرتا تھا اس لیے اب تک کسی کی نظروں میں نہیں آیا تھا۔
 اس کے ساتھ کچھ دوست ہماگ کے لوگ بھی شامل تھے اور
 یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے
 رہتے تھے۔
 "تھوڑی بہت پریشانی کا اسے سامنا تو ہے۔ ماہ بانو
 اور مظاہرہ خان سیاہ کام کر سکیں گی مدد سے نہیں کے وہ
 افسران کو اس کے مکان میں ہی بند چھوڑ کر بھاگے تھے اس
 لیے اسے پولیس کی تحقیق کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس نے یہ
 موافقہ اختیار کیا کہ اس کا مکان ایک مہر سے بند پڑا ہے
 اور وہ نہیں جانتا کہ کن لوگوں نے اس کی لاکھ میں مکان
 استعمال کیا۔ پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اس
 مکان میں ماہ بانو اور مظاہرہ خان ٹھہرے ہوئے تھے اس
 لیے وہ مکان استعمال کرنے والوں کا مستحق سے متعلق نہیں
 جڑ سکتے تھے۔ اگر متعلق حوالہ بھی کر سکیں تو ان کے پاس اس
 سوال کا جواب نہیں ہے کہ وہ کب کب آئی شروع سے ماہ بانو
 کے حوالہ ہیں کیونکہ اس پر کوئی فریڈ جیم تو عام ہی

تھیں ہوتی۔

”میرا شاہ کو بھی نہیں نے تمہارا پریشان کر لے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے جس حدی کا فوج دیا اور پہلے ہی اسے لیے ایک دیکھ کر انکام کر لیا۔ اب امرنگی نہیں اپنے امرنگی دیکھ کو ہی یہ جناب دینے سے قاصر ہے کہ انہیں کس جرم میں ماہ بانو روک رہا ہے اور کس شخص سے اگر۔۔۔ لہذا تو نے طاقت کی ہے یا اس کے توسط سے کہیں رہا ہے اختیار کی ہے تو وہ شخص کس طرح قصور وار ثابت ہوتا ہے۔“

ذیشان اسے نصیحت سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

”بالکل ٹھیک، ہمارے لیے یہ لوگ لیکن مجھے معلوم ہے کہ ماہ رو سے ان کی لٹی نہیں چلے گی۔ امرنگی اپنے کبر اور قانون پر ہونے کا جتنا بھی اوجھک کر رہی لیکن ساری دیکھا جاتی ہے کہ ان سے بڑھ کر کوئی پر حاش اور قانون شکن نہیں ہے۔ یہ انہوں نے دنیا کے نقشہ کھوں میں جنگ کی آگ ہلانے کا سلسلہ شروع کیا تھا ہے، یہ کس قانون کے تحت ہے؟ قانون تو کمزوروں کے لیے ہوتا ہے، ہارم نہ جانتے ہو کہ سر پکا کڑوا نہیں ہے۔“

”اگلی فٹنس مست لو پارا کوئی کٹاویں طاقتور کیوں نہ ہو، ان کی طاقت کے سامنے تو بے حیثیت ہی ہے اور ہم اپنی بھر پور کوشش کر کے تیرا شاہ پر چھوڑ دینے والے لوگ ہیں۔ کیا کہیں ہاتھ پر چین نہیں ہے؟“

”اس کی ذات سے بڑھ کر کس پر چین ہو سکتا ہے۔ وہی تو ہے جو ہر طرح کے حالات میں ہمیشہ ہمارا دیا رہا ہے۔“ ذیشان نے اس سے لٹکا بات کہہ دی تھی جس کے سامنے ماہ سے خدشات و ڈانک اور حقائق بیکار تھے، سو اس نے بھی اسے تسلیم کیا اور چہہ ہلکا ہوا گیا۔ کیا ماہ راہ میں بہت ہی مشکلات تھیں۔ مشکلات سے لگائے والی ہستی کا ساتھ بھی تو ہیر تھا۔

☆☆☆

”آج اسپتال میں کتے کے کانے کے کتے کیوں آئے ہیں؟“ سرگوشی میں کیا گیا یہ سوال بالکل اتفاقی طور پر ذیشان کے کانوں میں پڑا تھا۔ وہ وہ نہیں میں میر کے ساتھ ہی اسپتال پہنچا تھا اور مشکل نہیں موجود تھا۔ اس کی اتفاقی حیثیت کی وجہ سے اسے ہر جگہ بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ یہاں بھی اسے اہم آدمی کے کمرے میں بٹھایا گیا تھا اور چاہتے ہی سے قافلہ مدارات کے ساتھ ساتھ میر کی حالت سے مشکل باخبر رکھا جا رہا تھا۔ میر کو کتے وکیل کوئی لگائی جا چکی تھی۔ دیگر ڈسٹوں کی مرہم پٹی بھی ہو گئی تھی لیکن

مخون کے بہت زیادہ اخراج کی وجہ سے اس کی حالت زیادہ تر کئی گھنٹوں میں گئی۔ اسے ذیشان کی کال پر موصول ہوئی جس نے اسے میر اور ماہ کو لگا ہوا پر عمل کرنے کے سے آگاہ کر دیا تھا۔

عبدالمنان نے اسپتال انکامیہ کو اس فیصلے سے گروا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ جیسے اب تک میر کی موجودگی کو کھینچنا نہیں رکھا گیا ہے، وہی طرح اس کی سے کئی کا عمل بھی عمل رہا رہا رہی کے ساتھ ساتھ چاہے۔ وہ وہ جگر ہر دے کے انکس تھا جس نے شہر میں غیر معمولی اقدامات کا بھی پوری طرح ساتھ دیا تھا۔ تھا کہ میر بھی شہر پارسی کے قتل قدم پر تیار ہے اس لیے اپنے طور پر ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی غیر حقد شخص کو بڑے بارے میں خبر نہ ہو۔ اس کی یہ احتیاط بندی اس وقت آگئی تھی۔ بہت دیر سے ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اس کے اس نے ذرا ہاتھ پاؤں کو تھکے کے خیال سے اسپتال پہنچ کر کچھ لگانے کا فیصلہ کیا تھا اور احتیاطی کے سے گزرتے ہوئے یہ سرگوشی سن لی تھی۔ سرگوشی سن کر نے کن انہوں سے اس طرف دیکھا۔ کا ذکر یہ جگہ بات کرتے ہوئے اس شخص نے بے شک وہی حالت میں کہاں دیکھ کر دیکھا لیکن جسے میرے اور کمرے کے انداز سے وہ دیکھائی نہیں لگتا تھا۔ عبدالمنان نے کے ہاتھ میں وہ وہ ٹوٹ بھی دیکھ لیے تھے جو اس نے احتیاطی کرکے اسطرح انکمانے کے لیے بلور حوض کے لیے تھے۔ تاہم وہ صحت حال کو بڑھ جانے کے لیے کے میر آگے بڑھ گیا۔ اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ اس آڈی کو کیا جناب دیتا ہے کیونکہ اول تو یہاں موجودگی کو کھینچنا نہیں رکھا گیا تھا، تاہم وہ کتے کانے کے کھانے کوئی کتے کے کس میں اسپتال آیا تھا کہ بھی اسپتال کا رخ نہ کرے اس وقت کام آگیا تھا جگہ کھوک آدی جس حوالے سے تحقیق کر رہا تھا، اس سے لیکر حاصل نہیں ہونے والا تھا۔

باہر آکر اس نے اپنے دفتر کی گاڑی کی طرف رخ کر کے گاڑی اس نے اسپتال کیلئے کے باہر کی فوری ضرورت کے نظر نظر سگائی تھی اس میں بیٹا ذرا تاخیر جان اور کاپی تھا۔ اسے سامنے دیکھ کر ذرا تاخیر مرث ہو گیا۔

”کہاں چلنا ہے؟“

”کہیں نہیں جانا۔ ابھی ایک آڈی پھر لگے گا۔ وہاں ہر جگہ کے درخت کے پاس کھڑا ہو کر ہمیں اشارہ

کے بارے میں بتاؤں گا تم کو ہوشیاری سے اس کی قربانی کرنا اور اس کے بارے میں جو کچھ معلوم کر سکو معلوم کرنے کے لیے بتانا۔“ عبدالمنان اسے چاہتا دے کر وہ رہ گیا۔ فوری ہی وہ میر میں احتیاطی پر دعوت کی مدد سے میر سے حاصل کرنے کے لیے فحش باہر آتا نظر آیا۔ اس نے میر کو اشارے سے اس آڈی کے بارے میں آگاہ کیا اور کھینچنے سے ہٹ گیا۔ وہ آڈی ایک عیب میں سوار ہو کر

وہ آڈی تو ذرا تاخیر تھی اس کے پیچھے گاڑی کے رکھائی پڑا۔ ذیشان واپس اندر چلا گیا۔ اس نے احتیاطی کرکے کو میر کی ضرورت نہیں تھی۔ کچھ دیر سے جو بھی وہاں آگئی کیا اور اس کے پیچھے وہ لوگ بھی چلے آئے جنہوں نے میر اور ماہ کو لگا ہوا پر عمل کرنا تھا۔ میر کی حالت کے کئی کئی گھنٹوں کے ساتھ ساتھ میر اور انکمان کے لیے گئے تھے اور ایک قابل ڈاکٹر بھی ساتھ جا رہا تھا۔ وہ لوگ روانہ ہوئے تو عبدالمنان نے بھی اپنے دفتر کا رخ کیا۔ دفتر کے کتے کو اس حالت کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا اور عبدالمنان نے انہیں مطلع کر دیا تھا کہ اسے کسی صاحب اپنی فنی ضروریات کی وجہ سے آج بھی پر لگا۔ یہ پڑھائی کے بارے میں اس نے دفتر بھی کر اپنے معمول کے کام انجام دینا شروع کر دیے۔ کام میں مصروف ہونے سے زیادہ وہ نہیں فوری تھی کسی ایک سرور کی آڈی فوری تھی جس کی اہم کام کے بیٹے میں صرف اور صرف اسے ہی صاحب سے ملنے کا تھا اور اس اطلاع پر کہ آج اسے ہی صاحب چینی پر تھا بہت پریشان ہو کر بھی کھتا رہا تھا کہ اس کا فوری طور پر کسی صاحب سے شکایت ضروری ہے۔ چنانچہ اب ذیشان سے پوچھا جا رہا تھا کہ کیا وہ اس شخص سے ملاقات کرے گا؟ عبدالمنان نے کچھ سوچے ہوئے اس آڈی سے ملنے کا فیصلہ کر لیا اور جب وہ اندر آیا تو اسے اپنے فیصلے سے خبر تھی پر غصی ہوئی۔ یہ اس صورت کا شور تھا جو بھی کسی فوری کی حوصلے کی اہم معاملے میں ان کے لیے فوری اور پڑا اہم ہے۔

”آؤ ٹھہراؤ، کس کچھ کیسے آتا ہے؟“ اس نے آنے کے بعد سے پوچھا۔

”اسے کسی صاحب سے ملنا تھا جناب۔“ انڈیشن نے کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے درخواست کی۔

”کوئی خاص اطلاع لائے ہو؟“ عبدالمنان نے کے ساتھ اس کا جائزہ لیا، جناب میں وہ خاصوں میں۔“ تم مجھ پر ہر دوسرا کتے ہو، انکس کیسے اسے ہی

صاحب بھی مجھ پر ہر دوسرا کتے ہی اور تمہاری بولی کے اور بے حوصلے سے ملنے والی ہر خبر میرے ساتھ شیئر کرتے ہیں۔“ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ کوئی خاص خبر سے کر آیا ہے، اس لیے اسرار کرنے لگا۔

”وہ تو ٹھیک ہے جناب لیکن اگر اسے ہی صاحب سے ملاقات ہو جائی تو کہا تھا۔ مجھے ان سے ملنے کا حکم ملا تھا۔“ وہ اب بھی تذبذب کا شکار تھا۔

”بھوری ہے دوست۔ آج تو کیا آئندہ کی روز تک تمہاری ان سے ملاقات کا امکان نہیں ہے۔ وہ شیخ سے باہر ہیں اور میں لیکن سے نہیں کہہ سکا کہ کب واپس آئیں گے۔“ عبدالمنان نے اسے آگاہ کیا۔

”تو بھر ٹھیک ہے، آپ یہ ان تک پہنچا دیجیے گا۔“ انڈیشن نے بہت گھپٹاتے ہوئے ایک لٹا کر اس کی طرف بڑھایا۔ ”یہ اپنی کا حکم تھا کہ ہر جگہ سے جلد ہی صاحب تک پہنچانا ہے۔ اب آپ کو کچھ نہیں کرنا پڑتا ہے۔“ اس نے گویا لٹا کر جلد از جلد میر تک پہنچانے کی تاکید کی اور ہر اجازت کے ساتھ کمرے سے باہر اس سے رخصت ہو گیا۔

عام حالات میں عبدالمنان یہ لٹا کر اس کا توں میر تک پہنچا دیتا لیکن اس وقت بھوری تھی اس لیے اس نے بہت احتیاط سے ہٹ کے لیے لگائے کو کچھ تاخیر کی مدد سے چاک کر کے اس میں موجود دودھ کا قطرہ باہر نکالا۔ حسب توقع یہ چوہری کے اہل نامی بیٹے بلواڑ شاہ کی بیٹی فریڈ کی طرف سے سمجھا گیا تھا۔ اس نے کا قطرہ موجود طور پر پڑھی اور مشغوب ہو گیا۔ فوری طور پر اس کا ہاتھ فون کی طرف بڑھا اور اس کے ہی سے وہ ذیشان کا نمبر مارا تھا۔

☆☆☆

کرتی تو چند ایجنٹوں میں ہاں سے باہر لگے تو ان کے ساتھ کچھ فیری کئی مہمان بھی موجود تھے۔ اسٹری کی پہلا مش عام لوگوں کے لیے نہیں تھی بلکہ صرف فوری المہران حکومت کے اپنی عہد سے اور فیری کئی عہدہ ہیں اسطرح کے علاوہ کچھ خاص لوگ ہی اس میں شرکت کر سکتے تھے۔ فرائض کی اہمیت کے پیش نظر اس میں شرکت کے لیے انہیں یہاں آنا پڑا تھا۔ وہ ان کا ذہن ان بہت سے اہم کاموں اور معاملات میں الجھا ہوا تھا جن پر وہ خود نظر رکھنا چاہتے تھے۔

فرائض کی پارکنگ میں کئی کئی لوگوں نے حرکت کے ساتھ مہمانوں سے انور کی مصافحہ کیا اور ان کے لیے خصوص پر دو کول ایجنٹس کی گھرائی میں انہیں رخصت کرنے کے بعد اپنی گاڑی کی طرف بڑھے۔ یہ بہت حساس قسم کی لٹا کر تھی

اس لیے حضرت کے خصوصی افکانات کیے گئے تھے۔ ان کے ساتھ ان کا ذاتی گارڈ اور ذرائع موجود تھا۔ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھے تو گاڑی حرکت میں آگئی۔ انہیں دائیں ہاتھ پر نیچا چروٹی کی طرف جانے والے راستے پر سڑک ٹکا۔ یو یو ٹی روڈ پر آئے بڑے بڑے ایک شارت کٹ سے کینٹ کے علاقے میں جانا تھا جہاں ان کی رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔ ٹرانس ٹین دن چادری رہتی تھی لیکن یہاں کی حالات کی وجہ سے انہوں نے اپنی شرکت کو صرف ایک دن تک محدود کر دیا تھا۔ یہاں سے وہ کینٹ جاتے اور پھر وہ کینٹ کے آرام کے بعد انہیں ان پورٹ کے لیے روانہ ہونا تھا جہاں ان کے لیے لاہور کی ایک ٹھکانے میں سیٹ تکھی۔

یہ تھے اعجاز میں وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب دیکھ کر زندگی گزارنے والے کرٹل کو اعزاز بخش تھا کہ آج کی تاریخ اس کے سادے حساب کتاب کو گزیر کرنے والی ہے۔ نیچا چروٹی تک جانے والا راستہ بالکل صاف تھا۔ اس پورے رواد پر نیچا سے لے کر حسن اسکواڈ تک ٹریفک کی روانی اور وی آئی بیج کی آمد و رفت کے لیے خصوصی افکانات کیے گئے تھے۔ ٹریفک پولیس کے علاوہ رنجیز کے بھی کئی اہلکار روڈ کے دونوں طرف چوس کھڑے نظر آ رہے تھے۔ انہیں نظر آنے والے اہلکاروں کے علاوہ بائک سادہ پوش خفیہ ایجنسی کے اہلکار بھی تھے جنہوں نے ایک ایک شے پر اپنی نظر رکھی ہوئی تھی۔

کرٹل تو حدیث کی گاڑی نیچا چروٹی کا پلہ کراس کرتی ہوئی یو یو ٹی کی طرف جانے والے راستے پر گھوم رہی ہو گئی۔ یہاں سے نیچے نیچا چروٹی پر ہی راشد سہاس روڈ سے آنے والے ٹریفک کے لیے بائیں ہاتھ پر یو یو ٹی روڈ پر مڑنے کے لیے راستہ تھا۔ جیسے ہی کرٹل کی گاڑی نے پلہ کراس کیا، راشد سہاس روڈ سے ایک گاڑی یو یو ٹی روڈ کی طرف مڑی اور کرٹل کی گاڑی کے پیچھے چلنے لگی۔

کرٹل پیچھے بھاڑا کھینچ کر پھرتے دانا آدی نہیں تھا اس لیے اپنی سٹیج روٹی کے لیے ایک گارڈ کے ساتھ کسی کو ساتھ رکھنا پڑھیں کرٹل تھا۔ وہ نہ یہاں تو عام پولیس افسران سے لے کر سیاست دان اور بڑے سماجیوں تک کے پیچھے سٹیج روٹی اسکواڈ کے نام پر آگے پیچھے گاڑیوں کا اپنا اپنا کھیلنے کا رواج تھا۔ کرٹل کی گاڑی سبک رفتاری سے چلتی ہوئی ابھی گلشن کالج کے قریب پہنچی تھی کہ کراچی کی جانب سے ایک بچا سپورٹس سائیکل پر سوار ایک مہمی موٹر پر آ گیا۔ سچے کو بچانے کے لیے کرٹل کے ذرائع نے زوردار بریک

لگائے۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ فوراً ہی پیچھے سے ایک گاڑی بھی رکی اور اس سے دو افراد اتر کر کرٹل کی گاڑی کی طرف چلے۔ ایسے ہی دائیں اور بائیں جانب سے ایک ایک لوگ اس جانب چلے۔ یہ بھی مختلف گاڑیوں سے اترتے تھے اور سب کے سب چلے گئے۔ کرٹل کی گاڑی کے کچھ افراد کی طرف سے قازنگ کر کے اس کے ہاتھوں کو کمانڈر کو کمانڈر کیا گیا تھا۔ گاڑی کے پیچھے البتہ ہٹ پروف تھے اس لیے ان کے ہاتھوں کو گولیاں بے اثر تھیں۔

آنے والے ہلاک کرنے کی نیت سے آئے تھے انہیں کرٹل کو زندہ لے کر یہاں سے جانا تھا اس لیے سارا زور ذرائع اور گاڑی کی جانب تھا۔ قازنگ کے ہاتھوں کو کمانڈر کو بچانے کے ہاتھوں کو کمانڈر کو کمانڈر کر کے اس کا حساب لگایا گیا۔ ایسے حالات میں گارڈ نے ہر حالت میں صحت کا تحفظ برقرار رکھا اور زوردار کھول کر گن ہاتھ لگائے ہوئے ان کی سب کچھ قازنگ کا جواب دینے لگا۔ پورا علاقہ قازنگ کی آمد و رفت کو بند تھا۔ اور گورنر سے گزارنی گاڑیوں میں سوار لوگوں کے حلقے سے چھین لیں گے۔ انہی گولیاں نے بھیک کر گارڈ کیروں کو بھی نشانہ بنایا لیکن حملہ آوروں کو یہ وہاں نہیں گولیاں تیزی سے اپنے ڈارٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ سب سے پہلے گارڈ ان کا نشانہ بنا اور پھر کھلے رواد سے گزیر کر ایک گولی ذرائع کو بھی چاٹ گئی۔ حملہ آوروں کا خیال تھا کہ اس بے قاضی قازنگ میں کرٹل اپنی ہٹ پروف گاڑی سے نکلنے کی حالت میں کرے گا اور وہ اسے گھیر کر لے جائے گا۔ کامیاب ہو جائیں گے لیکن ان کی توقع کے بالکل برعکس کرٹل نے اپنی جانب کا شیوا اٹھایا اور قازنگ شروع کر دی۔ اس نے بہت تاگ کر نشانہ لیا تھا اور دائیں طرف موجود ان دو سب افراد کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ گارڈ اور ذرائع کی موت کے باوجود بھی مسلسل حملہ قازنگ کرتے ہوئے ہر ایک کو وہاں سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ دونوں افراد گولیاں کھا کر گرنے ان کے تیسرے ساتھی نے بدحواسی میں سے سب سے بچ کر گرنے والا کرٹل ہے، اس کی جانب اپنی گاڑیوں کا رخ کر دیا۔ برست چلا اور ایک ساتھ کی انہی گولیاں بھی کرٹل کی جانب بڑھتی چلی گئیں۔

یہ سنی و سنسی خیر داستان جاری ہے
مزید واقعات آہندہ Maclean جرنل فرمائیں

آخری قسط



اسما قادری

مبارہ سماج میں قانونی کتابوں میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ٹور مائٹ سماج کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی میں بدل کے رہ جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی گئی رہتے ہیں۔ مثلاً تو طفرہ کی خوشنودی میں قانون کی اصل تعریف و تشریح نہیں ہوتی یہ یہ تشریح کتابوں میں نہیں رہا ہوتی میں تشریح ہوتی ہے۔۔۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ مسند اور جال کا سبب حمان طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔۔۔ مسند اور بے چارے کے درمیان طفرہ سے بوجھت نہ ہو اور روایتوں کو مانتی ہے نہ طاقتور اور نہ مسند کا حق ہے کہ وہ اس کے حقوق کو روک سکتی ہے۔۔۔ ان کے دل طاقتور کی پروا کرتا ہے اور وہ بھی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے۔۔۔ ان کے دل مسندوں سے غصہ و کراہت پڑتا ہے۔۔۔ زندگی کی سادہ اور وقت کی بھاری سبقت کی باتیں اور مفید کی باتیں ہیں۔۔۔ کبھی باری پلٹ جاتی ہیں۔۔۔ عینا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مفید سنا دے جاتا ہے۔۔۔ اس وقت تک ہمارے گنہگاروں سے ہم سادہ پائی گزر چکا ہوتا ہے۔۔۔ حرم انفس رہا ہے، جاگیر اور پیار کے محور کے گرد گھومتے آرائشوں کا ایک ایسا سی لاشعری سلسلہ

تجربہ یوں کہتا ہے کہ
 آہستہ آہستہ
 ہر لمحہ اپنے دل کی بات



ہاٹ لکھے ہیں اسے تصانیف سے آگاہ کیا۔ وہ کرلی کی شہادت کی خبر ہی وہی پرستے اور دیکھنے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کے بیڑ کو اتر روڑا ہوا آیا تھا اور اب ایشیاں سے نکال جانے کا خواہش مند تھا۔ ایشیاں کی حالت اس سے کئی زیادہ ابتر تھی اور وہ دکھ کی اس اجتناب پر پہنچا ہوا تھا جہاں آنسو بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔

"فونج تم تک پہنچ گئی ہے؟" شہزاد نے اس سے پوچھا۔

"ہاں، تم بھی دیکھ لو۔" ایشیاں نے اپنا لپٹاپ اس کی طرف دکھایا۔ کسی اپنے کے مرنے کی خبر سنا کر قیامت ہوا کرتا ہے، اس کے مرنے کا حکم دیکھنا تو بڑا بڑا حکم تھا۔ لیکن وہ کیا کرتا؟ ان کا شہر ہی ایسا تھا کہ اسے پتہ نہ تھا کہ وہ کون جاتا ہے۔ ہونٹ کھینچے وہ فونج دیکھا۔

"اس فونج کو دیکھ کر تو ایسا لگتا ہے کہ حملہ آوروں کا مقصد کرلی کو ہلاک کرنا نہیں تھا، میں اتفاق سے یہاں چلا گیا تھا، میں انہوں نے کرلی کو کھانا بنا دیا۔" فونج دیکھ کر اس سے چہرہ لپٹا۔

اس کا یہ تجربہ ہی اس کے اعتبار سے درست تھا۔ اگر ہلاک کرنا مقصد تھا تو اس کا سب سے آسان طریقہ تو یہی تھا کہ وہیں دھوکا دے کر اسے مار دیا جاتا۔ لیکن اس نے اسے بچا رکھا اور اس میں ہار دی مودا لپٹا کر دیا جاتا اور یہ سب کچھ

یہ کیا ہو گیا تھا اور کیسے ہو گیا تھا، کسی کی نگاہ میں نہ نہیں آتا تھا۔ صدمہ بہت بڑا تھا اور ایسے وقت میں ان پر ٹوٹا تھا جبکہ وہ ایک وقت بہت سے حالات پر مشکل میں گھر رہے تھے۔

"کرلی تو حیدر شہید کر دیے تھے۔" خبر ایسی نہیں تھی کہ آسانی سے سن لی جاتی۔ مرنے والوں کے حواس چمکے ہوئے تھے۔ اتنا گمراہ تھا کہ حواس و حواس سب نے اس کا اثر اپنے دلوں پر محسوس کیا تھا۔ یہی ایشیاں نے تو کبھی نہیں ہوئی تھی۔

"کرلی... کرلی تو حیدر نہیں ہے۔" اس بات کو سن کر قبول کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

"کیسے ہوا یہ سب کچھ؟" شہزاد نے سرخ آنکھوں سے سزاگت دیکھ کر ایشیاں سے پوچھا۔

"پھر فونج لی ہے، اس کے مطابق کرلی صاحب ایک سپر سٹار سے گینت جاتے کے لیے نکلے تھے کہ جشن کا جگ کے قریب ان کی گاڑی کو روک لیا گیا۔ مجرموں نے ایک دھوکا دیا اور سپر سٹار سے نکل گیا۔ پانچ چھ ماہ پہلے کی ڈی کو بچا کر میں کرلی کی گاڑی کے ڈرائیو کے زمانے کے وقت اسے سڑک پر دوڑا دیا۔ فطری طور پر ایک پہلے گاڑی کی زد میں آنے سے بچانے کے لیے ڈرائیو نے بریک لگا دی اور بس پھر وہ لوگ ٹوٹ پڑے۔ کرلی کے لارا حیدر اور لارا کے لارا وہی گئی ہے اور وہ گیر زد میں آئے ہیں۔" ایشیاں نے

کے لیے ہی اسے لڑا دیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا تھا کہ وہ بھی نہیں کیا گیا تھا جب تک کہ کرلی نے ٹھوکی کا ٹھوکہ لگا کر اسے لڑا دیا اور وہ کھانا بنا لیا تھا۔

فرنگ میں وہ افرارہ کرل کی چلائی ہوئی گولیوں کی زد میں آکر گرتے ہوئے صاف دکائی دے رہے تھے لیکن ان پر گولیاں چلنے والے کا بھی ساڑھے پانچ نظر آ رہا تھا۔ گولیاں کرل کے سر پر گرنے میں لگی تھیں اور وہ سوچ رہی ہوا کہ ہو گئے تھے۔ ایک اور فرنگ میں وہ کتاب پڑھ کر اتر رہے تھے۔ وہ دونوں بھاگتے ہوئے کرل کی گاڑی کی طرف آ رہے تھے لیکن جب انہوں نے کرل کو گولیاں کھا کر جیت پر کرتے دیکھا تو روک گئے۔ ایک نے ہاتھ کو اس ایجنڈا میں حرکت دی جیسے تیری طرح بھجلا دیا اور پھر وہ سب وہاں سے فرار ہونے لگے۔ سارا تھکے تھکے لوگوں میں شہت کیا تھا لیکن یہاں تو قیامت آگئی تھی۔ شاہ قیامت آئی بھی ایسے ہی ہے۔

”میرا بھی یہی ایجنڈا ہے۔“ ڈیٹان نے سہانہ لہجے میں اس کی تائید کی۔

”کرل کے ہاتھوں ہلاک ہونے والوں کی فہمت ہو گئی ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”ہاں، وہ دونوں ایک کاہوم تنظیم سے تعلق رکھتے ہیں اور تنظیم نے اس حملے کی اسے ادنیٰ قبول بھی کر لی ہے۔“ ڈیٹان نے بتایا۔

”شہ... یہاں یہی ہے؟“ عمار نے مہین میں عمار سے انہوں کے ہاتھوں مراد دیتے ہیں اور نقصان ہر صورت عمار ہی ہوتا ہے۔ اب یہ دو جہ کرل کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہیں، ان کی موت کا تین بھی عمار ہی دھرتی کی ناگین ہی کریں گی۔“ پھر یہ زور سے ہاتھ مارنے ہونے اس نے ہورنگ لہجے میں کہا۔

”کیا کریں گی عمار ہی گفتگو نے تو ہمیں یہ فعل کا لے کر پھیر کر دیا ہے۔“ مہین عمار کی جڑوں میں گھس کر چڑھ گیا ہے۔ وہ صرف ادرہ ہی ہلاتا ہے۔ کچھ بچوں کی طرف اشاروں پر توجہ دے والے وہ ہیں جن سے عمار کوئی نہ کوئی نانا بڑا ہوا ہے۔ تم نے تو خود ایسے اراکوں کو اس کو کیا ہے جہاں تنظیم کے نام پر عمار سے بچوں کے مصوم دہنوں کو ہٹایا جا رہا ہے۔“ ڈیٹان کے لہجے میں بھی دکھ بول رہا تھا۔

”ہاں اور میں جانتا ہوں کہ یہ زہر تھی شدت سے کھیلایا جا رہا ہے۔ میں تو آج تک ان لوگوں کو بھی نہیں بھولا ہوں جنہیں اپنے لئے اپنے آپ سے جاتے جاتے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ان لوگوں کے دلہن کتنے دلوں تک میرے پاس آتے رہے تھے کہ اسے ہی صاحب عمار سے بچوں کا کچھ معلوم کر کے میں کچھ نہیں کر سکا۔ میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کو ایسے ہی ترقی کیسے لے جایا گیا ہوا

کا جہاں تنظیم کے نام پر ان کی نس نس میں زہر مرنے کا ہوا لیکن وہ بھت کر دی کے طرحے کھاتے گئے ہوں گے اور پھر لیلہ میں بیچ دیا گیا ہوگا۔ کیا معلوم کر اب تک وہ کسی شخص کی کاہوم میں کام کی آچکے ہوں لیکن ان کی معلوم ہونے کی آنکھیں تو ان کی رونا دھرتی میں ہی ہوں گی اور وہ کبھی نہیں دلی ہو جائیں کون ہیں؟ ان کا شمار میرے انہوں میں ہی تو ہوتا ہے۔“ کرل کی جہانی کے دکھ سے تڑپا ہوا ہے وہ کہہ کر دیکھوں کہ وہ ہے جسے کبھی نہ تو نصیب میں گھبرا گیا تھا۔

☆☆☆

”کرل مر گیا، یہاں چھاپا ہے۔ تم اسے زندہ لے کر آتے دو اور میرے بہت کام آتے۔ بہت بگڑا ہوا تھا کھٹا ہوا ہے۔“ ڈیٹان نے رات بگڑا ہوا ہے اپنے سامنے کھڑے آدمی سے کہا۔ وہ شخص اس کا سر دھکا اس کا سر دھکا تھا اور آہستہ آہستہ زمین پر گڑی ہوئی تھی۔ وہ غمگینا کر رہا تھا بھی تو اسے اپنے سامنے بیٹھے ڈیٹان کی اصل شکل دیکھنے کو ملتی۔ دنیا کی کئی زبانوں پر موزوں رکھے والے وہ عیار میں طبعی بدلتے میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اس وقت وہ ایک تالی مراد کے بہرہ میں بیٹھا اپنے لمبے کاغذ اظہار کر رہا تھا۔

”میں بہت فخر مند ہوں چاہے... بس میرے ایک آدمی کی فطرتی نے سارا سارا ہلاک کر دیا۔ کرل کے گولیاں چلانے پر اس نے خود بھی گھبرا کر اس پر گولیاں چلا دیں۔ اسے اس کی اس فطرتی کی سزا دی جا چکی ہے۔“ شہسوار کڑے لہجے میں متالی تھا۔

”فطرتی اس سے زیادہ تمہاری ہے۔ اتنی اہم کم کے لیے تم نے آدمیوں کا انتخاب کرتے ہوئے ہوشیاری سے کام لیا ہے لیکن کیا اور ایک ایسے آدمی کا پتہ ساتھ میں شامل کر لیا جو رما ہی کا رنگ سے گھبرا گیا؟“ ڈیٹان نے اس کی کوئی بھی نہ اس بار وہ خاموش رہا اور کوئی جملہ نہیں کہا۔

”میرا خیال تھا...“ جس میں اپنی اس فطرتی کا اشارہ کر رہا تھا۔

”ڈیٹان نے ہاتھ پر ہاتھ مارنے ہونے اسے گھور دیکھا۔

”میں جانتا ہوں مراد...“ وہ جہ جہت غمگینا تھا۔

ایک بیٹھتے میں لوگوں کی زندگیوں کے فیصلے کر دیا تھا اور ان کے سامنے بیٹھی لی بنا ہوا تھا کہ ہر ایک کے لیے کوئی زندگی کے زبردست تو ہوتا ہی ہے۔

”معلوم کر کہ کرل کی لاش کب اس کے ہاتھ کی گولی سے بھی جہادی ہے اور کوئی اس کا جہاد ہے اور پھر ہلاک کر دیا ہے۔ اسے کوئی نہیں لے کر راجرت ہم تک پہنچا تا رہے۔ اس راجرت کی لاش لگا کر وہ پوسٹ مارٹم سے لے کر تین تک آس پاس

آئے والے لوگوں پر نظر رکھے۔ کرل کے خاص آدمی اس سوچ پر اس سے دور نہیں رہیں گے۔ تمہارے ہاتھ کیے ہوئے، پھر ڈیٹان اظہار کی طرف مت فراہم کرتی ہے۔ فہرست سامنے آجائے تو ہادی ہادی ان اظہار کو لانا اور ان سے وہ سامنے کی کوشش کرنا جو ہم کرل سے ہانا چاہتے تھے۔“ ڈیٹان نے غم جہادی کیا۔

”یہ فہرستیں مراد... سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہی ہوگا۔“

”مجھے کوئی فہرستیں خان۔ فہرتم کر دینی۔ اس بار کوئی فہرست ہونی تو انجام تمہارا ہی ہوگا۔“ ڈیٹان کی دھمکی پر اس کا پتہ نہ ہو گیا۔ یہ مراد بھی لگی ہی اس سے ملاقات کرتا تو یہ عام طور پر اس کے احکامات ہی ملتے تھے لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کو دل کھول کر دینے والا ہے مراد کا سٹاک ہے۔ وہ کوئی بار اس کے غم پر کئی لوگوں کو ان کی کوششوں کی سزا دے چکا تھا اور یہ سزا بھی اتنی ہونے لگی تھی کہ سب سے زیادہ سزا دینے والا بھی اس کا بڑا بڑا تھا۔

”اب میں دوبارہ تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ میرا آپ کو تم سے رابطہ کرے گا۔ اسے پابندی سے روک دیتے ہیں۔ اسے انہی طرح خوف زدہ کر دینے کے بعد اراکوں سے روکا گیا کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے علاقے میں دولت کی طاقت میں کر رہے والے خان کی وفادار کئے کی طرح سے اس کی گاڑی تک رخصت کرتے کیا۔ جس کو بھی یہ سزا دی جا تات کرل ہوئی، وہ خان کی ہی ملکیت تھی لیکن آجائے اسے فون کر کے بول دیا ہوا تھا جیسے وہ خود کو بھی لانا نہ رہا ہو۔ ایک طرح سے وہ تھا بھی کہ اس کے فون پر چلنے والے خان جیسے کئی سر سے اس دولت سے کئی یہ جانتا ہوا ہوتا ہے تھے جو انہیں ان کی خدمات کے لیے ملتا تھا۔ وہ دنیا کی خطرناک ترین ٹیکٹ سروس میں سے ایک تھا۔ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وہاں ہاتھوں سے دولت لانا کی طاقت رکھتی تھی اور جس کی فہرست میں یہ نام عماروں میں گھرے ہوئے موجود تھے۔

اپنا سے روانہ ہونے کے بعد اس نے اپنا سے

”کیا اور ہے ڈیٹان؟“

”جہدہری کی میرا بانی کا لطف اظہاری ہوں۔“ اس نے سستار کر بتایا۔

”کام وہاں بھی دیکھا اس بڑھے کے پہلو سے ہی لگی فہرستیں... کرل وہاں ناگہانی کی وجہ سے اس کا موزوں قدر سے

کرباب تھا اس لیے لڑائی کی کھٹکھاہٹ پڑنے لگی تھی۔

”کام پیش میری کھلی ترقی رہی ہے اور تم جانتے ہو کہ ہڈے کے پہلو سے لگ کر جھٹکا بھی میرے کام کا ہی حصہ ہے۔“ اس نے ڈیٹان کے الفاظ اور امانت کو بھرا ہوا۔

”سودی میں ذرا فہرستیں میں تھا۔ یہاں میرے دوسرے مشن کو بھی کھلی کھلی ماحول میں ہو سکتی ہے۔ میرے ہاتھ کیے آدمی کرل تو جہدہری کو کھلتے ہوئے میرے ہاتھوں سے کھٹے تھے لیکن وہ اسے ان کے کھٹے لگائے اور کرل لپٹی... جہدہری کی وجہ سے سوچ رہی مارا گیا۔“ گاڑی چلاتے ہوئے اس نے ایسے جان سے لڑا کہ ساری بات بتائی۔

وہ اور اپنا خصوصی سوشل سٹیلس پر بات کر رہے تھے اس لیے انہیں ذرا فہرستیں تھا کہ ان کی کھٹکھٹیں سن لی جاسے گی۔ خود کو تنظیم امریکل کا خادم سمجھنے والے ان نے خطرناک لیکن کو اپنی چالاکیوں کے علاوہ ان کے لیے بھی ترقی حاصل ہوتی تھی کہ وہ جہدہری سے سستی ایجادات سے نہیں ہوتے تھے۔ وہ اس قوم کے افراد تھے جنہوں نے ہر سوں کی ذلت کے بعد زبردستی امریکل کو پاپا تھا اور اب اسے خاطر وہ بوجھے تھے کہ اپنے گاڈ فار امریکا تک کون صرف آنکھیں دکھاتے تھے بلکہ ان کے خلاف سازشیں بھی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے محسوس کو بھی بھی نہیں بھٹکا تھا۔ ان کے علم میں لائے بغیر ان کی جاسوسی بھی کرتے تھے اور ہلاک ہو چکے تھے۔ امریکا میں ہر سوں کا پھیلاؤ بھی ان کا ایک مضبوط تھا جس کے لیے وہ پاکستان کی سر زمین اور افراد کو نہایت چالاک سے استعمال کر رہے تھے۔ امریکا کوئل میں کچھ کرنا تو پاکستان کے خلاف۔ ان کا بھلا کیا کھانا۔

”یہاں سب کچھ ہائل ٹیک بیل رہا ہے۔ مشینری کھس ہو گئی ہے، مال بھی پکا ہے اور کام کرنے والے بندے بھی سب جہدہری۔ گھرنی کا انتظام بھی اچھا ہے۔ بس جہدہری تو سزا سائیس ہے کہ کہیں وہ جکس نہ جاسے تو اسے دیکھیں کرنے کے لیے ہی تو تیس یہاں اس کے ساتھ آئی ہوں۔ تم بھی یہ گھر ہو اس طرف صورت حال عمل طور پر ہمارے قابو میں ہے۔“ ڈیٹان نے اسے بتایا۔

”فہرستیں کی بات ہے پھر بھی تم ہوشیار رہنا کہ کب بھی مال ہی میں جکس میں خاصی گڑبڑ ہوئی ہے۔“ ڈیٹان نے جھٹل آنے والے اپنے کی نصیحت سے آگاہ کر کے لگا۔

”ہو... کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کون لوگ تھے؟“

ڈیٹان کرل فہرستیں میں جتا ہوا۔

”نہیں، کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔“ جس میں معلوم ہے کہ

”کیسے شہرت؟“ وہ حیران ہوئی۔

”اسم اور پرنسپل ہونے کی لاشیں اور ہفت نہیں ہوگی اور یہ صرف تم جانتی ہو کہ وہ لاشیں کہاں ہیں۔ اس کے علاوہ جس اسپتال میں لہجہ کی پیدائش ہوئی وہاں تمہارے اور لہجہ کے خون کے نمونوں سے حاصل کردہ انکی رپورٹس موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دونوں حمل نہیں بلکہ تمہاری جسم کی اوریات اور نڈا میں استعمال کردہ ای جانی رہی تھیں جس کی وجہ سے بچے نارمل انسانوں سے قدرے مختلف ہے۔ ہمارے ایک سماجی کے موبائل میں ایچ بی کی وہ ویڈیو بھی محفوظ ہے جس نے اس وقت بتائی تھی جب ایچ بی لہجہ لہرائی اور تمہارے حلق پر لہجہ پڑا تھا۔ ہو سکتا ہے اس ویڈیو میں ایچ بی کی آواز واضح نہ ہو لیکن اس کی تصویر میں تو واضح ہے۔ اگر اس کی حکام اس کی اصلیت قبول کرنے سے انکار بھی کریں تو انکی یہ جھاپ دینا ہوگا کہ جنگل سے برآمد ہونے والی لاشوں کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ مزید برآں ان کی پوسٹ مارٹم رپورٹ صحت کر کے کی ہلاک ہونے والوں کی موت کا سبب آگ نہیں تھی بلکہ وہ مختلف حادثات کا شکار ہوئے۔ مصطفیٰ خان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بہت سی سطولت حاصل کرنی ہیں اور سرکاری حکام اتنی آسانی سے اس سارے معاملے کو گراپ نہیں کر سکیں گے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے پاس تمہارے خلاف کوئی ٹریویج نہیں ہے۔ تم معمولی سے معمولی جرم میں بھی قانون نافذ کرنے والے کسی ادارے کو مطلوب نہیں ہوتو پھر اس کی حکام میں تمہارے پیچھے گھر بے گناہ ہونے نہیں دیکھتے ہیں؟“

مشاہد خان نے اسے جو تفصیلات سنیں، ان سے واضح ہو گیا کہ اس کے یہاں موجود وہ گارڈ وہر وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے ہیں بلکہ اس کے یہاں سے نکلنے کے امکانات کے بارے ہیں۔

”نیک ہے۔ میں دیکھنے چاہتا ہوں۔“

اگر اس طرح کھاتے کی کوئی راہ مل آتی تو مجھے فوری ہوئی وقت بیٹھے لوگ چلاک ہیں، مجھے یقین ہے کہ اس کا بھی کوئی نہ کوئی نوڈل اسٹریٹ کریں گے۔“ وہ بہت زیادہ پراسید نہیں تھا۔ نامیہ کی سبب نہیں تھا کہ وہ کوئی باسیٹ ڈروہرمت تھی، بس حقیقت اتنی تھی کہ اسے دشمن کی طاقت کا اندازہ تھا کہ وہ کیسے اپنے دشمنوں کو تسلیم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

”ہو سکتا ہے وہ کوئی نوڈل اسٹریٹ کریں لیکن اس بار سے ہم کوشش تو ترک نہیں کر سکتے۔ تمہارے سامنے ہماری قوم

کی مثال ہے۔ ہم ان کے ہاتھوں کوئی بڑی طرح سے بچھڑے تھے لیکن صرف اور صرف کوشش سے ہی نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم بھی کوشش کرو۔ یہ بھی تمہارے معاملے کا حلقہ امریکا کے ڈائلے امراتل سے ہے۔ امریکی حکام نہیں چاہتے کہ ان کی اسرائیل کوئی گتہ سہلات کا ڈکرتوں کے سامنے آئے۔ جھٹلانے کو وہ دہریوں کے لیکن دیکھا بھی جاتی ہے کہ جہاں آگ ہو وہاں ہی وہاں اٹتا ہے۔ ہائی دینا رہی ایک طرف، خود اس کے مہذب شہری اس امر پر احتجاج کریں گے کہ اس حکام نے غیر انسانی و اخلاقی گہرات کے لیے ایک امریکائی سائنس دان کو اپنی سرزمین اور اس پر بستے والے ملک میں استعمال کرنے کی اجازت کیسے دی۔ بات نکلے گی تو ہمارے برسوں میں قیام ہونے والی طاقتور خواتین کے غیر ملکی کیمپوں پر بھی بات ہوگی اور ان کے گراہمن کی طرف سے احتجاج سامنے آئے گا۔ اس لیے میں تمہارے حکام اتنا پر نظر برداشت کرنے کے معاملے تم سے کہتا ہوں کہ اس معاہدہ کو زیادہ پختہ کریں گے۔“ جان نے ہاتھ کے ساتھ اس کی ہمت بندھائی تو اسے بھی مٹھ کر دیکھا کہ آنے کا اور وہ اپنے بچے کو بچنے سے لگائے دیکھ رہا تھا کہ لہانے کے لیے تیار ہوگئی۔

☆☆☆

ایضاً نے اپنے موبائل پر موصول ہونے والی اطلاع سنی اور ہرگز سوچتے ہوئے شہر کا گھر آگیا۔

”ہاں ڈیٹان انکو کولیا بات ہے؟“ کرل تو حیرت سے شہادت کے بعد وہ سب بہت مہرے ہوئے تھے اور پھر پراگن تھا کہ جانے اب کیا سنے کرل جاتے چاہیے اس کا بھی شہر ہارنے قدرے اضطراب کے عالم میں اس کی رہنے لگی۔

”اسپتال میں اشیش کی وجہ ہوگئی ہے۔“

نے اسے اطلاع دی۔ یہ اشیش وہی تھا جو پہلے ہی اس کے حور سے میں امام کا بہرہ پھر کر رہا تھا۔ ساتھ ہی اس کے کان بھی بول رہا تھا۔ ماہر انکو انکو اور مصوم بھائی اسی کے کاٹنا نہیں کر رہی جان سے گیا تھا لیکن اس موقع پر اسے گوارا بھی سامنے آگیا۔ وہ ہی آباد سے فرار ہوا اور دوسرے گاؤں میں جا کر وہی سب بیکہ کرنے لگا۔

میں کرتا تھا۔ اب چاہتا تھا کہ چھوڑنے کے مطالبے بچے کے لیے دھر کر بھجئے آج اور شہر بھی وہی تھا میں رہائش پزیر ہوگئے۔ وہاں آگاہ نے اشیش کو

کی حالت کر گیا اور شہر یار کو اطلاع دے دی۔ اشیش کو کرل کے پاس لیکن بعد میں اسے کوہا کی حالت میں اسپتال میں رکھا گیا۔ چند ہی وقت تھا جب شہر یار پھر شہر کے صحت کو کھنڈ کر پھینک دیا۔ اسے ہی ایچ بی کی گواہی کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس شخص کے لیے اس نے اپنی اصل حیثیت کو بھی قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ راول اور شہر یار کے ہاتھوں میں اس کے بچے کے ہونے سے اور وہ شہر یار اور شہر یار کی اسرار کے اطلاع کے علاوہ چند ہی وقت کے بعد اشیش سے مرثا ریکھتے ہوئے گئے گا خواہاں تھا۔ چنانچہ ایچ بی کو یہ تاثر دیا گیا کہ ہم بلاست میں شہر یار کو ہونے کے بعد تو ہمارے پاس چکا ہے۔ ایک صحیح قادیانہ رکھنے کی وجہ سے اشیش کو شہر یار قادیانہ سے لایا گیا اور دشمنوں کو خود اپنے شہر سے فرار ہونے کے لیے کہہ دیا۔ چنانچہ وہ اسپتال میں رہے اور پھر شہر یار مادل ہی ہے۔ اشیش کے اس نیم درودہ جو کہ اس وقت وہاں سے صرف اس نے انکار ہے تھے کہ اشیش میں شہر یار کو اپنے ہارے میں یہ فیصلہ کرنے میں آسانی رہے کہ زیادہ بھگت کے لیے مادل مان ہی میں کر رہا جاتا ہے یا اسے اپنی شہر یار مادل والی حیثیت دینا چاہیے۔

اشیش کی موت نے فیصلے کی گھڑی اس کے سر پر ڈالی تھی۔ سب اسے یہ مشکل ٹھہرا کر تھا کہ وہ اپنے لیے کیا کرے گا۔ اس فیصلے پر ہی اس کی آنکھ پوری زندگی کا پھر اور قسمت نے جب چاہی تھی کہ فیصلے کا یہ مرحلہ اس وقت اس کے سامنے آگیا ہوا تھا جبکہ کرل توجیہ کی شہادت سے ان میں سے ہر ایک اپنے دماغ کو ناف ہوتا محسوس کر رہا تھا۔ کرل ان لوگوں کے لیے کیا تھے، اسے نظر میں جان کر مشکل تھا لیکن لی اٹل ان سب کو اپنا گتہ تھا کہ اس کی روح میں ہاتھ خالی ہاتھ کھڑے ہیں۔

جان، اس سراسر سے نکلنے کا راستہ سلوم سے اور نہ ہی وہ وہاں تک نہیں گیا کہ جن کی موجودگی سراسر سے نکلنے کی کوشش کا آمرانہ تھے۔

کرل کو سب ان کے آبائی گاؤں روات کیا جا رہا ہے۔ بہت دور بعد ڈیٹان کی وہی اطلاع پر پھر کرنے کے لیے شہر یار نے ایک باہل مختلف سوال کیا۔ ڈیٹان کرل کی شہادت کی اطلاع سننے کے بعد فوری دستیاب حالات سے کر لپٹی چلا گیا تھا اور اس اسپتال میں موجود تھا جہاں کرل کا پوسٹ مارٹم کیا جا رہا تھا۔ اشیش کے مرنے کی اطلاع شہر یار سے پہلے اس تک اس لیے پہنچی تھی کہ اسپتال

انکھام کو اس بارے میں سچی سے ہدایت کی تھی کہ وہ اس سریش کے بارے میں کوئی بھی اطلاع اس کے ۱۷۱ سے پہلے انکی وجہ کے پانڈہ ہوں گے۔ سی ایچ بی کی کو گورنر کے لیے ہائی تھی سکھو رہی ایچ بی کا ایک گارڈ ہر وقت اسپتال میں ہی رہتا تھا اس لیے سب سے پہلے اطلاع ڈیٹان تک پہنچی گی۔

”پوسٹ مارٹم ہو گیا ہے۔ جنازے کو خصوصی طیارے سے پہلے پڑی بھگایا جائے گا اور پھر وہاں سے ان کے آبائی گاؤں پینچانے کا بندوبست ہوگا۔ میں اس خصوصی طیارے میں چک حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں جس میں کرل کو پڑی لے جایا جا رہا ہے۔ وہاں سے پھر میں ان کے گاؤں جاؤں گا۔“ ڈیٹان نے اسے پروگرام سے آگاہ کیا۔ اس وقت وہ انسان سے زیادہ ایک رورٹ کی طرح کام کر رہا تھا۔ سارے نے اسے اس تک متاثر کیا تھا کہ اسے لگتا تھا کہ اس کے بارے میں اس تکمل طور پر اپنا کام انجام نہیں دے رہے ہیں۔ اس وقت وہ اس زیادہ سے زیادہ وقت کرل کے قریب گزارنے کا خواہش مند تھا۔ وہ ایک بے درجہ ہم جنم تھریل ہو گئے تھے پھر بھی وہ چاہتا تھا کہ اس وقت تک ان کے قریب رہے جب تک ان کا وجود زمین پر موجود ہے۔ قبر میں تو انسان کے اعمال کے سوا اس کے ساتھ کسی کو جانے کا اختیار نہیں ہوتا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت وہ ہنڈا ہت کا پھر گھر کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کی یہاں موجودگی کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔ سی ایچ بی کی کا کافی بڑے گاؤں میں تھا پھر سب سے بڑے کرل کے اپنے لوگ سارے معاملات کو دیکھنے کے لیے موجود تھے لیکن ڈیٹان پھر بھی خود کو نہیں روک سکتا تھا۔ وہ کیسے خود کو روک سکتا تھا۔ کرل توجیہ وہ انسان تھے جنہوں نے اس وقت اس کی اپنی نظروں میں گھولی ہوئی عزت کو بحال کرنے میں مدد کی تھی جب وہ اپنی پھر کر بھی حیدر کے حال میں پھنس کر اپنی ہی فوس سے قیامی کا مرگب ہو گیا تھا۔ یہ قیامی شہر ہی نہیں تھی۔ یہ سبھی نے اپنے حسن اور شراب کے نکلے میں ڈر کر اس سے چرخی ساز حاصل کر لیے تھے اور پھر ان پر ہونے لگی۔ ڈیٹان کو جوش آیا تو چھوٹا کھیت چک کر چاٹکی تھی۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی راست نہیں تھا کہ اپنی کو تھی کا احترام کر کے سزا پائے اور بھگت کے احساس جرم سے نکل آئے۔ اس نے یہ احترام کرل کے سامنے ہی کیا تھا لیکن کرل نے اسے سزا نہیں دی اور انسانی جبلت کی کمزوری کو تسلیم کرتے ہوئے

جاسوسی ڈائجسٹ ۱۹۸۱ ابریل ۲۰۱۴ء

رہنے کی اس صورت کو پیش کی گئی ہے کہ ملک کی سیاسی قیادت کو بھی اس کے معاملے میں مداخلت میں نہیں لیا گیا۔ ہماری دوا کی جلد بازی اور ہدایتی اس ادارے کے انتظام کے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ ویسے بھی ہمیں فرانس میں بھی سکھایا گیا ہے کہ آزماؤں اور آزموں کرنے سے کیا نتائج کے نہ ہونے کی صورت میں کوئی شخص خود راہب کرے گا تو میرے لیے ایسے کی بات ایک آزماؤں کی حیثیت رکھتی ہے اور میں برصورت میں اس بات کا پابند ہوں کہ کسی کے خود راہب کرنے کا انتہا کر دوں۔" ڈیٹین نے بہت واضح الفاظ میں اسے اپنی پرزوشن سے آگاہ کیا تو وہ اس سے بحث نہیں کر سکا۔ اس کے اندر بیٹے اپنی جگہ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ ڈیٹین نے جیو کو خطرے میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔

پاکستان جیسے ملک میں ڈیٹین نے جیسے ادارے کا وجود کوئی صورت سے ممکن تھا اور صورتوں کی قدر کرنی پڑتی ہے، انہیں بہت سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے ورنہ یہ ہاتھ سے نکل جاتی ہیں اور پھر کچھ تو انسان کا مقدر نہیں جاتا ہے۔ اسے بھی خود پر حیدر کرنا پڑا لیکن طبیعت کمردی ہوتی کہ اس صاحب کچھ سامنے ہوتے ہوئے بھی وہ جگہ کرنے سے قاصر تھے۔ کرنل کے گاؤں تک کا باقی راست انہوں نے ناموش روہ کے گزارا۔ گاؤں کی حدود میں داخل ہونے تو اسے خوشگوار سی خبرت ہوئی۔ راست صاف ستر اور پختہ تھا۔ کرنل کے گھر تک پہنچنے کے لیے گاڑیوں کو گاؤں کا چکر کاٹنا پڑا تھا اور اس دوران انہوں نے دیکھا تھا کہ پورا گاؤں بہت صاف ستر اور مستحکم طور پر آباد تھا۔ انہیں تو تو کئی گندکی کے ڈیڑھ نظر آئے۔ نہ راستے کی بے انتہم رکاوٹوں سے واسطہ پڑا۔ مکانات اگرچہ چھوٹے بڑے اور کچھ بے ہر طرف کے تھے لیکن ایک خاص ترتیب سے بنے ہوئے تھے۔ کھن کوئی بے ڈھکن پن نظر نہیں آ رہا تھا۔ گھیاں کھادو تھیں۔ کرنل کا مکان خاصا بڑا اور پختہ تھا۔ گھر کے سامنے دو چار شاہانہ لگا ہوا تھا اور کچھ تعداد میں لوگ بیٹھے تھے۔ لوگوں کی تعداد کو دیکھ کر کرنل تھا کہ گاؤں کا شاہی کوئی ایسا فرد جو وہاں موجود نہ ہو۔ ہر آگے بڑھنا ہی اور پھر سے پریم کا اثر تھا۔

کرنل کا تاہم اتنا گیا تو بے شمار کامیے اسے سنبھالنے کے لیے لپکے۔ انکی صحت اور چاہت کو دیکھ کر کرنل آتا تھا۔ دلیا سے تو سبھی کو جاب ہے کہ جہاں آیا ہے اس کی ایک دن دانی بھی ملے ہے لیکن انکی دلچ سے جانے والے ظالی حال ہی ہوتے ہیں۔ یہ ڈیٹین، یہ عزت انکی کو حاصل ہوئی ہے جسے دیکھا نہیں آئے لاکھ لاکھ کے یہاں

سے جاگیں ورنہ بعض تو ایسے ہر صلیب ہوتے ہیں ان کے جانے پر گھر کا کھلوا کر لے گیا۔

"بڑھا ہو گیا ہوں۔ پڑتے پڑتوں جہاں ہوتے آتے ہیں۔ ماں باپ کی پڑیاں کب کی قبر میں لگ چکی ہیں لیکن یہ اپنا توجہ کیا ہے تو لگتا ہے آج اس دلیے میں ہنسی ہوں۔ گیمائی دار اور چار کرنے والا تھا۔ میرے سلسلے جڑی کرنا تھا۔ جڑی جڑت کرنا تھا میری پر میرے سلسلے میں اس کی اسکی عزت تھی جیسے وہ میرا بزرگ ہوا۔ کھڑا اور کھڑا چاہتا تو جی کی بیٹوں کے ساتھ شرمندہ بہتا ہوا مرکز کو بھی اس کو گوندھتا، بے بندی، وہ تو اپنی ٹہنی سے گئی صحت کرنے تھا۔ اجرحرم کم ہی آتا تھا، پر بھی یہاں کے مالک (مخاطبات) سے داخل نہیں رہتا تھا۔ اس کی وجہ سے پتہ پڑا تھا ستر گیا ہے۔ اس نے اجرحر کو لیا اور اپنی بنائے۔ کئی مڑک ڈلوئی۔ جب جب اجرحر آتا تھا، پتہ کے حذوں کو بچ کر کے بھی سمجھتا تھا کہ پڑا کھو کر اپنی زندگی بھی سنوار لی ہے، پتہ کی حالت بھی اچھی کرتی ہے اور اس کی خدمت بھی کرتی ہے۔ سب چھوٹے بڑے اس کے مانتے تھے اور اس کے آنے کی راہ سمجھتے تھے۔ ابھی کچھ برس تو اس نے اجرحر کا بچہ کیا ہوا کھانا بھی سب اللہ چاہتے اس کے بعد یہ کاجی کا عمل بھی ہوتا ہے یا نہیں۔ ہم تو اس کے خاتون نے ہمارے سر سے ہمارا سا تھانہ سمجھ لیا۔"

یوز حار از زار دوتا تھا اور پتہ جاتا تھا۔

کئی بیٹوں کے پر پڑا اس کی یہ منگھو رہا اور گھر سے تھے۔ ڈیٹین اور شہزاد نے بھی اس کی یہ ساری منگھوئی اور آگھوں کو ٹوٹ ہونے سے شرمک گئے۔ کرنل کی زندگی کے ان پہلو سے وہ آج ہی آگاہ ہونے تھے اور دل میں ان کی عزت میں حیرانہ اضافہ ہو گیا تھا۔ جیسی کیا کیا ملتی تھی وہ کہ ان کے جانے کے بعد ان سے وابستہ ہر شخص خود کو بے سہارا سمجھنے لگا تھا۔ وہ دونوں درجوں پر پہنچنے کی صاف شہرتی چاہتوں پر چڑھ گئے۔ تاہم کو گھر کے اندر لے جایا گیا تاکہ مستحکم بھی جانے والے کا آخری دیا ہر گز نہ ہو۔ بعد سے بھی کئی ذرا ہندو آواز میں ہونے کی آواز آئی تھی لیکن گھر لہر میں ہی محدود ہو جاتی تھی۔ شاید کوئی تھا جس کا حیدر جہاں دے جاتا تھا لیکن گھر یا احساس ہونے پر کہ پتہ پتہ سے چلے جانے والا تو چاہت چاہواں یا گیا ہے، گھر کے آگے بند باندھ دیا تھا۔ وہ خود بھی انکی ہی کیفیت سے گزرتے رہے تھے۔ مراد تھے وہ جہاں ہمارے گھر تو نہیں سمجھتے تھے لیکن اندرونی حالت دیکھ کر گزرتے تھے۔ خاص طور پر ڈیٹین تو بالکل علی

یوز حال ہو رہا تھا۔ شہزاد اسے جھولنے کے لیے بھی بھی اس کے شانے کو چھو کر خاموشی ملی رہتا تھا اور پھر کوئی ہر جڑا کر بیٹہ جاتا تھا۔ ایسے میں انہیں احساس ہی نہیں ہوا کہ کوئی بہت دور سے انہیں گور سے دیکھ رہا ہے۔ جب وہ شخص ان کے قریب آ کر بیٹھا تو اس کی طرف حوجہ ہوئے۔

"آپ لوگوں کی شہد سے کیا رہتے دار کی گئی؟" وہ ان کے قریب ڈیٹین سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ ہمارے حوزہ تھے۔" شہزاد نے اسے کول

سوال کیا جواب دیا۔ اس کی شرت پر موجود ایک ٹی وی چینل کا کوڈ دیکھ کر وہ پوچھ گیا تھا کہ وہ کوئی آپرٹو ہے لیکن یہ حال اس کا پتہ اس کے لیے کھانا نہیں تھا۔

"اصل میں، میں شروع سے ہی اس واقعے کی کوریج کر رہا ہوں۔ اسپتال میں بھی موجود تھا اور وہاں سے یہاں سے بھی مستقل موجود رہا ہوں۔ اس دوران میں نے ان صاحب کو مستقل موجود پایا ہے اور ان کی حالت دیکھ کر مجھے بھی لگا کہ یہ کرنل صاحب کے کوئی قریبی حوزہ ہیں اس لیے میں ان کے شہزاد جانا چاہ رہا تھا۔" اس نے ڈیٹین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بہت ہلکے سے اشارہ مایان کیا۔

"کرنل صاحب ان کے اخیر ہوتے تھے اور اس زمانے سے یہاں سے بہت صحبت رکھتے تھے۔ بگھو والی وجوہات کی بنا پر انہوں نے فرانس سے انتقال دے دیا تھا لیکن کرنل صاحب سے صحبت قائم رہی جب ہی ان کی تہذیب کی خبریں گور نہ تھے اور آپ انہیں دیکھتے رہے۔" شہزاد نے اسے مختصر جواب دیا لیکن ڈیٹین کے انداز سے صرف گھبراہٹا کہ وہ کسی قسم کے سوال جواب کے موڑ میں نہیں ہے۔

"تمہارے اچھے سے تعلق کی بنیاد پر بڑے داران نے انہیں اس حد تک ساتھ ساتھ رہنے کی اجازت دے دی اور دن فریج والے تو ہم سمجھتے ہیں کہ بہت مشکل سے محاسن ڈالتے ہیں۔" اس نے اپنے عجیب و غریب کا اظہار کیا۔

"آپ کو کس بات پر اعتراض ہے، انہیں گھاس لٹے پڑا خود کو نہ تھے پر؟" شہزاد کو اس کا اعجاز اچھا نہیں لگا تو زرا توجہ لے لیا۔

"کلیئر چار شمت ہوں۔ میں نے تو اپنے صحابیان جسم کی وجہ سے پوچھی ایک بات پوچھ لی تھی۔" وہ فوراً سنبھل گیا۔

"انسان کو اپنے فرائض کی اہمیت دہی کے دوران دوسروں کے جذبات اور احساسات کا بھی خیال رکھنا

ہو چاہیے۔ صاف سمجھئے گا، اس وقت ہماری ذہنی حالت انکی تھکن سے کرم میں زیادہ انہوں کے اگلے سیدھے سوال و جواب کا سامنا کر سکیں۔" شہزاد نے اسے دیکھے لہجے میں ہی صہک ٹھاک۔ سلا انہیں خود وہاں سے ٹھک گیا۔

تھوڑی دیر بعد چہترہ اگلے کا اعلان کیا جانے لگا۔ وہاں موجود چم خیر کے ساتھ انہوں نے بھی کرنل کا آخری دیدار کیا پھر بڑا ہالی پر جم میں اپنے تاہم کو گھر کے قریب ہی واضح ایک میدان میں لے جا کر کھڑے چہترہ ادا کی گئی اور اس کے بعد شہزاد کو فری ایوارڈ کے ساتھ اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچا دیا گیا۔ ڈیٹین کے بعد ان کا وہاں کوئی کام باقی نہیں رہا تھا، چنانچہ غالی پن کے احساس کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ انکی پڑی کے قریب ہی چھٹے تھے کہ ڈیٹین کے سوبائیل پر سمجھ کر فریج کی کال آنے لگی۔ وہ خود چاہنے کے باوجود چہترہ سے شرت کے لیے نہیں آ سکتے تھے۔ کچھ بیڑہ مراد صحابیان نے ان کے قدموں میں ڈنچے ڈال دی تھی۔

"تم دونوں وہاں سے اسلام آباد پہنچو۔ کرنل صاحب آج شام چھ بجے تم سے ملاقات کریں گے۔" اجرحر بھی کوئی بات کرنے کے سہانے انہوں نے پتہ پتہ اور بتاتے ہوئے کہ اسلام آباد میں انہیں کہاں شہزاد ہوگا۔ وہاں سے کرنل سمجھنے کا آدھی خود انہیں پک کر لیتا۔

"ٹھیک ہے سر۔" ڈیٹین نے سوادہاں امانت میں انہیں جواب دیا تو سلسلے ختم ہو گیا۔

"لو بھی، تمہاری گھر دور دور ہونے کا تو لگا ہے انتظام ہونے چاہا ہے۔ کرنل صاحب نے فوری ملاقات کا انتظام کیا ہے۔ ٹی اگال ہم اسلام آباد چاہا ہے۔ ملاقات کی جگہ وہاں بھی کر لی گئی ہوگی۔"

کال سے فارغ ہو کر اس نے شہزاد کو خوش خبری سنائی۔ شہزاد انکی گھر کے پتہ اور اس کا عمل شروع کیا اور وہ اپنے اندر ایک جوش اور شہرتی کی روزنی محسوس کرنے لگا۔ کرنل توجہ کی شہادت کے بعد جس طرف ان پر سارے راستے بند ہو گئے تھے، کرنل سمجھنے کے پیغام بنے ان کے کھلنے کی امید باندھ دیتی تھی۔ کرنل کے جانے کا نام اپنی جگہ لیکن جب تک دشمن سلامت تھے، وہ بیٹن سے ٹیکر بیٹہ سمجھتے تھے۔ انہیں مل کے لیے ہر اچھے تھی اور اچھا تک بند ہونے والی راہیں اب کھلنے لگی تھیں۔

☆ ☆ ☆

سلاویہ والدین سے مل کر خوش ہوا تھا کیونکہ وہ کچھ رہا تھا کہ وہ لوگ کئی آرام وہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ساری

زندگی غربت و اللاس کی جگہ میں بیٹے اس کے والدین کو تو شاہد کی اپنی اہم کردار دیکھنا بھی نصیب نہیں ہوا تھا جہاں وہ صبح تھے۔ زندگی کی تمام بنیادی سہولیات سے آراستہ اس گھر میں انہیں صرف زبان بولنے پر بہت بھروسہ تھا اور بن بن کے پاس جگہ رکھنا تھے، چھتے اور نیوی دینی دیکھنے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ گیت پر مسلسل موجود بننے والے چوکیدار کے علاوہ گھر کے کاسٹلر کے لیے بھی ایک مستقل خازم موجود تھا جو ہر دن سولا تھا اور کسی جن کی طرف احتیاط کی تکلیف کرتا تھا۔ جس دن سولہ والدین سے ملنے گیا اس کی ماں نے خاص طور پر اس کے لیے کھانا تیار کروائی، خازم نے ایک دو چربہ ڈشز کے ساتھ کھانا تیار کر کے ڈانٹنگ نکل پر رکھی تو اس کی غرضی ہی بڑی اشتہا انگیز تھی۔ سولہ کو کھانا تو بے اختیار تقریب کے ساتھ کھا دیا۔

گیت بات سے بیزار، ان نے ساری عمر بھی (پھلی) بکری اور کھالی سے لیکر کھنسی کا ہی بھلا بھلا ہے، وہ پیلے بھی کھانے کو نہیں گئی۔ "سلو کے باپ نے بھی اس کی تائید کرتے ہوئے خازم کی تقریب کی۔

اپنے قیام کے دوران سولہ کو اندازہ ہو گیا کہ خازم واقعی زبردست سے گورہیال کے پکڑے ہوئے کھانوں اور طہارت گزری کا نتیجہ ہے کہ اس کے والدین کے حقوق پوروں پر مبنی نظر آنے لگی ہے لیکن وہ لوگ بیکار ہیں۔

"گورہا کا کھانا بیٹھیں آرام سے ہے چاہے آڑوی تم ہو گئی ہے۔ کھنسی آج آج نہیں تکتے، کوئی بات کرنے والا نہیں ہے۔ انہوں کو دیکھنے کو آگھنسی ترس گئی ہیں۔ بس ہم بڑھا بڑھی چٹھے ایک دوسرے کو بھی دیکھتے رہتے ہیں۔" اس کی ماں نے اس سے شکوہ کیا۔

"اچھا ہے اماں، بیٹو باا سارا وقت سندر میں رہتا تھا اور مشکل ہی سے گھرا تھا، اب تم یہاں بیٹھ کر آرام سے کئی بھر کے اس سے باتیں کرو۔" سولہ نے ماں کے شکوے کو مذاق میں ٹال دیا لیکن وہ ان کے سٹیک کو کھچے دیا تھا۔ ان کا حال بالکل ایسا تھا جیسے کھلے پانی کی گھلیوں کو کسی خوب صورت اٹھارہ میں بند کر دیا جائے۔ زندگی گزارنے کے سارے لوازمات کھلی گواکھ میں بھی ملتے ہیں لیکن آواز پانی کی غولی تو نہیں ملتی۔ بس ان دونوں کا بھی یہی حال تھا۔ سب سے بڑھ کر وہ اپنے دوست صاحب اور چھتے داروں سے چلا گئے تھے اور انسان جیسا سانس جانور جیسا تھا وہ رک کر خوش رہ سکتا ہے۔ خود وہ چل رہی ہے لیکن زندگی سے گھبرا گیا۔

ماں باپ کے ساتھ رہنا خوشی کی بات تھی لیکن کچھ تھا کہ وہ ان کے ساتھ رہنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ ان کے حصہ ان کے ساتھ کب شہ ناکا، اپنے معمول کی اور کرتا اور باقی وقت فی وی کے سامنے بیٹھ کر گزارتا۔ اسے آگ بہت ہونے لگی۔ یہاں محل میں رہنے والے اس کے لیے اتنی کمی مصروفیت کے ساتھ ہی زندگی گذر گئی کہ بہت مشکل تھا۔ وہ پڑے سے اسے باہر نہ لگنے کا مشورہ دیا گیا کیونکہ بھارت میں اس کے مہر پر آجانے کے بعد وہ باہر ملے شدہ کچی کپاکستان میں موجود ان کے بھتیجی کو اس کے بارے میں ہوشیار کر دیا گیا ہو گا اور پراگتیت کو اس کی تصاویر فراہم کر کے ہدایت کر دی گئی ہو گی کہ چلے گھر آئے اس شخص کو کھانا کرتے رہیں۔ سولہ جانتا تو ان کی کھلی تھی بیٹے اسے فتح کرنا ہوتی کیونکہ یہاں کرکٹ کا تہجد تھا۔

بندہ اب پاکستان کے مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔ ہمارے جن کے سینوں پر سانس پوت رہے ہوں گے۔ وہ اس کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ جو شخص ان کے کام نہیں آتا وہ پاکستان کے کام آئے۔ سلو کے علم میں بھی یہ سارے مذاق تھے لیکن اس کی انگریزی علم سے کوڑھ پتا کر کہاں اسے کھانا بنا سکتی تھی اور کچھ نہیں سونگی تو اپنی گھنٹے سے ملا کات کے لیے کرایا جانے کی ضمانتی اور اسٹریٹ پر بیک سارے چوڑے سڑکی تک کے ساتھ اس طرح گھر سے گل کھولا تھا کہ گیت پر موجود چوکیدار کو بھی کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ ایک اپ کا ان سے آتا تھا لیکن سامان کی حد میں سہیلی کی وجہ سے اپنے پڑے سے سب سے خاصا تہذیبی نہیں کر سکا تھا اور کئی دنوں کی بڑھی کوششیں سے سختی داؤں میں تہذیب کرنے کے علاوہ آگھنوں پر تو ہنجر کے گھڑنگانے اور سر پر کچھ رکھنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ خیال تھا کہ پانی کی تہذیبی سوزی ملنے پر کرنے گا۔ اتنی کج باز کارخانہ کرنے پر بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ مہاندھیر سے تو سارے ہاڈا ہی بند پڑے ہوتے ہیں۔

گھر سے گل کر بھی حاصل کرنے کے لیے بھی اسے خاصی دور تک پیدل چلنا پڑا۔ کسی ایسا ایک ایسے بہانے کے سامنے لی جو سارے سارے اٹھ کر کوئی جانے والے چلا رہے مردوں کی ہنسنے کی ضرورت پوری کرنے کے لیے کھلا ہوا تھا۔ بہانے کچھ خاص خاص تھیں لیکن قابل جانے اور پریشانی کی خوشیا اپنی طرف مچھلتی تھی۔ سولہ بہانے میں داخل ہوا تو وہاں اس کے علاوہ دو دین تھی گا یک اور موجود تھے۔

پہلی بار تھا۔ اس نے اپنے لیے اڑے پڑھے کے ساتھ ہونے کا آرزو کیا اور اڑنے کے دوران چلنے میں بھی کام کیا۔ ہو گیا کہ بھول کے باہر کھڑی خالی کھنسی کا مالک وہ بچانے کا ہے جو کوئی اہلی جہاز پر چلا پڑے۔ شروع و ختم شروع ہے۔ تو خالی دار چاہتے ہیں پڑھے کے نوالے ڈیوڈی کر کے تھیں میں صرف ہے۔ سولہ اس لڑکے نے لگ بھگ ایک دن تو ناشائستہ کیا اور جیسے ہی وہ لڑکا ناسختے کے بعد باہر نکلے گا، کھنسی اس کے پیچھے لگا۔

وہ شروع پڑھا تو دور تک گیا لیکن جیسے ہی پرکھ پڑھا تھا۔ "کیا ہوا خان؟" اس سوچ میں پڑ گئے؟ "سلو نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

"جو کھنسی سراسر اصل میں، میں رات کی شفٹ میں جیسا جاتا ہوں اور ناکا کرنے کے بعد گھر جا کر سو جاتا ہوں۔ اب آپ نے پکارا تو کھنسی میں آ کر اٹھ کر دیا یا؟" اس نے بہت حریفانہ لہجے میں بات کی اور تھوڑے سے گالی اور دلی توجیح تھی۔

"آج اپنی روٹھن میں تھوڑی سی تہذیبی کرو۔ مجھے کھنسی پھڑکنے کے بعد گھر جا کر سو جانا۔ میں تمہیں وطن کر رہی ہوں گا۔" سولہ نے اسے کھنسی کی۔ اصل میں وہاں اس وقت وہی واحد کھنسی موجود تھی دوسرے سے وہ لڑکا کھنسی اپنی ناک سے اٹھانے لے وطن کر رہا ہے یا کئی گورہا تھا۔

"گھنا ہے آپ کو بہت ضروری اسٹیشن چلنا ہے۔" سولہ نے اس سے لے لیا ہوا۔ "لڑکا راضی ہو گیا اور باہر نکلے کے بعد اپنی کھنسی کا اور اندازہ کوئی کر اسے بخانا۔ اگلے دن سے اس کی کھنسی ٹرانس ہیر رہی تھی۔

"دیکھنا خان، کھنسی تیز کے شمار میں کسی صحت شوک ہے۔" سولہ نے اسے سمجھائی۔

"گھر نہیں کر رہی سراسر اسٹیشن یا تو راجا بھر ہیں۔" سولہ نے اسے دہرا دہرا کر دیا۔ اگر تیز سے اتنا ہی ہے تو ہوتا تو کھنسی آپ کو اسٹیشن تک چھوڑنے کے لیے راضی نہیں ہوتا۔" اس نے اس سے جواب دیا۔

"پڑھے لکھے تھے ہو؟" اس کی کھنسی کے انداز سے یہاں کر سولہ نے چہرہ کیا۔

"جی پڑھ رہا ہوں۔ ایم اے کا قائل ہے اس کے پاس۔" سولہ نے اسے دہرا دہرا کر دیا۔ سات سال سے یہاں ہوں۔

"تو پڑھا کر اپنے خرچے میں بھی پڑے کہ تاروں اور ٹھونڈا بہت گھر والوں کو بھی بھیجتا ہوں۔ پچھلے گرانے کی کھنسی چلا تھا

گھر پہنچ کر کے اپنی بی بیگ پڑھ لکھی خریدی۔ اس کو خریدنے کے چکر میں پڑھائی میں ٹھونڈا کھپ بھی آ گیا وہ اب تک ایم اے کر چکا تھا۔ "اس نے اپنے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا۔

"ایم اے پرائیویٹ کر رہے ہو یا ریگولر؟" سولہ اس سے گفتگو میں لطف آنے لگا۔

"ایہنگ شفٹ میں ریگولر کر رہا ہوں جی۔ پرائیویٹ پڑھنے میں مزہ نہیں آتا۔ رات دس بجے تک کلاسز ہوتی ہیں، اس کے بعد کھنسی چلا تاروں۔ کئی اڈیوڈو بچے تک اور کئی پوری رات۔ جس روز پوری رات چلا تو اس دن میں ناکا کر کے گھر جا کر سو جاتا ہوں اور بارہ بجے کے بعد پھر نکل پڑتا ہوں۔ رات گھر پر گزارنے کی صورت میں بھی سوتا نہیں ہوں بلکہ گھر تک پڑھتا رہتا ہوں۔ سونے کی ناکھنگ گھر کے بعد سے بارہ بجے تک کی ہی ہے۔" اس نے اپنے معمولات سے آگاہ کیا۔ شاہ خند سے بچنے کے لیے اسے کھنسی چاروں رکھنا سب لگ رہا تھا۔

"لڑا کھنسی نہیں ہے کہ ایک دن پڑے آؤی ضرور پڑے۔" سولہ نے اسے سراجہ دو کچھ آج لڑکے سے سٹار ہوا تھا۔ اس کی اپنی زندگی تو بالکل مختلف اجازت میں گزار رہی تھی اور کم عمری میں ہی وہ بڑے بڑے گھریات کا سامنا کر چکا تھا لیکن شہزاد کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کا جو حصہ گزارا تھا، اس میں اس کے اندر بہت سی ایسی تہذیبیاتی آئی تھی جن کی بدولت وہ ایسے لوگوں کی قدر کرنے لگا تھا۔ پہلے اسے وطن اور حب الوطنی کھنسی کے سے کوئی واسطہ نہیں تھا لیکن اب اسے احساس ہونے لگا تھا کہ وطن کی کیا اہمیت ہوتی ہے اور وطن کے لیے اس کھنسی کو راجا بھر جیسے جہان کئے اہم ہوتے ہیں۔

"تمہارا نام کیا ہے یا؟" اس نے قدر سے بے لگتی سے لڑکے سے سوال کیا۔

"ذمرو خان۔" اس نے سترگاتے ہوئے بتایا اور مزہ بولا۔ "یہ نام میری دادی نے رکھا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ میری آنکھیں ذمرو کھنسی خوب صورت ہیں۔"

"وہ ٹھیک ہی تھی جی۔" سولہ نے ایک دو مرتبہ میں نظر آئی اس کی آنکھوں کو دیکھ کر تائید کی۔ اسی وقت کھنسی اسٹیشن کی حدود میں داخل ہوئی اور ذمرو خان نے اسے ایک مناسب جگہ تک لے جا کر روک دیا۔ سولہ نے جہاز کا ٹوٹ ٹال کر اسے چھایا اور خود کھنسی سے اتر گیا۔

"میرے پاس کھلے پیچھے نہیں ہیں سراسر آپ کو بتایا

واہیں نہیں کر سکتوں گا۔ آپ مجھے چھوٹے دنوں میں ادا بھی کر دیں۔" بڑا رگڑا فوٹ دیکھ کر زمرہ خان نے اس سے کہا اور غصہ بھی باہر آ گیا۔

"میرے پاس بھی چھٹا نہیں ہے یا۔۔۔ وہاں ہمارے تمام سارے پیسے بکے گا۔" سونے حکومت کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں میرا تو بہت زیادہ ہے۔ جہاں سے میں نے آپ کو بٹھا یا تھا وہاں سے تو آج تک کٹاؤں کراہی بھی اس سے تم ہی بنا ہے۔ ایسا کر میں آپ نہیں سمجھتی، میں نہیں سے کٹا کر ادا کرتا ہوں۔" سلو کے جواب کا انکار کیے بغیر وہ ایک طرف دوڑ گیا۔ سلو کے نزدیک انتظار کرنا فضول تھا۔ اسے زمرہ خان اچھا لگا تھا اور وہ اس سے پیسے واپس لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا چنانچہ پٹھانے ہتک کرا کے بڑھ گیا۔ سب سے پہلے اس نے کراچی تک کا ٹکٹ خرید لیا اور ایک اسٹال سے اخبار خرید کر کھینچے۔ چاہیہا۔ ٹکٹ کا ٹکٹ اس کی جیب میں موجود تھا۔ ایک سٹریٹ سٹاک کراہی کے محل لینے ہوئے وہ عجیبی طرح پر غور اٹھنے لگا۔ اس کی مٹھپہ گاڑی آنے میں ابھی خاموشی تھا اس لیے وہ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

"آپ یہاں بیٹھے ہیں میرا شہر وہاں آپ کو صدمہ رہا تھا۔" ابھی اس نے وہ اخبار خریدی تھی ابھی کہیں کہیں زمرہ خان وہاں چلا آیا۔ اس کے لیے جس بھی سٹیگنگ تھی۔

"تم نے غور کیا، ادا نہیں کی یا۔۔۔ میں نے تم سے کہا تو تھا کہ چارہ بکنا۔" سونے اس کی سٹیگنگ کا سٹرا کر جواب دیا۔ "نہیں میرا مجھے بخش لینا، ہمارا نہیں تھا۔ میں نے بھی کسی پختہ سے ملے شہہ کرائے سے ایک روپائی زیادہ نہیں لیا۔ اپنی محنت کی کمائی میں جو برکت دی تھی اس نے وہ کسی اور چیز میں نہیں ہوتی۔" اس نے بڑے غصے سے جیب میں جھانک دیکھی وہ سونے چاہا سلو کی طرف بڑھا تو اس بار سونے خاموشی سے روپے تمام لیے۔

زمرہ خان کی شخصیت نے اسے حیرت کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر شہر باری کی اس لڑکے سے ملاقات ہوتی تو وہ بہت خوش ہوتا کیونکہ اس طرح کے ملاقات دار اور غریب لوگ تو اس کے نزدیک اس ملک کا سرمایہ تھے۔ اس کا دل چاہا کہ اس لڑکے سے شہر باری کی ملاقات کر دے چنانچہ وہاں پہنچتا ہوا زمرہ خان کا آواز دے کر وہاں پہنچا۔

"اچھا کتا اتنا چتا تو دیتے چاہتا ہوں۔" سٹیگ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے وہ دوستانہ لہجے میں بولا تو زمرہ کی آنکھوں میں حیرت بھری اور بچوں اور بزرگوں کو دیکھنے کا یہی

صاحب کوئی اور ہو۔ اور بزرگ دیکھتے ہیں ہم دیوی دیوی نظر ایک چادر پوش آدمی پر پڑی جو کبھی نال ولا تھا۔ اسے سونے تھا اور اس کا کٹنا کٹنا بھی غور پر سونے۔

"بیٹے سر۔" وہ زور سے چلا اور زور سے دو قدم قدم لپٹے پر موجود سلو کو کھینچ کر زور سے دھکا دیا۔ اس کے دھکا دینے سے سلو کھڑا اور اس کی طرف آئی گوئی اس کا خان کے سر میں گئی۔ وہ ہے چادر دینا کوئی آواز نہ تھی زمین پر اجیر ہو گیا۔ اس دوران میں سلو اس چادر پوش کے دیکھ چکا تھا جس نے سائیکسنگ کے نائل سے اس پر فائر کیا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ سر میں گولی گینے کے بعد سونے خان ہر طرح کی مدد سے بے نیاز ہو چکا ہے چنانچہ حیرت سے غائب ہونے کی کوشش میں بھاگتے ہوئے چادر پوش کی طرف بھاگا۔ آج کل اس وقت بہت زیادہ لوگ موجود ہیں تھے۔ فائر بھی سائیکسنگ کے نائل سے کیا گیا تھا اس لیے فوری طور پر کوئی حیرت نہیں ہوا لیکن سلو اور چادر پوش کی ہانگ دونوں نے بالآخر لوگوں کو چھوڑ دیا۔ کچھ لوگوں نے زمرہ خان کی پیچھے گری لاش بھی دیکھی لیکن سٹیگ کے ہائی دن کی نسبت ڈراما سٹار نائل میں ہانگ کی گئی۔ اور سلو سب بالکل سے بے نیاز چادر پوش کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

اس شخص کا لباس بے حد سادہ تھا اور وہ زمرہ خان اور چادر پوش کے ساتھ تھا کہ وہ کوئی بھکاری نہ ہو۔ بھاگتے ہوئے وہ دوسرے پٹھانوں کا ہم نوا تھا اور آٹے کے سلو کی طرف لگا کر وہ لوگوں کے لیکن اس بار سلو نائل نہیں تھا اور آسانی سے غور کو کھینچنے سے بچا لیا۔ ساتھ ہی اپنا بھونکا سا نائل نکال کر خود بھی دو قدم بڑھے۔ چادر پوش بچھا ہوا تھا اس لیے اس کا کٹنا نہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا سب ملے ہوئے اور کھانے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کا نائل بھی ختم ہو گیا تھا۔ اس کے نائل پر چھک سائیکسنگ نہیں لگا تھا اس لیے فائر کی آواز دور تک گئی اور وہ نائل میں لوگ بڑھنے چلانے لگے تھے۔

چادر پوش اور سلو دونوں ہی نالی نالی اس وقت چادر سے بے نیاز تھے اور انہیں اپنی اپنی بڑی ہوتی تھی۔ سلو اس شخص کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ زمرہ خان کا چاہتا تھا تو بہت سی معلومات حاصل ہو سکتی تھیں البتہ چادر پوش کا سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ کسی طرف اسے ہلاک کر دے۔ اس لیے اپنی پناہ گاہ سے نکل کر بھاگتے ہوئے بھی اس نے سلو کی طرف ہار دینی دو حیرت فائر کر ڈالے۔ اب وہ پٹھانوں کی طرف سے فوری پر کھڑی ایک ریل گاڑی کی آواز کے بھاگ رہا تھا۔

سٹیشن اس کے پیچھے تھا۔ اب اسے اپنے پیچھے بھی بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز میں سٹائی دے رہی تھی۔ چادر پوش نے اس شخص پر موجود پٹھانوں اور سیکورٹی اہلکار حرکت میں آئے تھے۔ اسے ان لوگوں کی پراگندگی میں بھی وہ کسی طرح خود پر کوئی چلانے والے کو بچھڑانا چاہتا تھا لیکن وہ بھی چادر پوش پر تیار تھا۔ بھاگتے بھاگتے اس نے اچانک ہی پٹھانوں پر فائر کیا۔ سلو کے سر پر فائر کرنے کے بعد خود پٹھانوں سے مدد لینے تک اسے نہیں سمجھ گیا۔ سلو کے پاس اس کا بچھڑا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ چادر پوش کے لیے ہونے والے فائر کی تعداد اس کے دل میں تھی اس لیے اس کے اعزاز سے اسے نائل وہ تمام گولیاں فائر کر چکا تھا اور اسے اپنے نائل کو بے پروا کر کے اپنے فٹو کی ہی صحت دے رہا تھی۔

پٹھانوں کی صحت کو حاصل کرنے کے لیے وہ یوٹی میں کھسا اور سونے بھی بھر پور پٹھانوں کا مظاہرہ کیا اور خود بھی اس نائل میں بھاگ گیا۔ چادر پوش کی نائل کو بھول کر وہاں سے جاؤ گے۔" بھانے ہاتھ پر چلانے کے سونے سے سونے سے اپنے ہاتھ میں موجود نائل کی مدد سے چادر پوش اس کی نائل کے نائل پر خلاف تھا۔ چادر پوش نے اس کے جسم کی نائل میں اپنا نائل بچھے بچھنے کے بھانے پوری قوت سے اس کی طرف اچھال دیا۔ نائل پٹھانوں کو بھرا ہوا تھا لیکن بروقت بھاگی دینے سے وہ خود کو بچانے میں کامیاب ہو گیا لیکن اس دوران میں چادر پوش کو سونے کا پتہ تھا کہ اس پر حملہ کر سکے۔ اس نے ایک دھچکا پٹھانوں پر چھلاک لگائی اور بچھڑا اپنے اعزاز میں اس سے نائل کر کے اس کے ہاتھ میں موجود نائل چھوٹ کر یوٹی کے پٹھانوں سے باہر جا گیا۔ اسے نائل کی پروا نہیں تھی۔

یہ سونے اپنے نائل پر اس کی پورے راستہ استعمال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس شخص کو زندہ گرفتار کرنے کا نائل مند تھا جبکہ اس نے پہلے کے بعد دوسرا حملہ بھی اپنی نائل سے کیا تھا کہ گنگا تھا اسے سلو کی جان کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن اب سلو ہوشیار ہو چکا تھا چنانچہ اس کے ہاتھوں سے سلو کا ہر چھوڑا جا دیا اور اس زور سے اس کے ہاتھوں میں لات باری کر دیا کہ لگا لگا ہوا یوٹی کی دیوار سے جا کر گرا۔ یوٹی نائل خالی تھی۔

باقی نائل کے دوران میں شخص کی چادر اتار لی تھی اور اندر سے ایک پیچھے بھاری ڈالنی دیکھی اور وہاں سے بھاگا۔ نائل پر نائل کے ہاتھوں نے اعزاز لگایا تھا کہ وہ

مضبوط ہاتھ پاؤں کا آدمی ہے اور بھکاریوں سے یہ سہا پہ سہا ہے۔ کابھروپ ہے۔ زور اور ضرب کھانے کے بعد بھی وہ چھانے سے بچھڑے نہیں ہتا اور ایک بار سلو پر حملہ آور ہوا جس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ ٹوٹے پھرتے کے فن میں ماہر ہے۔ اس بار اس نے سلو کی ناک کو اپنے ہماری ہر دم سے لٹا دیا۔ پٹھانوں کی کوشش تھی۔ سلو جیسے کارن بچھڑا کر ناک کو بچھا گیا لیکن کان زور میں آ گیا۔ بہت زور اور ضرب تھی۔ سلو کا دماغ تل کر رہ گیا اور پیش میں آ کر اس نے اپنے مقابل کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنی زور سے بچھڑا کر دیا اور فوری طور پر اٹھ کر سلو اس کے پیچھے پر سوار ہو گیا۔ اسی وقت گنگا دورانے سے پیسے واپس لینے لگی تھی۔

"وٹھڑا آپ۔۔۔ کسی نے حرکت کی تو اپنی جان سے جانے گا۔" اسے ابھی آئی کے عہدے کے ایک بندے نے اپنا ہاتھ اٹھو لہر اتے ہوئے بھڑکادی۔ اس کی بھڑک سے کم از کم سلو تو کھینچا اور سٹاک تھا البتہ اس کے خیال کے مطابق اب بچھڑا کرنے کی ضرورت نہیں رہی تھی اس لیے اطمینان سے ہاتھ ہاتھ ہاتھ ہاتھ اپنے مقابل کے پیچھے ہاتھ پھرا لیا۔

"یہ ایک بے گناہ کا حال ہے، اسٹیکر صاحب! اسے گرفتار کریں۔" اس نے اسے اس کی آواز کہا۔ "مجھے بچاؤ، ابی آپ! میرے بیٹے کو چاہا ہے۔ اس نے ہی اس شخص کو اپنے منہ سے کوئی (فائر) کر کے گل کیا ہے۔" بھکاری لگا شخص نے بھی ہاتھ اٹھائے وہاں ہی۔ "اے کریم دہرا دونوں کو پھینکیں گا کہ قاتل بن جائے۔ وہی مان سے زور ہاتھ ہوں گے۔" اسے ابھی آئی نے کھینچ کر اپنے ساتھ آنے والے سپاہیوں کو حکم دیا تو وہ فوراً حرکت میں آ گئے۔

"قاتل میں نہیں، یہ ہے۔" سونے خود کو پھینکی لگاتے چلانے پر حراست کی۔ "یہ فیصلہ تو قاتل میں کریم کر میں گئے۔" اس کے احتجاج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اسے پھینکی لگا دی گئی۔ سلو کو پھر تو بہت آسائش ہوئی۔ اسے اعزاز تھا کہ اس بھکاری میں چھک کر وہاں روانہ ہونے سے محروم ہو جائے گا لیکن اب وہ بھی کیا سکتا تھا۔ اسے اس معاملے سے منتنا ہی تھا۔ ایک سوہاں میں بٹھا کر انہیں قاتل نے چاہا تھا اور پٹھانوں کی بات بچھڑا کے ناک اپ میں بند کر دیا گیا۔ پٹھانوں کے اس طرز عمل پر سلو حیرت کر رہا تھا۔ "یہ کون سا طریقہ ہے۔ تم لوگ ہر ایک کو ایک ہی

انہی سے کہے جا سکتے تھے۔ میں کوئی مجرم نہیں ہوں بلکہ ایک قاضی کی گرفتاری میں پولیس کی مدد کی ہے۔ اپنے صاحب سے کہو کہ میرا بیان ریکارڈ کرے اور مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دے۔" اس نے سپاہی کے سامنے احتجاج کیا۔

"انہی اچانک صاحب انہی لوہنی پر نہیں آئے ہیں۔ وہ آئیں گے تو یہاں ریکارڈ ہوگا۔" سپاہی نے اسے جواب دیا اور مڑ جانے لگا۔

"وہ اسے اتنی آئی تو ہے۔۔۔ وہ کیوں یہاں ریکارڈ نہیں کرتا؟" سولو پوچھا۔

"وہ بھی قادر نہیں تھا۔ انہیں جانے دیا کہ وہ کیوں تیار کرتی ہے، اس میں مصروف تھا۔" سپاہی نے کہا۔

شرف بدلتا تھا جو اس کے سامنے کا جواب دے رہا تھا اور نہ جانے کے سوالوں میں اتنی ہی شرافت موجود نہیں ہوتی۔

"تم لوگوں کو اپنے اس رویے کا جواب دینا ہوگا۔ مجھے ایک فون کال کرنے کا پھر دیکھنا ہوں کہ کیسے تم مجھے یوں جانے میں روک پاتے ہو۔" پولیس میں آکر وہ دھمکیوں پر آمرا تھا جن کا سپاہی نے کوئی اثر نہیں کیا۔

پہلی طور پر وہ ان سب چیزوں کا بادی تھا چنانچہ گردن موڑ کر اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ سولو بھی تنگ ہانک کر لاک اپ کے فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ گرفتار ہونے والے بھکاری کو یہاں بند نہیں کیا گیا تھا۔ یہاں اس کے ساتھ وہ دوسرے قیدی موجود تھے جو اور گروہ سے بے نیاز سکرین ہونٹوں سے لگائے دھمکیوں کے خوف سے بٹانے میں مصروف تھے۔ لاک اپ کی محدود فضا میں کھلبلی برے۔ ہر آسانی امتیاز لگایا جا سکتا تھا کہ سکرین کے اندر چرس بھری ہوئی ہے۔ فصل و صورت اور چہرے سے بھی وہ بخاری مجرم اور پھلے ہوئے پر معاشرا تک رہے تھے۔

سولو کو ان سے کوئی فرس نہیں تھی۔ وہ تو بے کھنی سے یہاں سے نکالے جانے کا منتظر تھا۔ پولیس والوں نے اتنی ہوشیاری دکھائی تھی کہ ریل سے اسٹیشن پر ہی اس کا موہاں فون اپنے جیسے میں گریا تھا اور ملاوہ ان کا تاج ہو کر رو گیا تھا۔ لاک اپ میں قادر اور اور بڑا بیٹھے اسے وہ گروہ زمرہ خان بھی خدمت سے یاد اور ہوا تھا۔ روزگار اور تقسیم کے لیے اپنے گاؤں سے یہاں آکر لینے والے اس لڑکے کی آنکھوں میں تھے خواب تھے لیکن ایک خاتم کوئی نے خواب بنے والی ان آنکھوں کو ہی بید کے لیے بند کر دیا تھا۔ پیچھے پانچ تھیں کون کون تھا جس کے خوابوں کو تھیرنے کی دعا کرتا اس

کی وہابی کی رائی دیکھتا تھا۔ خود بھی تو اس باہر سے سے نکلتا ہوا تھا اور اسے لگا تھا کہ یہ وہ شخص ہے جسے شہر پار کے مطابق پاکستان کے سمری مستقبل کی امید کرنا جا سکتا ہے لیکن کیا ہوا تھا۔ چہرا اچانک کی ایک کون سے اس چارے کو پیش کی تھیر سلا دیا تھا۔

اب اسے اپنا کر رہی جانے کا فیصلہ ہی اس وقت ہوا تھا۔ اس کے اس عمل نے ایک بے قصور کی جان لے لی تھی۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کراہی جا کر کراہی کرتا؟ جسے جسے دن کی مٹی کی کیا حیثیت تھی کہ وہ اپنی نظیر سے ملنے کیسے ممکن ہو جاتا۔ پانی رینے تاتے بھی اس کے خود یک لہریاں

اجیت نہیں دیکھتے تھے کہ وہ برسوں اپنے سارے تجربوں سے دور رہا تھا اور وہاں آیا بھی تھا تو لوگوں کو اس زہر سے پاک کرنے کے لیے وہاں لے آئی کی گندگ میں بھرا ہوا تھا۔ لاک اپ میں گزرتے وقت میں اپنا تجربہ کون سے اسے اس بات کا بھی اور اک ہو گیا تھا کہ وہ کسی کی صحبت کشش میں کراہی نہیں جا رہا تھا بلکہ اپنی طرفک طبیعت کی وجہ سے وہاں کا قصد کیا تھا۔ شاید اس کے اندر کبھی یہاں

تھا کیا اس کی تاک میں رہنے والوں نے اس کی نظیر کے پر نظر رکھی ہوئی تھی کہ وہ وہاں آئے گا تو اسے دھر لیں گے اور وہ ان سے دور ہوا ہوا کرنے کے لیے اس جہاں میں کھینچے جا رہا تھا لیکن یہاں تو لاہور سے نکلنے کی بھی نوبت نہیں آئی تھی اور حال یہ تھا کہ وہ خود کو ایک مجرم کی طرح لاک اپ میں بند تھا۔ اللہ اظہر کے کوئی دشمنی میں نکلے بعد اسے اسٹیشن اور کے قاتلے بھی جانے اور شرف ملاکت جیسے کی تو بے حسلی تھی۔ ایک سپاہی کی گمانی میں وہ انہیں اچانک اس کے کمرے میں پہنچا تو اس نے بھاری تھکے والے زمرہ خان کے قاتل کو اطمینان سے ایک کرسی پر بیٹھا پایا لیکن خود اسے ایسی کوئی بخشش نہیں کی گئی۔

"ہاں بھی ظلم خان، سنا ہے تو بڑا بے کھن تھا مجھ سے ملنے کے لیے؟" انہیں اچانک لاک اپ سے قلمب کرتے ہوئے خاصا تھیرا آمیز تھا۔ سولو کو وہ پر خاصا سچہ کرتا پڑا کہ وہ اس لکچے کے جواب میں بدلتی ہی سے جی نہ آئے۔

"تھی ہاں، میں چاہتا تھا کہ آپ جلد اور جلد میرا بیان ریکارڈ کر کے مجھے یہاں سے جانے کی اجازت دے دیں تو میں اپنے کام و دھم سے نکلنا۔" اس نے خاصے عمل سے جواب دیا۔

"کون سا کام دھم۔۔۔ شاہجگ سیکڑ میں ہم دھماکے کرنے کا یا بے گناہ لوگوں پر گولیاں چلانے کا؟" انہیں اچانک

لگا ہوا تھا اور تھیرے سے بھرا ہوا تھا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اس کی بات سن کر سولو

جہاں تھیں رماہوں نے دھت گزری کی تربیت دے کر پاکستان میں تھیں کھیلنے کے لیے یہاں بھجوا دیا تھا اور ایسے ہی ان کے نام میں جن جیل میں بندھے جہاں ہونے والی ہنگامہ آزدی کے دوران میں فرار کا موقع مل گیا۔ انہیں اچانک اسے جرموں کا پورا پورا پتہ تھا، اس کی اسے کھلی امید نہیں تھی۔

بڑی مشکل سے خود کو سنبھال کر بیکہ کہہ سکا تو اس انا کہ... آپ مجھے ایک فون کرنے کی اجازت دے دیں پھر آپ مجھے اسے منطقی اور صحیح طور پر جاننے کا کہ میں کون ہوں اور میری کیا حیثیت ہے۔" اس درخواست کے جواب میں

انہوں نے ذرا فون کا مظاہرہ نہیں کیا اور لاک کر پولا۔

"مجھے یہ پتہ ہے کہ ہاں سے ہاں۔"

"اور یقیناً یہ معلومات اس شخص نے فراہم کی ہوں گی۔ ایک آدمی کا قاتل ہونے کے باوجود آپ نے اسے اپنے سامنے اتنی عزت سے بھارا رکھا ہے۔" اس بار سولو بھی

مگر وہ اب ہم جیسے لگا کر کھت سے الٹا لگا گیا ہے۔ انہیں اچانک اور نے غضب لاک لکچے میں اسے جواب دیا اور اسے لانے والے سپاہی کی طرف متحرک کر کے دکھایا۔

"لے جاؤ اسے اور اتنا کہہ کر یہ خود اپنا سارا انکا پھینکا لگا دے۔" سمر نے علی سپاہی نے اسے گولی سے روک لیا۔ سولو انا کڑو نہیں تھا کہ کسی عام سے سپاہی کے کاہر میں آ جاتا لیکن وہ ان لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہتا تھا کہ ان کا اثر اس کے دشمنوں میں نہیں ہوتا تھا۔

انہیں اچانک اس کے مطالب پر بیٹھا بھاری اس ساری گفتگو کے دوران ہاں کلامش خاموش بیٹھا رہا تھا جیسے اطمینان ہو کر سولو پھانے میں کاسپ ہو گیا ہے۔ اس کے اس اطمینان پر سولو ایک دم ہی پشیمان آیا اور سٹی کی پروا کیے بغیر اس نے ہاں لاک اپ اس شخص پر ہاتھ ڈال دیا۔ کرسی پر بیٹھے اس شخص کو اس نے اتنی تربیت سے گردن میں ہاتھ ڈال کر کھینچا کہ کسی کو بچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ یہاں تک کہ اس کی گردن اور پچھنے والا سپاہی بھی دیکھتا رہا کہ اسے اپنے بندہ کی طرح بھری گرفت سے آزاد ہوا ہے۔ جب تک انہیں اچانک اور اپنا راج اور سیدھا کرتا۔ سولو اس بھاری کو اپنی گرفت میں لے لے ایک دیوار سے پشت لگا لگا تھا۔ پیچھے دیوار اور آگے اس شخص کے ہونے کی وجہ سے وہ مکمل طور پر محسوس ہو چکا تھا۔

اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پھینکیوں کے درمیان موجود زنجیر سے اس بری طرح اس شخص کی گردن کو گرفت میں لیا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ کے لیے بھی ہاتھ نہیں چھلا پاتا تھا۔

"بٹے بٹے کی کھلی مت کرنا اور نہ اپنی جان سے جاؤ گے۔ لڑنا بھرا جائے ہو اس لیے اس واؤ کو بھی انہی طرح بچھاتے ہو گے۔ حرکت میں تھماری اپنی جان جانے کا خطرہ ہے۔ سانس کی تالی نکل جائے گی۔" اس نے نہایت صحت لکچے میں اس بھاری سے کہا اور پھر انہیں اچانک کوئی طرف متوجہ ہو گیا جس اور ان میں کچھ کچھ کڑا پھینکیوں اسٹیشن میں موجود تمام سپاہیوں کو اپنے کمرے میں بھیج کر چکا تھا لیکن وہ سب بھی اپنے اسٹریکٹ اس صورت حال پر صحت پے بس تھرا رہے تھے۔

"پچھو وہ اسے ہرگز نہیں گولی ماروں گا۔" انہیں اچانک نے اپنے گیزنگلی دی رنہ کوئی وہ کہاں مارا۔ گولی چلاتا تو پچھو وہ شخص کتا نہ جانتا وہ پانچ بار اسے چکا تھا۔

لیا ہی اس کیج رتی الجیسی کی آڑ میں یہ وہ ظلی اور وہ کام کر رہا ہے جس نے اسے جسے سے میں ناکوں پتے جوار کے تھا۔ ٹھیک ہے، اب میں ان سے نصرت لوں گا۔" اس کے خاطر ومانے نے فوراً ہی دست انداز سے قائم کر لیے۔

"زیٹان اور عادل خان پر کوئی نظر رکھو۔ دیکھو کہ کام میں کئی سلیکٹیں سے ملنا کت کر کے وہ کہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ ہر نکتے کو طاقت کی تحصیل بھی حاصل کرو۔ یہ بہت اہم لمحہ ہمارے ہاتھ آیا ہے، اسے ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ اس لمحے کی مدد سے ہم بڑی کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس پر دلچسپی رکھو اور ہمان سے ہٹا دو اور اپنے ذہن پختہ اور ہوشیار بندوں کو پیچھے لگاؤ۔" اس کی طیلی کا چانس نہیں ہے۔" حاصل شدہ معلومات سے متاثری انداز کرنے کے بعد اس نے ایک ہی سانس میں احکامات جاری کیے۔

"میں سرب۔" ہاتھ اسے زمین دہلی کر دیا کر قبیلے کے لیے روانہ ہو گیا جیکو لوہا کے ہوتوں پر سگراہت نکلیں گی۔

ظنہ والی کامیابیوں کی امید نے اس کے سوا پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

* * *

"ایک سوڑ سانگیل ہمارا بیٹا کر رہی ہے۔" انہیں قاتل سے نکل کر دس منٹ گزارے تھے کہ سونے کسی کو بطور خاص ملاحظہ کیے بغیر یہ اطلاع دی۔

"کون سی سوڑ سانگیل؟" فوراً تک سیٹ پر بیٹھا سلمان چڑھا۔ ان کے آگے بیچھے اچھا خاصا ٹریک تھا اس لیے اسے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ سونے کس سوڑ سانگیل کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"وہ ان نو قاتل جس کے سوار نے تیرا لہر بھنگ دکھا ہے اور سر پر ہیلمٹ ہے۔ وہ چالیس اشیشن سے ہی ہمارے پیچھے لگا ہوا ہے۔" سونے نے اپنے ساتھ اطمینان سے جواب دیا تو ان کے ساتھ ہی گاڑی میں سوار تیز بھکاری کا چہرہ اتر گیا۔ گرفتاری کے ہاؤ جاب تک اس لیے مطمئن تھا کہ اسے اپنے ساتھیوں کی اور گرد و پیش کی حالتیں تھیں لیکن سلوکی ہوشیاری نے اس کا یہ اطمینان بھی دھست کر دیا تھا۔

"کیا کر رہا ہے؟" سلمان نے ساتھ والی سیٹ پر موجود چادر ہلی سے پوچھا جس کے ذمہ مکمل طور پر تو نہیں بھرے تھے لیکن یہ سب سے بھرا گروہ آج بھی دلچسپ لگا آیا تھا جہاں پہلے سے سونے کے قیام کی خبر ملی اور بھر پور بھی ہوا تھا۔

نیل گیا کہ وہ ایک چالیس اشیشن میں موجود ہے۔ سلمان اس کی باز پالی کے لیے روانہ ہونے لگا تو وہ بھی اس کے ساتھ ہوا اور اب اپنے زخموں کو بھول کر یکساں نظر آ رہا تھا۔

"آئے دو اسے۔ ڈراما ل کر اس کا بھر پور نسب معلوم لیتے ہیں۔" اس نے سلمان کو جواب دیا۔ اس جواب سلمان نے سمجھ لیا کہ وہ کیا اور وہ کتنا ہے چنانچہ گاڑی کی سڑکوں سے ہٹا کر اپنے راستوں کی طرف لے جائے جہاں وہ اطمینان سے اپنی کارروائی کر سکیں۔ مستحکم آتے سوڑ سانگیل سوار کی موجودگی نے تصدیق کر دی کہ اس کے بارے میں دعویٰ درست ہے، وہ واقعی ایک قاتل تھا۔ قاسمی سے اپنے ہتھیار نکال کر وہ سونے سے ملنے کے لیے تیار ہو گئے۔

وہ تین تھے اور ایک انیسے بندے کو قاتل کرنے کے لیے انہیں زیادہ جہد و جدت کی ضرورت تھی کسی اس لیے تیار رہیں بھی تھے آخر آ رہے تھے۔ سلمان نے گاڑی کو کھرا بھرا کر ایک ایسے راستے پر ڈال دیا تھا جہاں سڑک کا سحر خراب تھا اور دونوں اطراف جھاڑیاں اکی ہوئی تھیں۔ سڑک کی حالت اور طوائف کی ویرانی کی وجہ سے لوگ عموماً اس طرف کا رخ نہیں کرتے تھے جیکر اکثر اوقات یہاں سے ڈھرنی کی دہرائیں بھی نکلتی آ جاتی تھیں۔ ان کا بیٹھا کرنے والا سوڑ سانگیل سوار اس سڑک پر بھی ان کے پیچھے ہی تھا۔ سلمان نے سڑک کے تکر یا وسط میں بیچ کر اچانک ہی اپنی گاڑی روک لی۔ گاڑی اس انداز میں روکی گئی کہ سڑک پر سے گزرنے کا راستہ بالکل باقی نہیں رہا تھا۔ سوڑ سانگیل سوار کو بھی یہ کچھ پتا نہ تھا۔

"کیا بات ہے... کیوں اس طرح راستہ روکا ہے؟" بھانے خوف زدہ ہونے کے وہ پر اشتعال لہجے میں پوچھا کہ روک پالت کر لے لگا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ تم کس لیے ہمارا بیٹھا کر رہے ہو؟" چادر ہلی ہاتھ میں حاصل لے گاڑی سے بچے اتر اور کچھ لمبے میں باز پرس کی۔ حاصل دیکھنے کے ہاؤ جاب سوڑ سانگیل سوار کے اعلان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ہیلمٹ کی وجہ سے اس کے چہرے کے تاثرات تو نہیں دیکھے جاسکتے تھے لیکن باؤی ٹیکو بیچ چہرہ ہی کی وہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔

"یہ تو تمہیں ابھی پتا چل جائے گا۔" اس نے انہیں فیزی سے چادر ہلی کے سوال کا جواب دیا اور بھر زور سے پوچھا۔ "اسے پتا دست ورت گولی باروں گا۔" اس کا جواب سلو تھا جو بالکل ہی اچانک گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ اس نے سوڑ سانگیل سوار کی غلام کو اپنی آڑ میں لیا اور دائیں طرف کی جھاڑیوں میں چھوٹک لگا دی۔ سوڑ سانگیل سوار نے فوراً اس کی طرف ایک گولی دالی لیکن سلطان ہال

کی دوسری گولی چلنے سے لگی وہ جھاڑیوں میں دوپٹا ہو گیا۔ اس ٹھکرے سے دوڑانے میں وہاں مزید جھڑپیاں بھی ہوئی تھیں۔ عموماً وہاں رہنے والی سڑک پر نہ جانے کیسے وہاں اطراف سے گاڑیاں نمودار ہو گئی تھیں۔ گولی کی آواز کے ساتھ ساتھ گاڑیوں کے پریشانی جھرمٹے اور کھٹکھٹے ہونے لگے۔ ان افراد میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چادر ہلی اور برہنہ ہتھیار موجود تھے۔ سلطان اور چادر ہلی کی کتھ میں ایک سوڑ سانگیل سوار کے اس قدر اطمینان کا کیا سبب تھا۔ ان کا تعاقب کرتے ہوئے چادر ہلی اپنے ساتھیوں سے مسلسل رابطے میں تھا اور انہیں اپنی لوکیشن سے آگاہ کر رہا تھا۔ ان لوگوں نے اسے گھبرانے کا پروگرام بنا کر اس سڑک پر لگایا تو بیچے انہوں کا پروگرام کچھ گیا اور اٹا انہیں ہی چھوڑنے کی ضرورت پڑی۔

"اب تم لوگ اپنے ہتھیار بیچ کر کثافت سے ہاتھ دھو لو۔ نہ جان سے جاؤ گے۔" سوڑ سانگیل سوار نے اسے سزا دیا جس پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ سب سے بڑی طرح بچس بچس گئے۔

"تیرا اور جھاڑیوں میں کھسا ہے۔ اسے حاصل کرو۔" سلطان اور چادر ہلی نے چادر ہلی کے علم پر عمل کرنے سے پہلے ہی اسے اپنے ساتھیوں کو دھرا ہم دیا۔ اس کے ہم کی قبیلے کے لیے تین چار افراد جھاڑیوں کی طرف بڑھے۔ انہیں پہلے آوی نے جھاڑیوں میں قدم رکھا تھا کہ وہاں چلی اور سوڑ سانگیل سوار کے پیچھے گری۔ گولی نے اس کی گردن پر زمین ہیلمٹ کے لیے چھید کر دیا تھا۔ اسے چلنے نہ کا سوجھ نہیں ملا۔ اہلہ چادر ہلی اور سلمان نے سوجھ کا سبب فائدہ اٹھایا اور فوراً ہی زمین پر گر کر گاڑی کے پیچھے گھس گئے۔ وہ طرف موجود دشمنوں کی موجودگی میں ان جھاڑیوں میں باغی چھپ چکا تھا۔ وہاں وہ بیکور خود کو گولیاں مارنے سے بچا سکتے تھے۔

سوڑ سانگیل سوار کی طاقت کے بعد وہاں بے تھوٹا ایک شہ شروع ہو گئی تھی۔ وہ لوگ اندھا دھند لائٹنگ سے بچنے اور ہاتھ کی سست کا زمین نہیں کیا تھا۔ کچھ سے ہتھیاروں کا رخ ان کی گاڑی کی طرف تھا تو کچھ لوگوں نے گولیاں برسر بارے تھے۔ چادر ہلی نے بھی اپنے دل سے چند لائٹنگ کے لیکن ظاہر ہے یہ کڑے اڑتے۔ ان لوگوں کو سوجھ مل گیا تھا کہ وہ گاڑی کی دھند میں موجود تھے۔ ان لوگوں کی اس میں سے ہتھیار نکال سکے ہتھیار نکالنے

کے دوران وہ بیٹھا اور تھک کر کے ٹھکرا صورت حال اور اپنی پوزیشن کے بارے میں بھی اطلاع اسے چکا تھا۔ ہتھیار ہاتھ میں آئے تو دونوں نے ایک ایک جانب بھابھ دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ چالیس اشیشن کو اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ گاڑی کے نیچے جیسے میں کوئی ایسا خفیہ خانہ موجود ہے جہاں ہتھیار چھپائے گئے ہیں اس لیے جب زور دار بھابھ خاتو پھٹکا کر رہ گئے۔ اور سونے نے ان کا ہتھ بند کر رکھا تھا۔ وہ بہت چالاکی سے اپنی جگہ بدل بدل کر گاڑی کے باہر نکلا لیکن اس کا ہر تکرار اس کا سچا سچا کھاتا کہ کوئی نہ کوئی اس کی زد میں ضرور آ رہا تھا۔ دوسری طرف وہ خود ان لوگوں کے لیے چھلا دینا ہوا تھا جو کسی صورت ان کی زد میں نہیں آ رہا تھا۔

"پٹرول ٹینک میں سوراخ ہو گیا ہے۔" گولوں کی گونج میں چادر ہلی نے وحشت زدہ لہجے میں پٹرول کا گواہ بنا دینے والا اکتاف کیا تو سلمان کو بھی زمین پر گرتا پٹرول دکھائی دے گیا۔

"میں فوراً یہاں سے نکلتا ہوں گا۔" اس نے سرسراہتی آواز میں کہا اور پھر دونوں نے ہی اپنے احصاب کو قاتل میں رکھتے ہوئے فوری طور پر لاکھ عمل بھی لے کر لیا۔ سڑک پر پیچھے کی جانب موجود افراد زیادہ دھندل گئے کیونکہ سلوکی گولوں کا ہتھ بند ہاؤ تو وہی نوگ ہے۔ ہتھ بندہ ان کی فزری میں تین افراد کی بھی ہو گئی تھی۔ صرف دو موجود تھے جن میں سے ایک کی توجہ جھاڑیوں کی طرف تھی۔ چادر ہلی اور سلمان نے خطرہ مول لیتے ہوئے اس طرف بے تھوٹا لائٹنگ شروع کر دی اور سوجھ یا کر گاڑی کے پیچھے سے نکل کر جھاڑیوں کی طرف چھوٹک لگا۔ یہ ان کی خوش قسمتی کہ میں اسی وقت نفا میں ریسی کی گاڑی کا سامان کو بچتے گا۔

عمل آوروں کی توجہ بہت گئی چنانچہ ان کی طرف کوئی فائر نہیں کیا گیا اور وہ خیر و خوبی جھاڑیوں تک پہنچے جس کا سباب ہو گئے۔ جھاڑیوں میں گر کر انہی وہ کھٹکے بھی گئے تھے کہ نفا میں ایک کان بھاڑ دینے والا دھماکا گونجا۔ یہاں کی گاڑی کا پٹرول ٹینک پھٹنے کی آواز تھی۔ وہ سونے کے حد سے بال بال فزری نکل آئے میں کا سباب ہو گئے تھے البتہ وہ بھکاری تیز ضرور جان سے چلا گیا تھا جو گاڑی کی چھاتی لائٹس پر چھوٹی سے بندھا ہے جس سے بچا تھا۔ اس کی چھاتی کو گاڑی کی چھت سے لگے ایک کپ سے شنگ کر دیا گیا تھا اس لیے وہ گاڑی سے باہر نہیں نکل سکا تھا۔ اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے اسے کھانے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔ شاید وہ ان کے لیے زیادہ اہم نہیں تھا۔

ایہاں دیا جاوے۔ ایہاں چھوڑا سا سٹری بیج مسافرنے اپنے شانے پر ہی لٹا رکھا تھا۔ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے ہال میں کرسیوں پر بیٹھے کھاتے بیٹھے لوگوں پر بظاہر ایک سرسری سی نظر ڈالی لیکن اس ایک نظر نے ہی وہاں موجود ہلہ خراہ کا جائزہ لے لیا تھا۔ وہ سب بھی تھرا ہی جیسے طبع والے لوگ تھے اور ان میں سے کوئی بھی اس کی طرف حوجہ نہیں تھا۔

”اوپر غسل خانہ اور بیت اللہ دونوں موجود ہیں۔ اگر آپ کا نہانے کا ارادہ ہو تو مجھے بتادو۔ میں بندہ است کر دوں گا۔“ اسے کمرے تک پہنچا کر نکلا خان نے بارآمد سے کے آخری سر سے پر نظر آنے والے دو دروازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتائیں کی۔

”نہیں، میں صرف منہ ہاتھ دھونا پسند کروں گا۔ تم ہاتھ۔ مجھے تمہاری کسی خدمت کی ضرورت ہوئی تو بتا لوں گا۔“ اس نے لڑکے کو چھٹا کیا اور کچھ سوچ کر کمرے میں داخل ہونے کے بجائے ہاتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ کئی گھنٹوں سے سڑ میں تھا اور اب اسے ہاتھ روم جانے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ ہاتھ روم جاتے ہوئے بھی اس نے اپنا سٹری بیج اپنے ساتھ ہی رکھنا پسند کیا تھا۔

جب وہ فریش ہو کے اپنے کمرے میں پہنچا تو خود کو پہلے کی نسبت کافی بہتر محسوس کر رہا تھا۔ کمرے میں ہان کی چار پائی پر ایک میلا سا سٹری بیج ہوا تھا۔ وہ بلا تھک اس سٹری بیج پر بیٹھ گیا اور اپنا سٹری بیج نکال کر کوئی نمبر ملانے لگا۔ مکلی گھنٹی پر ہی اس کی کال ریسیور کرنی گئی۔

”کہاں ہو صاحب... ہم یہاں آپ کا انتظار کرتا ہے؟“ دوسری طرف سے کال ریسیور کرنے والے نے اس سے وار یافت کیا۔

”راستے میں ہوں۔ جیب کا انجنی لٹرا کرنے کے لیے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوں۔ چھ سات گھنٹے تک تمہارے پاس بیٹھ جاؤں گا۔“ اس نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا لیکن اعزاز سے انکا ضرور واضح تھا کہ وہ صاحب کے لیے باس کی حیثیت نہ دیکھتا ہے۔

”اوپر میں نے سارے اطلاعات کر دیے ہیں۔

یہاں بیٹھ کر آپ جب چاہو گے، آپ کو سرور پارک لگاوا دیا جائے گا۔“ اسے پچھلے جوش انداز میں اطلاع فرما رہی تھی۔

”گڈ ٹائم نے ہیٹ کر دیا ہے کہ تم اپنے ہاسٹل کی جگہ لینے کے مکمل اہل ہو۔“ اس نے دوسری طرف موجود محسوس کو سراہا اور اس کی رابطہ قطع کر دیا۔ وہ ایک اور نمبر ڈال

کر رہا تھا۔ ”بیلو۔“ دوسری طرف سے ایک ٹھیک سی آواز سنائی دی۔

”کہاں ہو تم؟ میں نے پہلے ہی تم سے رابطہ کر کے کوشش کی تھی لیکن تم نے کال ریسیور نہیں کی۔“ اس نے قدر سے فرمائے والے اعزاز میں وار یافت کیا۔ اب وہ اس کے بجائے صبرانی زبان کا استعمال کر رہا تھا۔

”میں اسپتال میں تھی۔ میری طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی۔“ فریڈ نے چھٹا کر دیا۔ ”انکرنے اسٹیک کھانے کیا ہے۔“ اس نے کھینچ کر پانی پی لیا۔ وہ اس کی حالت میں وہی ہنس رہی اور اب بھی اتنی کمزوری ہے کہ سڑ سے اٹھنا ممکن نہیں۔ ”میں کی طرف سے صبرانی کا استعمال ہونے پر دوسری طرف سے بھی صبرانی ہی میں ساری تحصیل تالی کی ٹیکنکوں نے وہاں کے لہجے میں واضح تفاوت کا اظہار ہو رہا تھا۔

”کوہ سٹ ایچ ہاں ہونے کا کون سا موقع تھا؟“ وہ بڑی طرح پچھلا گیا۔

”کوئی مسئلہ ہے ڈیو۔ تم مجھے پریشان لگتے ہو۔“ اس نے ٹھٹھکی سے استغناء کر لیا گیا۔

”حالات بہت خراب ہیں۔ ایڈوائس میں صبرانی طور پر وہاں سے لٹھا ہوگا۔ میرے بچے آدمی پکارے گئے ہیں اور بیٹھنے ان سے بہت بگڑا ہوا جا چکا ہے۔ آری اور غصے میں بھی اسے جگہ جگہ کرتے پھرتے پھرتے۔“ برطرف ہو چھل آیا ہے۔ جو مقامی سردار یہاں ہمارے لیے کام کرتا تھا وہ بھی مارا گیا ہے۔ خوش قسمتی سے مجھے بروقت لٹنے کا موقع مل گیا اور اب میں سردار کے بیٹے کے اور بچے سرور پارک لٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ان حالات میں ہمارا منظر سے قاسب ہو جاتا ہی سب سے بہتر ہے۔ پاکستان میں موجود رہا کا اظہار باظرف سے بھی مارا جا چکا ہے اس لیے فی الحال ہم یہاں بالکل بے یار و مددگار ہیں۔“ ڈیو نے جلدی جلدی اسے حالات سے آگاہ کیا۔

”اوہو... تو بہت ہی برا ہوا۔ اس طرح تو ہمارا جنگل والا بیرو جیکٹ بھی خطرے میں چڑ جائے گا۔“ اس کی ذہنی سادگی تحصیل کن کر لیا نے پریشان کیا دیکھا گیا۔

”میرے خیال میں وہ بیرو جیکٹ محفوظ ہے کیونکہ گرفتار ہونے والوں میں سے کسی کو بھی اس کے ہارے میں ظلم نہیں تھا۔ ہاں چھری کی طرف سے ضرور خطرہ ہے۔ اگر اس پر ہاتھ ڈالا گیا تو وہ بچ آگے دے گا اس لیے میرا خیال ضرور ہے کہ وہاں سے لٹنے سے پہلے چھری اور اس کے

اپنے بندوں کا کام کر کے لٹو نہیں اس بار سے جس طرح ہے۔ کام کرنے والے اند میں ہمیں اور مل جائیں گے لیکن یہ ایک تہہ نہیں ہونا چاہیے۔“ ڈیو نے آگے بڑھنے لگا۔ ”اے کے میں چل کر گئی ہوں۔“ ایڈوانس پر بیٹھائی سے جواب دیا۔

”میں تمہاری کامیابی کی دعا کروں گا۔“ ڈیو نے اس سے اس کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کی۔ اسے بتا دیا کہ ایڈوانس کی شکل میں بخش گئی ہے۔ اگر اسے فوراً جیل میں فرار ہونا پڑتا تو وہ اسے ساتھ لے کر ہی لٹکا دیا۔ ”میں اس کا انتظام کر دیتا ہوں کہ اس تک بروقت اطلاع تکھی جائے لیکن وہ ایسا بگڑ گیا کہ اسکا تھا۔ ایڈوانس سے بروقت جاننے کے بعد وہ اس نے مصیبت کے وقت سب سے پہلے اپنی جان بچانا ضروری سمجھا تھا کیونکہ اس کے خیال میں ان کے پاس میں بند جیت کا کوئی عمل دل نہیں ہوتا۔ یہ قسمی یہی رہی تھی۔ ایڈوانس وقت پر سڑ پر تیار پڑ گیا تھی۔ اس بیماری کی حالت سے اسے تو وہ بروقت ہوشیار کر سکا تھا اور نہ ہی ٹیکنک سے یہ سڑ سکا تھا کہ وہ اس حالت میں حالات سے چوری چھپ کر نکل سکتی ہے۔

بہت بھی ہوئی لیکن ہونے کے باوجود بہر حال وہ اس کی جی اور شری کو روڑوں سے زبرد ہو سکتی تھی۔ حالات اس کی غیر معمولی صلاحیتوں کو ترازو میں تولدہ کامیابی اور اس کا کافی کے امکانات کو کھینچ کر پڑھتے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے متیقن ہونے کے بعد بھی وہ بگڑے ہوئے بیرو جی سٹری بیج پر کم مہم سا بیٹھ رہا مگر دو دن سے بڑھنے والی دھک نے اسے یہ بتایا ہے۔ یہ سادگی ہی اس کی فخر اپنی کالی پر بندگی گھڑی کی طرف تھی۔ ایک گھنٹہ گزر چکا تھا اور بیٹھتا اس کے لیے کھانا دیا تھا۔

”انداز آ جاؤ۔ دو دن تو کھلا ہے۔“ اس نے ہماری کئی دواؤں میں کہا تو نکلا خان کمانے کی لڑے ہاتھوں میں اضافے کمرے میں داخل ہوا۔ کرا انکا ظہر تھا کہ اس نے چار پائی اور ایک چھوٹی سی میز کے علاوہ کوئی فرنیچر موجود نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ایک کرسی تک بھی رکھنے کی ذمیت ان کی تھی۔ نکلا خان نے کھانے کی لڑے میز پر روٹی اور میز کو کھسکا کر چار پائی کے متعلق لے آیا۔ اس کام سے فریڈ ہونے کے بعد بھی وہ کمرے سے باہر نہیں گیا اور کچھ دنوں تک یہاں کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں نہ وہ ایڈوانس نے اس کے اعزاز کا ٹال لیا اور آہستہ سے بولا۔ ”کیا بات ہے کے... دیکھ کر کہا جا چکے ہیں۔“

”کی ہاں، میرے خیال میں میرے پاس آپ کے لیے بہت اہم اطلاع ہے لیکن وہ میں مناسب عرصے پر ہی آپ کو دوں گا۔“ بیماری کی چنگ آگھوں میں لیے بولنے والے نکلا خان کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں گئی۔ ڈیو اس کی بات پر چنگ گیا۔ لڑکا تو ضرور ضرور تھا لیکن اس کے اعزاز سے صاف ظاہر تھا کہ سماجی حدود جہد کے دور سال نے اسے اپنی عمر سے زیادہ تجربہ دار ہو بیٹھاری دکھا کر دی ہے۔

”تم اطلاع دو۔ اعزاز تمہاری توقع سے بڑھ کر ہو گا۔“ اس نے بھی نکلا خان کی طرح ہی سرگوشیاں اعزاز اختیار کیا کیونکہ وہ کچھ گیا تھا کہ ان کی گفتگو کی کن لینے کا امکان ہے۔

”تھیرے بیٹھنے کا ایک بندہ آپ کی نوڈ میں ہے۔ میں اسے انکی طرح بچھا رہا ہوں۔ اس نے ناگ سے خاص طور پر آپ کے برابر والا کرا اپنے لیے چک کر دیا ہے اور چھٹی دیر سے آپ اس کمرے میں ہی ہیں، وہ بھی اندر سے دو دنوں سے بندہ کر کے برابر والے کمرے میں موجود ہے۔ ایک بار میں نے یہاں سے اس کے کمرے میں جانے کی کوشش کی تھی لیکن اس نے دو دنوں میں کھولا اور اذیت کر بھگا دیا۔“ جوں جوں نکلا خان بتا رہا تھا، ڈیو کی بڑھتی بڑھتی میں سسٹینٹ دوڑتی جا رہی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ رحول سے مکمل طور پر ہم آجک ہونے کے باوجود کسی بھی بیٹھنے کا بندہ اس کے پیچھے لگ سکتا ہے۔ البتہ وہ نکلا خان کو اطلاع قرار نہیں دے سکتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ان باتوں میں غلطی بیٹھنے کیوں کے اظہار اپنے مطلب کے ظہار کی بڑھ سکتے پھرتے ہیں۔

”یہ لو... لیکن خیال رکھنا کہ اب تمہاری زبان بالکل بند رہتی چاہیے ورنہ تم اپنی جان بھی گھوا سکتے ہو۔“ اس نے چند بڑے ٹوٹ ٹال کر نکلا خان کو کھانے اور سرگوشی ہی میں پھکارا۔

”سوال ہی پوچھ نہیں رہا صاحب انکا نکلا خان زبان کا پکا ہے۔“ لڑکے نے جلدی جلدی ٹوٹ اپنی ظہار کے بیٹھے میں فریڈ سے اور کمرے سے باہر جانے کی لیکن ڈیو نے اسے اشارے سے روک لیا مگر قدرے بند آواز میں اپنی گفتگو کرنے لگا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ تنگ سیدہ جات کا بیج پاری ہے اور اس علاقے سے سیدہ نے کہ بیٹھنے کے لطف شہروں میں پہنچی کر رہا ہے۔ نکلا خان بھی اس کے ساتھ ہوشیار سی سوال جواب کرتا رہا۔ وہ اپنی وہ بیٹھتا چلا پڑا لگا تھا۔ اس موضوع پر اس نے وہی گفتگو کی کہ ڈیو

بھی اسی ایشی کرانٹا۔ ڈاکٹر اس نے وہ چار حریف بائیس کر کے اپنے کمرے سے رخصت کر دیا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے اپنا کھانا ختم کیا۔ ساتھ ساتھ وہ حالات کا جائزہ بھی لیتا رہا تھا۔ وہ جس کمرے میں موجود تھا وہ اصل وہ انگلیز کا ایک کنبہ تھا اور یہ بات بھی جی کر ساتھ دالے کرے یا کنبہ میں سے اگر کوئی انگلیز کی درمیانی دربار سے کان لگا کر سن گئی لینی کی کوشش کرنا تو اس کمرے میں ہونے والی گفتگو سن سکتا تھا۔ اگرچہ اس نے یہاں ہینڈ کرورد ہونے کیے تھے، ان کے دوران اس کی آواز بہت دھکی جی لیکن کوئی بھی شہر نہیں سمجھا جہاں اتنا تو اہل ذہن نہ ہو سکتا تھا کہ ایک کال کے دوران اس نے مقامی کے عجائبات چربانی کا استعمال کیا ہے اور یہی چیز اسے مشکوک کرنے کے لیے کافی تھی۔ اپنے کیریئر کے دوران وہ متعدد بار ایسی صورت حال سے دوچار ہوا تھا جس لیے زیادہ گہرا نہیں اور صورت حال سے نمٹنے کے لیے اپنا کھانا ختم کرنے لگا۔

اسٹے کے سٹیلے میں اسے کوئی پریشانی نہیں تھی۔ نہیں کے بچے کر رہے تھے جلت سے اس کا چھوٹا چچا سا مہربانک بائبل لکھا ہوا تھا۔ اس بائبل کی مسامتہ اس کی گئی کہ اس کے بچے اس کی موجودگی کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا۔ یوں بھی چٹا اجماعاً احوال اس ان سے نہیں رکھا تھا وہ بہت بڑھ چڑھے رکھ سکتا تھا۔ اس بائبل کے علاوہ اس کی جیب میں بھی ایک ٹھیکریا گن موجود تھی جبکہ ہینڈ کی کے ساتھ ایک بہت تیز دھار بھڑ بھڑا ہوا تھا۔ اسے خود پر ہاتھ لگا دیا کہ چار چار طرف سے اکیلا ہی تو بی ٹسٹ سکتا ہے چنانچہ جب اپنے کمرے سے باہر نکلا تو چہرہ سب معمول پر نہ سون تھا۔ ہال سے گزر کر بیرونی دروازے کی طرف جاتے ہوئے اس کی جھانکی لگا ہوں نے یہاں لیا کہ اسے دیکھتے ہی کوئی کی میز پر بیٹھا ہوا ایک آدمی سترجہ ہوا ہے۔ اس آدمی کو ٹھہرا کر تے ہوئے وہ یہہاں آگے بڑھتا گیا۔ اس کی جیب کے قریب نکلا ڈھان نکلا اسے کپڑے سے صاف کر دیا تھا۔

”گڈ ڈی ٹائیک ہم اسے دن کر دیا ہے صاب۔ سٹل پانی سب برابر ہے۔“ ڈاکٹر کو دیکھ کر اس نے چپکے ہونے اطلاع دی۔

”شہا بائیں اپنا ہاتھ اٹھانم۔“ ڈاکٹر نے اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا ٹوٹ ٹھکانا اور جیب کے پچھلے حصے میں نظر ڈالی۔ اس کی ٹرائیٹس کے مطابق ہارول سے بھرے دو سکین وہاں موجود تھے۔ آگے اسے جن راتوں پر سڑ کر گیا تھا وہاں ہارول کا حصول ناممکن تو نہیں لیکن ذرا مشکل ہو جاتا

تھا۔ ویسے بھی اب وہ ہینڈ کے مسلسل سڑ کر رہا تھا یہاں رکھنے سے اسے اور اس کی جیب کو کون سا خطرہ تھا اور وہ یہاں سے آگے آسانی سے سفر جاری رکھ سکتا تھا۔ جیب میں ہینڈ کرورد ہوتے ہوئے اس نے دیکھ لیا تھا ہوں کے ہال میں اسے دیکھ کر چہنٹے والا آدمی وہاں سے دوسرے آدمی کے ساتھ باہر نکلا ہے۔ وہ دونوں بھی جیب میں سوار ہو گئے۔ یعنی وہ اس کا تعاقب کرتے ہوئے چلے گئے تھے۔ ان کے ان ارادے سے نہ بڑبڑ سگھڑا ہونے وہ اطمینان سے اپنی جیب کو ڈھونڈتا چلا گیا۔ حسب سابق تھی تھی۔

تیز رفتاری سے جیب کو ڈھونڈتے ہوئے وہ سوک کے ایسے حصے تک پہنچ گیا جہاں سے سوک مڑ رہی تھی۔ سوک کے اطراف میں پھاڑتے چھوٹے پھاڑتے ہی وہ تھا تو سب سے آنے والوں کی نظروں سے اوچل ہو گیا۔ یہاں سے جیب آگے بڑھانے کے بجائے اس نے سوک کے کنارے سے دی اور سیٹ کے نیچے سے گن نکال کر بچے اتر آیا۔ اپنے جیب کی آڑ میں چھپا اپنا نقاب کرنے والوں کا اظہار کرتا تھا۔ چہنٹے کے اظہار کے بعد پیچھے آنے والی جیب سے سوار ہوئی۔ وہ بائبل لکھا ہوا تھا۔ اس نے فوراً ہی سیٹ پر اتر لٹھا گولین کی سترجہ اٹھ اور۔۔۔ تاڑ سٹنے کی آواز سے گوجا تھی۔ جیب کا ڈاکٹر نے یہاں پہنچ کر ہینڈ کی کوشش کرنے لگا۔ اسی انکاس میں ڈاکٹر نے دوسرا ہینڈ ہارا۔ اس ہارول ہینڈ اسٹریٹ کو چر چر کرتی ہوئی ڈاکٹر کی کمر پڑی میں گن گن لیکن جان جانے سے گن دور کر کے ہر پاؤں رکھ چکا تھا اس لیے جیب کسی مادے سے ٹھکرائی۔ ڈاکٹر کے برادر میں ڈھلا ہوا اس کا ساتھی جو جس وقت پر سر ہنکا لینے کی وجہ سے ڈاکٹر سے ٹھکرا رہا تھا چھلانگ لگا کر بچے اتر اور اپنی جیب کی آڑ لیتے ہوئے اس کی طرف بھاگا۔ ڈاکٹر کی۔ ڈاکٹر پہلے ہی آڑ میں تھا اس لیے اس ڈاکٹر سے مکمل ٹھکرا ہوا۔ ایک آدمی صاف ٹھکرا ہوا ایک دوسرے پر حاصل ڈاکٹر کرتے رہے لیکن پھر ڈاکٹر نے حریف وقت ضائع کرنے کے بجائے لیٹھ کن سٹل کی طرف اور اپنے ٹھکرا ہوا جگہ میں ہاتھ ڈال کر ایک وقتی بم برآمد کیا۔ دھماکوں کی دھ سے بم کی پٹن پھٹی کر اس نے اسے جیب کی طرف اچھال دیا۔ لٹھا کان پھاڑ دیتے والے دھماکے سے ڈاکٹر ڈھکا کا ڈھور دھار تھا ڈاکٹر کی اپنی جیب میں گن گن اور خود اس نے زمین کی لڑش کو اپنے ہاتھ پر گھسیٹ لیکن یہ سب فیہر حریف نہیں تھا چنانچہ اس کے اطمینان میں گن

فرق نہیں آیا اور وہ اپنے دھماکوں کے خستہ ڈھانڈے ہونے کی فریق دلی میں لے دیا اور باہر تانگ سیٹ پر جا بیٹھا۔

حسب سابق جیب کو برقی رفتاری سے آگے کی طرف دھکے دیتے ہوئے اس نے پلٹ کر پیچھے دھماکوں دھماکوں ہوتے ہوئے دیکھنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی اور سٹل بجائے کے ڈاکٹر میں ہونوں کو نکلیا آگے بڑھتا رہا تھا۔ وہ کوئی اتنا آگے بڑھی تو اس کا سر سے یوں آسانی سے گھبرا کر نکلا جاتا۔

ڈاکٹر اپنی جگہ کی طرح پاکستانیوں کے ہاتھ سے مکمل کر دیا اپنے ٹھکانے پر پہنچنے والا تھا۔

☆ ☆ ☆

ڈاکٹر کی فون کال بڑا اچھے لے ہے حد پریشانی کن ثابت ہوئی تھی۔ ڈاکٹر کے فرار نے ظاہر کر دیا تھا کہ حالات بہت زیادہ خراب ہو چکے ہیں چنانچہ اس کا حریف یہاں رکنا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ صحت یار ہو کر باہر پڑی ہوئی تھی اور اس کے ایک ہاتھ میں ڈاکٹر کی جیب تھی۔ اس کے سینک چہرے پر شکایت کے آثار بہت نمایاں تھے۔ ڈاکٹر اطمینان کی یہ صحبت اس کی کے سبب اس پر زائل ہوئی تھی جہاں نے بڑے شوق سے بی تھی۔ اب یہ معلوم نہیں تھا کہ کسی کی تپدی میں کوئی کوزہ ہوئی تھی یا اس کے حصے سے ناواقف نہ ہونے کے سبب احتجاج کیا تھا۔

ڈاکٹر جی رہی تھی وہ وہ مشکل میں پھنس گئی تھی۔ البتہ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ مرکز صحت میں ٹرائیٹس اٹھام دینے والے ڈاکٹر اور ایک لائق ڈاکٹر تھے۔ انہوں نے اپنی مہارت سے اس کی جان بچائی تھی ورنہ گن کا شہر تک پہنچنے کے لیے پہنچنے پہنچتے وہ اپنی جان سے ہی بلی جاتی۔ ڈاکٹر اور نے نہ صرف مرکز پر اس کا اگلی طرح ٹرائیٹس کیا تھا بلکہ ڈاکٹر کی اس کے ساتھ ہی آئے تھے۔ کوئی عام ٹرائیٹس ہوتا تو شاید وہ اپنے کماؤ پر رکتی اور اپنے لیکن بڑا چھوٹی کی نمان تھی اور وہ بھی اتنی خاص کسی کی خاطر چھوٹی خود زیادہ وقت مرکز کے ڈاکٹر روم میں بیٹھا رہا تھا۔ اس کے ٹرائیٹس نے وہاں موجود دوسرے ٹرائیٹس کو ڈاکٹر اٹھ اپٹ کر چٹا کر دیا تھا۔ ڈاکٹر اور نے ان کے اس عمل پر ڈاکٹر کی مہموشی کی تھی لیکن وہ چھوٹی ہی اس کے کارندوں کے خلاف صحرائے احتجاج بلند کر کے یہاں سے اپنا پورا ہتھ کول نہیں کر سکتے تھے۔

وہ ان چند گنے چنے لوگوں میں سے تھے جو ڈاکٹر کی کوئی نمانی کے بجائے جیتا تمام کی خدمت کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اگر وہ یہاں سے چلے گئے تو

اس گاؤں کے لوگ طویل عرصے کے لیے کسی ڈاکٹر سے محروم ہو جائیگی کے اس لیے خدا کرے اور بلا کو بہترین طبی امداد دینے کے ساتھ چھوٹی کے گم پر اس کے ساتھ حریفی تک جاتا بھی قبول کر لیا۔ یہاں انہوں نے بڑا کو ڈاکٹر لگائی اور مریض کی بہت چند ضروری دوا دے کر دوا کی اپنا ہت چاہی۔ چھوٹی انہیں یہاں جانت دینے کو تیار نہیں تھا اور چاہتا تھا کہ وہ بلا کے ہتھ کے ساتھ کرسی ڈال کر اس کے جسم میں داخل ہوتے گھوڑے کے ایک ایک قطرے کا سانس کرتے رہیں لیکن خود بڑا نے ان کی یہ مشکل آسان کر دی اور انہیں چھوٹی سے اپنا ہت دوا دوا کر دیا وہ دھکے کے لیے اپنے ہاتھ سٹیز جا کر مریضوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے بعد انہیں واپس نہیں آنا تھا۔ بلا نے انہیں یہ اپنا ہت خراب دیا تو اس کی بھاری میں نہیں ڈالائی تھی۔ وہ دوا کے تمام مسلمانوں کے لیے اپنے دل میں خاصے سٹاکا نہ چھپاتے رکھتی تھی لیکن اگر ڈاکٹر مشکل اس کے سر ہانے پھاڑتا تو اس کی پراہنگی سٹاڑ ہوتی۔

ڈاکٹر کے جاننے کے بعد اس نے اپنا حریفی میں یہ وہ جاننے والا ٹھکانہ ایک خطب کیا۔ ایک جگہ میں اس کا خصوصی موہاں فون موجود تھا۔ فون نکال کر اسے چیک کر رہی تھی کہ ڈاکٹر کی کالی آگئی۔ ڈاکٹر نے اسے جھجکا ہوا وہ صحت پریشان کن تھا لیکن جہاں اسے کچھ تو کچھ تو کرنی تھا۔ ڈاکٹر نے اسے چھوٹی کے اسے اتنی شہہ کا ثابت ہوئی تھی کہ فوری طور پر اپنے حریفوں پر کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی۔ ڈاکٹر نے اسے چھوٹی اور اس کے خاص کارندوں کو ٹھکانے لگانے کی اسے واری بھی سہی تھی اور ظاہر ہے یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔ خاص طور پر انکی صورت میں کہ وہ بھاری سے حرکت کرنے سے قاصر تھی۔ چھوٹا چھوٹا جسم کو اتنی فراہم کرنے والی ڈاکٹر جسم ہونے کا اظہار کرنے پر گہرا ہو گئی۔

”چھوٹی صاحبہ کو بلاؤ۔“ اس نے اپنی دیکھ بھال کے لیے مسلسل کمرے میں موجود ڈاکٹر کی کونسل دیا تو فوراً باہر نکل گئی۔ چند منٹ کے اندر چھوٹی اس کے کمرے میں موجود تھا البتہ ڈاکٹر کی کو اس نے باہر ہی روک دیا تھا۔

”کہا جات ہے ڈاکٹر اطمینان ہے کہ تو ہے؟“ میں نے اسے جھانکے تک چکر لگائے کہا تھا کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو معلوم کر لوں۔“ وہ بہت لگاوت سے بولتا ہوا بڑا کی اپنی بیٹی کیا۔

”میں بہت کوزہ دھکی گھسی کر رہی ہوں چھوٹی صاحبہ! آپ ڈاکٹر اور سے کہیں کہاں ڈاکٹر میں طاقت کا

کوئی اچھنٹن مثال کرویں۔" اس نے اپنی خواہش بیان کی۔
 "ٹھیک ہے۔ میں ابھی ڈاکٹر کو فون کرتا ہوں۔ میں تو
 چاہتا تھا کہ وہ مشکل نہیں دے لیکن تم نے ہی اسے واپس
 سمجھا دیا۔" چودھری نے بڑھتے ہوئے سبب سے اپنا
 سواہل کیا۔

"مجھے اس کے سارا وقت اپنے سر پر ہار بننے سے
 الجھن ہوتی تھی اس لیے میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ آپ
 جانتے ہیں کہ میرے پاس انگریزی میں کوئی بھی ایسی کال
 آسکتی ہے جو میں ڈاکٹر کے سامنے پیش کر کے اسے ٹھیک کا
 موقع نہیں دے سکتی۔ آپ کے حال ملازمین کے مقابلے
 میں ایک پڑ سے ڈاکٹر کو بے خوف بنانا اور اسٹیشن بات
 ہے۔" بلڈ انڈر ڈاکٹر چھوڑ کر اس کی بات کا جواب دیا۔
 کوئی اور ہوتا تو اس کا لہجہ چودھری کے لیے ناقابل برداشت
 ہوتا لیکن بلڈ کا تو ہر انداز میں ایک ایک اور کھیل جس پر ناراض
 ہونے کے بجائے وہ ریڑھی ہو جاتا تھا۔ اب بھی اس نے
 بلڈ کو ہنس ڈاکٹر کے سامنے دیکھتے ہوئے ڈاکٹر کا نمبر ملا دیا اور
 اسے فوراً موبائل پر کال کر کے مطلع کر دیا۔

"ڈاکٹر آ رہا ہے۔ اگر تم اس ڈاکٹر کے علاج سے
 مطمئن نہیں ہو تو میں شہر سے کوئی دوسرا ایس ڈاکٹر بھی بلا سکتا
 ہوں۔" بلڈ کو کھینچ کر گھروں سے دیکھتے ہوئے اس نے اسے
 پیشکش کی۔

"نہیں، یہ ڈاکٹر ٹھیک ہے۔ میری جو حالت ہو گئی
 ہے اس کو کوئی بھی ڈاکٹر چاہے ڈاکٹر پانچ تو ٹھیک نہیں
 کر سکتا۔" بلڈ نے مزہ بنا کر جواب دیا۔

"سوری ہے بی بی اچھے انہوں نے تم کو میری موبائل
 میں آکر اس طرح چار چار ہو گئیں۔ میں نے تمہارے لیے کئی
 بنائے والی ملازمہ کو قید میں ڈال دیا ہے۔ تم صحت یاب ہو
 جاؤ۔ میں تمہاری ضرورتوں کے سامنے اس ٹھیک حرام کی کھال
 اور چروں گا۔" چودھری نے اپنے مزاج کا ٹھکانہ کیا۔

بلڈ کو اس وقت ملازمہ کو سزا دلوانے میں کوئی دلچسپی
 نہیں تھی۔ اس کا ذہن تو مسلسل ڈاکٹر کی باتوں میں الجھا ہوا
 تھا اور وہ اپنی کسب کسب بننے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
 اسے معلوم تھا کہ اس سارے مکمل میں وقت کی بہت اہمیت
 ہے لیکن اپنی باتوں کی سبب فوری طور پر چھوڑنے سے
 قاصر تھی۔ ڈاکٹر داؤد نے دوبارہ موبائل آکر اس کی خواہش
 کے مطابق ڈاکٹر میں ملاقات کی وہ آئی ٹیکٹ کر دی تو اسے
 ڈراما پیشان ہوا لیکن کھتا بھر پوری اس نے اپنی جسمانی
 حالت میں کافی بہتری محسوس کی تھی۔ اس دوران چودھری

وہاں سے ہانپتا تھا۔ عرصے بعد یہاں آنے کی وجہ سے
 لاہور میں معاملات ٹھانسنے پڑے تھے اس لیے خواہش
 باوجود مشکل بلڈ کے پاس نہیں چلے پارہا تھا۔

"چودھری صاحب کہاں ہیں؟" بلڈ نے ان کے پاس
 میں معلوم کر کے بتاؤ۔" ڈاکٹر تم ہو گئی تو اس نے خلاصہ
 کے لیے سوچا ملازمہ کو حکم دیا۔ ملازمہ نے حکم کی تعمیل میں
 کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے باہر نکلنے ہی بلڈ نے
 کر اپنے ہاتھ سے کیلا کھلا اور نیچے بیٹھ بیٹھ کر وہی
 غون نہ ہے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ ہنسنے سے کھلی
 ہوئی۔ کھڑے ہونے پر اسے بہت زور کا پتھر آیا لیکن چہرہ
 لہوں میں ہی اس نے خود کو سنبھال لیا اور اس الماری کی
 طرف بڑھی جس میں اس کی ضرورت کا سامان رکھا تھا۔
 کپڑے وغیرہ وہیں چھوڑ کر اس نے جس چند اہم چیزیں
 اپنے ساتھ رکھیں اور واپس بلڈ کے پاس پہنچ کر وہ
 اسی آگاہی ملازمہ واپس آئی۔

"میرا کوشش تھی کہ ساتھ بیٹھے کھاتے دیکھ رہے
 ہیں۔ بخاری بھی آیا بیٹھا ہے پر اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو
 کرنی ہے تو بتاؤ، میں مراد ہے میں آپ کا پیغام بھجا دوں
 گی۔" اس نے بلڈ کو چودھری کی مصروفیت سے آگاہ
 کرتے ہوئے پیشکش کی۔

"نہیں، انہیں پریشان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں
 ہے۔ اس دیکھ جان تک لے جاؤ۔ میں اپنی پینڈ کے مطابق
 پر بیٹھی کھاتا تیار کر دینا چاہتی ہوں۔" اس نے اپنے سوچے
 ہوئے منصوبے کے مطابق فرمائش کی۔

"آپ کو یاد رہنی چاہئے میں نے اپنے کھانے کی کیا تازہ ہے بی
 بی! میسرود... میں آپ کی پینڈ کا پر بیٹھی کھاتا تیار کر دیا
 دوں گی۔" ملازمہ نے اپنے فرائض کو نبھاتے ہوئے سزا دہانہ
 عرض کیا۔

"نہیں، میں اپنی گرمائی میں اپنی پینڈ کا کھانا کھانا
 چاہتی ہوں۔" اس نے سختی سے جواب دیا تو ملازمہ
 بے چارہ ہی بھڑ ہو گئی۔ بلڈ کو جان تک پہنچا دیا گیا۔ لیکن یہ گھبراہٹ
 اسے وہاں پا کر چھوڑا ہو گئی اور اس کی خواہش کا حکم ہونے
 پر کمرے میں آرام کرنے کا مشورہ دیا لیکن اس کے صبر
 کے آگے ٹھہرے ہوئے پر اس کے لیے لیکن میں ہی ایک آرام
 نہ کری رکھوادی۔

"یہ بیچارہ بھارا بھارا ہے۔ میں اسے سارے
 لوگوں کو اپنے آس پاس برداشت نہیں کر سکتی۔" اس نے
 باور جن کی مددگار محبتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم

دیا تو راضی ان محبتوں کو وہاں سے نکال دیا گیا۔
 "حکم بی بی۔" جب گھبراہٹ گھٹتی رہ گئی تو اس
 نے ہاتھ باندھ کر اس سے پوچھا۔ بلڈ نے اسے ایک ایسی
 بات تیار کرنے کا حکم دیا جس کے بارے میں اسے سو فیصد
 یقین تھا کہ وہ عورت چار کرنا تو وہی بات ہے۔ اس کے نام
 سے ہی واقف نہیں ہوئی۔ یہ ابھی تھی۔ ڈاکٹر کا نام سن کر
 بہت آنکھیں پھٹنے لگی بھر پوری۔
 "ناف (صاف) کرنا بی بی، مجھے اس ڈاکٹر کا کوئی پتا
 نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے، آج مجھ سے سیکھ لیا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ
 آج کیا پک رہا ہے؟" وہ بھاری سے اپنے مطلب کی
 بات کی طرف آئی۔

"میرا آؤ کی بہتری ہے۔ کمرے کا شور ہے۔ ہانا ہا
 رت بھی ہے لیکن سب سے خاص چودھری صاحب کی پینڈ
 کے بارے کے پائے تیار ہو رہے ہیں۔ میں نے سچا تجربے
 کی بنا پر حادی ہے، میں اب تیار ہونے کو ہی ہوں۔" ملازمہ
 نے اسے اطلاع دیتے ہوئے ایک بڑے سے پیچھے کی
 طرف اشارہ کیا۔

"یہ ساری تو بہت جلدی ڈاکٹر ہیں۔ میں تو اس میں
 سے بہتر نہیں کھا سکتی۔ تم ایسا کرنا کہ کاندھم لے آؤ۔ میں
 تمہیں پتہ چڑوں کے نام کھوادتی ہوں۔ وہ ہانڈا سے
 کھاتا تو پھر میری پینڈ کا کھانا بنا دینا۔"

"ٹھیک ہے بی بی ایس ابھی آئی۔" ملازمہ مستعدی
 اور بخاری ہو گئی ہوئی جان سے باہر نکل گئی۔ بلڈ اس کے لیے اتنی
 اہمیت کافی تھی۔ اس نے اپنے بیگ میں سے ایک چھوٹی سی
 پلاسٹک ٹالی اور اس میں میسرود نکولی کو پھرتی سے پائے والے
 پیچھے میں اٹھایا دیا۔ وہ پیچھے پر اسٹیشن واپس رکھ رہی تھی کہ
 ملازمہ واپس آئی۔

"بہت زبردست خوشی ہے۔ میری طبیعت خراب نہ
 رہتی تو میں ضرور اسے چھوڑتی۔" کسی بھی حکم کی کھراہٹ کا
 اندازہ کر کے پھر اس نے امیرین سے کہا اور کمرے پر واپس
 آئی۔ ملازمہ نے خاموشی سے اسے ٹوٹ پھینچنے اور حکم تھا
 دیا۔ بلڈ نے اس پر دو چادر چڑوں کے نام لکھے۔ یہ بھی
 پانے میں استعمال ہونے والی ایسی اٹھائیں جن کا پھر آباد
 نہیں ملنے کا امکان نہیں تھا۔ ان اٹھا کے نام لکھ کر اس نے
 ڈاکٹر کے حکم سمیت دوبارہ ملازمہ کو کھانا بنا کر پوری۔

"میرے خیال میں یہ سامان آنے میں تو خاصا وقت
 لگ جائے گا۔ تم ایسا کرو، اس نام لکھے مرنے کا سوچ تیار کر

کے دے دو۔" ڈاکٹر میں بعد میں تیار کروا لو گی۔
 "ٹھیک ہے بی بی ایسا آپ کا حکم۔" ملازمہ نے
 اسی طرح سزا دہانہ جواب دیا تو بلڈ اٹھ کر کمرے سے باہر
 آئی۔ اب پھر وہ اسی کمرے میں تھی جو اس کے
 زیر استعمال تھا۔ اسے امیرین تھا کہ وہ اپنا آدھا کام کر چکی
 ہے۔ پائے کے سامن میں اس نے جو سرخ انڈر ڈاکٹر ملا دیا تھا،
 اس کو کھانے کے بعد چودھری اور اس کے خاص صاحب
 کے بیچے کا امکان ہی نہیں تھا۔ وہ اتنی سختی انتہا عورت تھی
 کہ اسے اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ یہ سامن وہ لوگ بھی
 کھا سکتے ہیں جس کا کارڈ نہیں ہیں۔ اپنی قوم کے حراج
 کے مطابق اسے صرف اپنا ہدف حاصل کرنے سے غرض
 تھی۔ ساتھ میں کتنے ہی لوگ زندگی میں آجاتے، اس سے
 اسے کوئی فرق نہیں پڑنے والا تھا۔ کرنے کو وہ اسٹیل کا
 استعمال بھی کر سکتی تھی لیکن اس نے اپنے لیے آسان راستہ
 چن لیا تھا۔ چن چن کر لوگوں کو سزا دہانے کے لیے زیادہ
 وقت تو اتنی اور بھاری کی ضرورت تھی اور یہ خطرہ بھی تھا
 کہ کبھی وہ خود زود میں آجاتے لیکن اب سارا کام ہماری
 مطابق سے ہو گیا تھا۔ اب اسے کھانے کے وقت سے پہلے
 پہلے خود یہاں سے لگنا تھا اور لیبارٹری میں کام کرنے والے
 خاص آدمیوں کو بھی فوری طور پر نکل جانے کا بیظام سمجھنا تھا۔
 وہ لوگ اس سے زیادہ آسانی سے نکل سکتے تھے کیونکہ وہ اس
 کے علاوہ کسی اور کو جواب دہ نہیں تھے اور عمل طور پر خود ہی
 تھے۔ اپنا خاص سواہل فون نکال کر اس نے لیبارٹری
 امپارنٹ کا نمبر ڈائل کیا۔

"میں انہوں نے اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ فوری
 طور پر یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ میری طرف سے کوئی دوسرا
 حکم ملے تک تم سب کو ڈاکٹر گراؤنڈ رہنا ہوگا۔" اس نے
 اپنے ساتھی کو حکم دیا جو بخاری سے ابھی زبان میں ہونے کی
 وجہ سے کمرے میں موجود ملازمہ نہیں کھ سکتی تھی۔
 "ٹھیک ہے میں... ہم ابھی نکل جاتے ہیں۔"

میں نے اسے حسب خطا جواب دیا۔ ان کے کام کی
 نوعیت ہی ایسی تھی کہ ایسے کسی موقع پر سوال جواب میں
 وقت ضائع کرنے کے بجائے حکم کی فوری تعمیل پر زور دیا
 جاتا تھا۔ اس طرف سے بھی مطمئن ہو جانے کے بعد اب
 اسے اپنے نکلنے کا بندوبست کرنا تھا۔ اس نے ملازمہ کو
 چودھری کو بلانے کا حکم دیا۔ ملازمہ نے باہر نکلنے کے لیے
 کمرے کا دروازہ کھولا تو سامنے ہی چودھری کھڑا تھا۔
 "اے چودھری صاحب! میں آپ کو کوئی یاد کر رہی

تھی۔ "بڑا اپنے لہک کر اس سے کہا۔

"اب بھی طبیعت ہے تمہاری؟" چوہری نے سمجھو چرسے کے ساتھ سوال کیا۔ اس کے اعزاز نے لڑکا کو چمکایا۔ تاہم اس نے اس کا اظہار نہیں کیا اور ثابت زدہ آواز میں بولی۔

"طبیعت کچھ ٹھیک معلوم نہیں ہوتی اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ شہر چار کی بڑے سا ہسپتال میں چیک اپ کروا لیتی ہوں۔ آپ میرے لیے گاڑی کا بندہ دست کر دیں۔" اس نے اپنے منہ سے بے ملاحظہ فرمائش کی۔

"ٹھیک ہے، گاڑی تیار ہو جانے کی جگہ ایسا ہے کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"اگر سے نہیں، اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی آپ کجاں رہ رہے جیسا کہ معاملات کو مستحان ضروری ہے۔" جواب دیتے ہوئے اس نے چوہری کے چرسے کے تاثرات چاہنے کی کوشش کی۔ اس کے اعزاز سے بے ملاحظہ چوہری ہنسنے لگا۔

"کیا بات ہے چوہری صاحب! آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں؟" اس نے چوہری کو کوشش کی۔ "ہاں، بات ہی پریشانی کی ہے۔" غلاب توجیح چوہری نے فوراً قبول کر لیا۔

"مجھے بتائیے کیا مسئلہ ہے؟ شاید میں کوئی مل ٹھنکا کر سکوں۔" اس نے بڑی لگاؤ سے کہا کہ چوہری نے اس پر ایک گہری نظر ڈالی اور بلند آواز میں اپنے ایک خادم کو پکارا۔ فوراً ہی خادم ہاتھ میں ایک بڑی سی ٹرے اٹھانے کو روانہ ہوا اور چوہری کے اشارے پر ٹرے بڑا کے ساتھ رکھی۔ ٹرے میں ایک مردہ مٹی کا جسم موجود تھا جسے دیکھ کر لڑکا یہ زحمت کی بڑی میں سناہٹ دوڑ گئی۔

"یہ... یہ کیا ہے؟" اس نے قدرے گھبراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"اس مٹی کو پائے کا وہ خود بنا لیا گیا تھا جو خادمہ میرے لیے تیار کر رہی تھی۔ خود پاپتے ہی یہ گول میں تہہ کر گئی۔ سچی اگر میں وہ سامان کھا تو میرا انجام بھی اس کی جیسا ہوتا۔"

"یہ تو آپ کے کسی دشمن کی سازش تھی ہے آپ تو راجہ پولیس کو بلا لیں۔ وہی لوگ خادمین سے چھٹی کر کے اصل حقیقت معلوم کریں گے۔" یہ مشورہ دیتے ہوئے اس نے غیر محسوس طور پر اپنا غلام دیکھ کر اس میں سے ہاتھ نکالنے کی کوشش کی لیکن آٹا ہوا ہاتھ بیت سے سبک اڑا دیا۔

دہاتے ہوئے جس کے ہاتھ اور اسے اپنے لٹکانے پر کھینچ کر کھینچا۔ "یہ سب کیا ہے چوہری صاحب؟" پوچھا۔

"اس سوال کا جواب تو تمہیں دینا ہوا گا اور ایک ایسا ہی تم نے مجھے ہلاک کرنے کی سازش کیوں کی؟" اس نے چوہری کے دہانے پر چوہری فراتے ہوئے دریافت کرنے لگا۔

"آپ کو کوئی فائدگی ہوئی ہے۔" اس نے اپنے منہ سے کہنے کی کوشش کی۔

"کوئی فائدگی نہیں ہوئی۔ ہار ہٹا خانیے کی کھینچنے نے خود تمہیں سامان میں کھنکاتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کی اطلاع پر ہی میرے آدمیوں نے باقی کارروائی کی۔" چوہری نے ٹرے میں بڑی مٹی کی لاش کی طرف اشارہ کیا اور مزید بولا۔ "تمہارے ٹرے پر میرے آدمی تمہارے ہاتھ سے برقی بولنگی اور ہتکرتے ہیں۔"

"اشارہ ہونے کی اور یہی دیکھنا اسے اس کا ایک کھینچنے پر بے اثر کیا۔ تو اسی پیشہ کی وہ چھوٹی سی بولنگی سامان سے آگئی جس کی تیشا اب بھی ٹیوڈر اسٹائل موجود تھا۔

"اب کیا تھی؟" چوہری نے اس سے دریافت کیا۔ "میں اب بھی سچی کہوں گی کہ آپ کو کوئی فائدگی ہوئی ہے۔" وہ اپنا لہجہ سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی اور یہ وہی کی زندگی کا پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی بڑی طرح بھینس گئی تھی۔ اس وقت وہ تو اس کے پاس کوئی ہتھیار تھا اور نہ ہی جسم میں تو اتنی کہ اپنے دفاع میں کچھ کر پائی۔

"ٹھیک ہے، ابھی تو میں ذرا مصروف ہوں۔ تم اس کمرے میں دو۔ بعد میں آرام سے میری فائدگی اور کرنے کی کوشش کرنا۔" حراج کے مطابق فوری استعفیٰ کا مطالبہ کر کے اس نے چوہری نے سر دھکے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے کارندوں نے فوراً ہی لڑکا کو کھینچا اور اس کے پچھلے ہاتھ کی پیرا کے پھیر ہاتھ پر ہاتھ پڑا اور ہاتھ پڑا۔ ہاتھ پڑا ہاتھ کی طرف۔ چوہری کی سوز تیز میں مہمان اب ایک مستحکم لہجے کی حیثیت سے بہ دست دیا پڑی ہوئی تھی۔

☆☆☆

کی اظہار اور آرمی کے جہان اپنے حشر کے مشن کی اہم کام دہی کے لیے پوری توجہ اور خصوصاً بندی کے ساتھ حرکت میں آگئے تھے۔ کارروائی کرنے والے گروہوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک گروہ کو جنگل میں کارروائی کرنی تھی جبکہ دوسرے کو چوہری کی حویلی پر۔ لیٹان کو اس کے چند جہازوں کے ساتھ جنگل کی طرف

جانے والے گروہ میں شامل کیا گیا تھا۔ ان گروہوں کے پاس تعداد اور زخمی دونوں طرح کی کارروائی کے لیے مکمل آلات تھے جبکہ چوہری کی حویلی کے لیے محض زمینی کارروائی کو کافی سمجھا گیا تھا۔ شہر بار حویلی کو گھیرنے والی فوجی میں شامل تھا۔ حویلی کے گرد گھیرا کرتے ہوئے فوجیوں نے اس بات کا یقین حاصل رکھا تھا کہ چوہری کا رہنا قبرستان اور چوہری صاحب کا حراجہ بھی ان کی نظروں میں آئے۔ گاؤں ویسے اتوں کے محوی باہول کے مطابق وہاں بڑی سی رات نے اپنے بیچے پھیلادے تھے اور دن بھر کی حالت سے لگے ہاتھ سے لیکن اپنے گھروں میں گہری نیند نہ ہونے تھے کہ یک دم ہی کونچے والے دھاگوں اور تاروں کی دستکراہٹ نے انہیں بڑبڑا کر اٹھ جانے پر مجبور کر دیا۔

کارروائی کا آغاز جنگل سے کیا گیا تھا۔ حویلی کو گھیرنے والی فوجوں کو اس کے باہر حرکت میں آنا تھا۔ جنگل کی طرف سے آواز میں آنا شروع ہوئی تو حویلی کو گھیرنے والی فوجیں اور ہی آپا کے سونے ہوئے ٹیڈوں کے جسموں سے ایک ساتھ حرکت کی۔ ہتھیار سے بڑبڑا کر اٹھنے والے خوف زدہ تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ کسی سرحدی گاؤں میں تو رہے ہیں تھے کہ دشمن تک کے حملے کا امکان ہو لیکن ان لوگوں سے کچھ ظاہر تھا کہ کوئی بہت بڑا حملہ ہوا ہے۔ وہ گھبرا کر اپنے گھروں سے نکلے ہی گئے تھے کہ کچھ سے خان لپکا جانے لگا اور ہی آپا کے ہاسپتال کو کھینچ گئی کہ وہ اپنے گھروں تک محدود رہا۔ اطلاع کرنے والے نے یہ بھی بتا دیا کہ کچھ خطرناک مجرموں کی سرکوبی کے لیے پاکستان آرمی ان کے علاقے میں کارروائی کر رہی ہے اور بڑا بڑا کے ہاسپتال سے انہیں صرف اتنا تھا ان دور کار ہے کہ وہ گھروں سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کریں۔

غریب وہ ہے جس ہاسپتال میں اس قسم کی قبیل کی اور اپنے اپنے گھروں میں دیکھ ہوتے دلوں اور جاگ جانے والے بچوں کو سنبھالتے رہے۔ اور حویلی کی حفاظت پر اور محافظوں کو جو بھی اپنے گھیرے جانے کا احساس ہوا، انہوں نے اتحاداً دھمکاؤں کے شروع کر دی۔ باہر موجود افراد کو ان پر ہائی فائر کرنے میں کہا گیا تھا۔ وہ تو اتنا کھانسی کے آئے ہی اس لیے تھے کہ ان سے دو دو ہاتھ کر گئے۔ دونوں طرف سے گولیوں کی برسات شروع ہوئی تو یہ حال ہو گیا کہ ان بڑی آواز سنانی نہیں رہی تھی۔ شہر بار اس وقت کے ساتھ شامل تھا جس نے قبرستان کا محاصرہ کر

رکھا تھا۔ محوی حالات میں قبرستان میں سب محافظوں کی موجودگی کی کوئی شک نہیں تھی لیکن انہیں زبردست حراست کا سامنا کرنا پڑا اور اس جنگ کی تصدیق ہو گئی کہ کچھ لوگوں قبرستان کی حراست اور توجہ کے بہانے چھینا گیا اور ہاتھ پڑا ہے جب ہی تو سب محافظ تھکتے ہیں۔

قبرستان میں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ حویلی کے اندر کی بھی ساری روشنیوں بجھا دی تھی جس میں اس لیے ہاتھ کو ہاتھ نہ چھائی دینے والا اندھیرا ہر طرف چھایا ہوا تھا لیکن آنکھوں پر ناکھ ویزن کا گھڑ لگائے قبروں کی آڑے کر آگے بڑھتے ہوئے شہر بار کو زیادہ پریشانی کا سامنا نہیں تھا۔ وہ اپنی پریشانیوں بدل بدل کر تلف قبروں کی لاش سے بہت سوچ کچھ کرنا کر رہا تھا۔ چوہری کے اس خاموشی قبرستان میں کوئی قبر معلوم نہیں تھی۔ طبیعت مرنے والوں سے لے کر دم گھٹنے سازشوں کا شکار ہونے والوں تک ہر ایک کی قبر بڑی شان و شوکت سے بنائی گئی تھی۔ کسی قبر پر گھنٹا تھا تو کسی کو مرنے کے بعد کچھ حرم کی ہتھوڑی کے ساتھ فراہم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ تلف نوع کی یہ قبریات ان کے لیے بہترین آڑھت ہو رہی تھیں۔ شہر بار بھی اس وقت ایک گھنٹہ کے پیچھے چھایا ہوا تھا۔ قبرستان خاصا وسیع تھا اور ہر قبر کے اوپر موجود گھنٹہ کی وجہ سے ہر قبر نے ہی خاصی جگہ رکھی تھی۔ شہر بار اپنی جگہ بیٹھا اس بات کا جائزہ لے رہا تھا کہ قبرستان سے حویلی تک جانے کا راستہ کس طرف ہو سکتا ہے۔ اسے یقین تھا کہ جیسا اس واقعہ رات ضرور موجود ہوگا لیکن فی الحال وہ کوئی حسی راستے قائم کرنے میں کام تھا۔

چنگاریوں کی طرح پھر پھر اڑتی گولیوں کے شور میں زیادہ سوچنے کی بھی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے اپنی پانچواں سے نکل کر حویلی آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا اور ابھی آڑ سے نکل ہی رہا تھا کہ ایک ملبہ امانے کے ساتھ لگے اور فوجوں میں سے ایک درخت کی آڑ سے نکل کر دوسرے کی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا۔ اس کے اچھلے اچھالے شور اور فوجوں کی وجہ سے وہ یہ آسانی تیز کر سکتا تھا کہ یہ اس کے ساتھیوں میں سے نہیں ہے۔ اس نے اس سامانے کی طرف تیز کرنے کے لیے کچھ سہیلی کی لیکن بھر بھر سوچ کر رک گیا۔ اس دوران میں وہ کچھ دوسرے درخت کے سونے سے کے پیچھے چھپ چکا تھا۔ شہر بار نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا اور دیکھا ہوا اس درخت کی جانب بڑھنے لگا۔ ہر طرف برقی گولیوں میں یہ ایک خطرناک فیصلہ تھا۔ گولی بھی اتنی گولی اسے لٹکانے

طرف کا رخ نہیں کرے گا... لیکن جب کارروائی ہوئی تو ساری نفلہمیاں اور اندازے دھڑے دھڑے رہ گئے اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ پاکستان میں صرف وہی لوگ نہیں بنتے ہیں جو ہر دم اسے نونے نمونے میں گھسے رہتے ہیں بلکہ یہاں ایک فٹنڈا ایسا بھی ہے جو دماغ و دین کے لیے سب کچھ کر گزرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

بچے کے معاملات نکلانے کے سلسلے میں چند ضروری باتیں دینے کے بعد شہریار اور لویج کا ایک افسر لاہور چھٹی میں آگئے۔ یہاں مردہ خواتین ملازمین کو الگ الگ کمروں میں بند کر دینے کے علاوہ چوہدری کے اہل خانہ کو بھی الگ کمرے میں رکھا گیا تھا۔ ان افراد میں چھوٹی چوہدری، چوہدری کا ذوقی مہذب و جا بہادر شاہ، اس کی منگولہ بیوی اور فریڈ کا بچہ شامل تھے۔ شہریار نے فریڈ کو کفایت کر لیا۔ وہ اسے پہلے کورہ میں اس کے بھائی چوہدری مختار کے کمرے میں بھی لایا گیا تھا۔ تب وہ بڑی افسوسناک اور بے پرواہی لڑکی ہوئی تھی لیکن مشق میں کھاتے دھو کے نئے اسے اپنے بھائی کے کمرے کی غلطی چھاؤں سے بڑی آسانی سے لے کر لایا تھا۔ چھٹی کے جنم میں لا پھیلا تھا اور وہ اتنی ہی عمر میں دیکھا کے بڑے بڑے بھانجے بھانجریوں سے گزر چکی تھی۔ یہ فریڈ ہی تھی جس نے چھٹی کے بہت سے بہروں کے باوجود ان کے لیے کھربے کا فریڈ انجام دیا تھا۔ اس کے دل میں چوہدری کے لیے جو بے تحاشہ محبت تھی، اس کے بعد اسے ایسا ہی کچھ کرنا چاہیے تھا۔ ہر طرف کا جائزہ لیتا شہریار بے باک بھر کے لیے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

”بہت بہت شکر ہے۔“ اس نے بہت آہستہ آواز میں فریڈ سے کہا تو جناب میں اس کا چہرہ تنہا اٹھا کر نکلتا لڑنے لگیں۔ وہ شہریار کو بچکانہ نہیں سمجھتی تھی لیکن یہ بات خوب اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کا شکر یہ کس حد صحت کے حوالہ دیا گیا ہے۔

”چوہدری بہت شدید زخمی ہے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا کیا انجام ہو۔“ اس کی ذی اطلاع نے فریڈ کے عرصے سے جتنے دل پر پانی کے پھینچے اور اپنے اپنی ہراساں کے ساتھ اس نے جس شخص سے تفریح کی تھی اور ہر طرح کا غلطہ مولنے کے کھربے کا کام انجام دیا تھا، اس کے بارے میں یہ اطلاع سن کر کونھن گھس کر غصہ ماری ہی بات تھی۔

”اللہ نے چاہا تو وہ ہر طرح انجام سے ہی دوچار ہو گا۔“ یہ جملہ ادا کرتے ہوئے فریڈ نے اس کی آنکھوں اور لہجے میں شے لپک دسے تھے۔ شہریار خاموشی سے اس کے سامنے

سے بہت گیا۔ چوہدری نے ساری زندگی اپنے لیے ہی تو کمانی کی۔ ایک اعلیٰ درجہ پر کیا موقوفہ اس کے سلسلے تو نہ جانے کہاں تک چلا گیا تھا۔ چھٹی کے ہی کمرے میں اس کی لڑا سے بھی خلافت ہوئی۔ وہ شہریار مسن کی مالک وہ عورت ان کے بہروں کو بندھتی حالت میں ہی تھی۔

اس نے اپنے طور پر کوشش کی کہ خود کو مظلوم ثابت کرتے ہوئے انہیں یہ باور کرواتے کہ وہ ایک عام عورت ہے جسے چوہدری نے اپنی بیوی پر ہی کر کے لیے قید میں ڈال رکھا ہے لیکن ظاہر ہے وہ لوگ ان کی کہانی سے متاثر نہیں ہو سکتے تھے۔ شہریار نے اسے کھلی خاص ہی اہمیت کی ایک خفیہ ٹھکانے پر منتقل کر دیا۔

چھٹی کے معاملات سے بچنے بچنے انہیں صبح کو لایا گیا جس سے پہلے ہی انہیں جنگ کی طرف جانے والوں کی طرف سے بھی کامیابی کی خبر مل چکی تھی۔ جنگ میں کارروائی کرنے والی فورس کا ایک حصہ لہور تک کر جاتا تھا تاہم اسے فوری طور پر واپس لے لیے روانہ ہو گیا جبکہ تیسرا حصہ چھٹی میں اپنے ساتھیوں سے آٹھ۔ چھٹی چھیننے والوں میں ڈیڑھ بجی شامل تھا۔ ان سب کے چھروں سے کھینچا گیا اور جاتا تھا لیکن اس شخص پر کامیابی کی خوشی مادی ہو گئی۔

”مائی گا... وہ لوگ تو بہت مظلوم طرح سے سوچا لڑنے والے ہوتے تھے۔ اگر ہمارے پاس گھبراہٹ ہو جاتی تو ہم بہت عرصے تک نہیں اٹھتی اور ہم اتنی تیزی سے نہیں آتے ہوتے تو یہ لوگ بھی ہمارے قابو میں نہیں آسکتے تھے۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ ہم نے فضا سے بھی ان تک رسائی کا انتظام رکھا۔ روز میں ہر دو انہوں نے ایسا چال چھارہ کیا تھا کہ کوئی ان کی مدد میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب ان پر فضا کی حملہ ہوا تو یہ مظلوم خرد ہی اپنے حصار سے باہر نکلے لیکن بھاگ کر کہاں جاتے۔ ہمارے جہاز ان اطراف میں ہر طرف پھینچے ہوئے تھے۔ جنہوں نے ذبح کر ڈالی تھی وہی، انہیں چھٹی سے ہانا پڑا۔ بہر حال یہ سب کچھ بہت خوف ناک تھا۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ دشمن ایسی جگہ پر بھی اپنے بچے کاڑھ سکتا ہے۔ اب تک تو ہماری فوجی طاقتوں کے بارے میں کسی بے معلومات نہیں کہ وہاں دھڑے سے ایجنٹ کاشت کی جاتی ہے اور ہیر و دین سازی کی ٹیکنالوجی ملتی ہے اور وہ لوگ اس حد تک خودکار ہیں کہ قانون نافذ کرنے والے کسی ادارے کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں۔ لیکن یہاں اس جگہ انہوں نے اپنا کارخانہ کھول لیا ہوگا، اس بات کی تو امید ہی

نہیں تھی۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آتا کہ اس جگہ بھی پست کی کاشت کی جاسکتی ہے لیکن اپنے دشمن کی سائنس و ٹیکنالوجی میں بہت کٹر نظر میں رکھیں تو یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔“ اسے یہ بات یاد تھی تاہم ڈیڑھ گھنٹے کی بات کا ذکر تھا۔

”ان لوگوں کے پاس اتنا ہتھیار تھا کہ انہوں نے میں سے ہمارے ایک بیٹے کا کپڑا کو ٹکڑیا ہٹ کر لیا تھا۔ بہت ہوشیار نہ ہوتا تو بیٹی کا ہار سمیت خود بھی ہاتھ سے ہوتا۔ وہاں کا کھڑو کچھ کراہا گیا تھا۔ ہاتھ چھینے ہم بار بار ان کی ملک کی فورس سے مقابلہ کر رہے ہوں۔“

ڈیڑھ گھنٹے دھڑے دھڑے سے بیان زور لہجے میں اسے اپنی کی صورت حال سے آگاہ کرتا تھا۔ یہ ساری خبریں سن کر شہریار کا دل بھی لپٹنے کی طرح جل جھڑا ہوا تھا۔ یہاں لے کر وہ اپنے ساتھیوں کا سوچتا تھا کہ ان میں ہر طرف روشنی کی گھنٹوں کی خوشی لیکن پھر اگلے لمحے ہی وہ یاد فریڈ سے ہاتھ کے پھینچنے سے کھیل کے خیال سے تار کی میں ادب جاتا۔ اندر باہر کی تشنگی کی حالت اور حالات سے بچنے آخر کار اسے ہی یاد آتا ہے کہ کاشقہ کی ہی گیا۔ چھٹی اب بھی فریڈ کے کھانوں کے قدموں سے گونج رہی تھی۔ یہی اہمیت کی کئی چندھان کے تار کے ہوتے تھے لیکن شہریار ڈیڑھ گھنٹے سمیت روانہ ہو گیا۔ وہ دونوں ہی بہت زیادہ کھلے ہوئے تھے لیکن لاہور

آئی کہ انہوں نے سب سے پہلے لڑا سے خلافت کرنا ضروری سمجھا۔ چوہدری کی چھٹی میں شہریار اس لیے کئی مہمان نواز سے انہیں بہت سے اکتفا کا تکی امید تھی لیکن جب وہ دونوں لڑا کے سامنے پہنچے تو ڈیڑھ گھنٹے کا پتہ نہ لگا۔

”بھئی پارکر۔“ لڑا کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں سے زکوشی برآمد ہوئی۔

”تم اسے جانتے ہو؟“ شہریار حیران ہوا۔

”یہ وہی تو ہے جس نے مجھے سے فوج کی دوری پینے کا حق چھین لیا تھا۔“ ڈیڑھ گھنٹے کی آنکھوں سے چند گریاں پھوٹتی تھیں۔ شہریار فوراً ہی کچھ کہہ کر فریڈ کو آگے لے کر رہا ہے۔ ڈیڑھ گھنٹے اور اس کی ذوقی اتنی کھری تھی کہ ڈیڑھ گھنٹے نے اپنی زندگی میں کھائے جانے والے اس سب سے بڑے صوحے سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔... جہاں سے آئی سے نکال کر ہی اہمیت نہیں لے لیا تھا اور یہ بھی کر لیا تو خود ہی سہرا لینی کی کہ انہوں نے اس کے اندر کے محبت و دین سپاہی کو بچان کر بھڑکے لیے حسب قرار ہونے کے سہانے ایک باہر لائے اور کھینچنے کا موقع دیا تھا اور ڈیڑھ گھنٹے نے اسے ہٹ کر دکھایا تھا کہ وہ اسی سونک کا قاتل اور تھا۔ لیکن بہر حال ایسی پارکر نام کی چھان

اس کے سینے میں ہی آگے ہوئی تھی اور اس چھان کو کھانے کا اس سے بہتر ہی موقع کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

”گھر پر پھینچیں۔“ کرل پھینچنے نے اپنے سامنے بیٹے شہریار اور ڈیڑھ گھنٹے کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھی ہی گھبراہٹ کے ساتھ کہا لیکن وہ دونوں ہی مسکراتے تھے۔ اس وقت پورے ملک میں تھلک سا ماحول تھا۔ جنگ اور چوہدری کی چھٹی میں رات کے گانچے سے میں ایک وقت کی جانے والی وہ کارروائیاں ایسی تو تھیں کہ میڈیا کی نظروں سے چھپنے والی تھیں۔ بہت کچھ کاہر نہ کرنے کے باوجود میڈیا نے بہت کچھ جان لیا تھا اور ملک بھر کے لوگ اگشت پنداشا یہ اکتفا کا تکرار ہے تھے کہ یہ آواز آ رہی ہے۔ چھٹی چوہدری جہاں پہلے میں ایک دوکانی پیشا کی ہی تھی چھٹی دکھتا تھا۔ ایسی غیر ملکی ٹیلیوین کے لیے کام کر رہا تھا جو دشمن مزید میں ہیر و دین اور اکتفا کی منت پھیلانے میں پیش قدمی تھی۔ چوہدری کی چھٹی کے کھانے میں قائم کر وہ ہیر و دین سازی کی لیاہڑی سے لے کر جنگ میں پست کی کاشت تک بہت کچھ مہر عام پر آیا تھا۔

فوج کی اتنی بڑی کامیابی پر ایک طرف اسے سراہا جا رہا تھا تو دوسری طرف یہ عقیدہ بھی کی جا رہی تھی کہ اسے بہت سے نفسی اداروں کی موجودگی میں اس قسم کی صورت حال نہیں ہی کیونکر آئی۔ لوگوں کی طرف سے چوہدری کا حال عالم شاہ اور دیگر گرفتار شدگان کے لیے چھان کی مصلحت کیا جا رہا تھا لیکن چوہدری تو ابھی ہونڈ آئی ہی ہو میں تھا اور لاڈ لگڑاس کے بارے میں کوئی شہرہ نہیں رسید ہے تھے۔ البتہ یہ سب تھا کہ وہ ذمہ داری بھی گیا تو بیٹھ کر ہی مصلحتی اس کا فیصلہ بن جانے کی۔ فوج کے ترجمان نے میڈیا کو اس سلسلے میں بے رنگ دینے سے کھنچ رکھی تھی کہ اس سب کے پیچھے ان کی دشمن طاقتیں موجود ہیں۔ واضح طور پر کسی ملک یا ادارے کا نام نہیں لیا گیا تھا۔ لڑا اور چھٹی کے کھانے سے گرفتار ہونے والے ہیر و دین سازی کے بہرہ کی گرفتاری کو بھی میڈیا راز میں رکھا گیا تھا۔ انہوں نے لڑا اور چوہدری کے خصوصی سوشل فون بھی حاصل کر لیے تھے۔ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کھانے کا سامنے لیا جاسکتا تھا لیکن اس وقت کرل پھینچنے کے سامنے بیٹے شہریار اور ڈیڑھ گھنٹے کی کامیابی کی خوشی کے سہانے کھانے کا نظر آ رہا تھا۔

”میں تم لوگوں کے جذبات کو اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن کئی معاملات میں جذبات کو پیچھے رکھ کر کئی بہت سے

کھینچ کر کرنے پڑے تھے۔ انہیں خاموش دیکھ کر آخر کار کرنل پینٹن نے خود ہی وہ موضوع پھیلایا جس نے انہیں 1954 کا کارگر بنا دیا۔

”ہماری امریکی ذمہ داریاں سے بات ہوئی ہے۔ ظاہر ہے وہ بھی اس بات پر غصہ برپا کر رہے تھے کہ سوسائے ان کی تمام تر مہربانیوں کے باوجود امریکا کے خلاف ایسی سازش چلائی کہ پاکستان میں بیرون تیار کر کے اسے امریکا میں پھیلانے کا منصوبہ بنایا۔ لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ امریکائی امریکا کا وہ بیچ اور 1954 ملک سے جس کی وہ ہر خطا معاف کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ ہماری طرف سے وہی ہوئی رہی تو ان پر انہوں نے صرف اتنا کہا ہے کہ وہ اپنے طور پر خود سوسائے سے شہر میں گئے لیکن انہیں ہم سے لڑا اور کار ہے۔ ظاہر ہے ان کا یہ مطالبہ امریکائی فرمائش پر ہی ہے لیکن ہم انہیں انکار کرنے سے پہلے اس لیے سوچتے رہے کہ انہیں کہ انہوں نے لڑا کے بدلے اس لوگ کی ماہانہ کی سب سلامتی انہیں کی ضمانت دی ہے جسے انہیں لانے کے لیے تم لوگ خود بھی پہنچتے ہو۔ امریکی سفیر نے صاف کہہ دیا ہے کہ آری لڈو کے جنگلات میں غلبہ تو یہ گاہ سے حقیقت انکا قبضہ پر یعنی ماہانہ کی واپس لینے کے لیے خاص اہمیت نہیں رکھتی اور وہ آسانی سے ایک اسپیشل قرار دے سکتے ہیں اس لیے اگر ہم اس لڑی کو واپس چاہتے ہیں تو ہمیں لڈو کو واپس واپس کرنا ہوگا۔ اب تم بتاؤ کہ ہمارے پاس اس سوسائے کے سوا کیا باقی رہ گیا ہے؟ ہاں، یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ہم ساتھ ہی اپنے لیے کچھ معاملات کا مطالبہ کر کے موقع سے فائدہ اٹھائیں۔“ کرنل پینٹن نے ان پر ایک بار پھر صورت حال واضح کی۔

”لیکن یہ سوا کسی طور پر بھی مناسب نہیں ہے۔ لڈو اور ماہانہ میں بہت فرق ہے۔ ماہانہ لانے کی سزا ہوئی ایک بے قصور ہے مگر لڈو تم سید و لڑی ہے جبکہ لڈو ایک ایسی صورت ہے جس کی وجہ سے سیکڑوں لاکھ، ہزاروں لاکھ لاکھ تیار ہوئی ہوں گی۔ وہ ہماری قومی مجرم ہے جو تشکیلات اور تنظیموں کے پھیلاؤ سے ملے کر اہم قومی رازوں کو چرانے تک ہر طرح کے ممکن جرائم میں ملوث پائی گئی ہے۔ ہم اسے آئی آسانی سے کس طرح لٹھوے سکتے ہیں؟“ شہر یار نے اعتراض کیا۔

”تم جو کچھ کہہ رہے ہو، مجھے اس کی سچائی سے اطلاع نہیں ہے لیکن سچائی کو بدلنے دیر نہیں لگی۔ تم نے مجھے لڈو کے جو جرائم گنوائے ہیں، وہی سارے جرائم وہاں ماہانہ

کے سر پر بھی تو بے جا رکھے ہیں۔ ثنات اور شہر یار نے ان لوگوں کے لیے باطل معمولی بات ہوئی۔ وہ اگر سوسائے سے کام لے رہے ہیں تو ہمیں اس کا فائدہ اٹھانا چاہیے ورنہ تم ان کا حزانہ بھی جانتے ہو۔ طاقت کے نکلنے پر دست ہانگی کہ وہ ہمیں ہو سکتی کہ اس کے قدموں سے کون سے انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ ہم کس حد تک آزاد اور خود مختار رہ سکتے ہیں، یہ حقیقت بھی ہم پر بھی طرح طرح سے اس لیے بھڑک رہے کہ جتنا ہے تو ہم ان کے شرانگہ پروا نہیں اور آگے وہ سوسائے کی حالت کو دیکھ کر کہ ہمارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔“ کرنل پینٹن نے دیکھی آواز میں وہ حقائق گوش گزار کیے جو شہر یار نے سنے تھے لیکن انہیں ماننے بھر چاہ رہی تھی۔

اس بار شہر یار اور ڈیٹان میں سے کوئی بھی اعتراض نہیں کر سکا۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ صرف ماہانہ کا معاملہ نہیں تھا، امریکائی اور مصطفیٰ خان کے تعلق کا بھی سوال تھا۔ ماہانہ والے معاملے نے ان دونوں کو بھی شگوک افریقہ کی فہرست میں شامل کر دیا تھا اور یہی موقع تھا کہ ان کی بھی وہاں سے بھلائی دیا جائے کہ سامان کر لیا جائے اور آگے چل کر مشکلات میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ ان کے درمیان اس حوالے سے کچھ دیر تبادلہ خیال ہوتا رہا۔

”مادل خان کا تو امریکا کے لیے ویزا لگ ہی چکا ہے اس لیے یہ پہلے وہاں کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ لڈو اگر ہم اس کے بعد روانہ کریں گے اور اس کے ساتھ ہی ہمارا ایک ساتھی غلبہ طور پر سطر کرے گا۔“ کرنل پینٹن آگے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔

”لڈو کے ساتھ میں چل جاؤں گا۔“ ڈیٹان نے فوراً خواہش ظاہر کی۔

”جیسی، جہاز چلانا مناسب نہیں ہوگا۔ لڈو انہیں چھوٹی ہے اور پیسے کی تہہ لگی نہیں ویسے ہی شگوک بنا دینے کی اس لیے بھڑک رہے کہ تم اپنے لوگوں میں سے کسی کاہلی اور شخص کا انتخاب کر لو۔“ کرنل نے اس کی خواہش کو رد کرتے ہوئے تجویز پیش کی تو ڈیٹان دل سوس کر رہ گیا لیکن مزید امریکائی بھی کچھ نہیں ہو سکی۔ کرنل نے اطلاع کی واضح دلیل پیش کی تھی۔

”میرے خیال میں اس کام کے لیے ہمارے علی موزوں رہے گا۔ وہ بہت ذہین اور امانت دار لڑا ہے۔“ شہر یار نے حضور واپس کی ڈیٹان نے بھی تائید کی اور پھر اس حوالے سے ان کے درمیان مزید شور سے لگی

ہوتے رہے۔ آج کل ان کا کام ہی یہ تھا۔ وہ گفتگوں کے حساب سے شور سے کھینچ لیا اور بھاگ دوڑ میں وقت گزار رہے تھے اور ہر وقت کم وقت کے لیے آرام کر پاتے تھے۔ میڈیکل کونسل اور عام کے سوا ان کا جواب دینا، گرفتار شدگان سے گفتگو، بے گناہوں کی چھائی، اسپتالوں میں اور اپنے ساتھیوں اور مجرموں کی خبر گیری، حاصل شدہ معلومات کی روایت میں مارے جانے والے چھاپے اور نہ بننے کون کون سے کام تھے جو انہیں ان دنوں کرنے پڑ رہے تھے۔ ستر پر آرام کے لیے کمر لگاتے تھے تو ذہن تخی سگلوں میں الجھا رہا تھا۔

”تم لوگ اس کام کو کتنا تو ہمیں ہی ایف پی کے دستیار کے لیے بھی کچھ ٹھیکے کرنے ہوں گے۔ ہم نے آج رات ہی کونسی کوئی ایک مہر سے تک اس ادارے کو اپنی ہی سے چھاپے رکھا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارا یہ بہت اب دشمنوں کی نظر میں آچکا ہوگا۔ حضور آ لڑائی جس سے کے فریڈ کی خبر ملی ہے، وہ بہت اہم ہے۔ لڈو بہت خبر ہوا لیکن ہے جس کی شہرت اور اور تک پہنچی ہونے کے باوجود کسی کوئی اس کے سامنے کچھ بھی نہیں آ سکتا۔ کچھ تہ سے شہر یاروں کے باہر اس شخص کے سیکڑوں روپ تھے۔ وہ کرگت کی طرح رنگ بدل کر خود کو اس معاملے سے ہم آہنگ کر لیتا ہے جہاں موجود ہو سکتی انہی خصوصیات کی وجہ سے وہ یہاں سے بھی لاپتہ مقامی سے نکلے جس کا سبب ہو گیا اور ہمیں اپنے دوستانہ آدمی گوانے پڑے۔ مجھے نہیں ہے کہ کاشی کے باوجود لڈو یہاں سے باہر نانی ہاتھ نہیں کیا ہوگا۔ کرنل شہر یار کے جواز سے تمہارا اور ڈیٹان کا بچھا ہونے کا مطلب ہے کہ انہوں نے ہی ایف پی کی حیثیت بھی کوئی نہ ہوگی۔ اس لیے اب ہمیں اپنا ادارے کے لیے کوئی نیا کاروبار کرنا پڑے گا۔“ کرنل پینٹن نے ایک اور مسئلہ سامنے رکھا۔

”فک کر۔۔۔ ہمیں تو کام ہی کرنا ہے۔ کسی بھی صورت میں کریں، کیا فرق پڑتا ہے۔“ ڈیٹان نے شانے اچکائے۔

”تم یہاں رہ کر اس مسئلے میں میرے ساتھ کام کر کے۔ مادل خان اور چوہدری اس دوران میں وہاں کے معاملات دیکھتے رہیں گے۔“ کرنل نے شہر یار پر یہ کلام کا ذکر اس وقت بظاہر خاص ڈیٹان کی دل چاہی کے لیے پھیلایا تھا کہ کسی اور خود کو امریکا نہ بھیجے جانے پر دل میں کوئی غمی محسوس نہ کرے۔

”میں ہر وقت ہر طرح کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔“ ڈیٹان نے خوش دلی سے جواب دے کر ماسک کر دیا کہ وہ ان کے ہر گم پر رہا ہے کہ پھانسی کا تو کام ہی گم چلا رہا ہے۔

☆☆☆

انٹرویو سے نکل کر جی میں سوار ہوئی کی طرف جاتے شہر یار کے چہرے پر بظاہر شوق اور شہر کے کچھ نہیں تھا اور اپنے دل سے وہ ایک ایسا کھلے راز جو ان کو دکھائی دیتا تھا جو کبھی بار امریکا آنے پر بے حد مسرور ہو۔ اس نے نئے رنگ کی جینی شرت پیجز کے ساتھ بیکرنگ کی گئی، اس پر واضح طور پر آئی تو بیکرنگ کے الفاظ چھپے ہوئے تھے اور اس کا بارون سا بیڑا اس کی بھی بیکرنگ تھا کہ وہ ان اشیا کی جہازوں میں سے ایک ہے جس کی خواہش کی مرکز میں اکثر امریکا ہوا کرتی ہے۔ وہ دونوں کو سننے چاہنے کے اعزاز میں سیکڑے ایک شروع ہی وہ سن لگتا رہا تھا اور بے حد شوق سے اڑ کر کے ماسٹر روکھ دیتا تھا۔

انٹرویو سے نکل کر ایک کامات اس نے اسی اعزاز سے ملے کہ لیکن یہ خود ہی جان تھا کہ اس کے دل کے اندر کیا ہے۔ وہ دیر کی تہ سے اپنی شہر یار کو لے جانے آیا تھا اور ظاہر ہے یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا۔

ہوئی کے کمرے میں کھلی کر جی میں اس نے وہ ہاتھ بند کیا، اس کے چہرے پر چڑھاؤ کی لہر لگتی اور گیا۔ سب سے پہلے اس نے اپنے پاس موجود خصوصی سہاگلوں کو لگا دیا جو کبھی چوہدری کی لکھت ہوا کرتا تھا۔ ایسا ایک سیٹ انہیں لڈو کے پاس سے لگی تھا اور اسے وہ چوہدری کے لیے چھوڑ آیا تھا۔ سہاگل پر اس نے مصطفیٰ خان کے اس نمبر پر مہا چلایا جس نے حال ہی میں کسی ذریعے سے حاصل کیا تھا اور لڈو میں اس کے کام پر چڑھاؤ نہیں تھا۔

”میں کھلی گیا ہوں۔“ ظہیر کی حوالے کے اس نے مصطفیٰ خان کا اطلاع دی۔

”جیانی فی الحال سب کچھ فیک تھا کہ ہے۔ جس پارٹی سے سارا ہوا ہے اس کی طرف سے دھوکے۔ کا بھی اور نہیں لیکن ضرور پارٹی ضرور کوئی نہ کوئی لڑ کرے گی۔ ہمیں اس کی طرف سے ہوشیار رہنا ہوگا۔ میں اور میرے ساتھی تم سے ہر طرح کا تعاون کرنے کے لیے ہماری طرح تیار ہیں۔“ مصطفیٰ خان نے بھی اسی کے سے اعزاز میں صورت حال سے آگاہ کیا۔

”ضرور پارٹی کو دیکھنے کے لیے ہی میں یہاں آیا

ہوں۔ باقی لوگوں کے بارے میں سنو۔"

"کارا صاحب کے بیٹے اور بیٹی کی پہلی آنج واپس روانہ ہو رہی ہے۔ کسی نے ان سے کوئی عرض نہیں کیا ہے۔ امید ہے کہ آگے بھی کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔" وہ کشور اور مراد شاہ کی بات کر رہا تھا۔ حرمی پر ہونے والے رینے اور چھری کے شدید زخمی ہونے کی خبر سن کر ان دونوں بہن بھائی نے پاکستان واپس لوٹ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ "ابھی بات ہے۔ تم اپنے لوگوں کو رینے کی دیکھو۔ اصل کہانی تو یہی ہے۔ کل کوئی نہ کوئی حادثہ ضرور ہوگا۔" ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے اس کے لیے میں پتھاری جی اور صاف کاہر ہوتا تھا کہ اب وہ کئی کوئی نئے لیے باطل بنا رہی ہیں۔ اسے اس بات کی بھی عقلی پیدائش تھی کہ وہ امریکی مرزبین پر ہے اور امریکا اس طاقت کا نام ہے جو پچھلے پچھلے اس کے ملک جیسے ممالک پر اپنا جھنڈا چاتا ہے۔ اس وقت اس کے سینے میں جو آگ دیک رہی تھی، وہ صرف اتنا دکھائی دیتی تھی کہ وہ اپنی ماہانہ نوکیلیاں سے کچھ سلامت نہ لے جاسکا تو پھر یہاں بھی بہت سی تھاپی پینے کی اور دیا کے جیسے دار جان لیں گے کہ جب کسی دل بے ملاحظہ کو بھینچا جاتا ہے تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

ہسپتال کے بستر پر چڑا اور جھڑ پختے اہل کے لیے نکان صبر تھا۔ وہ شخص جو کبھی خود کو مطلق العنان حاکم بنا لوگوں کی زندگی اور موت کے فیصلے کیا کرتا تھا، آج اس کا حق بھی نہیں تھا کہ اپنے ہاتھوں کو کچھ اسے کر اپنے جسم پر پیٹنے والی مٹی کو اڑائے۔ اس صاحب اختیار و اقتدار کا آج اپنے جسم پر سے ہی اختیار ختم ہو گیا تھا اور وہ اپنے منہ سے اپنے اولی ماں کو بھی ہنسنے سے روکنے کا حق نہیں رہا تھا۔ پورے جسم میں صرف اس کی آنکھیں تھیں جو حرکت کر سکتی تھیں اور یہ آنکھیں اسے ان چروں کو دکھا رہی تھیں جو کسی نہ کسی طور اس کے گھر کا کتا بنے تھے۔

سب سے آگے اس کا چار اور لاڈلا بیٹا مراد شاہ کھڑا تھا۔ اس بیٹے کو اس نے دنیا کی ہر آسائش دی تھی لیکن وہ باپ نہیں دے سکا تھا جس کے کردار و اظہار پر وہ فخر کر سکتے۔ چنانچہ اس نے خود ساختہ ہلا وطنی اختیار کر کے خود کو اس دولت و جاگیر سے دور کر لیا تھا جس کی بنیادوں میں مظلوموں کا خون آہاں اور سسپاں ولی ہوئی تھی۔

مراد شاہ کے پیچھے اس کی وہ بیٹی موجود تھی جسے اس نے حرمی کی درالیاہ کے خلاف بچہ کشی دی تھی اور ان

سہانوں نے اسے حریف آٹھنا دیا تھا۔ یہ میرانی صرف لیے تھی کہ وہ نظری زندگی گزارنے کا حق تکب کر کے احتجاج نہ کرے اور باپ کے احسانوں سے دل پرے نہ کشور ان ہلاہلوں سے نہ بچ سکی اور اپنا سنا اپنے آداب کا انتخاب کر کے حرمی کی ہوئی اور اپنی عیادتوں سے فرار حاصل کر لیا تھا۔ اس جرأت و کستائی کی مزاد چنے کے لیے آج بے بس پڑے وجود نے کتنا اور ہم پایا تھا اگر کبھی کی قسمت ہر بار ساتھ نہ دیتی تو وہ آفتاب اور اپنی بیٹی سمیت کب کی اس دنیا سے جا چکی ہوتی۔ لیکن وہ کیسے چلی جانے سے تو اپنے باپ کو آئینہ دکھانے کے لیے آج اس بچے کو رو رو کھڑا ہوا تھا۔ اس باپ کے رو رو جی کی اس سے کوئی شہ پر غرت کرتا تھا کہ اس کا وجود و مصلحتی سے متاثر نہ ہوتا تھا اور آج ایسا بے بس تھا کہ اس سے منہ بھی نہیں موڑ سکتا تھا۔ زبان سے غرت کا ایک لفظ بھی ادا نہیں کر سکتا تھا کہ اس حرمی کا بھی انتہا نہیں کر سکتا تھا جو شہر کی آنکھوں میں آسودہ کچھ کر رہی تھی۔ اپنے لوگوں میں وہ واحد تھی جو اپنے کا نام باپ کے اس انجام پر بدگئی کی اور ہولے ہولے اس کے لیے سسک رہی تھی۔ ہو سکتا ہے اس کی بڑی دونوں خدیوں تاجدار و موروث کو بھی اس کے لیے صدمہ ہو لیکن وہ اس سے بے ہمتاں نہیں آئی تھی۔ انہیں اپنے سرسری کی طرف سے ایک بے نام شخص سے ملاقات کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ کشور کے ساتھ ہی اس کی ماں، چھوٹی چھوٹی ماہر کھڑی تھی۔ وہ ان عورتوں میں سے ایک تھی جسے چھری کی منکوحہ ہونے کا اعزاز حاصل رہا تھا اور وہ پہلے سے ہی بنے ہوئے شخص کو اپنے حقوق و بازاری عورتوں پر لادنے کی کوششیں خاموش رہ کر اس مال و دولت سے بچنے پر مجبور تھی جو چھری کی بیٹی ہونے کی وجہ سے اس کے تصرف میں تھا۔

وہی چھوٹا بچہ تھا جو اس نے خود اپنے ہاتھوں سے نکالنے لایا تھا اور چھوٹی چھوٹی نے اس پر یہ احسان کیا تھا کہ بے بس و بجز پڑے چھری کے اس کو اس کی اولاد پر کاہر کر کے اس کے لیے غرت کے حوزہ رو کھلی کھولے تھے۔

چھوٹی چھوٹی کے پیچھے بہنو شاہ اور مراد موجود تھے۔ ذاتی حضور بہنو شاہ جو اس سے اس بات کا بھی حساب نہیں لے سکتا تھا کہ اپنی منکوحہ بنا کر حرمی میں لائی جانے والی لڑکی پر نیت غراب کرنے کے جرم میں اس کا کریمان بنا سکتا لیکن جو وہ نہیں کر سکتا تھا وہ مراد کی غرت

بڑی لگا کر رہی تھی۔ وہ جب بھی اس کی طرف دیکھتی تھی، اپنی نظروں کی وحاش سے اس کے دل کو کھٹ کر رکھتی تھی۔ بچوں کی پیش سے کولے لگتی تھی اور چہرے کی بڑی کوششوں کی طرح اس کے ذہن ڈھونڈو چھوڑ کر ہلک و پلٹ تھی۔ وہ اس لڑکی کو اس کے بھائی کو پھاڑنے کے لیے اپنی بیٹی میں لایا تھا اور آج اس کی وجہ سے اس کی حرمی کی بیٹی میں مل کر رہی تھی۔ فریڈ نے اسے بتا دیا تھا کہ کچھ نئی کئی نظریہ اور بے وقعت نہیں ہوتی۔ سوچنے پر وہ باہمی کی زبان میں کھس کر اسے بھی بے بس کر سکتی ہے اور بچھاؤ سکتی ہے۔ وہ اس نے سب بچے کو دکھا دیا تھا۔

"بھری ڈاکٹرز سے بات ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نئے والی کوگیوں نے ان کے ذہن کو اپنی بڑی طرح متاثر کر دیا ہے کہ اب یہ ساری زندگی بستر سے نہیں اٹھ سکتے۔ ڈاکٹرز کے مطابق یہ زندگی بڑی ہی مشکل ہے۔ یہ بچہ جو ان کا بیٹا تھا، کچھ عرصے پہلے ہی بڑھتی کی زندگی میں اور شکل ہی ہے کہ یہ بھی اپنی زبان کو کھلی حرکت دے سکتی۔" مراد شاہ دیکھی آواز میں ان سب کو بتا رہا تھا۔ سننے والے جانتے تھے کہ چھری کی زندگی کا بیٹا بچہ نہیں ہے۔ وہ مزاجی ہے جو قدرت کی طرف سے اس کے لیے مصیبت کی تھی ہے۔ ملک بچہ اور انسانیت کے اس دشمن کو کون سا مزاجی داتا کو کیا دیتا۔ زیادہ سے زیادہ مزاجی موت کا کامی انتخاب ہو سکتا تھا لیکن موت و زینت کے درمیان بستر پر پڑے ہوئے بچے کی بیزاری سے کوئی بھی بھرتائی کرنے والا اپنی مرضی سے حرکت کرنے سے محروم ہو گیا تھا۔ وہ بچہ، چاس دور، خوشی سب محسوس کرنے کے باوجود ان کے انتہا کی صلاحیت سے محروم ہو گیا تھا۔ یہ مزاجی کی ہر مزاجی کوئی تھی۔ اس مزاجی کو کاتے ہوئے وہ ابھی طرح بیان لینا کا سطر چلی جاہ لگنے سے اور خطیات کی کست سے منہ لگ جانے والے جسموں کے ساتھ زندگی گزارنا کیا شمار ہوتا ہے۔ زندگی بچا کر زندگی کے حوزے سمجھنے لینے والے نے اسے ہر ماں سوچ دیا تھا کہ وہ اپنے پرانے ان ہارے چروں کو ایک ایک کر کے پاؤ کرے جو اس کے گم ہونے تم کا کار ہونے تھے۔ اس نے بھرتائی کے حوزے بہت ہونے تھے، اب اسے یہ جانا تھا کہ بے بسی کا مذاپ کیا

ہے اور اپنی ہی ہر سانس کیسے بچھو سکتا ہے۔ زبان کی ذرا سی کچھش سے زندگی سمجھنے لینے والا آج اتنا بے بس ہو گیا تھا کہ خود اپنے آپ کو زندگی کے خراب سے نہیں نکال سکتا تھا۔ اس کے پاس اللہ سے صبر کی دعا

سرکاری کام

میں کار پر بلیں کے دونوں تختی کاڑوں کو دور سے دیکھ رہا تھا۔ ایک کوال سے لٹ پاتھ پر گھر سے گزرتے ہوئے کے ساتھ ہی کال گرا پھر گرا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے وہی ان گلاخوں میں بھرتا رہا تھا۔ کڑی صرپ میں دونوں بیٹے میں نہانے ہوئے تھے۔ میرے لیے وہ ایک مہلتا تھا۔ میں نے قرب جہاں پر چھا۔ "تم دونوں بہت محنت کر رہے ہو لیکن اس کا مقصد کیا ہے... گرا کھاؤ گے ہمارا ہر روپے؟"

ایک نے اپنی ویشالی سے بچتا صاف کرتے ہوئے بتایا۔ "یہاں تین آدمیوں کی لڑائی ہے... آج ہم دونوں کے دل لاپتار ہو گیا ہے۔" "وہ یہاں کیا کرنے کے لیے گیا تھا۔" "پارے لگانے... گرا کھاؤ گے، پھاڑ لگاؤ گے اور سٹی ہر دو... وہ بچا ہے، گرا کھاؤ گے، کام کر رہے ہیں۔"

کوٹلہ سے حال صحتی کی پڑھائی

بائٹے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی سمجھیں موجود تھا کہ اس جیسے کتا گاروں کی دعا میں اتنی آسانی سے قبول نہیں ہوتی۔ اذیت اور بے بسی کے احساس نے آخر کار اسے اپنی آنکھیں بند کر لیے پھر کر دیا۔ آخر کوئی رقم، ٹیسے اور غرت سے بھری اینٹوں کی گلاخوں کو بچ سکے نہ سکتا ہے۔ وہ بھی نہیں سہ سکتا تھا۔

"شاہراہیں بخیر آ رہی ہے۔ آجے ہم سب باہر چلے ہیں۔" مراد شاہ نے سب سے کہا تو ایک ایک کر کے سب کمرے سے باہر نکل گئے۔

"بھری ڈے دار ان سے بات ہو گئی ہے۔ حرمی دار سے حساب لے کر دی جانے کی اور ان ملازمین کو بھی ہار دیا جانے کا جو کئی جرم میں لوٹ نہیں ہیں۔ آپ لوگ چالیں تو ابھی حرمی کے لیے روانہ ہو سکتے ہیں۔ باہر گاڑی اور ڈرائیو موجود ہیں۔" ذہنی بھرتی میں کئی مراد شاہ نے ان سب سے کہا۔ وہ خود بہت تھا ہوا اور وہی نظر آ رہا تھا۔ لیے سطر کے ہوا ہسپتال آئے تک بھی اسے مسلسل مصروف رہتا پڑا تھا۔ یہ تو جیتان کی میرانی تھی کہ اس نے بہت سے مصلحتات خود ہی لٹا دیے تھے اور صرف ٹون رہی سارے مسئلے حل ہو گئے تھے۔

مراد شاہ چھوٹی چھوٹی، بہنو شاہ اور فریڈ کو اس

999/-



جہانگیر
ادولفت

(جامع متوسمیں)
موضوع: وقت و مقام انقلاب تحریکات
مخاطب: طلبہ، محققین اور
فکر و بحث کا دلچسپ ترین گفت

سید ابراہیم فرارشاہ کی کتاب



499/-

ادولفت اور ادولفت کے بارے میں
ادولفت اور ادولفت کے بارے میں

سید ابراہیم فرارشاہ کی کتاب



499/-

ادولفت اور ادولفت کے بارے میں
ادولفت اور ادولفت کے بارے میں

350/- انسان اور دنیا
انسان اور دنیا کے بارے میں
انسان اور دنیا کے بارے میں

100/- پاکستان میں اسلام
پاکستان میں اسلام کے بارے میں
پاکستان میں اسلام کے بارے میں

350/- آخری جنگ
آخری جنگ کے بارے میں
آخری جنگ کے بارے میں

150/- سولہ ماہ
سولہ ماہ کے بارے میں
سولہ ماہ کے بارے میں

200/- علیہ تجرید
علیہ تجرید کے بارے میں
علیہ تجرید کے بارے میں

300/- شاپین
شاپین کے بارے میں
شاپین کے بارے میں

350/- مغربی
مغربی کے بارے میں
مغربی کے بارے میں

450/- خاک اور خون
خاک اور خون کے بارے میں
خاک اور خون کے بارے میں

350/- کیسا اور آگ
کیسا اور آگ کے بارے میں
کیسا اور آگ کے بارے میں

425/- قاتل تیار
قاتل تیار کے بارے میں
قاتل تیار کے بارے میں

350/- قدر ان کا سم
قدر ان کا سم کے بارے میں
قدر ان کا سم کے بارے میں

100/- پہلو کے آبی
پہلو کے آبی کے بارے میں
پہلو کے آبی کے بارے میں

400/- یورگوا ٹیٹ گی
یورگوا ٹیٹ گی کے بارے میں
یورگوا ٹیٹ گی کے بارے میں

380/- گمشدہ وقت
گمشدہ وقت کے بارے میں
گمشدہ وقت کے بارے میں

250/- داستان کاہر
داستان کاہر کے بارے میں
داستان کاہر کے بارے میں

400/- پروسی اور
پروسی اور کے بارے میں
پروسی اور کے بارے میں

350/- افسانہ کا تعلق
افسانہ کا تعلق کے بارے میں
افسانہ کا تعلق کے بارے میں

350/- افسانہ کا تعلق
افسانہ کا تعلق کے بارے میں
افسانہ کا تعلق کے بارے میں

350/- آخری معرکہ
آخری معرکہ کے بارے میں
آخری معرکہ کے بارے میں

350/- غل آسمان والے
غل آسمان والے کے بارے میں
غل آسمان والے کے بارے میں

100/- نعت کی تلاش
نعت کی تلاش کے بارے میں
نعت کی تلاش کے بارے میں

475/- لبرو کسٹی
لبرو کسٹی کے بارے میں
لبرو کسٹی کے بارے میں

475/- لبرو کسٹی
لبرو کسٹی کے بارے میں
لبرو کسٹی کے بارے میں

475/- لبرو کسٹی
لبرو کسٹی کے بارے میں
لبرو کسٹی کے بارے میں

اور اسے لے لیا اور اسپتال پہنچا تھا جہاں انہیں حویلی میں
کرنے کے بعد رکھا گیا تھا۔ آڈل کو اپنے بچے ضروری کام
کھانے تھے اس لیے وہ انٹرپرائٹ پر ہی ان سے جدا ہو گیا
تھا۔ اس نے مشورے سے کہا تھا کہ وہ بچہ بخیر سے اسپتال چلی
جاتے گا۔

”آپ باقی لوگوں کو لے کر چلے جائیں۔ میں
آڈل کا انتظام کروں گی۔“ بیٹی کو گوشہ اٹھانے شورا ایک
صوفے پر بٹک گئی۔

”میں بھی ابھی نہیں جاؤں گا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ
خوار سے علاقے کے اسی میسر آڈل بھی اسی اسپتال میں
داخل ہیں۔ میں ان کی حراست برسی کے لیے یہاں رہوں گا۔“
مراد شاہ نے اسے جواب دیا اور پھر باقی لوگوں کی طرف
موجوہ ہوا۔ ان افراد میں اس کی بیوی، بیٹی، سوتیلی ماں،
بھائی، بہنوئی فریڈ اور اس کا چچا شامل تھے۔ پتھرائی نظروں
سے ایک ایک کا چہرہ دیکھتے اس کی نظریں فریڈ کے چہرے
پر رکت گئیں۔ یہ لڑکی بھی تو اس کے باپ کے ہم کشتان ہیں
گر ان کے خاندان میں موجود تھی۔ غصہ ہونے لگے کہ کتر
کے وہ فریڈ سے مخاطب ہونے کی جرأت کرے گا۔

”اگر آپ چاہیں تو اپنے لیے کوئی مناسب فیصلہ کر
سکتی ہیں۔ اہلی کی ناقصی نے آپ کو ایک ذاتی مشورہ
فصل سے باخبر دیا لیکن اب میں آپ کی زندگی کے
سارے اختیارات آپ کے ہاتھ میں دینا چاہتا ہوں۔“
فریڈ سے کہ حویلی کے کسی مرد نے اپنی ملازمت سے ہاتھ
کھینچ لیے اس کی آنکھیں چمک چمک پڑیں اور گارنڈہ گیا۔ وہ بڑی
مشکل سے بچھکنے کے قابل ہوئی۔

”آپ کا گھر یہ بھائی صاحب کہ آپ نے میرا اکا
بھائی کیا لیکن میں حویلی چھوڑ کر نہیں نہیں جانا چاہتی۔
میرے پاس اپنی زندگی کے لیے کوئی خواب اور خواہش نہیں
ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ میرا چچا اپنے خاندان میں ہی
پرورش پائے۔ میں نے یہ فیصلہ اس لیے بھی کیا ہے کہ میری
مطلوبات کے مطابق اب اس خاندان کی سربراہی میں شخص
کو لے والی ہے، وہ ایک اہم مرد، تعلیم یافتہ اور منصف حراج
فصل ہے۔“ فریڈ جوں جوں بات کرتی ہی اس کی زندگی بھولی
آواز صاف بھولی چلی گئی۔

”میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی ان توقعات
پر پورا اثر سکوں۔“ مراد شاہ نے اسے جواب دیا اور تیزی
سے باہر نکلا۔

”بہت بہت شکریہ۔“ مشورے فریڈ کے ہاتھ اپنے
کھرا ہوا۔

”ہاں، یہ میں ہی ہوں لیکن نہیں... یہ میں کہیں
ہوں؟“ لڑکھانے والی سے اپنے کارٹون پر گورہ پینا اور
ایسا ہیہ پیکر کر لڑکھانے کہ سن کے اس باہر تمام لوگ چکا ہے۔

”لڑکھانے؟“ وہ ہے بیٹی سے اپنی جگہ سے اٹھ
کر اٹھا۔

”ہاں، یہ میں ہی ہوں لیکن نہیں... یہ میں کہیں
ہوں؟“ لڑکھانے والی سے اپنے کارٹون پر گورہ پینا اور
ایسا ہیہ پیکر کر لڑکھانے کہ سن کے اس باہر تمام لوگ چکا ہے۔

”وہ میرے لیے بہت قابل ثابت ہوئے کیونکہ ان کے مطابق میں انسانیت کی دشمن تھی۔ مجھ سے بچا بھرانے کے لیے انہوں نے میرے گروں، پانڈوں اور چہرے کو تیرا پ کا کپڑے کے کھنڈے لٹا دیے۔ انہوں نے کہا کہ وہ مجھ سے کوئی انسانی سلوک نہیں کر سکتے کیونکہ میں، میرا وجود انسانیت کے تمام بے ایک جہاں ہوا ہے۔“

وہ لڑا کے پتے سے لگی اسے بڑائی لہجے میں بتاتی رہی۔ لڑا جو خود بڑی شخصوں سے بچ چکا اور انہیں بے پارک پہنچا تھا، اسے اس حال میں دیکھ کر شاکزدہ رہ گیا۔ یہ وہ لڑا تھا جس کی پروردگار تھا اور جو اس کے ایک اٹھارے پر بڑے بڑے سرداروں کو اپنے سین کے ہتھیار سے نکال کر کے اس کے قدموں میں لٹاؤا کرتی تھی۔ وہ وہی تھی لیکن یہ ذہانت من کے مٹاپ سے ہی اپنا کام دکھاتی تھی۔ حسن کو دیکھنے کے بعد وہ دس چھوڑ دی تھی ان کے کام کی تیسری تھی اور ان کا ہر نقصان وہ چھپ چھپاتے ہر داشت کس کر سکتا تھا۔ اس نے بے جہان ہاتھوں سے مددنی ہوئی لڑا کی ہانت چنگ اور چہرہ پاک لہجے میں لٹا۔

”تم گھومت کرو لڑا! اتھارے ساتھ کیے گئے اس سلوک کا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ یہاں سے وہ لڑا بچ سلامت نہیں جاسکے گی جس کے بدلے میں تھہری رانی کا وہہ کیا گیا ہے۔ میں پہلے بھی اس کی اس طرح دانسی کا حال نہیں تھا لیکن میرے بچوں نے فرمائش کر کے مجھ کو روکا تھا۔ اب یہ فرمائش نہ کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ دشمنوں کو اپنے کیے کی سزا پہنچانی ہوگی۔“ وہ جھک لڑا کی تسلی کے لیے کہہ با تھا۔ وہ پہلے ہی سے اس کے دل میں تھا۔

اس کی اتا پہلے ہی اسے اس بات کی اجازت نہیں دے رہی تھی کہ وہ انہوں سے بے وفاعت گل جانتے لیکن اپنے اور امریکی سخرانوں کے درمیان ملے پاتے گئے سفادت کی وجہ سے وہ ذرا ہاتھ پیرا کر اس سلسلے میں کچھ کرتا چاہتا تھا۔ اس کے پاس اب بھی ہارم کے مٹاپے کے ارد گرد مٹلا رہے تھے جن کے ذریعے اسے ہارم کی تسلی و حرکت کی اطلاع لازمی طور پر مل جاتی۔ لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ اسے لگے گی اس کی قوم کی فطرت سے ابھی طرح واقف ہیں اور انہوں نے ان کے آواز ان پر ہی المستعد دینے کا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔ سی ایچ ایس کے نوٹس لیکن سلی میں کچھ سوچ کر اس امر سے خاموشی میں گزارنے والی لڑا کو خبری نہیں تھی کہ اس کی پڑائی میں ایک اسکا چھپ نصب کر دی گئی ہے جو اس کی نوٹس ان کے ساتھ ہی آنے والے

جاوید علی کو ابھی طرح بتا رہی ہے۔ چھپ نصب کرنے کے لیے لگا یا جانے والا کٹ دوسرے دشمنوں میں لکھ کر کھس گیا تھا اس لیے ایک بھی ہوئی ایکٹ ہونے کے باوجود وہ کچھ نہیں جان کی تھی۔ اس بار ہائی دوسری طرف موجود لوگوں کے ہاتھوں میں جو ساپ کے بل سے نکلنے سے بل ہی اس کا سرکل رہنے کا حق کیے بیٹھے تھے۔

شہریار کا چہرہ چھرا ہوا تھا اور وہ توئی ہوئی نظروں سے ان جاوید کو دیکھ رہا تھا جنہیں مصطفیٰ خان نے اس کی معاونت کے لیے بھیجا تھا۔ مصطفیٰ خان کو احتیاط کے کھاتے بھاننے کے لیے اس شخص سے دور رکھا گیا تھا لیکن اس کے مطابق اس نے اس کی معاونت کے لیے بہت سخت افراد کو بھیجا ہے اور شہریار کو گتھا تھا کہ اس کا یہ دونوں درست ہی ہوگا کیونکہ اس کے سامنے کھڑے افراد میں سے کسی نے بھی اس کی نظروں سے گھبرا کر اپنی لگائی یاد بن چرانے کی کوشش نہیں کی اور یہی سی احتیاط سے نکلا ہے۔

”ہاں جاوید! کیا خبر ہے؟“ اپنے ہم نکالوں کی طرف سے اطمینان ہو جانے پر اس نے جاوید کی رہا لہ کیا۔ وہ لڑا کے ساتھ ہی فٹنٹ میں بوجھ لڑا گیا تھا جس سے وہ آئی تھی اور اس کے جسم میں بدست چھپ کے تھے سے رہیہ کی مدد سے مسلسل اس کے تعاقب میں رہا تھا۔ اس تھی جاوید یہ ساتھی ایجاب کے استقبال سے یہ فائدہ ہوا تھا کہ لڑا کو اکثر ہرست سے رہیہ کرنے آنے والوں کے لیے ایسے کسی شخص کو کھوجنا ممکن نہیں رہتا جو لڑا کے تعاقب میں ہو کیونکہ جاوید علی کو اس کو بالکل نظروں میں رکھ کر تعاقب کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ وہ وہ وہ وہ وہ کر گیا اس کے کئی قدم پر چلا رہا تھا اور اس اپارمنٹ بلڈنگ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا جہاں وہ اور لڑا رہتے تھے۔ شہریار کو اس بار سے اس اطلاع دے کر خود مسلسل بلڈنگ کی گھرائی کرتا رہا تھا۔ اس گھرائی کے نتیجے میں وہ لڑا کو بھی دیکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ لڑا اس کے سامنے ہی لڑا اور اسپتال پہنچا کر خود وہیں اپارمنٹ آ گیا تھا۔ اس کے اطلاع سے لگا تھا کہ وہ شہریار بظہراب کا فٹور ہے۔ اس کے جسمانی تکاؤ اور لڑا کے ساتھ گھس ہوئی واضح رہی کہ وہ قربت نے ہی جاوید علی کو یہ یاد کر دیا تھا کہ جس شخص لڑا ہے کیونکہ جہاں چہرے سے نکلنے والے اس شخص کے صرف ایک بات لیکن اس کو وہ اسے محبت کرتا ہے اور لادام تھا کہ لڑا لوٹ کر اس کے پاس جانتے گی۔

بلڈنگ کے ارد گرد مٹلاتے اس نے لڑا کے اپارمنٹ تک رسائی کی ایک دلچسپ ترکیب بھی وضاحت نکالی تھی۔ بلڈنگ کے کونوں پورا ایک ایسا نوٹس لگا تھا جس میں اپارمنٹ نمبر کے ساتھ یہ تحصیل درج تھی کہ اس اپارمنٹ میں کس قسم کے مہتر یا خود یا حضرات اور مشورے کیے گئے ہیں یا ان کی موجودگی کا فک ہے۔ نوٹس یعنی خود پر بلڈنگ کے کمپنوں کی طرف سے لکھا ہے کہ لگا یا گیا تھا لیکن ان کا نام آسان کر گیا۔ شہریار نے اس کی حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں ہی جاننے والی تجربہ کو پندرہ کیا تھا اور اب اس تجربہ پر عمل کرنے کے لیے ہی وہ اپنی ٹیم کے ساتھ وہاں مانتے والا تھا۔

”وہ ابھی تک اپنے اپارمنٹ میں ہی موجود ہے۔ جو لوگ لڑا کو اکثر ہرست سے لاتے تھے، ان میں سے صرف ایک ہے جس کو میں نے وہاں جاتے ہوئے نہیں دیکھا اور یعنی خود پر وہ اس کے ساتھ امدادی ہے۔ ان دو کے علاوہ اگر کوئی تیسرا شخص پہلے سے امداد موجود تو میں یعنی خود پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ جاوید علی نے مستعدی سے اپنی ہر ہرست چھیٹی کی۔

”ٹھیک ہے۔ ہم چہرہ صاف میں وہاں پہنچ رہے ہیں۔“ شہریار نے اس سے کہا اور سلسلہ متعلق کر کے اپنے ساتھ موجود افراد کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان چاروں نے اس بہت ایک ایسی کھلی کے بے نظارہ مابین رکھے تھے جو بڑے ٹیکشن کا کام کرتی تھی۔ بے نظارہ، مٹاتی کچ اور کھلی کے مودہ کو ہوائی گاڑی کا کھنڈہ میں بندوبست مصطفیٰ خان کی یہاں پہنچانے کا کردہ کی کا محبت تھا۔

”تم میں سے وہ افراد میرے ساتھ رہیں گے جبکہ وہ بچے والے خود کے قیمت میں معمول کے انداز میں اپنا کام کریں گے۔ یاد رکھنا کہ بچے کھڑے موجود نوٹس صرف ایک اپ کے لیے ہوں گے جہ ہارم کی کال کے بغیر کسی مداخلت نہیں کریں گے۔ الزام کھنڈہ انہیں بھجاتے ہوئے انٹرنس ان نے ہی آری آفیسر کے سے صحت۔ بچے میں در پانت کیا۔“

”تیسرا۔“ ان چاروں نے مستعدی سے بیک وقت جواب دیا۔ اس کے بعد وہ فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے۔ موٹر گاڑی گاڑی کے بے نظارہ اور بھڑکی موجودگی کی وجہ سے انہیں بلڈنگ میں داخل ہونے میں کوئی دشواری نہیں محسوس آئی۔ یہاں تک کہ ان کے ایشیائی بھڑاتے چہرے بھی کسی قسم کے فک کا باعث نہیں بنے کہ نہ پارک میں اس قسم کے بچے کی مٹا حضوں پر عموماً ایشیائی مٹاک سے

آئے ہوئے لوگ ہی فاکر ہوتے ہیں۔ بڑے ٹیکشن کے سامان کی آڑ میں ان کے لیے ہتھیار چھپا کر لے جانا بھی آسان ہو گیا تھا۔ ان بھی انہوں نے خطرناک ہتھیاروں کے بجائے کچھ ایسی چیزوں کا انتخاب کیا تھا جو بھہر ہتھیار محسوس ہی نہیں ہوتی تھیں۔ خواتین کا اپنے دفاع کے لیے استعمال کیا جانے والا رنگ لگانے والا آئینہ بے ہوش کرنے والی میس سے ہمراہ لہرے، چھوٹی سی ڈولر ٹیکشن اور ایسی طرح کی چند دوسری معمولی سی ایلیا کس کی نظر میں آسکی تھیں۔ وہ تو آرام سے بڑے ٹیکشن کے سامان کے ساتھ دل لگی تھی۔ باہر گھرائی کرتے جاوید علی کو بھی کسی طرح کا اشارہ کیے بغیر وہ بلڈنگ کے امداد گھبتے بیٹھے گئے۔

لطف میں داخل ہونے سے قبل البتہ شہریار کچھ دیر نوٹس بھڑ کے سامنے اس انداز میں کھڑا ہوا جسے وہاں گئے نوٹس کی تحصیلات لہجی ٹیکسٹ بک میں درج کر ہا ہو لیکن جیسا اس نے نوٹس میں لڑا کے قیادت کھڑا کھاتے ہی بک وقت سے اضافہ کر دیا تھا۔ یہیں صرف ایک احتیاط کی ضروری نہیں تھا کہ کسی قسم کی تصدیق کی قیادت بھی ضروری آئی۔ حسب پروگرام اس کے ساتھ آئے آدمیوں میں سے وہ لڑا کے اپارمنٹ سے ایک خود بچے والے اپارمنٹ میں رک گئے اور خود وہ وہ آدمیوں کے ساتھ اوپر چڑھ گیا۔ لڑا کے اپارمنٹ کی کھلی کھاتے ہوئے اس کا دل اس کی کھنڈوں میں دھوکا رہا تھا لیکن ظاہری طور پر اس نے خود کو بالکل بے سگون رکھا تھا۔

”کون ہے؟“ کھلی کے جواب میں وہ دادہ کھولے

بھرا اندر سے در پانت کیا گیا۔

”بڑے ٹیکشن ہمرا! آپ کے اپارمنٹ کے بکن میں ایک کاروبار کی موجودگی کی اطلاع دی گئی ہے۔“ شہریار نے سوادہات لہجے میں جواب دیا۔ اس نے نوٹس کی تھی کہ اپارمنٹ کے انداز سے اس انداز سے کھڑا ہو کر لڑا کی مدد دیکھنے والے اس کا بے نظارہ مٹا خود پر دکھائی دے۔

”ہم نے ایسی کوئی ٹیکشن نہیں کی۔ تم جیتنا لگا کچھ آگے ہو۔“ اندر سے صحت لہجے میں جواب دیا گیا۔

”ہم نوٹس بھڑ سے اپنے ریس نوٹ کر کے یہاں آئے ہیں مگر آپ اس وقت ہماری خدمات نہیں چاہتے تو پھر اس بھی ہر دھکا کر کے دے دیں تاکہ ہم بھڑا نہیں جا کر رہت کر سکیں۔“ اندر موجود لوگ اس کے لیے صحت قابل فخرت تھے لیکن اس نے اپنے لہجے میں اس فخرت کی جھک نہیں آنے دی اور ایک معمولی طرز میں ہی اس طرح

مہذب اہل مذاہب بات کرتا رہا شخص نے گویا ہتھیار وال
 "او کے" اندر موجود شخص نے گویا ہتھیار وال
 دے اور دھکا کرنے کے لیے دروازہ کھولا۔ شہزیار نے
 ایک ہی نظر میں اس کے چہرے سے بچکان لیا کہ وہ ڈیڑھ نہیں
 ہے کیونکہ ڈیڑھ کوئی اور طریقہ اسے بتایا گیا تھا۔ اس آدمی
 کے لیے اپنی تمام تر احتیاط پندی کے باوجود یہ امر چھپنا
 باعث حیرانی ہی رہا ہو گا کہ دھکا کے لیے ٹوٹ پینے اور ہم
 آگے بڑھتے شخص نے یک دم ہی اس کے منہ پر ایک
 زوردار گھونسا دے مارا تھا لیکن اس نے اس حیرانی اور
 گھوٹے دونوں سے خود کو تیزی سے سنبھال لیا کہ یہ مستعدی
 کسی کا نہیں آئی کیونکہ شہزیار کے تقریباً ساٹھ سالہ تجربے
 شخص نے بہت تیزی سے کرنٹ لگانے والے آلے کا
 استعمال کیا تھا۔ کرنٹ اٹکا زوردار تھا کہ وہ شخص بڑی طرح
 تڑپا اور ہلچل مچا کر گڑا رہی ہے جس حرکت ہو گیا۔
 "کیا ہوا امتحان؟" کرنے کی آواز دینے والا اندر کی جی
 اس لیے کسی نے پتہ آواز میں پوچھا امتحان جواب دینے کا
 پلڑا تین میں نہیں تھا لیکن وہ تینوں دہاتے ہوئے اندر میں
 گئے۔ سب سے آگے شہزیار تھا۔ اگر اس نے خود کو بروقت
 داغیا جانب اچھال نہ دیا ہوتا تو چھینا ہی ہے آواز گولی کا
 لٹکانہ میں جاتا جہاں سے اس پر چلائی گئی تھی۔ اس کے پیچھے
 آنے والے دونوں افراد البتہ اتنی مستعدی کا شوق نہیں
 دے سکے اور گولی نے میں شہزیار کے پیچھے موجود شخص کے
 شانے کو لٹکانہ بنا لیا۔ اس شخص نے بھی گریہ کے ساتھ
 اپنے مجروح بازو کو قائم کیا لیکن اس کے سامنے اس کی
 طرف حوجہ ہونے کے بجائے بھرتی سے قلیب کے
 دروازے کو بند کرنے کو ترجیح دی۔ اس دربان میں کرنٹ
 کھا کر بے بس ہونے والے کے ذہن میں حرکت پیدائش
 تھی اس لیے اسے فوری طور پر اس کی طرف توجہ دینی
 پڑی۔ اس ساری کارروائی سے پہلے شہزیار اس طرف دوڑ
 پڑا تھا جہاں سے ان پر گولی چلائی گئی تھی۔ گولی چلانے
 والے کی اس نے صرف ایک جھٹک دیکھی تھی اور پریشان تھا
 کہ وہ ڈیڑھ ہی ہے۔ وہ اندرونی کمرے میں تھا اور گولی
 چلانے کے بعد شاہی کمرے کا دروازہ بند کر لیا چاہتا تھا لیکن
 شہزیار نے دو قدم دوڑ کر ہی ایک لمبی چھلانگ لگائی اور اس
 کے دونوں ہی اس ٹوٹ سے بند ہوئے دروازے پر چڑھے
 کہ وہ اندر پہنچا کہ وہاں داخل کیا اور خود شہزیار کو اس کمرے
 کے وسط میں جا کر کرا۔ کرتے ہی وہ سہرنگ کی طرح اچھا
 اور میں ایک بار بھر گولی کا لٹکانہ بننے سے بچ گیا۔ ڈیڑھ نے

چھینا کرتی گولی چلانے کے لیے اپنے ہاتھ کا رخ کیا
 لیکن میں اس لیے شہزیار نے اپنی جیب سے ایک گولی نکالی
 چڑھ کر اس کی طرف اچھال دی۔ وہ گولی نے بہت سے
 کاغذ لپیٹ کر تھالی کی ایک کپدک سے سوا کچھ نہیں تھی لیکن شہزیار
 ہے ڈیڑھ کو اس پر کسی خطرہ کا شے کا ہی گمان ہوا ہو گا کہ
 اس نے خود کو بچانے کے لیے تیزی سے اپنی بازو تین چہرے
 کی حرکت کرنے کی وجہ سے اس کا لٹکانہ تو زبردست جھٹک گیا۔
 شہزیار نے اس موقع کا بھر پور فائدہ اٹھایا اور قریب
 پڑی ایک تھالی کو اس کی طرف اچھال دیا۔ تھالی کی ضرب
 گنے سے ڈیڑھ کے ہاتھ سے ہاتھ لگ گیا۔ شہزیار نے فوراً
 ہی اس کی طرف چھلانگ لگائی لیکن ڈیڑھ کسی کھٹی گولی کی
 طرح کھل کر دوسری طرف گھل گیا اور وہی سے لٹکانہ چھ
 کر شہزیار کے چہرے کو لٹکانہ بنانے کی کوشش کی۔ شہزیار
 نے اپنا سر جھکا کر بچاؤ لیا لیکن اس کا بازو دھس گیا۔
 بازو پر گنے والی تھالی نے جسے شہزیار نے اسے بتایا کہ اگر
 یہی ضرب منہ پر لگ جاتی تو اس کے جڑے سے سمٹ گئی
 دانت ٹوٹ جاتے۔ یکدم دیکھ کر وہ دونوں بونگی شہزیار سے
 بدل بدل کر ایک دوسرے پر ہوا کرتے رہے لیکن باہر موجود
 شہزیار کے ساتھیوں کی مداخلت سے جلد ہی یہ معاملہ منسوخ
 گیا۔ ڈیڑھ کے سامنے کی شکل طور پر ابھی ہونے سے پہلے
 ہی انہوں نے اسے ہاتھ کر ڈال دیا تھا اور اب ڈیڑھ کو
 اس کرنٹ لگانے والے آلے کی زد میں آ گیا تھا جس نے
 اس کے سامنے کو لٹکانہ بنا لیا تھا۔ شہزیار نے اس مداخلت پر
 کوئی تفریح نہیں کیا کیونکہ جہاں وہ خود کو ڈیڑھ کے شانے
 میں بہا رہا وہاں ہی کرتے نہیں بلکہ اس سے ٹھنڈے آیا تھا۔ ڈیڑھ کو
 بھی اس کے سامنے ہی کی طرح ہاتھ باندھا گیا۔
 "تم جا کر ہائی اپر جسٹس کا کام لٹکانہ۔ میں ان سے
 لٹکانہ ہوں۔" شہزیار نے اپنے اس سامنے کو قسم دیا جہاں
 جھٹک تھا۔ یہ احتیاط صرف اس لیے ہی کر رہی تھی کہ وہاں
 کے کسی ایک پارٹمنٹ تک محدود رہنے پر کوئی خشک نہ ہو
 جاتے۔ ڈیڑھ کو البتہ وہاں دو کے رکھنا ہی مناسب تھا۔ وہ
 خاصا ہی وار آدمی تھا۔ ڈیڑھ پر آستین کے اوپر سے ہی پھر
 لپ لپ کر خون روکنے کا کھنکھنہ ہاتھ بندھوا کر لیا تھا اور
 ایک بار بھر پورے حوصلے سے کھرا ہوا گیا تھا۔
 "کون ہونے لوگ اور کیا چاہتے ہو؟" ڈیڑھ نے
 کرنٹ کے اثر سے کھلا بندھا ہوا ہونے کے باوجود خوف
 ناک لہجے میں پوچھنے لگا۔
 "تعارف کی رسم بھانے کا وقت نہیں ہے ہمارے

مجھے جلد از جلد تم سے اپنے کچھ سوالوں کے جواب
 دینے۔ تاخیر اور ہنس دہانی کا نتیجہ خود تمہارے لیے بہت
 برا ہو گا۔" اس کے سوال کو خاطر میں لانے پھر شہزیار
 نے اسے دھکی دئی تو اس نے جہاں اپنی سر جھٹک جیسے کسی اڑا
 ہوا۔ وہ سو سال کا قاب لیکن تھا اور جتنی طور پر اپنی آسانی
 سے کسی کی دھکیوں میں نہیں آسکتا تھا۔ اس نے خود کو اس
 حیرت سے بھی سنبھال لیا تھا جس سے ان کے یوں پارٹمنٹ
 میں آئے سے ہوئی تھی۔ اپنے طور پر وہ یہاں ایک عام
 شہزیار کی حیثیت سے رہتا تھا اس لیے غیر معمولی خاصگی
 انتظامات بھی نہیں کر رکھے تھے۔ ایسے انتظامات خود اپنی
 تہہ کوں کو چھلانگ سے کا باعث ہوتے تھے۔ بھر بھی تھا کہ
 ان پارٹمنٹ کو وہ صرف اپنی رہائش گاہ کے طور پر ہی
 استعمال کرتا تھا۔ اس جگہ کا نظم بھی بس اس کے ہاتھ پارٹمنٹ
 پر نہیں ہی کو تھا۔ بگرت ہانے یہ کون تھے جہاں طرح جہاں
 نہیں آتے تھے۔
 "ہاں تو کو جہاں سے جانے سے روکنے کی خاطر تم
 نے کیا پٹنگ کی ہے؟" اس کی بی نیازی اور بے پروائی کو
 نظر میں لانے پھر شہزیار نے اس سے پوچھا۔
 "اورہ، تو تم اس لڑکی کے ہاتھ میں جہاں آئے ہو؟"
 "ہاں نے ہونٹ نکلتے ہوئے استغاثہ اپنے ہاتھ میں
 "مجھے اپنے سوال کے جواب کے سوا کچھ نہیں سنا
 ہے۔" شہزیار نے فرار کر کے سمجھ کر کہا۔
 "تو اس لو کہ وہ لڑکی اور اس کا بچہ کی طور پر زندہ جہاں
 سے وہاں نہیں جاسکتے۔" ڈیڑھ نے چہانے والے لہجے میں
 اسے جواب دیا۔
 "کیا ہو سکتا ہے اور کیا نہیں، یہ تو تم اپنی تھوڑی دیر
 میں ہی جان لو گے۔" شہزیار نے اس سے کہا اور بچے پڑی
 ہانڈ کی موٹی سی ہال اٹھا کر پہلے سے ڈیڑھ کے منہ میں ٹھوس
 اور بھر پور سے پھونک لگا دیا۔ ڈیڑھ میں ڈیڑھ کی آنکھوں
 سے تیرت لپکی۔ وہ اس سے بگ بگانا چاہتا تھا اور اس کے
 منہ پر نیپ لگا کر آواز کے اخراج کا راستہ ہی بند کر دیا تھا
 تین اس تیرت سے اسے بس چند کھینک کے لیے ہی دو چار
 ہون پڑے۔ شہزیار نے اپنے سامان میں سے پھولی سی دہلی
 ڈال لیکن لگائی اور اس کا تھن آن کر کے اسے ڈیڑھ کی ناک
 پر ڈال گیا۔ جانب اس طرح رکھ دیا کہ ڈیڑھ میں تھن ہانڈ سے
 ڈالیں گئے تھے کہ پھولی سی ملی گئی۔ ناک میں بننے والے ان
 تھن سے سوراخوں سے خون نکل کر تھوڑی سی بچنے لگا اور
 ڈیڑھ کا ذہن بھی اکڑا کر تاہم اس نے ایسا کوئی اشارہ نہ کیا

جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ کچھ بتانے کا ارادہ رکھتا ہے۔
 شہزیار نے بھی اپنا سوال نہیں بدھرایا اور ناک کے بعد ہانڈ
 ہانڈی دونوں کانوں کی کوچھید ڈالی۔ اس کے بعد دونوں
 رخساروں کی ہانڈی آئی۔ ڈیڑھ کا جسم تکلیف سے جھٹکے کھانے
 لگا لیکن اس نے پھر نہیں ہانڈی۔ قریش پر بندھا چڑا اس کا سامنے
 کھلی ہوئی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اگر اس کے منہ کو
 بھی لپ لگا کر بند نہ کیا گیا ہوتا تو اس وقت یقیناً وہ ہانڈی
 انداز میں پھونکا ہوتا۔
 "میں تمہارے جسم کو کسی چھتے کی طرح چھیدوں گا
 لیکن جہاں جانو کہ میرے سوال کا جواب دے پھر پھر جہاں
 صورت بھی نہیں آئے گی۔" وہ ڈیڑھ کی تھوڑی اور گردن
 کے مٹاپ کی جگہ پر کھال کھانگی سے کھٹا کر ڈال دھکیوں سے
 وہاں پھٹی جسم اٹھا رہا تھا۔ اس کے انداز میں کھل سکا کی جی
 کیونکہ سامنے ایک ایسا شخص تھا جس نے اس کے منہ میں وہ
 تڑپتی لپک قائم کیے تھے جہاں جسم تو جہاں کی برہن
 واٹھ کر کے انہیں اس حد پر لے جایا جاتا تھا کہ وہ خود
 اپنے جسم سے ہم باہر کر خود کو دوسرے کسی سے کھانا کو
 چھڑاؤں کی طرح اڑا دیتے تھے۔ آج اگر وہ اس شخص کے
 جسم کا ایک ایک ریشہ بھی الگ کر دیتا تو ان بے شمار جانوں کا
 ازلیہ نہ ہوتا جہاں جس کی وجہ سے گئی تھیں۔
 "سرو... سرو... میرے جہاں میں آپ اسے پھوڑ کر
 اس شخص پر لڑائی کریں۔" ڈیڑھوں کی تاب نہ لا کر ڈیڑھ۔
 پھوڑ ہو گیا تو اس کے سامنے اسے سمجھوتے ہوئے اس
 کی توجہ دوسرے شخص کی طرف مبذول کر لینی ڈیڑھ کے حال
 پر وہ جتنا خوف زدہ نظر آ رہا تھا، اس سے ظاہر تھا کہ وہ نسبتاً
 آسان ذہن ثابت ہو گا۔ یہ اشارہ لٹکانہ سے نہیں ہوا۔
 ڈیڑھ میں اس کے لیے ایک ہی پھیلنے سے اسے ہتھیار ڈالنے پر
 مجبور کر دیا۔ اس نے جرحضیلات بتا گئی، اس کے مطابق وہ
 خود بھی ڈیڑھ کی اصل حیثیت سے عدالت میں تھا اور یہ کہتا تھا
 کہ ڈیڑھ ہی آئی اسے کا لیکن ہے جو امر کی عداوت کے
 لیے کام کرتا ہے۔ اس نے ہانڈ سے اڑ پڑت کی طرف
 جاتے ہوئے اس مقام کی نشاندہی کر دی جہاں ہانڈ کو
 لٹکانہ بنانے کی کوشش کی جاتی۔ اسے جھکایا گیا تھا، اس
 کے مطابق امر کا پاکستان سے ہائی بھر لینے کے باوجود خود
 ہانڈ کو پاکستان واپس نہیں بھیجا چاہتا تھا اس لیے یہ منسوب
 تکلیف دیا گیا تھا۔ پہلے مقام پر ناک کی صورت میں
 انہوں نے ایک بگھڑ جان کی بندھا رکھا تھا۔
 شہزیار ہنٹ کچھ سب سنا رہا ڈیڑھ بھی اس دوران

خود بخود ہوش میں آ گیا اور اپنی جگہ بند سے بند سے بری طرح
 بچتا رہا تھا کہ کسی طرح اپنے سامنے کی زبان روک لے لیکن
 وہ شخص اس سے نظر چرا گیا۔ وہ سر ہٹا کر اور دھوکے میں
 موراد کے ملاقات کے لیے کام کرتا رہا تھا۔ نتیجتاً وہ بھی
 سمجھتا ہوا کہ جب ایک ایسی طرح کے حالات میں کسی
 مخالف کی گرفت میں آتا ہے تو جتنی سوت سے وہ چار ۲۵
 ہے۔ اس نے اس وقت اپنی اس جگہ سوت کو ایت تاک
 سوت میں تبدیل ہونے سے بچایا تھا۔ اس کی اس بھاری
 کے بدلے میں شہریار نے کی جگہ اسے آسان سوت لایا کہ
 اور لڑنے کے معاملے سے ایک کوئی اس کے پیچھے میں اس طرح
 اپاری کہ وہ پھر آواز نہ لگنے پائل فاسٹی سے تم ہو گیا۔
 اب پائل کا راز لہرو کی طرف تھا۔
 ”تم جیسے کروہ شخص کو کوئی کی آسان سوت دینے کو
 دل تو نہیں چاہتا لیکن اسوں کی میرے پاس وقت نہ پادو نہیں
 ہے اور میں تم جیسے مولیٰ کو زندہ چھڑنے کی فطرتی نہیں کر
 سکتا۔“ اس نے لگا کر اور گولیاں اس کی دونوں آنکھوں میں
 دے ماریں۔ ڈول شہین دلی کا دروازی نے پہلے ہی اس کا
 چہرہ بھانک کر دیا تھا۔ آنکھوں کی تپک دو خون اگلے گڑھے
 سے تو غصائی کی میں مزہ اضافہ ہو گیا۔ گولیاں آنکھوں سے
 داخل ہونے کے بعد اس کا سر تو زلزلے ہوئی باہر نکل گئی
 اس لیے اس کے زخمی جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
 تھا۔ اس کے پائل کو اس کی لاش کے قریب چپک کر باہر
 نکلے شہریار کو کم از کم اتنا اطمینان ضرور ہو گیا تھا کہ لڑنے کی
 لاش کو دیکھنے والے صورت حاصل کریں گے کیونکہ اس کی لاش
 واقعی نشان مہرمت بن گئی اور کاتوں تک رسائی اتنی آسان
 نہیں تھی کیونکہ وہ پورے انتظام سے آئے تھے۔ ان کے
 ہاتھ دستاؤں میں پیچھے سے اور پھروں پر ایک اپ کی نہیں
 تھیں۔ وہ اس بلا تک سے نکلنے کے بعد اپنے وجود پر موجود
 ایک ایک نئے کو تک کر دیتے اور اطمینان سے اس فلاح
 سے روانہ ہو جاتے جس میں پہلے ہی ان کے لیے نہیں یک
 تھیں۔ بعد میں کسی طور پاکستان کی طرف اشارہ کیا بھی جاتا
 تو وہاں کو تھا جہاں تک رسائی دیتا۔ وہ ان چند تپک دن
 لوگوں کی پناہ میں بھی تھا جہاں جہاں پاکستان کی سالمیت کے لیے
 ان کی اور ان کیسوں کی جگہ کی اہمیت کو ابھی طرح سمجھتے تھے۔
 ویسے بھی امریکا سے جس طور ان کے ملاقات ملے پانے
 تھے۔ اس سے یہ واضح تھا کہ سب سے بہت ہی اڈالے سرائیل
 کی سلامتی اور بدحاشیوں سے صرف نظر کرنے کی پالیسی
 کے باوجود وہ کچھ تو پاکستان کا بھی خیال کرے گا ہی کہ

ابھی اسے نکلنے میں پاکستان کی ضرورت بہر حال تھی۔
 ☆ ☆ ☆
 ”اسلام ٹیکم۔“ جہاز اپنی منزل کی طرف
 دو اس تھا کہ ماہ ہانور نے کسی کو اپنے برابر میں بیٹھے
 لیکن توجہ نہیں ہوئی کہ یہ بھی خیال نہ تھا کہ وہ اس دور
 لے جانے والا مشاہیرم خان واپس لوٹ آیا ہے۔
 خصوصاً اب دلچسپ ہے کہ سلاطین نے اسے چھٹا ہوا
 وہ ایک ننگے سے سلام کرنے والے کی طرف مڑی۔ مڑنے
 ہی اسے باجی کا سامنا ہوا۔ اب وہ بے شک وہی تھا
 اس کے دل پر غصہ تھا لیکن سامنے موجود صورت ابھی کی
 نہیں ہے۔“ اس کی حیرت کو دیکھ کر ابھی نے دنگل اٹھا
 میں سکراتے ہوئے پوچھا لیکن اس وقت لب و لہجہ پائل
 تلفظ تھا۔ ماہ ہانور اس میں پڑتی اور اسے لگا کہ پہلے اس
 نے جو ستارہ چھٹا ہوا کا اہم تھا۔ ملاقات آواز سے وہ ہانور
 کیسے سنا لی دے سکتی تھی کہ اپنے دل کی تمام تر بے چینی کے
 باوجود وہ اس حقیقت کو نہیں بھلا سکتی تھی کہ شہریار عادل لب
 اس دنیا کے بنگاموں میں شامل نہیں ہے۔
 ”مجھے عادل خان کیسے جانتے ہیں۔ پاکستانی ہوں اور اس
 حوالے سے آپ سے کچھ نہ کہنے کو ضرور ہوتا ہے۔“ اس کی
 خاموشی کی پردہ کے پھر وہ اپنی ہی دوش پر ہاتھ چار ہا تھا۔
 ”صاف سمجھے گا، میں اجنبیوں سے اس طرح نہ
 تلفظ ہونا پسند نہیں کرتی۔“ اوپر ماہانور کا سے تو کا چڑا۔
 ”اجنبی کون؟ میں نے آپ سے اپنا تعارف کیا
 دیا۔ آپ بھی اپنا تعارف کروادیں تو ساری اجنبیت ختم
 جاتے لی۔“ اسے ماہانور کو کھیلنے میں مزہ آرہا تھا۔
 ”شاید آپ میری بات سمجھ نہیں رہے ہیں۔ اس سے
 پہلے کہ میرے بھائی واپس آ گیا، پھر ہوا گا کہ آپ یہاں
 سے اٹھ کر اپنی سیٹ پر واپس چلے جائیں۔“ اس نے ماہانور
 نے پہلی ہی نسبت لہرا زیادہ سخت لہجے میں جواب دیا۔
 ”اب یہ ہاری پاکستانی خواتین۔ نہیں بھی ہوں
 بھائیوں کی ترقی دینا نہیں چھوڑیں۔“ ٹیک ہے خاتون نے
 واپس چلا جاتا ہوں۔ مجھے تو نہیں آپ کی یہ چار کھلی
 تھی۔ بہت غم صورت ہے۔۔۔ آپ نے کہاں سے
 فریڈی کی؟“ اس نے ماہانور کے ہم پر موجود نیلے کپڑوں
 والی کالی چاندی طرف اشارہ کیا تو ماہانور کو بھی گئی۔ یہ
 تو شہریار نے پیغام پہنچانے میں اسے فریڈی کی اور
 سے اب تک کسی نہ کسی طرح وہ اس کے پاس کھڑے ہی

بھی مصطفیٰ خان نے اپنے گھر میں موجود اس کی ضرورت
 سامان ہارنگ بگھارا تھا تو اس میں سے یہ چادر نکل آئی تھی
 اس نے بے ساختہ ہی واپس کا ستر کرتے ہوئے اس
 پار کو اپنے گھر لے گیا تھا اور اب یہ ابھی جس کے پاس
 سے بڑی شامی خوشبو آ رہی تھی، اس سے اس چادر کے
 سے اسے پوچھ رہا تھا۔
 ”جس نے فریڈی کی نہیں تھی بلکہ ایک بہت ہی مزہ
 سستی نے مجھے فحشا حیات کی تھی۔“ وہ جہاں بھی بہت تھی سے
 ات کر رہی تھی، چادر کے پھولوں پر فریڈی سے ہاتھ پھیرتی
 سے دل گداز لہجے میں بتاتے گی۔ دیکھنے والی نظر میں
 زلف مسکوں کر سکتی تھی کہ اس نے پھولوں کو اتنی ہی فریڈی
 سے ہوا تھا جتنی فریڈی سے وہ اپنی کو دیکھ کر مسرور پھول سے
 پتہ لگتا ہے ہونے گی۔
 ”جہاں کراچ سے اس کے خوش قسمت ہونے میں
 بیٹا کوئی کام نہیں ہے۔“ وہ آہستہ سے ہل کر اس کے
 زلف سے اٹھ گیا۔ کھلی کھلی ہی ماہانور چکی تو مشاہیرم خان
 اپنی آکر سیت سنبھال رہا تھا۔
 ”کیا کہہ رہا تھا؟“ اس نے ماہانور سے پوچھا۔
 ”کچھ نہیں، بس اچھا کہہ رہا تھا۔“ نہ جانے کیوں
 مشاہیرم خان سے کھلی چھپاتی تھی۔ اس پر وہ پتلی کے پیچھے
 اور خاسا خاسا اس ہی خاتون سے کسی کی یاد آتا تھا۔ اس کی
 زندگی میں شاید یہ پہلا موقع تھا کہ وہ شہریار عادل کی اردو کے
 غیر مشکل سے گل آئی تھی۔ اسے اکثر سٹک پہنچانے کی
 لہجہ ساری سنبھالنے والے جان اور کولوں نے اچانک ہی
 بہ کرام میں تبدیل کر دی تھی۔ اسے اور مشاہیرم خان کو ملے
 نہ وہ وقت سے بہت پہلے از چہرے کے لیے روانہ کر دیا گیا
 تھا اور حیرت انگیز طور پر انہوں نے یہ ماحول پہلے میں اور پھر
 کبھی میں نے کیا تھا۔ اگر اس مرحلے میں کوئی حاکمیت کے
 لیے ان کے پاس رہا تھا تو انہیں شہریار نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن
 ایک کارو لینے کے بعد احمد لاؤنگ میں چلے کر شہریار
 پہنچے ہوئے پورے گرام کی حد تک ہی وہ ضرور معلوم ہو گئی تھی۔
 اس گاڑی میں انہیں اکثر چڑھتا تھا، اس گاڑی پر مارتے
 تھے مگر ہوا تھا شہریاروں میں تو کابیر ہے اس حوالے سے کوئی
 تسلی نہیں تھی لیکن اس نے اور مشاہیرم خان نے کاروں کی
 گاڑی کے علاوہ گاڑی کے ارد گرد نظر آتے اس کے
 ساتھیوں کو کٹھکت کر لیا تھا اور اس کے بعد جہاز میں سوار
 ہوئے تک بھی وہ پہلے ہی ہارے تھے کہ ہانور کب ایک اور
 آواز نہ مل کر دیا جاتا ہے۔۔۔ لیکن شہریار اور ایسا کچھ نہیں

ہوا۔ کئی کھینے کا سطرے کرنے کے بعد آہستہ آہستہ دل سے
 اترنے لگی تھی۔ لیکن پھر جانے کیوں نہ عادل خان صوبہ
 دیکھ کر اس سے بات کرنے نہ چلا آیا۔ وہ جو پر سکون ہو چکی
 تھی، اس کے اپنے پاس آکر ہانور کے بعد ایک ہل تھی
 لیکن سے نہ بچے گی۔ کچھ تو جاہول کو کھینچتا تھا۔ کوئی ایسا
 احساس جہاز میں چٹکیاں لٹا تھا اور محمود ہاں کو بلا ہوتا
 تھا۔۔۔ اور وہ جس نے اس کے اندر یہ حکم پھوایا تھا خود
 اپنی سیٹ پر آگھسی سونے سکون سے سو رہا تھا۔ پائی
 راست خود سے لاتے جھکوتے، اندر ہی اندر سکتے جھکتے کیسے
 لے ہوا۔ وہ خود ہی جاتی تھی۔ مشاہیرم خان نے چادر تو جس
 پار بار پوچھ کر فریڈی لہ گیا کہ اسے کیا ہوا ہے اور وہ کچھ پتلی
 کیوں نہیں ہے؟ وہ کھلا سے لگا تھا اب دیکھی کہ آج عرصے
 بعد اسے کسی کے لیے پر شہریار کے لہجہ کا گمان ہوا ہے اور
 کسی کی خوشبو میں شہریار کی محک محسوس ہوئی ہے۔ انکی
 پاگل پن کی بات کسی سے کہنا تو وہ خود سے بھی چھپاتا
 جاتی تھی لیکن اس کو کوشش میں تا کام ہو کر نہ حال ہوئی ہادی
 تھی۔۔۔ بعد میں ملے تھا۔ سنے والا ستر م ہوا تو وہ جہاز میں
 سوار ہر شخص کے ساتھ بیٹھنے کی کڑ زیادہ تھی ہوئی تھی۔ اس
 کے ہم کاک ایک دور سے بہر گیا تھا۔
 مشاہیرم خان کے پیچھے بھی وہ نہ جانے کیسے خود کو کھینچتی
 رہی اور انگریزوں کی کارروائی سے متکرا ہو گیا۔ مشاہیرم
 خان اسے ایک گاڑی میں بٹھا کر خود نہ جانے کہاں چلا گیا۔
 وہ ڈراما تک سیٹ پر بیٹھے شخص کو نہ کھینچتی تو پتہ کھرائی۔
 اہم سے اپنے کٹھن والے روز اس نے اس شخص کو دیکھا
 تھا۔ اسے اس شخص کا نام یاد نہیں آ رہا تھا لیکن بہر حال اتنا
 ضرور یاد تھا کہ اس شخص سے شہریار نے اپنے دوست کی
 حیثیت سے تعارف کروایا تھا۔ اس کے گاڑی میں بیٹھنے پر
 اس شخص نے اس سے سلام دعا کی اور شہریار سے پوچھ کر
 چپ ہو گیا۔ ماہانور بھی زیادہ کچھ کہے بغیر نئے شہریار کی طرف
 توجہ ہوئی۔ ذاتی دیکھی کیفیت ہی کچھ نہیں ابھی تھی کہ کسی
 سے زیادہ بولنے کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ اسی سے تو بھی
 کے حامل میں کوئی دوسری طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی میں
 بیٹھا اور شہریار کی گاڑی حیرت میں آگئی۔ اس نے اپنے برابر
 میں بیٹھنے والے شخص کو دیکھا تو کانپ اٹھی۔ یہ تو وہی عادل
 خان تھا جو اسے جہاز میں بھی ملا تھا۔
 ”کیسی ہو ماہ؟ کیا مجھے پہچانتے ہیں؟“ اس کی طرف
 دیکھ کر وہ مسکرا ہوا لہرا سے گل آ گیا۔ کھٹ دیکھنے کی کوئی
 کھانسی ہی باقی نہیں رہی تھی۔ عادل خان، اصل میں شہریار

عادل تھا۔ وہ پورے اطمینان سے بے ہوش ہو گئی کہ سنبالنے والا پاس ہی موجود تھا۔

☆☆☆

”مجاہد بہت ذہین بچہ ہے میڈم! یہ فوراً ہر بات سمجھ لیتا ہے۔ یہاں ہمارے پاس اس جیسے جتنے بھی بچے ہیں، ان میں مجاہد سب سے زیادہ ذہین ہے۔“ وہ تم ہوتی آنکھوں سے مجاہد کی ٹیچر کی باتیں سن رہی تھی اور اس کی نظریں مسلسل ڈھائی سالہ مجاہد پر لگی ہوئی تھیں جو بڑے انہماک سے اپنے سامنے رکھے رنگ برنگے بلاکس سے کچھ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ کام نہیں کرتا تھا اس لیے اس کے لیے یہ کام قدرے دشوار تھا لیکن پھر بھی وہ اچھی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ایک حوصلہ مند بچہ تھا جس کا دماغ بھی عام بچوں سے کچھ پیچھے تھا لیکن ورنے میں ملی حوصلہ مندی اسے بھی کسی کام سے پیچھے نہیں ہٹتی تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ دنیا میں آنے سے بھی پہلے ماں کی کوکھ سے یہ سبق سیکھتا چلا آ رہا تھا۔

اس کی حوصلہ مندی نے اپنے اس بچے کی معذوری کو اپنی جان کا روگ نہیں بنایا تھا بلکہ اپنے بہت ہی چاہنے والے شوہر سے فرمائش کر کے اس کی بچوں کے لیے جدید خطوط پر کام کرنے والے اس اسکول کی بنیاد رکھ کر مجاہد جیسے بہت سے بچوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ ان دونوں میاں بیوی کی روحوں کے تال میل آپس میں اتنے ملتے تھے کہ ایک کے لیے دوسرے کی بات حکم کا درجہ اختیار کر لیتی تھی۔ لیکن یہ حکم ایسا ہوتا تھا جس کی تعمیل بوجہ محسوس ہونے کے بجائے روح کو سرشاری عطا کر دیتی تھی۔ انہوں نے بڑی لمبی بھری مسافت طے کرنے کے بعد ایک دوسرے کو پایا تھا سو ایک دوسرے کے قدردان بھی اسی حساب سے تھے۔

ایک دو بچے کی سگت میں رہ کر وہ بنا کہے بھی ایک دوسرے کی خوشی کا سامان کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ ایک کی خواہش دوسرے کی خوشی ہوتی تھی۔ شہریار نے صرف اسے ہی نہیں، اس کے بچے کو بھی پوری طرح اپنا ہاتھ لگے بھی تھے تو اسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ شہریار اس سے بھی بڑھ کر مجاہد کو چاہتا ہے۔ شہریار کا ہاتھ تمام کر وہ اسلم کی روح سے بھی شرمندہ نہیں ہوتی تھی بلکہ اسے یقین تھا کہ اسلم بھی اسے شہریار کے ساتھ دیکھ کر اوپر کہیں خوش ہوتا ہوگا کہ وہ ایک ایسی خوش قسمت عورت تھی جس کے دونوں چاہنے والوں نے اسے پانے سے زیادہ اس کی خوشی کو مقدم جانا تھا۔ اسلم نے اسے خوش رکھنے کی پوری کوشش کی تھی اور شہریار کے ساتھ وہ

خوش تھی کہ پہلی محبت کو پالینا شاید دنیا کا سب سے خوش گوار تجربہ ہوتا ہے۔ شہریار نے اس کو اتنے مان کے ساتھ اپنا ہاتھ لگایا تھا کہ اپنی ذات کا ہر راز اس کے ساتھ شیئر کر ڈالا تھا۔ (ملی سالمیت کے رازوں کی بات البتہ مختلف تھی)۔

”واہ جناب! کیا پیش ہیں۔ محترمہ یہاں بیٹے کو دیکھ کر مسکرا رہی ہیں اور اس آفت کی پرکال کو میرے ذمے لگا دیا ہے۔ مجال ہے جو یہ شہزادی ایک منٹ کے لیے بھی تک کر بیٹھی ہو۔“ وہ ابھی وہاں سے پلٹنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ شہریار سو سالہ عانت کو گود میں اٹھائے وہاں چلا آیا اور اس سے شکایت کی۔

”میں کیا کر سکتی ہوں۔ آپ کی بیٹی آپ پر ہی مکی ہے۔ آپ بھی تو مشکل ہی سے کہیں تک کر بیٹھتے ہیں۔“ عانت کو شہریار کی گود سے لپٹے ہوئے اس نے شوخ لہجے میں جواب دیا تو شہریار بس مسکرا کر رہ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ ماہ بانو نے اسے کس حوالے سے بھیڑا ہے۔

ماہ بانو سے شادی کے بعد اس نے اپنی زندگی کا بہت اچھا سیٹ اپ بنالیا تھا۔ وہ لاہور جیسے بڑے شہر کو چھوڑ کر ایک چھوٹے شہر میں منتقل ہو گیا تھا اور یہاں اپنے ذاتی وسائل سے اسکول اور چھوٹے سے جدید اسپتال کے قیام کے علاوہ بھی زندگی کی دیگر سہولیات فراہم کرنے کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اس نے اپنے لیے یہاں ایک جنت بسائی تھی لیکن اس جنت میں بھی وہ تک کر نہیں بیٹھتا تھا۔ سی ایف پی سے اس کی وابستگی اتنی گہری تھی کہ جب بھی اس طرف سے پکارا جاتا، وہ فوراً لپٹ کر ہوتا دوڑ بڑاتا۔ ماہ بانو نے اسے بھی بھی جانے سے نہیں روکا تھا کہ جانتی تھی کہ وہ رک گیا تو محض بے روح جسم بن کر رہ جائے گا۔ مذاق میں کچھ کہہ دینا الگ بات لیکن وہ بھی شہریار کو اس کے متعصب حیات سے دور کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

”ماموں جان اور ممانی جان آرہے ہیں۔“ وہ اس کے ساتھ چلتی باہر کی طرف بڑھی تو اس نے بتایا۔

”کب تک پہنچیں گے؟“ اس نے خوش دلی سے پوچھا۔ خود اس کے سارے رشتے تو تقریباً ختم ہو گئے تھے جو بچے تھے انہیں بھی اس نے شہریار کی پرائیویسی کے خیال سے اپنے قریب لانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ اتنا اطمینان ضرور کر لیا تھا کہ پھر آباد کا موجودہ حاکم مراد شاہ ان کی خبر گیری کرتا رہتا ہے۔ اب وہ شہریار کے خاندان کو بھی اپنا سب کچھ تصور کرتی تھی۔

”دوپہر کے کھانے تک پہنچ جائیں گے۔“ شہریار

کے مزے سے دیے گئے جواب پر اس کی چٹخ نکل گئی۔

”کیا... دوپہر کے کھانے پر اور آپ مجھے اب ہونے ایک بیچے اطلاع دے رہے ہیں... مگر سے کال نہیں کر سکتے تھے کیا؟“ عنتی کا اظہار کرتی وہ شہریار کو ہمیشہ سے زیادہ پیاری لگی۔

”کیوں خود کو ہلکان کرتی ہو یارا میں نے سارے انتظامات کروا دیے ہیں۔ بھلا میں اپنی اتنی پیاری بیوی کو اس کے سرالیوں کے سامنے شرمندہ کروا سکتا ہوں کیا؟“ اس کے شانے پر اپنا ہاتھ پھیلاتے شہریار نے اسے خود سے قریب کیا۔

”شرمندگی کی بات نہیں۔ مجھے وہ لوگ آپ کے حوالے سے مزید ہیں اس لیے مجھے خود ان کی خدمت کرنے کی خوشی ہوتی ہے۔“ اس نے نہایت سچائی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

”میں جانتا ہوں اس لیے میں نے بہت سارے دنوں کے لیے انہیں یہاں بلوایا ہے۔ تم دل بھر کر ان کی خدمتیں کرنا۔“ بے پروا سے انداز میں کہہ کر وہ گاڑی ان لاک کرنے لگا۔ پھر پہلے دروازہ کھول کر اسے بخشایا، اس کے بعد خود گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔

”شہریار! اس کے گاڑی اسٹارٹ کرنے سے قبل ماہ بانو نے اپنا نازک سا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ پر رکھا۔

”ہوں۔“ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

”آپ کتنے جا رہے ہیں نا؟“ بہت دلچسپی سے بولتی وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ اس کی شہر بیٹی اس کے گلے پر لگے رنگ برنگے موتی لٹوچ لٹوچ کر پھینک رہی ہے۔

”تمہیں معلوم تو ہے یار پھر کیوں پوچھتی ہو؟“ اس نے گویا ماہ بانو سے نظریں چرائیں۔

”ادھر میری طرف دیکھیں۔“ اس نے شہریار کی فٹو زی کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ کر اپنی طرف رخ کیا۔ اس نے دیکھا تو دیکھتا رہ گیا۔ گندمی رنگت پر گھور سیاہ آنکھیں کسی کو بھی ڈبو دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ وہ بھی ڈولنے لگا۔

”اس بار شاید مجھے کچھ زیادہ دن لگ جائیں۔“ ماموں جان کو کاروباری معاملات دیکھنے کے لیے واپس لاہور جانا پڑے گا البتہ ممانی جان اور سلو مستقل نہیں رہیں گے۔ تم گھبرانا مت۔“ وہ اسے تسلیاں دینے لگا۔

”میں بالکل نہیں گھبراؤں گی۔ آپ بھی مگر مندمت ہوں۔ میں آپ کے واپس آنے تک یہاں سب سنبھال

گرداب

لوں گی۔“ آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتی وہ اس کا حوصلہ بڑھاتی رہی اور جب مزید ضبط کا پارا نہ رہا تو اس کے سینے میں منہ چھپا لیا۔ یہ سینا اس کی پناہ گاہ تھا اور اس سینے میں دھڑکتا دل اس کے نام کی مالا چیتا تھا لیکن کسی بھی انسان کا بس کسی ایک فرد سے ہی تو رشتہ نہیں ہوتا۔ اسے اور بھی بہت سے رشتے نبھانے ہوتے ہیں۔ شہریار کو بھی بار بار اپنی مٹی سے رشتہ نبھانے کے لیے اسے چھوڑ کر جانا پڑتا تھا کہ وہ جو جنگ لڑ رہا تھا، اس کا شاید کوئی انجام نہیں تھا۔ ڈیوڈ، پاٹو، ورما، گپتا اور ان جیسے لوگوں کو ختم کر دینے کے باوجود مزید کئی تھے جو ہر روز سر اٹھاتے رہتے تھے۔ لٹل عرف ایللی پارکر کو تو وہ خود نیویارک میں زندہ چھوڑ کر آیا تھا۔ اب تک ہیروئن کے تاجروں کا اور اس کے ساتھیوں سے بھی ناکرانا ہو سکتا تھا۔ اتنے بہت سے دشمنوں کے ہوتے بھلا وہ کیسے ہتھیار ہاتھ سے رکھ سکتا تھا۔ ہاں زندگی نے بس اتنی مہربانی کر دی تھی کہ جب وہ تپتی دھوپ میں اپنا وجود جھلسا کر واپس لوٹتا تھا تو محبت کے شجر سایہ دار میں بیٹھنے کا موقع مل جاتا تھا۔

”آپ بے فکری سے اپنے مشن پر جائیں۔ میں یہاں آپ کی کامیابی کے لیے خوب دعا کروں گی۔“ وہ اپنے سینے میں چھپا ہونے کی وجہ سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن آنسوؤں کی اس ٹی کو محسوس کر سکتا تھا جو اس کے گریبان کو بھگور رہی تھی۔ بے ساختہ ہی اس نے پوری قوت سے اسے اپنے ساتھ کھینچ لیا اور اس کے ماتھے اور بالوں پر یوسوں کی بو چھاڑ کرنے لگا۔ بے تاب دلوں کی یہ شدت اوپر والا بھی جانتا تھا، سو وہ بھی انہیں دائمی جدائی کا طراب دینے والا نہیں تھا۔ ہاں، اتنا ضرور تھا کہ ان کا شمار ان منتخب لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں بطور خاص آزمانتوں کے لیے چنا جاتا ہے کیونکہ کم کم ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی ذات سے بڑھ کر ملک و قوم اور انسانیت کے لیے سوچتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی کی کہانی ”اور پھر وہ ہمیشہ سکھ سے خوشی سے ایک ساتھ رہنے لگے“ کے روایتی جملے پر ختم نہیں ہوتی۔ ایسی کہانیاں دکھ سکھ کی آمیزش کے ساتھ چلتی رہتی ہیں۔ ماہ بانو اور شہریار عادل کی کہانی کو بھی ایسے ہی چلنے رہنا تھا۔

... گرداب سے ساحل اور ساحل سے گرداب تک کا سفر طے کرتے ہوئے لیکن اہم بات یہ تھی کہ انہیں یہ سفر طے کرنے کی ہمت و جرأت حمایت کی گئی تھی اور یہی حمایت ہی تو سب سے بڑی نعمت ہے۔

